بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الشیخ الاشعری

نقل خط مولوی عمار علی کہ جو میر نادر علی کے خط کے جواب میں لکھا تھا

میر صاحب مظہر عنایت و کرم مجمع محامد شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کے واضح خدمت عالی ہووے کہ عنایت نامہ تمہارا پہنچا جو کچھ آپنے تحریر فرمایا تھا معلوم ہوا آپنے لکھا تھا کہ مجھے صحت علمائے شیعہ سے فدک کے غصب ہونیمیں نہیں ہوئی صورت اوسکی یہ ہے کہ آپکی ملاقات کسی عالم واقف و خبردار سے آج تک حاصل نہیں ہوئی اگر مجھسے آپکی ملاقات ہووے اور میری زبانی آپ سنیں تو آپ پر واضح ہوجائے کہ اہل سنت بالکل غلطی پر ہیں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور بھس پر لیپنا لیپتے ہیں اور تین سوال جو آپنے عبدالحق کیطرف سے لکھے تھے اونکا جواب مختصر یہ ہے کہ سوال اول میں آپنے لکھا تھا کہ رسول خدا کی بیٹیوں کا نکاح کس سے ہوا یہ سوال مہمل ہے اسواسطے کہ جناب رسول خدا کے نطفہ سے ایک بیٹی تھی فاطمہ زہرا سو وہ حضرت علی سے منسوب تھی اور دو بیٹیاں جو آنحضرت کی اہلسنت مشہور کرتے ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نتھیں بلکہ وہ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں ہمراہ حضرت خدیجہ کے آئیں تھیں اور نام اون دونو صاحبزادیوں کا رقیہ اور ام کلثوم تھا ابن حجر محدث اہل سنت کی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ ایک کا نکاح تو انہیں سے عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور دوسری کا نکاح ابوالعاص ابن الربیع سے اور یہہ دونو کافر تھے انتہے بعد اسکے نکاح اون دونو کا عثمان سے ہوا جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور پیغمبر خدا نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئی تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت کے روبرو اوسکا اولی سے بدرجہ بہتر تھا البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے ایسی بدعتیں عثمان نے کیں کہ عائشہ اوسکے حق میں کہتی تھی اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا حراق المصاحف یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کے جلانیوالے کو چنانچہ استیعاب میں لکھا بدعتیں کیں کہ صحابہ رسول نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا یہہ سب ماجرا اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہے اگر سند اسکی مطلوب ہوگی تو ہم اور اگر یہہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل کچھہ مذکور ہوتے جیسے کہ حضرت فاطمہ کے فضائل شیعہ کی کتابوں میں مذکور ہیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ الفاطمۃ بضعۃ منی اور سوا اسکے فضائل فاطمہ کے صدہا کتابوں میں مذکور ہیں او فضائل ایسے مذکور نہیں ہیں اگر آنحضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو البتہ مذکور ہوتے سوال دوسرا علی نے عائشہ سے بہتر جنگ کئے اگر باغ فدک صحابہ تھا تو علی نے اوسپر جہاد کیوں نکیا جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ سوال ہی غلط ہے اسواسطے کہ علی نے عائشہ سے بہتر جنگ نہیں کئے بلکہ ایک جنگ شکست ہوئی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد لازم نہوا تھا اسواسطے کہ جہاد مال کے

نہیں ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطے ترقی دین کے جہاد کرتے ہیں نہ واسطے مال دنیا کے اور علی کے پاس جہاد کرنیکو انصار کب تھے کہ وہ جہاد کرتے جہاد کرنیکا حکم تنہا کے واسطے نہیں ہے بلکہ جسوقت انصار اور مددگار بہم پہونچیں اوسوقت جہاد کرنا چاہیئے جیسے کہ رسولخدا صلعم جب تک مکہ میں رہے بسبب نہونے انصار کے حکم جہاد کا نہوا جب مدینہ گئے کافروں کے خوف سے ہجرت کر کے اور انصار بہم پہونچے تو جہاد کفار پر کیا اور جبتک مکہ میں رہے کچھہ نہوسکا بلکہ کچھہ کچھہ مددگار بھی وہاں موجود تھے اون مددگاروں میں ایک علی بھی تھے اونسے بھی کچھہ نہوسکا آخر کفار کے خوف سے سبنے اپنا وطن اصلی چھوڑ دیا مگر ایسے ہی حال علی کا بعد رسولخدا کے تھا کہ خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں اونکو انصار اور مددگار بہم نہ پہونچے تو جہاد نکیا اور جب بہم پہونچے تو عائشہ پر بھی جہاد کیا اور معاویہ پر بھی اور سوال تیسرا یہہ کہ علی کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ فاطمہ کے پیٹ سے علی کی دو بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی زینب کہ جسکا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا اور دوسری بیٹی کلثوم تھی کہ جسکا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا فقط یہی سوال تھا جسکا جواب ہوا اور کچھہ زیادہ لکھتے تو زیادہ لکھا جاتا اور فدک کا غصب ہونا جو آپنے دریافت کیا تھا اوسکو ایک دفتر چاہیئے لیکن کچھہ مختصر تھوڑا سا آپکی خدمت میں تحریر کرتا ہوں اگر آپکی طبیعت میں انصاف ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچھہ لکھتا ہوں یہہ سب اہلسنت کی معتبر کتابوں سے ہے جس شخص کو کچھہ تردد ہو مطابق کر لیوے اور بعد اسکے انصاف کرے کہ یہہ ظلم ہے یا نہیں جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو علی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے معارج النبوۃ میں اور سوا اسکے اور علماء اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ یعنے دے تو اے محمد قریبونکو حق اونکا تو اوسوقت پیغمبر خدا نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اوسکا فدک ہے فدک اوسکو دیدو اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علماء کے ثابت ہوا کہ رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی جب رسولخدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اونکا قبضہ اوٹھا دیا اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہیں تو کیا ہے اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ تاریخ آل عباس کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ہے اوسمیں لکھا ہے کہ جسوقت اولاد حسنین نے مامون رشید خلیفہ عباسی سے عرض فدک کا کیا تو اوسنے دو صد علماء اہل سنت جمع کر کے کہا کہ حال فدک کا راست راست بیان کرو اونہوں نے بروایت واقدی و بشیر بن ولید بیان کیا کہ بعد فتح خیبر آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسولخدا نے جبرئیل سے پوچھا کہ ذوالقربے میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہ زہرا تمہارے قریب ہے اور حق اوسکا فدک ہے اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا جب ابوبکر نے اپنی خلافت میں فاطمہ کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ نے فرمایا کہ فدک مجھکو میرے باپ نے دیا ہے ابوبکر نے قبول کیا اوسوقت عمر نے کہا کہ فاطمہ سے گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اوسکو بخشا ہے اوسوقت فاطمہ زہرا علی اور ام ایمن کہ ایک بی بی تھی اور حسنین علیہم السلام کو گواہ لائے اور اونہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو فدک دیا ہے تو اوسوقت ابوبکر نے فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھدیا کہ اپنے حق پر قابض ہووے عمر نے وہ کاغذ ابوبکر سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اوسکا شوہر ہے اپنے نفع کے لئے کہتا ہے ابوبکر نے بھی قبول کیا اور یہہ دعوے کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا اور گواہی دینا علی اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور نامنظور کرنا ابوبکر کا اونکی گواہی کو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے مثل صواعق محرقہ اور فصل الخطاب اور معجم البلدان اور ریاض النضرۃ اور کنز العمال اور تاریخ حاکم اور جمع الجوامع اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور سوا اسکے بہت کتابوں میں ہے لیکن ابوبکر نے فاطمہ کو اور اوسکے گواہونکو اس دعوے میں جھوٹا جانا اور سوا فاطمہ کے جس کسینے ابوبکر سے دعوے کیا اوسکو ابوبکر نے سچا جانا اور گواہ اوس سے طلب نہ کیئے جو کچھہ اوسنے مانگا دیدیا چنانچہ صحیح بخاری میں جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوبکر کے پاس گیا اور میںنے کہا کہ پیغمبر خدا نے اپنی زندگی میں مجھسے وعدہ کیا تھا کہ مال بحرین کا آویگا تو تجھکو میں اوسمیں سے اسقدر مال دونگا اور مال بحرین کا حضرت کی زندگی میں نہ آیا لیکن اب تمہارے پاس آیا ہے اوس میں سے مجھکو دو کہ حضرت نے مجھسے وعدہ کیا تھا ابوبکر نے یہہ بات سنکر اوسیوقت تین مٹھی مال کی مجھے بھر کر دی اور گواہ مجھسے اوس وعدہ کرنیکی طلب نہ کیئے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں وجہ اسکی اسطرح سے لکھی ہے کہ ابوبکر نے جو جابر سے گواہ طلب نکیئے اور یونہی مال اوسکو دیدیا سبب اوسکا یہہ ہے کہ جابر صحابی معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جھوٹا دعوے کرے اگر جابر سچا ہوگا تو

کون سچا ہوسکتا ہے سو ہطے ابوبکرنے اوس سے گواہ طلب نہ کیئے اور بدون گواہی اوسکو مال دیدیا اب کہتا ہوں میں کہ واسطے دینداری اہلسنت
کہ فاطمہ کو جو پارۂ جگر رسولخدا صلعم ہے جابر کے برابر بھی نجانا کہ اونے صحابی تھا اور اونکے نزدیک فاطمہ کا مرتبہ جابر کے برابر بھی نہوا کہ جابر کو تو بدون
گواہوں کے مال دیدیا اور اوسکو جھوٹ کسے بچایا اور کہا کہ اگر جابر سچا نہوگا تو کون سچا ہوگا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھکر اوس سے گواہ طلب کیئے جب گواہوں نے
اوسکی گواہی دی تو اونکی گواہی کو رد کیا علی کو تو کہا کہ یہہ شوہر اوسکا ہے اپنے نفع کے لیئے کہتا ہے علی کو بھی جھوٹا جانا ہرچند علی بھی صحابی تھے
لیکن جابر کے برابر بھی نتھے اور حسنین کو کہا کہ یہہ فرزند اوسکے ہیں اور لڑکے ہیں اور ام ایمن جو باقی رہی وہ ایک عورت ہے اوسکی گواہی کیسی درست
ہووے اب فرمائیے یہہ غصب نہیں تو کیا ہے سوائے اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور یہہ عداوت ہے یا دوستی اور مروّت اور رعایت حق رسول اور
حق اور سچ تو یہہ ہے کہ اہلبیت کی دشمنی میں حق رسول کی بھی رعایت نکی آپنے لکھا تھا کہ مجھے غصب فدک کی کسی سے صحت نہیں ہوتی اب آپکو چاہیئے
کہ میری صحت علمائے اہلسنت سے کرائیے اور میری باتونکا جواب لکھوا کر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اوس
مظلومہ کے گواہونکو بھی رد کیا آور بھی سُننا چاہیئے کہ جب فاطمہ نے جانا کہ ابوبکرنے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اوس معصومہ نے دعوے وراثت کا کیا
اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں مجھے اون حضرت کا مال ارث میں پہونچتا ہے اور فدک میرے باپ کا مال ہے مجھے دیدے اوسوقت
ابوبکرنے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بناکر کہا کہ مینے پیغمبر خدا صلعم سے سُنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال سب صدقہ ہے
کسیکو اونکے وارثوں میں سے نہیں پہونچتا اول تو یہہ کہ یہہ روایت خلاف قرآن کے ہے دوسرے یہہ کہ پیغمبر خدا نے اپنے وارثوں سے نہ بیٹی سے
نہ اپنی بیبیوں سے کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہونچتا تم دعوے نکرنا اور حکم خدا کا جو کچھ اونکے واسطے تھا اوسکو اونسے چھپا رکھا اور ایک
اجنبی شخص سے کہ اوسکو کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثت میں نہ تھا اوسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا لیکن باوجود
اسکے پھر ایکمرتبہ فاطمہ ابوبکر کے پاس گئی اور اوسوقت ابوبکر منبر پر تھا کہا کہ اے ابوبکر تیری بیٹی تو تیرا ترکہ پائے اور میں اپنے باپکا ترکہ نہ پاؤں اوسوقت
ابوبکر منبر کے نیچے اوترا اور کہا کہ لے میں تجھکو فدک دیتا ہوں یہہ کہکر فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھدیا اتنے میں عمر آیا اور ابوبکر سے پوچھا کہ یہہ کیسا
کاغذ ہے کہا کہ مینے فاطمہ کو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگونکو کیا دیگا عرب تو سے لڑائی ہو ہی
رہی ہے چنانچہ یہہ روایت سبط ابن جوزی نے اپنی سیرۃ میں تحریر کی ہے آور واقدی محدث اہلسنت آور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے
کہ فاطمہ نے ابوبکر سے دعوے فدک کا کیا کہ فدک میرا ہے میرے باپنے مجھکو دیا تھا اوسوقت ابوبکرنے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا جب فاطمہ وہ کاغذ لیکر وہانسے پھری
تو رستہ میں عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہہ کیسا کاغذ ہے فاطمہ نے کہا کہ ابوبکرنے مجھکو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ فاطمہ سے چھین کر
پھاڑ ڈالا اگر کوئی کہے کہ ابوبکر کا اسمیں کیا قصور ہے اوسنے تو لکھدیا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ ابوبکر حاکم تھا اوسکو اس امر میں تابعداری عمر کی نچاہیئے تھی
عمر کو اس شر سے باز رکھتا اور اوسکے کہنے پر عمل نکرتا لیکن وہ تو اوسکا ہر امر میں شریک تھا اوسکے مشورہ بدون کچھ نہیں کرسکتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر صحابہ ابوبکر
کو اس امر میں سچا جانتے تھے اور علی بھی ابوبکر کو سچا جانتے تھے کہ ابوبکر سچ کہتا ہے پیغمبر خدا کا سب کہ صدقہ ہے کسیکو نہیں پہونچتا تو پھر علی اور عباس نے
عمر کی خلافت میں عمر سے جاکر کیوں دعوے کیا پیغمبر کے ترکہ کا اوسوقت عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے
اور مجھے بھی تم دونو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور میں وہی کرونگا جو کہ ابوبکر نے کیا تھا یہہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہے اور مسند
احمد حنبل میں لکھا ہے کہ عثمان کی خلافت میں عثمان سے بھی پھر دعوے کیا تھا پس اگر ابوبکر سچا ہوتا تو اونکے زمانہ میں دعوے ہرگز نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس
روایت میں بالکل جھوٹا تھا از راہ عداوت کے روایت بناکر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے
اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت علی نے اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی کاذب اور خائن اونکو جانینگے اور یہی مطلب
غصب سے ہے اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جسوقت ابوبکرنے فدک کے دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اوسپر غضبناک ہوئی اور تمام عمر بھر کبھی اوس سے
کلام نکیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنیکے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں **جواب خط** یہانتک خط مذکور کی عبارت
تھی بلاکم وکاست لفظاً لفظاً نقل کردیا ہے **اقول** ہمکو کیا معلوم ہے کہ اوس خط کی بعینہٖ یہی نقل ہے اور اوسمیں تصرف کسی طرح کا نہیں ہوا ہے اوس خط کی نقل

ہمارے پاس موجود ہوتی تو اوس سے مقابلہ کرکے دیکھتے اور جو کچھ کہ اس خط میں لکھا ہے خصوصاً مقدمہ فدک میں اس متانت کے ساتھ ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابونکا اہلسنت انکار کریں اور اپنے راویونکو منسوب بکذب کریں اور روایات معتبر کو اپنی کتابونکی ضعیف ٹھیرائیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہیں تو راویونکا انکار کرتا ہے اور کہیں اپنے علما کو دروغ گو کہتا ہے اور کہیں روایات معتبرہ کو ضعیف اور موضوع بیان کرتا ہے اور اپنی رائے سے ایجاد کرکے بے سروپا بکتا چلا جاتا ہے چنانچہ بعد اسکے واضح ہوگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اب ہماری بات سننے کے لئے تیار ہو جیئے تاکہ مولویصاحب کی طمطراق کی حقیقت اور مولویصاحب کی قابلیت اور علماے شیعہ کی فہم و فراست بخوبی معلوم ہو جائے کہ یہہ خط ہر چند عبارت میں تو زیادہ لیکن مثل غذا ر قلیل الکیموس کہ باوجود قلت کیموس کے سیئ الکیموس بھی ہو خلاصہ نکالئے تو کل دو چار باتیں ہیں **اقول** ہم بھی علماء اہلسنت کی فہم و فراست اور ہٹ دھرمی اور بے انصافی اور حق پوشی بخوبی واضح کر دینگے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور اون دو چار باتوں ہی کو دیکھنا کہ مثل غذا ر قلیل الکیموس کے تمام کیموس اوسکا جیسے **قال الشیخ الاشعری** پھر بھی وہ غلط اگر اعتبار نہ آئے تو دیکھیئے اول تو مولویصاحب یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نطفہ سے فقط ایک ہی بیٹی تھی جنکا نام فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھا اور اہلسنت جو دو بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مشہور کرتے ہیں وہ آپکے نطفہ سے نتھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے نطفہ سے تھیں خیر غنیمت ہے کہ جناب مولوی عمار علیصاحب نے اتنا تو لحاظ رکھا کہ حضرت خدیجۃ الکبری کی اولاد ہونے سے تو اونکو خارج نہیں کیا ہم ایسی نا انصافی پر اسکے بھی شکر گزار ہیں ورنہ جہاں مولویصاحب نے جرأت کرکے اونکا نسب منقطع کیا تھا اگر حضرت خدیجۃ الکبری سے بھی اونکا نسب منقطع کر دیتے جیسے بعضے ایسے ہی دشمنان اہل بیت نے کیا ہے تو کون مانع تھا یہہ ہے کہ اسجگہہ تو مولویصاحب نے غیرت کی ناک بھی کتر لی ہے اور موافق مشہور دروغ گو یم برروے تو یہہ ستم کئے ہیں کہ سنیوں کی ضد میں اہلبیت پر جفا کرکے اپنے ایمان پر بھی تو قلم پھیر گئے نہ کلام اللہ کی سنی نہ اپنی معتبر کتابونکا لحاظ کیا آفریں ہے کیوں نہوں مولوی عمار علی

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اے خدا اہل انصاف بے رو رعایا ہو کر میری گزارش کو سنیں اگر بے جا ہو جب ہی کہیں کلام اللہ موجود ہے اگر مولوی عمار علیصاحب کو یہہ عذر ہو کہ شیعونکو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہے ہم کلام اللہ کے حوالونکی کیونکر تصدیق کریں تو میں پتے وار بتلاتا ہوں سورۂ احزاب میں بائیسویں سیپارہ میں قریب ربع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع کے شروع ہی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ یعنے کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتونکو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں فقط اب گزارش یہہ ہے کہ اتنی بات تو مولویصاحب بھی سمجھتے ہونگے کہ بنات جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توسع کرکے دو پر بھی اطلاق کرتے ہیں تب بھی ایک سے تو زیادہ ہی ہوگا بہر حال یہہ کہنا کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیٹی ہی نتھی تب بھی غلط ہوگا **اقول** سوائے حضرت فاطمہ زہرا کے جو حضرت خدیجہ کے شکم سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں خواہ دو ہوں خواہ تین ہوں علے اختلاف الروایات وہ سب ہمارے نزدیک مومنہ صالحہ تھیں اگر وہ واقع میں جناب رسولخدا کے نطفہ سے تھیں تو ہمیں ہمارا کچھہ ضرر نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کچھہ خلل ہوتا ہے اور اگر وہ صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے نہ تھیں تو ہمیں کچھہ ہمارا فائدہ نہیں ہے لیکن ہماری کتابوں میں اون صاحبزادیونکے مقدمہ میں روایتیں مختلف وارد ہوئی ہیں بعضے روایت میں یہہ ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور بعضی روایت میں یہہ ہے کہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو اونکے مرجحات کی طرف نظر کرتے ہیں اور رسولخدا کے نطفہ سے نہونیکی اون صاحبزادیوں کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ کیا سبب ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے تو فضائل مذکور ہوں اور اون دونو صاحبزادیوں کے فضائل کچھہ بھی مذکور نہوں اگر وہ دونو یا تینوں بھی رسولخدا کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے بھی فضائل مذکور ہوتے اور جسوقت کہ اونکے فضائل مذکور نہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہوں گی اسیواسطے مولویصاحب نے فرمایا کہ وہ دونو صاحبزادیاں جنکو اہلسنت حضرت کی بیٹیاں مشہور کرتے ہیں وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور قاضی نور اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ جو مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسی

ترجیح اور فضائل کی جہت سے کہتے ہیں اور اس مقدمہ میں مختلف روایتیں کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے اگر
اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے کہ قول اوسکا مخالف دوسری روایت کے ہو تو علماء فریقین کے نزدیک اسکا کچھہ مضائقہ نہیں ہے
اور اوسکے قول کو غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ پھر وہ بھی غلط پس معلوم ہوا کہ بڑی شرافت اور فضیلت حضرت
فاطمہ کو رسولخدا صلعم کے دختر ہونے سے تھی اور اسی جہت سے اونکے فضائل مذکور ہوئے ہیں اور اون صاحبزادیوں کے فضائل مذکور نہوئے اور دیکھو حضرت
علی کی اولاد بہت سی تھی لیکن جو فضائل حضرت علی کے اوس اولاد کے ہیں کہ جو حضرت زہرا کے شکم سے ہیں وہ فضائل اوس اولاد کے نہیں ہیں
کہ جو سوا حضرت زہرا کے اور بیبیوں کی اولاد ہے بلکہ کچھہ بھی فضیلت اونکی نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو کچھہ کہ شرف حضرت علی کی اولاد کو ہے وہ
رسولخدا کی اولاد ہونے سے ہے کہ بقدر فضائل اونکے مذکور ہیں اور وہ صاحبزادیاں بھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور
ہوتے اور حضرت فاطمہ زہرا بالغہ ہوئیں تو بہت لوگوں نے اونکے نکاح کی خواستگاری کی اور لکھا ہے کہ ابوبکر نے اور عمر نے بہت رغبت کی حضرت زہرا سے
نکاح کرنیکی لیکن حضرت نے قبول نکیا اب میں پوچھتا ہوں کہ اونکو زیادہ رغبت طرف فاطمہ زہرا کے رسولخدا کی دختر کے ہوئی تھی یا اور کسی
سبب سے اور اون صاحبزادیوں کے طرف تو کسی کی بھی رغبت کرنی نہیں لکھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کیونکر نہ رغبت کرتے اپنا شرف
اور منزلت جانکر آور رسولخدا صلعم ابتدا سے خداپرست تھے اور نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ خداپرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے
نطفہ سے ہوتیں تو بت پرستوں کو ہرگز نہ دیتے ابن حجر نے کتاب صابہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ نکاح رقیہ اور ام کلثوم کا ابولہب کے
دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے دس برس پہلے نبوت سے ہوا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ نکاح رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ کا پچیس برس کی عمر میں خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا تھا اور چالیسویں برس حضرت کو نبوت ہوئی اس صورت میں نکاح رقیہ و ام کلثوم کا چاہیے کہ
دو یا تین برس کی عمر میں عتبہ اور عتیبہ سے واقع ہوا ہو اور یہہ بحسب عادت بعید ہے اور ایسی کون ضرورت تھی کہ اون کا فر ولد سے دو تین برس کی عمر
میں نکاح کر دیتے اور کیونکر حضرت کے نطفہ سے یہہ ہوں کہ نہ تو آیہ الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کے قریبوں میں سے لکھا ہے
اور نہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کی عورتوں میں سے لکھا ہے اور نہ آیہ تطہیر میں انکا عبا میں داخل ہونا لکھا ہے پھر یہہ کیونکر
حضرت کے نطفہ سے ہوں قولہ اور موافق مشہور دروغ گویم بر روے تو الخ کہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے ہرگز دروغ نہیں فرمایا بلکہ یہہ سچ
فرمایا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب اور قند مکرر میں لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک روایت کے
موافق کہے کہ وہ مخالف دوسری روایت کے ہو تو اوسکو دروغگو نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ایسے شخص کو دروغگو کہیں تو چاہیے کہ تیری نماز اور تمام
اعمال تیرے کہ جنکے مقدمہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں تو ایک روایت کے موافق اونمیں سے عمل کرتا ہے کہ وہ عمل تیرا مخالف دوسری روایت کے
ہے تو سب اعمال تیرے باطل ہو جائیں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور رفع یدین کرنا چاہیے اور
تو یہہ دونو امر نہیں کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلعم نے دو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے ظہر کو عصر کے ساتھہ اور مغرب کو عشا کے ہمراہ
اور تو دو نمازونکو ملا کر پڑھنے کو اچھا نہیں جانتا ہے پس چاہیے کہ تیرے ہی قول کے موافق نماز تیری باطل ہو اور خداتعالےٰ نے جو فرمایا ہے یَاۤ اَیُّھَا
النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ سب حق ہے اور اوسپر ایمان ہمارا ہے لیکن تجھکو یہہ کہانسے معلوم ہوا کہ بنات کا لفظ جو اس آیت
میں آیا ہے مراد اوس سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مراد اوس سے تنہا فاطمہ ہوں اور لفظ جمع کا باعتبار توسع کے ہے
جیسے کہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کا لفظ جمع کا ہے اور مراد اوس سے تنہا حضرت فاطمہ زہرا ہیں اسواسطے کہ رقیہ و ام کلثوم تو اس سورہ کے نازل ہونے سے پہلے
ہی جبکہ یہہ آیت ہے انتقال کر گئیں تھیں اونکی طرف اشارہ اس آیت میں نہو گا اور اگر زندہ ہوتیں تو آیہ تطہیر جو کہ اسی سورہ میں ہے انکی شان میں بھی ہوتی
اور جیسا کہ علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو حضرت صلعم اپنی عبا میں لیکر فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ ھٰۤؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ انکو بھی اپنی عبا میں لیتے اسواسطے کہ اکثر
روایات صواعق محرقہ وغیرہ میں آیا ہے کہ مراد اہلبیت سے آیہ تطہیر میں اہلبیت نبی ہیں اگر یہہ دونو حضرت صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو بیشک حضرت کے
اہل اور نسب میں داخل ہوتیں اور انکو بھی اپنی عبا میں لیتے پس معلوم ہوا کہ یہہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور یا یہہ کہ آیہ تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے ہی

مرگئیں تھیں اور جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے انتقال کر گئیں تو وقت نازل ہونے اس آیت کے موجود نہونگی سو ہطلے کہ دونو آیتیں ایک ہی صورت میں
بس معلوم ہوا کہ آیہ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ میں اشارہ انکی طرف نہیں ہے بلکہ فاطمہ زہرا تنہا اور سب سے مراد ہونگی یا فاطمہ زہرا بھی صاحبزادیوں سمیت مراد ہونگی
اگرچہ اوسوقت وہ صغیر السن تھیں لیکن بعد اوسکے تو مثل اور احکام شرع کے قابل پردہ کے ہوئیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت میں مراد بنات سے فاطمہ اور
رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں لیکن ان دونو کو خدا تعالے نے عرف کے اعتبار سے رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرما دیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اونکو
پرورش کیا تھا وہ متبنے حضرت کی تھیں اور مرد کی زوجہ کی دختر جو کہ دوسرے شوہر سے ہوتی ہے وہ بھی اولا دلے پالک سب اوس مرد کی
اولاد کہلاتی ہے جیسے کہ باعتبار عرف کے چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالے فرمایا ہے کہ یعقوب کی اولاد نے اپنے باپ سے کہا کہ نَعْبُدُ
إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ عبادت کرینگے ہم معبود تیرے کی اور معبودوں باپوں تیرے کی ابراہیم کی اور سمعیل کی اور اسحاق کی دیکھو یہاں
حضرت سمعیل کو یعقوب کی اولاد نے باپ یعقوب کا کہا ہے اور حقیقت میں وہ باپ اونکے نتھے بلکہ چچا اونکے تھے ایسے ہی وہاں بھی خدیجہ کی
بیٹیونکو جو کہ پہلے شوہر سے تھیں رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** افسوس مولویصاحب کو اتنی شرم بھی آئی
کہ کوئی سُنے گا تو کیا ہوگا مگر مولویصاحب نے ہم جانتے یہہ سُن رکھا ہے الحیاء یمنع الرزق یعنے حیا رزق روک دیتی ہے اس لئے شاید اسپر بھی
دھیان نفرمایا الحیاء شعبة من الایمان کیونکہ ایمان کا ثمرہ کچھہ ہوا بھی تو آخرت میں ہوگا رزق تو آج ہاتھہ سے جاتا ہے اور پہلے لوگ
فرما گئے ہیں نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمنداں نیست **اقول** ہمارے مولویصاحب سر سے پاؤں تک حیا اور ایمان سے بھرے ہوے
ہیں اور آخرت میں امید وار اوسکے ثمرہ کے ہیں اور بیحیائی کام تم لوگونکا ہے کہ پیری اور مریدی کا ایک ایسا طریقہ مقرر کیا ہے کہ اوسمیں
بڑی کمائی ہوتی ہے اور پیر بیحیائی اختیار کرکے دہنوں اور جلاہوں سے جو کہ اونکے مرید ہیں خوب حاصل کرتے ہیں اور اگر کسی بیچارے کے
پاس کچھہ نہیں ہوتا ہے تو وہ عذر کرتا ہے اور پیر اوسکا اوسوقت اوسکو دھمکا کر کہتا ہے کہ اچھا ندے کل کو قیامت کے روز تجھکو کون
بخشوائیگا پھر وہ قرض دام کرکے پیر کو کچھہ دیتا ہے اسطرح سے پیر اہلسنت کے بیحیائی اختیار کرکے کمائی کرلیتے ہیں اور دوسرے اونکے لگاتے
ہیں لیکن پیر کی تو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ بہشت میں جائیگا یا دوزخ میں دوسرے آدمی کو وہ کیونکر بخشوائیگا اور غدر سے پہلے دہلی میں
بڑی بڑی لمبی ڈاڑہی والے سُنی شیعوں کی مجلسونمیں حاضر ہوتے تھے اور ایک شیر مال یا باقرخانی کی طمع میں وہاں بیٹھے ہوے
خوب تبرا سنتے تھے اسکو کہتے ہیں بیحیائی اور بے غیرتی کہ بیحیائی سے روٹی حاصل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ یا تو
مولویصاحب یہہ تسلیم فرمائیں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں پھر آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت رقیہ وغیرہا تھیں سو ہطلے کہ سوا
انکے اور کسیکی نسبت تو کسینے یہہ دعوی کیا ہی نہیں ورنہ آیات ربانی کے منکر کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ یعنے نہیں انکار کرتے
ہماری آیات سے مگر کافر اور اگر کافر بنجانا گوارا کریں اور اس بات کو نہ مانیں کہ سوا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کی اور بھی کوئی بیٹی تھی تو ناچار ہمیں پھر شیعوں ہی کی کتابونکی سند دینی لازم ہوگی اور نہیں تو جھوٹا ہی بنائیں گے اور اگر ہمارے
ضد میں اونسے بھی دست بردار ہوں تو سبحان اللہ چشم ما روشن دل ما شاد **اقول** ہم کیونکر تسلیم کریں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں
تھیں اور اگر تو سہطلے کہتا ہے کہ آیت میں قرآن شریف کی جمع کا لفظ آیا ہے اسلئے کئی دختران حقیقی حضرت کی سمجھنی چاہئیں یہہ کیا
ضرور ہے کہ جس جگہہ کہ قرآن میں جمع کا لفظ آوے وہاں جمع ہی مراد لینی چاہئیے سو ہطلے کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں
خدا تعالے نے واحد کے وسطے جمع کا لفظ بولا ہے از انجملہ آیہ مباہلہ ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَ
نِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ یعنے کہہ تو اے محمد صلعم نصارا سے کہ آؤ تم کہ بلائیں ہم بیٹوں اپنونکو اور بیٹوں تمھارونکو اور عورتوں اپنونکو اور عورتوں
تمھارونکو دیکھو اس آیت میں نساء کا لفظ کہ جو جمع کے وسطے ہے وہ فاطمہ تنہا کے وسطے خدا تعالے نے فرمایا کہ دوسری اور کوئی عورت
اسمیں شریک نہیں ہے سو ہطلے کہ جناب رسولخدا صلعم مباہلہ کے وسطے مباہلہ کی عورتونکی جگہہ فقط فاطمہ زہرا ہی کو لیگئے تھے نہ کسی اور عورت کو
اور بیضاوی میں لکھا ہے اس آیہ کی تفسیر میں کہ ندع کل منا و منکم نفسه واعزة اهله والصقهم بقلبه الى المباهله یعنے بلائے ہم ہر ایک ہم میں سے

اور ہر ایک تم میں سے نفس اپنے کو اور عزیز تر اہل اپنی کو اور جیساں تر اونکے کو ساتھ دل اپنے کے دیکھو یہاں جمع کے لفظوں کی تفسیر واحد کے لفظوں کی ہے اور جو کہ زیادہ عزیز اور زیادہ پیاری دل سے تھا جناب رسولخدا صلعم ہمراہ اپنے اوسکو لیگئے پس عورتوں میں زیادہ عزیز فاطمہ ہی تھی اسواسطے اوسکو لیگئے سو فاطمہ تنہا کو خدا تعالیٰ نے بلفظ جمع یاد کیا اگر وہ دونوں یا تینوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی ہمراہ اپنے لیجاتے اسواسطے کہ اولاد اپنی سب ہی عزیز زیادہ سب سے ہوتی ہے اور اس آیت سے ثابت ہوئی فضیلت علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کی بعد رسولخدا صلعم کے سب آدمیوں پر اور اس آیت میں خدا تعالیٰ نے علی کو نفس رسول فرمایا اسواسطے کہ یہہ دونوں ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے علی کو کہ نفسک نفسی یعنی نفس تیرا نفس میرا ہے اور فرمایا کہ انت منی وانا منک یعنی تو مجھسے ہے اور میں تجھسے ہوں چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے پس علی کا نفس بمنزلہ نفس رسولخدا صلعم ہے اسواسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا اور بعضے نواصب کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد نفس رسولخدا صلعم ہے لیکن یہہ سمجھے کہ کوئی اپنے نفس کو بھی بلایا کرتا ہے کیا نفس آدمی کا آدمی سے علیحدہ ہوتا ہے کہ اونکو بلایا اور یہہ جو لکھتا ہے یہہ شیخ نجدی کہ آیات ربانی کے منکرین کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے سو ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور مولوی اہلسنت کے جسوقت کہ مراد انفسنا سے رسولخدا صلعم ہوے تو حضرت کے ساتھ دوسرا کوئی شریک ہی نہیں ہو سکتا اور رسولخدا صلعم تنہا کے واسطے لفظ انفسنا کہ جمع ہے خدا تعالیٰ نے بیان کیا ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے واسطے بھی جمع کا لفظ آتا ہے اور ہم کسی آیت کے منکر نہیں ہیں اور جو کوئی کہ انکار کرے آیہ قرآن کا وہ بیشک کافر ہے لیکن لکھو کہ آیات قرآنیہ کا جلانیوالا بھی کافر ہے یا نہیں اور اس جلانیکی ضمن میں انکار بھی ثابت ہے کہ جسنے اپنے قرآن کے رواج کیواسطے اور قرآنونکو جلایا اور کلام ربانی کی ہتک کا کچھ خیال نکیا اور جو لوگ کہ اوسکے افعال بد کی تاویل کرکے اوسکو اوس بد فعلی سے بری کہتے ہیں وہ بھی مثل اوسکے ہیں انتہیٰ **قال الشیخ الاشعری** بہر حال اس امید پر اس باب میں روایات کتب معتبرہ شیعہ نقل کرتے ہیں نہج البلاغہ میں جو شیعہ کے نزدیک مثل صحیفۂ آسمانی اور آیات قرآن کے ہے اور اوسکے مرویات کو سب اثنا عشریہ متواتر سمجھتے ہیں علامہ رضی جو اوسکے جامع ہیں حضرت امیر کا قول حضرت عثمان کے خطاب میں یوں نقل فرماتے ہیں قد بلغت من صهره صلی الله علیه وسلم ما لم یبلغا یعنی الشیخین حاصل اسکا یہہ ہوا کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین کو کسی مقام میں یوں فرماتے ہیں کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادیکا وہ شرف میسر آیا ہے کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو میسر نہیں آیا اور شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب میں جو صحاح اربعہ شیعوں میں سے ہے اور ہم سنگ کافی کلینی ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کان یقول فی دعائه اللهم صل علی رقیة بنت نبیك اللهم صل علی کلثوم بنت نبیك یعنے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ یا اللہ رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں یا اللہ رحمت بھیج حضرت کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں **اقول** نہج البلاغۃ مثل صحیفۂ آسمانی اور آیات قرآنی کے تو کاہے کو ہے لیکن بعضے علمار اہلسنت اوسکے حق میں لکھتے ہیں کہ تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اور کتاب نہج البلاغۃ جو ہے تو وہ تو البتہ ایسی ہے کہ سید رضی علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے آج تک متواتر اوسکو کہتے چلے آتے ہیں کہ اسمیں خطب حضرت امیر کے ہیں لیکن حال اوسکے خطبونکا یہہ ہے کہ سید علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے پہلے یہہ خطب منتشر تھے اور اہل حق کی اور اہل باطل کی کتابوں میں تھے کسی کتاب میں تو کوئی خطبہ اور کسی کتاب میں کوئی خطبہ بعضے مخالفین نے بعضے خطبونکا جو کہ حق پر دلالت کرتے تھے محو کرنا چاہا اسواسطے سید علیہ الرحمۃ نے بڑی سعی اور کد سے ان خطبونکو لوگونسے لیکر جمع کیا اور وہ فقرہ جو نہج البلاغۃ کے خطبہ کا لکھا ہے کہ حضرت امیر نے عثمان کو فرمایا کہ تو بسبب دامادی رسولخدا صلعم کے اوس مرتبہ کو پہونچا کہ ابو بکر اور عمر اوس مرتبہ کو نہیں پہونچے معلوم نہیں یہہ کونسے خطبہ کا فقرہ ہے نام اوس خطبہ کا نہیں لکھا تاکہ تلاش کیا جاتا کہ یہہ فقرہ اوسمیں ہے یا نہیں اور اگر یہہ فقرہ حضرت امیر کے خطبہ میں ہے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ باعتبار عرف کے داماد فرمایا ہے کہ زوجہ کا داماد اپنا داماد کہلاتا ہے اور اکثر خطبے مخالفین کی کتابوں سے لئے گئے ہیں اگر کسی مرید عثمان نے یہہ فقرہ اوس خطبہ میں زیادہ کر دیا ہو تو کیا بعید ہے اور روایت شیخ الطائفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال ہے کہ حضرت صادق نے باعتبار عرف کے اونکو بنت نبیک فرمایا ہے کہ زوجہ کی دختر اپنی دختر کہلاتی ہے اور اس روایت سے یہہ معلوم ہوا کہ حضرت زہرا کے سوا حضرت خدیجہ کے بطن سے دو ہی بیٹیاں تھیں اور درود کے بھیجنے کا اونپر کچھ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ زمخشری تفسیر کشاف میں یصلی علیکم کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بموجب اس آیت کے ہر ایک مومن پر درود بھیج سکتے ہیں لیکن روافض نے جو اپنے اماموں پر درود بھیجنے کا

اشعار کیا ہے سو ہم بھی درود بھیجنے کو ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اور ہم بھی تسلین خاطر ہوا اور جناب مولویصاحب قبلہ وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں اور ہسکی یوں تاویل کرنے لگیں کہ عرف کی رو سے اونھیں بیٹیاں کہدیا ہو لے یا لک کو سارا جہان بیٹا بیٹی کہا کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں حضرت فاطمہ ہی بیٹی تھیں سو میں انشاء اللہ تعالی مولویصاحب سے تسلیم کرا کر چھوڑونگا کلینی میں روایت موجود ہے تزوج رسول

الله صلی الله علیه وسلم خدیجه وهو ابن بضع وعشرین سنة فولد له منها قبل مبعثه علیه السلام القاسم ورقیه و زینب وام کلثوم وولد بعد المبعث الطیب والطاهر والفاطمه

حاصل اس روایت کا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبرے سے جب نکاح کیا تو اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کچھہ اوپر بیس برس کی تھی کہ حضرت خدیجہ سے آپکے نطفہ سے پہلے نبوت کے تو حضرت قاسم اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد نبوت کے حضرت طیب اور طاہر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے اس روایت میں شیعو نکو کچھہ تین پانچ کرنیکی گنجایش نہیں لے پالک ہونیکے احتمال کو بھی پیش نہیں کر سکتے اور اس روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں ایک تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین اور حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی سنیونکا دعوے ہے پر مولویصاحب نے کمال تورع کے باعث تین کی عدد کو منہ پر لانا بھی گوارا نکیا اور اہلسنت کی طرف دو ہی صاحبزادیونکا سوا حضرت فاطمہ زہرا کے دعوے کرنا بیان کیا معہذا انہوں نے سمجھا حریف کی باتکو جتنا گھٹایا جا مناسب ہے **اقول** یہہ روایت کافی کی مخالف ہے اور روایتوں کے وہ روایتیں کہ جنمیں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی سوا حضرت زہرا کے دو بیٹیاں اور تھیں کہ وہ دونو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں اور انہیں روایتوں کے موافق دعوے مولویصاحب کا ہے اور یہہ روایت کافی کی موافق روایات اہلسنت کے ہے اور یہہ روایت تقیہ کی راہ سے ہے اور اس روایت کافی کے موافق اگر ہم کہیں کہ حضرت صلعم کی سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں اور تھیں تو ہمیں بھی کچھہ قباحت نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کسی طرح کا نقصان ہے اور مولویصاحب نے جو لکھا ہے کہ سوا حضرت زہرا کے اور کوئی بیٹی نہیں ہے یہہ موافق دوسری روایت کے ہے اور ہمارے علمانیں بھی یہی مشہور ہے اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مولویصاحب نے لکھا ہے اور انکار ہمکو کافی کی روایت سے بھی نہیں ہے اگر اوسکے موافق ہم کہیں **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس تبحر پر اہلسنت کی بیسیوں کتابوں کے نام گناتے چلے جاتے ہیں کوئی جانے مولویصاحب کی نظر میں کو سب گزری ہوئی ہیں حضور کو اوس بات کی تو خبر بھی نہیں جو زبان زد خاص و عام اہلسنت ہے اہلسنت کی کتابونکو دیکھنا تو کہاں نصیب میں جانوں کسی سنی طالبعلم سے کتابونکا نام سن بھاگے ہیں ورنہ بعضی بعضی کتابیں جو حضور نے رقیمہ کریمہ میں اونکے حوالے سے غصب فدک بیان فرماتے ہیں شاید خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں خصوصاً جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل علے ہذا القیاس اور کتابیں بھی ایسی ہی ہیں **اقول** اگر تیری نظر سے یہہ کتابیں نہیں گزری ہیں تو یہہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور کی نظر سے بھی نہ گزری ہوں اور کہیں نام بھی نجانتے ہوں بلکہ یہہ سب وہ کتابیں کہ مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اگرچہ بعضے نسخے کم پائے جاتے ہیں اور جسوقت جناب مرزا محمد صاحب دہلوی تحفہ کا جواب دہلی میں لکھتے تھے تو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے کتب خانہ تک کی کتابیں ایک حکمت سے اونکے پاس آتی تھیں اور وہ جواب لکھتے تھے اور اس زمانہ میں شیعوں کے کتب خانہ میں یہہ سب کتابیں موجود ہیں جس کتاب کو تو چاہے دیکھہ لے اور جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل بھی موجود ہے تو جانتا ہے کہ جیسے جو یہہ کتابیں نہیں دیکھی ہیں تو کسی اور نے بھی نہ دیکھی ہونگی اور اگر مولویصاحب نے خود ان میں کوئی کتاب نہ دیکھی ہو اور دوسرے علماء کے لکھنے سے لکھا ہے کہ جنہوں نے ان کتابونکو دیکھکر لکھا ہے تو کیا مضائقہ ہے تو بھی تو تحفہ اور منتہی الکلام سے دیکھکر لکھتا ہے کہ جنمیں شیعونکی کتابونکا حوالہ ہے اور تجھکو آجتک دیکھنا شیعوں کی اون کتابونکا نصیب نہیں ہوا مولویصاحب پر تو کیا طعن کرتا ہے اپنی تو خبر لے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند بعد اس تحریر کے مجھکو کچھہ ضرورت تحریر نہیں ہے اہل فہم اور اہل انصاف کے نزدیک تو دوٹوک بات ہو گئی **اقول** ایسا تو نے کیا لکھا ہے کہ جسپر تو نازاں ہے ایک روایت کافی پر بنا کرکے تو غلبہ اپنا ڈھونڈتا ہے اور اوس روایت کے مخالف جو اور روایتیں ہیں اونپر کچھہ نظر نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ تو متعہ زناں کو جائز اور حق جانے اسواسطے

کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور سوا انکے اور کتابوں میں روایتیں متعہ کے جواز کی مندرج ہیں اور تو اون روایتوں پر عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اون روایتوں پر عمل کرتا ہے کہ جو جواز کی روایتوں کے مخالف ہیں اور حضرت عمر کی رعایت کے واسطے وہ روایتیں بنائی گئی ہیں کہ اونہوں نے متعہ کو حرام کر دیا تھا **قال الشیخ الاشعری** لیکن مولویصاحب کی خوش فہمی کی تعریف بھی ہمارے ذمہ واجب ہے جناب مولویصاحب اس دعوے کی دلیل کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی صاحبزادی نتھی یوں رقم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور ہوتے جیسے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے سب حق ہے اور بہت خوب لکھا ہے اسواسطے کہ جسوقت اس باب میں روایتیں مختلف وارد ہوئیں تو کسی روایت کو انمیں سے ترجیح دینی چاہیئے اور بجز اوس وجہ کے جو مولویصاحب نے تحریر فرمائی ہے اور کوئی وجہ بہتر نہیں ہے کہ جسکے رد کرنیمیں تو ہاتہہ اور پاؤں مارتا ہے اور تجھسے کچھہ بن نہیں پڑتا بجز اسکے کہ مولویصاحب کی مذمت کرنیکو اپنی روسیاہی اختیار کرے اور اونکی ہجو سے اپنی کتاب کو پر کرے **قال الشیخ الاشعری** کیا دلیل ہے کسی نے ایسے ہی کی تعریف میں کہا ہے بریں فہم و دانش بباید گریست **اقول** یہہ سخن تجھپر ہی صادق آتا ہے کہ تو ایسی صاف باتکو نہ سمجھا اور سیدھی باتکو اولٹا کر دیا یہہ دلیل عجز کی جواب سے ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر مولویصاحب کو تو قواعد استدلال سے خبر نہ تھی تو کسی سے پوچھہ لینا تھا آخر اتنا بھی اوروں کے ہی تی حیثی کے بھروسے ہے جبھی تو بے تحقیق جو چاہا لکھدیا **اقول** مولویصاحب نے وہ استدلال قائم کیا ہے کہ جسکا جواب تجھسے نہیں ہوسکتا او اہل انصاف کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اثبات مدعی کے لئے بڑی دلیل مستحکم لکھی ہے کہ جسکو جنبش نہیں ہوسکتی اور ایسی دلیل قوی بجز ماہر فن مناظرہ کے کوئی نہیں لکھہ سکتا ہے اونکو کسی سے پوچھنے کی کیا احتیاج ہے کہ وہ خود باخبر ہیں بلکہ جو کوئی نہیں جانتا ہے وہ اونسے دریافت کرلے اور تی حیثی تو کام تیرا ہے کہ تو فضلا خوار صاحب تحفہ کا ہے اور ہر مقدمہ میں اونکی ہی تی کو تو چاٹتا ہے جیسے کہ اونہوں نے نصر اللہ کابلی کی تی چاٹی ہے کہ اونکی کتاب کی عبارتکا ترجمہ کرکے تو جابجا لکھتا ہے اور تجھکو راست اور دروغ کی اونکے کچھہ خبر نہیں ہے اور تو یہہ نہیں جانتا ہے کہ اونہوں نے سچ لکھا ہے یا جھوٹ **قال الشیخ الاشعری** جناب مولویصاحب معقولات کے طور تو اسکا اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا **اقول** جناب شیخ صاحب جو کچھہ آپنے بیان کیا سچ ہے لیکن اس مقام میں یہہ فقرہ صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس دلیل سے ہر شخص کے فضائل ثابت ہوسکتے ہیں گو اوسکے واسطے کوئی فضیلت مذکور نہو اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں اوسکے فضائل کے ہونیمیں کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ یزید اور شمر کے واسطے بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکے واسطے فضائل ہیں اگرچہ مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے اگرچہ وہ اپنی شامت اعمال سے مومن بھی ہوگئے ہیں اون صاحبزادیوں کی کچھہ خصوصیت ہمیں نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کی دختر ہونیکی جہت سے کوئی فضیلت اونکے واسطے نہوئی کہ ایک منقبت بھی اونکی مذکور نہیں ہے اور ادنے ادنے صحابی کے فضائل مذکور ہیں اور اگر یہی امر کفایت کرتا تھا تو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فضائل بھی مذکور نہوتے اور اونکے فضائل آنحضرت صلعم سکوت فرماتے کہ کہہ سکتے تھے کہ فاطمہ کے واسطے نفس الامر میں فضائل ہیں گو مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الذکر عدم الشی پر دلالت نہیں کرتا ہے اور یہہ کیا کہ فاطمہ کے تو فضائل مذکور ہوں اور اونکی کوئی فضیلت مذکور نہو **قال الشیخ الاشعری** لیکن آپکے سامنے تو بے نقل کام نہیں چلتا کیونکہ کمال تورع سے معقولات کے ذکر کو تو آپ حرام ہی جانتے ہونگے **اقول** نہ آپکے معقولات قابل سماعت ہیں نہ منقولات کہ جو کچھہ آپ لکھتے ہیں بیجا بیموقع اور بیجا لکھتے ہیں اور اگر معقولات آپکے اپنے طور پر ہوں تو ہم اونکو البتہ تسلیم کرینگے لیکن آپکی جدلیات کو ہم نہ مانینگے اور بطور معقول کے اپنا کونسا مدعے آپنے ثابت کیا ہے کہ جو ہمنے اوسکو حرام جانا ہے **قال الشیخ الاشعری** جناب باریتعالے سورہ نساکے آخر میں ارشاد فرماتا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یعنے بہت رسول تو ایسے ہیں کہ اونکا قصہ ہمنے تجھسے کہلایا ہے پہلے سے اور بہت رسول ایسے ہیں کہ اونکا قصہ و احوال ہمنے تجھسے بیان ہی نہیں کیا غرض اگر کسی کا ذکر نکرنا اوسکے

عدم کی دلیل ہو تو لازم آئے کہ سوا اون رسولوں کے جنکا کلام اللہ مین مذکور ہے نعوذ باللہ اور کوئی رسول پیدا ہی نہوا ہو **اقول** پس مقدمہ کا قیاس اس آیت پر نہیں ہو سکتا یہہ قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ بعضے رسول ایسے ہیں کہ ہمنے کسی طرح سے اونکا ذکر نہیں کیا نہ اونکے نام و نشان کا نہ اونکی نبوت کا نہ اونکے اوصاف کا اور یہاں تو اون صاحبزادیونکا ہر طرح سے ذکر ہے اونکے ایمان اور اسلام کا اور بیاہ اور نکاح کا اور زندگی اور موت کا اور سوا اسکے مگر اونکی فضیلت ہی کا کوئی ذکر نہیں ہے یہہ کیا کہ سب طرح کے تو اونکے ذکر ہوں اور باوجود دختر رسولخدا ہونیکے اونکی فضیلت کا کوئی ذکر نہو فاطمہ زہرا کو بھی اسیطرح رکھا ہوتا اور اونکی کسی فضیلت کا ذکر نکیا ہوتا اور یہہ آیت تو خود دلالت کرتی ہے اون رسولوں کے وجود پر کہ جنکا خدا تعالے نے ذکر نہیں کیا ہے اسواسطے کہ فرماتا ہے کہ ایسے رسول بھی ہیں کہ جنکا ہمنے ذکر نہیں کیا ہے اور اگر اس طرح سے خدا نفرماتا تو تمکو کہانسے معلوم ہوتا کہ اور بھی رسول ہیں کہ جنکا ذکر نہیں کیا ہے اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت پر کونسا امر دلالت کرتا ہے اس آیت کے مطابق کوئی ایسی روایت بیان کرو کہ جو دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ اونکے واسطے فضائل تو ہیں لیکن ہمنے اونکو ذکر نہیں کیا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ اگر کسیکا ذکر نکرنا اوسکے عدم کی دلیل ہوا کرے تو لازم آئے کہ سوا اون رسولونکے جنکا کلام اللہ میں مذکور ہے نعوذ باللہ منہ کوئی اور رسول پیدا ہی نہوا ہو کہتا ہوں میں کہ اس سے یہہ کب لازم آتا ہے خدا تعالے تو خود فرماتا ہے کہ اور رسول بھی ہیں لیکن ہمنے اونکا ذکر نہیں کیا ہے اور فضیلت پر اون صاحبزادیوں کے کونسا امر دلالت کرتا ہے اسطرح سے کہ فضائل تو اونکے ہیں لیکن مذکور نہیں ہیں انکا قیاس اوس پر کرنا بڑی نادانی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا یہہ کچھہ لازم ہے کہ کسی بزرگ کی اولاد سب کے سب برابر ہوا کریں **اقول** یہہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ سب کی سب اولاد برابر نہیں ہوتی لیکن فاطمہ زہرا پیغمبر تھی یا امام تھی کہ اونکے اسقدر فضائل مذکور ہیں اور جسوقت کہ وہ معصومہ نہ پیغمبر ہوئیں اور نہ امام ہوئیں تو پھر اونکی فضیلت کونسی ہے کہ وہ اون صاحبزادیوں میں نہ تھی اور اولاد ہونیکی جہت سے تو سب برابر ہیں اور جیسے کہ فاطمہ زہرا مومنہ صالحہ تھی ایسے ہی وہ دونوں صاحبزادیاں بھی مومنہ صالحہ تھیں پھر فاطمہ کو اونپر کس جہت سے فضیلت ہے پس معلوم ہوا کہ باعث فضیلت فاطمہ زہرا کا یہی ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ دونوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نتھیں دیکھو اولاد علی ؑ کی کثرت سے تھی لیکن اونکی اوس اولاد کو جو کچھہ کہ فضیلت تھی کہ جو حضرت فاطمہ کے شکم سے تھی وہ فضیلت اوس اولاد کو نہ تھی کہ جو اونکی اور ازواج سے تھی اسی جہت سے کہ اولاد فاطمہ زہرا اولاد رسولخدا ہے اور دوسرے ازواج علی کی اولاد رسولخدا صلعم کی اولاد نہیں ہے ورنہ اولاد علی کی سب برابر ہے اور تعجب ہے کہ فاطمہ زہرا کو تو جناب رسولخدا صلعم فرمائیں کہ الفاطمۃ بضعۃ منی یعنے فاطمہ پارہ گوشت مجھسے ہے اور اون صاحبزادیونکو کبھی نفرمایا کہ یہہ پارہ گوشت میرے ہیں اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی فرماتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اس بات کو مانیں تو مولویصاحب سنبھل کر مانیں پھر حضرت امام محمد باقر اور زید شہید کو جو اونکے بھائی تھے برابر کہنا پڑیگا **اقول** حضرت امام محمد باقر کو حضرت زید شہید پر اسواسطے فضیلت زیادہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام تھے اور زید شہید ہمارے نزدیک امام نہ تھے اور حضرت فاطمہ امام نہ تھیں کہ اونکو اونکی بہنوں پر فضیلت ہو **قال الشیخ الاشعری** یہہ تو مولویصاحب نے فرمایا ہوتا کہ اہلسنت حضرت زہرا اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو برابر سمجھتے ہیں حاشا وکلا حضرت فاطمہ کو جو شرف ہے وہ اور کے لئے نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء **اقول** جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا کے فضائل اہلسنت کی کتابوں میں کثرت سے ہوں اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت مذکور نہو تو اہلسنت کیونکر برابر سمجھہ سکتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کو جو شرف اونپر ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ صاحبزادیاں نہ تھیں ورنہ حضرت زہرا کے بہت سے فضائل کا کتابوں میں مذکور ہونا اور اونکی فضیلت کا ذکر نہونا اور کس سبب سے ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ جو مولویصاحب رقم فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا یہہ مولویصاحب کے قوت حافظہ کی دلیل ہے ارے دروغگو را حافظہ نباشد جناب من ابو العاص سے حضرت زینب کا نکاح ہوا تھا اور وہ دونوں صاحبزادیاں جنکا نام آپنے لکھا ہے ابو لہب کے دو بیٹوں سے منسوب ہوئیں تھیں اور حافظ ابن حجر کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں خطا تو آپ ہی لگاتے ہیں اور اونکے ذمہ **اقول** جیسے کہ یہہ روایت ہے ایسے ہی وہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ دو بیٹیاں سوا حضرت زہرا کے اور تھیں ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور

دوسریکا نکاح ابو لہب کے بیٹے سے ہوا چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے اور سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں نہیں لکھی ہیں بلکہ دو بیٹیاں لکھی ہیں لو
عبارت تفسیر نیشاپوری کی تفسیر آیہ ہؤلاء بناتی میں یہہ ہے فلعل تزوج المسلمات من الکفار کان جائزاً کما فی اول الاسلام وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتیہ من عتبہ بن ابی لہب
وابی العاص بن الربیع وہما کانا کافران پس شاید کہ نکاح کرنا مسلمان عورتونکا کافروں سے تھا جائز جیسا کہ اول اسلام میں نکاح کیا رسول خدا صلعم نے دو بیٹیوں
اپنی کا عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع بن عبد العزی سے اور وہ دونو کافر تھے اور یہہ شیخ انکار کرتا ہے دو بیٹیوں کی روایت کا یعنے جو
روایت کہ اسنے دیکھی ہے اوسی کو حق جانتا ہے اور جو کہ اسنے دیکھی نہیں اور اسکے عقاد کے مخالف ہے اوسکو صحیح نہیں جانتا اور یہہ نہیں جانتا
کہ اس مقدمہ میں روایات مختلفہ بہت آئی ہیں اور جس روایت میں ذکر تین بیٹیوں کا ہے سوا حضرت زہرا کے اوسمیں اسی طرح سے ہے کہ زینب کا نکاح ابو العاص
سے ہوا تھا اور ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح ابو لہب کے دونو بیٹوں سے ہوا تھا اور جس روایت میں یہہ ہے کہ سوا حضرت زہرا کے دو صاحبزادیاں اور
تھیں رقیہ اور ام کلثوم اوسمیں یہہ ہے کہ اون دونو میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابو لہب کے بیٹے سے **قال الشیخ الاشعری**
اور یہہ جو مولویصاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود قوت اسلام کے وہ کافروں کے نکاح میں رہیں یہہ مولویصاحب کی جرأت ہے سبحان اللہ
وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں نہ تھیں تو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں تو تھیں اور ہم جانیں کہ شیعہ بھی ام الاطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ
کی اتنی تو پاسداری ضرور کرتے ہونگے کہ اونکی بیٹیونکو مسلمان تو سمجھتے ہونگے اور خیر کوئی سمجھے یا نسمجھے مولویصاحب تو اونکو مسلمان
سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہ دونو کافر ہوتیں تو اسکے کہنے کی کیا حاجت تھی جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہیں اور پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئیں تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت صلعم کے روبرو
اور اون کافروں سے بدرجہا بہتر تھا **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے اور آئندہ جو کچھہ یہہ شیخ لکھیگا ہم اوسکا
جواب لکھینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ باوجود قوت اسلام اور شوکت اہل اسلام کے رسول اللہ
صلعم اونے مسلمان عورت کو بھی چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کی بیٹیاں کفار کی قید میں رہنے دیتے **اقول** تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے
کہ زمانہ بعثت میں وہ صاحبزادیاں کافروں کے تحت میں تھیں اور اوس زمانہ میں مسلمان بھی بہت آدمی ہو گئے تھے اور ایک صورت
قوت کی حضرت کو بہم پہونچی تھی کہ حضرت عمر نے اسلام کو قبول کر لیا تھا اور اہلسنت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت
قوت ہوگئی تھی جسوقت کہ اہلسنت کے علماء کہتے ہوں کہ اسلام کو قوت ہوگئی تھی تو اگر مولویصاحب نے بھی کہا ہے تو کیا گناہ کیا اگر قوت
کاملہ ہوئی تھی تو من وجہ کچھہ تو قوت ہوئی ہوگی پھر حضرت نے اونکو کافروں کے قبضہ سے کیوں نہیں نکالا اور حضرت امیر حمزہ جو بڑے
زبردست تھے وہ حضرت کے ہمراہ تھے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ شکار سے تشریف لائے اور سُنا کہ لوگوں نے حضرت رسول پر بڑی
زیادتی اور تعدی کی ہے یہہ سُنکر ابو جہل کے اسقدر کمانیں ماریں کہ سرکو اوسکے زخمی کر دیا اور پھر ایمان لائے یہہ حال تھا حضرت کے
ہمراہیونکا اوس زمانہ میں اور اگر سب کفار پر بسبب اونکے کثرت کے قابو نتھا تو اون دونو تینوں پر جو کہ اون صاحبزادیوں کے شوہر
تھے اونسے تو بہر نہج غالب ہی تھے لیکن اونکے نکاح سے اونکو چھڑایا نہیں اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تو ہمیشہ سے موحد
اور خدا پرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کبھی اونکو ندیتے اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے شکم سے وہ
تھیں لیکن نطفہ سے تو اور شخص کے تھیں کہ وہ بھی اسلام سے پہلے تھا اور مسلمان نہ تھا **قال الشیخ الاشعری** خداوند کریم تو ہر خاص و عام
کو اسکی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمان عورتونکو کفار کی قید سے چھڑاؤ یقین نہو تو سورۂ نساء کی یہہ آیت موجود ہے وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَہْلُہَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا
یعنے خداوند کریم مسلمانونکو یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم خدا کی راہ میں قتال نہیں کرتے اور ضعیفوں کے چھڑانے کے
نہیں لڑتے یعنے واسطے ناتوانونکے مردوں سے اور عورتوں سے اور بچوں سے جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال جسکے رہنے والے
ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا خبرگیراں اور مددگار بنادے مہذا شیعونکو بھی معلوم ہوگا کہ ان آیات کا نزول قبل فتح مکہ ہے اور فتح

سے پہلے ایسی شوکت اسلام نہ تھی اب ملک عرب میں جو چاہیں سو کریں سو اگر مولویصاحب کا یہہ مطلب ہے کہ اس آیت کے نزول تک وہ مکہ معظمہ میں تھیں
تب تو اونکا کفار کے پنجہ میں رہنے کا قائل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پردہ میں طعن کرنا ہے اور اگر اس آیت کے نزول سے پہلے ہی وہ تشریف
لائیں تھیں تو شوکت ہی آپکو کونسی تھی جو باوجود اوسکے آپنے اونکا کافروں کے نکاح میں رہنا گوارا کیا **اقول** یہہ آیت قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہے
لیکن اس آیت کو یہاں کیا تعلق ہے یہہ آیت تو اون لوگونکے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جو چند آدمی مکہ معظمہ میں تھے اور ایمان لائے تھے اور کفار
اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے اور آزار پہونچاتے تھے اور طرف مدینہ کے اونکو ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے خدا تعالے مومنین کو حکم کرتا ہے کہ تمکو
کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں بیچارہ ضعیفوں کے چھڑانیکے واسطے جہاد نہیں کیتے ہو اس سے کچھہ مقصود ہی نہیں ہے مولویصاحب کا تو بیان یہہ ہے
کہ رسول خدا نے عثمان سے اون صاحبزادیوں کا نکاح کیا تو کیا قباحت ہے پہلے اوس سے وہ کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور باوجود قوت اسلام کے
رسول خدا صلعم نے اونکو اونکے نکاح سے چھڑایا نہیں کیا اون صاحبزادیوں کے شوہر بھی اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے کہ بموجب اس آیت کے اونکو اونکے ظلم سے
رہائی دلوا دیتے اسکا تو یہاں ذکر ہی نہیں ہے نہ اسکی کچھہ بحث ہے مقصود تو یہاں یہہ ہے کہ اونکے نکاح میں اونکو رہنے دیا اور چھڑایا نہیں اور کافروں کے
پاس اونکے رہنے کو روا سمجھا عثمان کے بھی نکاح میں رہیں تو کیا ہے اور یہہ اس آیت میں کہاں ہے کہ تم مسلمان عورتونکو کافرونکے نکاح میں رہنے دو
خدا تعالے تو اس طرح فرماتا ہے کہ عاجزوں غریبوں پر جو کفار ظلم کرتے ہیں اونکے ظلم سے اونکو چھڑاؤ جو آیت سند میں لاتا ہے ایسی ہی آیت لاتا ہے
کہ جسکو بحث سے کچھہ تعلق نہیں ہے اب بتلاؤ رسولخدا پر طعن کیونکر ہوا اور فتح مکہ سے پہلے قوت اسلام کیونکر نہ تھی اور اگر قوت نہ تھی تو ہر جہاد میں
کیسے فتحیاب ہوتے تھے اور جسقدر جہاد ہوئے تھے وہ فتح مکہ سے پہلے ہی تھے البتہ اسقدر فرق ہے کہ فتح مکہ کے بعد زیادہ قوت ہو گئی تھی اور
جو کہ قوت کاملہ ہے وہ تو فتح مکہ کے بعد بھی نہ تھی بلکہ ابتک نہیں ہے مسلمانوں میں سب سے بڑی سلطنت روم کی ہے سو شاہ روم کی شاہ روس سے
اکثر لڑائی رہتی ہے اور جسقدر فرنگستان ہے روس اور فرانسیس اور انگریز اور پرشیا وغیرہ کوئی بھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہے اور مولویصاحب کی
قلم سے جو قوت اسلام کا لفظ نکلا ہے تو اوس کی ہی بحث شروع کر دی اور قوت اور عدم قوت کا ذکر کرتا چلا جاتا ہے اصل مطلب کو چھوڑ کر مولویصاحب
کی مراد قوت سے یہہ نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کا دخل تمام دنیا میں ہو گیا ہو بلکہ اونکا مقصود تو قوت سے وہ قوت ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ حضرت حمزہ اور حضرت
عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت ہو گئی تھی کسیطرح کی قوت ہو مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر
ہمسے پوچھیے تو حق یوں ہے کہ قبل بعثت نبوی کے دونو صاحبزادیوں کا نکاح ابو لہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا بعد بعثت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابو لہب بر سر پرخاش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو عداوت کے باعث اپنے بیٹوں سے کہہ کے آپکی صاحبزادیوں کو
طلاق دلوا دی سو وہ دونوں اول سال ہجرت ہی میں مدینہ منورہ آ گئیں تھیں یہانتک کہ غزوہ بدر میں جو پہلے ہی سال ہجرت میں واقع ہوا
ایک صاحبزادی تو حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور اونہیں کی بیماری کے باعث حضرت عثمان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دی تھی مگر تاریخ دانی اور بہت بیانی مولویصاحب پر ختم ہے جو چاہیں فرماویں **اقول** اگر یہی
حق آپکے نزدیک ہے تو اس سے آپکا مطلب ثابت نہوا بلکہ مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو اون
کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑایا بلکہ ابو لہب نے اپنے بیٹونکو کہکر طلاق دلوا دی تھی اسواسطے کہ مولویصاحب کا تو مطلب یہہ تھا کہ اگر وہ صاحبزادیاں
حضرت عثمان کے نکاح میں رہیں تو کیا ہے کافرونکے نکاح میں بھی رہیں تھیں اور باوجود قوت اسلام کے حضرت نے اونکو کافرونکے نکاح سے
نہیں چھڑوایا سو آپکے لکھنے سے بھی یہی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اونکو کافرونکے نکاح سے نہیں چھڑوایا بلکہ ابو لہب نے
اونکے شوہروں سے طلاق دلوا دی تھی اور آپنے رقیہ اور ام کلثوم کا حال لکھا حضرت زینب کے ذکر سے خاموشی اختیار کی کچھہ اونکی
بھی خبر ہے وہ تو جنگ بدر میں بھی ابو العاص کے تحت میں موجود تھیں دیکھو تفسیرونکو اور تواریخ کی کتابونکو کہ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں ستر
آدمی کفار میں سے مسلمان قید کر کے رسولخدا صلعم کے پاس لائے تھے اور اون ستر میں ابو العاص شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبرے بھی تھا
زینب نے اوسکی رہائی کے واسطے زیور اپنا جو کچھہ خدیجۃ الکبرے نے جہیز میں اوسکو دیا تھا رسولخدا صلعم کے پاس بھیجا حضرت نے وہ زیور دیکھا

آبدیدہ اور متالم ہوئے اور مومنین سے اوسکو بجل کرو لکے زینب کے پاس واپس بھجوایا یہی مولویصاحب کہتے ہیں کہ وہ کفار کے نکاح میں رہی
تھیں اور جناب رسول خدا نے اونکو اونکے نکاح سے مدت تک نہیں چھڑوایا اسمیں دروغ کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی حضرت عثمان کے
باب میں جو کچھہ مولویصاحب نے لکھہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اوسکا جواب ہمسے نہیں ہوسکتا **اقول** اگر عاقبت اپنی خراب کی ہے تو اہلسنت
علمانے کی ہے کہ جنہوں نے یہہ لکھا ہے مولویصاحب نے تو اونکے لکھنے سے لکھا ہے اپنی طرف سے نہیں لکھتے ہیں اور جواب اوسکا تم کیا دوگے کہ جو
تمہارے علماء ہی نے یہہ کچھہ لکھا ہو **قال الشیخ الاشعری** ہم کسکو کہیں ہمیں حضرت علی اور حضرت عثمان دونو بمنزلہ دو آنکھوں کے
ہیں بجز اسکے کہ یوں کہیں کہ مولویصاحب کو خدا سمجھے اور کیا کہیں **اقول** تمہارا کیا ہے تم تو شیر اور گیدڑ کو دونو کو برابر سمجھتے ہو جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ کو اور ابو جہل کو برابر سمجھنے لگو تو ہمکو کیا اور یہہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمکو تو علی اور معاویہ اور عمر و عاص سب برابر ہیں معاویہ کو
تم خلیفۂ حق اور امام صدق جانتے ہی ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ تھا کہ جسنے کہا تھا
کہ میں عمر سے زیادہ مستحق خلافت کا ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے بلکہ تم تو یزید کو مومن پاک جانتے ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں
لکھا ہے کہ وہ مومنین سے تھا لعن کرنی اوسپر جائز نہیں ہے اور ایسا ہی احیاء العلوم میں ہے اور یزید کی خلافت کو حق جانتے ہیں اس
دلیل سے کہ خلیفۂ حق معاویہ نے اپنی زندگی میں اوسکو خلیفہ کیا تھا اور عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ نے اوسکے ہاتھہ پر بیعت کی تھی اور تاریخ
ابن خلکان میں امام غزالی کا قول لکھا ہے کہ یزید کیواسطے ہر نماز میں دعاے مغفرت پڑھنی چاہیئے کہ وہ مومن تھا اور ملا علی قاری نے
شرح مشکوٰۃ میں عمر سعد کو جو کہ کربلا کے معرکے میں حضرت امام حسین سے جنگ کرتا تھا اور آخر کو حضرت کو اوسنے قتل کیا مجتہد لکھا ہے اس جنگ میں کہ
باعتبار رائے اور اجتہاد کے لڑتا تھا کم سے کم اوسکو ایک اجر تو ہوگا حسین سے لڑنیں اور شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحابہ نے
متابعت یزید کی کی تھی اسلیئے واجب تھی حسین پر اور جمیع مسلمین پر اطاعت یزید کی اور امام غزالی تو کہتے ہیں کہ جو کوئی یزید پر لعنت کرے
وہ لعنت اوس لعنت کرنیوالے ہی پر عائد ہوتی ہے اور ہمارا کام یہہ نہیں ہے کہ دشمنان اور قاتلان آل رسول کو بھی اچھا جانیں
ہم تو اچھے کو اچھا جانتے ہیں اور برے کو برا جانتے ہیں اور تمہارے نزدیک تو بہت اچھا وہی شخص ہے کہ جو اہلبیت سے عداوت رکھتا ہے
تاریخ ابو الفداء میں لکھا ہے کہ معاویہ جمعہ کے خطبہ میں عثمان کے واسطے دعاے خیر کرتا تھا اور علی بن ابیطالب کو گالیاں دیا کرتا تھا
اور لکھا ہے کہ بنی امیہ کی پیروی سے اکتالیسویں سن سے ننانویں سن تک حضرت علی کو گالیاں دیتے رہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ معاویہ
نے سعد کو کہا کہ تو کسواسطے علی کو گالیاں نہیں دیتا ہے اوسنے عذر کیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک یہودی سے کہا
کہ میرے دختر کے نکاح کا پیغام دے اوسنے پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تو کسواسطے پیغام دیتا ہے تو تو یہودی ہے یہودی نے کہا کہ تمہارے
پیغمبر نے اپنی دختر کا نکاح علی ابن ابیطالب سے کیونکر کر دیا عمر نے کہا کہ وائے تجھپر علی تو بزرگان دین میں سے تھا یہودی نے کہا کہ پھر تم علی پر
لعنت کسواسطے کرتے ہو عمر نے لوگوں کی طرف منہ کرکے کہا کہ اسکا جواب دو پس جسوقت کہ عاجز ہوئے جواب دینے سے تو عمر نے حکم کیا لعن
کے ترک کرنیکا اور سن سے علی پر لعن کرنی موقوف ہوئی ہے اور ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور ایسا ہی استیعاب
اور تذکرۂ خواص الامۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی اور تمام اہل شام نے
اوسکی متابعت سے تکبیر کہی یہہ حال ہے عداوت اہلبیت کا تسپر اہلسنت اونکو خلفاء حق اور امام صادق جانتے ہیں اور شیعوں نے کسیکو قتل نہیں کیا ہے
اور نہ کسیکو گالیاں دیتے ہیں لیکن بعضے دشمنان اہلبیت کے واسطے جو دعاے بد کرتے ہیں اور اونکو ایمان سے خارج جانتے ہیں اور قاتلان اور دشنام دہندگان
علی اور اولاد علی کو امام اور خلیفہ سمجھتے ہیں شیعہ کیونکر سبکو برابر جانیں اچھے اور برے کو سبکو **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو ارشاد ہے کہ بعد
وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عثمان رضی اللہ عنہ نے بدعتیں کیں اسکا جواب تو جب لکھا جاتا جب اونکو لکھتے **اقول** عثمان کی
بدعتیں اب لکھی جاتی ہیں اونکا جواب انصاف سے لکھنا چاہیئے اول یہہ کہ مال بیت المال کہ حق تمام مسلمانونکا تھا اور خمس کہ حق اہلبیت کا تھا
اپنی اولاد اور قریبونکو اور دوستونکو دیتا تھا کھانے جانتے والونے نام اونکا عثمان غنی رکھا اپنے چاروں دامادونکو چار لاکھہ دینار دیئے

اور مال افریقیہ سے مروان کو ایک لاکھ دینار دیئے اور بروایت کلبی اور شہرستانی دو لاکھ دینار دیئے اور کہا کہ ابو بکر عمر اپنے اقارب کو دیتے تھے میں
بھی اپنے اقارب کو دیتا ہوں اور واقدی نے روایت کی ہے کہ مال کثیر بصرہ سے آیا تھا سکو اپنی اہل و عیال پر تقسیم کیا اور شتر بہت سے زکوۃ
میں آئے تھے سکو حارث بن حکم کو دیدیا اور حکم بن ابی العاص کو حاکم زکوۃ قضاعہ کا کیا تیس ہزار کا کہ وہ مال زکوۃ پہونچا تھا سب اوسکو
دیدیا لوگوں نے عثمان کو طعن اور ملامت کرنا شروع کیا اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی قصاص کہ کلید بردار بیت المال کا تھا کنجیونکو اوسنے مسجد میں
پھینکدیا اور کہا کہ میں کلید بردار بیت المال کا نہیں ہوتا باوجود اس سلوک تمہارے کے کہ جو شخص کہ نکالدیا گیا رسولخدا کا تھا اوسکو تین لاکھ
دینار دیئے اور اسکے جواب میں یہہ جو کہتے ہیں کہ یہہ خرچ کرنا عثمان کا بیت المال میں سے نہ تھا بلکہ پہلے سے جو عمر کے زمانہ سے اوسکے مال
چلا آتا تھا وہ ذاتی مال اپنا خرچ کرتا تھا یہہ جواب بالکل غلط ہے اور ایک بناوٹ ہے اپنی طرف سے اول تو یہہ کہ میاں عثمان خود اقرار کرتے ہیں
کہ یہہ بیجا خرچ کرنا بیت المال میں سے تھا چنانچہ ابن قتیبہ نے کہ جسکو شاہ عبدالعزیز صاحب نے باب دویم تحفہ میں کہ جو باب مکائد ہے اہلسنت سے
لکھا ہے کتاب السیاستہ والامامتہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص انصاریں سے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے عثمان کیا ہے ان مدینہ والونکو کہ بخشش لیتے ہیں اور
جہاد راہ خدا میں نہیں کرتے ہیں اور یہہ مال اوسکے واسطے نہے جو کہ جہاد کرے راہ خدا میں مگر وہ پیر ضعیف لوگ صحاب محمد صلعم میں سے یہ عثمان نے کہا کہ بخشش
چاہتا ہوں میں خدا سے اور توبہ کرتا ہوں آور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور علی متقی نے کنز العمال میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ
میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابن سعد نے زہری سے کہا کہ جسوقت حاکم ہوا عثمان تو عتاب نکیا لوگوں نے اوسپر چھہ برس تک بلکہ وہ دوست زیادہ
تھا قریش کا عمر سے اسواسطے کہ عمر اونپر سختی کرتا تھا اور عثمان جسوقت حاکم ہوا تو اونپر نرمی کرتا تھا اور چھہ برس اخیر میں اپنے اقارب وسگوں کو عامل کیا
شہرونکا اور دیا اونکو مال جسوقت کہ تاویل کرنیوالا تھا اسکی کہ میں صلہ رحمی کرنیوالا ہوں بموجب حکم خدا اوس مال سے اور کہا کہ ابو بکر اور عمر نے چھوڑا
تھا اس مال کو جو کچھہ کہ اونکے واسطے تھا اور میں نے اوسکو لیکر اپنے قریبوں پر تقسیم کیا بس انکار کیا لوگوں نے اس امر کو عثمان پر فقط بس اقرار کیا عثمان
نے کہ وہ مال بیت المال اپنے قریبوں پر تقسیم کرتا تھا صلہ رحمی کی تاویل کرکے کوئی پوچھے کہ صلہ رحمی اپنے مال میں سے ہوتی ہے یا غیروں کے
مال میں سے اور تو ابو بکر اور عمر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے صلہ رحمی کرنیوالا کون تھا وہ مال تو جمیع مومنین کا تھا اور بھلا یہہ بات عقل میں آتی ہے
کہ حضرت عثمان کے پہلے سے اسقدر مال تھا کہ اوسمیں سے لاکھوں دینار اور درہم وہ لوگونکو دیتا تھا اگر پہلے سے اسقدر مال ہوتا تو عمر کی خلافت میں
اس سے پہلے اسقدر خرچ بھی کرتا اوسوقت کون مانع تھا یہہ کیا کہ عمر کی خلافت میں جو کثرت سے غنیمت آتی تھی اوسکو اسقدر لاکھوں اور کروڑوں
حصہ میں ملی اور اوسوقت تو اوسکو خرچ نکیا لیکن اپنی خلافت میں خرچ کیا اور اگر اوسکو اسقدر مال غنیمت میں سے حصہ میں آیا تو اور ونکو بھی حصہ میں
اسیقدر ملا ہوگا لیکن کسیکو ایسا مالدار لاکھوں خرچ کرنیوالا سوائے عثمان کے نہیں سنتے اور اگر ہر ایک کے حصہ میں اسقدر مال دیا ہو تو تمام دنیا کا خرچ
بھی کفایت نہیں کرتا ہو اسواسطے کہ ہزاروں مومنین تھے اور جن لوگونکو حضرت عثمان دیتے تھے اونکے حصہ میں بھی تو اسیقدر مال آتا ہوگا پھر اونکو
کیا حاجت تھی عثمان سے لینے کی کیسی کیسی تاویلیں پوچ اور بیجا کرتے ہیں خلیفہ صاحب کے بچانیں لیکن صاف نہیں کہتے کہ بیت المال کا مال
اپنے قریبونکو اور یارونکو دیا مگر خطا ہوئی اور بعضے انکے جواب میں سے تنگ ہوتے ہیں اور کچھہ بن نہیں پڑتا ہے تو خلاف عقل کے واہی اور
پوچ تاویل کرکے کہتے ہیں کہ عثمان کیمیا بنایا کرتے تھے اسواسطے اونکو ثروت ہوگئی تھی اوسمیں سے اپنے قریبونکو دیتے تھے بلکہ بیت المال کے
مال کے بیجا خرچ کرنیکی رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے چنانچہ مشکوۃ اور مصابیح مین مذکور ہے عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ کیف انتم وائمۃ
بعدی یستاثرون بہذا الفئ حاصل یہہ کہ ابی ذر سے روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ کیا حال تمہارا ہوگا اون اماموں کے ساتھہ کہ اختیار کرینگے نجود ی
خود اور چن لیونگے واسطے اپنے اوس مال غنیمت کو کہ بدون جنگ کرنیکے حاصل ہوتا ہے اور سب مسلمان اوسمیں شریک ہوتے ہیں اور اسمیں بھی
اشارہ ہے ابو ذر کی طرف کہ تو اون اماموں کو پائیگا اور ابو ذر نے زمانہ عثمان میں وفات پائی ہے پس مراد اون اماموں سے تینوں خلفاء ہونگے نہ سلاطین
بنی امیہ وغیرہ کہ بعد اونکے ہوئے ہیں اور ابن تیمیہ بڑا متعصب ہے باوجود انکار کرنے احادیث صحیحہ کے کہ جو حضرت علی کی شان میں ہیں بکا انکار نکر سکا او
منہاج السنۃ میں اقرار کیا کہ عثمان اپنے قریبونکو بیت المال میں سے جو کچھہ دیتا تھا وہ غیرونکو نہیں دیتا تھا اور استیعاب اور ازالۃ الخفاء اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں

اکثر کتابوں میں عثمان کا اپنے قریبوں کو بیت المال میں سے زیادہ دینا لکھا ہے اور خمس افریقیہ کا مروان کو دینا استیعاب میں مذکور ہے اور اس
مضمون کے کچھ اشعار لکھے ہیں اور ملل نحل میں بھی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں بیان کیا ہے اور کتاب المختصر فی اخبار البشر میں بھی
یہہ لکھا ہے اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو خمس افریقیہ دیا اور عائشہ نے اسپر بہت انکار کیا اور اسی جہت سے
اوسکو نعثل اور کافر کہا اور اوسکے قتل پر لوگونکو حرص دلاتے تھے جو شخص کہ اسکا انکار کرتا ہے بڑا متعصب ہے اور دوسرے یہہ کہ فدک کہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا
اور ابوبکر اور عمر نے وہ فاطمہ کو نہ دیا تھا عثمان نے مروان کو دیدیا چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ذیل میں شرح احادیث فرض الخمس
کی میں لکھا ہے اور سوا اوسکے اور کتابوں میں بھی موجود ہے اب کہاں گیا وہ عذر ابوبکر اور عمر کا فاطمہ سے کہ تجھکو یہہ فدک نہیں پہونچتا ہے
تو حق جمیع فقراء مسلمین کا ہے اور تنہا مروان کس طرح سے اوسکا مالک ہو گیا اس امر میں عثمان نے خلاف کیا سیرت شیخین کے باوجودیکہ اقرار کیا تھا
خلافت کے لینے میں سیرت شیخین پر عمل کرنیکا جسوقت کہ علی نے اوس سے انکار کیا تھا اور یہاں اونکی سیرت کے خلاف کیا اور حق یہہ ہے کہ فدک فاطمہ
زہرا ہی کا تھا اور عذر کرنا ابوبکر اور عمر کا اوسکے نہ دینے میں بیجا تھا اور یہہ فدک حق سب مسلمانونکا ہوتا تو عثمان مروان تنہا کو ہرگز نہ دیتا خلاف
رائے شیخین کے اور تیسرے یہہ کہ حکم پدر مروان کہ جسپر رسولخدا صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا کہ یہہ مخالفت کریگا کتاب خدا کی اور
سنت پیغمبر کی اور ہر چند عثمان نے سفارش کی لیکن حضرت نے نہ مانا اور ابوبکر اور عمر نے بھی اوسکو نہیں آنے دیا تھا عثمان نے اوسکو اپنی
خلافت میں مدینہ میں طلب کر لیا برخلاف مرضی رسولخدا کے اور اوسکے بیٹے مروان کو دولت سے مالامال کر دیا اور حکم منافق تھا اور
حضرت کی رفتار کی اور حضرت کے چلنے کی نقل کیا کرتا تھا اور کفار کو مسلمانوں کی خبریں پہونچایا کرتا تھا یہہ مضمون تھوڑے تھوڑے
فرق سے تذکرہ سبط ابن جوزی میں اور ملل اور نحل میں اور تاریخ خمیس میں اور سیرت حلبی میں اور رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں شیخ عبد الحق
محدث دہلوی نے لکھا ہے اور کل تواریخ میں یہہ مضمون مرقوم ہے عثمان نے اوسکے طلب کرنے میں سراسر مخالفت رسولخدا صلعم کی اور ابوبکر
اور عمر کی کی اور حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد وقاص اور عبد الرحمان اور عمار یاسر وغیرہ صحابہ اور عائشہ نے ہر چند عثمان کو اس حرکت پر
ملامت کیا کچھ فائدہ نہوا اگر قرابت کی جہت سے بلایا تو قرابت کو کیا دخل ہے جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے منع کیا ہو اور نکالدیا ہو اور لعنت کی
اور کافر کی دوستی کا حکم کب ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
یعنے نہ پائیگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاتے ہیں وہ ساتھ خدا کے اور دن آخرت کے کہ دوست رکھیں وہ اوس شخص کو کہ مخالفت کرے خدا کی اور
پیغمبر اوسکے کی اگرچہ ہوئیں وہ باپ اونکے یا بیٹے اونکے یا بھائی اونکے یا کنبہ کے لوگ اونکے اور اس آیت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو
ایمان خدا اور دن آخرت پر نہ تھا کہ جو ایسے لوگونکو دوست رکھتے تھے کہ جو مخالفت کریں خدا اور رسول کی اور دوستی منافقین کی علامت
نفاق کی ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنے منافق مرد اور منافق عورتیں بعضے اونمیں کے دوست
بعضے کے ہیں اور حکم وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عائشہ نے بھی لعنت کی ہے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور بعد نقل شعر حسان کے ہجو میں عبد الرحمان
بن الحکم کے کہا کہ لیکن قول حسان کا کہ ان اللعین ابوک یہہ ہو سکتا ہے کہ عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا عائشہ نے مروان کو اپنے بھائی
عبد الرحمان کی مذمت سنکر کہ تحقیق رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے لعنت کی ہے تیرے باپکو جسوقت کہ تو اوسکی صلب میں تھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے
کہ سب آدمیوں سے زیادہ دشمن اہلبیت کا مروان بن الحکم تھا اور یہہ وہ شخص ہے کہ پوشیدہ کیا اوسنے اوس حدیث کو کہ تصحیح کی اوسکی حاکم نے
عبد الرحمان بن عوف سے اور وہ یہہ ہے کہ کسیکے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ رسولخدا صلعم کے پاس اوسکو لایا کرتا تھا اور حضرت اوسکے واسطے دعا
کرتے تھے مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اوسکو بھی حضرت کے پاس لائے حضرت نے اوسکے حق میں فرمایا کہ مینڈک بیٹا مینڈک کا یا گھرگٹ بیٹا
گھرگٹ کا اور ملعون بیٹا ملعون کا ایسے شخص دشمن رسولخدا کو کہ جسپر رسولخدا نے لعنت کی ہو اوس سے عثمان دوستی رکھے اور بلاؤ معلوم ہوا
کہ اہلسنت جو اہلبیت کے دشمنونکو دوست رکھتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ عثمان رسولخدا کے دشمن کو دوست رکھتا تھا اور شیخ عبد الحق
دہلوی نے رجال مشکوۃ میں ترجمہ مروان میں لکھا ہے کہ حکم پدر مروان کی اسلام میں طعن کیا گیا ہے اور اوسنے اسلام کو بروز فتح مکہ ظاہر کیا تھا

اور پیچھے رسولخدا صلعم کے چلتا تھا تو آنکھ سے سین مارتا تھا اور ناک چڑہاتا تھا یہہ حال تھا اوسکا رسولخدا صلعم کی نسبت اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ حکم کو اور اوسکے بیٹے کو رسولخدا صلعم نے طرف طائف کے نکالدیا تھا جسوقت رسولخدا صلعم نے وفات پائی تو عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ اوسکو بلالوں اسواسطے کہ وہ اوسکا چچا تھا ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ جو کچھ رسولخدا صلعم نے کیا ہے میں اوسکے خلاف ہرگز نکرونگا کبھی اور جب ابوبکر نے وفات پائی اور عمر خلیفہ ہوئے تو اونسے جا کر کہا کہ حکم کے یہاں آنیکا حکم ہو جاے عمر نے کہا کہ اے عثمان تجھکو حیا نہیں ہے رسولخدا صلعم اور ابوبکر سے کہ تو دشمن خدا اور دشمن رسول کو بلاتا ہے مدینہ میں قسم ہے خدا کی ایسا کبھی نہو گا اور جب عمر نے بھی وفات پائی اور عثمان حاکم ہوے تو اونہوں نے حکم کو اوسی روز مدینہ میں طلب کر لیا اور اپنا مصاحب اوسکو بنایا اور مال عظیم اوسکو دیا اور مرتبہ اوسکا بلند کیا اور مسلمانوں نے اس سبب سے عثمان پر انکار کیا اور اوسکو ملامت کیا اور یہہ پہلا انکار تھا مسلمانوں کا عثمان پر اور کہا مسلمانوں نے کہ تونے دشمن خدا اور رسولخدا کو بلا لیا اور خدا اور رسول کی تو نے مخالفت کی کہا کہ رسولخدا صلعم نے مجھسے وعدہ کیا تھا اوسکے پھر بلانیکا ایک جماعت نے عثمان کے پیچھے نماز پڑہنی چھوڑ دی اس سبب سے اور بعد اسکے حکم مر گیا عثمان کی خلافت میں عثمان نے اوسپر نماز پڑھی اور اوسکے جنازہ کے پیچھے دفن کے واسطے جاتا تھا مسلمانوں نے اوسکو خلافت سے معزول کیا اور قتل کیا اوسکو اور اوسکے بیٹے مروان کو عثمان نے خمس افریقیہ کے غنیمت کا دیا پانچ لاکھ دینار اور جسوقت عائشہ کو خبر ہوئی تو عثمان کے پاس آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تجھکو اوس منافق کا بلا لینا کافی نہوا یہانتک کہ دیتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑہتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے اوسکو خدا بس تحقیق کہ کفر کیا اوسنے مروان نے سنا تو عائشہ کے پاس جا کر عائشہ پر عتاب کیا عائشہ نے کہا کہ نکل یہاں سے اے فرزند گربہ چشم عورت کے میں گواہی دیتی ہوں رسولخدا صلعم پر کہ اونہوں نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور تو اوسوقت اوسکی صلب میں تھا اس روایت میں سب مطلب آگیا اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان نے حکم کو قرابت کی جہت سے بلایا تھا نہ کسی اور وجہ سے اور سوا اسکے اور وجوہ جو بیان کرتے ہیں سب باطل ہیں کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نے حکم کو منافقین کی دوستی اور فتنہ انگیزی کی جہت سے درمیان مسلمانونکے نکالا تھا اور بعد آنحضرت کے اور ابوبکر کے یہہ امور باقی نرہے تو عثمان نے اپنی خلافت میں اوسکو بلوالیا یہہ دعوی ہی اونکا غلط ہے اسواسطے کہ اوسکو تو حضرت نے اس جہت سے نکالا تھا کہ وہ حضرت کی رفتار کی نقل کرتا تھا اور راز حضرت کا کفار کے روبرو ظاہر کرتا تھا یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حکم نے حضرت کے راز کے ظاہر کرنیمیں دلیری کی اسواسطے حضرت نے اوسکو مدینہ سے باہر نکلوا دیا اور ایسے ہی افدی نے لکھا ہے اور بعضے جواب میں کہتے ہیں کہ عثمان نے رسولخدا صلعم سے مرض الموت میں حکم کے بلا لینے کا اذن لیا تھا کہتا ہوں میں کہ اگر حضرت نے اذن دیدیا تھا تو حضرت کے روبرو ہی کیوں نہ بلوا لیا تاکہ زحمت پوچھنے کی ابوبکر اور عمر سے اونکی خلافت میں نپڑتی یہہ ایسا ہے جیسے کہ فاطمہ نے دعوی فدک کا کیا اور خلیفہ اول نے کہا کہ مینے رسولخدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مال یہہ میرے وارثونکو نہیں پہونچتا ایسا ہی عثمان نے دعوا اذن کا کیا کہ جسکو کوئی نہیں جانتا ہے یہانتک کہ ابوبکر اور عمر نے بھی عثمان کے کہنے کو نہ مانا اور اگر اذن حضرت نے دیدیا تھا تو ابوبکر اور عمر سے کیوں نکہا کہ مجھکو حضرت نے اذن دیدیا ہے حضرت اذن دیتے تو عثمان اونسے ظاہر کرتے بلکہ یہہ ایک بات عثمان کے مریدونکی بنائی ہوئی ہے بیچارہ عثمان نے کیوں کہا تھا کہ مجھکو اذن دیدیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر سے عثمان نے اذن دینے کا ذکر کیا تھا لیکن اونہوں نے کہا کہ شاہد دوسرا لاؤ بھلا یہاں مدعی کون تھا کہ جسکے واسطے دو شاہد درکار ہوں اور اگر یہہ امر راست ہو تو اسکے کیا معنے ہیں جو کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر اوسکے آنیکے واسطے روادار نہوے کہ ہنوز فتنہ و فساد کا اوسکے احتمال باقی تھا اگر فتنہ ہی کا احتمال تھا تو عثمان کے قول کو سماعت کرکے دوسرا گواہ کیوں طلب کیا یہی کہا ہوتا کہ ابھی احتمال فتنہ کا اوسکے آنے سے ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے عثمان سے کہا تھا کہ تو اپنی خلافت میں اوسکو بلا لینا اگر حضرت نے ایسا فرمایا تھا تو عثمان نے بڑی خیانت کی کہ شیخین سے اوسکے بلانیکی اجازت چاہی حضرت نے تو اذن کو مقید کر دیا تھا کہ تو اپنے زمانہ میں بلانا بلکہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر اور عمر تو اجازت چاہنے میں عثمان کو بہت ملامت کرتے تھے اور پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ مسلمانوں نے عثمان کو کہا کہ تو نے دشمن خدا اور رسول کو بلا لیا تو عثمان نے عذر کیا کہ مجھسے جناب رسولخدا صلعم نے وعدہ کیا تھا اوسکے بلانیکا مسلمانوں نے اوسوقت عثمان کو بہت ملامت کیا اور یہہ بھی بعضے کہتے ہیں کہ حکم آخر عمر میں نفاق سے توبہ کرکے مومن ہو گیا تھا یہہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ پہلے اسکے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ حکم کے

جنازہ پر نماز پڑہنے سے مسلمانوں نے عثمان کو بہت ملامت کیا اور عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر اور جس روایت میں یہہ ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں رسولخدا صلعم سے سرگوشی کی اوسمیں حکم کے اذن دینے کا ذکر نہیں ہے کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اوس سرگوشی میں اذن لے لیا ہو لیکن احتمال سے کیا کام نکلتا ہے صاف اذن اہلسنت کی روایتوں سے بھی ثابت ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت نے وعدہ اذن کا فرمایا تھا لیکن اذن نہیں دیا تھا طرح طرح سے عثمان کے بدعت دفع کرینمیں جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں اور چوتھے یہہ کہ منا میں چار کی دو رکعت نماز پڑہنی چاہئیں نماز قصر کی مدینہ سے آنیوالونکو جو کہ ایام حج میں وہاں آتے ہیں اور جناب رسولخدا صلعم اور ابوبکر اور عمر نے بھی وہاں دو ہی پڑھی ہیں لیکن حضرت عثمان نے برخلاف شرع کے پوری چار ہی پڑہیں اور شفای قاضی عیاض میں ابن عمر سے روایت ہے کہ صلوۃ السفر رکعتان من خالف السنۃ فقد کفر یعنے نماز سفر کی دو رکعت ہیں جو کوئی مخالفت کرے طریقہ رسولخدا کو پس تحقیق کافر ہوا وہ اور صحابہ نے اس حرکت پر عثمان کو ملامت کیا اور اسکے جواب میں جو کہتے ہیں کہ عثمان مقیم ہو گئے تھے اور مکہ میں اونہوں نے نکاح کر لیا تھا وہاں خانہ دار ہو گئے تھے اور مسافر نرہے تھے یہہ جواب نہایت واہی اور پوچ ہے ہو سکتے کہ مکہ میں اقامت کرنی مہاجر کو تین روز سے زیادہ حرام ہے اور یا یہہ کہو کہ عثمان مہاجرین میں سے نہ تھا اور شرف ہجرت سے اوسکو خارج کرو اور یا کہو کہ تین روز سے زیادہ جو اقامت کی عثمان نے تو فعل حرام عمل میں لایا اور مکہ میں اپنی اہل کے چھوڑنیکا بھی عذر مسموع نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم اپنی ازواج کو سفر میں ہمراہ رکھتے تھے تو نماز کو قصر کرتے تھے اور اگر مکہ میں عثمان کی اہل تھی تو چاہیئے تھا کہ اپنی اہل کو ہمراہ رکھتے تا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم آتی چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عثمان نے عذر اپنے تاہل کا مکہ میں کیا تو عبدالرحمان نے جو کہ بانی خلافت عثمان کا ہے یہی جواب عثمان کو دیکر ساکت کیا کہ تو نے اپنی اہل کو ہمراہ اپنے کیوں نہ رکھا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی جب عثمان لاجواب ہو تو کہا کہ میری رائے میں ایسا ہی آیا تھا اور علمائے اہلسنت عثمان کی عیب پوشی میں سوا اسکے اور بھی تاویلیں کرتے ہیں کہ قابل سماعت نہیں ہیں اور پانچویں یہہ کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسیکو مارا اور کسیکو شہر سے نکالدیا ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اتفاق اہلسنت کا جمیع صحابہ کی عدالت پر ہے اور سند میں اسکے بہت سی آیات قرآن لکھی ہیں اور بعد اسکے لکھتا ہے کہ اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ فاعلم انہ زندیق یعنے جس وقت دیکھے تو کسی مرد کو کہ نقصان بیان کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے کسیکو صحاب رسولخدا میں سے تو جان تو کہ وہ بدمذہب ہے پس عثمان نے جو بعزتی کی انکی بموجب اس قول اہلسنت کے علماء کے زندیق ٹھیرا بلکہ کافر چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ من اغاظ الصحابۃ فہو کافر یعنے جو شخص کہ غصہ میں لائے صحاب کو وہ کافر ہے اور عثمان اونکو غصہ میں لایا تھا اور یا یہہ کہو کہ جو لوگ صحاب رسولخدا میں سے عثمان کو عیب لگاتے تھے اور ملامت کرتے تھے اوسکو اوسکی حرکتوں پر وہ زندیق ہو اور عثمان نے اون لوگونکو نصیحت کرنے پر زدوکوب کیا اور مارا اور ابن مسعود کو قرآن کے ندینے پر مارا کہ عثمان چاہتا تھا کہ اوسکا جمع کیا ہوا قرآن اوس سے لیکر آگ میں جلادوں اور صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب مطاعن میں صحابہ کے آٹھویں طعن میں آیہ ان مکناھم فی الارض الخ اور آیہ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان الخ سے حجت پکڑی ہے کہ صحاب فعل شنیع و فسوق و عصیان نہیں کر سکتے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو عثمان کی مذمت کرتے تھے اور خلافت سے اوسکو معزول کرتے تھے اور اوسکی حرکات خلاف شرع سے منع کرتے تھے اگر یہہ امر فعل شنیع ہوتے تو صحاب ایسا نکرتے اسواسطے کہ فعل شنیع کا اون سے صادر ہونا موجب تحریر صاحب تحفہ ممکن نہیں ہے پھر عثمان نے اونکو کسواسطے مارا کہ اونکی گفتگو تو بہ عثمان کے افعال شنیعہ اور عصیان میں سے تھی اور عثمان نے جو زدوکوب کی صحابہ جلیل القدر کو تو صاحب تحفہ اوسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ ہمصفیر منافقین کے اور صحاب شر اور فتنہ کے تھے اور جو کچھہ عثمان سے اونکو پہونچا اہانت اور تحقیر اونکو مستحق اوسکا جانا ارے یارو یہہ کیسی بیہودہ گفتگو ہے ایسے نامی آدمی کی کہ ایک مقام میں تو لکھا کہ صحابہ سے صادر ہونا عصیان کا ممکن نہیں اور دوسری جگہہ لکھا کہ وہ ہمصفیر منافقین اور صحاب شر اور فتنہ تھے اور موافق روایت صاحب اصابہ کے جو پہلے گزری ہے کہ جو کوئی انتقاص صحابہ کا کرے وہ زندیق ہے تو اس روایت سے صاحب تحفہ بھی زندیقوں میں محسوب ہوئے کہ اونہوں نے صحابہ کو جنکو کہ عثمان نے زدوکوب کی تھی ہمصفیر منافقین اور اصحاب شر و فتنہ لکھا ہے عجیب و غریب سے حال علماء اہلسنت کا کہ کبھی تو صحابہ کو آسمان پر پہونچاتے ہیں اور کبھی تحت الثریٰ میں ڈالتے ہیں اور باوجود اس دہول اور دہپے کے اور زدوکوب باہمی کے کہتے ہیں الصحابۃ کلہم عدول اور کہتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم اور خود ہی اونکی مذمت میں جو چاہتے ہیں سو لکھتے

ہیں ایک جگہہ مولوی عبد العزیز صاحب باب مطاعن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ سے فسوق اور عصیان صادر نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہہ باب مطاعن ہی میں مطاعن
عثمان میں لکھتے ہیں کہ نزد اہلسنت عصمت خاصہ انبیا است صحابہ معصوم نبود اند و لہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر
مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ اند اور بعد اسکے لکھتے ہیں کہ و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند و بسیاری را تعزیر حد شرب خمر جاری فرمودہ اند
اور پھر لکھتے ہیں کہ الصحابۃ کلہم عدول معلوم نہیں کہ یہہ کیسی عدالت تھی کہ جسمیں سنگسار ہوتے تھے اور حدیں اونپر جاری ہوتی تھیں اور شرابیں پیتے تھے
اور زنا کرتے تھے اور زن عفیفہ کو تہمت زنا کی لگاتے تھے اور پھر عادل کے عادل باقی رہتے تھے اور تعجب تو یہہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو تہمت لگائیں
اور پھر عادل بھی باقی رہیں اور بعضے تقیہ پر طعن کر کے لکھتے ہیں کہ عثمان نے اونکو اسواسطے زد و کوب کیا کہ انہوں نے تقیہ نکیا عثمان سے اور بے ادبانہ گفتگو کی
تو ترک تقیہ پر اونکو مارا بھلا اوسوقت تقیہ کا کون محل تھا اوس زمانہ میں تو سب ایک ڈھنگ پہ تھے اور عثمان کا مذہب مخالف اہل اسلام کے نتھا اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر جو واجب ہے تو اسواسطے اونہوں نے حرکات ناشایستہ کو جو موافق مذہب اہلسنت کے وہ حرکات بدعتیں تھیں اوسکو منع کیا تھا اسپر اوسنے اونکو آزار پہونچایا
پہلے سے اگر اونکو معلوم ہوتا کہ عثمان خدا اور رسولخدا سے برگشتہ ہو کر کافر ہو گیا ہے اگر اسکو ہم موافق شرع محمدی کے نصیحت کرینگے تو یہہ ہمکو اذیت پہونچائیگا تو اس صورت
میں البتہ اونکو تقیہ کرنا چاہیئے تھا لیکن ایسا معلوم ہی نتھا بلکہ عثمان کو مسلمان سمجھکر نصیحت کی تھی پھر کیونکر تقیہ کرتے اور چھٹے یہہ کہ مصاحف مقدسہ کو آگ میں
جلایا اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے اور پاس حرمت کلام خدا کا نکیا اور یہہ جو کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود اور ابی ابن کعب نے ادعیہ قنوت
اور عبارات تفسیر قرآنوں میں درج کر دی تھی یہہ قول بالکل غلط ہے بلکہ رسولخدا صلعم نے حکم دیا تھا قرآن کے پڑھنے کا موافق قرأت ابن مسعود کے اور ابی
ابن کعب کے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پڑھو تم قرآن کو چار آدمیوں سے لیکر اور سب سے پہلے ابن ام عبد کا نام لیا اور دوسری
روایت میں ابن ام عبد اور معاذ بن جبل اور ابی ابن کعب اور سالم مولے ابو حذیفہ ہے کہ انسے قرآن لو اور بعضے کہتے ہیں کہ اونمیں آیات منسوخہ تھیں اسواسطے
جلایا میں کہتا ہوں کہ اب بھی تو آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہیں اگر اس وجہ سے جلاتے تو ناسخ کا ہیکو باقی رکھتے یہہ عذر بھی نامعقول ہے اور کبھی کہتے
ہیں کہ اگر وہ قرآن بھی جاری رہتے تو امت میں اختلاف ہو جاتا میں کہتا ہوں کہ ایک قرآن ابن مسعود کا یا ابی ابن کعب کا جاری کیا ہوتا جنکی قرأت کا
جناب رسولخدا نے حکم دیا تھا پھر ایک قرآن ناقص جمع کر کے کا ہے کو جاری کیا اور سوا اسکے یہہ ہے کہ اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن
سات قراتوں پر نازل ہوا ہے کہ سب وافی اور کافی ہیں اور یہہ اختلاف اونکے نزدیک مباح ہے یہہ جو عذر بھی اختلاف کے خوف کا نامعقول ہے
اور ابن مسعود اپنے قرآن کے دینے سے جو انکار کرتا تھا تو اوسکو ایسا مارا کہ اوسکی پسلی ٹوٹ گئی اور اوسکو شہر سے باہر بھی نکالدیا بڑے ظلم کئے ہیں
عثمان نے اور سوا اسکے بہت سی بدعتیں عثمان نے کیں ہیں نماز عید سے پہلے خطبہ کا پڑھنا ایجاد کیا اور نماز جمعہ میں ایک اذان سے زیادہ دوسری اذان
ایجاد کی جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ عائشہ انکار کرتی تھی عثمان پہ ہمراہ اون لوگوں کے کہ جو اوسپر انکار
کرتے تھے اور جناب رسولخدا صلعم کے بال اور کرتہ نکال کر دکھلاتی تھیں اور عثمان سے کہتی تھیں کہ دیکھ یہہ پرانے نہیں ہوئے اور دین اونکا تو نے
پرانا کر دیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عثمان نے عمار کو مارا اس سبب سے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم جمع ہوئے اور بہت آدمی اونمیں مہاجرین اور انصار میں
تھے اور انہوں نے حدثات یعنی بدعتیں عثمان کی لکھکر عمار کو دیں اور کہا کہ عثمان کے پاس یہہ کاغذ لیجا تاکہ اوسکو پڑھ کر اپنی حرکتوں سے باز آئے اور اگر باز آیا نکا
تو اوسکو خلافت سے معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ کرینگے عمار نے وہ کاغذ عثمان کو دیا اور کہا کہ یہہ کاغذ رسولخدا صلعم کے اصحاب کا ہے پڑھ اور خوف کر
کہ میں تجھکو نصیحت کرنیوالا ہوں یہہ سنکر عمار کو اسقدر مارا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا کہ عمار غش کھا کر گر پڑے اور [illegible]
نمازیں حالت غش میں اونکی فوت ہو گئیں اور جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ تاریخ النظام میں لکھا ہے کہ اصحاب رسولخدا صلعم [illegible] غرض [illegible]
یہہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ بدعتیں عثمان کی کسقدر ہونگی جو اصحاب رسولخدا صلعم نے لکھا بھیجی ہیں قال الشیخ الاشعری [illegible]
آیتوں کے ترجمہ میں تعریف صحابہ ثلاثہ بالخصوص اور باقی اصحاب بالعموم مذکور ہوئی ہے اسلئے [illegible] اقول وآیت یہہ وعد اللہ الذین
آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم [illegible]
یعنے وعدہ کیا ہے خدا نے اون لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اونہوں نے اچھے البتہ جانشین کریگا اونکو بیچ زمین کے جیسے کہ جانشین کیا تھا اون لوگوں کو پہلے

اون سے تھے یعنی بنی اسرائیل اور البتہ متمکن کریگا واسطے اون مومنوں کے دین اونکا کہ پسند کیا ہے واسطے اونکے اور البتہ بدل دیگا اونکو بعد ڈرنے اونکے سے امن کو کہ عبادت کرینگے وہ میری نہ شریک کرینگے ساتھہ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے بعد اس وعدہ کے پس یہہ لوگ وہی ہیں حکم خدا کے باہر ہونیوالے انتہی اس آیت سے بزرگی اصحاب ثلثہ کی بالخصوص ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ ولیمکنن لہم پس مراد تمکین سے تمکین فی الجملہ ہے یا تمکین سے مراد تمکین کامل ہے کہ جو تمام روے زمین پر غلبہ ہوگیا ہو اگر تمکین فی الجملہ مراد ہے کہ بعضی جگہہ غلبہ ہوا ہو اور بعضی جگہہ نہوا ہو تو رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں حاصل ہو گیا تھا خلفاء ثلثہ کے زمانہ کی اور اونکے مابعد زمانہ کی احتیاج نہوئی اور تفسیر بیضاوی میں آیہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت کے زمانہ میں غلبہ ہو گیا تھا اور مراد استخلاف سے معنی لغوی ہیں یعنے جانشین کریگا تمکو جیسے کہ جانشین کیا تھا پہلے لوگونکو یعنے بنی اسرائیل کو بعد ہلاک کرنے جبابرہ کے اور منکم کے لفظ میں من بیانیہ ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی میں لکھا ہے اور مراد اوس سے جمیع مومنین ہیں اور اگر مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روے زمین پر غلبہ ہو سو وہ آج تک مسلمانوں کو نصیب نہیں ہے اور تمکین کامل نہو گی مگر زمانہ میں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے اور حق یہہ ہے کہ مراد اون لوگوں سے اس آیت میں حضرت صاحب الزمان اور اونکے مقلدین ہیں اور مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ اونکے زمانہ میں ہوگی اور سوا اسکے اور وجوہ بھی سننی چاہئیں کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے زمانہ رسولخدا صلعم اور زمانہ خلفاء ثلثہ کا دونو نکل گئے اسواسطے کہ اونکے زمانہ میں شرک موقوف نہوا تھا اکثر بلاد میں شرک تھا چنانچہ ابتک شرک موجود ہے پس زمانہ حضرت صاحب الزمان کا ہے جسمیں بالکل شرک نہو گا اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ بدل دینگے ہم خوف سے امن کو سو خوف بھی سب جگہہ سے موقوف نہوا تھا اور اگر بعضی جگہہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہہ بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہہ سورہ مدنی ہے اور جسوقت یہہ آیت نازل ہوئی تھی تو مدینہ منورہ میں اوسوقت نہ خوف باقی رہا تھا اور نہ شرک تھا اور اگر کوئی کافر بھی تھا تو وہ مغلوب و دبا ہوا تھا پھر وعدہ کرنے کے کیا معنے کہ بعضی جگہہ تو اوسوقت بھی خوف اور شرک نتھا اور بعضی جگہہ شرک ہوتا اور بعضی جگہہ نہوتا اب بھی موجود ہے کبھی دفع ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع ہونے شرک سے کل زمین سے ہے اور وہ ابتک وقوع میں نہیں آیا اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حکیم علی الاطلاق بعضی جگہہ کے شرک کے دفع کرنیکا وعدہ کرے اور نہیں ہوگا وہ مگر زمانہ حضرت صاحب الزمان کا کہ جسمیں کل زمین سے شرک جاتا رہیگا پس خلفاء ثلثہ کی کوئی فضیلت اس آیت سے ثابت نہوئی بلکہ وہ تو اوس زمانہ میں عذاب میں گرفتار ہونگے اور آپ نے پہلے جس جگہہ معنی اس آیت کو لکھا صحابہ کے فضائل میں ہم مفصل اسکے جواب میں لکھہ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور باقی حضرت عائشہ کا حضرت عثمان کی نسبت اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا قتلوا احراق المصاحف کہنا یہہ سب ابن قتیبہ اور ابن اعثم کوفی و شماطی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور یہہ جماعت کی جماعت کذاب مشہور ہیں اور شیعہ غالی ہیں انکے کہنے کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا اوسی مثل مشہور کا مصداق بننا ہے یا داب لگاوے اور انکو مولویصاحب کو شرم نہیں آتی ہے کہ ان افسانہا دروغ کو سنیونکی کتابوں کی طرف منسوب کرکے ایک دوسرا جھوٹ اپنی گردن پر رکھتے ہیں **اقول** مولویصاحب تو سنیوں کی اور کتابوں سے لکھتے ہیں کہ عائشہ عثمان کو ایسا فرمایا کرتی تھیں لیکن اس شیخ نجدی کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اعثم کوفی اور ابن قتیبہ بھی ایسا لکھتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے کہ یہہ شیعہ غالی ہیں اور کذاب مشہور ہیں یہہ سب غلط اور شیعہ تو اونسے تبرا کرتے ہیں یہہ لوگ شیعہ کاہیکو ہیں مگر عادت اہلسنت کے علماء کی یہہ ہے کہ جو کوئی اہلسنت میں سے کوئی روایت حق بیان کرتا ہے کہ جس سے حقیت شیعہ کی پائی جاتی ہو تو اوسکو کہتے ہیں کہ یہہ بڑا رافضی اور شیعہ غالی ہے اور جو کوئی خارجی اور دشمن اہلبیت ہے اوسکو بہت معتبر جانتے ہیں دیکھو صحیح بخاری کہ راوی اوسکے خوارج بھی بہت ہیں اور سُنی مصنف کو رافضی ٹھیرا دینا سب سے زیادہ دستور شاہ عبد العزیز صاحب کا ہے اور اس شیخ نجدی نے بھی اونکے ہی لکھنے سے لکھا ہے اور شاہ صاحب کا عجیب و غریب حال ہے باب مطاعن میں مطاعن عثمان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ واقدی و ابن قتیبہ و ابن اعثم کوفی و شماطی از عمدہ مورخین شیعہ اند میں کہتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین باوجود اس شہرت اور نام کے تعجب ہے ایسے بزرگ سے کہ جن لوگوں سے شیعہ بیزار ہوں اور اون سے تبرا کرتے ہوں اونکو لکھتے ہیں کہ عمدہ مورخین شیعہ کے ہیں اور حال یہہ ہے کہ مورخ کوئی شیعہ نہیں ہے جسقدر کہ مورخین ہیں سب اہلسنت ہی میں ہیں مگر اخوند ملا محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب تاریخ اپنے مذہب کے موافق البتہ لکھی ہے اور یہی ابن قتیبہ مولف کتاب الامامۃ والسیاسۃ شاہ صاحب جسکو شیعہ لکھتے ہیں اسیکو وہ باب کاید تحفہ کے میں لکھتے ہیں کہ یہہ اہلسنت میں سے ہے ایک شخص کی کسی روایت کو اگر مفید شیعوں کے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہہ شیعہ ہے اور اگر سنیوں کے مفید دیکھتے ہیں تو اوسیکو جسکو شیعہ کہا تھا سُنی کہنے لگتے ہیں عجب حال ہے انکا اور ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ ابو محمد صاحب التصانیف سچا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ قال الخطیب کان ثقۃ دینا فاضلا وقال السلفی کان ابن قتیبۃ من الثقات واہل السنۃ یعنے خطیب نے کہا ہے کہ تھا وہ ابن قتیبہ معتمد دیندار فاضل اور سلفی نے کہا ہے کہ تھا ابن قتیبہ معتمدوں میں سے اور اہلسنت میں سے تھا اور یہہ شاہ صاحب نے باب مکاید تحفہ میں لکھا ہے کہ ایک ابن قتیبہ شیعوں میں سے بھی ہے

بالکل غلط ہے شیعوں میں کوئی علما دین اس نام کا نہیں ہے اور نہ کوئی کتاب دنیا میں ابن قتیبہ شیعہ کی ... ابن قتیبہ سنی صاحب کتاب الامامۃ والسیاسۃ ہے جسکے قول کو
ہم سند میں لاتے ہیں اور ابن اعثم کوفی کو شیعہ کہنے کی وجہ یہہ ہے کہ لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یاقوت کہتا ہے کہ وہ شیعہ تھا چنانچہ صاحب تحفہ نے حاشیہ میں تحفہ کے لکھا
اور میں یہہ بات کہتا ہوں کہ وہ جو اوسکو شیعہ کہتا ہے وہ دشمن علی اور خارجی تھا چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ کان متعصبا علی علی ابن ابیطالب یعنے تھا متعصب علی
ابن ابیطالب پر اور اوسی میں لکھا ہے کہ اوسنے خوارج کی کتابیں مطالعہ کی تھیں اور اوسکے ذہن میں عداوت علی کی جم گئی تھی اس سبب سے اعثم کوفی کو کہ وہ فضیلت علی
کی جو بیان کرتا ہے تو اوسکو شیعہ کہتا ہے اور شیعہ کہنے کا سنی کو مضائقہ بھی نہیں ہے سوا اسکے مولوی عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ شیعہ ہم ہیں اور شماطی تاریخ
طبری کا اختصار کیا ہے اور اپنی طرف سے اوسنے کچھہ اوسمیں زیادہ نہیں کیا ہے اور اعثم کوفی نے جو حضرت علی کی تعریف میں روایتیں بیان کیں ہیں اور اونکے اعدا کے
ظلموں کی روایتیں لکھی ہیں اسواسطے اوس خارجی نے اوسکو شیعہ کہدیا اور شاہ صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لسان المیزان سے اوسکے قول کو نقل کیا ہے اعثم کوفی کے
تشیع میں اور اب ایک اور امر ہم سننا چاہیئے کہ مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ حضرت عائشہ عثمان کے حق میں فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا ابن قتیبہ اور
ابن اعثم کوفی کے لکھنے سے ہے نہیں لکھتے اہلسنت بلکہ علما معتبرین کے لکھنے سے لکھتے ہیں چنانچہ ابن اثیر صاحب جامع الاصول کتاب نہایہ میں باب النون مع العین میں نعثل
کے لغت میں لکھتے ہیں کہ النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وھذا کان منھا لما غاضبتہ وفی بیت الحماسۃ یعنے نعثل شیخ احمق
کو کہتے ہیں اور اسی سے حدیث عائشہ کی ہے کہ جو کہتی تھی قتل کرو شیخ احمق کو قتل کرے خدا شیخ احمق کو یعنے عثمان کو اور یہہ عائشہ نے اوسوقت کہا تھا
جسوقت اوس پر غصہ ہوئے تھے اور مکہ کو روانہ ہوئے تھے اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی میں جنگ جمل کے ذکر میں
لکھا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو خط لکھا پہلے تو طلحہ اور زبیر کو لکھا بیعت کے توڑنے میں اور پھر حضرت عائشہ کو لکھا کہ اما بعد فانک قد خرجت
من بیتک تزعمین انک تریدین الاصلاح بین المسلمین وطلبت بزعمک دم عثمان وانت بالامس تألبین علیہ فتقولین فی ملأ من اصحاب رسول اللہ صلعم اقتلوا نعثلا فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ
حاصل اسکا یہہ ہے کہ نکلی تو اپنے گھر سے گمان کرتی تھی تو اس امر کا کہ تو درمیان مسلمانوں کے صلح کرانیکا ارادہ رکھتی ہے اور طلب کرتی ہے تو اپنے گمان میں خون
عثمان کا اور کل کی بات ہے کہ اوس پر تو لوگونکی چڑہائی کراتی تھی اور کہتی تھی تو اصحاب رسول خدا صلعم کے روبرو کہ فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ فاتقی اللہ وارجعی
الی بیتک واسبلی الیک سترک قبل ان یفضحک اللہ قتل کرو اس ریش دراز کو کہ تحقیق کفر کیا ہے اسنے قتل کرے اسکو خدا اور آج طلب کرتی ہے تو خون اوسکا ڈر تو خدا اور پھر جا تو
اپنے گھر کو اور پردہ کو اپنے لٹکا دے پہلے اس سے کہ رسوا کرے تجھکو خدا اور سبط ابن جوزی کہ جو شاہ عبد العزیز صاحب کے نزدیک معتبرین میں سے ہیں اور تحفہ میں اونکے
قول کو سند میں لاتے ہیں اوسنے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ حکم خلافت عثمان میں مر گیا تو اوسکے جنازہ پر عثمان نے نماز پڑھی اور اوسکے دفن کرنیکو اوسکے
جنازے کے ہمراہ گیا یہہ خبر عائشہ کو ہوئی تو عثمان کو کہلا بھیجا آدمی بنا بھیجا کہ تجھکو اس منافق کا جنازہ کیا کافی نہوا حتی تعطیہ اموال المسلمین فتصلی علیہ وتشیعہ وبھذا السبب
قالت اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ نعثلا کفر یعنی یہانتک کہ بخشتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑہتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے کہا عائشہ نے
عثمان کو کہ قتل کرو تم شیخ احمق ریش دراز والے کو قتل کرے اوسکو خدا کہ تحقیق کفر کیا اوسنے اور استیعاب میں بھی اشارہ طرف اسکے ہے اور حبیب السیر میں لکھا ہے
کہ عائشہ چون بسبب نقصان وظیفہ خود از عثمان رنجیدہ بود دم بدم بر قتل او حریص و ترغیب نمود وسیگفت اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ
بالجملہ بعضے ازین امور مذکورہ حامل و باعث شد عائشہ را کہ در شان عثمان سیگفت لعن اللہ نعثلا و قتل اللہ نعثلا اور یہہ دو کتابیں صاحب تحفہ کے نزدیک معتبر ہیں اور سوا اسکے
کتابوں میں لکھا ہے اور یہہ شیخ نجدی انکار کرتا ہے اور اب ہم پوچھتے ہیں کہ شیخ جیو اگر ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کو اہلسنت سے خارج کر دوگی تو انکو تو خارج نکر دیوگے تو بڑے
معتبرین میں سے ہیں لو دیکھو تمہارے علما ہی یاد ہیں یا نہیں اور جھوٹے تم ہو یا ہم ہیں اب تو تمکو شرمانا چاہیئے ایسے جھوٹ بولنے سے قال الشیخ الاشعری
خیر جو صاحب کہ ان کتب کو معتبر سمجھتے ہیں تو وہ تو حقیقۃ الامر کو آپ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اونکی اطمینان کیلیئے اتنی بات بہت ہے کہ اقتلوا جو ہے اوسکے ترجمہ میں تو قتل کر جو
واحد کا ترجمہ ہے رقم فرماتے ہیں چنانچہ ملاحظہ نقل خط مولوی صاحب سے معلوم ہو جائیگا اسمیں تو خیر یہہ بھی احتمال ہے کہ کرو کے واو سہو مولوی صاحب کے سے رہگئی ہو مگر اسمیں تو
سہو کی بھی گنجایش نہیں کہ لعن اللہ کا ترجمہ لعنت کرو ذرا یہ ستم ہے کہ ماضی کو بجاے امر بنا دیا اور لفظ اللہ کے ترجمہ میں ضمیر جمع غائب کے معنے نہ معلوم یہہ کہ نسے محاورہ کے موافق مولوی صاحب
نے ترجمہ کیا ہے ادنے سے ادنے طالب العلم جانتا ہے کہ کسی طفل نوآموز کو مصدر کے معنے بتلا دیجیے تو اگر اوسمیں پایہ فہم ہوگا تو وہ صیغ اقتلوا اور لعن کے معنے بتلا سکتا مگر جناب مولوی صاحب
اس تحریر کہ مقتدا شیعہ اور امام امامیہ ہو گئے ہیں تا ہنوز جمع و واحد و ماضی امر کے فرق نہیں سمجھتے تجربہ کا نہیں لگایا کہا جائے کہ یا تو حضور کو میزان تک کا سلیقہ نہیں اور یہہ

عمامہ بندی ور کرتہ پوشی اور دعوی علم اور امامت کرنے پر ہے کہ دو چار باتیں کہیں سے سُن بھاگے ہیں اور بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے ہیں یا قدر قلیل یہ علم تو ہے پر خداوند کریم نے موافق وعدہ اللہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بد اعتقادی اور بدگوئی مقربان ابن صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کی ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں بہرحال اس سلیقہ اور اس اعتقاد پر ایسے ایسے مضامین عالی میں گفتگو کرنیکو طیار ہیں اور اہل سنت کا اونکا طریقہ ہو بہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں **اقول** ترجمہ کی غلطی پر اسقدر دارو گیر کرنی اور مذمت کرنی سزاوار اہل علم کے نہیں ہے اسیقدر تنبیہ کفایت کرتی ہے کہ ترجمہ اسکا غلط کیا ہے لیکن وہ عداوت جو معاویہ کو علی سے تھی وہ کہاں جائے اگر مریدان معاویہ اولاد علی کی مذمت نکریں تو معاویہ کے طریقہ سے خارج ہو جائیں اور تو جو کہتا ہے کہ خط میں ترجمہ اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا کا غلط لکھا ہے یہ خط مولویصاحب کا نہیں ہے بلکہ مولویصاحب کے خط کی نقل ہے اوسکے نقل کرنیوالے نے غلط لکھدیا ہے جس شخص کے پاس مولویصاحب نے خط روانہ کیا تھا اوسنے وہ خط تو اپنے پاس رکھا اور اوسکی نقل کرا کسی سنی کو دیدیا کہ جسنے تیرے پاس اوسکو بھیجا ہے اور مولویصاحب عمداً ایسی غلطی نہیں کرسکتے بھلا جو شخص کہ عربی عبارتیں لکھتا ہو اور عربی کی کتابیں پڑھتا ہو عقل میں کب آتا ہے کہ وہ جمع کا ترجمہ واحد کرے اور ماضی کا ترجمہ امر کرے یہہ بات تو ہرگز کسیکی عقل میں نہیں آتی ایسا کام تو اونکے شاگرد بھی نکرینگے اور ہمنے فرض کیا کہ تیرے پاس جو خط بھیجا ہے وہ مولویصاحب ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا مگر وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے کہ ہر ایک لفظ کا علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا ہو بلکہ حاصل فقرہ کا لکھدیا ہے اور لعن اللہ کا ترجمہ لعنت کرے خدا چاہیئے تھا اگر اوس خط میں اسکی جگہہ لعنت کرو لکھدیا تو کیا مضائقہ ہے کہ جب خدا کی لعنت ہوگی تو بندونکی بھی لعنت ہوگی اوسکے اصلی معنے کی جگہہ یہہ لکھدیا ہے اسواسطے کہ یہہ حاصل اوسکا ہے نہ لفظی ترجمہ اور سوا اسکے یہہ ایک خط تھا ایک شخص کے نام اور ہر کوئی خط کو مکرر نہیں دیکھتا ہے کوئی کتاب مناظرہ کی نہ تھی کہ اوسکو مکرر سہ کرر دیکھتے اور خط بھی ایسے شخص کے نام تھا کہ وہ عربی عبارت کو نہیں سمجھتا تھا بے تامل لکھدیا اور دوبارہ اوسپر نظر نکی یہہ کیا معلوم تھا کہ یہہ خط کسی ناصبی کے ہاتھ جا پڑیگا اور وہ اوسکو درست کرکے بھیجے اور مولویصاحب بیچارہ کب کہتے ہیں کہ میں متبحر اور بڑا عالم ہوں جیسے کہ تو تعلیاں کرتا ہے اور جا بجا اونکی مذمت لکھتا ہے لیکن تجھکو کہ باوجود دعویٰ خود سرائی اور دعوے کے تو بھی کیسا اوندھے موہنہ گرا ہے کہ جعل سازی کی لفظ میں عین کی جگہہ الف لکھا ہے یہہ تیرے نسخے لغت کا تو نے لفظ لکھا ہے مولویصاحب کو تو کہہ سکتے ہیں کہ اونسے سہو ہوا اور تجھکو ایسا نہیں کہہ سکتے بلکہ تیری تحقیق یہی ہے کہ تو لفظ غلط کو صحیح نہیں جانتا ہے مولویصاحب کی غلطی میں اور تیری غلطی میں بڑا فرق ہے کہ تجھمیں جہل مرکب ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے ہیں اسکا جواب بعد اسکے آتا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ موافق وعدہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین مولویصاحب کو بوجہ شامت بد اعتقادی و بدگوئی مقربان دین صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولویصاحب کے لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کرتا کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں سو ظالم تو تیرے پیر تھے کہ جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے حقوق غصب کئے اور فاطمۃ الزہرا دختر سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اصحاب رسول مقبول کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسی کو مارا اور کسیکو شہر بدر کیا اور اصحاب رسول ہمارے نزدیک سب ممدوح اور نیک ہیں مگر چند اشخاص کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کئے اونکو البتہ برا کہتے ہیں اور صحبت رسول مقبول کو لازم نہیں ہے کہ فعل بد کسی سے صادر نہو حضرت کی صحبت میں منافق بھی بہت تھے کہ ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے مولوی جامی کہتے ہیں بیت ہر کرا دیدہ بہبود نبود * دیدن روی نبی سود نبود * اور اسی طرح سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں اور وہ ترجمہ غلط مولویصاحب کا کیا ہوا نہیں ہے اور کیونکر عقل میں آوے کہ جسنے تمام قرآن کا ترجمہ کیا ہو وہ ایسا غلط ترجمہ کرے اور اگر ماضی کا ترجمہ امر ہوتا تو اسطرح ہوتا کہ لعنت کرتو خدا بلکہ اوسمیں تو امر کے جمع کا ترجمہ ہے اور اللہ کا لفظ ترجمہ میں مذکور نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعن اللہ کے لفظ کا ترجمہ یہہ نہیں ہے نہ غلط نہ صحیح بلکہ العنوا کی لفظ کا ترجمہ ہے کہ برعایت اور مطابقت اقتلوا کے لکھدیا ہے اور لعن اللہ کے ترجمہ میں غلطی نہیں کی ہے کہ ماضی کے معنے امر لکھدیئے ہوں اور یہہ جو لکھا ہے کہ اور اہل سنت کا اونکا طریقہ ہو بہو سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری کی نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں اہل سنۃ کا طریقہ بالکل خلاف سنۃ رسول اللہ صلعم ہے اور یہہ طریقہ اونکا طریقہ معاویہ کا ہے کہ اوسنے اس طریقہ کا نام اہل سنت رکھا ہے اور اوسی روز سے اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفا میں لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص ہے کہ جسپر لعنت کی ہے رسولخدا صلعم نے چنانچہ بعد اسکے آئیگا اور پہلے اس سے بھی ہم لکھ چکے ہیں اور معاویہ کو اور اوسکے ہمراہیونکو جناب رسالتمآب نے جہنمی فرمایا ہے چنانچہ فرمایا عمار یاسر کو کہ تجھکو گروہ باغی قتل کرینگے کہ تو اونکو طرف بہشت کے بلاتا ہوگا اور وہ تجھکو طرف دوزخ کے بلاتے ہونگے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمار یاسر کو قتل کیا ہے معاویہ کے ہمراہیوں نے جو کہ بقول رسولخدا ناری تھے پس معاویہ کے ہمراہی اور مرید جو کہ اوسکو امام صدق جانتے ہیں اور اپنے تئیں اہل سنت کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں معاویہ کے رکھے ہوئے نام پر وہ بھی ناری ہیں اور مطابق سنت رسولخدا صلعم کے مذہب شیعہ کا ہے

اکہ جنکے حق میں ارشاد ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنے اے علی تو اور شیعہ تیرے بیچ جنت کے ہونگے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو حضرت علی کے شیعوں کی
بشارت سنی تو دعوے کیا کہ ہم ہیں شیعیان علی بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی سیاہی کو سفیدی کہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا
کہ شیعہ وہ ہے کہ جو متابعت علی کی کرے اور بعد رسول خدا کے خلیفہ حق حضرت علی کو جانے پس شیعہ حیدریوں میں محسوب ہیں او اہل سنت بکریوں کی ریوڑ میں داخل ہیں اور
بڑے تعجب کی بات ہے کہ پھر کہتا ہے کہ اہل سنت کے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے
اور ایسے ہی نصرانی کہتے ہیں لیکن یہہ سب جھوٹے اور بے دلیل ہیں لو شیعوں کے مقابلے سے بھاگتے پھرتے ہیں اور شیعہ سنیوں سے الجھتے کیا ہیں بلکہ اونکے مزعومات
فاسدہ کو باطل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور باینہمہ ایسی ایسی کتب کا حوالہ دیتے ہیں کہ بجز ادیب کامل اونکا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکتا ہے اس
اسلئے اونکو دیکھکر تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر بالفرض کچھہ فریب نہیں تو غلطی فہم سے تو مولویصاحب کی باتیں خالی نہونگی **اقول** اگر تیری سمجھہ میں نہیں آتا ہے
مطلب کتابوں کا تو یہہ کیا ضرور ہے کہ اور کسی کی بھی سمجھہ میں نہ آئے سچ کہتے ہیں کہ المرء یقیس علی نفسہ ایسی کیا چیستان ہے وہ کتابیں اور کیا فائدہ ہے اونکے لکھنے
کہ اگر کوئی بڑا ادیب کامل ہو تو اونکو سمجھے اور نہیں تو بیکار ہیں جو شخص عربی پڑہا ہوا ہے اور عربی کا ترجمہ کر سکتا ہے وہ البتہ اون کتابونکو پڑھ لیگا یہہ دلیل عاجزی
کی ہے جو ایسے جب آدمی کو جواب نہیں آتا ہے تو ایسا ہی کہتا ہے خصوصا اہل سنت کہ جسوقت شیعوں کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں تو کبھی تو کہتے ہیں کہ اسکا مطلب اور
کچھہ ہوگا تمہاری سمجھہ میں نہیں آیا اور کبھی کہتے ہیں کہ ایسی روایتیں رافضیوں نے ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اسکا راوی بڑا
شیعہ غالی ہے ایسے ایسے عذر پیش کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر ایک توجیہ ہو سکتی ہے یعنے یوں کہیے کہ مولویصاحب بھی سچ فرماتے ہیں شاید
اہلسنت کی کتابوں میں ان روایات کو لکھا یوں لکھدیا ہے کہ یہہ روایات موضوع و افترا ہے شیعوں کے گھڑے ہوئے ہیں وہان کچھہ اور مطلب تھا مولویصاحب کمال
فطانت سے اپنا مطلب سمجھہ گئے **اقول** ایسا کسی سنی نے نہیں لکھا ہے کہ ان روایات کو لکھکر بعد اوسکے لکھدیا ہو کہ یہہ افترا شیعوں کا ہے بلکہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب
کو جواب اسکا نہ آیا تو لکھدیا کہ یہہ افترا ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کا ہے اور یہہ دونو شیعوں میں سے تھے سو اسکو ہم پہلے اس سے باطل کر چکے ہیں اور اگر یہہ بات ہوتی
کہ وہاں مطلب کچھہ اور تھا اور مولویصاحب کچھہ اور سمجھہ گئے تو یہہ کیوں لکھتے کہ یہہ رافضیوں کی بنائی ہوئی بات ہے یہی لکھتے کہ اسکا مطلب یہہ ہے
اور جو کچھہ تم سمجھے ہو وہ نہیں ہے بھلا ایسی بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ کہ جسکو کوئی عقلمند قبول نکرے **قال الشیخ الاشعری** سو اس قاعدہ پر اگر
مولویصاحب کچھے رہیں تو ہمیں یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے کتاب اللہ سے مال کے ندینے کے مضمون نکالکر مالداروں سے بہت سا کچھہ کما لینگے کیونکہ کلام
اللہ میں لا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ کے بعد خیرا لہم لکھا ہے تو کل کو مولویصاحب فرمانے لگینگے زکوۃ کا نہ دینا بہتر ہے اور فرعون
کے حق میں ربکم الاعلی مذکور ہے تو فرعونکو رب اعلی بتائینگے **اقول** شیعوں کے علما ان امور سے پاک اور صاف ہیں یہہ کام اہل سنت کے علما کا ہے
کہ خوشامد میں سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے صدہا روایتیں بنائیں تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ میرے محل میں ایک عورت ہے
اور میرا دل اوسکی طرف بہت مائل ہے جب میں اوس سے مجامعت کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میں تیرے باپ مہدی کی مدخولہ ہوں اسکی حلت کی
کوئی صورت پیدا کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا کہ تم اوسکو اپنے تصرف میں لاؤ عورت کے کہنے کا کچھہ اعتبار نہیں ہے یہہ فتوی دیکر ابو یوسف نے انعام
حاصل کیا صاحب کتاب بعد بیان کرنے اس روایت کے تعجب کرکے کہتا ہے کہ میں کسکو کہوں اوس بادشاہ کو کہوں یا اوس امام کو کہوں کہ جسنے یہہ فتوی دیا
اور ایسے ہی قریب اس مضمون کے ایک اور روایت اوسی کتاب میں لکھی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عاملونکو لکھا کہ عثمان
کے فضائل تو بہت ہوگئے ہیں اب خلفا اولیں کے فضائل بناؤ اور ابو تراب کے حق میں کوئی روایت نکلنے نپائے یہہ سبب ہے کہ جو فضائل خلفاء کے منتشر
ہوئے اور نفس الامر میں کوئی فضیلت اونکے واسطے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس مولویصاحب کا یوں قسم فرمانا کہ استیعاب میں لکھا ہے
یہانتک بدعتیں کیں کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ ہو کر اونکو قتل کیا سراسر دروغ اور بہتان صاف ہے **اقول** مولویصاحب کا فرمانا
دروغ نہیں ہے بلکہ راست راست ہے چنانچہ جانیگا تو اور بہت سی کتابوں سے حوالہ اوسکا سنیگا تو اور بدعتونکا تو ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں اور کچھہ اور بھی کہ
ہونگے قتل کے ذکر میں دروغ اسمیں کچھہ نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں میں سب مذکور ہے **قال الشیخ الاشعری** اتنی بات تو عوام و نادان بھی جانتے
ہیں کہ اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت عثمان کی نسبت حرف گیر نہیں دل و جان سے ہر کوئی اونکا معتقد خالص ہے اور مبتدعوں اور اہل بدعت کو اہل سنت سے کیا

گمراہ سمجھتے ہیں اور علی مخالفت اونسے رکھتے ہیں اور کیونکر مخالفت نرکھیں بدعت تو خلاف سنت ہی کو کہتے ہیں **اقول** یہہ سب اہل سنت ہی تو ہیں جو کہ عثمان کی بدعتیں کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور جو کچھہ شیعہ کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے کہتے ہیں نہ اپنی کتابوں سے اور اگر ایسے بدعتی آدمی سے اعتقاد خالص رکھیں باوجود علم اوسکی بدعتوں کے تو خوبی اس مذہب کی معلوم ہو گئی اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ایسے آدمیوں سے کہ جسکا یہہ حال ہے اعتقاد رکھکر اپنے دین کو خراب کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عثمان نے اکثر کام خلاف سنۃ رسول مقبول اور مخالف حضرت کی مرضی کے کئے ہیں اور یہی بدعت ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر ایسے معتبر کتابوں میں حضرت عثمان کی نسبت مبتدع ہونا مذکور ہوتا تو اہل سنت میں سے اونکا کوئی نام بھی لیتا چہ جائیکہ یہہ اعتقاد **اقول** اگر عثمان کو مبتدع کسی نے نہیں لکھا ہے تو اوسکے وہ افعال تو لکھے ہیں کہ جو اوسکے مبتدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور آدمی کا حال اوسکے افعال ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کیسا ہے اور افعال حضرت عثمان کے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں اور ان افعال کو دیکھو کہ بظاہرہ افعال مبتدع کے ہیں یا نہیں اور عثمان نے حد شرع سے تجاوز کیا ہے یا نہیں اور مخالفت خدا اور رسول اللہ اور شیخین کی کی ہے یا نہیں **قال الشیخ الاشعری** یہہ سب مولوی عمار علی صاحب کی جالسازی ہے مگر موافق نقل مشہور حق بر زبان جاری شود مولوی صاحب بلکہ پیشوایان مولوی صاحب اس جھوٹ میں بھی بے ساختہ حق کہہ گزرے **اقول** جعلساز تو اہل سنت کے علماء ہیں کہ جسکی پیروی کریں اور اوسکے عیبوں کو اپنے کتابوں میں لکھیں اپنی پیر کریں اور جب کوئی دوسرا اون عیبوں کا تعرض کرے تو اوس سے دست بگریبان ہوتے ہیں اور اون عیبوں میں تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور اگر ایسا ہی تھا تو عیبوں کو کتابوں میں درج کیا ہوتا لیکن حق بر زبان جاری وہ عیب اور ظلم اونکے پوشیدہ کب ہو سکتے ہیں آخر کو علماء اہلسنت ہی کی قلم سے وہ ظاہر ہو گئے اور معلوم نہیں وہ کونسا حق ہے کہ جھوٹ میں مولوی صاحب کہہ گزرے ہیں اوسکو بیان کرنا چاہیے تھا اور کام تو ہمارے علماء کا ہمیشہ حق ہی کہنے کا ہے حق سے کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کے کہ جھوٹی روایتیں بنا کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیسا کہ زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس میں ہوا اہل بیت علیہم السلام کی عداوت میں **قال الشیخ الاشعری** اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعۃ قابل قتل ہیں سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اور جب اہل سنت مقبول ہوئے تو لاجرم شیعی مردود اور داخل زمرۂ اہل بدعۃ اور قابل قتل ہونگے **اقول** ہاں البتہ اہل بدعت قابل قتل ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت عثمان جو قتل ہوئے ہیں اسی واسطے تو قتل ہوئے ہیں کہ اونہوں نے بدعتیں کی تھیں اور صحاب رسول اللہ صلعم نے اونکو قتل کروا دیا اور اونکی کمک نہ کی اور بعضے اونکے قتل میں بھی شریک ہوئے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوگا اور اس زمانہ میں اہلسنت کے دو فرقے ہیں وہابی اور بدعتی سو مولوی اسمعیل صاحب کے گروہ کے آدمی جو کہ وہابی کہلاتے ہیں اس شیخ نجدی کو اور اوسکے گروہ کے آدمیوں کو سبکو بدعتی کہتے ہیں اب ہمکو اونکے بدعتی ثابت کرنیکی کچھہ احتیاج نہیں ہے کہ اونکے مذہب ہی کے آدمی انکو بدعتی کہتے ہیں اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی ہے اہل سنت کے مقبول ہونیکی اولٹی ہی کہتے ہو پیر تو تمہارا بدعتی تھا تم جو مرید اوسکے ہو تم کیونکر مقبول ہو گی اور تم پیروی کرتے ہو معاویہ کی اور اوسکو امام صدق اور خلیفہ حق جانتے ہو جیسا صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جب معاویہ تمہارا امام ملعون ہوا تو تم کیونکر مقبول ہو جاؤ گے اور یہہ معاویہ ہی تو ہے کہ جسنے تمہارے مذہب کا نام اہل سنت رکھا ہے اور شیعہ جو کہ بشارت دیئے گئے ہیں دخول جنت کی اونکو تو مردود کہتا کیا تو نہیں سنا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہو لیا ہے اور قابل قتل تو البتہ شیعہ ہیں اسواسطے کہ اہلبیت رسول مقبول سے دوستی رکھتے ہیں اور اونکے دشمنوں سے بیزار ہیں اور آل رسول کی دوستی میں بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ سے قتل ہوتے چلے آئے ہیں تمہارے مریدوں کے ہاتھہ سے اور جن دیوار میں عباسیوں نے سادات کو زندہ ہی چن دیا ہے بعضے اونکے اب بھی بغداد کہنہ میں موجود ہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر آدمی فہمیدہ ہو اور مولوی صاحب کی ان فریب بازیوں کو دیکھے تو بلا تامل دجال نہیں تو کوچک دجال تو سمجھے **اقول** فریب سے ہمارے مولوی صاحب بالکل پاک اور مبرا ہیں فریب کی کوئی بات اونہوں نے نہیں لکھی ہے اہلسنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اپنی کتابوں کو دیکھو اونمیں لکھا ہے یا نہیں اور صرف دعوے زبانی سے کام نہیں چلتا ہے اور اگر سنیوں کی کتابوں سے اونہوں نے کچھہ لکھا تو اسکو فریب نہیں کہتے ہیں اور دجال اور مرید دجال کے تو اہلسنت خود ہیں اور تماشا یہہ ہے کہ مولوی صاحب کو دجال کہتے ہیں اب سننا چاہیے کہ دجال کون ہے ذہبی نے کتاب مغنی میں ایک روایت لکھی ہے اوسمیں یہہ فقرہ ہے کہ ان خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان یعنے اگر نکلیگا دجال تو پیروی کریگا اوسکی وہ شخص کہ دوست رکھتا ہے عثمان کو دیکھو تو کہ کون ہے دجال کے زمرہ میں سے مریدان عثمان ہیں یا شیعہ ہیں تجھکو منظور تھا اپنی دجالی ظاہر کروانا اسواسطے تونے بلاوجہ مولوی صاحب کو دجال لکھا **قال الشیخ الاشعری** اللہ اللہ ایسے ایسے فریب باز ہیں کہ نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے اپنی کتابونکو ایا

جو حضرت رقیہ و حضرت کلثوم کے بنت رسول اللہ صلعم ہونے پر دلالت کرتی ہیں چھپا کر اگر جھوٹ بولدیا تو بظاہر یہہ احتمال تھا کہ اہلسنت کو شیعوں کی روایت کی کیا خبر ہوگی
پر بیحیائی کو دیکھنا کہ اہلسنت کے سامنے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے جھوٹ بولتے ہیں دروغ گویم بر روے تو **اقول** حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی دختران رسول خدا ہونیکی روایات
کو مولویصاحب نے ہرگز نہیں چھپایا ہے اور مولویصاحب نے یہہ نہیں کہا ہے کہ اونکی دختران رسول خدا ہونیکی کوئی روایت نہیں آئی ہے بلکہ دوسری روایت کے موافق یہہ کہا ہے کہ وہ دونو
صاحبزادیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے نطفہ سے نہیں اور دستور ہے کہ کسی امر میں دو روایات مختلفہ ہوتی ہیں تو ایک روایت کو جسوقت کہ اوسکے مرجحات پائے جائیں تو ترجیح دیتے ہیں اور
وہاں ایسا ہی حال تھا کہ اونکی دختران رسول خدا ہونیکے مرجحات پائے جاتے تھے جیسا کہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے اسیواسطے اوس روایت کے موافق مولویصاحب نے فرمایا کہ جو درج تھے
یہہ کچھہ فریب کی بات نہیں ہے اور تیرے مذہب میں یہہ ہے کہ ظہر اور عصر کی اور مغرب و عشا کی نماز کو ملا کر پڑھنا بیجا ہے اور اسی پر تیرا عمل ہے اور تیری کتابوں میں لکھا ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ نے دونو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے پس تو خلاف عمل رسول خدا صلعم کے عمل کرتا ہے یہہ تیرا عمل باطل ہے اور رسول خدا صلعم کے عمل کی روایتونکو تو چھپاتا ہے
بڑا فریب باز ہے تو اللہ اللہ ایسے فریبی کبھی نہ دیکھے تھے نہ سنے تھے اور کیا فریب باز ہے تو کہ اپنی کتابونکے حوالہ کو سنکر دل میں تو اپنے تو یقین کرتا ہے اور بظاہر میں
کس بیحیائی سے اون حوالونکو جھوٹ کہتا ہے اون لوگونکے سامنے کہ جنہونے اون حوالونکو دیکھکر درست درست لکھا ہے کیسا جھوٹ بولتا ہے تو دروغ گویم بر روے تو اور کیسا
دھوکا دیتا ہے تو لوگونکو کہ کوئی جانے کہ مولویصاحب نے جھوٹ ملکھدیا ہوگا لیکن جو کہ فہمیدہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ لکھنا تیرا اوس سے فریب سے خالی نہیں ہے جو کہ عاقل ہیں
وہ تیرے فریب میں کب آتے ہیں اور تجھکو سر پاؤں تک دروغ کا پتلا جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر مولویصاحب کو تو اس بات کے بیان سے شرم آتی ہے حیا تو حیا والونکو ہی آتی ہے حق یہہ ہے
لازم یوں ہے کہ صحابہ اور اہلبیت کا بدل و جان حضرت عثمان کے بچانیکی تدبیر میں مصروف رہنا اور معنی اجازت حضرت عثمان دربارۂ قتال اہل بلوہ ہونا روایات صحیحہ اور تواریخ
طرفین سے ثابت کیجیے تا کہ مسلمان دہوکہ نکھائیں اور بعض علما صاحب کے ان ابلہ فریبیوں کے فریب میں آجائیں اور شاید مولویصاحب کی بھی خواب غفلت سے آنکھہ کھل جاوے اور نشہ ضلالت سے چونک
اوٹھیں **اقول** بیحیائی کام تم لوگونکا ہے کہ جن لوگوں سے اعتقاد رکھتے ہو اون لوگونکے عیبونکو کتابونکو چُرکرتے ہو اور جب کوئی اون عیبونکا تعرض کرتا ہے تو جھگڑا کرنیکو مستعد ہوتے ہو
اور شرماتے نہیں ہو کہ جن عیبوں پر اعتراض کرتے ہیں ہماری کتابوں ہی میں موجود ہیں سو مولویصاحب کو تو سر پاؤں تک حیا بھری ہوئی ہے اور خواہ مخواہ بیوجہ کسی پر اعتراض نہیں کرتے ہیں کتابیں تمہاری جو ہیں اونکو
دیکھو اور یہہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ اور اہلبیت عثمان کے بچانیمیں مصروف تھے یا اوسکے قتل کروانے میں اور اوسکی اعانت کی ترک کرنے میں موافق روایات صحیحہ و تواریخ اہل سنت تا کہ مسلمان
سادہ لوح اس شیخ نجدی کے ابلہ فریبیوں کے فریب میں نہ آجائیں اور شیخ جی کی بھی اس خواب غفلت سے آنکھہ کھل جاوے اور نشہ ضلالت سے چونک اوٹھیں **قال الشیخ الاشعری** بغور سنیے کہ جو کچھہ
مولویصاحب نے رقم فرمایا ہے محض افترا اور بالکل سر بہتان لڑکے اور دیوانے بھی ہونگے تو سمجھہ جائینگے کہ یہہ مولویصاحب کی شرارت ہے **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے
اور موافق روایات کتب اہلسنت کے ہے چنانچہ بعد اسکے مفصل معلوم ہوگا اور مولویصاحب نے فرمایا ہے کسیطرح کا شائبہ شبہ نہیں ہے اور لڑکے اور دیوانے بھی سمجھہ جائینگے کہ جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے موافق
روایات اہل سنت کے ہے اور اپنی طرف سے وہ کچھہ نہیں لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس نے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ حضرت عمرو عاص جو
حضرت امیر سے لڑتے تھے تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کے لئے لڑتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے اس مقدمہ میں آخر تک مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا ترجمہ کیا ہے
لیکن یہہ دریافت نکیا کہ کسینے اسکا جواب بھی لکھا ہے یا نہیں در حال یہہ ہے کہ جناب مفتی محمد قلی خان صاحب اعلی اللہ مقامہ تشئید المطاعن میں جوابات انکی خرافات کا لکھہ چکے ہیں اور سیر نظر
اور یہہ جو لکھتا ہے کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ وغیرہ حضرت امیر سے عثمان کے قصاص کے واسطے ہی لڑتے تھے اول تو یہہ کہ بموجب ارشاد جناب رسول خدا صلعم کہ حضرت علی کو فرمایا تھا
یا علی حربک حربی یہہ سب جہنمی اور ناری ٹھیرے جو علی سے جنگ کرے اور اگر یہہ سب علی کو قاتل عثمان سمجھ کے قصاص عثمان کے لڑتے تھے تو معلوم ہوا کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے یا قتل کروایا ہے اور علی نے قتل کرایا
کفار کو چنانچہ اونکی شان میں لکھا ہے امام البررة قاتل الکفرة اس سے بھی عثمان کا کفر ثابت ہوا اور اگر اسواسطے لڑتے تھے کہ قاتلان عثمان علی کے ہمراہ تھے اور علی اونکو اپنا حامی اور دوست
بکار جانکر اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اپنے دوست ہونیکی جہت سے اونکو حوالہ اونکے نہیں کرتے تھے تو پھر بھی قاتل عثمان کے علی ہی ٹھیرے کیونکہ قاتلان عثمان کی دلداری اور دلجوئی کرتے
اور اگر علی اونکے حوالہ کرنے میں مجبور و ناچار تھے کہ وہ لوگ بڑے زبردست تھے جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے تو علی کا اسمیں کیا قصور ہے کہ وہ اونکو حوالہ کر نہیں سکتے تھے پھر یہہ علی سے کیوں لڑتے تھے
اس سے معلوم ہوا کہ یہہ سب صاحب عثمان کے قصاص کیواسطے نہیں لڑتے تھے بلکہ علی کی عداوت کی جہت سے لڑتے تھے اور قصاص عثمان کا درمیان میں لاکر جنگ کرنا ایک بہانہ تھا اسی طرح اپنے
عداوت علی کے جو اپنے سینوں میں رکھتے تھے بموجب ارشاد رسول خدا کے اور سوا معاویہ کے یہہ وہی لوگ تو ہیں کہ جو عثمان کے قتل پر لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور عثمان کی اعانت سے اونہوں نے اغماض کیا
تھا اور اوسکو بیکس و بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا کہیں عقل میں بھی آتا ہے کہ زندگی میں تو اوسکے اوسکو قتل کروایا اور اوسکی کمک سے روگردانی کی اور قصاص اوسکا علی سے لینے کو کھڑے ہوئے اور اگر
عثمان حق پر ہوتا تو اوسکی اعانت اوسکی زندگی ہی میں کرتے اور نوبت اوسکی قتل کی کاہیکو پہنچتی صحابہ سوا اسکے بوقت قتل عثمان کے کئی ہزار آدمی تھے قاتلان عثمان

کیا ایسے زبردست تھے کہ دو دن ہزار آدمیوں پر غالب ہوئے یہہ نہیں ہے بلکہ اصحاب رسول خدا نے خود اوسکی اعانت سے اعراض کیا اور اوسکے قتل پر لوگونکو ترغیب کی اور اعراض
اگر یہہ لوگ عثمان کے قصاص کے واسطے لڑتے تھے تو لڑنا انکا عثمان کو بے یار چھوڑ دینے اور اعانت نکرنے اور اوسکے قتل کی ترغیب و تحریص کرنے کے منافی بھی نہیں ہے اور استیعاب
میں لکھا ہے کہ ابو الطفیل کہ صحابی جلیل القدر تھا اوس سے معاویہ نے کہا کہ تو زمرہ میں اون لوگوں کے تھا کہ جنہوں نے عثمان کو محصور کیا تھا کہا کہ نہیں لیکن تھا میں زمرہ میں اون
لوگوں کے کہ جو عثمان کے پاس حاضر تھے جس وقت کہ وہ گھیر لیا گیا تھا معاویہ نے کہا کہ تجھکو کونسا امر مانع ہوا اوسکی نصرت کرنے سے کہا کہ تجھکو کونسی چیز مانع ہوئی اوسکی نصرت سے جس وقت
کہ تو شام میں تھا اور شام کے لوگ سب تیرے تابع تھے معاویہ نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ میں اوسکا خون طلب کرتا ہوں اوسنے کہا کہ ہاں لیکن مثل تیری اس نصرت میں ایسی ہے کہ شاعر نے کہا ہے
اور مضمون اوسکا یہہ ہے کہ پاتا ہوں میں تجھکو کہ بعد میرے مرنے کے مجھپر گریہ کرتا ہے اور حال یہہ ہے کہ میری زندگانی میں مجھے تو نے میرا زاد کو اور شیخ عبد الحق دہلوی نے بھی رجال مشکوٰۃ میں ابو الطفیل کے
ترجمہ میں یہی لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ہے کہ عثمان دو مہینے اور بیس روز محصور رہے ہے کہتا ہوں میں کہ اگر معاویہ کو نصرت عثمان کی منظور ہوتی تو کیا اس عرصہ میں شام سے مدینہ کو نہیں پہونچ
سکتا تھا لیکن اوسکو تو یہہ امر پسند ہی نتھا واسطے طلب دنیا اور علی کی عداوت سے عثمان کا قصاص لینے کو کھڑا ہو گیا اور استیعاب میں مجمع بن جاریہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اوسی نے ہی تھا
عمرو بن العاص جس وقت کہ معزول کیا تھا اوسکو عثمان نے مصر سے کہ لوگوں کو عثمان کے قتل پر رغبت دلاتا تھا اور طعن کرتا تھا عثمان پر اور حضرت عائشہ کا حال تو ہم لکھ چکے ہیں
تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے کہ فرماتی تھیں قتل کرو اس نعثل کو کہ تحقیق اوسنے کفر کیا ہے اور طلحہ تو شریک ہی تھے عثمان کے قتل کرنے میں چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عسقلانی
لکھا ہے اور قیس ابن ابی حازم نے روایت کی ہے کہ مروان بن الحکم نے جنگ جمل میں طلحہ کو دیکھکر کہا کہ اسنے اعانت کی تھی عثمان کی قتل میں یہہ کہکر طلحہ کے زانو پر ایک تیر
مارا اور خون اوس سے جاری ہوا یہانتک کہ وہ مر گیا اور مثل اسکی استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے کہ مروان نے تیر طلحہ کے مارا وہ مر گیا اور کہا کہ طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ
جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا سنا حال عثمان کے قصاص کا کہ یہی تو تھے وہ لوگ جو عثمان کے قتل کرنے میں شریک تھے اور قصاص لینے کو جو ظاہر کرتے تھے یہہ ایک بہانہ تھا واسطے
لڑنے اور ظاہر کرنے عداوت جناب امیر کی کس حیلہ سے کہ اونسے جنگ کرکے خلافت لیجیے اور انکو معزول کرنا چاہیے اور عداوت ان لوگوں کی حضرت علی سے ظاہر ہے طلحہ اور زبیر کا تو یہہ حال تھا
کہ پہلے تو حضرت علی کے ہاتھہ پر بیعت کی اور بعد اوسکے بیعت کو توڑکر عائشہ کے لشکر میں جا ملے اور علی سے جنگ کرنے نکلے اور حضرت علی نے اونکے حق میں بد دعا کی چنانچہ استیعاب میں ترجمہ
رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ جس وقت طلحہ اور زبیر نے خروج کیا علی پر تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علی کو اونکا خروج لکھا علی نے فرمایا کہ تعجب ہے طلحہ اور زبیر سے جس وقت رسول خدا صلعم
نے وفات پائی تو ہم نے کہا کہ ہم اہل اور اقارب رسول خدا صلعم کے ہیں ہم سے کوئی نزاع نکریگا حضرت کی سلطنت میں ہماری قوم نے ہم سے انکار کرکے غیر کو ہمارا حاکم کر دیا اور قسم ہے
خدا کی اگر خوف نہوتا اسکا کہ مفارقت پیدا ہوگی اور پھر کفر اعادہ کریگا اور دین الٹا ہو جائیگا تو البتہ متغیر کر دیتے ہم پس صبر کیا ہم نے بعض الم پر پس شکر ہے خدا کا کہ نکمی ہم نے لیا لیکے مگر سنا بعد
اسکے کو وے لوگ عثمان پر پس قتل کیا اوسکو اور بعد اوسکے بیعت کی میرے ہاتھہ پر اور بیٹھے کچھہ جبر نکیا تھا کسی پر اور بیعت کی مجھ سے طلحہ اور زبیر نے اور ایک مہینے بھی صبر نکیا یہانتک کہ نکلے
طرف عراق کے کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میرے کو پس اے خدا پکڑ تو انکو بسبب قتل کرنے انکے مسلمانوں کو پس روایت سے کئی امور ظاہر ہوے اول تو یہہ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت حق
میرا تھا اور لوگوں نے ہمارے غیر کو خلیفہ کر دیا اور دوسرے یہہ کہ علی جو خاموش ہو کر بیٹھہ رہے تو کیسے خوف سے نہ بیٹھے تھے بلکہ اسواسطے بیٹھہ رہے کہ اگر میں تلوار کھینچونگا تو لوگ مرتد
ہو جائینگے اور تیسرے یہہ کہ جن لوگوں نے عثمان کو خلیفہ کیا تھا اون لوگوں ہی نے اوسکو قتل کیا اور چوتھے یہہ کہ علی نے جو طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی تو معلوم ہوا کہ یہہ دونو حضرت علی
کے دشمن تھے اسواسطے کہ اپنے دوست کے حق میں بد دعا کوئی نہیں کرتا ہے اور کتاب عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اور اپنے دوست پر
لعنت کوئی نہیں کرتا ہے اس سے بھی دشمنی طلحہ اور زبیر کی ثابت ہوئی اور عائشہ تو ظاہر ہے کہ دشمن تھی علی کی اور اسقدر عداوت تھی اوسکو علی سے کہ بسبب عداوت کے نام علی کا
اپنی زبان سے نہیں لیتی تھی چنانچہ بخاری کی احادیث کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلعم مرض الموت میں حجرہ مبارک سے طرف مسجد کے روانہ ہوے تو عائشہ کہتی ہیں کہ
ہاتھہ حضرت پیغمبر کا ایک مرد کے شانہ پر تھا اور نام علی کا نلیا بلکہ ایک مرد کہا ابن عباس سے کسی نے کہا تو پوچھا ابن عباس نے کہ نام اوس مرد کا عائشہ نے لیا یا نہیں کہا کہ نہیں ابن
عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ زاد الاسمعیلی من روایۃ عبد الرزاق ولکن عائشۃ لاتطیب نفسا لہ بخیر
یعنے اسمعیلی نے روایت عبد الرزاق سے جو کہ معمر سے ہے نقل کی ہے کہ ابن عباس نے بعد قول مذکور کے کہا کہ لیکن نہیں خوش ہوتا ہے نفس عائشہ کا کہ واسطے اون علی کے
ذکر خیر کرے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد قتل ہونے عثمان کے اور خلیفہ ہونے حضرت امیر کے عائشہ مکہ سے مدینہ کو جاتی تھی رستہ میں ایک شخص سے کہ وہ مدینہ سے
آتا تھا مدینہ کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ عثمان قتل ہو گیا پھر پوچھا کہ بعد اوسکے کیا ہوا اوسنے کہا کہ لوگوں نے علی کے ہاتھہ پر بیعت کی ہے وہ خلیفہ ہو گئے یہہ سنتے ہی کہا
کہ کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور میں اس خبر کو نہ سنتی اور عثمان تو مظلوم مارا گیا ہے اور وہیں سے بصرہ کو پھر گئی علی سے سامان لڑائی کا کرنیکو اور حیوٰۃ الحیوان میں

لکھا ہے کہ عائشہ نے قتل علی کی خبر سُنی تو خوش اور مطمئن خاطر ہوئی اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی اور صاحب منہاج السنۃ کہ بڑا ناصبی ہے منہج الکرامۃ کے جواب میں لکھتا
اقتلوا نعثلا کے جواب میں کہ ملامت کرنا عائشہ کا اور جمہور صحابہ کا علی کو زیادہ تھا عثمان کو ملامت کرنے لیکن میں کہتا ہوں کہ عثمان کا ملامت کرنا بعد قتل کے عائشہ کے دل سے
جاتا رہا لیکن علی کو ملامت کرنا بعد قتل کے بھی باقی رہا اور اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ علی کو علانیہ ملامت کیا کرتے تھے پس دعویٰ کرنا اہل سنت کا کہ صحابہ علی کے دوست اور مددگار تھے
باطل ہوا اور حال عداوت معاویہ کا سننا چاہیے کہ اوسکو اسقدر عداوت تھی علی سے کہ ہمیشہ وہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بنی امیہ
معاویہ کی پیروی سے گالیاں دیا کئے چنانچہ پہلے اس سے میں ذکر کر چکا ہوں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کے واسطے
آیا اور سعد اوسکے پاس گیا اور ذکر حضرت علی کا ہوا معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اوسوقت غضبناک ہوا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عامر بن سعد سے روایت ہے
کہا کہ حکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ کونسی چیز تجھکو مانع ہے ابوتراب کے گالیاں دینے سے اور کتاب ابن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن مر گئے تو معاویہ حج
کے واسطے آیا اور مدینہ میں داخل ہوا تو ارادہ کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کے منبر پر جاکر حضرت علی پر لعنت کرے کسی نے کہا کہ یہاں سعد بن وقاص ہے وہ راضی نہ ہوگا
اس امر سے اوسکو بلا لے اوسکے پاس کوئی آدمی بھیجا اوس نے اس امر کا ذکر کیا سعد نے کہا کہ اگر ایسا تو کریگا تو تجھکو مسجد سے نکال دینگے جب سعد مر گیا تو معاویہ نے منبر پر جاکر لعنت
کی اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ تم بھی منبروں پر لعنت کرو عاملوں نے ایسا ہی کیا حضرت ام سلمہ زوجہ رسول خدا صلعم نے معاویہ کو لکھا کہ تم خدا کو اور رسول کو لعنت کرتے ہو اپنے
منبروں پر اور یہ اسواسطے ہے کہ تم علی بن ابیطالب کو لعنت کرتے ہو اوس نے کچھ نہ سنا اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں اور محب طبری نے ریاض النضرۃ میں معاویہ کا
علی کو گالیاں دینا لکھا ہے اور سوا اسکے اکثر علماء نے لکھا ہے اور سنن بیہقی میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہتے
ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور تلبیہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ خداوندا لعنت کر تو اونپر کہ ترک کیا اونہوں نے سنت کو علی کی بغض کی جہت سے
اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ لعنت کرے خدا اوسکو کہ منع کرتا ہے تلبیہ کو یوم عرفہ میں اسواسطے کہ علی تلبیہ کہتا تھا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا
معاویہ نے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابوبکر سے روایت کی ہے کہ حسن بن علی کو زہر دیا اوسکی زوجہ جعدہ نے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ زہر معاویہ نے دلوایا اور کتب
دیگر اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی میں جسکی سند صاحب صواعق محرقہ اپنی کتاب میں لاتا ہے لکھا ہے اور شعبی سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ زوجہ حسن سے کہا
تو امام حسن کو زہر دے تجھکو یزید کے نکاح میں لاؤنگا اور ایک لاکھ درہم تجھکو دونگا جسوقت امام حسن اوسکے زہر دینے سے مر گئے تو اوس عورت نے معاویہ سے کہا کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اور
درہم تو اوسکو دیئے اور یزید کے نکاح سے عذر کیا اور تہذیب الکمال اور مرآۃ العجائب وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا اور تاریخ خمیس میں
لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنے کی خبر سُنی تو تکبیر کہی خوش ہوکر اور سب اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیریں کہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسے
ہی نزل الابرار میں مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے لکھا ہے اور ایسے ہی ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے اور عمرو بن العاص کی تو عداوت۔ ظاہر ہے قصہ تحکیم میں جو
کچھ کہ اوسنے علی کی عداوت میں ابوموسی اشعری کو فریب دیکر اوس سے کہلایا ہے یہ باعث تھا حضرت علی سے جنگ کرنیکا طلحہ اور زبیر اور عائشہ اور معاویہ کو اور عمرو عاص
کہ علی سے دشمنی رکھتے تھے اس لئے جنگ کیا اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا واسطے جنگ کرنیکے اور بعضے آدمی جو کہتے ہیں کہ معاویہ جو علی سے جنگ کرتا تھا
اجتہاد اوسکا تھا اور عداوت سے جنگ نہیں کرتا تھا یہ بھی غلط ہے چنانچہ استیعاب میں ترجمہ عبداللہ بن بدیل میں مذکور ہے کہ اوسنے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہ نے دعویٰ اوس کا
کیا کہ واسطے اوسکے وہ نہ تھا اور جدال کیا باطل کے ساتھ تاکہ حق کو ڈھادے اور بعد واسطے کہتا ہے کہ قتل کرو ان جنگ کرنیوالے ظالموں کو عذاب کرے خدا اونکو تمہارے
ہاتھوں سے اور رسوا کرے اونکو اور نصرت کرے تمہاری کھڑے ہو تم طرف خدا کی دشمن کی اور دشمن اپنے کی پس معلوم ہوا اس سے کہ حضرت علی سے محاربہ اوسکا کسی طرح جائز نہ تھا
اور ہرگز مبنی بر اجتہاد نہ تھا کہ وہ دشمن خدا تھا اسواسطے کہ جسوقت کہ وہ دشمن خدا ہوا اور اوسکا مجادلہ باطل اور حق کے ڈھانیکے واسطے ہوا تو اجتہاد کہاں باقی رہا
اجتہاد میں تو اگر خطا ہو تو بھی ایک اجر ہوتا ہے اور صواعق محرقہ میں عمر بن عبدالعزیز کے حال میں مذکور ہے کہ جسوقت وہ حاکم ہوا تو کہا کہ یہ خلافت حق تھی خدا کی ہے اور میرے
جد معاویہ نے نزاع کیا اوس امر میں علی بن ابیطالب سے کہ وہ حقدار اوسکا زیادہ تھا یہانتک کہ مر گیا وہ معاویہ اور اپنی قبر میں جا کر گناہوں میں گروی ہو گیا جب گناہ ہوں میں
گرفتار ہوا تو اجتہاد کہاں رہا اوسمیں تو اجر ہوتا ہے اور کوئی اپنے بزرگ کو بنیکی یاد کرتا ہے یا بدی اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسنے اہل مدینہ کے قتل کی وصیت کی اور یزید نے
مسلم بن عقبہ کو بھیجکر قتل کروایا اور مدینہ کو تاراج کیا اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو بدی پہونچائے اوسکو خدا دوزخ میں ڈالیگا اور وہ آگ میں ایسا
گلیگا جیسا کہ نمک پانی میں گلتا ہے چنانچہ جذب القلوب میں عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ معاویہ نے حضرت عائشہ کو قتل کیا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے

کتاب اول میں صحاح کے اوائل میں لکھا ہے کہ اوسنے فلانا امر کیا اور فلانا امر کیا اور رسول خدا صلعم کے منبر پر بیٹھے فرزند یزید کیواسطے بیعت لیتا تھا عائشہ نے اپنا حجرہ سے نکالکر کہا کہ تو بزرگوں سے اپنی اولاد کیواسطے بیعت لیتا ہے اوسی منبر سے اوترکر ایک گڑھا کھدوایا اوسمیں عائشہ گری اور مرگئی اور حبیب السیر میں تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السقیفہ سے منقول ہے کہ در شہور سنہ ثمان و خمسین من الہجرۃ کہ معاویہ بن سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمان بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر را برنجانید عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے بکشاد و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشید و کرسی آبنوس بر آن نہاد و آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشت و بران کرسی نشاند تا دران چاہ افتاد و معاویہ سر چاہ را بآہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت اس ظلم کو دیکھنا چاہیئے اور جو صحابی کو اور عبد الرحمان کو قتل کیا سوائے اون اصحاب کے جو جنگ صفین میں اوسکے یاروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے او شیعہ کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں صرف بد دعا کرنے سے حق میں ثلثہ کے بددین اور بدعتی بلکہ کافر ہو گئے نزدیک اہلسنت کے اور معاویہ باوجود ان ظلموں کے خلیفہ حق اور امام صدق ہو گیا کیا منصف ہیں اہلسنت اور باوجودیکہ رسول خدا نے معاویہ کو فرمایا ہے کہ معاویہ آگ کے تابوت میں ہوگا دوزخ میں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ تاریخ طبری میں بھی یہہ مرقوم ہے اور اہلسنت کہتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نکہو وہ حضرت کے اصحاب میں سے ہے اور عمرو عاص جو کہ بڑا فتنہ انگیز اور شورپشت تھا اوسکو یہہ شیخ لکھتا کہ حضرت عمرو بن العاص اور یہہ وہ شخص تھا کہ جسکے واسطے دعا بد کی ہے رسول خدا صلعم نے چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے اور احمد حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے آواز گانیکی سنی فرمایا کہ دیکھو یہہ آواز کہاں سے آتی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ معاویہ اور عمرو عاص کی آواز ہے یہہ سنکر فرمایا کہ خداوندا ان دونوں کو فتنہ میں ڈال اور آتش جہنم میں انکو داخل کر اور معاویہ پر رسول خدا نے لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں اور بیہقی نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابو سفیان کو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہوا آتا ہے اور معاویہ اوسکے ہمراہ ہے کہ وہ گدھے کی باگ پکڑکر کھینچتا ہے اور یزید پیچھے سے اوسکو ہانکتا ہے جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے باگ کو اور گدھے ہانکنے والے کو تینوں کو **قال الشیخ الاشعری** چونکہ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر کے ساتھ ہو لئے تھے اور حضرت امیر ناچاری سے اونہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھی کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شورپشتی کے بے اوبستہ تھے اور آپ خود یوں سمجھتے تھے کہ جب انہی بنی بنائی خلافت کو درہم برہم کر دیا اوروں کی تو کیا ہستی ہے تو طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس قسم کی توہمات تھے کہ حضرت علی دربارہ قصاص مداہنت کرتے ہیں اور امیر معاویہ اور اونکے ذیل کے لوگ یوں سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی ہی کے اشارہ سے قتل ہوئے ہیں **اقول** قاتلان عثمان میں تو جناب رسول خدا صلعم کے اصحاب بھی داخل تھے چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور اکثر اصحاب جو حضرت کے باعث تھے قتل عثمان کے اونہوں نے عثمان کی اعانت نکی اور اوسکو بے مدد چھوڑ دیا اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ لوگونکو رغبت دلاتی تھی عثمان کے قتل پر چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے نعثل کے ذکر میں دیکھو یہ اہل انصاف کہ یہ جو اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت امیر ناچاری سے اونہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے باوجودیکہ اوسوقت حضرت علی کے ہمراہ ہزاروں آدمی صحابہ وغیرہ تھے اور وقت خلافت ابوبکر کے کہ ہمراہ علی کے بجز چند آدمیوں کے کوئی نہتھا اوسوقت کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر خلافت حق علی کا تھا تو علی تو بڑے شجاع تھے اپنا حق ابوبکر سے کیوں نہ لیا وہاں ناچاری کا کچھہ ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں شجاعت کو اونکی موہنہ پر لاتے ہیں کیسے بے انصاف ہیں اور اوسوقت تو ایسی ناچاری ہوئی علی کو کہ عثمان کے جنازہ پر نماز بھی نہ پڑھ سکے اور انکے قاتلوں کے خوف سے اونکو دفن کیا یہانتک کہ لاش اونکی تین روز مزبلہ پر پڑی رہی اور خلافت کے نہ لینے میں اونکی شجاعت پر طعن ہوا کیا انصاف ہے اہلسنت کا اور اگر حضرت امیر ناچاری سے انکو کچھ نہیں کہہ سکتے تو حضرت امیر کا قصور کیا ہے پھر اونسے عائشہ اور معاویہ نے جنگ کیوں کی کوئی ناچار اور مجبور سے بھی جنگ کرتا ہے جو بات کہ حق ہے وہ نہیں کہتے کہ علی سے اونکو عداوت تھی اسواسطے لڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ خلافت کو علی سے چھین لیں اور قاتلان عثمان ایسے کیا زبردست تھے اصحاب حضرت تو کئی ہزار آدمی تھے اور وہ لوگ تھوڑے تھے اور اگر حضرت امیر کے نزدیک عثمان کا قتل ہونا حق ہوتا تو معاویہ کے ہمراہ والے جو کہ صفین میں حضرت علی سے لڑتے تھے اور عائشہ کے ہمراہ والے جو کہ جنگ جمل میں حضرت علی سے لڑتے تھے یہہ سب حضرت علی کے ہمراہ ہو کر اون شورپشتوں کو کیا نہیں مار سکتے تھے اور جسوقت علی سے یہہ لوگ عثمان کے قصاص کیواسطے لڑنیکو آمادہ ہوئے تو چاہیئے تھا علی نے جمل اور صفین والوں سے کیوں نہ کہا کہ اونسے بہائیو تم مجھسے کیوں لڑتے ہو ہم اور تم سب ملکر ان مفسدوں کو سزا دیویں اور آپسمیں خونریزی کیوں کرتے ہو تعجب کی بات ہے کہ علی کو جنگ جمل اور صفین میں ہزاروں مومنین کا قتل کروانا تو گوارا ہوا اور ان ملعونوں کو سزا نہ دی اگر تنہا سزا نہیں دے سکتے تھے تو جمل اور صفین والوں کو ہمراہ لیکر تو سزا دے سکتے تھے اور ناچاری حضرت علی کو کسی طرح اونکی گرفتاری میں نہ تھی کیا اون سب فرقوں سے بھی وہ زیادہ اور زبردست تھے جو امر کہ واقعی اور درست ہے اور اوسکو تو یہہ شیخ لکھتا نہیں کہ وہ لوگ علی کے مددگار تھے اور علی کے شیعوں میں داخل ہو گئے تھے اور علی اونکے سر پر ہاتھ شفقت کا پھیرتے تھے اور جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بنا کر اور واہی تباہی

کرکے لکھتا ہے اور بہت بہت بیان نہیں کرتا ہے کہ عثمان حضرت علی کے اور سب اصحاب رسول مقبول کے اشارے سے مارا گیا ہے اور عائشہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ اور معاویہ
اور عمرو عاص جو علی سے لڑے تو عداوت کے سبب سے لڑتے تھے کہ علی سے اونکو دشمنی تھی اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا اور اصحاب رسول خدا صلعم جسقدر کہ تھے اگر عثمان
کی طرف ہوتے تو کسی کا مقدور نہ تھا کہ عثمان کو کوئی کچھ کہہ سکتا چہ جائیکہ قتل کرنا اور تماشا کرنیکی بات ہے کہ طلحہ اور زبیر نے تو عثمان کو قتل کروایا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ طلحہ و
زبیر وغیرہم کو اس قتل کی خبر ہی نہ تھی تو بہتان ہے تھے کہ حضرت علی دربارۂ قصاص مداہنہ کرتے ہیں جب اونہوں نے ہی قتل کروایا ہے تو پھر اونکو اس بارہ میں کیونکر تہمت ہے ہو اور اگر معاویہ جانتا
تھا کہ عثمان علی کے اشارے سے قتل ہوا ہے تو واے بر عثمان کہ جسکا قاتل علی ہو اور سبب سے کہ علی قتل نہیں کرتا ہے مگر کافر کو علی کی شان میں ہے کہ قاتل الفجرة قاتل الکفرة اور حدیث
میں آیا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی پس معلوم ہوا کہ قتل ہونا عثمان کا حق تھا اور عثمان قتل تو ہوا ہے سب اصحاب رسول کے اشارہ سے لیکن معاویہ نام علی کا جھوٹ
لیکر عداوت کی جہت سے لیتا تھا **قال الشیخ الاشعری** تواریخ طرفین شیعہ و سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا و قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دبانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور
نہیں کیا پر مقدر یوں ہی تھا تا مقدور کلمہ کلام سے بلوائیونکو سمجھایا جب کچھ اونکے سمجھ میں نہ آئی تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازت چاہی پر حضرت عثمان نے ہی
قتل قتال اور جنگ جدال کو روادار نہو بلکہ بمبالغہ تاکید مانع آئے لاچار ہوکے صحابہ خاموش ہوکر بیٹھ رہے بااینہمہ اونکے بچانے اور بلوائیونکے ہٹانیمیں آخر تک دل سے
میں مشغول رہے حضرت زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ انصار خدا بنیں عبداللہ بن عمر تمام مہاجرین کے
ساتھ آئے اور یہہ کہا جنہوں نے تمہیں بلوا کر رکھا ہے وہی لوگ ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور اب تک اون صدموں کے ڈر سے پاجامہ میں ہگ دیتے ہیں سنا ہے
بڑھ بڑھ کی باتیں کرنی اونکی اس سبب سے ہیں کہ کلمہ گو ہیں اور تم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہو اگر فرماؤ تو اونہیں اونکی حقیقت دکھلا دیں اور وہ بھولے ہوئے دن پھر اونہیں یاد دلادیں
حضرت عثمان نے فرمایا یہی بات مت کہو ایک میری جان کے لئے اتنا ہنگامہ اسلام میں برپا مت کرو مگر بااینہمہ حضرت حسنین عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر ابو ہریرہ عبداللہ
بن عامر بن ربیعہ اور سوا اونکے اور صحابہ حضرت عثمان کے ساتھ اونکے گھر میں تھے اور جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہہ سب صاحب بچ لاٹھی مار مار ہٹاتے تھے اور دروازہ
بند کر دیتے تھے اور حضرت عثمان کے غلام جو ایک فوج کی فوج تھی یہانتک کہ اگر آپ اونکو حکم دیتے تو اہل بلوا کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہتھیار اور لڑائی کا سامان لیکر
حاضر ہوئے اور کمال دلیری اور بہادری سے کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی ہماری تلوار کے سامنے نہیں ٹھیرا اگر حکم ہو تو اون لوگونکا کچھ بد عملی کا
اور تماشا دکھلادیں کیونکہ سمجھانے سے تو انکی اصلاح نہیں ہوتی انہوں نے دیکھا کہ کلمہ گوئی کے باعث ہمیں کوئی چھیڑ نہیں سکتا اسلئے رو براہ نہیں ہوتے اور ہمارے
اور سوا ہمارے اور بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں سنتے حضرت عثمان یہی فرماتے تھے کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار
الگ کر کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو اور جو ہتھیار الگ کر دیگا اوسے میں نے آزاد کیا واللہ خونریزی خلائق سے پہلے اگر میں مقتول ہو جاؤں تو یہہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے
بانسبت کہ خونریزی کے بعد مارا جاؤں یعنے میری شہادت تو لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا تم لڑو یا نہ لڑو میں مقتول ہونگا سو کیا
فائدہ کہ لوگ بھی مارے جائیں اور مطلب بھی حاصل نہو اور تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور
اپنے قبیلہ کو حضرت عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی اپنے بیٹونکو دروازہ پر بٹھلا دیا تھا تاکہ بلوائیونکو ہٹا دیتے رہیں جب
اہل بلوا ہجوم کرتے تھے یہہ سب صاحب لاٹھی لکڑ لیسے جو ہاتھ میں آجاتا تھا لڑتے تھے یہانتک کہ حضرت سبط اکبر امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ خون آلودہ ہوگئے محمد بن طلحہ
اور قنبر کے سر پر زخم لگا جب دروازہ کی راہ سے اہل بلوا کو آنیکی کوئی صورت نظر نہ آئی اور اندر گھسنے کی کوئی تدبیر نہ بنی تو پیچھے سے بعض انصاریوں کے گھر میں نقب دیکر
اندر گھس گئے اور حضرت عثمان کو شہید کر دیا نہج البلاغة جو اصح الکتاب شیعہ ہے اس بات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اوس میں روایت ہے کہ اونہوں نے یہہ فرمایا واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت
یعنی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ واللہ میں نے تو حضرت عثمان سے اس بلا اور اس بلوا کو بہت ہی ہٹایا اسکی شرح میں تمام شارح نہج البلاغہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر دونوں صاحبزادوں سمیت
جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیونکو جابجا مار مار کر دفع کرتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے اور لعنت کرتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے مولوی شاہ عبدالعزیز
کے تحفہ کی باب مطاعن میں سے عثمان کے مطاعن جو تھے کا ترجمہ کر دیا ہے لیکن یہہ تحقیق نکیا کہ اونہوں نے بہت بہت لکھا ہے یا اسمیں کچھ دروغ بھی ہے یا نہیں اور
یہہ جو لکھا ہے کہ تواریخ طرفین شیعہ و سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوائے قتل عثمان کے دبانے میں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا یہہ سب غلط ہے ہو سکتے کہ اگر صحابہ کئی ہزار آدمی
تھے اس بلوے کو دبانا چاہتے تو کیا مقدور تھا بلوائیونکا کہ عثمان کو قتل کرتے اور بلوائیوں میں بعضے صحابہ بھی تو شریک تھے بلکہ بعضے قتل میں شریک تھے اول میں وہ اقوال
لکھتا ہوں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جو دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اوسکے قتل کی ترغیب لوگونکو دلاتے تھے اور بعد اون اقوال کو بیان کرونگا

استیعاب میں بیچ ترجمہ عروہ بن عمر بن ورقہ بیاضی کے لکھا ہے کہ روایت کی ہے مالک نے یحیی بن سعید اور اوسنے محمد بن ابراہیم بن حرث التیمی سے اور اوسنے ابی حاتم تمار سے اور اوسنے بیاضی سے اور نام لیا بیاضی کا موطا میں اور ابن وضاح اور ابن مزین کہتے تھے کہ مالک نے اوسکے نام سے سکوت کیا ہو اسطے کہ اوسنے اعانت کی لوگونکی عثمان پر اور صاحب کتاب استیعاب کہتے ہیں کہ یہہ پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہیں ہے کوئی وجہ جو کچھہ کہا ہے اونہوں نے اس امر میں اور نہ تھا اس قوم کے کہنے والیکو علم اوس امر سے کہ جو کچھہ اتفاق یوم الدار واقع ہوا ہے یعنی انصار نے قتل عثمان پر اعانت کی اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ رفع الاسی فی ضرب المثل میں حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے مدینہ کے لوگونکو اوسنے کہا جسوقت کہ عثمان قتل ہوا اور لوگوں نے اوسکی نصرت سے پشت پھیری اور جو کچھہ کہ جاری ہوا اونپر معرکہ جمل میں اور یہہ آیت پڑھی ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے مدینہ والونکو اس آیت کے ساتھہ مثال دی کیونکہ اکثر اونمیں صحابہ تھے اور یہہ آیت نازل ہے کفار مکہ کے حق میں اس سے ایسے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول خدا صلعم نے عثمان کی اعانت سے پشت پھیری یہانتک کہ حفصہ نے آیت پڑھی جو کہ کفار کے حق میں نازل تھی اور کنز العمال میں لکھا ہے اور اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے قال لما نزل اهل مصر الجحفة یعاتبون عثمان صعد عثمان المنبر فقال جزاکم الله یا اصحاب محمد عنی شرا ازعتم السیئة وکتمتم الحسنة واغریتم بی غوغاء الناس حاصل یہہ کہ اسمعیل بن ابی خالد کہتا ہے کہ جسوقت اوترے مصر کے لوگ جحفہ پر تو عتاب کرتے تھے عثمان پر عثمان منبر پر چڑہا یہہ کہا کہ بدلا دے تمکو خدا اے اصحاب محمد صلعم میری جانب سے بدکہ مشہور کیا تمنے بدی کو اور پوشیدہ کیا نیکی کو اور برانگیختہ کیا مجھپر غوغا آدمیونکا اس روایت سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کی بدیکو مشہور کیا اور نیکیونکو اوسکی پوشیدہ کیا اور لوگونکو اوسکے قتل پر آمادہ کیا یہانتک کہ عثمان نے اونکے حق میں دعائے بد کی اور بعد اسکے لکھا ہے کہ جسوقت عثمان نے محاصرہ کرنیوالونکا ارادہ سے سوال کیا تو کسینے اوسکو جواب دیا مگر جناب امیر علیہ السلام از راہ محاسن اخلاق جواب دیا اور کنز العمال میں لکھا ہے عن مجاهد قال اشرف عثمان علی الذین حصروه فقال یا ایها الناس لا تقتلونی فانی وال واخ مسلم مجاہد سے روایت ہے کہتا ہے کہ مطلع ہوا عثمان اون لوگوں پر کہ محاصرہ کیا تھا جنہوں نے اوسپر کہا اے لوگو نہ قتل کرو تم مجھکو میں والی اور بہائی مسلمان تمہارا ہوں اور اسکے بعد بھی عثمان نے دعائے بد اونکے حق میں کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لوگ کہ اکثر اونمیں اصحاب تھے باقرار سیوطی عثمان کو اونہوں نے بے یار اور بے مددگار چھوڑ دیا اور کسینے اوسکی کمک نکی اور عثمان نے اونکے حق میں دعائے بد کی اور عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین الصحابة ووجوب اعتقاد انهم ماجورون وذلك لانهم كلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن او لم یلابسها کفتنة عثمان وصفین ووقعة الجمل حاصل یہہ کہ یہہ بحث چوالیسویں بیان میں اس امر کے ہے کہ جو کچھہ درمیان صحابہ کے جھگڑے اور مخالفتیں اور لڑائیاں ہوئی ہیں اونکے ذکر سے زبان کو بند کرنا واجب ہے اور واجب ہے اعتقاد کرنا اس امر کا کہ وہ اجر دیے جاوینگے اور یہہ اجر دینا اسواسطے ہے کہ وہ کل عادل ہیں باتفاق اہل سنت برابر ہے کہ شامل فتنہ کوئی اونمیں ہوا ہو یا نہوا ہو مثل فتنہ عثمان کے اور جنگ صفین کے اور جنگ جمل کے اس سے معلوم ہوا کہ بعضے صحابہ بفتنہ عثمان کے ملابس ہوے اور یہہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ عادل ہیں اگرچہ خونریزی اور ستم کیشی اور غصب کرنا حقوق آدمیونکا اختیار کریں مگر اونکی عدالت میں فرق نہیں آتا ہے اور واقعہ کہ جو بڑا معتبر ہے اور خطبہ استیعاب میں اوسکی توثیق بیان ہوئی ہے اور عبدالحق دہلوی نے مثل بخاری اور مسلم کے اوسکو شمار کیا ہے حدیث غدیر کی روایت نکرنے میں وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ عائشہ اپنی طاقت کے موافق لوگونکو عثمان پر برانگیختہ کرتی تھی اور بہکاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایها الناس هذا قمیص رسول الله لم یبل وقد بلیت سنة رسول الله اقتلوا نعثلا قتل الله نعثلا اے لوگو یہہ کرتہ رسول خدا صلعم کا پرانا نہیں ہوا اور سنت رسول خدا صلعم کی پرانی ہوگئی قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے خدا اس ریش دراز کو یعنے عثمان کو کہتی تھی کہ سنت رسول خدا صلعم کی کہنہ کردی ہے اسکو قتل کرو اور تاریخ ابو الفدا کی جلد اول میں لکھا ہے کہ کانت عایشة تنکر علی عثمان مع من ینکر علیه وکانت تخرج قمیص رسول الله صلعم وشعره وتقول هذا قمیصه وشعره لم یبل وقد بلی دینه حاصل یہہ کہ تھی عائشہ کہ انکار کرتی تھی عثمان پر ہمراہ اون لوگونکے کہ انکار کرتے تھے اور سپر نکالتے تھے کرتہ رسول خدا صلعم کا اور بال حضرت کے اور کہتے تھے کہ یہہ کرتہ اور بال ہیں رسول خدا صلعم کے پرانے نہیں ہوے اور دین اونکا پرانا ہو گیا کہ عثمان نے اوسکو پرانا کر دیا دین میں وہ جو حضرت کی بدعتیں کر گئے اور کتاب الاصابہ فی معرفة الصحابہ واستیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے اور عبارت استیعاب کی یہہ ہے کہ یقال ان سهم اصاب طلحة وان الذی رماه مروان بن الحکم لسبهم فصله وقال لا اطلب بثاری بعد الیوم وذلك ان طلحة فیما زعموا کان ممن حاصر عثمان واشتد علیه ولا یختلف العلماء الثقات فی ان مروان قتل طلحة یومئذ خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ طلحہ کی گردن پر تیر پہونچا اور مروان نے وہ تیر اوسکے مارا کہ طلحہ مر گیا اور کہا مروان نے کہ طلب کرونگا اب آجکے دن اپنا خون

اونہوں نے تیر اوسکے مروان نے مارا کہ موافق گمان اہل تواریخ کے طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا اور نہیں اختلاف کیا ہے علماے ثقہ نے طلحہ کے قتل ہونے
میں مروان کے ہاتھ سے یعنے سب کا اتفاق ہے کہ مروان ہی نے طلحہ کو قتل کیا ہے اور ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علی نے زبیر سے فرمایا کہ ماحملک علی ما صنعت یا زبیر قال
حملنی علی ذلک الطلب بدم عثمان فقال علی ان انصفت من نفسک فانت و اصحابک قتلتموہ خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ حضرت علی نے زبیر سے کہا کہ کونسی چیز تجکو باعث ہوئی تھی اس امر پر کہ جو تو نے میرے ساتھ کیا کہ تو نے مجھ سے جنگ کی
لوگونکو جمع کرکے کہا کہ اوٹھایا مجھکو اس امر پر عثمان کے خون کے طلب کرنے نے کہا علی علیہ السلام نے اگر انصاف کرے تو نفس اپنے سے کہ زبیر تو بس تو نے اور تیرے یاروں نے اوسکو قتل کیا ہے اور
کتاب فصول مہمہ وہ کتاب ہے کہ جسکے مصنف کو شاہ عبد العزیز صاحب بسبب لکھنے روایات انصاف کے شیعہ کہتے ہیں حالانکہ وہ مالکی مذہب تھا اور سنی سخت تھا اور ولی اللہ پدر شاہ عبد العزیز صاحب
نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے فصل پنجم میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ میں تم پر سات فتنوں کا خوف کرتا ہوں کہ بعد میرے ہونگے اور سب سے بڑا فتنہ مدینہ اوٹھیگا الی قال
الراوی فکانت فتنۃ المدینۃ من قبل طلحۃ و الزبیر یعنے کہا راوی نے کہ پس تھا فتنہ مدینہ کا طلحہ اور زبیر کی جانب سے اور یہہ وہی فتنہ قتل عثمان کا ہے کہ شیوع اوسکا اون دونوں سے ہوا ہے اور استیعاب میں
محمد بن ابی حذیفہ کے ترجمہ میں بعد ذکر برانگیختہ کرنے اوسکے لوگونکو عثمان پر لکھا ہے کہ و کذلک عمرو بن العاص منذ عزلہ من مصر یعمل حیلۃ بالتالیب و الطعن علی عثمان
یعنے اور ایسے ہی عمرو عاص ہے کہ جبسے کہ معزول کیا ہے اوسکو عثمان نے مصر سے تو حیلہ کرتا ہے رغبت دلانیکا اور طعن کا عثمان پر یعنے لوگونکو اوسکے قتل پر رغبت دلاتا ہے اور اوسپر طعن کرتا تھا
اور تاریخ الخلفا میں ایک طولانی روایت لکھی ہے اور ابتدا میں اوسکے یہہ مضمون ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تجھکو خبر ہے کہ کیونکر ہوا قتل عثمان کا اور کیا تھا لوگونکو اصحاب
محمد صلعم کو کہ اونہوں نے اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اوسنے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوا اور جسنے اوسکو قتل کیا وہ ظالم تھا اور جسنے کہ عثمان کو ترک کر دیا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا
وہ معذور تھا ہمارا مقصود اوسکے بیان کرنے سے یہہ ہے کہ سعید بن مسیب کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول مقبول نے عثمان کو بے یار کرکے چھوڑ دیا اور اوسکی مددگاری اور حمایت نہ کی بلکہ بعد
لکھا ہے کہ ایک جماعت اصحاب کی عثمان کی خلافت کو مکروہ جانتی تھی اب معلوم نہیں کہ وہ اصحاب حق پر ہیں یا عثمان حق پر ہے اور یہہ بھی اوسی روایت میں ہے کہ تمام اہل مدینہ
کہ اکثر اونکے صحابی تھے عثمان پر غضب میں ہوے اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جسپر غضب میں ہوں اصحاب محمد صلعم وہ کافر ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ ما نال
من عثمان و لیس احد من الصحابۃ ینہی عن ذلک و لا یذب الا نفر منہم اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ فاقتحموا علی عثمان الدار و المصحف بین یدیہ فاخذ محمد بن ابی بکر بلحیتہ فقال لہ
عثمان یا ابن اخی فو اللہ لو رآک ابوک لساءہ مقامک ہذا فارسل لحیتہ و ولی و ضربہ بنیار بن عیاض و سودان بن حمران بسیفہما فنضح الدم علی قولہ فسیکفیکہم اللہ و ہو
السمیع العلیم و جلس عمرو بن الحمق علی صدرہ و ضربہ حتی مات و طعنہ عمیر بن صابی برجلہ بطنہ فکسر ضلعین من اضلاعہ حاصل یہہ کہ داخل ہوے وہ لوگ عثمان پر اوسکے گھر میں اور قرآن شریف
اوسکے آگے رکھا ہوا تھا محمد بن ابی بکر نے ڈاڑھی پکڑی عثمان کی عثمان نے کہا کہ اے فرزند برادر قسم ہے خدا کی اگر باپ تیرا دیکھتا اس مقام تیرے کو یعنے حرکت تیری کو تو اوسکو
برا معلوم ہوتا محمد بن ابی بکر نے یہہ سنکر ڈاڑھی اوسکی چھوڑ دی اور پیچھے کو ہٹ گیا اور بنیار بن عیاض اور سودان بن حمران نے تلواریں اوسکے ماریں پس اس آیت پر خون
ٹپکا فسیکفیکہم اللہ و ہو السمیع العلیم اور عمرو بن الحمق عثمان کے سینہ پر بیٹھا اور ایک ایسی ضرب اوسکے لگائی کہ وہ مرگیا اور عمیر بن صابی نے عثمان کے پیٹ پر
ایسی لات ماری کہ دو پسلیاں اوسکی ٹوٹ گئیں اور اس عمرو بن الحمق کے حال میں ترجمہ عمرو بن الحمق میں استیعاب میں ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ ہاجر الی النبی و
اسلم بعد الحدیبیۃ و قیل بل اسلم عام حجۃ الوداع و الاول اصح و صحب النبی و حفظ منہ احادیث و سکن الشام ثم انتقل الی الکوفۃ فسکنہا روی عنہ جبیر بن نفیر و رفاعۃ
بن شداد و غیرہما و کان ممن سار الی عثمان و ہو احد الاربعۃ الذین دخلوا علیہ الدار فیما ذکروا ثم صار من شیعۃ علی و شہد المشاہد کلہا بالجمل و النہروان و الصفین
خلاصہ یہہ کہ ہجرت کی اوسنے طرف رسول خدا صلعم کی اور بعد صلح حدیبیہ کے مسلمان ہوا اور بعضے حجۃ الوداع کے سال کہتے ہیں اور اول ہی قول صحیح ہے اور صحبت میں رسول خدا کے رہا
حدیثیں حفظ کیں اور شام میں سکونت کی اور پھر کوفہ کو نقل کر گیا اور وہاں رہا اور جبیر بن نفیر اور رفاعہ بن شداد نے اور سوا اون دونوں کے اوس سے روایت کرتے ہیں اور تھا عمرو بن
الحمق اون لوگوں میں سے کہ روانہ ہوے تھے واسطے قتل کے طرف عثمان کے اور وہ اون چار آدمیوں میں کا ہے کہ جو عثمان پر اوسکے گھر میں داخل ہوے تھے پھر ہوگیا وہ علی کے شیعوں
میں سے اور سب معرکوں میں علی کے پاس حاضر رہا ہے جمل میں اور نہروان میں اور صفین میں اور کنز العمال میں فضیلت اوسکی لکھی ہے کہ ایکمرتبہ اوسنے رسول خدا صلعم کو دودھ پلایا تھا
نے اوسکے حق میں دعا کی کہ الٰہی اسکو فائدہ بخش اسکی جوانی سے اتنی برس اوسپر گذرے لیکن بال سفید ہونے اوسکے نہ دیکھے اور استیعاب میں عبد الرحمان بن عدیس کے ترجمہ میں لکھا ہے
اور ابو حذیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ عثمان کے قتل پر لوگونکو بہت رغبت دلاتا تھا اور اوسنے زیر درخت بیعت کی ہے اور ابو عمر و کہتا ہے کہ وہ امیر تھا اون لشکر کا
مصر کے جو مدینہ کو آتے تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے محاصرہ کیا عثمان کا اور قتل کیا اوسکو پس معلوم ہوا کہ عمرو بن الحمق بڑا جلیل القدر صحابی تھا جو کہ عثمان کی چھاتی پر چڑھا تھا
اور ایک ضرب اوسکے ایسی لگائی کہ وہ مرگیا چنانچہ اس سے پہلے روایت ہو چکی ہے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار کردیا اور اوسکی اعانت نکی اور

اوسکے قتل کرنیکی لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور بعضے تو ایسے تھے کہ قتل کرنے ہی میں شریک تھے آور ایک وار اوسکے ذلیل کرنیکا سننا چاہیے کہ سینے اوسکے
جنازہ پر نماز نہ پڑھی اور اوسکے لاشہ کو کوڑی پر گھوری پر پھینکدیا سو تین روز تک نعش اوسکی گھوری پر پڑی رہی چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور مالک سے روایت
کی ہے کہ لما قتل عثمان القی علی المزبلۃ ثلثۃ ایام فلما کان من اللیل اتاہ اثنا عشر رجلا فیہم فلان فلان و فلان فاحتملوہ یعنے جسوقت قتل کیا گیا
تو ڈالا گیا گھورے پر تین روز پس جب رات ہوئی تو بارہ مرد اوسکے پاس آئے پس اوٹھا لیگئے اوسکو اور ایسے ہی سیر حلبی میں لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ونقل عن مالک قال لما قتل عثمان
القی علی المزبلۃ فلما دفنوہ غیبوا قبرہ مالک سے منقول ہے کہ جسوقت عثمان قتل کیا گیا تو گھورے پر ڈالدیا گیا اور جسوقت اوسکو دفن کیا تو اوسکی قبر کو چھپا دیا اور صحابہ و اہل بیت میں سے
کوئی اوسکے دفن کا روادار نہ تھا چنانچہ عبدالحق دہلوی نے جذب القلوب میں امام حسن کی وصیت میں لکھا ہے کہ در روایت دیگر آمدہ کہ ہم در وقت رحلت بحسین علیہ السلام فرمود کہ مرا
پہلوی جد من دفن کن اگر این قوم از ان مانع آیند چنانچہ ما صاحب ایشان را کہ عثمان است مانع آمدیم باایشان الحاح مکن و نزاع میار و مرا در بقیع الغرقد دفن کن
اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسن وغیرہ نے عثمان کو دفن نہیں ہونے دیا تھا اور اہل بیت کے نزدیک عثمان کچھ قدر نہیں رکھتا تھا اور دفن کرنا مومن کے لاشہ کا واجب کفائی
ہے پس صحابہ نے جو تین روز اوسکے لاشہ کو ڈال رکھا اور دفن نکیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک عثمان مومن نتھا اور اگر بلوائیوں کے خوف سے دفن نہیں کیا تھا تو اس سے تقیہ کرنا
صحابہ کا لازم آتا ہے اور اہلسنت تقیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ صحابہ اوس زمانہ میں ہزاروں تھے مگر بلوائیوں میں بھی اکثر صحابہ شریک تھے اور عثمان کے لاشہ کو دفن
نہیں کرنے دیتے تھے پھر کسطرح اوسکے دفن کی کیونکر ہوتی جبکہ صحابہ ہی دفن ہونے دیں پس یہہ شیخ جو تواریخ طرفین کا حوالہ دیتا ہے کہ صحابہ نے بلوا و قتل عثمان کے دبانے میں کچھ تقصیر
نہیں کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے دیکھو کسقدر روایتیں ہمنے بیان کی ہیں اہلسنت کی کتابوں سے کہ صحابہ ہی باعث ہوئے قتل عثمان کے اور اوسکے بلوے یار و مددگار کچھ ہوئیا
ہو کسینے اوسکی اعانت نکی اور بعضے اوسکے قتل میں شریک ہوئے خدا تعالے فرماتا ہے کہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ یعنے مومن مرد
اور مومن عورتیں بعضے اونمیں دوست بعضوں کے ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اگر عثمان مومن ہوتا تو عثمان کی دوستی صحابہ کے دلمیں ہوتی اور اوسکی مدد
کرتے اور لوگ اوسکے قتل کی رغبت جو دلاتے تھے تو موجب اس آیت کے یہہ امر نیک ہوا اور یا کہو یہہ صحابہ ہی مومن تھے مثل طلحہ اور زبیر اور عائشہ و عمرو عاص کے جو کہ عثمان کے قتل کی رغبت
دلاتے تھے اور جب کہ اس مضمون کی روایتیں بیان کر چکا ہوں تو اس شیخ کے قول کے رد میں کہتا ہوں کہ تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا و قتل عثمان
بر انگیختہ کرنے میں اور اوسکے قتل کی رغبت دلانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا مقدر یوں ہی تھا کہ عثمان صحابہ کی بے اعتنائی سے مارا جائے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ
صحابہ نے عثمان سے اجازت لڑنیکی بلوائیوں سے چاہی اور عثمان نے اونکو لڑنے سے منع کیا یہہ محض افترا اور دروغ ہے ہرگز ہرگز صحابہ نے عثمان سے اجازت نہیں چاہی اور صحابہ کیوں
اجازت چاہتے کہ وہ خود ہی تو باعث اوسکے قتل کے تھے چنانچہ اس مضمون کی روایتیں پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور یہہ جو لکھتا ہے کہ با اینہمہ پانی کے پہنچانے میں
اور بلوائیوں کے ہٹانیمیں آخر تک تدبیر میں مشغول ہے اگر صحابہ نے پانی عثمان کے گھر پہونچایا تو اسکا کیا مضائقہ ہے کہ گھر میں اوسکے بچے اور عورتیں بھی تھیں لعین بچے اور عورتوں کا
کیا قصور تھا اور اونکو آزار پہونچانے کا کام تو عثمان سے تھا اور بلوائیوں کے ہٹانیکی کوئی تدبیر نہیں بلکہ خود بلوائیوں میں صحابہ شریک تھے اور عثمان کے قتل کی اونکو رغبت دلاتے تھے
چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جا ان انصار کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ ہم انصار خدا بنیں یہہ بھی صحیح
اور جو کہ تواریخ معتبرہ اہلسنت سے ثابت ہے وہ یہہ ہے کہ تنہا زید نے انصار سے کہا تھا کہ اے گروہ انصار کے ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ ابو الحسن مازنی نے کہ وہ بھی انصار میں سے تھا کہا کہ ہم
تیری اطاعت نکرینگے تاکہ ہو جائیں ہم جیسے کہ خدا تعالے مذمت کفار میں فرماتا ہے کہ اطاعت کی ہمنے سرداروں اپنی کی اور بزرگوں اپنے کی پس گمراہ کیا ہمکو راہ حق سے اور بعضے
کہتے ہیں کہ قائل اس قول کا نعمان زرقی تھا کہ زید بن ثابت کے جواب میں کہا تھا چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کتاب الکنی میں ترجمہ ابو الحسن میں لہ صحبۃ یقال انہ ممن
شہد العقبۃ و بدرا و ابو الحسن المازنی ہو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین فقال ابو الحسن لا واللہ لا
نطیعک فنکون کما قال اللہ تعالے اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ابو الحسن کے لیے صحبت تھی رسول خدا صلعم کی کہتے ہیں کہ وہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جو حاضر ہوئے تھے عقبہ و بدر میں اور
ابو الحسن وہی ہے جو کہنے والا تھا زید بن ثابت کو جسوقت کہا تھا زید نے روز دار کے یعنے جس روز کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تھا کہ اے گروہ انصار کے ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ
پس کہا ابو الحسن نے یہہ بات سنکر کہ قسم ہے خدا کی نہ مانینگے ہم کہا تیرا کہ ہو جائینگے ہم لوگ تب جیسے کہ کہا ہے خدا نے کہ وہ کافر کہینگے فرمانبرداری کی اور کہا مانا ہمنے سرداروں
اپنے کا اور بزرگوں اپنے کا پس گمراہ کر دیا ہمکو اونہوں نے راہ راست سے اور واقدی نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کے پاس ایک جماعت انصار کی مجتمع ہوئی اور وہ لوگونکو واسطے
نصرت عثمان کے کہتا تھا جبلہ بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا کہ تجھکو کون چیز مانع ہوئی اوسکے اوپر سے دفع کرنیکو تو اوسکی مدد کیوں نہیں کرتا ہے کہ بخشے تجھکو عثمان نے دس ہزار دینار

اور ویسے تجھکو باغ عطا کئے کہ نہ میراث میں پہنچے تھے تجھکو تیرے باپ سے مثل اُسکے یہ سبب تہا کہ جو زید کہتا تھا انصار سے کہ پہلے ہی انعام پاتے ہوئے تہا عثمان سے مومنین کے حقوق
میں سے لیکن انصار نے اسکا کہنا نہ مانا اور باقی رہا عبداللہ بن عمرو وہ بھی عثمان سے کہنے نگیا تھا اُسکی کمک کے واسطے اسواسطے کہ واقدی لکھتا ہے کہ روی عن ابن عمر انہ قال واللہ ما کان
منا الا خاذل او قاتل یعنی روایت کی ہے ابن عمر سے کہ تحقیق اُس نے کہا کہ قسم ہے خدا کی نہتا ہم میں سے مگر بے یار چھوڑ دینے والا یا قتل کرنیوالا عثمان کا پس معلوم ہوا کہ زید بن ثابت
نے اور عبداللہ بن عمر نے عثمان سے جا کر یہ گفتگو نہ کی تھی جو کہ یہ شیخ لکھتا ہے معلوم نہیں ایسی باتیں کہاں سے لکھتا ہے اگر شیعہ کی کسی کتاب سے لکھی تو البتہ تسلیم کیا جائے اور یہ جو لکھتا ہے کہ مگر البتہ
حضرت حسنین عبداللہ بن عمر وغیرہ عثمان کے گھر میں تھے اور بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ لاٹھی مارتے تھے اور دروازہ بند کر دیتے تھے اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے تو سبب سکا یہ ہے کہ لوگوں کی جانب
سے تعدی حد شرع سے زیادہ عثمان کے اہل و عیال کو نہ پہنچے اور اُسکے زن و فرزند کو آب و طعام پہنچتا رہے کہ اُن بیچاروں کا کیا قصور تھا کہ وہ تو محض بیگناہ تھے اور اس مقام میں اہل سنت
کے علما بہت سی روایتیں پوچ اور واہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر نے امام حسن کے طمانچہ مارا اور حسنین کا کیا قصور تھا خود ہی یہ شیخ لکھتا ہے کہ بلوائی گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر چلے آئے اور
حسنین دروازہ پر تھے اور جناب امیر سے ہو سکتا ہے کہ حسنین کو جو کہ دو سبط رسول خدا ہیں بلا قصور تعزیر دیویں اور روافق لکھنے صاحب تحفہ کے یہ معصوم نہیں تو محفوظ ہیں گناہ سے پہر کسواسطے طمانچہ
مارتے بے قصور کو معاذ اللہ کیسے دروغگو ہیں تین بدویوں کی جانبداری کر کے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں اور عثمان کے غلاموں کا جو حال لکھتا ہے کہ فوج کثیر تہی اگر حکم دیتا انکو تو حقیقت
معلوم ہو جاتی یہ بھی سب غلط ہے جس صورت میں کہ اصحاب رسول مقبول ہزاروں تھے اور بلوائیوں کا کچھ نہ کر سکے اور اُن کے خوف سے عثمان کے لاشہ کو دفن نکرنے پائے یہانتک کہ تین روز تک
گھوڑے پر پڑا ہوا سڑ گیا تو غلاموں کی کیا حقیقت تھی اُنکے مقابلہ میں اول تو یہ امر وقوع ہی میں نہیں آیا اور اگر بالفرض منع بھی کیا تو اسواسطے کہ یہ غلام مفت مارے جاینگے کیا باتعجب
بناتے ہیں کہ جو کوئی کمک کرنیکو کہتا ہے تو عثمان اُسکو منع کرتے ہیں ہاں سچ ہے جو وقت کہ اصحاب رسول نے اُسکو بے یار و بے مددگار کر کے چھوڑ دیا ہو تو اور کیا کہیں کوئی بات بھی تو بنانی
عثمان کے واسطے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ عثمان کو ناحق قتل کیا ہے اور حالانکہ کتابیں اُسکے قصوروں سے پُر ہو رہی ہیں اُسکو کہاں چھپائینگے اور یہ جو لکھتا ہے کہ تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت
امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادونکو اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے چیلہ قنبر کو عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور طلحہ اور زبیر نے اپنے بیٹوں کو اور جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ لاٹھی
لکڑی سے جو ہاتھ آ جاتا تھا لڑتے تھے اور یہانتک کہ سبط اکبر امام حسنؑ خون آلودہ ہو گئے محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا یہ بھی سب دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں لکھا اگر تو راست گو
تو شیعوں کی کسی کتاب کا نام لکھا ہوتا اور تو لکھتا ہے کہ تواریخ طرفین میں موجود ہے حاشا کہ شیعہ کی کسی تواریخ میں یہہ مضمون لکھا ہو اور کیونکر یہ قول غلط نہو کہ میاں طلحہ اور زبیر تو
خود باعث قتل عثمان تھے وہ اپنے بیٹوں کو عثمان کی حفاظت کے واسطے اُسکے دروازہ پر کیوں بٹھلاتے اور عجیب و غریب بات ہے کہ علی اور طلحہ اور زبیر خود تو بلوائیوں کے منع کرنے کو عثمان کے دروازہ پر
نہ آئے جو کہ فہمیدہ تھے اور جنکے کہنے کو اثر تہا لڑکوں کو اپنے بھیجدیا بھلا یہ بات خیال میں بھی آتی ہے اور بڑا تعجب ہے کہ عثمان کے غلام جو کہ فوج کی فوج تھے اور ہتہیار باندھکر لڑنے کا ارادہ رکھتے تھے
اُنکو تو عثمان نے منع کر دیا کہ تم مت لڑو اور ایسے ہی ابن عمر کو منع کر دیا اور چار پانچ لڑکوں کو علی اور طلحہ کے اور قنبر کو زخمی کروا دیا انکو منع نہ کیا کہ تم لاٹھیوں اور لکڑیوں سے کیوں لڑتے ہو تم یہاں سے
چلے جاؤ میری شہادت لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تہا تم کیوں زخم کھاتے ہو میں تو مقتول ہونگا سو کیا فائدہ لوگ بھی زخمی ہوں اور مطلب حاصل نہو مگر
یہ کہا جاوے کہ عثمان کو عبداللہ بن عمر اور غلام اُسکے بہت عزیز اور پیارے تھے اُنکے مقتول ہونیکو گوارا نکیا اسواسطے اُنکو لڑنے سے منع کیا اور حسنین اور قنبر اور اولاد طلحہ اور زبیر کے ساتھ جو عداوت
رکھتا تھا اُنکو منع نکیا اور چاہا کہ یہ مقتول ہو جاویں اور یہ جو لکھا ہے کہ نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ ہے اسبات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اسمیں وارد ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا واللہ لقد دفعت عنہ
مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے ایک ٹکڑا ذرہ سا خطبہ میں سے لے لیا ہے نہ اُسکے اول کی خبر ہے نہ اُسکے آخر کی کہ کیا لکھا ہے اول میں اس خطبہ کے یہ مضمون ہے کہ ابن عباس
عثمان کی طرف سے حضرت امیر کے پاس نامہ لائے جسوقت کہ عثمان محاصرہ کیا گیا تہا اور سوال اُس نامہ میں نکلنے کا تھا کہ کسی طرح میں اس گھیرے سے نکلجاؤں حضرت علی نے فرمایا کہ اے
ابن عباس کیا چاہتا ہے عثمان مجھکو تو اُسنے شتر آبکش کا بنا رکھا ہے کہ کبھی آگے کو جاؤں اور کبھی پیچھے کو جاؤں اور بار بار آدمی بھیجتا ہے بعد اُسکے فرمایا کہ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت
ان اکون آثما یعنی قسم ہے خدا کی البتہ تحقیق دفع کیا تھا میں نے اُس سے یہانتک کہ ڈرا میں اس امر سے کہ گنہگار ہو جاؤں پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر عثمان کے پاس سے لوگوں کو دفع
کرنے سے اور اُسکی اعانت سے دست بردار ہو گئے تھے اُسکی تلون مزاجی سے اور بصدور احداث اور معاصی سے اور یہ دفع کرنا جو حضرت امیر نے فرمایا ہے یہ پہلی مرتبہ کا ہے اور دوسری مرتبہ کہ جسوقت محصور
تھا اور مارا گیا تھا اُسوقت کا دفع کرنا حضرت امیر کے کلام سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور مرتبہ آخر میں جو بدعات کثیرہ اُس سے صادر ہوئی تو صحابہ اُسکے قتل پر راضی ہو گئے اور ابتدا میں اُسکا قتل نہ چاہا
اور آخر میں جناب امیر اُسکے قتل سے کبھو سخت ناراض ہوتے کہ بروایات معتبرہ اہل سنت ثابت ہے کہ جناب امیر نے فرمایا ہے قتل عثمان کے مقدمہ میں بیچ خطبہ میں کہ ما قتلت عثمان ولا کرہت
قتلہ وما امرت وما نہیت چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ یعنی نہ قتل کیا میں نے عثمان کو اور نہ مکروہ جانا میں نے قتل ہونے اُسکے کو اور نہ حکم کیا میں نے اور نہ منع کیا میں نے اس
معلوم ہوا کہ حضرت علی کو عثمان کے قتل ہونیکا کسی طرح سے افسوس اور رنج نہتا اور بعد اسکے لکھا ہے تاتارخانیہ میں کہ کہا حضرت علی نے کہ من کان سائلی من قتل عثمان فاللہ قتلہ وانا معہ

یعنی جو شخص کہ پوچھے مجھ سے قتل عثمان کی سے تو خدا نے قتل کیا ہی اسکو اور میں ہمراہ خدا کے ہوں اور واقدی نے بھی لکھا ہی کہ عمار یاسر کہتے ہیں کہ جسوقت قتل ہوا عثمان تو دیکھا میں نے
علی کو منبر پر رسول خدا صلعم کے فرماتے تھے کہ۔ ما احببت قتله ولا کرهته ولا امرت به ولا نهیت عنه اور سوائے اسکے یہ بھی کہ جسقدر بلوائیوں میں مصر کے رہنے والے تھے وہ سب حضرت
علی کے کہنے میں تھے اگر علی چاہتے تو وہ سب علیحدہ ہو جاتے لیکن علی کو تو قتل ہونا عثمان کا گوارا ہی تھا اور یہ جو لکھا ہی کہ اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہے
کہ حضرت امیر بلوے کے دنوں میں جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیوں کو جا بک مار مار دفع کرتے تھے اور لعنت کرتے تھے یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہی کہ کسی شرح کا نام تو لکھا ہوتا
کہ کس شرح تصنیف شیعہ میں یہ لکھا ہی اور جھوٹے دعوی زبانی کو کون سنتا ہی اور دلالت کرتا ہی اسکے بطلان پر قول تمام اہل سنت کا کہ لعنت کسی فاسق کی بھی جایز نہیں ہے
بلکہ لعنت کرنا کسی کافر کا بھی جایز نہیں ہی جبتک کہ وہ زندہ رہی چہ جا کہ مومن اور مومن بھی کون کہ اصحاب رسول مقبول کہ جو اکثر انمیں سے بلوائیوں میں شریک تھے اور وہ بھی سب کے
سب عادل پھلا ایسا ہو سکتا ہی کہ علی لعنت کریں اصحاب رسول پر جو کہ عادل ہیں اور اصحاب رسول باوجود شریک ہونے فتنہ عثمان کے بھی عادل رہی تھے اور انکی عدالت میں کسیطرح کا
فرق نہ آیا تھا چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلي وكذا بعدها اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قتل کرنا
عثمان کا گناہ نہ تھا اسواسطے کہ بعض صحابہ جو کہ عثمان کے قتل میں شریک تھے اگر اُسکا قتل کرنا گناہ ہوتا تو وہ کیونکر عادل باقی رہتے اسواسطے کہ عادل اسکو کہتے ہیں کہ جو کوئی گناہ عمداً
نکرے بلکہ بلوائی قاتلان عثمان خواہ اصحاب خواہ غیر اصحاب سب مومنین تھے چنانچہ ولی اللہ پدر مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہی کہ خالد ربعی کہتا ہی کہ قرأت فی
کتاب الله المنزل ان عثمان یاتی رافعا یدیه الی الله یقول یا رب قتلنی عبادک المومنون پڑھا ہے میں نے بیچ کتاب خدا کے جو کہ نازل کی گئی ہی یہ کہ عثمان آویگا بلند
کرنیوالا ہو کر دونو ہاتھوں اپنے کو طرف خدا کے کہیگا کہ اے پروردگار میرے قتل کیا مجھکو تیرے بندوں مومنین نے اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتلان عثمان سب مومنین تھے اور لعنت کرنا مومن
کا کسی وجہ سے جایز نہیں ہی پس نسبت کرنا لعن کا طرف جناب امیر کے محض دروغ اور افترا ہے اور جب یہ دروغ ہوا تو جناب امیر کا عثمان کے گھر پر جانا اور بلوائیوں کو چابک مار کر دفع کرنا بھی
افترا ہی اور ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** ابن اعثم کوفی شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی وہی اپنے فتوح میں نقل کرتا ہی کہ حضرت امیر نے
اپنے فرزند ارجمند سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ حضرت عثمان کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے والد کا دل تمہارے ہی طرف لگا ہوا ہی فرماتے ہیں میں سنتا ہوں کہ یہ لوگ
تمہارے مقدمہ میں کچھ بہت غل شور کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے اور تمہارے قتل کا مصمم ارادہ کئے بیٹھے ہیں اسلئے تمہاری طرف سے مجھے بہت اندیشہ پڑا ہی اگر فرماؤ تو میں
بھی آکر تمہارا مددگار ہوں اور ان لوگوں سے لڑوں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو تمہارے دروازہ سے ہٹا دوں حضرت امام حسن حسب ارشاد والد ماجد حضرت عثمان کے پاس آئے اور
پیام پہنچایا انہوں نے فرمایا یہ مجھے منظور نہیں کہ آپ تکلیف اٹھائیں اور ان لوگوں سے لڑیں میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہی یوں فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں سے لڑو تو لڑو فتح
ہوگی اور نہ لڑو روزہ ہمارے پاس کھولیو سو اب یہی تمنا ہی کہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں جا کر روزہ کھولئے حضرت امام حسن چپ ہو کر چلے آئے **اقول** ابن اعثم کو جو شیعوں کا
مورخ کہتا ہی بالکل غلط ہی شیعہ تو اُس پر تبرا کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان بھی کر چکے ہیں اور شیعوں میں تو کوئی مورخ ہی نہیں ہے مگر اخوند محمد باقر مجلسی طاب ثراہ بحار الانوار میں
اور حیات القلوب میں بطور تواریخ کے کچھ لکھتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب بھی تحفہ میں فخر کرکے اپنے مذہب کا لکھتے ہیں کہ شیعوں کی مذہب میں تواریخ کی کتابیں نہیں ہیں ہماری ہی
کتابوں سے لیتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ روایت معتبر ہی کہ جسکو شیعوں نے امام سے نقل کیا ہو یا اُس صحابی سے جو ممدوح طرفین ہے جیسے کہ ابوذر عمار سلمان وغیرہ اور اعثم کوفی مثل اور مورخین
کے سنی ہی مثل تاریخ ابو الفدا اور تاریخ خمیس اور ملل نحل والے کی اور جو کچھ اُس نے اس مقدمہ میں لکھا ہی سب غلط ہی اسکا قول ہم پر حجت نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے مذہب سے خارج ہی اور وجہ
اُسکے شیعہ ہونے کی جو کچھ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لکھی ہی ہم اسکو پہلے اس سے رد کر چکے ہیں اور شاہ صاحب موصوف کا دستور ہی کہ جس سنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کے عیبوں
کو بیان کرتا ہی اور وہ باتیں اسکی قلم سے جاری ہو جاتی ہیں کہ جو شیعوں کی حقیت پر دلالت کرتی ہیں تو اسکو متہم تشیع کر دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ شخص سنی ہی اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت
کے حق ہونیکا قائل ہی جیسے کہ ابن ابی الحدید معتزلی اور صاحب فصول مہمہ کہ وہ ابن صباغ مالکی ہی اور ابن قتیبہ اور اعثم کوفی وغیرہ اور دیکھو تو یہ شیخ کیسا دھوکا دیتا ہے
کہتا ہی اعثم کوکہ شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی تاکہ لوگ جانیں کہ وہ شیعہ ہی ہوگا یہ جو کہتا ہی اور حالانکہ شیعہ اُس سے بیزار ہیں معلوم نہیں کہ کس وجہ سے
اُسکو شیعہ کہتے ہیں اگر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ثلاثہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہی تو عیبوں کو تو سب ہی بیان کرتے ہیں صاحب استیعاب و صاحب ملل و نحل و صاحب کنز العمال اور صاحب
تاریخ خمیس اور تاریخ ابو الفدا اور صاحب تاریخ طبری اور سوا انکے اُس تنہا کا کیا قصور ہے ہاں اگر وہ یہ لکھتا ہو کہ خلفاء ثلاثہ غاصبان خلافت تھے اور ابوبکر نے فدک کو غصب کیا
تھا اور خلافت حق علی کا تھا اور فدک حق فاطمہ زہرا کا تھا اور سوائے اسکے جو شیعہ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں تو اس صورت میں البتہ اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ میلان اُسکا طرف تشیع کے
تھا اور اُس نے ایسا اپنی کتاب میں کہیں نہیں لکھا ہی اور نہ خلفاء ثلاثہ سے بیزاری لکھی ہی تو اُسکو کیونکر شیعہ کہہ سکتے ہیں اور اُس نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہی کہ حضرت امیر نے عثمان کو امام

حسن کی زبانی پیغام بھیجا تھا اور مدد عثمان کی نہ کی کیا اگر کوئی دشمن مارا جاتا ہو تو اس سے پوچھا ہی کرتے ہیں لیکن اگر تو کہے تو تیری مدد کریں ایسا کہیں بھی دستور ہے اگر حضرت علی کو اعانت عثمان
کی منظور ہوتی تو یہ ہجوم اُنسے نہ ہونے پاتا وہ سب لوگ حضرت علیؑ کے کہنے میں تھے اور حضرت علیؑ نے تو جیسے کہ عثمان کو قتل نہیں کروایا ہے ایسے ہی لوگوں کو اُسکے قتل کرنے سے منع بھی نہیں
کیا ہے جیسے کتاب تارخانہ کی روایت میں پہلے اس سے گزرا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ نہ میں نے اُسکو قتل کیا ہے اور نہ قتل کرنے سے منع کیا ہے لیکن لوگوں کو گمان ہے کہ حضرت علیؑ نے انکو قتل
کروایا ہے اور حضرت علی نے عثمان سے مدد کرنے کے باب میں کچھ پوچھا ہے اگر مدد کرنا منظور ہوتا تو پوچھنے کی احتیاج نہ تھی اپنے دوست کو کوئی ایسا بے یار نہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے
دوست قتل ہوتا ہو اور آپ دیکھا کریں اور منتظر ہوں کہ دوست کہے تو اُسکی مدد کریں ورنہ اُسکو قتل ہونے دیں اور یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے اور عثمان مدد کرنے سے کیوں اُنکو منع کرتا
وہ تو آرزو رکھتا تھا کہ میں بچ جاؤں اور کہتا تھا کہ اے لوگو مجھکو قتل نکرو میں تمہارا بھائی مسلمان ہوں چنانچہ پہلے اس سے گزر گیا ہے کنز العمال سے اور بے وجہ نہیں مارا گیا ہے تا کہ یہ کہنا
اُسکا حجت ہو بلکہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا ہے اور دین میں احداث کئے تھے اور حقوق مومنین کو غیر مستحقوں اپنے عزیز اور دوستوں پر تقسیم کیا تھا اور صحابہ رسول مقبول کو آزار پہنچائی تھی اور
بے عزت کیا تھا اسکے عوض میں مارا گیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ حضرت امیر کے تمام معاملات کو نفاق
اور ظاہرداری پر محمول کریں شیعہ اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ حضرت امیر اور صاحبزادوں کے ان معاملات اور تمام ان گفتگوؤں کو منافقانہ سمجھیں تو انہیں اہل ایمان کون سمجھتا ہے معاذ اللہ حضرت
امیر رضی اللہ عنہ اور نفاق ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؀ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اسوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں اسباب پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان
عثمان کو بہت ہٹایا تو اسوقت کیا دباؤ تھا جب تو حضرت عثمان بھی شہید ہو لئے تھے اور قطع نظر شجاعت کے کار فرمائی خلافت بھی آپ ہی تھے مرے ہوئے سے تو نامرد بھی نہیں ڈرتے اور بے سر و سامان کو
ہراس نہیں ہوتا حضرت علیؑ کو اس شجاعت اور اس شوکت پر کیا ہوا کہ ابتک بھی عثمان کا خوف لگا اگر بزعم شیعہ اسمیں کچھ نفاق بھی ہوتا تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آواز بلندیوں کیوں فرماتے
اقول بیہودہ اور بے سر و پا بکتا چلا جاتا ہے اور اپنی طرف سے ایک مضمون تراش کر اُسکا رد جو چاہتا ہے سو بیان کرتا ہے ارے ہم اسکو کب تسلیم کرتے ہیں کہ جناب امیر نے عثمان کو زبانی امام حسنؑ کے
کہلا بھیجا تھا اگر فرماؤ تو میں بھی تمہارا مددگار ہوں یہ سب غلط ہے اور اگر اعثم کوفی نے لکھا ہے تو وہ تیرا ہم مشرب ہے سگ زرد برادر شغال اُسکا کلام ہم پر حجت نہیں ہو سکتا اور معاذ اللہ جناب
امیر نے تو کوئی کام نفاق کا کیا ہی نہیں ہے البتہ تیرے نزدیک عثمان کے قتل کے دنوں میں جو صحابہ کہ مدینہ میں تھے تیرے قول کے موافق سب منافق تھے کہ اُنہوں نے کلمہ بلوائیوں کا پڑھا اور بلوائیوں
کے خوف سے لاشہ عثمان کا تین روز تک گھوڑی پر پڑا رہنے دیا اور دفن اُسکو نہ کیا کہ دفن کرنا اُسکا واجب تھا اور ہر ایک ظاہرداری کو نفاق نہیں کہہ سکتے ہیں اور جو ایسا کہے وہ منافق ہے اسواسطے کہ ظاہرداری
خلاف باطن کے تقیہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظاہر میں کفر کی بات ہو اور دل میں ایمان قائم ہو اور نفاق بالعکس اسکے ہے اور تقیہ قرآن سے ثابت ہے آیت إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ اسے
عمار یاسر کے قصہ میں چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہے اور تقیہ کو نفاق کہنا کار منافق کا ہے اسواسطے کہ تقیہ قرآن سے ثابت ہے اور نفاق کی مذمت قرآن میں موجود ہے اور شیعہ تو حضرت امیر کے کسی معاملہ کو نفاق
نہیں سمجھتے ہیں البتہ تیری تقریر سے صحابہ کا منافق ہونا لازم آیا کہ انہوں نے بلوائیوں سے ظاہرداری کی اور عثمان کا لاشہ دفن نہ کیا اور اب میں بھی کہتا ہوں کہ اب سنیے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں
کہ صحابہ کے معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں اہل سنت اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ صحابہ کے اس معاملہ کو منافقانہ سمجھیں تو انکو اہل ایمان کون سمجھتا ہے معاذ اللہ صحابہ اور نفاق ع چو کفر
از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؀ اور عباس اور علی کے نزدیک تیرے ابوبکر اور عمر بھی منافق تھے چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ جسوقت علی اور عباس نے عمر کی خلافت میں عمر سے
دعوی فدک وغیرہ کا کیا تو عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی تم کاذب آثم غادر خائن جانتے ہو اور یہی علامتیں نفاق کی ہیں چنانچہ مشکوۃ میں عبداللہ بن عمر سے
روایت ہے کہ کہا جناب رسول خدا صلعم نے کہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا ائتمن خان واذا حدث
کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہونگی ہوگا وہ منافق خالص اور جس شخص میں ہوگی ایک خصلت اُن چار میں سے
تو ہوگی ایک خصلت اُسمیں نفاق کی یہانتک کہ چھوڑ دے اُنکو جسوقت امانت لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ کہے اور جسوقت عہد کرے تو غدر یعنی بیوفائی کرے اور جسوقت
مخاصمہ کرے تو گناہ بد کرے کہ وہ آثم ہے اور حضرت عمر تو خود اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے واللہ انا من المنافقین یعنی قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں چنانچہ احادیث صحاح میں
اور امام غزالی وغیرہ جو کہتے ہیں کہ واسطے کسر نفسی کے ایسا فرمایا تھا یہ تاویل بالکل باطل ہے اسواسطے کہ کسر نفس کے واسطے کہتے ہیں کہ میں گنہگار ہوں اور کافر اور منافق کسر نفس کے واسطے کوئی
اپنے تئیں نہیں کہتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے یہ شیخ کہ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اسیوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ میں جب سب بات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت
ہٹایا تو اسکے جواب میں کہتا ہوں میں کہ جناب امیر علیہ السلام کا منافق ہونا تو کسیطرح سے لازم نہیں آتا ہے نہ اُسوقت میں خلافت میں نہ بعد خلافت کے لیکن شیخین یعنی ابوبکر اور عمر حقیقت
میں منافق تھے جیسے کہ ہمنے ثابت کیا صحیح مسلم اور مشکوۃ سے اور اب اس شیخ کی جہالت سنی چاہیے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب تحفہ میں اس نے عثمان کے مطاعن کے جواب میں
لکھا ہو واللہ دفعت عنہ دیکھکر اُسکی نقل کر دی ہے لیکن اسکو نہ اسکے پہلے کی خبر ہے اور نہ اسکے بعد کی خبر ہے کہ کیا لکھا ہے اور نہ اسکی خبر ہے کہ یہ کلام جناب امیر کا کیا کلام ہے اور نہ یہ

معلوم ہی اسکو کہ یہ کلام کس زمانہ میں فرمایا تھا اپنی طرف سے جو چاہتا ہی سو بکتا ہی اور حقیقت سے خبر نہیں ہی کئی جھوٹ اس نے بیان کئی ہیں اول تو کہتا ہی کہ اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ پر
اور حال یہ ہی کہ عثمان کی زندگی ہی میں یہ فرمایا تھا نہ اپنی خلافت میں اور خطبہ میں نہیں فرمایا بلکہ ابن عباس جو عثمان کی طرف سے کتابت لیکر آئے تھے اسکے محصور ہو جانیکی حالت میں
اور اسمیں سوال عثمان کا واسطے نکلنے کے تھا تو اسکے جواب میں حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ منع اسکے اوپر سے بہت دفع کیا تھا یہانتک کہ خوف کیا میں نے کہ ایسا نہو کہ گنہگار ہو جاؤں
اور اپنے خطبہ میں ایسا نہیں فرمایا اور نہ اپنی خلافت میں یہ فرمایا بلکہ عثمان کی زندگی میں ابن عباس کے جواب میں فرمایا اور اس کلام سے حضرت امیر کا ثابت ہوتا ہی کہ اسوقت عثمان
کی اعانت سے ہاتھ کھینچے ہوئے بیٹھے تھے بسبب اسکی احداث اور بدعات کے اور یہ دفع کرنا جناب امیر کا عثمان سے پہلے اس سے وقوع میں آیا ہی جبکہ امر کا مشورہ کرتے تھے نہ وقت محاصرہ عثمان کے
کہ اسوقت کی اعانت کسی طرح سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں اور بعد اسکے ایک اور جھوٹ اور افترا لکھتا ہی کہ اسوقت کیا دبا ہوا تھا جب تو حضرت عثمان شہید بھی ہو گئے تھے
اور حال یہ ہی کہ یہ اگر عثمان کے قتل ہونے سے پہلے کا ہی اور دیر و بنگو کہتا ہی کہ عثمان کے قتل کے بعد کا ذکر ہی اور نہ اسوقت علی کا فرمانا خلافت میں تھے کہ عثمان ہنوز زندہ تھا اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہے
سب بیج اور واہی ہی اور اسکا کیا جواب ہووے کہ جسکی کوئی اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر لکھتا ہی نہ تو علی نے مردہ کا ڈر کیا اور نہ عثمان کے قتل کے بعد ایسا کلمہ فرمایا یہ سب غلط اور
جھوٹ ہی جو کچھ کہ یہ شیخ نجدی کہتا ہی اور کچھ اصل اسکی نہیں ہے اور نہ کچھ اسکو خبر ہے اور خوف مردہ سے تو نہیں ہوتا مگر اسکے معتقدین اور مریدین سے البتہ ہوتا ہی لیکن میں کہتا ہوں کہ
اگر ایسا جاہل اور بیخبر تھا یہ شیخ کہ کچھ خبر نہیں رکھتا تھا اور مولوی عبد العزیز صاحب کے دھوکہ دینے سے ایسا دھوکے میں آیا تو اسکو کیا ضرور تھا باب مناظرہ میں قدم دھرنا اور طرفہ یہی کہ مولوی
عبد العزیز صاحب کا جو کلام کہ اس مقام میں ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ کچھ کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اور پھر حضرت عبد اللہ بن سلام ہر صبح کو بلوائیوں
کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل مت کرو ورنہ انکے قتل کے بعد بہت سے فتنے فساد اٹھینگے اور حضرت حذیفہ بن الیمان جنکو منافقین کا علم تھا اور حضرت امیر نے بھی
انکے حق میں اس علم کی گواہی دی ہی چنانچہ شیعوں کی کتابوں میں موجود ہی بلوائیوں کو حضرت عثمان کے قتل سے بتاکید منع کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ انکا مارا جانا بہت فتنوں کا باعث
ہو جائیگا **اقول** اسکے واسطے کوئی سند معتبر چاہئے اور کس کتاب معتمد علیہ میں یہ مضمون لکھا ہی اسواسطے کہ کتابوں سے تو ثابت ہوتا ہی کہ سب صحابہ نے عثمان کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا
میں لکھا ہی کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تو مجھکو خبر دے سکتا ہی کہ کیونکر ہوا مارا جانا عثمان کا اور کیا تھا حال آدمیوں کا اور حال اسکا اور کسواسطے چھوڑ دیا اسکو اصحاب محمد نے
بے یار اور بے مددگار کر کے دیکھو اسمیں لکھا ہی کہ اصحاب محمد نے اسکو چھوڑ دیا پھر منع کرنا عبد اللہ بن سلام اور حذیفہ کا بلوائیوں کو کہاں سے تو کہتا ہی اور اگر بالفرض والتقدیر ان دو آدمیوں نے
منع بھی کیا تو اس سے کیا ہوتا ہی اصحاب رسول مقبول تو اسوقت بھی ہزاروں تھے اور سب نے عثمان کو بے یار و مددگار کر کے چھوڑ دیا تھا چنانچہ پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں ہزاروں نے تو
عثمان کو چھوڑ دیا اور دو آدمیوں نے بلوائیوں کو منع کیا تو کیا خوبی ہوئی اور سیر محمدیہ میں لکھا ہی کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ قتل کرو اس یہودی کو قتل کرو عثمان کو اور اگر حضرت حذیفہ کو منافقین کا
علم تھا تو ہمکو کیا بلکہ تمہارے ہی حق میں انکے علم کا ذکر خوب نہیں ہی اسواسطے کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میں منافقین میں سے تو نہیں ہوں میزان ذہبی میں لکھا ہی کہ عمر نے
حذیفہ سے کہا کہ انشدک باللہ انا من المنافقین یعنی قسم دیتا ہوں میں تجھکو خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ اسواسطے پوچھا کرتے تھے کہ دل میں کھٹکا رہتا تھا
کہ میرا نام تو حذیفہ سے رسول خدا صلعم نے منافقوں میں نہیں لیا اور مشہور ہی کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا آخر کو جو کچھ دل میں ہوتا ہی وہ کسی طرح سے ظاہر ہی ہو جاتا ہی **قال الشیخ الاشعری**
اب کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ یہ لوگ جنکا ذکر ہوا صحابہ نہیں تو اور کون ہیں پھر انمیں سے حضرت علی تو وہ ہیں کہ وہ اکیلے لاکھوں کے برابر ہیں خصوصاً شیعوں کے نزدیک سو اگر بالفرض والتقدیر صحابہ ہی نے
انکو قتل کیا تھا تو حضرت علی تو مانع ہی تھے پھر مولوی صاحب نے کس خوبی پر یہ کے موقع میں کہدیا کہ صحابہ رسول نے تنگ ہو کر اسے قتل کیا مگر میں ہی جو کا مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام شیعہ حضرت امیر
اور بندگان سلطان الاسلام کو صحابہ نہیں سمجھتے یہ تو اوباش کوفہ اور بدمعاشان مصر اور منافقان امت کو صحابہ سمجھتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جو حضرت عثمان کے قتل کے لئے اکٹھے ہو کر آئے تھے سو مولوی
صاحب نے اپنے عندیہ کے موافق سچ ہی کہا ہی مگر وہ اس عقل نابہجار پر کہ اپنے مذہب کے پابند بھی تو نہیں بہر حال یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہی کہ صحابہ نے تنگ ہو کر قتل کیا سراسر بہتان اور دروغ صریح
ہے پر جسکو نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہی سو کرے ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ کس دلاوری سے فرماتے ہیں اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جاے چہ دلاور است دزدے
کہ بکف چراغ دارد **اقول** اس شیخ نے بڑی تلاش سے دو صحابی مولوی عبد العزیز صاحب کے کتاب تحفہ میں سے منع کرنیوالے بلوائیوں کی نکالی ہیں لیکن اس سے کام نہیں چلتا اول تو ہمکو
کہ ہماری کتاب کا حوالہ دینا چاہئے کہ ان دونوں نے بلوائیوں کو منع کیا تھا اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ انہوں نے منع کیا تھا تو جواب مولوی صاحب کے اعتراض کا کیا ہوا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے بھی مدد کر
اسے قتل کیا کوئی ایسی روایت پیدا کیجے کہ جس سے ثابت ہو کہ کسی صحابی نے نہ تو عثمان کو قتل کیا ہی اور نہ اسکے قتل پر کسیکو رغبت لائی ہی اور نہ اسکے قتل کرنیوالوں کے شریک رہا ہی اور یہ تو مولوی صاحب
نہیں کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے بھی بلوائیوں کو منع نہیں کیا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عثمان کے قتل پر لوگوں کو رغبت دلائی اور بعضے قاتلوں کے ہمراہ رہے اور بعضے اسکے قتل کرنے میں شریک تھے سو مفصل اسکو
بیان کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے جا دیکھو اپنی کتابوں میں اور عبد اللہ بن سلام اور حذیفہ بن الیمان البتہ اصحاب رسول مقبول میں سے ہیں اسکا کون انکار کرتا ہی لیکن انکا منع کرنا ثابت

نہیں ہے اور مخالف ہیں اس واسطے کہ جو واقدی نے لکھی ہے کہ ابن عمر کہتے تھے والله ما کان الا خاذل اتفاق چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور درصورت فرض اُنکے منع کیا تو اُن کے منع
کرنے سے کیا ہوتا ہے جبوقت کہ جماعت کثیر اصحاب آنحضرت کی باعث قتل عثمان ہوئی ہوں اور حضرت علی ہرگز مانع نہیں ہوئے ہیں اور جو کچھ اعثم کوفی نے لکھا ہے حضرت علی نے بلوائیوں کو مارتا
غلط ہے اُسکے قول کا ہمارے نزدیک ہرگز اعتبار نہیں ہے اور صحیح موافق مذہب فریقین کے وہ ہے کہ جو کچھ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت امیر نے فرمایا الله تو
میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اور نہ قتل کرنے سے اُسکے منع کیا ہے اور نہ اُسکے قتل کو مکروہ جانا ہے اور مولوی صاحب نے اس خوبی پر ہجو کے موقع میں کہدیا ہے صحابہ کے ہاتھ سے عثمان کے قتل ہونے
کا اس طرح کی روایتیں کثرت سے اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں چنانچہ پہلے اس سے گزری ہیں اور جو کہ اصحاب رسول مقبول ہیں اُنسے شیعہ اعتقاد نیک کہتے ہیں اور بہت خوب جانتے ہیں
سوائے چند اشخاص کے کہ جو غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام تھے اور سوائے منافقین کے اس واسطے کہ حضرت کی صحبت میں منافقین بھی تھے لیکن ہمارے نزدیک منع کرنا صحابہ کا بلوائیوں کو
ثابت نہیں ہے اور مصر اور کوفہ کے لوگ جو عثمان کے قتل کو آئے تھے اگرچہ یہ صحابہ نہ تھے لیکن صحابہ انکو عثمان کے قتل پر آمادہ تو کرتے تھے اور رغبت تو انکو دلاتے تھے اور مصری اور کوفی ہی تو فقط
قاتلان عثمان نہ تھے بلکہ بعض صحابہ بھی تو اُسکے قتل میں شریک تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور منافقان امت کو تو تم ہی صحابہ سمجھتے ہو نہ شیعہ چنانچہ نفاق بعضوں کا جو کہ بڑے نامی تھے ہم
صحیح مسلم اور مشکوٰۃ سے پہلے اس سے لکھ آئے ہیں دیکھو کسقدر کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کے قتل کی لوگوں کو رغبت دلائی تھی اور اسپر طعن کرتے تھے اور بعضے اسکے قتل میں شریک
تھے اور اسکو صحابہ نے ایسا ذلیل کیا کہ تین روز تک اسکو کوڑی اور گھوڑی پر ڈال رکھا اور کسی نے اُسپر نماز نہ پڑھی اور نہ دفن کیا اور پھر یہ شیخ انکار کرتا ہے زور سے اس عقل نابکار پر اپنے مذہب
کا بھی تو پابند نہیں ہے اپنی عقل ناقص سے جو چاہتا ہے سو کہتا ہے اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کیا سب سچ اور واقع ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے
پر جسے نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہے سو کہے اور ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر عش عش ہیں کہ باوجودیکہ اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے روایتیں موجود ہیں کہ صحابہ نے عثمان کو قتل
کروایا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے اور پھر کس دلاوری سے یہ شیخ فرماتا ہے کہ قتل عثمان صحابہ کی طرف منسوب کرنا سراسر بہتان اور دروغ ہے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

قال الشیخ الاشعری اور یہ جو کچھ جناب مولوی صاحب حضرت عایشہ اور حضرت علی کی جنگ کے باب میں رقم فرماتے ہیں کہ اُنکے باہم بہتر جنگ نہیں ہوئی اور جہاد مال دنیا
کے واسطے نہیں ہوتا یہ بجا اور درست ہے مگر تعجب ہے کہ اس بات میں مولوی صاحب نے کچھ جھوٹ کیوں نہیں ملایا ہم جانیں یہ مثل سچی ہے الکذوب قد یصدق یعنی جھوٹا کبھی سچ بھی بول دیتا ہے

اقول مولوی صاحب کا کام ہمیشہ راست گوئی کا ہے اور کسی مقدمہ میں وہ جھوٹ نہیں لکھتے اور جو کچھ لکھتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور دروغگو تو یہ ہے کہ سچی باتوں کو جھوٹ
کہتا ہے اور واقعی امور کا انکار کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم بھی چشم پوشی حق سے کر گئے حضرت علی کے اصحاب ثلاثہ سے جہاد نہ کرنے کو اسوجہ پر محمول کرتے ہیں کہ
حضرت علی کے پاس انصار اور مددگار کب تھے کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ انصار اور مددگار کی ضرورت جہاد میں فقط اسوجہ سے ہوتی ہے کہ تن تنہا آدمی مجمع کثیر کے مقابلہ میں کیا کریگا جناب سرور
کائنات صلی الله علیہ وسلم نے اگر بوجہ نہونے انصار کے قبل مدینہ منورہ کو آنے کے جہاد نہ کیا تو بجائے خود تھا کہ آپ میں تن تنہا تاب مقابلہ کفار کی نہ تھی حضرت امیر کو کیا عذر تھا جو انہوں نے تنہا تن
جہاد نہ کیا دیکھو تو وہ خود اپنے حال میں کیا فرماتے ہیں نہج البلاغت میں جو اصح الکتب شیعہ ہے علامہ رضی نقل کرتے ہیں قال امیر المومنین انی والله لو لقیتہم واحدا وھم طلاع الارض
کلہا ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالہم الذی ھم فیہ والھدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء الله ولحسن ثوابہ منتظر و راج یعنی فرمایا حضرت
امیر المومنین رضی الله عنہ نے کہ تحقیق قسم ہے الله کی اگر میں اُن سے تن تنہا ملوں اور وہ اس کثرت سے ہوں کہ تمام روئے زمین کو ڈھکے ہوں تو میں کچھ پروا نکروں اور نہ گھبراؤں اور مجھے انکی گمراہی اور
اپنی ہدایت جانو آنکھوں سے نظر آ رہی ہے اور خدا کی طرف سے اُسکا یقین ہو گیا ہے اور میں الله تعالیٰ کے ملنے اور اُسکے اچھے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں فقط جو شخص کہ تمام روئے زمین کے آدمیوں
بلکہ اتنے آدمیوں سے بھی جو زمین کو ڈھک لیں تن تنہا نڈر ہو اسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہاں ماموں کی موت اپنے اختیار میں نہ ہو تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہ گھبرانے اور پروا نہ کرنے
سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی مارا بھی نہ جائے شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپ نے سمجھا ہو کہ میں تن تنہا لڑونگا تو فتح معلوم مارا ہی جاؤنگا پھر کیا حاصل جہاد اعلاء دین کے لیے ہے جب وہ تو حاصل
نہ ہوا اور فقط جان ہی جاتی رہی پھر جہاد کا ہے کے لیے کیجیے کچھ خدا کو فقط جان گنوانا تو مطلوب نہیں اور درصورتیکہ امام کا انتقال اُسکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور تمام امامیہ
اسپر متفق ہیں تو پھر تن تنہا جہاد میں وہ ترقی دین ہوتی کہ مجمع کی صورت میں ہرگز ممکن نہیں مددگاروں کی جہت سے اگر آدمی نہ مارا جائے تو کرشمے کی بات نہیں مگر تن تنہا ہو اور تمام جہان
جسکو نہ مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا ہندو عجائب پرست ہیں اگر ایسا معجزہ کسی سے دیکھ لیں تو بیشک پکار اُٹھیں لا اله الا ہو اور ایک دو دفعہ بھی ایسی لڑائی لڑتے تو بہت ہی تکلیف ہوتی
تو اتنی ہی ہوتی کہ آپ زخمی ہی ہو جاتے لیکن عموماً یہ اعتقاد لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتا کہ حیرت سے تو نہ نکلتا اور موافق مخالف سب حلقہ بگوش حضرت امیر ہو جاتے اور حضرت رسول الله صلعم
کی اس کرامت مرات کثیر انبوہ سے جہاد کرنے میں وہ ترقی نہوئی تھی کیونکہ کفار غلبہ رسول الله صلعم کو بوجہ جمعیت سمجھکر معتقد نہوتے تھے اسیواسطے اپنے غلبہ کی بھی ترقی امید رکھتے تھے
اگر حضرت امیر تن تنہا اُٹھتے تو جو مطلوب کہ حضرت امام ہمام امام مہدی کے آنے پر موقوف تھا وہ ابھی حاصل ہو جاتا اور اہل بیت رسول الله صلعم پر جو کچھ گزرا وہ ظہور میں نہ آتا **اقول**

ہمیشہ سے طریقہ خدا تعالیٰ کا اسی طرح جاری رہا ہی کہ جبتک انصار نہیں ہوتے تو حکم جہاد کا نہیں ہوتا اور کسی پیغمبر کو بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوا ہی اور اگر جہاد ایک آدمی کی شجاعت اور زور پر موقوف ہوتا تو کیا خدا تعالیٰ انبیا کو علی کے برابر بلکہ زیادہ علی سی شجاعت عطا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنہا ہی جہاد کرتے اور انصار کی احتیاج نہوتی اور جناب ختم المرسلین صلعم تو کسی فضیلت میں علی سی کم نتھی بلکہ زیادہ ہی تھے اگر علی میں اسقدر شجاعت تھی تو حضرت رسولخدا صلعم میں اُس سی زیادہ تھی اگر شجاعت کی جہت سے جہاد کافی ہوتا تو انصار کی فراہم ہونیکی کیا احتیاج تھی تنہا ہی کو حکم جہاد کا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ تو بڑا قوی اور خالق او عطا کرنیوالا شجاعت و زور بندوں کا ہی اور بڑی قدرت سے اُسکی جو چاہی سو کرے وہ طالب نصرت کا اپنے بندوں سے کسواسطے ہی چنانچہ فرماتا ہی یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرکُم وَیُثَبِّت اَقدَامَکُم اور حضرت علی نے جو ایسا فرمایا ہی سب حق ہی اور بیشک وہ ایسے ہی تھے اور انکی شجاعت ایسی ہی تھی کہ وہ تمام روی زمین کے آدمیوں کے مقابلہ میں گھبرا نہ جاتے اور نہ خوف کرتے کہ جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے سی منہ موڑتے تھے جسوقت خلفا ثلاثہ وغیرہم بھاگ جاتے تھے اور لڑائی کو فتح کرتے تھے اور ایک آدمی کا مقابلہ ہزار آدمیوں سے ایسا ہی جیسا کہ تمام روی زمین کے آدمیوں سے اور علی کیونکر بھاگتے کہ رسولخدا صلعم نے اُنکو فرمایا ہی کرار غیر فرار جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہی اور قدرت ایک عطیہ ہی جانب خدا سے واسطے علی بن ابیطالب غالب کل غالب کے اور اگر حضرت علی کروڑ آدمیوں سے منہ نہ موڑیں تو یہ مقتضا اُنکی شجاعت کا ہی اور ہرگز نہ بھاگیں گو مارے جائیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ سب کو مار ڈالیں اور فتحیاب ہوجائیں اور اگر خدا چاہی تو فتحیاب بھی ہوسکتے ہیں اور حضرت علی نے تو یہی فرمایا ہی کہ میں تمام روی زمین کے آدمیوں کی کثرت سے پروا نکروں اور نہ گھبراؤں سو انکو یہ بات بیشک حاصل تھی کہ کبھی گھبرائے اور جہاد میں سے بھاگے نہیں اور جو لکھتا ہی کہ اگر تن تنہا ہو کر تمام جہان جسکو تمار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا سو یہ حضرت علی کے قول میں کہاں ہی کہ مجھکو کوئی مار نہ سکے فقط اسیقدر ہی کہ پروا نکروں اور گھبراؤں نہیں تو جھوٹ ہوگا اور حضرت علی پر تہمت کرکے لعنت خدا میں کیوں گرفتار ہوتا ہی کیا نہ گھبرانے کو لازم ہی کہ مارا نہ جاوے اور جب یہ بات نہیں ہی تو پھر احتیاج انصار کی کیونکر نہو اور حق یہ ہی کہ یہ ایک مصلحت سے خدا کی جہاد کے واسطے کہ بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوتا ہی ورنہ خدا تعالیٰ تو سب چیز پر قادر ہی جو چاہی سو کرے اگر ایک فرشتہ کو بھیجے تو وہ سب کافروں کی گردنیں توڑ ڈالے پھر اسواسطے آدمیوں کو فرماتا ہی کہ یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا اَنصَارَ اللہِ اور آپ تو مومنین سے جو کہ بندے اسکے ہیں اپنی دین کی ترقی میں نصرت چاہی اور علی جو کہ اسکی مخلوقات میں سے اور بندہ اسکا ہی وہ تن تنہا جہاد کرے یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور جناب رسولخدا صلعم کو جو تو لکھتا ہی کہ انکو تاب مقابلہ کفار کی نتھی یہ اعتقاد تیرا ہی اور ہمارے نزدیک شجاعت آں حضرت کی علی کی شجاعت سے بھی زیادہ تھی پس معلوم ہوا کہ جہاد پیغمبر اور امام کے زور اور شجاعت پر منحصر نہیں ہی کیسا ہی زور آور ہو کہ لاکھوں آدمیوں پر غالب ہو مگر مصلحت خدا کی یہی ہی کہ جہاد کے واسطے انصار چاہئیں اور یہ جو لکھتا ہی کہ تمام روی زمین کے آدمیوں سے نہ ڈرے اسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہے میں کہتا ہوں کہ بیشک حضرت علی ایسے ہی تھے اور جناب رسولخدا صلعم بھی ایسے ہی تھے لیکن نہ ڈرنے کو یہ لازم نہیں ہی کہ سب کو مار بھی ڈالے اور نہ ڈرنے سے تو یہ مراد ہے کہ لاکھوں کے مقابلہ میں سے بھاگے نہیں گو مارا جاوے اور حضرت علی بھی ایسے ہی تھے فتحیاب ہونا اور سب کا مار ڈالنا اسمیں سے کہاں پایا گیا اور رسولخدا صلعم کو تو ایک آدمی کی بھی ضرورت نتھی جسوقت وہ حضرت تنہا مقابلہ میں کفار کے کھڑے ہوتے تو چاہیئے تھا کہ بحکم خدا کفار کے سر گرنے لگتے جب دو سو سر گرتے تو سب کفار چلا اُٹھکر اسلام کو قبول کر لیتے یا کہو کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ میں ایسی قدرت نتھی اور جو کچھ کہ اس شیخ نجدی نے اس مقام میں لکھا ہی یہ جواب اس امر کا نہیں ہے کہ جہاد کے واسطے انصار کی احتیاج نہیں ہی بلکہ اصل میں اعتراض ہی اسکا علی بن ابیطالب پر کہ ایسا کلمہ کیوں فرمایا کہ میں اسقدر آدمیوں سے کہ روی زمین کو ڈھکیں تو گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں اور حال یہ ہی کہ یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا اس روی زمین پر ایسے ہیں کہ وہ اپنی جان کو دیدیویں لیکن لاکھوں کے مقابلہ سی منہ نہ موڑیں اور نہ گھبرائیں اور نہ بھاگیں کچھ حضرت علی ہی پر منحصر نہیں ہی اور حضرت علی نے جو ایسا کلمہ فرمایا تو اس شیخ نجدی نے تعجب کیا اور حضرت علی میں اور سوای انکے اور لوگوں میں بڑا فرق ہی کہ یہ بندہ خاص اور ولی اختصاص خدا کے ہیں اور معجزات اور کرامات بھی اُنسے ظاہر ہوتے تھے اور حضرت علی کے قول میں کہاں ہے کہ میں اکیلا سب کو مار ڈالوں جھوٹ کیوں لکھتا ہی اسمیں تو یہ ہی کہ میں آدمیوں کی کثرت سے گھبراؤں نہیں سو اسمیں خصوصیت حضرت علی کی نہیں ہی بہتیرے بندگان خدا جو کہ شجاع ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں اور یہ جو لکھا ہی کہ اماموں کی موت انکے اختیار میں ہوتی تو یوں کہہ سکتے تھے اور بعد اسکے لکھا ہی کہ درصورتیکہ انتقال اسکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہی اور تمام امامیہ اسپر متفق ہیں یہ لکھنا اسکا غلط ہی نہ تو کلینی نے ثابت کیا ہی نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہی یہ سب ہوکا دہی مولوی عبد العزیز صاحب کی ہی اور انکی پیروی سی یہ شیخ نجدی لکھتا ہی چند روایتیں کافی کلینی میں اس طرح کی آئی ہیں کہ جسوقت موت آتی ہی امام کو تو وہ اسکو اختیار کرتا ہی اور پسند کرتا ہی اور مکروہ اسکو نہیں جانتا ہی اور یہ مراد اس سے نہیں ہی کہ اگر موت آئی تو امام کو اختیار ہی کہ چاہی اسکو اختیار کرے اور چاہی اختیار نہ کرے اور مرے نہیں خدا تعالیٰ تو فرماتا ہی کہ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُم لَا یَستَاخِرُونَ سَاعَةً وَلَا یَستَقدِمُونَ اور امام خدا کے حکم کو ٹالدے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کسی امامیہ کا یہ مذہب ہے یہ محض اس شیخ کا امامیہ پر افترا ہی اور حدیث میں مختارون کا لفظ آیا ہی یعنی اختیار کرتے ہیں موت اور پسند کرتے ہیں موت کو نہ یہ کہ انکی اختیار میں ہے موت چاہیں نہ چاہیں مریں اس طرح کی سیکڑوں افترا مولوی عبد العزیز صاحب نے شیعوں پر کئے ہیں اور اپنی کتاب تحفہ میں لکھی ہیں انکی پیروی سی یہ شیخ نجدی بھی انکی کتاب میں سے دیکھکر لکھتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپنے سمجھا ہو کہ میں تن تنہا لڑونگا تو فتح تو معلوم مارا ہی جاؤنگا سو اگر انبیا کے واسطے جہاد کرنے کو احتیاج انصار کی اسواسطے تھی کہ اگر وہ تن تنہا لڑینگے تو مارے جائینگے تو حضرت علی کے

واسطے بھی اسی سبب سے اختیاج انصار کی ہو تو کیا مضائقہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام کا حال ہے وہ ہی حضرت علی کا حال ہے اور اسمیں پیروی ہے انبیاء علیہم السلام کی ایسے تو کچھ طعن اُنکا نہیں ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ ہاں تنہا ہو کر پھر تمام جہان جسکو نہ مار سکے یہ تو حضرت علی کے قول میں نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی کثرت سے نہ گھبراؤں اور نہ خوف کروں اور کلینی نے لکھا ہے کہ اگر امام چاہے تو موت کو دفع کرے اور معجزہ دیکھکر ہر کوئی کب ایمان لاتا ہے مُردوں کا زندہ کرنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا انبیاء کے ہاتھ سے دیکھتے تھے اور پھر ایمان لاتے تھے اور اہل بیت علیہم السلام پر جو کچھ ظلم گزرا ہے علت اسکی غصب خلافت ہے اگر خلافت خلافت کے مستحقوں کے پاس رہتی تو ظلم آل رسول پر کاہیکو ہوتے چنانچہ تاریخ بلاذری میں لکھا ہے کہ بعد شہادت حسین کے جب ابن عمر نے یزید کو نامہ لکھا کہ تونے حسین کو قتل کیا کچھ نہ کیا تو یزید نے اسکے جواب میں لکھا کہ اے احمق اول جو کچھ کیا ہے تیرے باپ نے کیا ہے ابتدا میں ہم تو بچھے ہوئے فرشوں اور مسندوں پر آبیٹھے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اُنا تو شیر دیگر حضرت امیر تو اصحاب ثلاثہ کے سامنے کبھی اتنا بھی نہ بولے جتنا رسول خدا صلعم ابو جہل اور امیہ بن خلف اور ابولہب اور ولید بن عقبہ وغیرہم کے سامنے بول لیے تعجب طرفہ تماشا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات کے اس زور اور بل اور قوت اور شجاعت کے باب میں کوئی روایت نہ ہو اور وہ تو حق گوئی کی بدولت کفار بدکردار کے ہاتھ سے عالم تنہائی میں کیا کیا جفائیں اُٹھائیں یہانتک کہ علاوہ دشنام ہائے ناہنجار اور دست درازی ہائے بے اندازہ کی نوبت یہ پہنچی کہ گھر بار سب الوداع کیا اور حضرت امیر کو ایکدفعہ بھی نوبت آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں اور جفائیں اُٹھائیں یا مدینہ منورہ ہی ہجرت کر کے شرف ہجرت کو اضعاف مضاعف بلکہ اُلٹے ہم پیالہ اور ہم نوالہ اُنہیں کے پیچھے نمازیں پڑھتے عید و جمعہ میں اُنہیں کے خطبے سنتے اُنہیں سے رشتہ پیوند قرابت پیدا کرتے تمام عمریوں ہی گزاری اور کچھ نہیں ہو سکے تھا تو جیسے رسول خدا صلعم نے تقیہ نکیا تھا آپ بھی نہ کرتے القصہ حضرت امیر کے جہاد نکرنے کو اسباب پر محمول کرنا کہ آپکے ساتھ انصار اور مددگار نتھے کمال سفاہت ہے بلکہ یہ تو حضرت امیر کی تکذیب کرنی ہے حضرت امیر تو یوں ارشاد فرمائیں کہ میرے مقابلہ میں سارا جہان آجائے تو کچھ اندیشہ نہیں ہے اور پھر بوجہ اختیاری خوف موت کے تنہائی کی صورت میں اور امید بہبودی نتھی مولوی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ حضرت امیر انصار کے محتاج تھے معہذا او کتابوں کو تو پلٹ کر دیکھیے انصار رسول اللہ صلعم بزعم شیعہ سب انصار اور مددگار حضرت امیر نتھے اولاد انصار آپکی مددگار رہی آپکے ایام خلافت میں اکثر اولاد انصار آپ ہی ساتھ تھے پھر کیا وجہ ہے کہ آپنے ثلاثہ کے زمانہ میں جہاد نکیا انصاف یوں ہے کہ حضرت امیر بدل معین و مددگار خلفاء ثلاثہ تھے خصوصاً شیخین کہ آپنے انکی تعریفیں اپنی خلافت میں بھی کی ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ تقیہ کا نتھا باعتقاد جمہور امامیہ اُس زمانہ میں آپ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ پہلے مرقوم ہو چکا اور نیز اُس زمانہ میں ثلاثہ کا انتقال ہو چکا تھا مرے ہوے سے تو نامردوں کو بھی خوف نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرت علی پھر ان سب وقائع کے ملاحظہ کے بعد اور حضرت علی کی شجاعت اور کمالات اور قوت ایمانی کو خیال کر کے اہل فہم کو تو بجز اسکے خیال میں نہیں آسکتا کہ حضرت علی کا سکوت فقط اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو خلیفہ برحق سمجھتے تھے

اقول جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کے مقدمہ میں خلفا سے زبانی بہت گفتگو کی ہے اور دعوی کیا ہے کہ یہ خلافت حق میرا ہے چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ وفی رسائل ابی بکر و عمر و ابا عبیدۃ الجراح الی علی رسالۃ لطیفۃ رویتھا الثقات باسناد صحیحۃ تشتمل علی کلام کثیر من الجانبین و قلیل غلظۃ من عمر و علی وان علیا جاء الیھما ودخل فیما دخلت فیہ الجماعۃ وقال حین قام عن المجلس بارک اللہ فیما ساءنی وسرکم حاصل یہ کہ ابوبکر کے بھیجے میں عمر اور ابو عبیدہ جراح کو طرف علی کے بھیجا لطیف اور نازک ہے کہ روایت کیا ہے اسکو معتمدوں نے ساتھ سندوں صحیحہ کے کہ شامل ہیں کلام کثیر پر دونو جانب سے اور تھوڑی سختی عمر اور علی کی جانب سے اور تحقیق علی آیا انکے پاس اور داخل ہوا جس جگہ کہ داخل ہوی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ کھڑا ہوا مجلس سے برکت دیوے خدا اُس چیز میں کہ غمگین کیا مجکو اور خوش کیا تمکو اب سمجھنا چاہیے کہ کسقدر ملال حضرت علی کو خلافت کے جانے میں ہوا اور صحیح بخاری میں غزوہ خیبر میں عائشہ سے روایت ہے کہ علی نے ابوبکر سے کہا کہ ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نری لقرابتنا من رسول اللہ نصیبا حتی فاضت عینا ابی بکر یعنی اور لیکن استبدادگی کی تونے ہم پر امر خلافت میں اور ہم دیکھتے تھے از جہت قرابت خود از رسول خدا صلعم نصیب اور حصہ اپنا یہانتک کہ آبدیدہ ہوگئیں آنکھیں ابوبکر کی اور ایسی ہی مسلم میں ہے پس کیا وجہ تھی اگر علی کو مستحق خلافت جانتے تھے تو خلافت سے دست بردار ہوتے کیونکہ وہ جانتا تھا کیونکہ خلافت کو چھوڑتے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ [illegible] از مہم بیعت فراغت حاصل شد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ او وجوہ مہاجرین و اعیان انصار جمع ساختہ کسے را فرستاد و علی مرتضی کرم اللہ وجہہ را بآن مجلس طلبید و بعد از رعایت مراسم آداب محبت بنشست سلامی خود بنشست از موجب طلب خویش پرسید عمر فاروق گفت موجب آنست میخواہیم کہ تو نیز بیعت نمائی چنانچہ اصحاب با ابوبکر بیعت کردند تو ہم بیعت کنی علی گفت کہ من ہمان سخن کہ با شما گفتہ ام گفتہ اگر قصد برشما میکنم دائما راست گوئید کہ بحضرت رسالت پناہ اقرب کیست عمر گفت کہ ترا نگذاریم تا بیعت نکنی اس سے زیادہ دنیا سختی ہوگی کہ شیخان ایسی بات سنے اور خاموش ہو رہے اور سبب اسکا یہ تھا کہ رسول خدا صلعم نے وصیت کی تھی کہ تیری اوپر بہت سے مصیبتیں پڑینگی لیکن تو صبر کرنا چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ یا علی بعد از من بسی امور مکروہہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق صبر پیش گیری چون مینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو آخرت اختیار کنی اور تاکید صبر کی اسواسطے فرمائی کہ رسول خدا صلعم جانتے تھے کہ اگر علی بدون فراہم ہونے انصار کے تلوار میان سے نکالیگا تو لوگ بسبب کینوں کے کہ علی کی طرف سینوں میں رکھتے ہیں مرتد ہو جاوینگے اور دین میں خرابی آئیگی چنانچہ استیعاب میں رفاعہ بن نافع کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ذکر عمر بن شبہ عن المدائنی عن ابی مخنف عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحۃ والزبیر الی اللہ فرجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اھلہ واولیاءہ فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا

وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الم یعنی روایت ہے شعبی سے کہتا ہے کہ جسوقت خروج کیا طلحہ اور زبیر نے
واسطے محاربہ علی کے تو لکھا ام الفضل دختر حارث نے اور اطلاع کی ساتھ نکلنے انکے پس کہا علی نے کہ تعجب ہے ساتھ طلحہ اور زبیر کے کہ تحقیق خدا سے عزوجل نے جسوقت روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو
کہا ہمنے کہ ہم ہیں اہل و اقارب اسکے نہ نزاع کریگا ہم سے مقدمہ سلطنت اسکے میں کوئی پس انکار کیا ہم پر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کر دیا غیر ہمارے کو قسم ہے خدا کی اگر نہ ہوتا خوف تفرقہ کا
اور اس امر کا کہ عود کریگا کفر اور ہلاک و فاسد ہو دین تو البتہ تغیر کر دیتے ہم پس صبر کی بعض الم پر اسکے بعد کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر نہ دیکھا ہمنے بجمد و شکر خدا اگر نیکی کو پھر کودے آدمی عثمان پر کہ اسکو خلیفہ کیا
پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی مجھ سے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسی پر اور بیعت کی مجھ سے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک ماہ کا مل یہانتک کہ نکلے طرف عراق کے جسوقت کہ تو ڑ نیوالے تھے بیعت
میری کو واسطے ندا لیس پجڑ تو انکو بسبب قتل کرنے انکے کے مسلمانوں کو اور عقیلی محدث اہل سنت ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت آیا ہے کہ کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات
بینہم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکروانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف
ثم بایع الناس عمر وانا واللہ اولی بالامر منہ احق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذن لا اسمع واطیع ان عمر جعلنی فی خمسۃ نفرانا
سادسہم لا یعرف لی فضلا فی الصلاح ولا یعرفونہ کلنا فیہ شرع سواء وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم لا یستطیع عربیہم ولا عجمیہم ولا المعاند منہم ولا المشرک رد خصلۃ منہا لفعلت
یعنی تھا میں دن شوری کے وقت خلیفہ کرنے عثمان کے دروازہ پر پس بلند ہوئی آوازیں درمیان ان لوگوں کے پس سنا میں نے علی کو کہ کہتا تھا کہ بیعت کی آدمیوں نے واسطے ابو بکر کے اور میں
قسم ہے خدا کی بہتر اور سزاوار زیادہ تھا ساتھ خلافت کے اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے خوف اس امر کے سے کہ پھر آدمی کفر کی طرف کہ مارے بعض لوگ گردن بعض کی ساتھ تلوار کے
پھر بیعت کی آدمیوں نے عمر سے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور حقدار زیادہ ہوں خلافت میں اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے اس خوف سے کہ پھر جائیں لوگ کفر کی طرف کہ مارے بعض انکا
گردن بعض کو ساتھ تلوار کے بعد اسکے ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بیعت کرو تم عثمان کی اسوقت بھی سنتا ہوں میں اور مان لیتا ہوں میں کہ تحقیق عمر نے کر دیا ہے مجکو درمیان پانچ نفروں کے کہ میں چھٹا
انکا ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت میری کو نیکی میں اور نہیں جانتے ہیں وہ فضیلت کو میری گویا کہ میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی اگر چاہوں میں کہ
کلام کروں میں تو نہ طاقت رکھے عربی انکا اور نہ عجمی انکا اور نہ معاند اور مشرک رد کرنے خصلت اور فضیلت میری کو تو البتہ کر سکتا ہوں میں اور یہ روایت لسان المیزان میں اور کتب دارقطنی میں بطرق
متعددہ موجود ہے اس روایت سے اور ماقبل کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ خلافت حق علی کا ہے اور وہ لوگ زبردستی سے اعانت دشمنان علی کی وسیلہ سے خلیفہ بن بیٹھے اور اگر علی نے انسے اسباب میں مقابلہ
نہیں کیا اور اپنے حق کے طلب میں انسے لڑے نہیں تو ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ علی کے پاس انصار نہ تھے اور صحابہ میں سے کسی نے اس زمانہ میں علی کی نصرت کی اور اہل سنت کی ان روایتوں سے ثابت
ہوا کہ علی اپنے حق خلافت کے طلب میں انسے لڑے نہیں سو اسطے کہ اگر ایسا کرتے تو اکثر لوگ مرتد ہو جاتے اور یہ جو کہتا ہے کہ طرفہ تماشا ہے کہ رسول خدا صلعم کے زور اور قوت کی روایت نہو۔ میں کہتا
ہوں کہ آنحضرت کے زور کی روایت بیان کرنیکی کچھ احتیاج نہیں جب حضرت علی ایسے شجاع ہوے تو آنحضرت تو علی سے زیادہ شجاع ہونگے کہ وہ علی سے افضل ہیں اور اگر تجھکو یہ روایت ناگوار معلوم ہوئی
ہے کہ جو حضرت علی نے اپنی شجاعت کی بیان کی ہے اور تو یہ کہتا ہے کہ یہ نہج البلاغت کی خطبوں میں ہے اور خطبے نہج البلاغت کے وہ ہیں کہ جنکا اعتقاد رکھتے ہیں علماء اہل سنت مثل توشیح شارح تجرید
اور علامہ تفتازانی اور کازرونی اور ملا یعقوب لاہوری اور صاحب قاموس در صاحب نہایہ کے اور سوائے انکے کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اس صورت میں اعتراض تیرا حضرت علی پر ہوا کہ انہوں نے
ایسا بڑھکر کیوں کہا اب کہنا اہل سنت علی سے دوستی رکھتے ہیں اور تو کیا جانے کہ ہماری کتابوں میں جناب رسول خدا صلعم کی زور اور قوت کی روایت نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی روایتیں بھی بہت
ہیں چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلعم نے از راہ خوش طبعی فرمایا کہ اے علی تجھکو کیا گمان ہے کہ روئے زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی شجاع نہیں ہے کل جنگل کو روانہ ہو اور جس سوار کو کہ دیکھے
تو زور آزمائی کر اگر وہ راضی ہو دوسرے روز حیدر کرار صحرا کو تشریف لیگئے ایک سوار کو دیکھا سفید گھوڑے پر سوار صورت اپنی پوشیدہ کئے ہوئے حضرت علی سے اس نے کہا کہ کیا تو اپنا زور آزمانا چاہتا ہے یہ ہتیلی کہ زمین پر
پڑی ہے اگر تو اسکو اٹھالیگا تو تیرا زور مجھ سے زیادہ ہے حضرت علی نے ہر چند زور کیا وہ ہتیلی زمین سے نہ اٹھی غصہ میں ہوے اس سوار نے منہ اپنا کھول دیا دیکھا کہ جناب رسول خدا صلعم ہیں فرمایا کہ اے علی رنج
مت کر اس ہتیلی میں آسمان و زمین کا بار ہے کہ سوائے پیغمبر کے اسکو کوئی نہیں اٹھا سکتا ہے اور حضرت امیر ہمیشہ حق گو رہے ہیں اور اپنے حق کو طلب کرتے رہے ہیں چنانچہ بیان کیا ہے ہمنے اور علی کیونکر حق گو نہوتے
کہ رسول خدا صلعم نے انکو فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی اور ایسے حق گو تھے کہ ثلاثہ وغیرہم مسائل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے اور آزار بھی انہوں نے بہت پائی ہیں کہ خلافت کہ جو حق انکا تھا اور فدک
جو کہ فاطمہ زہرا کا حق تھا اسکو لوگوں نے انسے غصب کیا اس سے زیادہ اور کیا آزار و ظلم ہوگا اور انکا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ تاریخ عقد ابن عبد ربہ اور اعثم کوفی اور اسکے سوا وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی
عبد العزیز صاحب اور انکے بزرگ بھی اقرار کرتے ہیں اور اسقاط محسن کا بروایت نظام معتزلی اور گرانا فاطمہ کے دروازہ کا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابو بکر وقت مرنے کے کہتے افسوس کرو دوست
انی لم اکن کشفت بیت فاطمۃ وترکتہ یعنی دوست رکھتا ہوں میں اس امر کو کہ تحقیق نہ کھولتا میں گھر فاطمہ کا اور ترک کرتا میں اسکو ایسے ظلم تو آنحضرت نے بھی نہیں دیکھے اور پھر صبر کیا بموجب
وصیت رسول خدا صلعم کے جیسے کہ روضۃ الاحباب سے نقل ہوئی ہے اور ہجرت مدینہ منورہ سے کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہاں تو ہجرت کر کے جاتے تھے اور ہجرت بلاد الشرک سے ہوتی ہے نہ دار الاسلام سے اور مدینہ میں شرک نہ تھا

اور نہ خلفاء مشرک تھے اور نہ کسیکو طرف شرک کی بلاتے تھے بلکہ اسلام کی طرف بلاتے تھے کہ ترقی اپنی ریاست کی اسی کی ضمن میں کبھی تھی لیکن بسبب بے علمی کے بعضے احکام میں غلطی کرتے تھے اور کچھ
احکام اپنی رای سے ایجاد کرکے خلاف قانون شرع کی بھی جاری کرتے تھے اور حضرت علی وہانسے ہجرت کیونکر کرتے کہ اگر تو مسلمانوں کی ہدایت واجب تھی سو سب کو راہ حق بتاتے تھے اور خلفا
کو غلطیوں سے سنبھالتے تھے اور گو منصوب الحق تھے لیکن خلفا کو مشورہ نیک دیتے تھے کہ جسمیں ترقی دین کی تھی اور خلفاء کو تو مقصود اپنی حکومت سے تھا سو حکومت انکے پاس تھی اور علی پر ہدایت اور راہ
حق کی طرف لیجانا تھا جو کہ مقصود خلافت نبوت سے ہے سو اسکو وہ بجا لاتے تھے گو خلافت ظاہری ہاتھ سے جاتی رہی تھی اور اسکے جاتے رہنے سے ہجرت کرنی کیا وجہ ہے اور رسولخدا صلعم نے فقط واسطے صبر
کرنیکے فرمایا تھا مگر وہاں سے نکلنیکو پیش آنے پر جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے نہ ہجرت کرنیکو پھر وہ کیونکر ہجرت کرتے اور باوجود اسکے حکم رسولخدا کا تھا موافق روایات اہل سنت کے خلفاء جور کی متابعت کا
بعد اسکے آئیگا اور ہمراہ انکی عیدین میں اور نمازوں میں شریک ہونا اول تمہاری نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہ تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ چھ مہینے تک علی نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی اور مفہم
شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو رواداری علی کی تھی اور جب فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور وہ روا داری باقی نرہی تو عاجز ہو کر علی نے بیعت ابوبکر کی کی اور اگر
انکی ہمراہ نماز پڑھنا اور جمعہ اور عیدین میں شریک ہونا وقوع میں آیا ہو تو کیا مضایقہ ہے یہ امر موافق حکم رسولخدا صلعم کے ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان سے
فرمایا ہے کہ تکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ
ان ادرکت ذلک قال تسمع للامیر وان ضرب ظہرک واخذ مالک یعنی ہونگے بعد میرے امام کہ رہنمائی نہ پائینگے ساتھ ہدایت میری کے اور مستن نہونگے ساتھ سنت میری کے
اور قریب ہے کہ قایم ہوں اور کھڑے ہوں انمیں مرد کہ دل انکے دل شیاطین کے ہوں بدن انسان میں حذیفہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے کہ کیا کروں میں یا رسولخدا اگر پاؤں میں انکو
کہا کہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اگرچہ زخمی کیجاوے پشت تیری اور لے لیا جائے مال تیرا اور اس سے مراد تمہا بنی امیہ اور بنی عباس نہیں ہو سکتی بلکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد سے
شمار کئے جائینگے جنکو کہ حذیفہ نے پایا ہو پس موافق اس روایت کے حضرت علی معاملہ انہا ان سے رکھتے تھے اور سب امور میں انکے شریک ہوتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتے تھے
اور حضرت علی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تو قاتلان عثمان کے ساتھ بھی تھے کہ وہ ان حضرت کے لشکر میں تھے اور موافق مذہب اہل سنت کے عایشہ اور معاویہ حضرت علی سے اسی واسطے
جنگ کرتے تھے کہ انکو ہمارے سپرد کرو لیکن حضرت علی نے انکو سپرد نکیا اور ہزاروں مومنین کا خون کروایا اسکی کیا وجہ تھی اور عثمان کے جنازہ پر جو نماز نہ پڑھی باوجودیکہ خلیفہ
ہو گئے تھے اور نہ اسکو دفن کیا اسکا کیا باعث تھا جو عذر کہ تم اس مقدمہ میں بیان کروگے وہی عذر ابوبکر اور عمر سے خلافت کے نہ لینے کا ہے جو کہ حق ان حضرت کا تھا اور موافق
ارشاد رسولخدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھ رہے اور شیعوں کے مذہب میں تو حکم ہی تقیہ کا ہے اور رسولخدا صلعم نے تقیہ کیوں نہیں کیا بعضے محل پر تو وہ بھی تقیہ کے ساتھ کاربند ہوتے تھے
چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جسوقت آنحضرت قران کو نماز میں آواز بلند سے پڑھتے تھے تو مشرکین قران کو
سنکر قرآن کو اور اسکے نازل کرنیوالیکو اور جسپر نازل ہوتا تھا اسکو برا کہتے تھے حکم ہوا کہ آواز کو قرآن کے پڑھنے میں بلند نکیا کرو سو کفار کے خوف سے بلند کرنا آواز کا موقوف کیا
پھر یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے اور جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے مسند عایشہ میں کہ جناب رسولخدا صلعم نے عایشہ سے فرمایا لولا ان یکون قومک حدیث عہدہم بالجاہلیۃ
ولخاف ان ینکر قلوبہم لامرت بالبیت فہدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ والزقت ببابہ بالارض وجعلت لہا بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراہیم
حاصل یہ ہے کہ اے عایشہ اگر نہوتی قوم تیری جدید زمانہ جاہلیت کے یعنے زمانہ کفر کے اور ڈرتا ہوں میں اس سے کہ انکار کریں دل انکے تو البتہ حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ منہدم کیا جائے
پس داخل کرتا میں اس میں جو کچھ کہ نکل گیا ہے اس سے اور داخل کرتا میں دلیز اسکی کو زمین شرقی میں اور کرتا میں واسطے اسکے دو دروازہ ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ
غربی پس پہنچاتا میں اسکو بنیاد حضرت ابراہیم کو اور بعضی روایت میں حدیثو عہد بالکفر ہے اور بعضی میں حدیثو عہد بالشرک بھی آیا ہے تو تقیہ رسولخدا کا قوم عایشہ سے جو کہ عایشہ کے
قریب اور عزیز تھے ثابت ہوا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسمیں ترک قلیل امر بالمعروف کا ہے جسوقت خوف ہو اس امر کا کہ سبب سے جائیگا
فتنہ اس قوم کا کہ انکار کریں حضرت امیر کے ارشاد کا جواب کہ میں مقابلہ میں آدمیوں کی کثرت کے گھبراؤں نہیں اور خوف نکروں اور موت کے اختیار میں ہونیکا جواب اس سے پہلے
گذر گیا ہے اور سفینہ تو تیرا عثمان ہے کہ جسکو حضرت عایشہ نے نعثل کہا تھا اور نعثل لغت میں شیخ احمق کو کہتے ہیں اور انصار یا اولاد انصار خلافت میں جناب امیر کے ہمراہ تھے اور یہی
سبب ہے عایشہ اور خوارج اور معاویہ پر جہاد کیا لیکن زمانہ میں ثلثہ کے کون ہوا تھا ہمراہ جناب امیر کے تاکہ وہ جہاد کرتے اور کیونکر ہمراہ ہوتے زمانہ میں ثلثہ کے جناب رسولخدا صلعم نے تو فرمایا تھا
انکے اصحاب سے کہ اگر تم علی کو اپنا امیر کروگے تو وہ تمکو راہ راست کیطرف لیجائیگا لیکن نکروگے تم اسکو جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا کہ یا علی ستجتمع
الامۃ علیک بعدی اے علی مجتمع ہوگی امت تجھپر بعد میرے جیسا کہ صاحب تحفہ نے باب مطاعن میں عثمان کے مطاعن میں لکھا ہے تو کہاں لکھا ہے کہ علی کے ہمراہ انصار تھے اور جناب
امیر شیخین کی کس امر میں معین اور مددگار رہے تھے وہ تو انکی مذمت کرتے رہے ہیں جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبہ شقشقیہ میں لکھا ہے جسکا اقرار علمای اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب

امر کیا ہے اور استیعاب اور میزان ذہبی وغیرہ سے ہم پہلے لکھ چکے کہ وہ ہمیشہ اپنی خلافت کے جانے سے شکایت ثلثہ کی بلکہ تمام قوم کی کرتے رہے ہیں البتہ مشورہ نیک دینی میں شیخین کے
شریک ہوتے تھے دوسرے اسمیں ترقی اسلام منظور تھی اور وہ زمانہ تقیہ کا کیونکر تھا رسولخدا صلعم نے خود اس زمانہ میں تقیہ کرنیکو فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم سے پہلے اسی سے ہمنے لکھا ہے اور جو
تقیہ کے جمہور امامیہ کے نزدیک حرام ہوتے ہیں پہلے اس سے لکھا ہمنے وہ سب باطل کردیئے اور جو ہوئے تھے تقیہ نہیں ہوتا ہے لیکن اسکے معتقدین سے ہوتا ہے جو کہ زندہ ہیں اور جسوقت
جناب رسولخدا صلعم نے کہ جنکی شجاعت اور کمالات حضرت علی سے زیادہ تھے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور خوف کی جہت سے کعبہ کو منہدم نکر سکے تو علی کا مرتبہ تو ان سے کم ہے اور حضرت
علی کا سکوت اسوجہ سے تھا کہ انکی پاس انصار نتھے اور استیعاب وغیرہ کی روایتوں سے جو کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اسواسطے خاموشی اختیار کی تھی کہ اگر میں ارادہ
قتال کرونگا تو لوگ مرتد ہوجائینگے اور دین میں خرابی ہوگی اور ثلثہ کو خلیفہ برحق ہرگز نہیں سمجھتے تھے چنانچہ نہج البلاغہ میں وہ نہج البلاغہ کہ جسکا اقرار قوشجی شارح تجرید اور تفتازانی
اور کازرونی وغیرہ کرتے ہیں جناب امیر کے کلام ہونیکا اسکے خطبہ شقشقیہ میں کہ جسکو صاحب قاموس اور صاحب نہایہ اور صاحب مجمع البحار اور ابو ہلال عسکری اور ابو حیان اور ابن
جوزی کہتے ہیں کہ کلام جناب امیر کا ہے مذمت ثلاثہ کی لکھی ہے اور بعض فقرے اسکے یہ ہیں اما واللہ لقد تقمصها ابن ابی قحافة وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی یعنی خبردار قسم ہے خدا کی
لیا ہے پیراہن خلافت کو ابو قحافہ کے بیٹے نے یعنی ابوبکر نے حالانکہ وہ تحقیق جانتا تھا کہ محل میرا اس سے محل ایسا ہے جیسی چکی کی کیلی کہ جو نسبت کیلی کو چکی سے ہے کہ جیسے کہ چکی بدون اس کیلی کے نہیں گردش کرتی ہے ایسے ہی جسوقت خلافت میری
بلاشبہ تو انتظام اسکا بعدالت اور موافق حکم پیغمبر خدا کے نہو گا باوجود اسکے انکے حق کو پوشیدہ اور بے جا اور ناحق پر قابض ہو گیا حتی مضی الاول لسبیله فادلی بها الی فلان بعده
یعنی گذر گیا پہلا اپنی راہ کو اور دیا گیا بعد اپنے پہنچایا اس خلافت کو فلانے کو بعد اپنے یعنی پہنچایا طرف عمر کے بدلے میں اسکے جو پہلے سبب اسکے ہاتھ پر بیعت کی تھی الی ان قام ثالث
القوم نافجا حضنیه بین نثیله ومعتلفه یہانتک کہ اٹھا اس قوم کا تیسرا یعنی عثمان اور تخت خلافت پر پہنچا کہ مثل شتر سیر خوردہ کے بلند کرنیوالا تھا زیر بغل اور پہلوؤں کو
اپنا مابین سرگین اور چراگاہ اپنے کے اور پھیل گیا زیادہ اور انتخاب کیا وقام معه بنو ابیه یخضمون مال الله خضم الابل نبتة الربیع یعنی اٹھے ہمراہ اسکے بیٹے باپ اسکے کہ
کھاتے تھے مال خدا کو جیسے اونٹ کھاتے ہیں گھاس بہار کی الی ان انتکث علیه فتله واجهز علیه عمله وکبت به بطنته یہانتک کہ بٹ گئی اوپر اسکے رسی
اسکی بٹی ہوئی اسکے اور واجب کیا اوپر قتل اسکے کے عمل شامت اسکے نے اور اوندھا ڈالا اسکو پری شکم اور اسراف اسکے نے اور علمائے اہل سنت میں سے ابن عبد ربہ نے کتاب عقد
میں اور ابو ہلال عسکری نے کتاب اوائل میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی نے اما انی لو اشاء ان اقول لقلت عفی الله عما سلف
سبق الرجلان وقام الثالث کالغراب همه بطنه ویله لو قص جناحاه وقطع راسه لکان خیرا له یعنی تحقیق میں اگر چاہوں کہ کہوں میں تو البتہ کہتا ہوں میں درگذر کرے
خدا اس سے جو کہ پہلے گذرا سبقت کی دو مردوں نے یعنی ابوبکر اور عمر نے اور کھڑا ہوا تیسرا انکا مانند کوے کے قصد اسکا صرف شکم اسکا تھا وائے اسپر اگر کاٹے جاتے بازو
اسکے اور کاٹا جاتا سر اسکا تو بہتر تھا واسطے اسکے قال الشیخ الاشعری باقی جناب مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ جہاد مال دنیا کیلئے ہوتا ہے
ہرچند درست ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مظلوم کی نصرت دین میں ہے یا دنیا میں سے اور مظلوم بھی کون جگر گوشہ جناب سید الاولین والآخرین اگر ایسے مظلوم کی نصرۃ داخل دین ہے
تو حضرت باوجود اتنی استطاعت کہ اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کرسکتے تھے اور اپنی جان کا کچھ زیاں ہی نتھا معہذا انصار انکی انصار تھے کیوں حضرت زہرا کی مدد نکی
اور حضرت زہرا معاف کردیتی جب بھی ایک بات تھی حسب ارشاد مولوی صاحب موصوف تا دم واپسیں ابوبکر صدیق کا ظلم انکے پیش نظر تھا اور اگر یوں کہئے کہ نصرۃ مظلوم کار دنیاوی
ہے تو دنیا کی خوبی اور بزرگی تو سب جانتے ہیں اس صورت میں نصرت مظلوم اگر ممنوع بھی نہوگی تو موجب ثواب بھی نہوگی واجب تو درکنار پھر بابت ترک نصرت حضرت امیر رضی
الله عنہ کے جو سینہائے شیعہ لبریز شکایت صحابہ اور اولاد صحابہ بغض بھرا ہوا لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نصرت مظلوم کو منجملہ دین بلکہ واجب ہی قرار دیں گے
کیوں اول تو کلام الله اور احادیث طرفین اس مضمون سے بھرے ہیں دوسرے صحابہ کے مطاعن کی کوئی بات چاہئے مولوی صاحب تو اسپر غش ہیں بلا سے حضرت امیر پر حرف آجائے مگر
ہمیں بخدا الی ذات سے یقین ہے کہ ہمنے جو کچھ تقیہ کی بات میں اوپر لکھا ہے اگر مولوی صاحب بغور دیکھیں تو زبان سے ہی کہیں کے تو دل سے تو بیشک اسبات کے معتقد ہوجائینگے کہ حضرت امیر کا
اصحاب ثلثہ سے بیعت کرنا اور فدک نہ دینے پر سکوت کرنا سب بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ تھا نہ بوجہ تقیہ اور آگے جو کچھ آتا ہے انشاءالله وہ اور تقریر سابق کے تاکید کریگا اس
مجموعہ کو دیکھکر سب کو معلوم ہوجائیگا کہ حضرت امیر کے وہ لوگ زیادہ قدر کرتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ آپ کسی سے ہارے ہوئے نتھے اور بسبب ضعف اور ناتوانی کے خلفاء کے ساتھ
موافقت نرکھتے تھے بلکہ محض خدا واسطے یا وہ لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ آپ ذلیل و خوار بے سروسامان ناتوان ناچاری کے باعث اطاعت کرتے تھے اور دل میں کچھ تھا اور زبان پر
کچھ تھا تمام عمر اخفائے حق اور کتمان دین میں مصروف رہے اور باوجودیکہ آیت وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ جسکا یہ مضمون ہے کہ خلط مت کرو حق کو باطل کے ساتھ
اور مت چھپاؤ حق کو جان بوجھ کر آپ کو یاد تھی پھر بھی حضرات صحابہ کے ساتھ ایسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشوار ہی ہوگئی چنانچہ گروہ اعظم اہل سنت

اسی وجہ سے ہوگئے ہیں اصحاب ثلثہ کے حد سے زیادہ توقیر کرنے لگے اور معاملہ سب منعکس ہو گیا دین اصلی بہت ضعیف و مخفی رہ گیا **اقول** مولوی صاحب نے یہ کب فرمایا ہے کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہے خط میں تو اُنہوں نے یہ لکھا ہے کہ جہاد ترقی دین کے واسطے ہوتا ہے اور مال دنیا کے واسطے نہیں ہوتا اور نصرت مظلوم کو جو تو پوچھتا ہے کہ دین میں سے ہے یا دنیا میں سے ہم اُسکو دین میں سے کہتے ہیں اور تو جو کہتا ہے کہ پھر علی نے فاطمہ کی مدد کیوں نکی فدک کے لینے میں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب خلافت کے مقدمہ میں علی نے سکوت کیا موافق وصیت رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا تھا حضرت نے اے علی بعد میرے بہت سی مکروہات تجھکو پیش آئینگے تو صبر کرنا جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے تو فدک کا مقدمہ اور اعانت مظلوم تو بدرجہا خلافت سے مرتبہ میں کم ہے کہ مدار دین کا تو خلافت ہی پر ہے جب وہی ہاتھ سے جاتی رہی تو فدک کی کیا حقیقت ہے اور نہ حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ پروا فدک کی تھی صرف حجت کے تمام کرنیکو دعوی کیا تھا اور حضرت علی کو کیا استطاعت تھی اگر استطاعت ہوتی تو پہلے خلافت ہی کو لیتے کہ جو فدک کو بھی شامل تھی اور ہر وقت کی ایک مصلحت ہوتی ہے اور نصرت مظلوم کی بعضی محل پر نہیں کر سکتی کہ وہاں مصلحت یہی ہے اور اگر ہر مقام پر نصرت مظلوم کی واجب ہوتی تو مکہ معظمہ میں جناب رسولخدا کے برابر تو کوئی مظلوم تھا انکی نصرت وہاں کچھ نکر سکے اور ابوبکر کے موہنہ پر اُس کافر نے اتنی جوتیاں ماریں کہ بینی اور رخسارہ سوجکر برابر ہوگئی جیسا کہ معارج النبوت وغیرہ میں ہے لیکن جناب رسولخدا اور علی مرتضی و سب صحابہ کہڑے ہوئے دیکھا کئے اور کوئی بھی نصرت اُس بیچارہ کی نکر سکا اور علی مرتضی کسی فضیلت میں رسولخدا سے زیادہ نتھے اور یہ حضرت علی نے کب فرمایا ہے کہ میں سارے جہان کو زیر کرلوں اور یہ کہنا کہ آدمیونکی کثرت سے گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں تو مقتضا اُنکی شجاعت کا ہے و حضرت علی ہر چند اشجع الناس تھے لیکن یہ امر ایسا مقرر نہیں ہے جو کوئی شجاع ہوتا ہے خواہ حضرت علی خواہ غیر اُنکا جان اپنی دیدیتا ہے لیکن منہ اپنا مخالف کے مقابلہ میں سے پھیرتا نہیں ہے اور نہ بھاگتا ہے جیسے کہ خلفا ثلثہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے لیکن ایسی شجاعت کو لازم نہیں ہے کہ اگر شجاع بھاگے نہیں تو سب لوگ مار ڈالے اور سب پر غالب ہی ہو جاوے حضرت علی کے اس کلام کی فرمانے پر کہ میں آدمیوں کی کثرت سے خوف نکروں اور نہ گھبراؤں بار بار تو طعن کرتا ہے لیکن جواب بھی اسکا پا جاتا ہے اور وہ انصار حضرت علی کے کونسے تھے جنکو ہمراہ لیکر فاطمہ زہرا کی مدد کرتے اگر انصار ہوتے تو خلافت ہی کو پہلے لیتے اور انصار کے نہونیکی تو جناب رسولخدا صلعم نے بھی خبر دیتی تھی کہ یا علی لا تجتمع الامۃ علیک چنانچہ مولوی عبدالعزیز صاحب تحفہ میں عثمان کے مطاعن میں لکھتے ہیں اور تو حضرت علی پر طعن کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں لیتا ہے میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ عثمان بھی تیرے نزدیک مظلوم تھا یا نہیں یا اُسکا مارا جانا حق و موافق حکم خدا کے تھا اور اگر وہ مظلوم تھا تو صحابہ نے کہ کئی ہزار آدمی تھے عثمان کے مدد کیوں نکی اور ایک حضرت علی بھی اُنمیں تھے کہ جو سارے جہان کا مقابلہ کرتے تھے اگر اصحاب رسول مقبول علی مدد کرتے تو وہ کیوں گردن مارا جاتا اور ظلم ابوبکر بیشک پیش نظر حضرت فاطمہ زہرا کے رہا اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا یہانتک کہ خلد بریں کو رحلت کر گئیں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے و حضرت علی کی ترک نصرۃ میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور حضرت امیر پر کسی طرح کا حرف نہیں ہے تو بہ چند اپنی گفتگو کو دلیل لاتا ہے اور طاعن اُن صحابہ کے جو مطعون ہیں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہیں تیری تاویل واہی کرنے سے کیا ہوتا ہے ملا سعدالدین تفتازانی خود شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ صحابہ بسبب حب جاہ و طمع ریاست راہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور جنہوں نے ملاقات رسولخدا صلعم سے کی ہے اُن میں سب معصوم نہیں ہیں لیکن ہم تاویلیں کرتے ہیں خصوصا مہاجرین و انصار کے حق میں اور جو کچھ پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکھا ہے سب لغو ہے اور رد ہے اور حضرت امیر کا بالفرض بیعت کرنا اور فدک دینے پر سکوت کرنا ہرگز ہرگز بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ نتھا بلکہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امیر کو انصار نہ پہنچے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لوگوں کو مرتد ہوجانیکے اور دین کے ہلاک ہوجانیکے خوف سے حضرت نے منازعت نکیا چنانچہ ہم استیعاب وغیرہ سے پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور تقیہ حضرت امیر کا اسی جہت سے تھا کہ رسولخدا صلعم نے صبر کرنیکی وصیت کی تھی جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور موافق روایت صحیح مسلم کے حکام جور کے متابعت کا حکم تھا جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور اگر بیعت واقع بھی ہوئی ہے تو ناچاری اور اضطرار سے واقع ہوئی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں منقول ہے روایت ہے و کان لعلی من الناس وجہ حیٰوۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر و مبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشھر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یأتنا معک احد کراہیۃ لمحضر عمر بن الخطاب حاصل اسکا یہ ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو رو داری علی کی تھی اور جب فاطمہ نے وفات پائی تو لوگوں کے منہ علی سے پھر گئے اسلئے ابوبکر سے درخواست صلح اور بیعت کی کی اور ابوبکر کو بلایا اور کہا اور کوئی نہ آئے اسواسطے کہ عمر کے آنیکو مکروہ جانتے تھے اور مفہم شرح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کا بہت احترام کرتے تھے بسبب اسکے کہ دختر رسولخدا اُسکے گہر میں تھے اور جب فاطمہ مر گئی تو لوگ اُس احترام سے پھر گئے تب علی نے بیعت کی ہے اور حضرت علی ہمارے نزدیک ہارے ہوئے کسی شے اور ناتوان اور کم زور تھے بلکہ ایک مرتبہ عمر کو پکڑ کر اٹھا لیا اور کہا کہ اے ابن صہاک حبشیہ اگر وصیت رسولخدا کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور نہ ناتوانی کی جہت سے ہے اور نہ واسطے خدا کے خلاف رستے موافقت رکہتے تھے بلکہ بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے موافقت رکھتے تھے اور موافق اُس روایت صحیح مسلم کے کہ حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت پر نہ ہونگے اور نہ میرے طریقہ پر ہونگے اُنکی پیروی کرنا اگرچہ تم زخمی ہوجاؤ اور مال تمہارا لوٹا جاوے اور زبان حضرت علی کی ہرگز مخالف دل کے ہمارے نزدیک نتھی بلکہ جو کچھ دل میں تھا وہی زبان پر تھا لیکن

حق کو جاری نہیں کر سکتے تھے بسبب انہوں نے انصار کے اور معتقدین کے اور جو کچھ حق تھا وہ ہی کہتے تھے اور خلط حق کو باطل کے ساتھ بتبری ثلثہ کرتے تھے بسبب بے علمی کے اپنی رائے سے ایجاد
کر کے حکم دیتے تھے اور حق کو باطل سے ملا دیتے تھے اور احکام دین میں غلطیاں کرتے تھے اور اگر کوئی حق کو مصلحۃً پوشیدہ کرے تو یہ بھی بموجب حکم خدا ہے چنانچہ رسول خدا صلعم عائشہ
کی قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر اسکو نہ بنا سکے اور حضرت امیر ہم پیالہ اور ہم نوالہ ثلثہ سے کیا ہوئے تھے اپنے گھر میں گوشہ نشین تھے اور جو کہ اہل حق تھے
مثل سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار وغیرہ کے اسوقت میں بھی وہ حضرت علی ہی کیطرف رجوع رکھتے تھے احکام دین میں اور تمیز حق کے ان لوگوں کو تھی کہ جو پیروان خاص ثلثہ کی تھے
اور گروہ اہل سنت تو بسبب پیروی ثلثہ کی ایسی بد ہو کر میں آئے ہیں کہ معاویہ اور عمرو عاص کہ جو حضرت امیر کو گالیاں دیا کرتے تھے انکو اپنا پیر و مرشد اور بزرگ جانتے ہیں اور
معاویہ کو خلیفہ صدق اور امام حق جانتے ہیں اور قاتلان آل رسول کو مومن پاک سمجھتے ہیں سب بسبب پیروی ثلثہ کی ہے اور اہل سنت جیسے کہ توقیر اصحاب ثلثہ کی حد سے زیادہ
کرتے ہیں ایسی ہی انکی عیب بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں لیکن نظر اہل سنت کی ان عیبوں پر نہیں ہے اسواسطے دین اصلی انپر مخفی ہے اور جسوقت کہ حضرت علی ثلثہ کی شکایت
اور خلافت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا افسوس کرتے ہوں اور اسکو اپنا ہی حق جانتے ہوں جیسے کہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ خلط اور ملط اور ہم
پیالہ اور ہم نوالہ ہونا علی کا اصحاب ثلثہ کے ساتھ مصلحۃً تھا موافق وصیت رسول خدا صلعم کے تو پھر حق کو باطل سے جدا ہونا نہیں کیا تامل رہا اور کونسی وجہ کامل اصلی
تمیز حق کے باطل سے ہو گی لیکن اہل سنت محبت میں ثلثہ کی ایسے از خود رفتہ ہو گئے ہیں کہ حق کو باطل سے جدا کرنیکی طرف انکو توجہ ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تصریح نام ثلثہ کے اور حد
شرع اور حق سے تجاوز کرنیکو عیوب لکھا ہوا پاتے ہیں لیکن اُس میں تاویلیں کرتے ہیں پھر حق کو باطل سے جدا ہونے میں کیا باقی رہا اور اہل سنت اس ہو کر میں آکر ثلثہ کی توقیر
نہیں کرتے ہیں بلکہ دشمنان علی کیطرف جو انکا سلسلہ منتہی ہوتا ہے ابتدا سے حضرت علی کے دشمنوں کی پیروی کرتے آج تک چلے آتے ہیں جیسے کہ یہود اور نصارا اپنے پہلے گزرے ہوئے
بزرگوں کی پیروی کرتے چلے آتے ہیں اور حق کو اختیار نہیں کرتے ہیں بعد دین حق انپر مخفی رہگیا جیسے کہ اہل سنت پر دین اصلی مخفی ہو گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** تیسرا
مطلب حضور کے تتمہ میں یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسے جو حضرت علی کے صلب اور حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے تھے انکا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا
ہر چند یہ جواب سوال سائل پر بظاہر منطبق ہے لیکن حقیقت میں دیکھیے کہ جواب سوال سائل سے ایسی ہی نسبت رکھتی ہے جیسے کہ کسی کا بگ کے اس سوال کے ساتھ کہ لالا تیل ہے، لالا کا یہ جواب
ہاں میاں آٹو ہے، اتنا تو مولوی صاحب بھی سمجھے ہوں گے کہ سائل کی غرض اسبات کے پوچھنے سے کہ حضرت علی کے بیٹیوں کا نکاح کس کس سے ہوا ہے یہی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم دختر
مطہرہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر سے ہوا ہے یہ صحیح ہے یا غلط ہے اور یہ احتمال اور یہ بھی احتمال ہے کہ مولوی صاحب نہ سمجھیں ہوں اس سے کہ بات بھی تو مشکل ہے **اقول**
اگر سائل کو یہ مقصود ہوتا کہ عمر سے نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا ہے یا نہیں تو اسکو کون مانع تھا کہ وہ اسطرح پوچھتا کہ اہل سنت میں جو مشہور ہے کہ عمر کا نکاح ام کلثوم سے ہوا ہے یہ امر راست ہے یا نہیں
بلکہ شیعوں میں جو مشہور ہے کہ عمر سے نکاح انکا نہیں ہوا تو سائل کو دریافت کرنا اس امر کا منظور ہو کہ اگر عمر سے نکاح نہیں ہوا تو پھر کس سے ہوا ہے اس لیے یہ سوال کیا اور یہ سوال سائل کا اور جواب
مولوی صاحب کا اسکی مانند کیونکر ہوا کہ جناب نے کہا کہ تیل ہے تو بقیاس جواب میں کہا کہ آٹو ہے یہ اسکے مطابق تو اسوقت ہوتا کہ جسوقت سائل یوں کہتا کہ عمر سے بھی نکاح ہوا ہے اور مولوی
صاحب جواب میں کہتے کہ محمد بن جعفر سے بھی نکاح ہوا ہے اور عمر سے نکاح ہونیکو تسلیم رکھتے لیکن مولوی صاحب کو تو اسکا اقرار ہی نہیں ہے کہ عمر سے نکاح ہوا اگر کوئی مثال لاتا ہے یہ شیخ تو وہ مطابق
نہیں ہوتے اور اگر کوئی آیت لاتا ہے تو وہ مقصود پر دلالت نہیں کرتے جیسے کہ پہلے اس سے گزرا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جناب مولوی صاحب نے اس جواب میں طرفہ چالاکی
کی ہے کہ جواب کا جواب دیدیا اور بات کی بات رکھلی مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اب میں پہلی چال کیوں بھول گئے یا اور کوئی مصلحت عمدہ نظر آئی یہ تو حضرت ام کلثوم کے مولوی صاحب کیطرف
شکایت ہی رہ گئی کہ انکی خالاؤں کو تو مولوی صاحب نے جفار قطع نسب سے مستحق اجر عظیم کیا انہوں نے کیا قصور کیا تھا جو مولوی صاحب نے اس عنایت سے محروم رکھا کیا وہ اہل
میں سے نہ تھے جو اس جفا سے دریغ کیا اگر مولوی صاحب کیطرف سے میں جواب دیدے دیتا ہوں الفضل للمتقدم یعنی بزرگی پہلوں ہی کیلئے ہے اس مثل کو خلاف کیونکر کر دیں شاید ملا زمان
مولوی صاحب کو یہ گمان ہوا ہو کہ حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نکاح کی جو حضرت
عثمان سے ہوا تھا ایک جدید ہے اور تازی بات ہے مبادا اسکا کوئی جاننے والا ہو اور قلعی کہل جا مگر میں فہمکش ہوں اہل سنت ان دونوں قصوں کو یکساں پرانا سمجھتے ہیں اور اس
فرق کو کچھ فرق نہیں سمجھتے اسکے جناب معاویہ کا کر پیرزادہ علیصاحب کو یہ مضمون لکھ کر کہ حضرت ام کلثوم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہی نہیں اصلاح تحریر مقدم کر دیں اور اندیشہ بدظنی
سنیان ہو تو عند اللہ موجود ہے اب خدا سے تو کچھ زیادہ نہیں حبیب خداوندکریم کو باوجود علم غیب اللہ واقع ہوتا ہو تو آپ تو آدمی ہی ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے سب بیہودہ اور واہی ہے،
اور کوئی مقدمہ ایسا نہیں ہے کہ جسکی جواب کی ضرورت ہو اور حضرت ام کلثوم کی خالاؤں کا حال کہ وہ رسول خدا صلعم کے نطفہ سے تھیں یا نہیں ابتدا میں گزر گیا ہے اور جو کچھ انکی نزدیک ثابت
ہوا وہ لکھ دیا اور تو جو اپنی طرف سے ایک نامعقول سوال پیدا کرتا ہے اور پھر آپ ہی اسکا جواب دیتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے مفت کا غذ کا بیہودہ باتوں سے سیاہ کرنا ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ الفضل للمتقدم

ہے کلیت اسکی غلط ہو بلکہ بعضے متاخر زیادہ بزرگ ہیں پہلوں سے اور تو قلمی کیا کہولیگا اگر کچھ کہیگا تو اُسکا جواب پائیگا اور میں تو ایسی قلمی تیری ثلثہ کی کہولی ہے اگر کوئی منصف
ہوگا تو اُسکو دیکھ کر دونوں سے بیزار ہو جائیگا اور حضرت کلثوم جو کہ حضرت زہرا کی بیٹی تہی وہ زوجہ عمر کی ہرگز نہتی اور جو کلثوم کہ زوجہ عمر تہی وہ حضرت زہرا کی شکم سے نہتی اور یہ بات
جو تو اعتراض کرتا ہے جو بلاکہ مراد شیعوں کی ہے اور اُنکی اصطلاح میں متقرر ہے اس میں کیسطرح کی قباحت نہیں ہے اور جو بلا کہ تو نے اپنے نزدیک تجویز کر رکہا ہے وہ موافق مذہب شیعوں کے
نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ مصلحت یوں ہے کہ اسماء بنت عمیس کی طرف منسوب کردیجو اور جہوٹ ہے تو بلا سے جواب ابر سرگذشت چہ یک نیزہ وچہ یکدست جہاں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیونکی نسبت میں تصرف کیا ہے نواسے کی نسبت میں ہی سہی مجتہد اور اہل روزگار فقط دنیا کے لئے سیکنوں جہوٹ بولتے ہیں آپنے اگر دو جہوٹ حفظ
دین کے لئے بولدیے تو کیا غضب ہوا بلکہ بنظر پاس ننگ ناموس دین اور متابعت بزرگان اور ائمہ اطہار اُمید ثواب عظیم ہے کیونکہ یہ بہی ایک قسم کا تقیہ ہے لیکن جناب مولوی صاحب
کے لوازم رای زنی اور مشورہ گوئی میں سے ہے کہ جملہ مراتب نفع و نقصان سے اطلاع کردیجو اس لئے معروض ہے کہ باینہمہ منافع ایک اس میں نقصان بہی ہے کہ جناب باریتعالی یوں ہی
فرماتا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی حق باطل کو مت ملاؤ اور نہ چہپاؤ حق کو جان بوجھ کر دوسرے یوں ہی فرماتا ہے وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چہپاؤ گواہی اور جو چہپائیگا گواہی تو دل اُسکا گنہگار ہے ان دونوں آیات پر نظر کیجو مگر مجہے سے غلطی ہوئی اب ذکر کون سے حق
باطل کے ملانے اور شہادت حق کے چہپانے میں کمی کی ہے جو اسکا اندیشہ ہو اس سے زیادہ اور کیا ملانا ہوگا کہ حضرت عمر کے نکاح کا نام ہی نہ لیا بلکہ اصل ملانا تو یہی ہے اگر صاف کا
کرتے اور کہدیتے کہ حضرت زہرا کے یا حضرت علی کے کوئی بیٹی ہی نہتی تو یہ ملانا تہا اسی انکار کہتے ہیں اور عربی زبان میں اسی جحود کہتے ہیں اور یہ جو آتا ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا
تو یہی مقام میں آتا ہے اور یہ نہ ذکر جواب کا جواب تہا اور حضرات ائمہ سے بجا جیسے ہو گئے مولوی صاحب نے اس مقام میں کیا خوب یعنی حق باطل کا ملا دیا ہے **اقول** ام کلثوم دختر ابوبکر کہ جو اسماء بنت عمیس کے شکم سے تہی اور بعد جعفر ابوبکر کے حضرت علی
نے اُس اسماء سے نکاح کیا تہا اور محمد اور ام کلثوم ولد ابوبکر اسکی ہمراہ حضرت علی کے گہر میں آئی تہی حضرت علی کی فرزند کہلاتی تہی وعمر نے اُس ام کلثوم کو اپنا نکاح کیا تہا اور یہ امر دروغ نہیں ہے چنانچہ ابواسحق محمد اور روضۃ الشہداء
وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت میں مصرح ہے اور عبارت کتاب تتمۃ السعداء کی یہ ہے کہ ام کلثوم دختر ابوبکر بود و مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار بود و باز بنکاح ابوبکر درآمدہ از ابوبکر پسر عبدالرحمن و یک دختر ام کلثوم
زائید بعد ازاں بنکاح علی بن ابیطالب درآمد ام کلثوم ہمراہ مادر درآمدہ عمر بن الخطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد قطع نظر اس سے کہ دختر علی سے بہی عمر نے نکاح کیا تہا یا نہیں یہ مرتبانی ہے
لیکن روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر نے ام کلثوم دختر ابوبکر سے بہی نکاح کیا ہے چنانچہ کامل ابن اثیر میں لکہا ہے تعداد ازواج عمر میں کہ خطب ام کلثوم ابنة ابی بکر الصدیق الی عائشة
اور کیونکر ام کلثوم بنت ابی بکر زوجہ عمر کی نہو گی کہ روضۃ الاحباب میں لکہا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب بہی تحفہ میں لکہتے ہیں اور بعد اسکے یہ شیخ بہی لکہتا ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر اور زید نے ایک ہی
روز وفات پائی اور دونوں کے جنازہ پر امام حسین نے اور عبداللہ بن عمر نے نماز پڑہی پس جس صورت میں کہ امام حسین نے ام کلثوم کے جنازہ پر نماز پڑہی تو وہ خواہر امام حسین کیونکر ہو سکتی ہے جو ام
کلثوم کہ خواہر امام حسین تہی وہ تو کربلا میں اپنی بہائی کے ہمراہ تہی اور اسیر ہوکر ہمراہ ساری اہلبیت کے ملک شام کو روانہ ہوئی تہی چنانچہ مقتل ابومخنف اور روضۃ الشہداء اور شہید ابواسحاق
اسفرائنی اور روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکہا ہے اور ابومخنف نے لکہا ہے کہ مختار نے کہا ہے کہ کوئی مدد زیادہ سخت مجہپر نہیں گذرا جس دن سے کہ ام کلثوم کو میں نے مجلس ابن زیاد میں دیکہا
کہ نالہ وا محمداہ وا علیاہ جگر سے کہینچتی تہی اور شق سینہ کے کانپتی تہی اور مقتل ابومخنف میں لکہا ہے کہ واقبلت ام کلثوم الی مسجد رسول اللہ باکیة العین حزینة القلب فقالت
السلام علیک یا جداہ اور شہید ابو اسحق میں لکہا ہے کہ ام کلثوم نے آگے بڑہکر کہا وَيْلَكَ يَا يَزِيد اور تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے کئی اشعار مرثیہ امام حسین کے تصنیف
ام کلثوم کی تحریر فرمائے ہیں پس معلوم ہوا کہ ام کلثوم مادر زید کی دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ سوائے ام کلثوم دختر ابوبکر کے اور کوئی ام کلثوم زوجہ عمر کی نہیں ہے تو یہی ام کلثوم مادر زید
زوجہ عمر مراد ہو گی نہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور بیہقی اور دار قطنی نے نقل کی ہے کہ علی نے اپنے بیٹیوں کو اپنے بہائی جعفر کی اولاد کے واسطے علیحدہ کر رکہا تہا عمر سے ملاقات ہوئی تو عمر نے
علی سے کہا کہ تو اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح مجہ سے کر دے حضرت علی نے کہا کہ میں نے اُنکو اپنے بہائی جعفر کی اولاد کے واسطے رکہ رکہا ہے اور ایسا ہی صواعق محرقہ میں لکہا ہے اور شرع میں برادر مومن
کی منگنی پر اپنی منگنی کرنی جائز نہیں ہے چنانچہ مشارق الانوار میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ لا یخطب احد علی خطبة اخیہ یعنی نہ منگنی کرے
کوئی تم میں سے اوپر منگنی برادر مومن اپنے کے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حضرت عمر خلاف حکم رسول خدا صلعم کے کہ حقیقت میں حکم خدا کا ہے دختر فاطمہ زہرا سے اپنی منگنی کرتے حضرت جعفر طیار کے
بیٹوں کی منگنی پر پس اس سے بہی معلوم ہوا کہ زوجہ عمر جو کہ مادر زید تہی وہ دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہتی بلکہ دختر اسماء تہی اب فرمائیے کہ اگر کوئی بنت اسماء کے ام کلثوم زوجہ عمر کو لکہے تو
دروغ کونسا ہے اور کیا جہوٹ بولا اور مولوی صاحب کا کام جہوٹ بولنا نہیں ہے جہوٹ تیسرے علماء میں مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں بہت جہوٹ لکہا ہے کہ اگر کوئی اُنکے دروغوں کو
جمع کرے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور تیسرے علماء نے غور شاد میں بہی سیوطی بنی عباس کے شاگردوں بلکہ بزرگوں حد شیعہ نیائیں کہ وہ تیری کتابوں میں مندرج ہیں اور مولوی صاحب نے نسب رسول خدا
صلعم کی صاحبزادیوں کے نسب میں کچہ تصرف نہیں کیا ہے اور جو کچہ اُنکی اور ہمارے نزدیک ثابت ہے اس سے پہلے میں لکہ چکا ہوں اور دلائل حضرت سے اپنی جگہ ہی اسمیں تصرف کیا ہوگا لیکن عمر کی زوجہ جو کہ

مادر زید ہے وہ نہیں ہیں اور جو کہ زوجہ عمر مادر زید ہے وہ دختر ابوبکر ہے اور جواب ہمارا یہ ہے کہ ہمارے روزگار کے واسطے دنیا کے جھوٹ بولتے ہیں اُنمیں سے تو ہو اور ہمارے مولوی صاحب کی ایسی شان نہیں ہے
کہ جھوٹ بولیں اور یا تیرے علماء جھوٹ بولتے تھے دنیا کے واسطے اور جھوٹی حدیثیں بنا کر بادشاہوں سے انعام لیتے تھے اور اپنے دین کی حفاظت کے واسطے تیرے علماء جھوٹ بولتے ہیں جیسے کہ مولوی عبدالعزیز
صاحب نے تحفہ میں کثرت سے جھوٹ لکھے ہیں اپنے دین کی حفاظت کے واسطے اور ہمارے علماء کا یہ کام نہیں ہے اور ایسے جھوٹ کو تمہارے علماء موجب ثواب جانتے ہیں اور اسطرح کے جھوٹ کو تقیہ نہیں
کہتے ہیں تقیہ اسلئے حفاظت جان اور آبرو اپنی کی ہوتا ہے اور اُسمیں حفاظت جان اور آبرو کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے کہ عمار یاسر کہ آنکا اعتقاد تو کچھ تھا اور کفار کے خوف سے خلاف اعتقاد
کے بیان کیا اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے علماء کو طلب کر کے قرآن کے مخلوق ہونے سے استفسار کیا اُنہوں نے تقیہ سے جواب دیا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب طلبہم انہم توقفو
اوکا انواجابوا تقیۃ یعنی اور سبب بلانے انکے کا یہ ہے کہ تحقیق اُنہوں نے پہلے تو جواب دینے میں توقف کیا اور بعد اسکے تقیہ کی راہ سے جواب دیا کہ اُسکو مخلوق کہا اور قدیم نہ کہا جو کہ مذہب
اہل سنت کا ہے اور اس جواب میں بموافق اعتقاد اہل سنت کے سب علماء جھوٹ بولے اور تاریخ الخلفاء ہی میں لکھا ہے کہ امام احمد حنبل سے پوچھا قرآن کو نہ تو قدیم کہا اور نہ مخلوق کہا بلکہ کہا کہ وہ
کلام اللہ ہے اسپر میں کچھ اور زیادہ نہیں کرتا اور خوف سے مامون کے یہ نہ کہا کہ قدیم ہے اور معلوم نہیں یہ سیکنوں کا لفظ جو تونے لکھا ہے یہ کس زبان کا ہے نہ فارسی ہے نہ ترکی ہے نہ ہندی ہے اگر تو اردو میں گفتگو
کرنی نہیں جانتا تو کسواسطے تونے ارادہ اس بات میں گفتگو کرنیکا کیا تو تو ایک شخص کندہ ناتراش دیہاتی ہے کہ کبھی شہروالوں کی صحبت میں بھی نہیں رہا ہے تجکو شہروں کی زبان سے کیا علاقہ
ہے کہ جو سینکڑوں کی جگہ سیکنوں بولا اور حق کو باطل کے ساتھ رلانا ہمارے مولوی صاحب کا کام نہیں ہے اور عمر کے نکاح کا نام کیونکر لیتے کہ وہ اُنکے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور حق بات انکا
کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کے نکاح کا اقرار کریں تو حضرت زہرا اور حضرت علی کی بیٹی ہو اور جو نہیں تو نہ ہو اور ایسا تو ابوبکر اور عثمان کیلئے بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُنکی بیٹی سے عمر کے نکاح کا اقرار
کریں تو اُنکی بیٹی ہو اور نہیں تو نہ ہو اور جسوقت ہمارے نزدیک ثابت نہ ہوا عمر کا نکاح دختر علی سے تو ایسا ہی ہے کہ جیسے عثمان کی بیٹی سے نہیں ہوا اور حق صریح کا انکار کرنیوالا تو تیرا خلیفہ حق اور امام صدق معاویہ
ابن ابی سفیان تھا کہ جس نے سینکڑوں آدمیوں سے اونٹ کو کہلا دیا تھا کہ یہ اونٹنی ہے اور پھر حضرت علی کو کہلا بھیجا کہ تم جسے کیا لڑیگا دیکھو ایسے مطیع میں میرے لوگ کہ میری کہنے سے اونٹ کو اونٹنی کہا اور
حق کو باطل کے ساتھ رلا دینا کام تمہارا ہی ہے اور تمہارے پیروں ہی نے ایسا کام کیا ہے اور گواہی کو چھپایا ہے فاطمہ کا حق کہ جو موافق حکم خدا کے تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ فاطمہ زہرا اپنے باپ کی وارث ہے
اُسکے رد کرنیکو جھوٹی روایت بنائی اور اُس روایت کے بنانے والے کی حمایت سے تم قرآن میں تاویلیں کرنے لگے اور رسول خدا صلعم نے جو بعد نازل ہونے آیت یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ
کے حضرت علی کو خلیفہ کیا اور اُنکے حق میں فرمایا کہ جسکا میں مولا تھا اُسکی علی مولا ہے اور حضرت عمر نے مبارکباد کہا حضرت علی کو اور حسان شاعر نے حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی اشعار لکھی لیکن تمنے اُس کو
چھپایا اور حضرت عمر کے خوف سے کسی نے اُسکی گواہی بعد انتقال رسول خدا صلعم کے نہ دی اور حضرت علی خلیفہ ہوئے تو اُسوقت مسجد کوفہ میں لوگوں نے گواہی دی اور اُس سے پہلے کسی نے گواہی نہ دی اور
باوجودیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اور سب اس آیت کے مضمون سے واقف ہیں کہ بے علم کی پیروی درست نہیں ہے لیکن عمر وغیرہ نے
آپسمیں مشورہ کر کے ایک مرد جاہل کو خلیفہ کر دیا اور حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا **قال الشیخ الاشعری** معہذا حق باطل کے خلط ملط کر دینے میں جو برائی ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ
دوسرا کوئی دھوکا نہ کھائے درصورتیکہ اہل سنت جماعت نے شیعوں کی روایات سے یہ ثابت کر دیا ہو کہ حضرت کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا پھر کیا اندیشہ وہ دھوکے کی بات ہی نہ رہی جس
ڈھیلے اور اگر آپکو یقین نہ آئے دیکھ لیجیے آپکے یہاں کی روایتیں اسباب میں ہمارے پاس موجود ہیں آپ اپنی عادت دغا اور فریب کو نہ چھوڑیئے قاضی نور اللہ صاحب شوستری شہید رابع حضرت
عباس عم رسول اللہ صلعم کے احوال میں رقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس سے بہت محبت تھی اور انکے حق میں یوں فرماتے تھے کہ عباس میرے باپ کی جگہ ہے اور
سوا اسکے بہت ہی کچھ اُنکے فضائل لکھی اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے کہنے کے موافق حضرت امیر سے حضرت ام کلثوم کے نکاح کی خواستگاری کی حضرت امیر نے اول بار
انکار فرما دیا دوسری دفعہ سکوت فرمایا بعد ازآں حضرت عباس نے خود حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نکر سکے اسلئے چپکے ہو رہے یہ ہے قاضی صاحب کا بیان
میں نے اپنے اعتقاد کے موافق حضرت عباس اور حضرت عمر کے نام پر لفظ حضرت کا لگا دیا ہے ورنہ قاضی صاحب سے اس تعظیم کی کسی امید ہے اسلئے کہ حضرت عمر تو اُنکے نزدیک حضرت عمر ہیں +
اقول دھوکا بیشک برا ہے اور تیرے بزرگوں ہی نے دھوکے دیے ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ رلا دیا ہے جسکے سبب سے لوگ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے
کہ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ خلفاء اولین کے فضائل میں روایتیں بناؤ اور خبردار ابوتراب کے شیعوں کی گواہی قبول نکرو اور اس مکار دغاباز شیخ نجدی نے جو قاضی صاحب کے حوالہ سے روایت
نکاح عمر کی حضرت ام کلثوم سے لکھی ہے اُسمیں بڑا تصرف اپنا کیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور علماء اہل سنت نے فریب کر کے حق کو باطل سے خلط کر دیا ہے کہ نام کے متحد ہونیکی جہت سے کہ دختر فاطمہ زہرا
علیہا السلام کا اور دختر اسماء دونو کا ام کلثوم جو نام تھا تو عمر کی فضیلت کے واسطے دختر اسماء بنت عمیس کی جگہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کر دیا اور طرح طرح کی روایتیں اپنے جی سے جوڑیں
کسی روایت میں تو یہ ہے کہ جسوقت عمر نے پیغام حضرت علی کو نسبت کا دیا تو علی نے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے اُنکو روک رکھا ہے اور کسی روایت میں ہے کہ عذر اُنکی خوردسالی
کا کیا اور پھر علی کو ناچار کر کے نکاح کیا اُنکی بیٹی سے اور سوا اسکے طرح طرح کی روایتیں بیان کی ہیں اور منظور حضرت علی کو دختر اسماء کا بھی عمر سے نکاح کرنا منظور نہ تھا کہ وہ خواہر محمد کی تھی اور حضرت ہی کی

دختر کہلاتی تھی لیکن پیغمبر صلعم کا تھیا چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری نے استغاثہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور یہ شیخ جو فریب سے لکھتا ہے کہ قاضی نور اللہ نے اس طرح سے لکھا ہے سو انہوں نے اپنی تحقیق
اور اعتقاد کے موافق نہیں لکھا ہے یہ شیخ حوالہ انکا غلط دیتا ہے بلکہ انہوں نے استغاثہ سے لکھا ہے اور استغاثہ میں بھی اس طرح سے نہیں ہے جیسے کہ یہ لکھتا ہے بلکہ قاضی صاحب نے استغاثہ سے اس طرح
نقل کیا ہے کہ در استغاثہ و غیر آن مسطور است کہ چون عمر بن الخطاب بجہت تزویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت امیر نمود و آنحضرت جہت اقامت حجت مکرر
اظہار ابا و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد و گفت کہ اگر تو علی را بدامادی من راضی نسازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد کہ منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواہم گرفت
عباس ملاحظہ نمود کہ اگر این نسبت واقع شود آن مرتکب این امور خواہد شد اور بعد اسکے عباس نے بہت الحاح کیا تو علی ساکت ہو اور عباس نے نکاح کر دیا اس مضمون کو قاضی صاحب استغاثہ سے
لکھتے ہیں نہ اپنی طرف سے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نہ کر سکے سو تقیہ کا اس روایت میں کچھ بھی ذکر نہیں ہے اپنی طرف سے لکھتا ہے اور یہ روایت نکاح کی زبیر بن بکار کی ہے کہ جو استغاثہ میں لکھی ہے اور زبیر
مرد ناصبی تھا اور متوکل دشمن آل رسول نے اسکو قاضی مکہ کا مقرر کیا تھا اور اہل سنت کے راویوں میں سے وہ ہے اسکی روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نکاح ثابت ہی نہیں ہے اور باوجود ناصبی
ہونے کے اس روایت میں بھی وہ متزلزل ہے کبھی تو کہتا ہے کہ علی نے اپنی رضامندی سے یہ عقد کیا اور کبھی کہتا ہے کہ یہ امر عباس کی طرف سے تھا اور کبھی کہتا ہے کہ علی نے باوجود انکار کے مجبور ہو کر یہ عقد کیا
ایسے کی روایت کا باوجود ناصبی ہونے کے کیونکر اعتبار کیا جاوے ایسی ایسی دہوکہ دہی انکے علماء کی بہت ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمر نے پیغام نسبت کا دیا تو علی نے اپنی دختر کی خوردسالی
کا عذر کیا لیکن عمر نے عذر علی کا قبول نہ کیا یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو۔ اور استغاثہ اور فتح الباری کی دونوں روایتوں سے مقصد معلوم ہوا کہ حضرت علی کی مرضی نہ تھی عمر سے نکاح کرنے کی
لیکن مجبور ہو کر نکاح کیا اور حضرت عباس کی خوبی میں کیا شک ہے اور نہ انکی بزرگی میں کچھ کلام ہے اور جیسا کہ قاضی صاحب نے انکو لکھا ہے ایسے ہی تھے اور عمر کے نام پر تو وہ حضرت کا لفظ کیونکر لکھتے
کہ انکے نزدیک وہ حضرت کے لفظ کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اور تم تو جسکو چاہو حضرت کہتے ہو خصوصاً دشمنان آل رسول کو چنانچہ کہتے ہو کہ حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مروان

قال الشیخ الاشعری وہ حضرت عباس کے حق میں بھی اسی بیان کے پس و پیش میں یوں لکھتے ہیں یہ تقریر بھی بطور دلیل ہی کے بیان کی ہے اور مطلب اصلی انکا یہ ہے کہ وہ اعراف میں
ہونگے لیکن حق بات چھپی نہیں رہتی عاقل خود جانتے ہیں کہ جو ایسے محبوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہوں وہ اعراف میں کیونکر رہینگے انکے تو نیاز مند بھی اگر جنت میں چلے جاویں تو کچھ بعید نہیں
حیف صد حیف محبان حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا تو یہ تہ ہو کہ انکے محبوبوں کو کوئی گناہ ضرر نہ کرے بلکہ زنا تو گناہ کفر بھی ضرر نہ کرے چنانچہ رضی الدین لغوی نے زنیا بن اسحاق نصرانی کی
جنتی ہونیکا فقط چند بیتوں کی تصنیف کے باعث جسکے مضمون سے محبت حضرت علی کی ٹپکتی ہے حکم کر دیا ہے حالانکہ انہیں ابیات سے اسکا نصرانی ہونا ثابت ہے اور ایسے ہی ابن قضلون یہودی
کو سب علماء اس فرقہ کے بزرگ سمجھتے ہیں اسکا باعث بھی یہی دو تین بیتیں ہیں **اقول** برادر و نگو ہے یہ شیخ کہ در و نگوئی میں شاہ عبد العزیز صاحب اور نصر اللہ کابلی پر بھی فوقیت
لیگیا ہے قاضی صاحب جو وہ تو حضرت عباس کی جابجا اپنی کتاب میں تعریف لکھتے ہیں اور انکا اعراف میں جانا انہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہے اور ایسا کیونکر لکھتے باوجود تعریف انکے اور جو
کچھ کہ انہوں نے لکھا ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا یہ کیا بلکہ اسکے بزرگوں کی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور یہ بھی انکی ہی پیروی سے کہتا ہے اور انکی غلطی اس سبب سے ہے کہ یہ [illegible]
کہ وہ دوزخ اور بہشت کے درمیان ہے اور وہ دوزخ سے بہتر ہے اور جنت میں مرتبہ کم ہے اور وہاں جو کہ نہ دوزخی ہونگے اور نہ جنتی ہونگے وہ سالن ہونگے اور قاضی صاحب نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہے وہاں مراد
ہی نہیں ہے اور وہاں کے ہونیوالوں میں کچھ حضرت عباس ہی کو نہیں لکھا ہے بلکہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کو بھی تو لکھا ہے اور موافق روایت ثعلبی کے لکھا ہے نہ اپنی روایت کے موافق اور وہ موافق تفسیر آیت وعلی
الاعراف رجال کے ہے اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اوپر اعراف کے مرد ہونگے یعنی حجاب بلند پر در قیامت کہ حجاب درمیان بہشت اور دوزخ کی ہونگے اور ہمارے یہاں مراد ان مردوں سے
ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں کہ بحکم خدا وہ اپنے شیعوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے اور ثعلبی جو کہ مفسر اہل سنت کا ہے وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ مراد ان مردوں سے جو کہ اعراف پر
کھڑے ہونگے علی مرتضیٰ اور حمزہ اور عباس اور جعفر طیار ہونگے سو اس قول کو ثعلبی سے قاضی صاحب مجالس المومنین میں نقل کرتے ہیں اور یہ شیخ معنی اسکے سمجھا نہیں ہے اور حضرت
عباس کا ہونا اسمیں دیکھکر لکھدیا کہ یہ حضرت عباس کو لکھتے ہیں کہ وہ اعراف میں جائینگے اور حالانکہ علی مرتضیٰ اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار بھی انکے ہمراہ لکھے ہوئے ہیں سو دہوکا دینے کو
حضرت عباس کا نام لیا واسطے اعتراض کرنیکے اور اوروں کا نام نہ لیا علی مرتضیٰ اور حمزہ اور جعفر طیار کا اور عبارت مجالس المومنین کی جو کہ قاضی صاحب نے لکھی ہے اور اس شیخ نے جسپر
اعتراض کیا ہے یہ ہے کہ و اظہر اقوال مفسرین اہل سنت کہ در تفسیر قاضی بیضاوی مجملاً و در تفسیر ابو الفتح رازی مفصلاً ایراد یافت آنست کہ ثعلبی امام اصحاب حدیث در تفسیر خود آوردہ باسناد از جویبر
سعید از ضحاک از عبد اللہ عباس کہ گفت مراد با عراف جایہا باشد بلند از صراط و آن مردان کہ بر اعراف باشند حمزہ و عبد المطلب و عباس و علی ابن ابیطالب و جعفر طیار ذو الجناحین و دوستان خود را
از دشمنان شناسند بعلامتے و علامت آن باشد کہ دوستان ایشان سفید رو باشند و دشمنان ایشان سیاہ رو یہ ہے وہ عبارت کہ جو قاضی صاحب نے لکھی ہے اور دیدہ و دانستہ اس نے اسمیں تصرف کیا ہے
کہ لکھا تو ہے اسمیں کچھ اور کہتا ہے یہ مخالف اسکے اور یہ کون کہتا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں نہ جائینگے ہمارا یہ اعتقاد بھی نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جسکو حضرت عباس چاہیں گے سفارش کرکے بہشت میں
بھجوائینگے اور دوستی علی کی بیشک باعث نجات اور مغفرت عصیان ہے لیکن بشرط ایمان اور غیر مومن کی ہرگز نجات نہیں ہے کہا ہے دوست ہو وہ علی کا اور انکی مدح میں شعر کہے لیکن جبتک کہ

قائل وحدانیت خدا اور نبوت حضرت خاتم الانبیاء اور امامت ائمہ ہدیٰ کا نہو تو ہرگز واسطے اُسکے نجات نہیں ہے اور معلوم نہیں یہ رضی الدین لغوی کون شخص ہی کہ جس نے حکم لگا دیا نصرانی
کے واسطے حضرت علی کی مدح کرنے سی بہشت میں جائیگا شاید کوئی سنی صوفی ہو سو واسطے کہ صوفی لوگ حضرت علی کو انبیاء سی بہتر جانتے ہیں اور مرتبہ ولایت کا فوق مرتبہ نبوت شمار کرتے ہیں اور
یا یہ شخص غالی یا مفوضہ میں سے ہے شیعہ اثنا عشریہ تو یہ نہیں ہے اور اگر اثنا عشریہ میں سے ہو تو بھی اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے جبکہ وہ خلاف تمام اہل اسلام بیان کرے جیسا کہ تو نے خلاف
جماہیر اسلام کے بیان کیا کہ محمد خاتم المرسلین نہیں ہیں اور علماء اہل سنت نے تیرے ارتداد کا فتوی لکھ دیا اور تو جھوٹ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن فضلون یہودی کو سب علماء اسی شہر کے بزرگ جانتے ہیں حضرت امیر کی
مدح کرنے سی کسی ایک ہی عالم کا نام لیا ہوتا کہ وہ بزرگ جانتا ہے اور اگر بزرگ بھی جانا تو کیا فائدہ ہے یہ تو نہیں کہتے کہ اسکی نجات ہوگی اس مدح سی اور وہ بہشت میں جائیگا جیسا کہ تو رضی الدین کی طرف
منسوب کرتا ہی نصرانی کا جنتی کہنا ہاں ایک صورت ہے نجات کی مدح کرنی جناب امیر میں کہ وہ ببرکت اس مدح کے مسلمان ہو گئے ہوں اور اگر یہ قول رضی الدین کا راست ہے تو ایسا ہی ہوا ہوگا کہ وہ مسلمان
ہو گئے ہونگے اور بدون قبول اسلام ہرگز نجات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت علی کا تو یہ رتبہ کہ اُنکے محب بھی اگرچہ کافر ہی کیوں نہوں جنت میں جائیں اور رسولخدا
کے محبوب بھی جنت میں جانے پائیں اعراف سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہو اور پھر محبوب بھی کون چچا جان اور وہ بھی مسلمان کیونکہ اگر کافر ہوتے تو اعراف تک کی نوبت کہاں آتی کیونکہ
کفار کے لئے تو سعیر تیار ہی فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا یعنی ہم نے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور سعیر دوسری آیت وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے اُنکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کچھ نہیں بہرحال قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہیے کہ کس دعوی کو کس دلیل سے ثابت کرتے ہیں اس سے واضح
ہو گیا کہ حضرت علی بھی اُنکو بجائے پدر بزرگوار سمجھتے تھے اگر بالفرض ایسا جی بھی نہیں چاہتا تھا ثابت ہوا ہے کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہیں کہ نمانتے اُنکا فرمانا قبول کر لیا نہ کہ تقیہ کی
وجہ سے چپکے ہو رہے مگر حق گمراہ کرے ہے تو الٹی ہی سمجھ میں آتی ہے **اقول** جو کچھ اس نے لکھا ہے سب لغو ہے اور جواب اسکا ہو گیا ہے اور دوست علی کا اگر مسلمان ہوگا تو بہشت میں جائیگا
اور مشرک کے واسطے ہرگز نجات نہیں ہے گو دوست ہو علی کا اور محبوب ہو رسولخدا کا اگر بعد حضرت کے حضرت کے طریق پر رہا ہے تو بیشک جنتی ہے اور اگر مراد اس سے حضرت عباس ہیں تو انکے بہشتی ہونے
میں کلام کچھ نہیں ہے اور قاضی صاحب کی عبارت کا مضمون یہ کودن کندہ ناتراش ہرگز سمجھا نہیں ہے یا اپنی طرف سے دیدہ و دانستہ آمیز افترا کرتا ہے اور قاضی صاحب نے کسی مقام میں
نہیں لکھا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں جائینگے یہ شیخ اپنے جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور حضرت امیر بھی حضرت عباس کو البتہ بجا پدر ہی سمجھتے ہونگے اسکا کون منکر ہے اور یہ روایت کہ حضرت علی کو حضرت
عباس نے نکاح کے مقدمہ میں کہا تو مان لیا یہ تیری ہی کتاب کی روایت ہے اور قاضی صاحب نے اپنی کتابوں سے روایت بیان نہیں کی ہے اور تقیہ کا اُس روایت میں ذکر نہیں ہے اور تجھ
تو کہ جو کچھ قاضی صاحب نے لکھا ہے تو اسکے برخلاف سمجھا ہے آپ ہی گمراہ ہے کہ تجھ کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے اور خدا کا کام تو گمراہ کرنیکا نہیں ہے، وہ تو راہ نیک بتانیوالا ہے **قال الشیخ
الاشعری** بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا ہے باقی رہا عذر تقیہ سو اہل عقل آپ سے پہچانتے ہیں کہ یہ خیال خام تشیع ہے ورنہ یہ روایت خود
ہی تکذیب اُسکی کرے ہے کہ یا نحوہ بوجہ تقیہ حضرت امیر ہرگز ہو کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی یوں کہے کہ شیر ہو کر گیدڑ سے ڈرے ہے اور پھر
حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسے قصہ میں کہ کوئی کافر بیٹی بن اور بے غیرت اور بے تمکین بھی گوارا نکرے معہذا یہ بھی منجملہ محالات عادی ہے کہ محبوب رسولخدا صلعم سے آپ ہی کی خاندان کے ساتھ ایسی
جفا ظہور میں آئے اسواسطے کہ محبت نبوی تو میزان حق و باطل ہونی چاہیے جس طرف کو آپ کی محبت جھکے وہ حق ہو دوسری جانب باطل الغرض محبوب رسول اللہ صلعم لاریب اہل حق ہونگے
پھر اہل حق سی ہو سکے ہے کہ آپکی نواسی کو ایک کافر بے دین کے حوالہ کر دے معہذا ہم نے مانا کہ بوجہ تقیہ ہی حضرت امیر نے یہ نکاح حضرت عمر سے کر دیا لیکن تاہم یہ عذر بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھ
حضرت علی کو بھی کیوں ساتھ ہی ڈبو مو بالجملہ یہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت امیر مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر بالضرور باایمان ہیں کہ اُنکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اگر حضرت
عمر نعوذ باللہ کافر ہیں تو حضرت علی نعوذ باللہ پہلے ہیں کافر نہیں فاجر ہی ہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح اُنسے کر دیا اپنے آپ کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی
بے غیرتی نعوذ باللہ کہ ادنے چمار بھی گوارا نکرے حضرت علی تو در کنار الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں اس عقیدہ سے بدل و جان ناخوش ہوں اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بناچاری لکھتا
ہوں کہ مولوی عمار علی صاحب حضرت علی کی طرف بدظن نہیں اور زیر یہ بھی نہ سہی ہم بھی ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے اماموں کے اقوال سے جھوٹا کرینگے **اقول** قاضی صاحب
نے یہ روایت نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کی استغاثہ سے لکھی ہے اور وہ روایت زبیر بن بکار ناصبی کی ہے اور ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت
ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا اگر ثابت ہے تو تیرے نزدیک ثابت ہے ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں اور تیری روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور روایت مجالس المومنین کی پہلی اس
سے ہے جو کہ استغاثہ ہی لکھی ہے بیان کر دی ہے اسمیں کہیں تقیہ کا ذکر نہیں ہے تو کہاں سے دوڑا بس سارے مقدمات تیرے جو کہ تقیہ پر بنا کرکے لکھے ہیں باطل ہو گئے اب ہم کو انکی باطل کرنیکی احتیاج
نہیں ہے اور پہلے اس سے ہم سب باتوں کا جواب لکھ بھی چکے ہیں اور عمر کو ہم کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور خود قاضی صاحب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ یہ جو ہم کو کہتے ہیں کہ شیعہ خلفاء
ثلاثہ کو کافر جانتے ہیں ہم پر تہمت کرتے ہیں بلکہ ہم انکو مسلمان جانتے ہیں اور البتہ مومن نہیں جانتے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کافر ہو تو حضرت علی بھی کافر ہوں رسولخدا صلعم کا داماد ابو العاص منافق

روایات اہل سنت کے کافر تہا یہاں تک کہ جنگ بدر میں کفار کے زمرہ میں اسیر ہو کر آیا تو حضرت زینب خدیجہ کبرا کے دختر نے اُسکے فدیہ میں اپنا قلادہ بہیجا اور حضرت رسولخدا نے حبتک
اُسکے تحت سے زینب کو علیحدہ نہیں کیا اور حضرت لوط اپنی بیٹیوں کو واسطے مصلحت کے کفار کے نکاح میں دیتے تہے اور روایت استغاثہ سے بہی جو قاضی صاحب نے لکہی
ہے مصلحت سے معلوم ہوتے ہی حضرت علی نے راضی ہو کر نکاح نہیں کیا تہا لیکن یہ در صورت فرض صحت روایت ہے اور عمر کو ہم مسلمان جانتے ہیں کافر مشرک نہیں کہتے اور نکاح
کرنا مشرک کا ممنوع ہے نہ مسلمان سے اور یہ در صورت فرض روایت ہے اور نہ ہمارے نزدیک تو ثابت ہی نہیں ہے نکاح ام کلثوم دختر زہرا کا عمر سے اور مناکحت اور مواکلت کے واسطے اسلام چاہیے
بلکہ منافقین جو کہ ظاہر میں اقرار شہادتین کرتے تہے اُنکے ساتہہ ہی کہانا پینا اور نکاح جائز تہا جیسا کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکہا ہے اور تجہکو اس پیرایہ میں
اگر مذمت حضرت علی کی کرنی منظور ہے تو تیری زبان کو کون پکڑتا ہے اور یہ عذر تیرا سب بیجا ہے اور ہم تو دختر زہرا سے نکاح کے واقع ہونیکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں تقیہ
سے مذہب تقیہ تو اتنی زبان درازی کس لئے کرتا ہے اپنی روایت پر بنا کر کے کہیں تو عمر کو تو کافر کہتا ہے کہیں علی کو کافر کہتا ہے کہیں علی کو شیر بناتا ہے اور کہیں بے عزت
کہتا ہے اور کہیں علی سے تقیہ کو بعید لکہتا ہے جو کہ رسولخدا صلعم سے ظہور میں آیا چنانچہ ہم پہلے لکہ آئے ہیں کہ حضرت نے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور اماموں کے اقوال اس
مقدمہ میں ہرگز نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ حضرت امیر نے حضرت عمر کو لائق **فائق** سمجہکر اپنی صاحبزادی
مطہرہ کا نکاح کیا نہ کہ جبر اکرہًا سئل الامام محمد بن علی الباقر عن تزویجہا فقال لولا انہ رأہ اہلا لما کان یزوجہا ایاہ وکانت اشرف نساء العالمین جدہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واخوہا الحسن والحسین علیہما السلام سیدا شباب اہل الجنۃ ابوہا علی ذو الشرف والمنقبۃ فی الاسلام وامہا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجدتہا خدیجۃ
بنت خویلد رضوان اللہ علیہا حاصل سکا یہ ہے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کی وجہ پوچہی گئی اُنہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علی حضرت عمر کو
حضرت ام کلثوم کے لائق نہ سمجہتے ہرگز اُنکا نکاح اُن سے نکرتے وہ سارے جہان کی عورتوں سے زیادہ شرافت والی تہیں اسلئے کہ نانا اُنکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور دو بہائی اُنکے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جو جوانان جنت کے سردار ہیں باپ اُنکے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اسلام میں شرف و منقبت رکہتے ہیں اور ماں
اُنکی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور نانی اُنکی خدیجۃ الکبریٰ خویلد کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط اس روایت کو دیکہئے اور قاضی صاحب کی بنا
کو دیکہئے زوف اس دعوی محبت پر کہ اس پردہ میں کیا کہتے ہیں مشہور تو یوں کرتے ہیں کہ ہمکو اہل بیت سے محبت ہے اور اُنسے صحابہ سے عداوت ہے **اقول** کتب امامیہ میں ہرگز
ہرگز اس مضمون کی روایتیں صحیح صحیح نہیں ہیں کہ عمر کا نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ہوا ہے اور وہ ایک روایت جو آئی ہے وہ زبیر بن بکار سے ہے کہ وہ سنی ناصبی تہا اور اہل سنت
کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے عمر کو لائق نکاح کے نہیں پایا بلکہ عمر نے جبراً نکاح کیا ہے علی کو ناچار کر کے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ان علیا
لما ابی عن النکاح ابنتہ لعمر بصغرہا الی ان قال یقبل منہ ذلک العذر حتے الجا ہ یعنی تحقیق علی نے جسوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی کو عمر کے ساتہہ بسبب چہوٹے
ہونے سن اُسکے کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اور تو کہانسے کہتا ہے کہ عمر کو لائق اُسکے پاکر نکاح کیا اور یہ روایت جو تو نے امام محمد باقر سے نقل کی
ہے ہماری کتابوں کی روایت نہیں ہے اور اس طرح کا طرز ہماری روایتوں کا نہیں ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ موافق اپنے مطلب کے روایت بنا کر کسی امام کیطرف منسوب کرتے
ہیں حضرت باقر کے یا حضرت صادق علیہا السلام کی طرف اور پہر شیعوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ دیکہو تمہارے امام نے ایسا فرمایا ہے تا کہ شیعوں پر حجت ہو لیکن شیعہ اُس روایت کو کب
قبول کرتے ہیں جسوقت کہ اُنکی کتابوں میں نہ پائی جائے اگرچہ امام سے وہ روایت منقول ہو اور ایسے ہی روایت سئل الصادق عن حلیۃ السیف کا حال ہے اور یہ روایت بہی سنیوں کی
ہے اور اگر شیعوں کی روایت ہے تو اس کتاب کا نام کیوں نہیں لکہا جس میں کہ یہ روایت ہے صرف اتنا ہی لکہدیا ہمکو دہوکا دینے کے واسطے کہ کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود
ہیں اور نام کتاب کا نہ لکہا اور اگر نام کتاب کا بہی لکہتا تو تیرا کیا اعتبار ہے مجالس المومنین کا حوالہ دیکر تو نے وہ مضمون لکہا کہ جو خلاف تحریر قاضی صاحب کی ہے اور اول تو اس
روایت کو لکہتا ہے کہ صحیح ہے تجہکو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس روایت کے مضمون میں تو خلل ہے کہ پہلے تو بیان کیا کہ اگر حضرت علی عمر کو لائق نکاح کرنیکے نہ دیکہتے تو
اس سے نکاح نکرتے اور بعد اُسکے حضرت ام کلثوم کی شرافت نسب بیان کی اور عمر کی نسب کی کوئی بہی شرافت بیان نکی پہر وہ کیونکر لیاقت ام کلثوم کے نکاح کی رکہیں کہ مساوات
ثابت ہوئی اسی سے وضع اس روایت کی معلوم ہوتی ہے اور وہ کیونکر لیاقت ایسی شریفہ طاہرہ کی رکہتے کہ فرزند تہے صہاک حبشیہ کے البتہ اگر لیاقت سے یہ مراد ہو کہ جیسے ام کلثوم مسلمان ہے
ایسے ہی عمر بہی مسلمان تہا اس حیثیت سے تو دونوں برابر ہو سکتے ہیں اور ہم بہی عمر کے اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مقر شہادتین کے تہے اگرچہ افعال ناشایستہ اُن سے
وقوع میں آئے ہیں لیکن یہ روایت جعلی ہے اور قاضی صاحب نے کوئی بناوٹ نہیں کی ہے ایک روایت کتاب استغاثہ کی بیان کی ہے کہ جس پر تو نے اس قدر زبان درازی
کی ہے اور بیہودہ بکا ہے اور پاجیوں کی سی گفتگو تو نے کی ہے اور وہ روایت بہی سنی ہی کی ہے اور اگر قاضی صاحب کی بجان کرنے سے کچہہ قباحت لازم آتی ہے تو تجہہ ہی پر لازم

ایسی ہی تو تجہہ پر بہی لازم آتی ہے کہ تیری ہم مذہب نے یہ روایت کی ہے زوف ہے اس گفتگو پر تیری کہ روایت تو کری تیرا ہم مذہب زبیر بن بکار اور الزام دی تو قاضی صاحب کو اور عوی قاضی صاحب کا محبت اہل بیت میں راست اور درست ہے اور تمام عالم میں مشہور ہے او تم اہل بیت کے دشمنوں کو دوست رکہتی ہو اور اُنکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتی ہو اور اُنکے حقوق کے غاصبوں کو اُن سے بہتر جانتے ہو اور ظاہر میں اپنی زبانوں سے اپنی تئیں محب اہل بیت کہتے ہو اور قولوں پر اُنکے عمل نہیں کرتے ہو اور اُنکے فضائل کی روایتوں کو موضوع اور ضعیف کہتے ہو اور روایت احادیث میں علی کے دشمنوں کو ثقہ اور صدوق جانتے ہو اور روز عاشورہ کو عید کرتے ہو اور اُس روز اچھی اچھی کپڑی خوشی میں پہنتے ہو کہ حسین فرزند رسول اُس روز قتل ہوا اور یزید پر خلافت نے قرار پایا اگر اعتبار نہو تو مکہ اور مدینہ میں جاکر دیکھ لو کہ اُس روز خوشی کرتے ہیں نہیں اور اکثر تمہاری مثل باشندگان ماوراء النہر بغض علی کو شرط ایمان کی جانتے ہیں اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں علی بن جہم قرشی کے حال میں لکھا ہے کہ محبت علی کی تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تو کہاں سے کہتا ہے کہ تم دوست ہیں علی کے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ دوستی علی کی اور دوستی علی کے دشمنوں کی ایک دلمیں جمع ہو دو تلواریں کہیں ایک میان میں بہی آسکتی ہیں اور جو شخص کہ دوست ہو گا علی کا وہ بیشک اُنکے دشمنوں سے عداوت رکھیگا جو کہ دوست کا دوست ہے وہ دوست ہے اور جو کہ دوست کا دشمن ہے اُس سے دشمنی ضرور ہو گی صحابہ میں سے ہو یا اُنکا غیر ہو **قال الشیخ الاشعری** اور ہماری تشخیص میں یوں آتا ہے کہ انکو اصل صحابہ سے عداوت ہے اور اس سبب سے اہلبیت کو اپنی طرف کہینچتے ہیں سو اہلبیت کب اسطرف کہنچتی ہیں بلکہ اسطرف کہنچتی ہیں اور کیونکر نہ کہنچیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تہا چنانچہ بحث تقیہ میں اسکے سند گزر چکی ہے اُنکے فرزند کی اور بہی حضرت علی اور حسنین کیا اُنکے ساتھ بنی ہاشم زمانہ کو بیغیرت اور بیحیا بتلاتے جاتے ہیں اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا کے بشارت میں داخل ہے بدنام و زنا نعوذ باللہ بلکہ ہیں تہمت لگاتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے پھر اہل بیت کا انپر غصہ نہو تو اور کیا ہو جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اُٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب کے چہپانے کے لئے اماموں پر بہی بہتان باندہتے ہیں یہ بے ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندہتے ہیں اور اپنا گناہ اُنکے سر دہرتے ہیں اور اس نکاح کے عذر میں یہ ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکی نقل سے دل بہی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں اول فرج غصبنا ای خداوند عالم الغیب تجہپر روشن ہے کہ میں بلکہ زبان اس خیال ناپاک سے بری ہوں مگر یوں سمجہ کر کہ نقل کفر کفر نباشد بائین خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بے خبر ان دغابازوں کے دام میں پہنسا ہوا ایکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے

اقول - اول تو یہ کہ ہم کل صحابہ سے عداوت نہیں رکہتی بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی رکہتی ہیں کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت کے غضب کئے ہیں اور ہم جو اُن صحابہ سے عداوت رکہتی ہیں کیا اُنہوں نے ہمارا کوئی گاؤں ضبط کیا ہے ہم تو اُن سے اسی واسطے عداوت رکہتی ہیں کہ اُنہوں نے حقوق آل رسول مقبول کے ضبط کئے ہیں اور اُنکو بے یار و مددگار کر دیا ہے اور سوائے اسکے اور کوئی وجہ اُن سے عداوت رکہنی کی نہیں ہے اور اُسکو تو بہی جانتا ہے اور تیری کتابوں میں وہ بدافعالیاں اُنکی لکھی ہوئی ہیں لیکن تو اُنکی تاویل کرتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ قابل تاویل کے نہیں ہیں اور اس سبب سے ہم اہل بیت کو اپنی طرف نہیں کہینچتے ہیں بلکہ اس سبب سے کہینچتے ہیں کہ بعد رسول خدا صلعم کے ہم انکو ہی اپنا ہادی و پیشوا جانتے ہیں اور اُنکے دوستوں سے ہم دوستی رکہتے ہیں اور اُنکے دشمنوں سے ہم دشمنی رکہتے ہیں اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے کہ فرمایا تہا میں تم میں دو چیزیں چہوڑے جاتا ہوں کلام اللہ اور اہل بیت اگر انکے ساتھ تمسک کروگے تو گمراہ نہو گے ہم پیروی اُنکی کرتے ہیں جیسے کہ ہم کلام اللہ کی پیروی کرتے ہیں بخلاف تمہارے کہ تم اُنکو ایسا نہیں جانتے ہو بلکہ اُنکے غیروں کو اپنا ہادی اور پیشوا جانتے ہو اور اُنکے دوستوں سے دشمنی رکہتے ہو یہانتک کہ بنی اُمیہ کے زمانہ سے آجتک اُنکو قتل کرتے چلے آتے ہو اور سادات کو تمہارے بزرگوں نے دیواروں میں چن دیا ہے اور اُنکے دشمنوں سے جو اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنکو قتل کرتے تہے اور اُن سے جنگ کرتے تہے اور اُنکو گالیاں دیتے تہے اُنکو تم دوست رکہتے ہو اور خلیفہ حق اور امام صدق اُنکو کہتے ہو اور اصول میں تم ابو المنصور ماتریدی کے اور ابو الحسن اشعری کے اور فروع میں تم ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کی پیروی کرتے ہو اب دیکہو اہل بیت ہماری طرف کہنچتے ہیں یا تمہاری طرف کہنچتے ہیں کچہ بہی تو انصاف کرنا چاہئے اور امام محمد باقر علیہ السلام پر ہرگز تقیہ حرام نتہا اور کیونکر حرام ہو اُنپر وہ امر کہ جو جناب رسول خدا صلعم سے ظہور میں آیا ہو اور جو کچہ تو نے پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکہا ہے ہمنے وہ سب رد کر دیا ہے اور حضرت علی اور حسنین کو تو تو ہی بیغیرت ٹہیراتا ہے عمر کا کفر ثابت کرکے کہ حضرت علی نے کافر کو اپنی بیٹی دی اور نکاح صحیح نہوا بڑی بیعزتی کی اور ہم تو عمر کو کافر نہیں کہتے بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور تو ہی طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو کہ آیہ تطہیر کی بشارت میں داخل ہے بدنام و زنا بنشین آتا ہے عمر کو کافر مقرر کرکے اور ہم خبیث نہیں ہیں بلکہ طاہر اور مطہر ہیں کہ ہمکو جناب رسول خدا صلعم نے بشارت جنت کی دی ہے جسوقت کہ فرمایا حضرت علی سے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ ۔ اور خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے جناب رسول خدا صلعم کو کہا کہ یہہ مرد بیماری میں بہکتا ہے اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول مقبول کا گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور حضرت فاطمہ کو غصہ اور غضب میں لایا

اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے حکم دیا آگ اور لکڑیاں لیجائیگا اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے مال مومنین خورد و برد کیا اور اپنے قریبوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور اصحاب رسولخدا صلعم کو آزار پہنچائے کسی کو زد و کوب کیا اور کسی کو شہر بدر کیا اور روایت اول فرج غصبنا درصورت صحت اسی ام کلثوم کے واسطے ہے جو کہ دختر ابوبکر اسماء بنت عمیس کے شکم سے تھی اور جس وقت حضرت علی نے اسماء سے نکاح کیا تو ام کلثوم بھی ہمراہ اپنی ماں کے آگئی تھی اور حضرت علی کی وہ بیٹی کہلاتی تھی اور عمر نے اُس سے نکاح کیا تھا حضرت علی پر جبر کر کے اور ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اُس سے مراد نہیں ہے اور اگر وہ مراد ہوتی تو کہتے کہ اول فرجنا غصبنا یعنی اول فرج ہماری کہ غصب کی گئی ہے ہم سے اور اول فرج غصبنا میں مطلع نہیں ہے اور تنوین فرج کی تنکیری ہے یعنے ایک فرج غصب کی گئی ہم سے سو وہ فرج دختر اسماء ہے اور جس سے زیادہ ربط اور اتحاد ہوتا ہے اُسکو اپنے میں سے شمار کر کے منا کہا کرتے ہیں جیسے کہ رسولخدا صلعم نے سلمان فارسی کو السلمان منا اہل البیت فرمایا اور حال یہ ہے کہ وہ اہل بیت میں سے تھے ایسی ہی ام کلثوم بنت ابوبکر کو منا فرمایا امام نے اور دختر فاطمہ زہرا تو اس سے مراد ہی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ وہ تو اُس زمانہ میں صغیر السن چار برس کی تھی چنانچہ شہاب الدین دولت آبادی نے لکھا ہے سو غصب فرج ایسے صغیرہ کا کبھو نہیں ہو سکتا غصب فرج تو جوان عورت کا کہسکتے ہیں نہ صغیرہ کا اور جسطرح کی یہ روایت ہے ایسے ہی روایت سنیوں کی کتابوں میں بھی ہے فقط الفاظ اور عبارت کا فرق ہے اور مآل دونوں کا ایک ہی ہے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنته لعمر بصغرها ولکن یقبل منه ذلک العذر حتی الجاہ یعنی تحقیق علی نے جس وقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی سے ساتھ عمر کے بسبب چھوٹے ہونے سن اُس لڑکی کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اس روایت میں یہ ہے کہ عمر نے علی کو ناچار کر کے زبردستی سے انکی دختر کو لیا اب فرمائیے کہ غصب کسکو کہتے ہیں بدون مرضی زبردستی سے جبر کر کے چھین لینے کو کہتے ہیں یا نہیں یا کسی اور چیز کو کہتے ہیں مآل دونوں روایتوں کا ایک ہے گو الفاظ میں فرق ہے جیسے کہ کہنا کہا نیکے لئے ایک تو یہ کہ کہاؤ اور ایک یہ ہے کہ نوش جان فرماؤ اور مآل دونوں کا ایک ہے اور ایسا ہی ان دونوں روایتوں کا حال ہے یہ شیخ نجدی غصب کے لفظ کو دیکھکر متعجب ہوا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ ناچار کر کے زبردستی سے لینا ہی تو غصب ہے اور جس وقت کہ اہل سنت کی روایت سے غصب ہونا ثابت ہوا تو اب ہم بھی مطابق کہنے اس شیخ کے اہل سنت کو کہتے ہیں کہ طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا کی بشارت میں داخل ہے بدنام و نعوذ باللہ پیش آتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے یہ اہل بیت کا اگر غصہ ہو تو اور کیا ہے جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب قبیح کے ہنر بنانے کے لئے ایسے ایسے بہتان اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں بے ایمان اور اُس نکاح کے مقدمہ میں ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکے نقل سے بھی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں کہ حتی الجاہ الیہ اور عالم الغیب تجھ پر روشن ہے کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے بری ہوں اور یوں سمجھ کر کہ نقل کفر کفر نباشد یہ خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بیخبر ان دغا بازوں کی دام میں پھنسا ہوا یہ انکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے لیکن اسقدر فرق ہے کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی روایت ام کلثوم دختر اسماء کے حق میں ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علی کو ناچار کر کے انکی بیٹی اُنسے لی خاص دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو کہتے ہیں جو کہ لخت جگر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور سوا اسکے ایسی روایتیں یہ لکھتے ہیں کہ جس سے نبوت میں حضرت کے بٹا لگے اور لوگوں کو نفرت ہو چنانچہ اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں کہ عائشہ کا زنا کرنا بعضے اصحاب رسول نے مشہور کیا ہے اور حضرت صلعم کو اپنی زوجہ کا زنا کرنا سنکر بہت رنج ہوا اور اس زنا کے روایت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بعد اسکے عائشہ کے پاکدامنی اور برأت میں سترہ آیتیں قرآن کی نازل ہوئی ہیں اور یہ خیال نہیں ہے کہ پیغمبر کی زوجہ کے زنا کے بیان کرنے میں گو غیر واقع ہو اور کیونکر واقع ہوتی ایسی حرکت زوجہ پیغمبر سے کہ خدا تعالی حافظ تھا اپنے پیغمبر کی آبرو کا لیکن زنا کا اس طرح سے ذکر کرنا ہی قبیح ہے اور اسکے ذکر میں ہتک نبوت کا ہے اور حال یہ ہے کہ یہ سترہ آیتیں ماریہ قبطیہ مادر ابراہیم کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنکو عائشہ وغیرہا نے تہمت لگائی تھی اور اس سے زیادہ ہتک نبوت اور بے غیرتی کی بات سننی چاہئے کہ جسکو سنکر رونگٹے کھڑے ہوں مشکوۃ میں عمر کی فضائل میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو ناچ حبشیوں کا ناچ دکھانے لیگئے اور حبشی تو ناچ رہے تھے اور عائشہ رسولخدا صلعم کے شانہ پر ... [illegible] اور رسولخدا صلعم اسکو ... کہا اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا صلعم مجھ سے پوچھتے کہ تو سیر ہوئی یا نہیں تو میں اسلئے کہ دیکھوں میں کہ حضرت کو میری چاہ کسقدر ہے تو میں کہتی کہ میں ابھی سیر نہیں ہوئی اُس وقت حضرت نے اُن حبشیوں سے فرمایا کہ ناچے جاؤ ناچے جاؤ ابھی حمیرا تمہارا ناچ کا تماشہ دیکھ رہی ہے چنانچہ مرزا فصیح کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ ناچے جاؤ ابھی للو تماشا دیکھتی ہے تمہارا رقص کرنا دیکھتی ہے دیکھو تو کیسی بے غیرتی کی بات ہے اور کیا بے حیائی ہے کہ پیغمبر آخر الزمان کہ جو افضل المرسلین ہے اپنی جورو کو نا محرموں کا ناچ دکھانے لیجائے اور اپنی بغل میں اُسکو لیکر نامحرموں کا ناچنا کودنا دکھلائے اور پھر اُس سے یہ پوچھے کہ تو سیر ہوگئی ہے یا نہیں اور جب تک وہ سیر نہ ہو تو لیے ہوئے اُسکی خاطر داری کے واسطے ناچ دکھلایا کریں جبتک وہ دیکھی جائے اور جورو پیغمبر کی جو کھڑی ہوئی اُن مشٹنڈوں کو کہوے تو پیغمبر اُسکے اس فعل ... حرکت ... [illegible] توبہ ہے ایسی نقل کے بیان کرنے سے

اگر کسی چمار یا خاکروب کو کہو کہ تو اپنی جورو کو ہمراہ لیجا [illegible] نامہ سیاہ بہت ناگوار معلوم ہوگا کہ اس نے بجہت ایسی بات کیوں کہی اور نہ تو
مردود کی ناچ کا ذکر ہے اگر کنچنیوں کے ناچ دکھانے کے واسطے نوبت کہنے کی آئے تو اپنی جورو کو ہمراہ لیجا کر تماشا دکھلا تو وہ ہرگز قبول نکریگا چہ جائیکہ پیغمبر آخر الزماں کہ جو
تمام مخلوقات سے افضل ہو وہ اپنی زوجہ کو ہمراہ لیجا کر اور اپنی بغل میں لیکر ناچ دکھلائے نعوذ باللہ منہا اب کیا بزرگی نبوت میں باقی رہگئی کہ جو پیغمبر وہ کام کرے کہ جسکو
چمار اور خاکروب بھی پسند نکرے ای پروردگار کیسے کیسے بہتان ہے ایمان تیری غیرت بابت میں صرف اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کو بڑی چاہ تھی عائشہ کی اور عمر سے شیطان
بھاگتا تھا اور رسولخدا صلعم سے نہیں بھاگتا تھا اور دونوں روایتوں پر مولوی صاحب نے بھی اعتراض کیا نہ اس رسالہ میں لکھا ہے کہ جو مسلمانوں کے رد میں لکھا ہے اور کیونکر
نہ اعتراض ہو کر روئے زمین کے فرقوں میں سے کوئی فرقہ اس امر قبیح کو پسند نکریگا **قال الشیخ الاشعری** افسوس ایک حضرت عمر کی عداوت کے سبب خاندان نبوی کو تو اتنا
بٹا لگا دیا پھر یہ نہو سکا کہ بتصدق اہلبیت حضرت عمر ہی کو شامل رحمت اور مغفرت خداوندی سمجھ لیتے کیا یہ نسبت تزویج زینبا بن اسحاق نصرانی اور ابن فضلون یہودی
کے اشعار سے بھی گئی گذری حب علی رضی اللہ عنہ میں تاثیر ہے کہ ایمان کی بھی ضرورت نہیں حالانکہ کلام اللہ سے کفار کا ٹھکانا جہنم ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ مرقوم ہوچکا پھر کیا
اتنی بھی تاثیر نہوگی کہ اپنے واسطے داروں کو بخشوا لیں بہرحال علماء شیعہ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح ہونے میں متفق ہیں بعضے بھولے چوکے حق بات بول جاتے
ہیں اور بعضی بیرطرح ادا کرتے ہیں ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر لیکن مولوی عمار علی صاحب سب سے بڑھتے رہے انہوں نے سمجھا حق کہنے تو مذہب کی
خیر نہیں بلکہ مذہب تو مذہب سنیوں سے ہزار مرتبہ زیادہ حضرت عمر کا معتقد ہونا پڑیگا کہ وہ اہلبیت میں داخل ہو جائیں گے اور تقیہ کی صورت میں بھی باوجود جھوٹ بولنے کے
وہی خرابی کی خرابی برسر بلکہ اس سے زیادہ کیونکہ بطفیل اہلبیت حضرت عمر کی ناحق میں اتنی خرابی نہیں جتنا الطفیل عمر اہلبیت کے نہ ماننے میں خرابی ہے خصوصا
حضرت امیر کے اور درصورت تقیہ ظاہر ہے کہ کمال بیعزتی اور بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی اور دو دو اور احکام میں مداہنت اور مداہنت بھی اسقدر لازم آتی ہے سو
مولوی صاحب نے ہمارے نزدیک بہت اچھا سمجھا کیونکہ جب جھوٹ بولنا ہی پڑا تو معقول ہی کیوں بولے گو کچھ زیادہ ہی سہی جو اللہ سر گزشت چہ یک نیزہ چہ یکدست کیونکہ
مولوی صاحب کے اس حال سے فی الجملہ ہوشیاری ٹپکتی ہے تو عجب نہیں کہ اگر تیسے کی بات لینے تو انکے دل میں لگجائے اور شاید اس سبب سے درست نہیں تو رفتہ رفتہ حق کو حق
سمجھ جائیں **اقول** ہم عمر کے نکاح کو دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں تاکہ خاندان نبوی کو بٹا لگی
اور بٹا تو انکو تو لگا تاہی نکاح کا دعوی کرکے اور عمر کو کافر مقرر کر کے اور ہم تو جیسے کہ نکاح کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ایسے ہی عمر کو کافر بھی نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں
اور عمر کے ایسے افعال نہیں ہیں کہ رحمت اور مغفرت اسکو شامل ہو اگر وہ اس قابل ہوتا تو حضرت علی اسکے مرنے کے بعد شکایت اسکی نکرتے اور یہ شکایت کرنا اہل سنت
کی کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ذکر اسکا استیعاب وغیرہ سے کرچکے ہیں اور زنبا النصرانی اور ابن فضلون یہودی کے اشعار کا جواب ہم پہلے اس سے دیچکے ہیں کہ
ہمارے نزدیک مشرک کی نجات ہرگز نہیں ہے رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی مدح میں شعر تصنیف کرے یا حضرت علی کی مدح میں جبتک کہ ایمان کو اختیار نکرے اور بدون
ایمان کے حضرت علی کی مدح کرنیکو کچھ تاثیر نہیں ہے اور اپنے واسطے اوروں کو بھی اسوقت ہی بخشوائیں گے کہ جسوقت وہ مومن ہونگے اور عمر سے تو کچھ واسطہ ہی حضرت علی کا تھا
اور اگر واسطہ بھی ہوتا تو بدون ایمان کے کچھ فائدہ نتھا اور علماء شیعہ کا حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کے عمر سے نکاح ہونیکا ہرگز اتفاق نہیں ہے بلکہ انکار کرتے چلے آتے ہیں
اور علماء شیعہ کا کام حق بولنے ہی کا ہے اور حق کو بطور حق کے ادا کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کی کہ خوشامد میں سلاطین کے سیکڑوں روایتیں جھوٹی بنالیں اور جو کچھ کہ
انکے یہاں حق مذکور ہے اسکو بطور حق ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ اس میں تلبیس کرکے اسکو دگرگوں موافق اپنے مطلب ناحق کے کر دیتے ہیں صفائی انکے مذہب میں کہاں ہے
اور مولوی صاحب ہمارے جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں موافق اپنے مذہب کے اور ہمیں انکے مذہب کی خیر ہے اور یہ تمہارا ہی دستور ہے تم صاف صاف بیان نہیں کرتے ہو اور اگر تم صاف صاف بیان
کرو جو کچھ کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے تو تمہارے مذہب کی خیر نرہے اور عمر سے بداعتقاد ہو جاؤ اور شیعوں سے ہزار مرتبہ زیادہ تمہاری بداعتقادی ثلثہ سے ہو جائے اور جاننے
لگو کہ یہ دشمن اور غاصبان حقوق اہلبیت ہیں اور جو شخص کہ پسر صہاک حبشیہ ہو وہ ہرگز اہلبیت میں داخل نہیں ہو سکتا کہ اہلبیت تو جناب رسولخدا صلعم کے اقارب سے وہ
اشخاص ہیں کہ ہدایت طریقہ حق کی انکے سپرد ہوئی ہے جیسے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کَلَامَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی اَهْلَ بَیْتِی اور فرمایا کہ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِی کَمَثَلِ سَفِینَةِ
نُوحٍ مَنْ رَکِبَ عَلَیْهَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَغَوٰی اور وہ علی اور اولاد علی علیہم السلام ہیں اور عمر کہ جو ایک مرد جاہل تھا وہ کیونکر اہلبیت میں داخل ہو سکتا ہے عثمان
تو داخل ہی نہو سکا اہلبیت میں جسکا تمہاری نزدیک آنحضرت کی دو صاحبزادیوں سے نکاح ہوا تھا اور عمر حضرت کی نواسی سے نکاح کر کے کیونکر اہلبیت میں داخل ہو جاتا اور تقیہ میں
جھوٹ بولنے کی کچھ قباحت نہیں ہے چنانچہ ثابت ہوا ہے اور ہم تو اس مقام میں تقیہ کرتے ہی نہیں تقیہ کو تو اسوقت کہیں کہ جسوقت ہم قائل ہوں کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا

عمر سے حالت تقیہ میں ہوا ہے اور تقیہ کرنیکو بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی نہیں کہہ سکتے ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ نے تقیہ کیا اور عمار یاسر نے بھی تقیہ کیا چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے اور جناب رسولخدا صلعم عائشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر درست نکر سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے اور یہی تقیہ ہے اور جو کچھ کہتا ہے یہ شیخ بے سروپا کہتا ہے اور وہ کونسا جھوٹ ہے کہ جو مولوی صاحب اس مقدمہ میں بولے ہیں انکا تو کام ہی نہیں جھوٹ بولنے کا جھوٹا تو وہی ہے کہ بیفایدہ ملتا جلتا جاتا ہے اور وہ تو ہمیشہ سے حق کو سمجھے ہوئے ہیں تو ہی حق کو نہیں سمجھتا ہے اور خارج از بحث گفتگو کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** ہمیں بھی لازم پڑا کہ کوئی اور روایت بھی بیان کریں کہ ایک تو ہمیں مولوی صاحب کا حضرت عمر پر غیظ و غضب کم ہوجائیگا دوسری کثرت روایات سے شرما کر شادان اور فرحان نہیں تو ملتی ہے زبان سے شاید مان جائیں وہ روایت یہ ہے مروی ہے ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغۃ فی قصۃ تزویج ام کلثوم فجاء عمر الی المجلس المهاجرین بالروضۃ وقال زفونی زفونی قالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب حاصل یہ ہے کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ حضرت ام کلثوم کے قصہ میں بیان کرتا ہے کہ جس جگہہ مہاجرین روضہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر آئے اور یہ فرمایا مجھے مبارکباد دو انہوں نے کہا یا امیر المومنین کاہیکی مبارکباد حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام کلثوم علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا ہے فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس نکاح سے بڑا افتخار تھا اہل انصاف کے نزدیک تو یہی بات کفایت کرتی ہے کہ حضرت عمر کے معتقد ہوجائے کیونکہ بظاہر افتخار اسوجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت حاصل ہوگئی اور کوئی یوں سمجھے تو ہم کونسی گلے پر چھری رکھی ہوئی ہیں **اقول** پہلے تمنے کونسی روایت ہماری کتاب سے بیان کی تھی کہ جواب بیان کروگے یا تو مجالس المومنین کے حوالہ سے ایک روایت لکھی ہے سو وہ روایت کتاب استغاثہ کی ہے کہ جو راوی اسکا زبیر بن بکار سنی ہے اور یا ایک روایت حضرت صادق علیہ السلام سے جو لکھی ہے وہ روایت ام کلثوم دختر اسمار کے مقدمہ میں ہے اور اب جو تم لکھوگے وہ روایت بھی اہل سنت کی ہوگی تو کثرت روایات کہاں سے ثابت ہوئی اور مولوی صاحب کا عمر پر کونسا غصہ ہے انہوں نے تو نکاح کے مقدمہ میں عمر کا نام ہی نہیں لیا کہ اُس سے نکاح ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے جسوقت ان سے سائل نے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا کس سے نکاح ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد بن جعفر سے اور یہ روایت ابن ابی الحدید کی جو بیان کی ہے ایسی ہے کہ گیدڑ اپنی دُم کو گواہ اپنا مقرر کرے اور ابن ابی الحدید گو معتزلی ہے لیکن ثلثہ کی حقیت خلافت کا وہ قائل ہے چنانچہ اسی شرح میں اُس نے لکھا ہے ہمارے نزدیک اس مقدمہ میں معتزلی اور اہل سنت برابر ہیں سگ زرد برادر شغال اور جو کتب احادیث اہل سنت کی ہیں وہ بھی اُسکی ہیں اور یہ روایت اہل سنت کی اور کتابوں میں بھی ہے مثل تاریخ خمیس اور سیرت المحمدیہ وغیرہ یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارے نزدیک اس روایت کا اعتبار ہے اور معلوم نہیں زفونی کے معنی مبارکباد کہاں سے لئے ہیں لغت کی کتاب میں تو یہ معنی پائے ہی نہیں جاتے اور ہر ایک روایت میں ام کلثوم کو بنت علی لکھا ہے اور مراد اس سے وہ ہی دختر اسما بنت عمیس ہے اور جس کسی نے دختر فاطمہ زہرا اُسکو لکھا ہے اُس نے اتحاد نام کی جہت سے دہوکا کھا کر لکھدیا ہے دختر اسمار کی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو اسواسطے کہ نام دونوں کا ایک تھا اور جیسکہ دختر حضرت فاطمہ دختر علی تھے وہ بھی دختر علی کہلاتی تھی گو حضرت علی کے نطفہ سے نہ تھی اور عمر کو افتخار اس نکاح سے تمہارے نزدیک ہوگا کہ تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو اور ہمارے نزدیک تو نہیں ہے اور عثمان کا تو نکاح تمہارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم کے دو صاحبزادیوں سے ہوا تھا اُسکو تو کچھ افتخار اس سے حاصل نہوا اور نہ کسی نے اس افتخار کو مانا بلکہ صحابہ نے اُس بیچارہ کو قتل کروا ڈالا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں اور جو بات کہ معقول ہو وہ سمجھ میں آتی ہے اور نامعقول کو کوئی کیا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہے کہ اس بات کا خاتمہ کیجئے بر سبیل تنبیہ ایک اور امر معروض خدمت ہے بعضے امیوں نے سنیوں کے سامنے شرم اتار کے یہ حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قصہ میں سے اخذ کرکے یوں بات بنائی ہے کہ حضرت عمر ام کلثوم پر قادر نہوئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک جن بیچ میں حائل ہوجاتا تھا سو جنیہ ایسا جھوٹا ہونا اس روایت نامعقول سے ہی نکلتا ہے کہ جو حضرت امام جعفر صادق کیطرف نسبت بنالی ہے کہ بہمہ تواتر ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے حضرت عمر کے ایک بیٹا پیدا ہوا انکا نام زید تھا وہ جوان ہوئے آخر کو بیس برس کی عمر میں ہی علیحدگی باہم کی خانہ جنگی میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور انکی والدہ بھی اسی روز بیماری میں انتقال کرگئیں تھیں اور دونوں جنازوں کو ایکدفعہ نکالا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کیا اور یہ بی بی نسبی ہے کیا تھوڑی بات ہے کہ حضرت عمر کے پاس ہیں سارہ کسی ایسے کی نواسی تھیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انکو ایک دم میں چھوڑ دیا تو حضرت ام کلثوم کی تو زیادہ ہی قدر کرنی چاہئے **اقول** جن کے حائل ہوجانیکی روایت ہمارے یہاں نہیں آئی ہے اور وہ امامیہ مذہب کا آدمی ناواقف ہوگا جس نے ایسا کہا اور یا عقل کی روایت کو فرض و تسلیم کرکے ایسا کہا ہوگا اسواسطے کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عمر سے ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور جیسے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی روایت ہے ایسے ہی تمہارے یہاں بھی ایک روایت ہے چنانچہ پہلے اس کے جواب میں ہمنے بیان کی ہے اور یہ روایت زید کے اور اُسکے والدہ کے مرجانے اور جنازہ نکلنے اور حضرت امام حسین کے اور عبداللہ بن عمر کے انکے جنازہ پر نماز پڑھنیکی تحفہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے جو نقل کرکے لکھی ہے یہ ہی بڑی دلیل ہے اس امر کی بیعلہ کو فرشتے حوض کوثر کا نکاح عمر سے نہیں ہوا اسلئے کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اپنی بھائی امام حسین کے

زندہ رہتی ہیں وانکے ہاتھ میں مرثیہ کہیں ہیں چنانچہ اس بحث کی ابتدا میں مفصل ہمنے لکھا ہے اور ہماری کتابوں میں تو کئی مرثیہ انکے لکھے ہیں ورنہ ماہ دنیا کا بھی نام جو ام کلثوم
تھا اس اشتباہ میں اسکی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کر دیا ہے اور عمر کے پاس رہنا دختر فاطمہ زہرا کا اسوقت ثابت ہو کہ جب نکاح ہو عمر کا ان سے ثابت ہوا اور نکاح تو ہمارے نزدیک
ثابت ہی نہیں ہے پاس رہنا کہاں اور ایسا ہی حال سکے بعد کے فقرہ کا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے
فراغت پائی مگر انہوں نے جو کچھہ دربارہ فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اُسکے مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بترکی مناسب تو یوں تھا
کہ ہم بھی کچھہ نظم و نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کے جواب میں مولوی صاحب کے لیے نقط سناتے مگر چونکہ ایسے خرافات کا بکنا پاجیوں کا کام ہے ہمکو کیا زیبا ہے کہ ایسی نازیبا باتوں میں
مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو گندہ کریں اور اہل حق اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں **اقول** مولوی صاحب نے ایک مقام میں بھی افترا پردازی نہیں
کی ہے جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے خط مولوی صاحب کا اس رسالہ میں چھپا ہوا موجود ہے دیکھہ لو کہ کس جگہہ افترا پردازی کی ہے اور اپنی کتاب کے حوالہ سے کونسا
مقدمہ لکھا ہے اور ایسے ہی فدک کی بحث کو دیکھہ لو کہ جو کچھہ لکھا ہے اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے وہ نالایق ایسا کیوں لکھہ گئے کہ جس سے خصم کو گنجایش اعتراض کرنے اور حجت
پکڑنیکی ہوئی اُنپر تو لعنت کر کہ ایسا کیوں لکھا اور تو نے مولوی صاحب کی مذمت کرنے میں کیا کمی کی ہے اصل مطلب تو تھوڑا ہی ہے لیکن تمام کتاب کو مولوی صاحب کی ہجو سے
تو نے پُر کر دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہم بھی کچھہ نظم اور نثر سے پیش آتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ بے سبب بے سند کسیکی ہجو کرنی کام پاجیوں کا ہے لیکن تبلا تو مولوی صاحب نے
کسی مقدمہ میں ثلثہ پر تبرا کیا ہے یا علماء اہل سنت کے مذمت کی ہے جو تو اپنی کتاب کو انکی ہجو سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے البتہ افعال ثلثہ کے جو کہ اُن سے صادر ہوئے ہیں اور
اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں وہ اُنہوں نے نقل کئے ہیں اور تو نے تو تمام کتاب کو اپنی ایسی نازیبا اور نالایق باتوں سے زبان کو گندہ کر کے پُر کیا ہے کہ دیکھنے والا اگر منصف
ہو گا تو یہی کہیگا کہ بڑا پاجی تھا یہ شخص جس نے ایسا بیہودہ بکا ہے اور تجھہ میں شرم کہاں ہے اگر کچھہ تھوڑی سی بھی حیا تو رکھتا تو ایسی بیجا باتیں نہ لکھتا مطلب تو تھوڑا سا اور پوچ
اور بیہودہ باتیں کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست گریبان ہوتا تو ایسا ہی جیسا چاند سورج پر تھوکنے
کی سزا میں کے کوئی تھپہ لگائی یا آسمان کیطرف تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابجار کے مونہہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائے ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشایستہ سے
نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت شان ہے دوم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت نہیں
جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب کے عیبونکی اہانت یا بُرا کہنے سے کیا نقصان بلکہ اُلٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج
کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتے اُنپر بھونکے اور اوروں پر کیوں بھونکے دوم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو انکے بُرا کہنے کی عوض میں اُنکو بُرا کہیکے جی ٹھنڈا ہوا اور دل کا
بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو مولوی عمار علی صاحب کے عیبونکی بُرا کہنے میں اُنکی تو کچھہ عزت نہیں جاتی جو قصاص میں تبرا یا اہانت اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں
صرف ہو گی **اقول**۔ تجھکو چاہئے کہ اپنے عالموں سے انتقام لینے میں دست گریبان ہو اور اُنکی قبروں پر جوتیاں مار کر کہہ کہ اے نالایقو تمنے اپنی کتابوں میں ایسی باتیں اہانت
اصحاب ثلثہ کی کیوں لکھی ہیں کہ جس پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں اور ہمکو انکا جواب دینا دشوار ہو گیا اور مولوی صاحب کو تو کیا کہنا ہے وہ تو بمنزلہ کاتب کے ہیں کہ تیری کتابوں میں سے وہ روایتیں
نقل کر دی ہیں اور تیرے ہی عالموں نے جو اصحاب ثلثہ کی اہانت کی روایتیں لکھی ہیں باوجودیکہ اُنکو بزرگ بھی جانتے ہیں تو اُنکے جواب دینے میں اہل سنت کو ایسا ہے کہ جیسا چاند سورج
پر تھوکنے کی سزا میں کوئی تھپہ لگائی یا آسمان کے تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابجار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائے ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشایستہ سے
کیا نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دوم کجا شمس و قمر کجا سنگ کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھہ عزت
نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو اہل سنت کے عالموں کے عیبونکی لکھنے سے کیا نقصان بلکہ اُلٹا باعث رفعت
شان ہے چاند سورج کیطرح وہ روشن ہوئے تو کتے اُنپر بھونکے اوروں پر کیوں بھونکے دوم کجا اصحاب ثلثہ کجا یہ علماء اہل سنت جو اُنکے عیبوں کے لکھنے کی عوض میں اُنکو
بُرا کہکے جی اپنا ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو اہل سنت کے علما کے عیب ثلثہ لکھنے میں اُنکی تو کچھہ عزت نہیں جاتے جو قصاص عیب نویسی اور اہانت
اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہو گی **قال الشیخ الاشعری** سو ہم کونسی مجتہد زمانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چانٹوں میں ہیں جو عقل کے
یہ شہادت دربارہ دشنام نسبت دشنام مذہبی کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم اور دشنام کو عبادت سمجھکر مولوی عمار علی صاحب کو گالیاں دیکر اُنکی عزت بڑہائیں
اور مولوی عمار علی صاحب یا امثال مولوی عمار علی صاحب کو چھوڑ کر کسی بڑے کو بُرا کہیں تو کسکو کہیں اہا" اب رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک
اعتقاد اصحاب و حب اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پر کے ہیں ہوا تھا اور عمر حضرت کی ہے جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں
ہی نہیں تقیہ کو تو اُسو

اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پیروں کے شہبازی کے موجب فوز مقصد جسکی طرف اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ و فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا وغیرہ میں اشارہ ہے نہیں اڑ سکتا
بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جسکا آیت لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا میں بیان ہے تو ہاں کرم قدم بقدم حضرات شیعہ ہوتے تو شیعہ ہونے موافق مثل مشہور غیر کے بدشگنی
کے لئے اپنی ناک کاٹ لے سنیوں کے ضد میں اصحاب کرام کو برا کہکے اپنا ایمان تباہ کیا تم بھی شیعہ نکی ضد میں [illegible] اہل بیت رسول اللہ صلعم کو برا کہکر مثل خوارج اور
نواصب کے اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہمکو تو پابندی عقل و نقل ہے جاری ہے شیعہ نہیں کہ مثل شتر بے مہار ہر آئندہ رفتار باتیں راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہمکو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں
کے ہیں کسکو پھوڑ دیں اپنا ہی نقصان ہے بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضا ہو کہ اسکی آنکھ ناک سب کی سب مناسب و متناسب ہوں اور پھر اسکی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی
جاتی رہیگی اور تسپر اگر بیٹھی ہوئی آنکھ کے حصہ کی فراخی بھی دوسری ہی آنکھ میں آجائے اور اسمیں بجائے سفیدی بھی سیاہی ہی چھا جائے بجائے حسن ایسا قبیح المنظر ہو جائے کہ دلدادگان
قدیمی اور عاشقان صمیمی بھی اسکی صورت پر لاحول پڑھنے لگیں خاصکر دوسری آنکھ جو باقی رہی ہے اس سبب سے کہ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ اور کشادہ اور سفیدی کی جگہ بھی سیاہی ہو گئی ہے ایسی
بُری اور بدشکل ہو جائیگی کہ کچھ نہ پوچھو بلکہ اگر چشم باقیماندہ کو شعور اور اختیار ہو تو اپنی اسی حالت اصلی پر آجائے اور دوسری آنکھ کو بھی بدستور قائم کر دکھلائے کیونکہ اپنا حسن بھی اصلی کیفیت اور
دوسری آنکھ کی معیت میں ہے سو بعینہ یہی قصہ حضرات شیعہ کے ایمان کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے اعتقاد صحابہ اور حب اہل بیت جو بمقتضاء شہادات کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلعم ایمان کے بمنزلہ
دو آنکھوں کے ہیں چنانچہ رسالہ ہذا کے ملاحظہ کرنیوالوں پر پوشیدہ نہ رہیگا دونوں آنکھوں میں سے شیعوں نے ایک آنکھ کو پھوڑ دیا اور اسکے حصہ کی فراخی اور کشادگی بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری آنکھ کو
دیکر اسکو خراب کر دیا یعنی اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ چشم ایمان ہے اپنے ہاتھوں کھو کر دوسری آنکھ یعنی حب اہل بیت کو اسقدر بڑھایا کہ صحابہ کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے لئے صرف کر دی جیسے کہ آنکھ
میں سفیدی کی جا بھی سیاہی آجائے ان حضرات بزرگوار سے شیعہ نے بھی ایسا ہی کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ جیسے کہ آنکھ میں تل اور سیاہی اور سفیدی غرض چند قسمیں ہوتی ہیں ایسی ہی عترت
میں بھی چند قسمیں تھیں اولاد اور ازواج اور سوا انکے اور اقربا کیونکہ باتفاق اہل لغت عترت کے معنے خویش و اقربا کے ہیں ان سب میں سے حضرات شیعہ نے فقط اولاد کو اور اولاد میں سے بھی فقط دس بارہ کو
اور سوا اولاد ایک دو کے کسی اور کو تو بجز دو ہم کے کم سمجھا باقی سب کے لیے تبرا ہے جنکو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا اور مخدوم اور مکرم ٹھیرایا انکے حق میں محبت کو کچھ ایسا حد سے بڑھایا کہ گویا صحابہ باقی ماندگان
عترت کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے نثار کی سو بعینہ وہی مثل ہے کہ آنکھ اپنے اندازہ سے کشادہ ہو گئی تھی پر سفیدی کے عوض بھی سیاہ ہی ہو گئی **اقول** گالی دینی تو بالکل [illegible] ہم پر بہتان ہے شیعان
کو بھی گالی دینی جائز نہیں ہے اگر گالی سے مراد فحش ہے اور اگر دشنام سے مراد لعن و طعن ہے یہ تو قرآن شریف میں بہت مذکور ہے اور خدا تعالی لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ اور لعنة الله على الفاسقين فرماتا ہے اور
صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم دعائے قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے بعضے کفار پر انکا نام لیکر پس لعن کرنے میں ظالموں اور فاسقوں پر پیروی خدا اور رسول خدا صلعم کی ہے اور یہ کوئی سب
برا کہنے میں تم نے کیا کمی کی ہے جا بجا انکی ہجو لکھتا ہے اور اگر گالیاں دینے میں عزت بڑھتی تو ثلاثہ کو گالیاں دینے میں تو کیوں بہر حسین جبیں [illegible] اور اگر تو بلحاظ عوام اہل بیت کو برا نہیں کہتا ہے تو تیرے
بزرگ تو کہتے تھے اور حضرت علی کو گالیاں دیتے تھے جنکو تو خلیفہ حق اور امام صدق جانتا ہے اگر تو نے اپنی ناک کاٹی تو تیرے بڑوں نے اپنی ناک کاٹی علی کی عداوت میں تیری ناک بھی کٹی چنانچہ پہلے
سے ہم لکھ آئے ہیں اور یہ البتہ [illegible] اولاد رسول مقبول کو اور انکے دوستوں کو تو قتل کرتے چلے آئے ہیں دیکھو کتب تواریخ میں اپنی اور رہ مہ تمہارا اہل بیت سے ہرگز نہیں چلتا ہے نہ فروع میں نہ اصول میں
بلکہ انکے مخالفوں کا تم نے دامن پکڑا ہے اور حب کے معنے یہ نہیں ہیں کہ زبان سے کہہ دیا اور کہ ہم انکے دوست ہیں اور قولوں پر انکے عمل نہ کیا کہیں بھی تمہاری کتابوں میں انکے اقوال اور یہ روی
انکے اقوال کی مذکور ہے اور تم انکے دوست ہوتے تو انکے کہنے پر چلتے معلوم ہوا کہ تم انکے دوست نہیں ہو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم انکے دوست ہیں قول تمہارا محض لسانی ہے اور یہ تو تو نے آنکھوں
کی مثال دیکر واہی اور پوچ بکا ہے بالکل غلط ہے اسواسطے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ہرگز دشمنی نہیں کرتے امام زین العابدین علیہ السلام تو انکے واسطے سے دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہم
باصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھا ہے اور بعضے صحابہ کو ہم اولیا کامل جانتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ بعد رسول خدا صلعم کے بسبب تطمیع اور تخویف شیخین کے حضرت علی سے روگردانی
کی تھی انہوں نے پھر حضرت علی کی طرف رجوع کی بعد ثلاثہ کے البتہ بعضے صحابہ کو کہ جو حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور حقوق اہل بیت انہوں نے غصب کئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے اور ایسے ہی بعضے اصحاب
کو اہل سنت بھی اچھا نہیں جانتے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں تحت سورہ توبہ کی وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی
ہے کہ جو بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور تفسیر بغوی میں لکھا ہے سورہ توبہ کی وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ کی تفسیر میں کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جسوقت مال غنیمت پاتے تو
رسول خدا صلعم سے خوش ہوتے اور جب نہ پاتے تو حضرت کا شکوہ کرتے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ کے ان صحابہ کی شان میں نازل
ہوئی ہے کہ جو حکم رسول خدا صلعم سے منحرف ہو گئے اور جہاد کرنے سے نفرت اور کراہت کی یہ آیتیں مذمت میں بعضے صحابہ کی ہیں کہ جنکو خدا تعالی اچھا نہیں جانتا ہے اور اہل سنت بھی انکو اچھا
نہ جانیں گے اور اگر اچھا جانیں گے تو خدا تعالی کا مقابلہ کرینگے اور اسکی مخالفت کو پسند کرینگے اور اہل بیت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد رسول خدا کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے اور صحابہ کے مرتد
ہو جانے کی خبر جناب رسول خدا صلعم نے بھی دی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو فرشتے حوض کوثر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجاوینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ میرے

اصحاب ہیں طرائف میں جواب میں کہیں گے کہ تو نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے بعد تیرے دین میں کیا احداث کیا ہے اور جسوقت تو مرا ہے اسوقت ہی سے یہ مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم و
جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے پس کل صحابہ اہل سنت کے نزدیک اچھے نہوے جیسے کہ کل صحابہ ہمارے نزدیک اچھے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے حق میں ہم اور وہ دونوں برابر ہیں اور وہ دونوں آنکھوں کی مثال
دیکھو یہ شیخ لوح اور وہی بکا مقاوہ باطل ہوا اور زیادہ محبت اہل بیت کی کیونکر نہو کہ خدا تعالی نے محبت انکی قرآن میں واجب لکھی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا
الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اگرچہ قربے کا لفظ عام ہے کہ سب قریبوں کو شامل ہے لیکن مراد یہاں قربے سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو
لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول خدا صلعم قریب آپکے کون ہیں فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین یہ سبب ہے انسے زیادہ محبت رکھنے کا اگر کسی اور کے دعوے ثبوت میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو تو کہدو اور بعضے
نالایق کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے آیت اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے اس صورت میں چاہیے کہ عداوت اہل بیت کی جائز ہو اور اسیواسطے بعضے علماء اہل سنت میں سے اہل بیت علیہم السلام سے عداوت
رکھتے ہیں اور اہل بیت کے مناقب میں وہ انسے دوستی رکھنے میں کثرت سے علماء اہل سنت نے کتابیں لکھی ہیں اور بڑی تاکید ہے روایتوں میں انسے دوستی رکھنے میں اسواسطے انسے زیادہ دوستی رکھتے ہیں اور زیادہ
کی تاکید انکی دوستی کی ہے اور جیسے کہ مناقب انکی ہیں مع اور کسیکے نہیں ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں ہر ایک کو اسکے مرتبے کے موافق اور ازواج آنحضرت صلعم کو بھی ہم
دوست رکھتے ہیں سوائے انکے کہ جنہوں نے حضرت علی سے عداوت کی ہے اور اولاد میں سے حضرت کی وہ بارہ کو اسواسطے ہم زیادہ دوست رکھتے ہیں کہ فریقین کے علماء اس بارہ میں کہ حضرت کی اولاد
میں سے زیادہ بزرگ اور مستجمع جمیع صفات حمیدہ کے تھے ہیں انکی برابر اوروں کو کیونکر سمجھیں مولوی عبد العزیز صاحب نے دیکھو تفسیر عزیزی میں انکو کیا لکھا ہے اور جیسا کہ انکو لکھا ہے ایسا کسی اور کو بھی
لکھا ہے اور لغت میں ہر چند عترت آدمی کے نزدیکوں اور خویشوں کو کہتے ہیں لیکن مراد عترت نبی سے اولاد حضرت ہی کی ہے جیسے کہ اہل بیت گھر کے سب باشندوں کو کہتے ہیں لیکن مراد اس
سے یہی بزرگوار ہیں کہ رسول خدا صلعم نے انکو اپنی عبا میں لیکر فرمایا ہے کہ اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی اور آیت مودۃ القربی میں بھی قربے کا لفظ عام ہے اور سب نیکوں کو شامل ہے لیکن
حضرت سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور تم صحابہ کو حد سے زیادہ بڑھکر دوست رکھتے ہو باوجودیکہ تمہارے علماء لکھتے ہیں کہ بعضے صحابہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور بعضے خونریزی
اور قتل کرتے تھے اور زنا کی سزا میں سنگسار ہوئے تھے اور شراب پیتے تھے اور ازواج پیغمبر خدا صلعم کو تہمت زنا کی کرتے تھے اور جناب رسول اللہ صلعم کی ازواج کی طرف نظر رکھتے تھے کوئی تو کہتا تھا کہ اگر
رسول خدا مرجائیں تو میں عائشہ سے نکاح کروں اور کوئی کہتا تھا کہ میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور جناب رسول خدا صلعم کو یہ سنکر رنج ہوتا تھا چنانچہ اسباب میں آیت نازل ہوئی اور تعزیریں پاتے تھے
اور آپسمیں حسد اور بغض رکھتے تھے اور پھر تم کہتے ہو کہ یہ سب عادل ہیں اور جسکی چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤگے مثل معاویہ اور عمرو عاص وغیرہ کی اور انکی پیروی میں علی کو اور اسکے دوستوں
کو قتل کرو اور علی کو گالیاں دو اور ہم ہر ایک کو اسکے مرتبے پر رکھتے ہیں اور بعضوں کو اولیاء اکمل جانتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ انکو مرتبہ میں انسے کم جانتے ہیں اور بعضے انمیں سے جو کہ حق سے
تجاوز کر گئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے یہی ہمارا مذہب **قال الشیخ الاشعری** شاید اس اجمال میں ناواقفان شیعہ کو بحکم مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کے احتمال جہل و تلبیس ہو
اسلئے تفصیل اس اجمال کی کرنی ضرور پڑی تاکہ اپنی کتاب اور اہل کتاب کی مراجعت کرکے بآسانی تحقیق کرکے بعد تطبیق اس بیان کی تصدیق کریں سو تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرات
شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران طاہرہ حضرت رسول کریم صلعم کو سرے سے حضرت رسول صلعم کی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے یہانتک کہ زبان زد خاص شیعہ یہ بات ہو گئی ہے عام تو درکنار
یا خاص ہی اس حساب سے عام ہی ہیں بلکہ عام ہی پر اور تو کیا کہوں حالانکہ انہیں کی کتب معتبرہ سے ان دونو مطہرات کا بنسبت رسول اللہ صلعم کی صاحبزادیاں ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ
قریب سے اسبات کے شرح مرقوم ہوچکی اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اولاد اور ایسے ہی حضرت زبیر بن العوام کو بھی داخل عترت نہیں سمجھتے اور اس قرابت قریبہ کا
بھی لحاظ نہیں کرتے حضرت عباس کی قرابت تو مشہور و معروف ہی ہے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بسبب کثرت علاقہای قرابت گویا بمنزلہ برادر حقیقی کے تھے اول تو انکی والدہ حضرت
صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ اور انکی دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف رسول اللہ صلعم کی حقیقی خالہ اور انکے باپ کی پھوپی ام حبیب بنت اسد رسول اللہ صلعم
کی دادی اور انکی حقیقی پھوپی ام المومنین خدیجۃ الکبری رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ پھر ان سب کے بعد حضرت کے ہمزلف انکی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہاں سوا ان سب کے پانچویں پشت یعنی قصی بن کلاب میں رسول اللہ صلعم سے جا ملتے ہیں علماء انساب نے لکھا ہے کہ اتنی کثرت سے قرابت کے علاقے
سو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسیکو نصیب نہیں ہوئی لیکن آفرین ہے حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلعم کے اقربا کے دشمن ہوں تو ایسے ہوں کہ حضرت زبیر جیسے قریب عزیز کو باوجودیکہ
مہاجرین اولین میں اور مجاہدین سابقین میں سے ہیں اور سینکڑوں بشارات فرقانی اور وعدہای قرآنی ان کی بزرگی پر گواہ ہیں از جملہ کفار انکو شمار اور منافقین بدکردار سمجھتے ہیں **اقول** تیرا
قول جہل اور تلبیس سے خالی کب ہے اور بیفائدہ طول دینے سے کیا حاصل ہے کاغذ کو لاطائل امور سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا کئی مرتبہ اس نے ذکر کیا ہے ہاں ہمارے نزدیک انکا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے ہونا ثابت نہیں ہے اور ایک روایت میں انکار رسول خدا صلعم کے نطفہ سے ہونا آیا ہے سو اس روایت سے کیا کام چلتا ہے اور روایتیں اسکے مخالف بھی موجود
ہیں کہ حضرت کے نطفہ سے یہ صاحبزادیاں نہیں اور ان روایتوں ہی کو ترجیح ہے اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوا اور اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ

سرے سے ہی یہ منکر ہیں بلکہ ایک روایت بھی کہ موافق وہ بھی کہتا ہے اہل سنت کی کتابوں سے مثل بخاری اور مسلم وغیرہ کے جواز متعہ زنان ثابت ہے لیکن اہل سنت اُن روایتوں پر عمل نہیں کرتے باوجود اُنکی کتب معتبرہ سے ثابت ہے جو تم جواب دوگے وہی ہم جواب دینگے اور اسکا جواب ہمنے سب جگہ اسکو دیا ہے پہلے اِسے جس جگہ اس نے اُنکا ذکر لکھا ہے اور دیکھو تو بہت علما نے مناقب فاطمہ زہرا علیہا السلام میں کسقدر رسالے لکھے ہیں کوئی کتاب اُن صاحبزادیوں کے فضائل میں بھی لکھی ہے اگر وہ بھی جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو اُنکے بھی بیشک فضائل ہوتے اور علما اُنکے فضائل میں کتابیں لکھتے اور حضرت عباس کی قرابت میں اور اُنکی اولاد کی قرابت میں اور حضرت عباس کی بزرگی اور شرافت میں کیا کلام ہے اور زبیر کو بھی ہم حضرت صلعم کا قریب اور اُنکی پھپھی کا فرزند سمجھتے ہیں اسکا کون منکر ہے مگر بسبب عداوت رکھنے کے نفس رسول سے اور اُنکی بیعت کو توڑ کر اُنکے ساتھ جنگ کرنے سے اُنکو اچھا نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک حضرت علی سے قتال کرنا ایسا ہے کہ جیسے جناب رسولخدا صلعم سے محاربہ کیا اور استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں بددعا کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اللهم خذهم فقتلهما المسلمين اور پہلے اس سے ہم مفصل اسکو لکھ چکے ہیں پس جس وقت کہ حضرت علی نے اُنکے حق میں بددعا کی ہو تو ہم اُنکو کیونکر اچھا جانیں اور قرابت سے کیا ہوتا ہے جبتک کہ ایمان صحیح حاصل ہو اور ابولہب زبیر سے بھی زیادہ حضرت کا قریب تھا کہ چچا حضرت کا لیکن قرابت نے اُسکے کافر ہونے کی جہت سے اُسکو کچھ فائدہ بخشا اور زبیر اگرچہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن علی سے عداوت کرنے کی جہت سے ایمان صحیح اُسمیں باقی نرہا حضرت نوح کے فرزند کنعان کو نوح کی قرابت نے کیا فائدہ بخشا کہ جو زبیر کو حضرت کی قرابت سے فائدہ ہوتا خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تیرے اہل سے نہیں ہے ایسے ہی زبیر وغیرہ شرف قرابت میں سے نکل گئے جس حین نے کہ حضرت علی سے عداوت کی بموجب ارشاد رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور جبتک ایمان صحیح آدمی میں نہ ہو اور جبتک باقی نہو تو ہجرت کیا فائدہ بخشتی ہے اور قرآن میں کسی جگہ زبیر کے نام سے کوئی بشارت مذکور نہیں ہے جیسے کہ مجملاً صحابہ میں آیتیں نازل ہوئی ہیں ایسے ہی مجملاً اُنکی مذمت میں بھی نازل ہوئی ہیں احتمال ہے کیا کام چلتا ہے اس مقام میں تفصیل نام بنام ذکر ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی ہیں ازواج مطہرات جو امہات مومنین یعنی سب مسلمانوں کی ماں ہیں اُنکی نسبت جو کچھ حضرات شیعہ ثنا خواں ہیں سب ہی جانتے ہیں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں کیونکہ اہل تو اہل بیت کے معنی بعینہ اہل خانہ ہیں اتنی بات تو کوئی کچھ نہ جانتے ہوں مولوی عماد علی صاحب بھی جانتے ہونگے دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو ازواج مطہرات ہی کی شان میں وارد ہوا ہے گو حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین بھی بوجہ عموم لفظ یا بسبب التماس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت ہونے کی فضیلت میں داخل ہوگئے ہیں مگر تسکین کے لئے جس آیت میں یہ لفظ واقع ہے ماقبل ومابعد سمیت لکھکر اُسکا ترجمہ لکھے دیتا ہوں تاکہ سب شیعہ وسنی متنبہ ہو جائیں يا نساء النبي لستن كاحد من النساء ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولا معروفا وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى واقمن الصلوة واتين الزكوة واطعن الله ورسوله انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا واذكرن ما يتلى في بيوتكن من ايات الله والحكمة ان الله كان لطيفا خبيرا یعنی اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھو تو دب کر نہ کہو بات پھر لالچ کرے کوئی جسکے دل میں روگ ہے اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے نادانی کے وقت میں اور کھڑی رکھو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے رسول کی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور ستھرا کرے تمکو ایک ستھرائی سے اور یاد کرو اے پیغمبر کی بیبیو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی بیشک اللہ ہے بھید جانتا ہے خبردار یہانتک ترجمہ تھا غرض یہ ہے کہ شیعہ ہی اپنے علما سے پوچھیں کہ ہمنے ترجمہ صحیح کیا یا غلط بہر حال ان آیات سے اول یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہل بیت ازواج ہی ہیں اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا میں لیکر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ بھی میری اہل بیت ہیں تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہوجاویں یہ ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی بادشاہ قدر شناس چشم پوش ہو وزیر سے یوں کہے کہ تمہارے گھر کے لوگوں کو منصب ہی جلدی جاگیر دینگے تو وہ وزیر بموافق محاورہ کے یوں سمجھ کر ایسے موقع میں بی بی اور بیٹا مراد ہوا کرتے ہیں اور بیٹی اور نواسے مراد نہیں ہوتے کیونکہ وہ دوسرے گھر کے ہوتے ہیں کچھ اپنے جی میں سوچ کر وقت پیش کر بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی پیش کرے وہ بادشاہ اگر یہ پوچھے کہ یہ کون ہیں تو بایں لحاظ کہ بیٹی اور نواسے اور داماد بھی قرابت میں کچھ بیٹے اور پوتے اور بی بی سے کم نہیں ہیں بے عذر حضور میں یہ سمجھکر کہ لوگ بھی تو اس بادشاہ کو یہ معلوم ہو کہ یہ داماد اور نواسے اور بیٹیاں ہیں سلے گھر کے لوگ نہیں پر مقتضائے اپنی چشم پوشی ذاتی کی اُنکو جاگیر دیگا یا لفظ اہل بیت اصل ہے عام ہے ازواج اور حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم سب شامل ہیں گو قصہ ازواج ہی کی شان میں نازل ہوا ہو جیسے دلی والا ایک لفظ عام ہے سب دلی والوں کی نسبت بولا جاتا ہے اگرچہ دلی کے رہنے والوں کو دیکھکر بولیں مگر ہمیں اس سے کوئی اور نواح شہر کے نہیں سمجھتا کہ دلی والے فقط یہی ہیں انکے سوا اور کوئی دلی والا نہیں اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں آتا ہو بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اصل اہل بیت میں اور کلام اللہ میں اُنکی شان میں یوں آیا ہے وازواجه امهاتهم یعنی رسول اللہ صلعم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں پھر بھی حضرات شیعہ اپنی زبان نہیں سنبھالتے اور لگام نہیں دیتے اگر دوسری آیت نہ ہوتی تو یوں جواب دیتے کہ وہ مومنوں کی مائیں ہیں ہماری تو نہیں ہیں تو مسلسلہ آیہ اول یعنی جس سے اُنکا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے کیا جواب دینگے **اقول** شیعہ بھی ازواج رسولخدا صلعم کو ام المومنین سمجھتے ہیں اور یہ ایک شرافت ہے اُنکی اور ام المومنین ہونے سے یہ ہے کہ کسی مومن کو نکاح اُنمیں سے کسی سے بعد رسولخدا صلعم کے جائز نہیں ہے اور یہ آیت اسوقت نازل ہوئی ہے جسوقت کہ

صحابہ نے کہا تھا کہ محمد مر جائیگا تو ہم اُسکی بیبیوں سے نکاح کرینگے اور کہتے ہیں کہ طلحہ نے کہا تھا کہ جسوقت رسول خدا صلعم مرجائینگے تو میں عائشہ سے نکاح کرونگا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وازواجہ امہاتہم یعنی اور بیبیاں اُسکی مائیں تمہاری ہیں تمہارا نکاح اُنسے کبھی جائز نہیں ہے اور ہم البتہ حضرت کی بیبیوں کے ثناخواں ہیں مگر جس نے اُنمیں سے حضرت علی سے عداوت کی ہے اُسکو ہم اچھا نہیں جانتے ہو جب ارشاد رسول خدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے یا علی لایبغضک الا منافق اور عائشہ کی عداوت کو پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور عائشہ کو اسقدر عداوت تھی حضرت علی سے کہ نام علی کا زبان پر نہیں لاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں احادیث کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ عائشہ نے وقت نکلنے حضرت صلعم کے حجرے سے واسطے نماز کے طرف مسجد کے حالت مرض میں نام حضرت علی کا زبان سے نہ لیا بلکہ کہا کہ ایک مرد دیگر کے ساتھ کہ مرد غیر مشہور پر دلالت کرے اس حدیث کے راوی نے ابن عباس کے روبرو اسکا ذکر کیا ابن عباس نے پوچھا کہ عائشہ نے اُس مرد کا نام بھی لیا تھا کہا کہ نہیں ابن عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے کہ اُسکا نام نہیں لیتی ہے عائشہ اور ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ لکن عائشہ لاتطیب نفسا لہ بخیر یعنی ابن عباس نے بعد سننے قول مذکور کے کہا کہ عائشہ کا نفس خوش نہیں ہوتا ہے کہ ذکر علی کا بخیر کرے اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عائشہ نے حضرت علی کا شہید ہونا سنا تو خوشی اور سرور ظاہر کیا اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی جب یہ سب کا یہ حال ہے تو پھر ہم اسکو اچھا کیونکر جانیں اور ام المومنین ہونے سے کیا ہوتا ہے جسوقت افعال ناشایستہ عمل میں لائینگی تو البتہ مورد ملام ہونگی اور اہل بیت میں ازواج حضرت کی ہرگز داخل نہیں ہیں اول تو اسواسطے کہ یہ لفظ علی اور فاطمہ اور حسنین میں اسطرح کا مستعمل اور مشہور ہوا ہے کہ جس مسلمان سے پوچھو گے سنی ہو یا شیعہ ہو کہ اہل بیت پیغمبر کون ہیں تو وہ یہی کہیگا علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں اور ازواج کو حضرت کے کوئی بھی نہ کہیگا اور دوسرے یہ کہ اہل بیت کا لفظ عام ہے ازواج کو اور اولاد کو اور لونڈی اور غلام کو جو کہ گھر میں ہیں سب کو شامل ہے اور نسا کا لفظ خاص ازواج کے واسطے کہا جاتا ہے نہ اُسکے غیر کے واسطے اگر کوئی کہے کہ فلانے کی عورت تو اُس سے زوجہ اُسکی مراد ہوگی پس جسوقت کہ لفظ نسا ہے کہ جو خاص واسطے زوجہ کے بولا جاتا ہے آیت نسانا و نساکم میں ازواج حضرت صلعم کی مراد نہوئیں بلکہ وہاں بھی حضرت زہرا ہی مراد ہوئیں تو لفظ عام اہل بیت سے کہ جو ازواج کو اور اُنکے غیر کو شامل ہے وہاں اس سے ازواج کیونکر مراد ہونگی یہ شرافت ان چار شخصوں ہی کے واسطے ہے کہ خدا تعالی انکی مدح بیان کرتا ہے اور ازواج حضرت کی وہ ہیں کہ کئی آیتوں میں اُنپر عتاب ہوا ہے اور منع آیا ہے اُنکو برے کاموں سے چنانچہ فرماتا ہے اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا اور اسکی تفسیر میں اہل سنت کی کتابوں میں ابن عباس سے روایت ہے کہ بیبیاں حضرت کی حضرت سے مقدور سے زیادہ طلب کرتی تھیں علی الخصوص حفصہ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ تجھ میں اور اپنے میں حکم کروں اُس نے کہا کہ ہاں اور حضرت نے عمر کو بلایا حفصہ نے حضرت کو کہا کہ سچ کہنا جھوٹ نہ کہنا عمر نے طمانچہ اُٹھایا حفصہ کے مارنے کو اور کہا کہ پیغمبر کہیں جھوٹ بھی کہتا ہے اور حضرت نے قسم کھائی کہ ایک مہینے اپنی بیبیوں کے پاس نہ جائینگے تب یہ آیت نازل ہوئی اور خدا تعالی نے فرمایا کہ اگر تم کو مہر دیکر رخصت کریں اُسوقت اُنہوں نے ڈر کر خدا اور رسول خدا کو اختیار کیا یہ حال تھا حضرت کی بیبیوں کا اور فرماتا ہے خدا تعالی اُنکے حق میں کہ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ اور فرماتا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ اور فرماتا ہے عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ اور خاص عائشہ اور حفصہ کی شان میں ہے کہ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور علی اور فاطمہ پر کسی آیت میں عتاب نہیں ہے اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہے کہ خدا تعالی نے کئی جگہ قرآن میں صحابہ پر عتاب کیا ہے اور علی پر کہیں عتاب نہیں کیا یہ جو شرف کہ اُنکے واسطے ہے وہ اور کسیکو نہیں ہے اسلیئے خدا تعالی نے بخطاب اہل بیت انکی مدح بیان کی کہ یہ حضرت کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ اور اَلْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي اور زوجہ کا کیا ہے وہ ناپائیدار رشتہ ہے اگر شوہر مر جائے یا طلاق دیوے تو وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور دوسرے کی اہل بیت میں سے ہو جاتی ہے یہ شرف زوجہ کے واسطے کہاں ہے کہ جو جگر کے ٹکڑوں کے واسطے ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت ہیں اور زوجہ ایک وقت میں تو اہل بیت میں سے ہوتی ہے اور ایک وقت میں نہیں ہوتی اُسکا اہل بیت میں ہونا عارضی ہے اور جگر کے ٹکڑوں کا اہل بیت میں ہونا اصلی ہے کہ وہ ہمیشہ کو اہل بیت میں سے ہیں اور اس شیخ کو اسقدر جو کد ہے ازواج کی اہل بیت ثابت کرنے میں محض عائشہ اور حفصہ کی خاطر سے ہے کہ کسیطرح یہ اہل بیت میں شمار کی جائیں اور سوا انکے اور کسی بی بی سے حضرت کی اُسکو غرض نہیں ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ اہل بیت کا آیا ہے وہ ہرگز ازواج کے واسطے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی موافق ارشاد جناب رسول خدا صلعم کے چاہئے نہ اپنی رائے سے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور جس جگہ حضرت نے فرمایا ہے اہل بیتی وہاں ہرگز ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی اور فاطمہ اور اولاد انکی مراد ہے نہ ازواج اور حضرت نے فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کلام اللہ وعترتی اہلبیتی وہاں بھی حضرت علی اور اولاد رسول خدا صلعم مراد ہیں نہ ازواج اور یہی علما اہل سنت بھی لکھتے ہیں اور ازواج حضرت کو اہل بیت آیت تطہیر میں کوئی نہیں لکھتا سوای مولوی عبد العزیز صاحب کے کہ اُنہوں نے تحفہ میں بسبب عداوت اور تعصب کے آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد موافق روایت عکرمہ خارجی کے ازواج مراد لی ہیں اور اُن چار شخصوں کو دعا سے رسول خدا صلعم کے اہل بیت میں داخل کیا ہے اور یہ امر بالکل مخالف تحریر جمہور علما اہل سنت کے ہے اسواسطے کہ اہل سنت دو قسم کے ہیں اکثر علما اہل سنت تو یہ کہتے ہیں کہ آیت تطہیر چار شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے علی اور فاطمہ اور حسنین کے حق میں یا پانچ کے حق میں اگر رسول خدا صلعم کو اُنمیں شریک کرو اور بعضی موافق روایت عکرمہ خارجی کے کہتے ہیں کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے یا دونوں فریق کو شامل ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ آیت تو ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آل عبا کو رسول خدا نے اپنی دعا سے اہل بیت میں داخل کیا ہے جیسے کہ مولوی عبد العزیز کہتے ہیں اور یہ شیخ بھی اُنکی ہی پیروی سے کہتا ہے اور حق کو مٹاتا ہے اور علماء اہل سنت احادیث کی کتابوں میں مناقب اہل بیت اور مناقب ازواج کے لکھتے ہیں کوئی بھی علحدہ

اہل بیت کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل ازواج کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل اصحاب کے مناقب کی ہے اور جو فصل کہ اہل بیت کے مناقب کی ہے اسمیں فضائل جناب امیرؑ اور اولاد رسولخدا صلعم کے مذکور
ہیں اور ازواج کے فضائل کا اسمیں کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ ازواج کے فضائل فصل علیحدہ میں مذکور ہیں جو کہ انکے فضائل کی فصل ہے اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو انکے فضائل بھی
اہل بیت کی فضائل کی فصل میں مذکور ہوتے علیحدہ کیوں مذکور ہوتے سو اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقام میں ازواج اہل بیت کے شریک نہیں ہیں بلکہ اہل بیت کا لفظ خاص واسطے آل عبا کے ہے اور یہ جو بعضی
روایت میں آیا ہے کہ سوائے حضرت زہرا کے دو بہنیں اور بیٹیاں بھی جناب رسولخدا صلعم کی تھیں ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو انکو بھی
حضرت اپنی چادر میں لیتے اور فرماتے کہ یہ میری اہل بیت ہیں اور گو اہل بیت کے معنی صاحبان خانہ ہیں کہ ازواج کو اور انکے غیر کو شامل ہیں لیکن جبکہ حدیث میں آیا ہو کہ وہ علی اور اولاد رسولخدا صلعم ہیں تو
خاص ہو گیا جیسے کہ قربیٰ کا لفظ آیت مودۃ القربیٰ میں عام ہے اور سب بیبیوں کو حضرت کے شامل ہے لیکن جسوقت رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ قربیٰ آپکے کون ہیں تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسنین
ہیں جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں ہے تو سب بیبیاں کہ سوائے انکے تھیں خارج ہو گئے ایسا ہی حال اہل بیت کے لفظ کا ہے اور آیۂ تطہیر کے مقدمہ میں جو لکھا ہے کہ اسکے ماقبل اور مابعد کا لحاظ رکھنا چاہئے
تاکہ سب شیعہ اور سنی متنبہ ہو جائیں اس جعلسازی اور دھوکہ دہی سے تیری کوئی دھوکہ میں نہیں آتا ہے اول تو یہ کہ ترتیب قرآن کی مطابق تنزیل کے نہیں ہے بعضے کی سورہ میں مدنی آیت داخل ہو گئی ہے
اور بعضی مدنی سورہ میں مکی آیت داخل ہو گئی ہے اور ایک مضمون کی آیت قرآن شریف میں شروع ہوئی اور بعد اسکے دوسرے مضمون کی آیت شروع ہوئی اور بعد اسکے پھر پہلے مضمون کی
آیت شروع ہوئی جو کچھ کہ اسمیں باقی رہا تھا اس طرح سے کلام اللہ میں کئی جگہ آیا ہے جامع قرآن نے مشتبہ ہو جانے کے واسطے ازواج کے ذکر میں اسکو ڈالدیا ہے اور یطہرکم میں ضمیر کم کی صریح دلالت کرتی ہے
کہ مراد اہل بیت سے ازواج ہرگز نہیں ہیں اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو جیسے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں جمع مؤنث کی ضمیریں آئی ہیں یہاں بھی آتیں اور یہ کہنا کہ ضمیر کم کی بلحاظ لفظ اہل ہے
یہ بھی بیجا ہے اور برخلاف تحریر جمیع مفسرین ہے اسواسطے کہ اکثر مفسرین اس کم کی ضمیر کی ملاحظہ سے تو اہل عبا کے حق میں اس آیت کو کہتے ہیں اور ازواج کو خارج کرتے ہیں اور آیۂ
أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ میں عدول مؤنث واحد اتعجبین سے طرف علیکم جمع مذکر کے نہیں ہے اور نہ مؤنث واحد کو جمع مذکر کے صیغہ میں بیان کیا
ہے بلکہ علیکم میں خطاب طرف حضرت ابراہیم وغیرہ آنکے اہل بیت کے ہے اور حضرت سارہ بھی انمیں داخل ہیں لیکن سارہ انکی اہل بیت میں اسواسطے داخل ہیں کہ وہ آنکے چچا یا خالہ کی بیٹی تھیں نہ
زوجہ ہونے کی جہت سے اور تعجبین میں خطاب صرف سارہ کی طرف ہے اور اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ علیکم اہل البیت پیغمبر آخرالزمان کی اہل بیت کی شان
میں تھی جو کہ اہل عبا ہیں اور اصل آیۂ سورہ ہود اسطرح تھی أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ لیکن جامع قرآن نے ملتبس ہو جانے کے واسطے آیت رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت
کو حضرت سارہ کے ذکر میں ڈالدیا ہے جیسے کہ ازواج کے ذکر میں آیت تطہیر کو ڈالدیا ہے اور اہل سنت کی روایتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اہل بیت سے آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں چنانچہ
صحیح بخاری اور جمع بین الصحیحین میں عائشہ سے منقول ہے اور صحیح ابن داؤد و موطا مالک میں انس سے اور مسند احمد حنبل میں ام سلمہ سے اور تفسیر ثعلبی میں ابوسعید خدری سے اور سوائے اسکے
بہت کتابوں میں اہل سنت کی مذکور ہے کہ یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت شان میں علی و فاطمہ و حسنین کے
نازل ہوئی ہے اور یہ بھی صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ پہلے رسولخدا صلعم نے ان چاروں کو اپنی چادر میں لیا اور دعا کی کہ خداوندا یہ میرے اہل بیت میری انسے ناپاکی کو لیجا اور پاک کر بعد
اسکے حضرت کی دعا کی مطابق آیت تطہیر نازل ہوئی اب بتلاؤ کہ ازواج اہل بیت میں کیونکر داخل ہوئیں لیکن صواعق محرقہ میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت دو دفعہ نازل ہوئی ہو گی اور ترمذی میں مذکور ہے
اور ابن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیت تطہیر رسولخدا صلعم پر ام سلمہ کے گھر میں تو حضرت نے فاطمہ اور حسنین اور علی کو بلا کر اپنی چادر میں لیا اور بعد اسکے فرمایا اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاذْهِبْ عَنْهُمُ
الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا حضرت ام سلمہ نے کہا کہ یا رسولخدا میں بھی انکے ہمراہ ہوں فرمایا کہ تو اپنی جگہ ہے اور تو خیر پر ہے یعنے اہل بیت میں سے تو نہیں ہے اور مسلم نے حضرت علی کے مناقب میں عامر بن سعد اور باب
حسنین میں صفیہ بنت شیبہ سے بھی یہی روایت کی ہے اور مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اسنے پوچھا کہ کون ہیں اہل بیت حضرت کے ازواج ہیں کہا کہ نہیں قسم ہے خدا کی عورت ہوتی ہے ہمراہ ایک زمانہ شوہر کے پھر
طلاق دیتا ہے اسکو تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اور اہلبیت حضرت کے وہ ہیں کہ جنپر صدقہ حرام ہے اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ روایتیں زیادہ بزرگ ذات سے سوا مسلم کرتے ہیں کہ ازواج حضرت کی اہل بیت میں سے
نہیں ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ جسوقت حضرت نے اہل عبا کو عبا میں داخل کر کے فرمایا کہ یہ لوگ اہل بیتی تو میں بھی چادر کا گوشہ پکڑ کر داخل ہوئی اور کہا میں نے کہ میں بھی تم میں سے ہوں حضرت نے
لے میرے ہاتھ میں سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو خیر پر ہے لیکن اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ایسی ہی زینب زوجہ محمد سے روایت ہے اور ثعلبی نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ ایک
ہر نبی کیواسطے اہل ہوتے ہیں اور یہ چاروں اہل میری ہیں پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ثعلبی نے مجمع سے روایت کی ہے اور چادر میں لینے کا ذکر اور دعا کرنا رسولخدا کا سب لکھا ہے کہ حضرت نے ان چاروں کے
سر پر چادر کو ڈالکر کہا کہ خداوندا یہ میرے اہل بیت میری اور یگانہ میرے پس ناپاکی کو انسے دور کر اور انکو پاک اور پاکیزہ کر تو بعد اسکے عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسولخدا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں حضرت نے فرمایا کہ دور
تو میری اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں جابر سے روایت کی ہے جناب سجاد فرماتے ہیں جابر کہ آیۂ تطہیر جسوقت رسولخدا صلعم پر نازل ہوئی تھی اسوقت حضرت کی حجرہ میں حضرت کے پاس سوا علی و فاطمہ
حسنین کے کوئی نہ تھا پس خطاب کا ان پانچوں سے ہے اور اسوقت یہی اہل بیت اہل خانہ تھے اور اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ اہل بیت آئمہ اثناعشر ہیں ان روایات سے معلوم ہوا کہ اہل بیت آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں نہ ازواج داخل اہل بیت

اور ترمذی اور صحیح ابو داود اور موطا مالک میں انس سے روایت ہے کہ جسوقت جناب رسولخدا صلعم نماز صبح کو نکلتے تو حضرت فاطمہ زہرا کے دروازہ پر آواز دیتے تھے بعد نازل ہونے اس آیت
کے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز صبح کو ادا کرو اے اہل بیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو کبھی تو
اُنکے دروازہ پر اسطرح سے آواز دیتے اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس میں مذکور ہو کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہو کہ ازواج میری اہل بیت میں سے ہیں اور یا یہ کہا ہو کہ یہ
آیت ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر عکرمہ خارجی سے روایت ہے کہ وہ بازار میں آواز دیتا ہوا پھرتا تھا کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عکرمہ ایک مرد خارجی
تھا دشمن علی کا چنانچہ ملل نحل اور وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے تھے کہ عکرمہ میرے باپ ابن عباس کیطرف جھوٹی روایتیں منسوب کرتا ہے اور عکرمہ
غلام تھا ابن عباس کا بجز بد ذاتی کے اُس سے اور کیا حاصل ہوا اور دوسری روایت جو ابن عباس کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی اُس غلام کی وضع کی ہوئی ہے لیکن تعجب ہے
علماء اہل سنت سے کہ عایشہ اور ام سلمہ اور زینب ازواج رسولخدا اور انس اور زید بن ارقم اور ابو سعید خدری وغیرہ کہ اصحاب آنحضرت سے ہیں اُنکی روایتوں سے چشم پوشی کرکے ایک
غلام دشمن اہل بیت کی روایت پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کا دستور ہے کہ اگر ایک شخص معتبر اہل بیت کی فضیلت کو بیان کرے اور دوسرا اُسکے مقابلہ میں کہ نہایت غیر معتبر ہو اور
اہل بیت سے عداوت بھی رکھتا ہو تو اُس غیر معتبر کی ضعیف روایت پر عمل ہوگا اور اُس معتبر کی روایت کا اعتبار نکرینگے اور ایک وجہ ازواج کی اہل بیت میں نہونیکی یہ ہے کہ
مراد رجس سے اس آیت میں یا تو ناپاکی ظاہری ہے مثل گوہ اور پیشاب اور خون وغیرہ کی اور یا ناپاکی باطنی گناہونکی ہے اور ناپاکی ظاہری تو ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ ازواج حضرت
بھی گوہ اور موت میں آلودہ تھیں کہ خدا تعالی اُنکو پاک کرتا پس مراد رجس سے ناپاکی باطنی ہے کہ وہ معاصی صغیرہ اور کبیرہ ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ بیضاوی اور
تفسیر کبیر اور اسعاف الراغبین وغیرہ میں لکھا ہے کہ مراد رجس سے معاصی ہیں اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ یہاں استعارہ کیا ہے واسطے گناہوں کے ناپاکی کو اور واسطے تقوی کے تطہیر کو
اور مجمل جو لغت کی کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ تطہیر کے معنے پاک کرنا ہے ہر گناہ سے اور پاک ہونا گناہوں سے دلالت کرتا ہے معصوم ہونے پر اور ازواج رسولخدا صلعم کے معصوم ہونیکا مسلمانوں
کے فرقوں میں سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا ہے اور کیونکر معصوم ہوں وہ عورتیں جو باغی ہوئی ہوں اور خروج کیا ہو انہوں نے امام زمانہ پر اور عداوت کی ہو اُس سے اور افشای راز رسولخدا
صلعم کیا ہو کہ جسکے سبب سے سیاہ ہوگئی ہوں دل اُنکے پس ازواج حضرت کسی طرح سے مراد نہیں ہو سکتیں اس آیت سے اور نہیں ہیں وہ مگر اہل عبا اور اعمش جو راوی اہل سنت کا ہے بیان کرتا ہے
کہ جسوقت عایشہ وقرن فی بیوتکن کو پڑھتی تھی تو اسقدر روتی تھی کہ اُسکا مقنعہ آنسوں سے تر ہوجاتا تھا اور کیونکر نہ روتے کہ اُس سے عمل نکیا گیا آیۂ وقرن فی بیوتکن پر اور حضرت
علی سے جنگ کرنے گئی اونٹ پر سوار ہوکر اور ہزاروں آدمیونکو قتل کروایا اور حضرت سودہ زوجہ رسولخدا سے لوگوں نے کہا کہ تم حج کو کیوں نہیں جاتے ہو فرمایا کہ ایک حج مجھ پر واجب تھا میں اسکو
بجا لائی اور بعد اسکے حج اور عمرہ میرا یہ ہے کہ بموجب حکم وقرن فی بیوتکن کے گھر سے نہ نکلوں یہانتک کہ مر جاوں اور ایسا ہی ہوا پس جسوقت کہ اُن سے ایسے گناہ سخت صادر ہوں کہ جنکو
یاد کرکے تمام عمر رویا کریں وہ کیونکر آیۂ تطہیر کے لائق ہوں اور یہ شیخ نجدی رجس کے معنے گندی بات لکھتا ہے اور اگر حضرت علی سے لڑنا گندی بات نہیں ہے تو پھر وہ قرن فی بیوتکن
کو یاد کرکے کیوں روتے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ گندی باتوں سے مراد فحش یا بدکاری ہو اسواسطے کہ ازواج آنحضرت سے بہت بعید ہے کہ ایسے افعال عمل میں لائیں تاکہ خدا اُنکو اُس سے
پاک کرے اور یہ جو بعضے کہتے ہیں کہ آل عبا تو پاک تھی پاکونکو خدا کیا پاک کریگا سو طہر کے معنے وہ نہیں سمجھے ہیں اسواسطے کہ معنے اُسکے یہاں یہ ہیں کہ طہارت پر ثابت رکھے تنکو خدا جیسے کہ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ہے کہ ثابت رکھ تو ہمکو راہ راست پر اور طہارت نجاست سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی ہوتی ہے ایک معنی ہر جگہ مراد نہیں ہو سکتے اُس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ
وہاں کون سے معنی مناسب ہے اور بیت سے ازواج کا بیت مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں صیغہ جمع کا لفظ اگر ازواج کے گھر کے واسطے ہوتا تو جمع کا لفظ یہاں بھی
ہوتا کہ مطابق ہوتا پہلی و پچھلی آیتوں کی پس بیت سے مراد بیت نبوت ہے نہ بیت گل و چوب اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیۂ تطہیر تو ازواج کی شان میں ہے اور علی اور فاطمہ اور حسنین کو رسولخدا صلعم
نے اپنی دعا سے اُس وعدہ میں داخل کیا ہے اور اس شیخ کا بھی یہی مقولہ ہے سو یہ قول نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ دعا سے حضرت کے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے دعا تو حضرت کی یہ ہے ھٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ
یعنی یہی ہیں اہل بیت میری نہ اور کوئی انکے واسطے جو تونے وعدہ کیا ہے وفا کر اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو انکو بھی اہل بیت میں داخل کر اور صاحب قول مستحسن کہ وہ سنی ہے وہ بھی صاحب تحفہ پر اس قول
کے لکھنے میں اعتراض کرتا ہے اور دعا حضرت کی تو نجاست کے دور کرنے میں ہے نہ واسطے داخل کرنے اُن چاروں بزرگواروں کے اہل بیت میں اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل
ہوئی تو رسول خدا صلعم نے علی اور فاطمہ اور حسنین کو اپنی عبا میں لیا اور بعد اُسکے کہا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ یعنی خدا چاہتا ہے کہ لیجائے تم سے ناپاکی کو اے اہل بیت
اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بیت جو کلام اللہ میں مذکور ہیں وہ یہی چاروں اشخاص ہیں اور کوئی نہیں اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا چاہتا ہے کہ تم سے نجاست کو لیجائے اور غیر کا اُنکے ذکر نہیں کیا
دیکھو تو آیت میں اہل بیت سے مراد آل عبا تھی تو حضرت نے اُنکو چادر میں لیکر فرمایا کہ تم سے خدا نجاست کا لیجانا چاہتا ہے اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو اُنکو بھی چادر میں لیکر ایسا ہی فرماتے اور
یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو انکو اہل بیت میں داخل کر اور یا حضرت کی دعا یہ ہے کہ ھٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ یعنی یہی اہل بیت میری ہیں اور بعضی روایت کتب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت نے

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دعا کی تھی اپنی عبا میں انکو لیکر کہ خداوندا یہ اہل بیت میری ہیں انکو پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کے مطابق آیۂ تطہیر انکی حق میں نازل ہوئی
اور ازواج کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے لیکن بعد اسکے جو صاحب بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت کی اس امر کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ سوائے انکے کوئی اور اہل بیت میں نہو یہ تعصب کی
راہ سے کہدیا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی اور بھی اہل بیت میں سے ہوتا تو اسکو بھی ان میں شامل کر کے اسی طرح کہتے اور ام سلمہ کو جو حضرت نے چادر میں داخل نہیں کیا اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں
نتھیں نہ اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے تو تھے لیکن اگر چادر میں داخل کرتے تو تحصیل حاصل کی لازم آتی اسواسطے کہ یہ تو اسوقت لازم آتا کہ جسوقت اس طرح سے دعا کرتے کہ الٰہی تو انکو بھی
اہل بیت میں داخل کر اور بعضی روایت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے ام سلمہ کو فرمایا کہ الگ ہو جاؤ اور چادر کو کھینچ لیا انکے ہاتھ میں سے تو ایسا کیوں کرتے بلکہ صاف صاف فرماتے کہ تم
اہل بیت میں داخل ہو اور تمہارے ہی حق میں آیت نازل ہوئی ہے۔ تمہاری احتیاج چادر میں داخل ہونیکی نہیں ہے۔ اور چادر کو انکے ہاتھ سے کیوں
کھینچتے و انتِ علیٰ خیر کیوں فرماتے پس آل عبا کا اہل بیت میں ہونا اور ازواج آنحضرت کا اہل بیت میں نہونا اور معصوم ہونا آل عبا کا ثابت ہوا اور باطل ہوا دعوی اس شیخ
کا اور مثال جو ایک بادشاہ اور وزیر کے بے محل لایا ہے وہ بھی باطل ہوئی اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے یہ دعا ہی نہیں کی کہ ان چاروں کو تو اہل بیت میں داخل کر بلکہ حضرت نے تو دعا میں
یوں کہا ہے کہ یہ اہل بیت میرے ہیں یعنی جن سے تو نے وعدہ کیا ہے بلفظ اہل بیت وہ یہ ہیں اور کوئی اور خدا تو جانتا تھا لیکن لوگوں کو بھی اس دعا سے معلوم ہو جائے کہ اہل بیت یہی ہیں اور دعا
کی حضرت نے نجاست سے پاک کرنیکی اور لفظ اہل بیت ایسا عام بھی نہیں ہے کہ آل عبا اور ازواج کو سب کو شامل ہو اور نہ ازواج کی شان میں نازل ہوا ہے جیسے کہ پہلے اس سے ہم ثابت
کر آئے ہیں بلکہ خاص آل عبا کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ اہل بیت کے فضائل کی روایتوں کو ضعیف یا موضوع کہہ دیتے ہیں اور یا ایسی تاویل کرتے
ہیں کہ وہ فضیلت سے گر جائیں اسواسطے کہ ایسا نہو کہ فضیلت انکی ثلثہ کی فضیلت پر بڑھ جائے اور انکا اجماع جو بلا دلیل اس امر پر ہے کہ افضل الناس بعد رسول خدا صلعم شیخین ہیں اسمیں شکست
لازم آئے اور دتی والی کی جو مثال دی ہے تو دتی کے تو گھوڑے اور گدھے اور بیل وغیرہ کو بھی دلی والا کہتے ہیں اگر اہل بیت ایسے ہی ہیں تو چاہئے کہ حضرت کے غلام اور لونڈی
اور بلی اور چوہے جو کہ گھر میں ہیں اور حضرت کے گھوڑے اور گدھے اور اونٹ سب کو یہ فضیلت شامل ہو تخصیص ازواج اور آل عبا کے نرہی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب عام اپنی عموم پر
باقی رہے اور جسوقت کہ خود حضرت صلعم نے اسکی تخصیص کر دی تو پھر عام کہاں باقی رہا اور قاعدہ اصول فقہ کا ہے کہ نہیں ہے کوئی عام مگر یہ کہ خاص کیا گیا ہے جیسے کہ آیت مودت قربیٰ میں
قربیٰ کا لفظ سب رشتہ داروں کو شامل ہے اور رشتہ دار حضرت کے کثرت سے تھے لیکن علی اور فاطمہ اور حسنین ہی کے واسطے تخصیص ہوئی چنانچہ تفاسیر فریقین میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث
سے دونوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ اہل بیت سے مراد آل عبا ہیں نہ ازواج حضرت کے اور نہ اور کوئی اور تو نے بقدر طول دیا اور کہیں بھی ثابت نکیا کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں صرف اتنا ہی کہا ہے
کہ حضرت کے گھر کے اہل خانہ انکی بیبیاں ہیں وہی اہل بیت ہونگے اور اسکی تفسیر برائے ارشاد رسول خدا اور قول علماء پر نظر نہ کی اور شیعہ وہی کہتے ہیں کہ جو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے
کہ اہل بیت آل عبا ہیں کوئی دوسرا اور ازواج کسی طرح سے اہل بیت میں داخل نہیں ہیں چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور اصلی ہونا تو امر ثانی ہے اور امہات ہونیکو لازم نہیں ہے کہ کوئی
امر خلاف شرع ان سے صادر نہو اور شیعہ سب ازواج حضرت کو برا نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو کہتے ہیں کہ جس نے حکم خدا اور پیغمبر پر عمل نکیا اور حضرت کو رنج پہنچایا اور جناب علیہ السلام
سے عداوت کی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے اور انکے امہات مومنین ہونے سے شیعوں کو انکار نہیں ہے اور شیعہ بیشک انکو اپنی امیں جانتے ہیں لیکن اور نامہ بابت ابن امین
انتہی البینت نیکا تو ہم بخوبی جواب آئے ہیں کہ انصاف کر تعصب کو دور کر۔ قال الشیخ الاشعری بالجملہ ازواج مطہرات کے اعتقاد کا اور محبت کا بہ سبب عیان حال ہے باقی رہی اولاد انکا حال بھی اپنی کرم
فاطمہ زہرا کی اولاد کے حضرات شیعہ دشمن جانی ہیں اور برا کہتے ہیں منجملہ انکے حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام زین العابدین جو عالم اور متقی اور متورع تھے اور مروانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انکے بیٹے یحییٰ بن زید بن حسن بزعم اثنا عشریہ تھے
اور ایسے ہی ابراہیم بن موسیٰ کاظم اور جعفر بن امام موسیٰ کاظم جنکا لقب شیعوں نے زکی چھوڑا ہے حالانکہ وہ اولیاء اللہ کبار میں سے ہیں اور بایزید بسطامی انہیں کے مرید ہیں اور جعفر بن
علی برادر امام حسن عسکری کہ شیعوں کے عرف میں انکا ہی لقب کذاب ہے اور حسن بن حسن مثنیٰ اور انکے فرزند عبداللہ بن حسن اور انکے فرزند محمد نام کو جو ملقب بنفس زکیہ ہے کافر اور مرتد
سمجھتے ہیں اور ابراہیم بن عبداللہ کو اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر کو جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں
سے تھے کافر اور مرتد جانتے ہیں اور جماعت کی جماعت سادات حسنیہ و حسینیہ جو حضرت زید شہید کے امامت کی اور بزرگی کے قائل ہیں گمراہ اور اہل ضلالت سے سمجھتے ہیں
حالانکہ کتب انساب اور کتب تواریخ سادات اس بات پر شاہد ہیں کہ اکثر سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے اور فضیلت کے معتقد تھے حاصل یہ کہ اکثر اثنا عشریہ ان بزرگوار و نکو
کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ سب جگر گوشہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لخت جگر بتول ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک جہنم میں ہیں گے اور اسکی وجہ یہی ظاہر ہے
کیونکہ انکے نزدیک دوازدہ امام میں سے کسی امام کے امامت کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کسی نبی کی نبوت کا منکر اور وہ جانتے ہیں کہ کافر ابدالآباد تک جہنم میں رہیگے الغرض قول
اکثر اثنا عشریہ کا یہی ہے اور یہی انکی قواعد پر منطبق ہے کہ یہ بزرگوار ان مذکور کافر ہیں اور انکے لئے کبھی نجات نہوگی اگرچہ بعضی اسبات کے قائل ہیں کہ یہ گروہ مثل عباس عم

بزرگوار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اعراف میں رہینگے اور بعضی کہتی ہیں کہ بعد عذاب شدید کے اپنے ابا اور اجداد کی شفاعت سے نجات پائینگے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں قول بوجہ باطل ہیں کیونکہ جب منکر امامت کافر ہوا تو شفاعت کے ہونے اور اعراف میں رہنے کے کیا معنے شفاعت بالاجماع کافروں کے حق میں کوئی کر سکے اور نہ مقبول ہو اور اعراف میں کافروں کا جانا خلاف قرآن ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ یعنی مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اور کفر ہی پر مرے اُنپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے ہمیشہ اُس میں رہینگے نہ اُن سے عذاب کم کیا جائے گا نہ اُنکو مہلت ملیگی **اقول** یہ شیخ جو کچھہ لکھتا ہے بے سند اور جھوٹ لکھتا ہے اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں ان دروغوں کو نقل کرکے لکھدیا ہے لیکن یہ نہ تحقیق کیا کہ شاہ صاحب نے راست لکھا یا دروغ لکھا ہے اور تمام بے سند لکھا ہے بے حوالہ کتاب کے اسکا کیا اعتبار ہے اور ازواج مطہرات جناب سرور کائنات کا حال تو ہم پہلے اس سے لکھہ آئے ہیں اور باقی رہی اولاد فاطمہ زہرا علیہم السلام ہم اُنکو بہی سب سے بہتر جانتے ہیں اور اُن سے محبت رکھتے ہیں مگر بعضے آدمی سادات میں سے جو کہ سلاطین کے آگے ائمہ معصومین علیہم السلام کی چغلی کہاتے تہے اور باعث اُنکے قید اور قتل کا ہوتے تہے ہم اُنکو اچھے نہیں جانتے اور کیونکر اچھا جانیں ایسی شخصوں کو کہ جو مثل یزید کے درپے آزار اور قتل ائمہ ہدا کے ہوں یزید اور شمر اور عمر سعد میں اور اُن میں کیا فرق ہے اور ہزاروں آدمی سادات کے جو کہ شیعہ ہیں کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں مگر ثلثہ کے حق میں دعاے بد کرنے سے تم اُنکو کافر اور بدعتی جانتے ہو تم ہی کل اولاد رسول مقبول کو اچھا نہیں جانتے اور ماسوا اسکے تمہارے پیروں اور مرشدوں نے ہزاروں سادات کو قتل کروا ڈالا اور دیواروں میں چن دیا اور اب تک تمہارا یہی حال ہے اگر تمہارا اختیار ہو تو اُنکے قتل کرنے میں ہرگز دریغ نکرو تمہاری اور تمہارے بزرگوں اور پیروں کے خوف سے تقیہ میں بسر کرتے چلے آئے ہیں تم نے سادات کے ایذا رسانی میں کونسی چیز اُٹہا رکہی ہے برا کہنا تو درکنار رہا اور علماء امامیہ نے ایسے آدمیوں کا سادات میں سے تخطیہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ائمہ ہدی کو قید اور قتل کرواتے تہے سلاطین اہل سنت کے ہاتھوں سے جیسے کہ زید بن الحسن کہ عبد الملک بن مروان کے روبرو چغلی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی کہا کر باعث اُنکی شہادت کا ہوا اور مانند علی بن اسمعیل بن جعفر کے کہ ہارون رشید کے روبرو امام موسی کاظم علیہ السلام کیطرف سے جہوٹی باتیں اور بے اصل بیان کرکے اُنکو مدینہ سے طلب کروایا اور دار الخلافہ میں قید کروایا اور ہارون رشید پلید سے کہا کہ ہمنے ایک عصر میں دو بادشاہ نہ دیکھے تہے اور اب تو یہاں بادشاہ ہے اور موسی کاظم مدینہ میں بادشاہ ہے اور اطراف سے لوگ خراج اُسکے واسطے لاتے ہیں ایک خزانہ اُس نے بہم پہنچایا ہے اور ہتہیار جمع کرتا ہے یہ افترا ہارون رشید نے سنا تو اُنکو مدینہ سے دار الخلافہ میں طلب کرکے قید کیا اور آخر کو زہر دلوا کر اُنکو شہید کیا اور مثل جعفر بن علی ہادی کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور و کلام ناجیہ مقدسہ کے چغلی خلیفہ عصر کے روبرو کہا تا تہا اور دعوی جہوٹا امامت کا کرتا تہا جعفر کذاب لقب اُسکا ہو گیا اور اس طرح کی شخصوں کو برا جاننے میں کچھہ قباحت بہی نہیں ہے اہل سنت کی کتب جرح اور تعدیل میں اس قسم کے اُمور بہت ہیں کہ اکثر سادات صحیح النسب کے تکذیب اور تفسیق کرتے ہیں اہل سنت کی کتب رجال کو دیکھنا چاہیے کہ اس امر کے گواہ ہیں اور موافق قاعدہ کلیہ اہل سنت کے کہ سب الشیخین کفر و سب الختنتین فسق بہتیروں کو سادات صحیح النسب میں سے جو کہ جناب رسول خدا صلعم سے قرابت قریبہ رکہتے ہیں اور عترت میں حضرت کے داخل ہیں اہل سنت اُنکو کافر اور واجب القتل و التعذیر جانتے ہیں اب کہو کہ تم میں اور شیعوں میں سادات کے مقدمہ میں کیا فرق باقی رہا جیسے تم اکثر سادات کو بد جانتے ہو ایسے ہی وہ بہی بعضے سادات کو بد جانتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے بے سند کہ شیعہ حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کو اور اُنکے بیٹے یحیی بن زید کو دشمن رکہتے ہیں اور اُنکو بد جانتے ہیں قول اسکا بالکل دروغ ہے اور افترا ہے شیعہ ہرگز اُنکو برا نہیں جانتے بلکہ شیعہ تو اُن سے دوستی رکہتے ہیں اور اُنکو بہت نیک اور صالح اور متقی جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں حضرت زید کو لکہتے ہیں کہ کان زید بن علی بن الحسین عین اخوتہ بعد ابی جعفر و افضلهم و کان ورعا عابدا فقیها سخیا ماحاصل یہہ ہے کہ زید بن علی بن حسین بعد حضرت امام ابو جعفر محمد باقر ع کے سب بہائیوں میں زیادہ بزرگ تہے اور عابد و پرہیزگار اور فقیہ و شجاع تہے اور اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمۃ رجال روضۃ المتقین میں لکہتے ہیں کہ روایت کی ہے مصنف نے اور غیر اُن کے نے کہ دلالت کرتی ہے وہ اُنکے مرتبہ کی بزرگی پر اور ظاہر ہوتا ہے اُس سے یہ امر کہ وہ اپنے واسطے دعوی امامت کا نہیں کرتا تہا بلکہ پسندیدہ آل محمد صلعم کے واسطے کرتا تہا کہ وہ حضرت امام جعفر صادق ع ہیں اور بعد اسکے لکہتے ہیں کہ تہا زیادہ بزرگ اپنے بہائیوں میں اور تہا پرہیزگار اور عابد اور فقیہ اور شجاع اور تلوار لیکر خروج کیا حکم کرتا تہا نیکی کا اور منع کرتا تہا بدی سے اور انتقام لیتا تہا خون امام حسین ع کا اور حضرت صادق اُنکے خروج سے راضی تہے اور عدم رضا اُنکی تقیۃ ظاہر کرتے تہے اور ایسے ہی یحیی بن زید بن علی تہے کہ صالح اور متقی تہے اور دشمنی اُنکی شیعوں کی طرف منسوب کرنی دروغ اور باطل ہے اور تکذیب کرتی ہے اسکی عبارت دیباچہ صحیفہ کاملہ کی اور علماء رجال نے اُنکو حضرت صادق ع کے اصحاب میں سے لکھا ہے اور حضرت ابراہیم بن موسی کاظم کی بہی عداوت کو طرف شیعوں کے منسوب کرنا باطل ہے بلکہ شیعہ اُنکو بزرگ اور نیک جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں لکہتے ہیں کہ ابراہیم بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام بڑے بزرگ اور کریم تہے اور جعفر بن موسی کو شیعہ ہرگز کاذب نہیں جانتے یہ لقب اُنکا شیعوں کی طرف منسوب کرنا افتراے محض ہے کتب امامیہ بلکہ کتب انساب میں اسکا کچھہ ذکر نہیں ہے اور جعفر برادر امام حسن عسکری کی ملقب بکذاب ہونیکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور کی وہ دعوی جہوٹا امامت کا اپنے واسطے

کرتا تھا اور عداوت حسن بن حسن مثنیٰ کی منسوب کرنی طرف شیعوں کے بھی اس شیخ کے دروغ میں ہے یہ اسواسطے کہ شیعوں نے انکو اصحاب صادق علیہ السلام میں سے شمار کیا ہے چنانچہ فاضل
استرآبادی اپنی کتاب رجال میں لکھتے ہیں اور منسوب کرنا تکفیر اور ارتداد عبداللہ بن حسن اور محمد بن عبداللہ کا جو کہ ملقب بنفس زکیہ ہے طرف امامیہ کے باطل ہے اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن
محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر کہ جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں سے تھے امامیہ انکو ہرگز کافر اور مرتد نہیں جانتے انکے ارتداد کو شیعوں کی
طرف منسوب کرنا افترائے محض ہے اسواسطے کہ کتب جرح اور تعدیل امامیہ میں اسکا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائے کہ جرح کیا انکا اور حسن بن حسن کا تو وجود ہی نہیں ہے معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے لکھا ہے اور بزرگی
اور فضیلت زید شہید کی سب امامیہ معتقد ہیں لیکن امام انکو نہیں جانتے اور دعوی جو امامت کا وہ کرتے تھے اپنے واسطے نہیں کرتے تھے بلکہ واسطے برگزیدہ اور پسندیدہ آل محمد کے واسطے
کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزرا ہے اور بعضی روایت میں جرح انکو اچھا نہیں لکھا ہے وہ روایت محمول بر تقیہ ہے کہ خلیفہ وقت سے تقیہ اسوقت تھا جس نے کہ انکو قتل کروا کے سولی دلوایا تھا اور اگر
حضرت زید کی امامت اور بزرگی کا اعتقاد کرنے سے سادات کو کوئی شیعوں میں سے کافر اور مرتد جانتا ہے تو اہل سنت ابوبکر کی خلافت اور فضیلت کے اعتقاد کرنے سے سادات کو مرتد جانتے
ہیں تمہی کونسی بزرگی سادات کی قائم رکھتی ہے یہانتک کہ صادق حلوائی محشی قال اقول رسالہ منطق کا لکھتا ہے کہ صاحب قال اقول نے جو آل رسول پر دیباچہ میں اپنے رسالہ کے درود
نہیں لکھا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ آل رسول کی نوبت رفض میں یہانتک پہنچی ہے کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اور حضرت زید کی امامت کی کوئی وجہ بھی ہو کہ جو بالاستقلال انکی امامت کا اعتقاد
کیا جائے اور امام تو انکو اہل سنت بھی نہیں جانتے ہیں اور وہ جو بارہ خلیفہ ہیں اہل سنت کے نزدیک جنکی خبر جناب رسول خدا صلعم نے دی تھی وہ یہ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ یزید عبدالملک اور
چاروں بیٹے عبدالملک کے اور عمر ابن العزیز اور حضرت زید انمیں بھی داخل نہیں ہیں انکو کیونکر امام کہا جائے اور جیسے کہ بعضے سادات کو شیعہ جیسے جانتے ہیں ایسے ہی اہلسنت بھی بعضونکو جیسے جانتے
ہیں ان لوگونکو جو کہ جگر گوشگان رسول خدا ہیں اگر بعضے سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے معتقد ہیں تو اس سے کیا ہوا ہے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی امامت بھی بعضے سادات معتقد ہیں جیسا کہ ہم انکو جانتے
ہیں ایسے ہی انکو جانتے ہیں اور اولاد رسول ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی صحت ایمان میں کسطرح کا فرق آئے لیکن ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انمیں سے کسی نے توبہ نہیں کی ہے اور ابدالآباد جہنم میں رہینگے جیسا کہ شیعوں
کے نزدیک منکر امامت امام منکر نبوت ہے ایسے ہی اہل سنت کے نزدیک منکر خلافت ابوبکر ہے اور اگر کسی نے در صورت فرض تسلیم ان لوگونکو کافر کہا ہے تو کافر مشرک اور کافر متاول میں
فرق ہے اور کافر مشرک کے ابدالآباد جہنم میں رہنے کے حکم سے اور نہ قبول ہونے شفاعت سے اسکے حق میں لازم نہیں آتا ہے کہ کافر متاول کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا اور اسکے حق میں شفاعت کے قبول
نہ ہونیکا بھی حکم ہو اور کافر مشرک انکو کوئی شیعہ نہیں کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ شفاعت سے یا بعد عذاب کے نجات پائیں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی ایک نماز کو عمداً ترک کرے وہ کافر ہے
چنانچہ فرمایا ہے حضرت صلعم نے کہ من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر ایسے کافر کو کوئی بھی مسلمانوں میں سے نہیں کہتا ہے کہ ابدالآباد دوزخ میں رہیگا اور حضرت عباس کے اعراف میں ہونے کو
یہ شیخ اور نہ اسکے بڑے کوئی سمجھا ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے اسکے جواب میں لکھ آئے ہیں کہ وہ ٹیلے ہیں درمیان بہشت اور دوزخ کے قیامت کے روز ان ٹیلوں پر انبیاء اور اوصیاء
ہونگے اور اپنے دوستونکو پہچانکر بہشت میں لیجائینگے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہونگے اور اہل سنت کے بعضی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اعراف پر
حضرت عباس اور حمزہ اور حضرت علی اور جعفر طیار ہونگے کہ اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے اور اگر بعضے آدمی جو کہ قابل دوزخ کے نہیں بسبب بعضی معاصی کے ان ٹیلوں پر چندے رہیں
تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے کہ وہاں تکلیف تو نہیں اور کافر متاول کے واسطے ضرور نہیں ہے کہ وہ ابدالآباد دوزخ میں ہے اور اعراف میں جانا ممنوع کافر مشرک کے واسطے ہے اور نہ اسکی شفاعت قبول
ہوگی اور آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ مَاتُوۡا وَ هُمۡ كُفَّارٌ مشرک کے حق میں ہے کہ جو بغیر توبہ کے مر گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل حضرت شیعہ کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر حضرت رسول اللہ
صلعم کی اولاد اور اقربا اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکے دامادوں کی ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں اس بارہ میں بڑا
فرق ہے فقط اتنا ہی تو ہے کہ شیعہ دوازدہ امام اور انکے بعض اقربا کی بزرگی کی معتقد ہیں اور ناصبی معتقد نہیں سوا اس اعتقاد سے تو انکی بے اعتقادی ہی بھلے اول تو یہ فرقہ محبت کے پردہ میں
حضرات ائمہ کے ذمے صدہا عیب لگاتے ہیں اور پھر ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بکانے کے سامنے گاتے ہیں چنانچہ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا یہاں
ہرچند اسبات کے لکھنے کا موقع ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیے بطور نمونہ اشارہ کیے جاتا ہوں حضرت امام الائمہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے احوال کچھ ایسے تراش رکھے ہیں
کہ جس سے ہر کوئی یہ سمجھ جائے کہ نعوذ باللہ وہ بڑے ہی بے غیرت نامرد جو بیٹھ گئے تھے کہ اپنی بیٹی کافروں کے حوالہ کر دی اور بخوف جان نہ اس مقدمہ میں کچھ چون و چرا کی نہ کسی اور بات میں دم مارا
کافروں کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ انسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے اور انہی کی تعریفیں رہا ایسی کریں کہ مومنان باخلاص کی اسکے عشر عشیر کبھی ایک دفعہ بھی کی جب تک جال ہے
تو اوروں کا کیا ذکر ہے قیاس کن زگلستان من بہار مرا و خارجی اور ناصبی ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتے ہیں پر اتنا نہیں سمجھتے **اقول** یہ شیخ بڑا بیہودہ ہے کہ ایک مضمون کو کئی مرتبہ بار بار لکھکر
کتاب کو بڑھاتا ہے تاکہ لوگ جانیں کہ اس نے بہت کچھ لکھا ہے اور جو کچھ کہ اس نے اس قول میں لکھا ہے پہلے اس سے بھی اسکو لکھا ہے اور جواب اسکا ہم لکھ آئے ہیں اور انکی بد دلی نے اہل بیت کو اور اولاد
رسول مقبول کو بعد رسول خدا صلعم کے اسقدر رنج پہنچایا ہے کہ جسکو سنتا ہے آدمی تو ان آزار پہنچانیوالوں کو بجز لعنت کے یاد نہیں کرتا جگر گوشہ رسول مقبول کا حق غصب کیا اور اسکے گھر کو جلانے کو آئے

اور لڑکیاں لیگئیں اور اُسکا دروازہ گرایا اور انکے خلیفۂ حق نے اُسکے فرزند کو زہر دلوایا اور اُسکے مرنے کی خبر سنکر تکبیر میں کہیں اور اُسکے بیٹے یزید نے جسکو انکا امام غزالی اور ملا علی قاری مومن
پاک کہتے ہیں اور بعد شاہ عبدالعزیز اور شارح ترمذی اُسکو خلیفۂ حق لکھتے ہیں بھوکا اور پیاسا مع اقارب اُسکے کو ذبح کیا اور اُسکی حرم کو سر برہنہ در بدر پھرایا اور اُسکی اولاد کو انکے اماموں نے جنکو
یا امیر المومنین لکھتے ہیں زہر دلوا کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے تا حضرت امام حسن عسکری شہید کروایا اور اکثر سادات کو یہانتک کہ اُنکے بچوں کو انکے خلفاء اور اماموں نے جا بجا سے تلاش
کر کے قتل کر دیا اور دیواروں میں اُنکو چنوا دیا اور اُنکے بڑوں نے ازواج رسول خدا صلعم پر نظر رکھی کسی نے تو کہا کہ اگر پیغمبر خدا مر جائیں تو میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور طلحہ نے کہا کہ میں عائشہ سے نکاح کروں
اور جناب رسول خدا صلعم کی زوجہ کو صفوان بن معطل سے تہمت زنا کی لگائی اور معاذ اللہ جناب رسول خدا صلعم پر تہمت کی انہوں نے اور ایسی بے غیرتی کی بات حضرت کی طرف منسوب کر کی کہ جو کوئی سنتا
ہے وہ توبہ توبہ کرتا ہے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو کاندھے پر چڑھا کر سنڈے مسٹنڈوں مخرجوں کے ناچ کا تماشا دکھلانے کو لیگئے الحاصل اہل سنت کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ کی اولاد اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور اُنکی اولاد کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک خاک ٹپے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں کچھ فرق نہیں ہے اتنا فرق
ہے کہ یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اور آل رسول سے دوستی رکھتے ہیں اگرچہ واقع میں دوست نہوں اور ناصبی باوجود یہ بھی قرار اُنکی دوستی کا نہیں کرتے سو من بلی اقرار سے تو اُنکی بے قراری ہی بھلی
کیونکہ اول تو انہوں نے ثلاثہ سے اور عائشہ سے حد سے زیادہ محبت اختیار کی اور اس محبت عائشہ میں جناب رسول خدا کے ذمے عیب لگایا کہ وہ اپنی زوجہ کو کاندھے پر چڑھا کر حبشیوں کا ناچ دکھلانے کو لیگئے اور اپنی بغل میں
لیکر اُسکو ناچ دکھلایا اور پھر یہ لوگ ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بیگانے کے سامنے گاتے ہیں یہانتک کہ ایک ہندو نے بھی اپنے رسالہ میں لکھکر مسلمانوں پر طعن کیا ہے ہر چند اسکی تفصیل
لکھنے کا موقع ہے لیکن اس رسالۂ مختصر کے مناسب نہیں اسلیئے بطور نمونہ اشارہ کئے جاتا ہوں اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے ہم سب کا جواب آگے لکھ آئے ہیں مکرر لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور ہم سب
اولاد حضرت صلعم کو برا نہیں جانتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کو جو ائمہ ہدی کی جگہ بادشاہوں کے روبرو کہا کر اُنکو قید اور قتل کرواتے تھے اور ازواج حضرت کو بھی برا جانتے تھے مگر اُسکو کہ جو حضرت علی سے عداوت
رکھتی تھی اور اگر ہم بعض سادات حاسدان اور دشمنان ائمہ ہدی کو اچھا نہیں جانتے ہیں تو اہل سنت تو ہم سے زیادہ کو اچھا نہیں جانتے اُن لوگوں کو جو خلافہ سے بیزار ہیں اور ہم نکاح ام کلثوم
دختر فاطمہ زہرا کے عمر سے قائل ہی نہیں ہیں تاکہ حضرت علی کا نامرد ہونا خیال کیا جائے اور نہ ہم عمر کو کافر جانتے ہیں تو ہی اُسکو کافر کہتا ہی اور ثلاثہ کے ہمراہ اُنکے پیچھے نماز حضرت علی کی اور ہم نے اسلیے
اور ہم بیالہ اُن سے رہنا اور صورت فرض و تسلیم تو فوق اس روایت مسلم ہے جو کہ حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت اور سنت پر نہونگے تو اُنکی متابعت کرنا اگرچہ
پشت تیری زخمی ہو اور مال تیرا لوٹ میں جائے اور تعریفیں ثلاثہ کی حضرت علی نے اس طرح سے کبھی نہیں کی ہیں کہ جس سے اُنکی بزرگی دین ثابت ہو بلکہ ہمیشہ مذمت اُنکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت
کی کتابوں سے اور نہج البلاغت سے ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر اس محبت نا معقول کو اتنا حد سے بڑھایا کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو بھی گھٹایا چنانچہ مذہب انکا یہ
بہ نسبت تمام ائمہ ہدی کے کہتے ہیں کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ کلام اللہ اور خود اُنکی کتابیں اسبات پر شاہد ہیں کہ انبیاء سب سے افضل ہیں کلام اللہ میں بار بار انبیاء کی نسبت
اصطفا اور اجتبا جو معنی چھانٹ لینے کے ہے مستعمل ہے اور ظاہر ہے کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سے افضل ہوتی ہے علاوہ کل چار فرقوں کی خداوند کریم تعریف فرماتا ہے انبیاء اور صدیقین
اور شہدا اور صالحین سو ہر جگہ انبیاء ہی کو مقدم کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقوں سے افضل اور مرتبے میں مقدم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ائمہ ہدی نبی تو تھے ہی نہیں پھر
ان تینوں فرقوں میں سے جونسے کو شیعہ پسند کریں اختیار ہے بہت سے بہت اماموں کو صدیق کہینگے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے تب بھی انبیاء سے بعد ہی میں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ شیعہ
کلام اللہ کی کاہیکو سنیں گے اسلئے مناسب ہے کہ انہیں کی کتابوں سے انکو جواب دیجیے اور جتا دیجیے کہ یہ جو مثل مشہور ہے دروغ گو را حافظہ نباشد اور ایسے ہی یہ مثل کہ حق بر زبان جاری شود دو نو
سچے ہیں پیشوایان شیعہ نے ہر چند اس روایات کے تراشنے میں جہد بلیغ کیا جس سے اماموں کا انبیاء سے افضل ہونا ثابت ہو جائے لیکن بمقتضائے مثل اول چوک کر بمقتضائے مفہوم مثل ثانی حق
بات کہی گئی روی الکلینی عن ہشام الاحول عن زید بن علی ان الانبیاء افضل من الائمۃ وان من قال غیر ذلک فہو ضال یعنی کلینی بواسطۂ ہشام احول کی زید بن علی سے روایت
کرتا ہے کہ مقرر انبیاء اماموں سے افضل ہیں اور بیشک سوای اسکے جو کہے وہ گمراہ ہے اور ابن بابویہ کتاب الامالی میں بروایت صحیح ایک حدیث طویل کے ضمن میں جسمیں حضرت زہرا رضی اللہ
عنہا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا قصہ مندرج ہے اس طرح روایت فرماتے ہیں عن الصادق عن ابائہ علیہم السلام ان اللہ تعالیٰ قال لسکان الجنۃ من الملئکۃ
والارواح الرسل ومن فیہا انی زوجت احب النساء الی من احب الرجال الی بعد النبیین صلی اللہ علیہم اجمعین اور روایت کرتے ہیں کہ مقرر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جنت کے رہنے والوں سے
یعنی فرشتوں سے اور رسولوں کی ارواح سے اور جو سوا انکے جنت میں تھے اُنسے خداوند کریم نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ میں نے اُس عورت کا نکاح جو سب عورتوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے اُس مرد سے کر دیا ہے
کہ جو سب مردوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے بعد انبیاء کے فقط غور فرمانے کی جاہے ہے یہ روایتیں آواز بلند سے کہتی ہیں کہ حضرت امیر کا رتبہ بعد انبیاء کے ہے مگر ستم یہ ہے کہ باوجود ان روایات کے بارہ ائمہ کو
انبیاء سے افضل ہی بتلاتے جاتے ہیں ظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ صحابہ کے حصہ کی محبت اور نیز اکثر اہل بیت کے حصہ کا اعتقاد فقط انہی چند اشخاص معدود کے حق میں صرف کرتے ہیں اس سبب انضمام اور
اجتماع محبتہائے بسیار کے محبت دوازدہ امام اپنی حد سے باہر نکل گئی اور فی المثل شیعوں کی وہی مثل ہو گئی جو نصرانیوں کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اسقدر محبت کو بڑھایا کہ اُنکو نبوت سے

نکالکر معبودیت تک پہنچایا **اقول** تفضیل انبیاء کی ائمہ پر یا تفضیل ائمہ کی انبیاء پر اختلافی ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ سے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ ائمہ افضل ہیں انبیاء سے
اور یہ اختلاف بسبب اختلاف روایات کے ہے کہ جو ہماری کتابوں میں ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں اکثر روایات تو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام افضل ہیں انبیاء علیہم السلام سے اور بعض
روایتیں دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور اختلافی مسئلہ محل طعن اور تشنیع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی یا اختلاف اصحابی
رحمۃ اور اگر اختلاف محل طعن ہو تو اشاعرہ اور ماتریدیہ اور ابو حنیفہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اختلاف آپس میں رکھتے ہیں چاہئے کہ سب باطل پر ہوں اور یہ شیخ جو کل امامیہ کو کہتا ہے کہ امامیہ ائمہ کو
انبیاء سے افضل جانتے ہیں غلط کہتا ہے دیکھو مولوی عبد العزیز صاحب بھی اس مسئلہ میں اختلاف علماء امامیہ کا اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایشاں دریں مسئلہ باہم خرفشار بسیار است
پس جس وقت کہ اس مسئلہ میں دو مذہب ہے تو تفضیل انبیاء کی ائمہ پر تحریر کرنے کی تو کچھ احتیاج نہیں ہے باقی رہا دوسرا مذہب کہ جس میں تفضیل ائمہ کی انبیاء علیہم السلام پر ہے اور ناصبی اس سبب
طعن کرتا ہے انکی طرف سے جواب دیتا ہوں کہ اول تو روایات ائمہ کی کثرت سے دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ائمہ معصومین افضل ہیں انبیاء سے اور سوائے اسکے آیت مباہلہ کہ وہ قل تعالوا ندع
ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ کہہ تو آؤ تم بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہارے کو اور عورتوں اپنیوں کو اور عورتوں تمہاری
کو اور نفسوں اپنیوں کو اور نفسوں تمہاروں کو اسمیں خدا تعالی نے حضرت علی کو نفس رسول فرمایا ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں تو حضرت علی کہ نفس آنحضرت کے ہیں وہ بھی
سب انبیاء سے افضل ہونگے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے قول محمود بن الحسن الحمصی کا کہ وہ متکلمین امامیہ میں سے ہے نقل کیا ہے کہ معلوم ہے کہ مراد انفسنا سے نفس پیغمبر نہیں ہے اسلئے کہ آدمی
نفس اپنے کو نہیں بلاتا ہے کہ وہ تو اسکے پاس ہی ہیں مراد اس سے غیر حضرت کا ہوگا اور وہ سب کے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں پس اس آیت نے دلالت کی اس امر پر کہ نفس علی نفس نبی ذات اور
عین ہونا محالات میں سے ہے پس برابر ہونا بجمیع وجوہ مراد ہوگا مگر جس وجہ کو دلیل نے نکال دیا ہے جیسے کہ نبوت کہ یہ علی میں نہ تھی اور فضیلت جناب خاتم المرسلین صلعم کی تو سب انبیاء پر اجماع
اور ضروریات دین اسلام میں سے ہے پس فضیلت علی بن ابیطالب کی بھی سب انبیاء پر ثابت ہوگی اور ایک وجہ فضیلت ائمہ کی انبیاء پر یہ ہے کہ خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ هل یستوی الذین
یعلمون والذین لا یعلمون یعنی بے علم علماء کے برابر نہیں ہیں اور ائمہ معصومین کو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے علم پہنچا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے
نزدیک وفات کے حضرت علی سے کان میں کچھ کہا کہ وہ لاکھ باب ہے اور ہر باب میں لاکھ مسئلے تھے اور حضرت علی نے فرمایا کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھو اور آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد میرے اہل بیت حق
میں تم انسے مت سیکھو وہ تم سے زیادہ سیکھے ہوئے ہیں اور جناب رسولخدا کا علم سب انبیاء کے علم سے زیادہ تھا تو ائمہ کا علم بھی انکے علم سے زیادہ ہوگا اور جب علم انکا انبیاء کے علم سے زیادہ ہوا تو وہ انبیاء
سے افضل ہونگے اور اللہ تعالی فرماتا ہے فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه ابن مغازلی شافعی نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ کلمے
کونسے ہیں کہ جنکے واسطے سے توبہ آدم کی قبول ہوئی فرمایا حضرت نے کہ بحق محمد و علی و فاطمہ والحسن والحسین پس جس وقت برکت اسماء پنجتن سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی تو وہ حضرت آدم
سے افضل ہونگے اور آیت وقفوهم انهم مسئولون کی تفسیر میں ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس میں اور صواعق محرقہ میں ثعلبی اور واحدی سے روایت ہے کہ علی کی ولایت سے سوال ہوگا جاننا چاہئے کہ ثابت نہیں
ہے یہ فضیلت کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہے اور آیت واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کی تفسیر میں ابن عبد البر وغیرہ نے روایت کی ہے اور ابو نعیم محدث نے بھی ذکر کیا ہے اور [illegible]
میں بھی مذکور ہے اور مرزا محمد خان بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں عبد الرزاق سے روایت کی ہے کہ شب معراج آنحضرت صلعم کو اور جمیع انبیاء کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے محمد صلعم پوچھو تو ان انبیاء سے
کہ تم کس امر پر مبعوث ہوئے ہو انبیاء نے اسکے جواب میں کہا کہ ہم مبعوث ہوئے ہیں شہادت لا اله الا الله پر اور اقرار کرنے نبوت تیری پر اور ولایت علی پر اور جو شخص ایسا ہے کہ اسکی ولایت کے اقرار پر انبیاء مبعوث
ہوئے ہوں تو بیشک انبیاء سے وہ افضل ہوگا خواہ ولایت معنی خلافت ہو خواہ معنی محبت اور کتاب مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے بھی لکھا ہے اور حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا
نے فرمایا کہ اگر جانتے آدمی کہ کس وقت علی امیر المومنین نام رکھا گیا ہے تو اسکی فضیلت کا انکار نہ کرتے نام رکھا گیا ہے وہ امیر المومنین جس وقت آدم درمیان روح اور جسد کے تھے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وقت
اخذ میثاق کے ذریت آدم سے سب نے کہا کہ تو پروردگار ہمارا ہے اور ملائکہ نے بھی کہا تو خدا تعالی نے فرمایا کہ میں پروردگار تمہارا ہوں اور محمد صلعم نبی تمہارا ہے اور علی امیر تمہارا ہے پس
جو شخص کہ یہ مرتبہ رکھتا ہوگا تو البتہ انبیاء سے افضل ہوگا سوائے جناب سرور کائنات کے اور جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو فرمایا ہے کہ تو بھائی میرا ہے دنیا اور آخرت میں جیسا کہ ترمذی میں عبد اللہ بن
عمر سے روایت ہے اور صحابہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا اور علی کو اپنا بھائی مقرر کیا اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہے اور ابن مغازلی شافعی نے جابر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب [illegible]
نے کہ دروازہ پر جنت کے مرقوم ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ و علی اخو رسول اللہ دو ہزار برس پہلے آسمانوں کے پیدا کرنے سے اور فرمایا حضرت نے علی تو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں چنانچہ ابن مغازلی شافعی
نے لکھا ہے اور ترمذی میں بھی موجود ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں پس حضرت علی کہ دنیا اور آخرت میں حضرت صلعم کے بھائی ہیں وہ بھی افضل ہونگے اور احمد بن حنبل
نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے میں اور علی نور تھے آدم کے چودہ ہزار برس پیدا کرنے سے پہلے اور مناقب مغازلی اور فردوس [illegible] میں بھی اسکی طرف اشارہ ہے اور فرمایا کہ محمد میں
نبوت ہے اور علی میں خلافت اور یہ شرف کسی نبی میں نہیں ہے پس علی افضل ہیں سب انبیاء سے اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہے کہ سعد نے عائشہ سے علی کا حال پوچھا [illegible]

تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر کافر اور حضرت علی نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے اے علی تو خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہے اسمیں مگر کافر اور صاحب فردوس نے بھی روایت کی ہی اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہی کہ جابر سے سوال کیا گیا علی کے حال سے تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر منافق اور کتاب مناقب ابن مردویہ میں لکھا ہی اور جابر سے بھی روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے روبرو مہاجرین و انصار کے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی عبادت کرے خدا کی جیسا کہ حق عبادت کا ہی اور پھر شک کرے تیری اور تیری اہلبیت کی افضل الناس ہونے میں تو آتش جہنم میں ہوگا دیکھو یہ روایتیں دلالت کرتی ہیں حضرت علی کی سب انبیا سے افضل ہونے پر سوائے خاتم المرسلین کے کہ علی نائب انکے ہیں اور نائب اپنے منوب سے افضل نہیں ہوسکتا اور اگر دوسرے اوصیا اپنے منوبوں سے افضل ہوں تو مضائقہ بھی نہیں ہے اور محی الدین عربی کہ اولیاء اللہ اہل سنت میں سے ہیں فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کا اشرف ہے مرتبہ نبوت سے چنانچہ عبارت فص حکمت نفثیہ فی کلمہ شیثیہ سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت علی سب کے نزدیک خاتم الاولیاء ہیں پس افضل ہونگے انبیاء سے اور مولوی روم اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ؎ او خیو اند انست بر رو علی ✦ افتخار ہر نبی و ہر ولی ✦ اور اپنے اولیاء کے حال میں تو اہل سنت ایسا کچھ لکھتے ہیں کہ مخلوقات خدا میں سے کسیکو وہ رتبہ حاصل نہیں ہی کہ جو انکو تھا چنانچہ فخر الاسلام نے بزدوی میں لکھا ہی کہ جب ولی کمال کو پہنچتا ہی تو اسپر مال اور دختر اور خواہر اور بھانجی اور بھتیجی سب حلال ہو جاتی ہیں جسکے ساتھ چاہے مجامعت کرے اور نماز اور روزہ وغیرہ کل تکلیفات شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں سو یہ مرتبہ تو کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوا اس جہت سے تم اولیاء اہل سنت سب انبیا سے یہانتک کہ جناب سید المرسلین سے بھی افضل ہوئے کہ یہ مرتبہ تو انکو بھی حاصل نہ تھا اور اس سے بھی بڑھکر سنئے کہ اہل سنت جنکے اولیاء ہونے سے اپنا فخر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیاء ہوئے ہیں انکو تو یہ خدا ہی لکھتے ہیں چنانچہ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہی کہ بایزید بسطامی سفر مکہ میں ایک شہر میں پہنچا اور جسوقت اس شہر سے نکلا تو لوگ اسکے پیچھے پیچھے گئے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ یہ تیرے ہمراہ صحبت رکھینگے پس بایزید نے بعد اسکے کہ نماز صبح ادا کی تو انکی طرف منہ کرکے کہا کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُنِیْ یعنی مقرر میں خدا ہوں نہیں ہی کوئی معبود سزاوار پرستش سوائے میرے پس عبادت کرو تم میری اور اس حکایت کو مولوی روم نے اپنی مثنوی میں اس طرح سے لکھا ہی اور بعضے اشعار اس حکایت کے یہ ہیں ؎ با مریداں آں فقیر محتشم ✦ بایزید آمد کہ نک یزداں منم ✦ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں ✦ لا الہ الا انا ہا فاعبدون ✦ اور بعد اسکے اور اشعار لکھے ہیں اور آخر میں یہ مضمون لکھا ہی کہ جسوقت بایزید شورش میں آیا تو کہا کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ یعنی نہیں ہے میرے جبہ کے اندر سوا خدا کے کہ میں ہی خدا ہوں اور مولوی روم اسکا ترجمہ کرتے ہیں کہ اسنے کہا ؎ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا ✦ چند جوئی در زمین و در سما ✦ اور بایزید کہتا تھا سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں کیا بزرگ ہی شان میری اور منصور کہتا تھا انا الحق یعنی میں خدا ہوں اور بعضے اشعار تعریف میں شمس تبریز کی جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں ؎

✦ ہم سرمست شد انگشت برق میزند ✦ پردۂ عشاق راز دل بر ونق میزند ✦ انبیاء و اولیا حیران شدہ در حضرتش ✦ یحیی و یعقوب و یوسف چرخ مطلق میزند ✦ عیسی و موسی بپا شید بپاکران حضرتش ✦ جبرئیل اندر قبولش سحر مطلق میزند ✦ جان ابراہیم مجنوں گشت اندر عشق او ✦ تیغ را بر فرق اسمعیل اسحق میزند ✦ کیست آنکس کش چنین مردی کند اندر جہاں شمس تبریزی کہ ماہ بدر را شق میزند ✦ ہر کہ نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں ✦ روح او مقبول حضرت شد انا الحق میزند ✦ اور فرید الدین عطار نے جوہر ذات میں سوال و جواب بایزید و منصور حلاج کو نظم کیا ہی کہ بعضے اشعار سوال بایزید کے یہ ہیں کہ منصور حلاج کو بایزید زبان کھولکر کہتا ہی ؎ زباں بکشاد و گفت اے ذات مطلق ✦ برحق میزنی اینجا انا الحق ✦ منم واقف ز حالت اندر اینجا ✦ کہ مے بینم ترا من ذات یکتا ✦ تو ذاتی و خدائے پاک ہستی ✦ بت صورت بیکرہ در شکستی ✦ اور جواب منصور کے بعض اشعار یہ ہیں ؎ جوابش داد آنکہ صاحب راز ✦ کہ اے مد عشق اے سوز و سے ساز ✦ فنا شو تا بقائی ما بیابی ✦ پس آنگہ سوی ما بے خود شتابی ✦ فنا شو تا کنم ایجاد واصل ✦ ہمہ مقصود تو آرم بحاصل ✦ منم حق آمدہ اللہ مطلق ✦ درون جملہ ام آگاہ مطلق ✦ من آوردم ترا در دار دنیا ✦ منت بشناک برم در دار عقبی ✦ یہ ہیں اکابر اور پیر و مرشد اہل سنت کے کہ جو کلمات کفر و ضلالت اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اور خدا اپنے تئیں کہتے ہیں اور پھر اہل سنت انسے بڑا فخر اپنا بیان کرتے ہیں اور بعضی شیعہ کہ جو ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں تو اہل سنت انپر طعن کرتے ہیں لیکن وہ شیعہ ائمہ ہدیٰ کو خدا تو انبیاء کا نہیں کہتے ہیں اور اولیاء اہل سنت تو اپنے تئیں خدا انبیاء علیہم السلام کا اور تمام مخلوقات کا کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو اپنے چاکروں میں سے کہتے ہیں اور عبداللہ بن سبا جو حضرت علی کو خدا کہتا تھا اسمیں اور انمیں کیا فرق ہی بلکہ وہ تو ایک ہی شخص کو خدا کہتا تھا اور اہل سنت کے مذہب میں تو بہت سے خدا ہیں اہلبیت کی پیروی کو ترک کرنیکا یہ نتیجہ ہے کہ اگر اہل سنت انکے طریقہ پر اصول اور فروع میں بعد رسولخدا صلعم کے انکو بھی اپنا ہادی قرار دیتے اور انکے اقوال پر عمل کرتے تو اس کفریات میں کاہیکو پڑتے اور جب ان قولوں پر کفر کے تشنیع کی جاتی ہی تو کہتے ہیں کہ انکے کلام کو کوئی سمجھتا ہی نہیں ہی تم دیا جاتو یہ اور زیادہ کفر ہے کہ کلام خدا اور کلام رسولخدا سے بھی بڑھکر انکے اقوال ہوئے کہ وہ تو سمجھ میں آئیں اور یہ سمجھ میں نہ آئیں اور اگر باب تاویل ایسا ہی وسیع ہوجائے تو چاہئے کہ قول کفر کا دنیا میں باقی نہ رہے تاویل کرکے درست کر دیا جاے اب کوئی اس شیخ سے پوچھے کہ دیکھو تو شیعوں نے ائمہ ہدیٰ کی محبت کو حد سے زیادہ بڑھایا ہے انکو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے یا اہل سنت نے اپنے اولیاء کی محبت کو کہ باوجود صادر ہونے کلمات کفر کے انکو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور ائمہ ہدیٰ سے جو محبت ہم رکھتے ہیں اس محبت کو تو غلو کہتا ہے اور تو جو کافروں اور گمراہوں کو جو کلمہ کفر اپنی زبان سے نکالتے ہیں اپنا پیر و مرشد جانتا ہی اور میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں کہ یہ مسئلہ شیعوں میں اختلافی ہی اور اختلافی مسئلہ

دا بو گیر نہیں ہو سکتی اور جو دلیل کہ شیعوں میں سے ائمہ ہدیٰ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہیں سوائے فضیلت نبوت کے اور فضائل میں فضیلت دیتے ہیں اور فضیلت نبوت کی انکی ہی واسطے مخصوص کہتے ہیں اور اصطفا اور اجتبا کا لفظ قرآن میں سوائے انبیاء کے اوروں کے واسطے بھی آیا ہے کچھ انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ آل ابراہیم اور آل عمران کے واسطے بھی آیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ اور خدا تعالیٰ قرآن میں سب انبیاء کو صالحین کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَکُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اس صورت میں چاہئے کہ صدیقین اور شہداء انبیاء سے افضل ہو جائیں اور لفظ انبیاء کا جو صدیقین اور شہداء اور صالحین پر مقدم ہے اس تقدیم کو کوئی فضیلت متاخرین پر لازم نہیں ہے۔ اور اگر یہ تقدیم فی الذکر باعث فضیلت کا ہو تو چاہئے کہ ملائکہ انبیاء سے افضل ہوں سو واسطے کہ کلام اللہ کی اکثر آیتوں میں ملائکہ انبیاء سے پہلے مذکور ہوئے ہیں اور مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ انبیاء اور رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ مراد نبیین سے جناب سرور کائنات صلعم ہیں اور صدیقین سے مراد حضرت علی ابن ابیطالب ہیں اور شہداء سے مراد حسنین علیہما السلام ہیں اور صالحین سے مراد باقی ائمہ علیہم السلام ہیں اور کلام اللہ تو ایمان شیعوں کا ہے لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسی آیت مصرح نہیں ہے کہ جو دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ ہدیٰ سے بجز نبوت کے اور وہ روایتیں فضیلت انبیاء کی ائمہ ہدیٰ پر جو لکھی ہیں مخالف ہیں روایات کثیرہ کے جو دلالت کرتی ہیں فضیلت ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر اور ان روایتوں کے اختلاف ہی سے علمائے شیعہ میں اختلاف ہے اور جو علماء کہ ائمہ ہدیٰ کو افضل جانتے ہیں انبیاء سے وہ ان دونوں روایتوں کو تقیہ کی کہتے ہیں اور جو شخص کہ ایک روایت پر عمل کرے اور اسکے مخالف دوسری روایت پر عمل نہ کرے تو اسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ایسی روایتیں ہیں کہ ابو حنیفہ کا مذہب انکے موافق نہیں ہے اس صورت میں چاہئے کہ مذہب ابو حنیفہ کا باطل ہو جاوے اور ان روایتوں پر کیونکر عمل ہو جس وقت کہ ان روایتوں کو منع کی کثرت سے ہو۔ روایتیں موجود ہوں اور بخاری اور مسلم میں متعہ کی حلت کے روایتیں موجود ہیں اور باوجود خلیفہ عمر کے کہ انہوں نے متعہ کو حرام کیا تھا جسکی اباحت قرآن اور احادیث سے ثابت تھی تو ان روایات حلت پر عمل نہیں کرتا ہے اور ہم ائمہ معصومین علیہم السلام سے کیونکر محبت نہ رکھیں کہ محبت انکی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے لیکن حد سے زیادہ محبت نہیں رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ انکو خدا کہنے لگیں بخلاف تمہارے ان اولیاء کے کہ جو تمہارے پیر و مرشد ہیں اور تم انسے اپنا فخر کرتے ہو وہ اپنے تئیں خدا کہتے تھے تم بھی انکی پیروی سے انکو خدا جانتے ہوگے اور اگر خدا نہ جانو گے تو انکی مخالفت میں ہلاک ہو گے اپنے عقیدہ کی موافق اور جیسے کہ نصیریوں نے حضرت علی کو معبود اپنا ٹھیرایا ایسے ہی تمہارے پیروں نے اقرار اپنی خدائی کا کیا اور شیعہ تو اپنے اماموں کو بندگان خاص خدا کے حقیقی کر اور مخلوق اسکی جانتے ہیں اور جو کوئی انمیں سے کسیکو خدا جانے یا صفت خاص خدائی کی انمیں سے ثابت کرے اسکو کافر سمجھتے ہیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا ۔ **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قصہ یعنی آنکھ کی مثال کا ساہے یعنی جیسے کسی حسین متناسب الاعضا متناسق الاطراف کی ایک آنکھ بالکل پھٹ جاوے اور اسکی ورانی ہی دوسری آنکھ میں آ جاوے اور اس آنکھ کی مساحت دونوں کی مساحت کے برابر ہو جاوے اور جو اس آنکھ میں بجائے سفیدی سیاہی ہی سیاہی چھا جاوے ایسے ہی حضرات شیعہ نے حب اہل بیت اور سب صحابہ میں سے ایک کو کھا اور ایک کو کھویا اور جسکو رکھا اسکو ایسا بڑھایا کہ دونوں کے برابر اس ایک ہی کو کر دیا اور جیسے آنکھ میں سفیدی کی جا بھی سیاہی ہی چھا جاوے تو انہوں نے بھی تمام اہل بیت میں سے چند اشخاص معدود کو بزرگ سمجھا اور باقیوں کو مردود و مرتد قرار دیا اور بایں وجہ کہ جنکے ساتھ شیعہ محبت کرتے ہیں انکی محبت حد سے بڑھی ہوئی ہے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ باقیوں کے حصے کی محبت بھی انہی چند اشخاص معلوم کے لئے ہے تو اس صورت میں جیسے آنکھ مذکور خوشنما نہیں معلوم ہوگی اور تمام چہرہ کو بے رونق کر دیگی ایسے ہی حب اہل بیت اور حب اصحاب بمنزلہ دو آنکھوں ایمان کے ہیں انمیں سے اگر ایک جاتا رہے اور دوسرا بڑھ جاوے تو دونوں بھی نازیبا ہو جائیگا اور ایمان احسن کو بھی زیب کر دیگا اسلئے بالیقین یوں سمجھ میں آتا ہے کہ دوازدہ امام بھی اس محبت سے خوش نہ ہوں بلکہ متنفر ہوں اور اصحاب کے خواستگار ہوں کہ انکی محبت انکی اندازہ پر آجاوے تاکہ بری معلوم ہو اور اسکے ساتھ اصحاب سے بھی اعتقاد اور محبت دل میں جمایا جاوے تاکہ جیسی ایک آنکھ سے دوسری آنکھ کی زیب اور زینت ہوتی ہے چہرہ پر حسن آتا ہے ایسے ہی حب اصحاب سے حب اہل بیت کو زینت ہو۔ دونوں سے ایمان و اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو سو چونکہ اہل سنت رضا اہل بیت میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں **اقول** یہ شیخ پوچ اور واہی بکتا چلا جاتا ہے اور مطلب کی بات تو بہت ہی کم لکھتا ہے اور ایسے واہی امور سے کتاب سیاہ اپنے کسائی اس پوتھی پر انکے لوسیاہ کرتا ہے اور بار بار آنکھوں کی مثال دیتا ہے اور یہی مثال دو آنکھوں کی ہم اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اس طرح سے کہ یہ ثلاثہ کو حد سے زیادہ دوست رکھتے ہیں اور ابو جہل اور ولید کو برا کہتے ہیں تو تمہارے نزدیک دونوں اچھے نہیں ہیں لیکن اس مثال کو اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ کل اصحاب کو شیعہ دوست نہیں رکھتے ہیں یہ غلط لکھتا ہے بلکہ ہم اکثر اصحاب کو دوست رکھتے ہیں اور بعضوں کو اولیاء کمل میں سے جانتے ہیں لیکن چند اشخاص کو انمیں سے اچھا نہیں جانتے جو کہ غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جنہوں نے وصی خدا کو بے دیان قرار دیا اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور شیعہ تو برا ہی کہتے ہیں کسیکو شیعوں نے قتل تو نہیں کیا اصحاب میں سے عثمان کیا تیرے نزدیک اصحاب میں سے نہ تھا کہ جسکو طلحہ اور زبیر وغیرہ نے قتل کیا اور جنازہ کو اسکے تین روز تک مزبلہ پر پڑا رہنے دیا اور نماز نہ پڑھی اسکے جنازہ پر اصحاب نے اور عائشہ اور معاویہ نے ہزاروں اصحاب سول کو قتل کیا اور قتال اصحاب تک کے تو تیرے نزدیک اچھے ہیں اور بروں کے برا کہنے والے تیرے نزدیک برے ہیں اور آنکھوں کی مثال تو کیا لاتا ہے مثال نیک یہی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم تو مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان کو روشن کیا اور ائمہ ہدیٰ کہ جنکو دوازدہ امام کہتے ہیں مثل ماہ شب چہاردہم کے ہیں کہ شب تاریک جہالت سے باہر نکالتے ہیں اور جیسے کہ چاند روشنی کو آفتاب سے لیتا ہے ایسے ہی آئمہ علم جناب رسولخدا صلعم سے کہ سینہ بسینہ حضرت سے انکو پہنچا ہے اور

اصحاب مثل گوراکب کے ہیں جیسا کہ اہل سنت ایک روایت بیان کرتے ہیں اصحابی کالنجوم لیکن کواکب سعد بھی ہیں اور نحس بھی ہیں ایسے ہی اصحاب حضرت کے ہیں اور جو کہ سعد ہیں مثل سلمانؓ اور ابوذر اور مقداد اور عمار اور حذیفہ وغیرہ کے **بیشک** ہم انسے محبت رکھتے ہیں اور جو کہ نحس ہیں مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوعبیدہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ کے **لاریب** ہم انسے محبت نہیں رکھتے اور کیونکر محبت رکھیں کہ جو بسبب حب جاہ اور عداوت علی بن ابیطالب کے حد شرع سے گزر گئے ہوں اور ہم اہل بیت علیہم السلام سے کیونکر محبت بڑھکر نرکھیں کہ خدا تعالیٰ نے محبت انکی ہمپر واجب کی ہے اور قرآن میں اسکا ذکر کیا ہے اور جناب سرورکائنات نے انکی محبت کی بڑی تاکید کی ہے اور ہماری محبت انسے قلبی ہے جیسے کہ تمہاری محبت انسے لسانی ہے لیکن انکو ہم مرتبہ خدائی اور نبوت میں نہیں جانتے زیادہ محبت رکھنی انسے مخالف شرع کی بھی نہیں ہے پھر کیا قباحت ہے انکی محبت میں اور اصحاب کی محبت انکی محبت کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتی کہاں آفتاب اور کہاں ذرہ وہ تو نفس اور پارۂ جگر رسول اور یہ مثل ہواداروں اور پرستاروں کے وہ بہ یہ کیونکر برابر ہوسکتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** تو یہ خاکپاے غلامان اہل بیت کے طرف سے بنابر تمام شیعوں کو عموماً اور مولوی عماد علی صاحب کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت اہل بیت یہ محبت نامعقول جبتک مقبول نہوگی جبتک کہ سب اصحاب انکے برابر نہو وئنگے انکے برابر کہنے میں تمہارا ہی برا ہوگا خصوصاً رفیق غار جان نثار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق جنکے صحابی ہونیکا خدا خود گواہ ہے چنانچہ مرقوم ہوچکا اور جنکے صدیق ہونے کی اماموں نے شہادت دی ہے اور مبالغہ تعریف کی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا انکا برا کہنا خدا اور ائمہ کو جھٹلانا ہے ایسی صورت میں تو ہزار عیب بھی اگر آنکھوں سے نظر آتے تو یوں سمجھتے کہ ہونہو ہمارے نظر اور فہم کا قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدیٰ کا کہا غلط نہیں ہوسکتا جنکو ہم عیب سمجھتے ہیں وہ ہنر ہی ہونگے ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو مت آؤ ہم تو ہم حضرت موسیٰ نے باوجود اس حالت قدر اور کمال علم وفضل کے اور نور نبوت اور وفور عقل کے حضرت خضر کی کشتی کے توڑنے اور لڑکے کی قتل کرنے کو کہ وہ ظلم ہرگز نتھا عین مطابق مرضی خداوندی تھا ظلم عظیم سمجھا حالانکہ خداوند کریم کی ہدایت کے موافق گئے تھے اور جناب باریتعالیٰ نے پہلے ہی حضرت خضر کے علم اور بزرگی کی اطلاع کردی تھی چنانچہ یہ تمام قصہ سورۂ کہف میں رکوع **اذقال موسیٰ لفتاہ** سے لیکر رکوع **یسئلونک عن ذی القرنین** تک مذکور ہے پھر جب حضرت موسیٰ ع جیسا رسول جو مرسلین اولوالعزم میں سے ہے اکثروں سے زیادہ ہے آنسے قرآن کے قریب نہیں کے ذکر ہے ہوگا حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو نہ سمجھیں حالانکہ حضرت خضر محققین کے نزدیک ولی ہیں نبی نہیں ہیں اور اگر نبی بھی ہیں تو بالاتفاق اس رتبہ کے نہیں جو رتبہ کہ حضرت موسیٰ کو نصیب ہوا تو حضرات شیعہ تو نہ نبی ہیں نہ ولی نہ عقل و دانش سے انکو کچھ بہرہ چنانچہ اسلئے یہ مثل ہی ہوگئی ہے کہ الشیعۃ لنساء ان ہذہ الامۃ یعنی شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کی سید الاولیاء کے فعل کی حقیقت سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضا قیاس ہے کیونکہ یہ امت اور امتوں سے افضل ہے اس امت کے اولیاء پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل اور یہی نہیں تو جو امت میں ایسا ہو کہ خدا اور ائمہ ہدیٰ دونوں اسکی تعریف کریں تو بیشک پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل ہوگا ایسے شخص کے افعال کی حقیقت تو اگر ائمہ ہدیٰ بھی نہ سمجھیں اور ظلم وستم کا گمان کریں تب بھی اہل عقل کے نزدیک کچھ حرج نہیں بہت ہوتو شیعوں کو یہ خلجان ہوکہ ائمہ ہدیٰ ہمارے عقیدہ کے موافق افضل الخلائق ہیں لوگ اگر بزرگ بھی ہوں تب انسے افضل یا انکے برابر نہیں ہوسکتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی ابوبکر صدیق کی بزرگی کی بابت میں قبول کرلو پھیرا سکا جواب ہم دیدینگے اگر بالفرض والتقدیر ائمہ ہدیٰ ابوبکر صدیق سے افضل ہی ہوں اور خدا کا مہاجرین کو علی العموم باقی امت سے صراحۃً افضل بتلایا پھر انمیں سے ابوبکر صدیق کو اشارۃً سب سے افضل کہنا چنانچہ اول مفصل مرقوم ہوچکا تمہارے عقیدہ غلط کے موافق غلط ہو تب بھی کچھ دشوار نہیں حضرت موسیٰ بھی تو حضرت خضر سے افضل تھے پھر انکے افعال کی حقیقت سمجھے اور احسان کا نقصان اور عدل کو ظلم سمجھکر ایسے مغلوب الغضب ہوئے کہ اپنے سب عہد و پیمان بھول گئے **اقول** یہ خاکپاے غلامان اہل بیت تمام اہل سنت کے عموماً اور اس شیخ فضولے ثلاثہ کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت ثلاثہ اگرچہ محبت اصحاب پیارے رسول مقبول کی ضروری ہے مثل محبت اہل بیت کے لیکن محبت اصحاب کی ہرگز برابر محبت اہل بیت کے نہیں ہوسکتی چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہ اہل بیت مثل ماہ چہار دہم کے ہیں اور اصحاب مثل نجوم کے ہیں تو انمیں کیونکر برابر ہوسکتے ہیں جب ان دونوں میں فرق ہوا تو البتہ انکی محبت میں بھی فرق ہوگا یہ ذکر ان اصحاب کا ہے کہ جو اخیار ہیں اور جو کہ حد شرع سے تجاوز کرنیوالے ہیں تو وہ اس سے مستثنے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کے حق میں بددعا کرینگے تو ہمکو ثواب ہوگا نہ نقصان خصوصاً ثلاثہ کی حق میں بددعا کرنی کیسی کہ بانی مبانی فساد اس امت میں یہی تھے کہ جو کچھ خرابی اس امت میں واقع ہوئی ہے بیج اسکا انہی نے بویا ہے خصوصاً ابوبکر کہ بعد رسول خدا کے خلافت کو کہ جو علی کا حق تھا عمر کے مشورہ سے انسے غصب کیا ہے اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے ابوبکر کو حضرت کا صاحب فرمایا ہے یہ بھی ایک دلیل ہے ابوبکر کے کفر کی اسواسطے کہ خدا تعالیٰ نے کافر کو مومن کا صاحب کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ یا صاحبی السجن یعنی اے دو صاحب میرے قید خانہ میں اور وہ دونوں کافر تھے اگر ابوبکر کو حضرت کا صاحب کہا تو ابوبکر کی اس سے کچھ فضیلت ثابت نہوئی بلکہ مذمت ثابت ہوئی کہ جس لفظ سے خدا تعالیٰ نے کافر کو یاد کیا اسی لفظ سے ابوبکر کو یاد کیا اور اصل یہ ہے کہ ہمراہی کو صاحب کہتے ہیں عرب کے محاورہ میں ہمراہ ہونا کافر ہو خواہ کوئی کسی کے ہمراہ ہوگا اسکو صاحب اسکا کہتے ہیں کچھ بزرگی اور فضیلت اسمیں نہیں ہے ابوبکر جو غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اسواسطے انکو حضرت کا صاحب کہا اور غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اور جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کا حافظ ہے لیکن کفار کے خوف سے اپنی جان کا نہایت رنج تھا اور قریب تھا کہ کثرت رنج سے ہاے ہاے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہوجاے نادان اور جاہل تھے اور نشیب وفراز کی کچھ خبر نہیں رکھتے تھے اسیواسطے کہتے ہیں کہ دوست دان سے دشمن دانا بہتر ہے اور شیخ سعدی کی یہ بیت حضرت ابوبکر کے ہی حق میں ہے ۵ ترا ازدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار ہ اور اماموں نے ہرگز ابوبکر کے صدیق ہونے کی شہادت نہیں دی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے سب باطل ہے اور انکو ہم برا جو کہتے ہیں موافق حکم کے کہتے ہیں

کہ وہ ظالم تھے اور خدا تعالیٰ نے اگر انکو صاحب رسول خدا کا کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے کافر کو بھی صاحب کہا ہے اور اماموں نے ہرگز اُسکو صدیق نہیں کہا اور نہ تعریف اُسکی کی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے امر
سے لکھا ہے جسکے معنے وہ سب باطل کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ اور ائمہ علیہم السلام کے حکم سے ہم انکو برا کہتے ہیں اور یہ طریقہ انکو برا کہنے کا ائمہ علیہم السلام کے وقت سے چلا آیا ہے چنانچہ حیوۃ الحیوان میں دمیری
شافعی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام کے دروازہ پر جا کر اندر جانے کی اجازت چاہی تو اُسکو اجازت دی اور کوفہ سے ایک قافلہ آیا تو انکو اجازت دی اور اُنکے ہمراہ یہ بھی بلا اجازت
اندر چلے گئے بعد گفتگو کے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں کوفہ سے آتا ہوں اور ہزار آدمیوں سے زیادہ کو میں نے سنا ہے کہ خلفا پر لعن کرتے ہیں انکو آپ منع کیجیے فرمایا کہ ہمارا کہنا کون مانتا ہے ابو حنیفہ نے
کہا کہ کیونکر نہ مانیں گے آپ فرزند رسول ہیں امام نے فرمایا کہ ایک تو تو ہی ہے کہ بے اجازت میرے گھر میں چلا آیا لیکن کوفیوں کو لعن کرنے سے منع نہ کیا اور ایسے ہی جواہر العقدین میں ملا نور الدین
سمہودی نے لکھا ہے مگر اُنہوں نے حضرت امام محمد باقر ع کا نام لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اُنسے التماس کی اس امر کی کہ لوگ خلفا کو برا کہتے ہیں اور آپکا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہی تو ہم کو
حکم دیا ہے آپ اُن کو لکھ بھیجیے کہ وہ اس حرکت سے باز آئیں اس امام نے بھی ایسا ہی عذر کیا اور اُن کو منع نہ کیا بس جو کچھ کہ ہم کرتے ہیں وہ امام کے حکم سے کرتے
ہیں نہ اپنی رائے سے اور ہمارا کام خدا اور امام علیہ السلام کے جھٹلانے کا نہیں ہے جھٹلانے کا وصف تمہارا ہے اور وہ روایت ابوبکر کے صدیق کہنے کی جو حضرت
صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ روایت اہل سنت کی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور اگر یہ امر ہو کہ آدمی کے ظلموں کو ہم ہنر جانا کریں اور یہ سمجھیں کہ انکے یہ افعال بہتر
ہی ہونگے ہماری سمجھ کا قصور ہے کہ جو ہم انکے فعلوں کو برا کہتے ہیں تو اس صورت میں جہان میں کوئی ظلم ہی باقی نہ رہا جو کچھ کسی سے جہان میں بظاہر ظلم کے صورت صادر ہوا ہے حقیقت میں
وہ ظلم نہیں ہے بلکہ وہ ہنر ہے اور بعضے اہل سنت جو یزید کو مومن پاک جانتے ہیں مثل امام غزالی صاحب احیاء العلوم کے اور ملا علی قاری شارح مشکوۃ کے اور عمر سعد کو جو مومن جانتے
ہیں اسی سبب سے کہ وہ حرکات اُنکی قتل کروانا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور اُنکی حرم کو سر برہنہ کوچہ و بازار میں پھرانا اور سر اقدس جگر گوشہ رسول مقبول نیزہ پر سوار کر کے شہر بشہر
پھرانا یہ سب تمہاری نزدیک ہنر ہے اور بظاہر جو یہ امر برا معلوم ہوتا ہے یہ فہم میں نہیں آیا ہے اور سمجھ کا اسمیں قصور ہے ورنہ یہ سب ہنر ہے جیسا وہاں ہے ویسا ہی یہاں ہے اور اگر بنظر
انصاف دیکھو تو ثلثہ میں اور انکے سوا اوروں میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ثلثہ کے افعال میں تو یہ حکم جاری ہوا اور انکی اغیار میں قاعدہ جاری نہوا اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا جو قصہ
بیان کیا ہے بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعد غرق ہونے قبطیوں کے حضرت موسیٰ نے بڑی فصاحت سے خطبہ پڑھا لوگوں نے کہا اور کوئی کیا عالم میں مثل تمہارا نہیں ہے حضرت موسیٰ
نے فرمایا کہ ہاں یہ بات حضرت موسیٰ کی خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور انکو حضرت خضر کے پاس بھیجا تاکہ موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بعضی چیزوں کا علم اُسکے بندہ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ
نے حضرت خضر کو تو تعلیم کر دیا کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے گلا مروڑنے کا سبب اور حضرت موسیٰ پر پوشیدہ رکھا اس جہت سے حضرت موسیٰ بسبب لاعلمی کے حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے
اُسکی رمز سے واقف نتھے اب فرمایئے کہ ابوبکر نے جو خلافت کو دبا لیا کیا حضرت جبرئیل خدا تعالیٰ کا حکم اُنپر لائے تھے خلافت کے دبا لینیکو اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں بھیجکر
لیجانے اور دروازہ کو گرانا جیسے کہ کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کرتا تھا کہ کاش میں دروازہ فاطمہ نکھلواتا کیا کوئی حکم خدا کا انکو آیا تھا یا خدا تعالیٰ نے انکو تعلیم کیا
تھا جیسا کہ حضرت خضر کو تعلیم کیا تھا کہ تم ایسے حرکات عمل میں لاؤ اور اب ہم بھی مثل تمہارے کہتے ہیں کہ ہم جو ثلثہ کو کہتے ہیں موافق خدا اور ارشاد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے کہتے ہیں
اور تم جو ہمارے ان حرکات کو ظاہر میں برا جانتے ہو یہ تمہاری ذہن کی خوبی ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو اور تمہاری سمجھ کا قصور ہے حضرت موسیٰ جو پیغمبر اولوالعزم تھے اور مرتبہ میں حضرت خضر سے
زیادہ تھے وہ تو حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تم ہماری رموز کو جو کہ ثلثہ کے برا کہنے میں ہیں کیا سمجھو گے کہ تمکو تو عقل و دانش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ہے اس لئے یہ مثل
مشہور ہو گئی کہ اہل السنۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی اہل سنت عورتیں اس اُمت کی ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے فرقہ حقہ کے کسی فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ
عین مقتضائے قیاس ہے اور معلوم نہیں ہے شیخ سید الاولیا اسکو کہتا ہے اگر ابوبکر کو یا عمر کو کہتا ہے وہ تو دونو جاہل تھے اور احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور پھر اہل بیت کی
طرف رجوع کرتے تھے یہانتک کہ عورتوں سے الزام کہاتے تھے سبحان اللہ کیا اولیا ہیں اہل سنت کے ایسے ہی ولی البتہ ایسے ہی چاہئیں اور بعد اسکے جو کچھ بکا ہے بالکل پوچ ہے کہ قابل
جواب کے نہیں ہے اور مہاجرین کے افضل امت ہونیکا جواب ہم پہلے اس سے دے آئے ہیں اور ابوبکر کی فضیلت کا اشارہ بھی کہیں نہیں ہے بلکہ مذمت اُسکی صراحۃً قرآن میں موجود ہے
چنانچہ فرماتا ہے تریدون عرض الدنیا جسوقت جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا خلیفہ صاحب نے اُسوقت انکے حق میں آیت نازل ہوئی **قال الشیخ
الاشعری** القصہ مقتضائے ایمان خدا اور آداب ائمہ ہدیٰ تو یوں تھا کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت ابوبکر صدیق بظاہر ملحد و زندیق ہی شیعوں کو نظر آتی تو خدا کی گواہی اور
ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی بزرگی کی نسبت عال میں اور اوسط میں اس رسالہ کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سمجھی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسیٰ اور حضرت
خضر علیہم السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو ایسے ہی دونوں کے واسطے بیان فرمایا ہے حضرت پیغمبر
جیسے عقل کے دشمن اپنی کج فہمی کے باعث خدا کی مقربوں اور دوستوں سے بدگمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنالیں قربان جائیے خدا علیم کے کتنی دور کی سوجھتی ہے کہ آفریں ہے

شیعوں کی بہی عقل پر کہ اسپر بہی نہ سمجھے خیر خدا انہیں سمجھے والقصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہہ تھا اور اگر بحکم چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار تہی۔
اقول ہمتو ابوبکر کو ملحد اور زندیق نہیں کہتے اور نہ صدیق کہتے ہیں تم انکو صدیق کہتے ہو زندیق کہنے لگو ہم تو انکو مسلمان جانتے ہیں لیکن وہ بسبب حب جاہ کے اور طمع حکومت اور مال دنیا کے حد شرع سے تجاوز بہی کر کے ایمان صحیح سے خارج ہو گئی تہے اور بالخصوص انکی بزرگی کی نسبت کوئی خدا کی گواہی ہی اور نہ ائمہ ہدیٰ کی شہادت ہے اور اول اور اوسط میں اس رسالہ کے جو کچہہ اس شیخ نے موافق اپنی اعتقاد فاسدہ کے لکہا ہی ہم اسکو باطل کر آئے ہیں اور ہم اوپر لکہہ چکے ہیں کہ ہم جو ثلاثہ کو موافق حکم خدا اور ارشاد ائمہ ہدیٰ اچہا نہیں جانتے ہیں اور بسبب انکی افعال ناشایستہ کے بد دعا کرتے ہیں اہل سنت اپنی کم فہمی کے سبب اسکو سمجہتے نہیں ہیں اور اس امر میں ہمپر طعن کرتے ہیں باوجودیکہ ثلثہ کے افعال ناشایستہ سے کتابیں انکی بہری ہوئی ہیں اور یہ کیا سمجہیں گے حضرت موسیٰ تو حضرت خضر کے افعال کے حقیقت کو سمجہی نہیں تہے اب میں مطابق قول اس شیخ کے اہل سنت کو کہتا ہوں کہ القصہ مقتضائے ایمان خدا اور ادب ائمہ ہدیٰ تو یوں تہا کہ اگر بالفرض و التقدیر ابوبکر بن ابی قحافہ بظاہر اچہی ہی سینوں کو نظر آتی تو خدا کی گواہی بد افعالوں کی مذمت میں کہ جن میں سے ایک یہ بہی ہیں اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی لعن اور تشنیع کی نسبت اول میں اور اوسط میں اس جواب کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سینتی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باریتعالیٰ نے اس قسم کو ایسے ہی دونوں کے واسطے بیان فرمایا حضرات اہل سنت جیسے عقل کے دشمن اپنی کم فہمی کے باعث خدا کے دشمنوں سے نیک گمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنا لیں قربان جائیے خدائی علیم کے کتنی دور کی سوجہتی ہے مگر آفرین ہے اہل سنت کی ہی عقل پر کہ اسپر بہی نہ سمجہے خیر خدا انہیں سمجہی القصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہ تہا اور اگر بحکم چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات انکو دشوار ہی تہی **قال الشیخ الاشعری** تو یہ تو شیعہ خواہ مخواہ مانیں ہی گے کہ قیامت کو بعضی گنہگاروں کی اعمال بد کو حسنہ بنا دینگے کیونکہ کلام اللہ موجود ہے دیکہو کیا فرماتے ہیں اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ یعنی جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچہے عمل کئے تو انکے گناہوں کو بہی خدا نیکیاں بنا دیگا فقط اور اگر خوردہ بینیاں شیعہ کو یہ خلجان ہو کہ اس آیت میں جن گناہوں کی نیکیاں بنا لینے کی طرف اشارہ ہے ظاہر وہ ہی گناہ معلوم ہوتے ہیں جنکا سیاق میں ذکر ہے اور وہ ظاہر ایام کفر کے گناہ ہیں سو ابوبکر صدیق کا کوئی گناہ نہیں کا ہی تو وہی کا جو ایام جاہلیت کے گناہوں میں کا ہو گا ہمیں تو بہت سی ایسی باتوں میں کلام ہے جو بعد ایمان ان سے صادر ہوئے مثلاً غصب فدک کہ وہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات و التسلیمات ان سے ظہور میں آیا تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ ایسا شبہ انہیں لوگوں کا کام ہے کہ جنکا دل شبہ میں پڑا ہوا ہے اور اب تک درجہ یقین اور ایمان تک نہیں پہنچا اگر ما سبق میں گناہان زمانہ کفر ہی کا ذکر ہو اور انہیں کی نسبت تبدیل کا یعنی نیکی بنا دینے کا اشارہ ہو تب بہی اتنی بات ثابت ہو گئی کہ خدا کو گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے پہر جب کفر کے زمانہ کی گناہوں کو کہ وہ بہ نسبت گناہان ایام ایمان کے گناہوں میں زیادہ ہی ہوتی ہیں خدا کو نیکی بنا دینا آتا ہو تو ایام ایمان کے گناہوں کا نیکی بنا دینا تو سہل ہی ہو گا پہر جسکی خدا اور ائمہ ہدیٰ تعریف فرمائیں انکی ایمان کیا بزرگی میں اسی ہی کو شک ہو سکتا ہے جسکو خدا اور ائمہ ہدیٰ کی بات میں شک ہو غرض جب ایمان اور صلاحیت اعمال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدیٰ ثابت ہو گئی تو اسبات میں کیوں تامل ہے کہ انکے گناہ نیکیاں ہو جائیں اور اگر یوں کہئے کہ گناہوں کا نیکیاں بنجانا توبہ کے ساتہ متعلق ہے ابوبکر صدیق کا ہی سے معلوم ہو کہ توبہ کر کے مرے ہیں تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ اگر متعلق ہو بہی تو لازم نہیں کہ نیکیاں بنا دینے کا وعدہ معلق ہو گا کچہہ امکان تو معلق نہیں پہر جب خداوند کریم اور ائمہ دین انکی تعریف فرمائیں تو اگر ان سے یہ خطا ہوئی بہی تہی تب بجز اسکے انکی تعریف اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ انکی خطا کو بہی جناب باریتعالیٰ نے نیکی بنا دیا ہو گو انہوں نے توبہ نکی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر توبہ ہی پر تبدیل سیئات بحسنات موقوف ہے تو خداوند متین اور ائمہ دین کی تعریف خود اسبات کی گواہ ہے کہ وہ توبہ کر کے اس عالم سے تشریف لیگئی ہیں ورنہ وہ قابل تعریف تو کجا البتہ لائق ہجو اور مستوجب سزا تہی ہاں اگر شیعہ یہ گرفت کریں کہ خداوند علیم نے تو تعریف پہلے کی تہی یہ خطا ان سے بعد میں سرزد ہوئی تو اسکا جواب ہماری پاس بجز اسکے کچہہ نہیں کہ البتہ شیعوں کا خدا ایسا ہی ہو گا جسے چار دن کے بعد بہی خبر نہو ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک اسکے سب پیش نظر ہے اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان شیعہ برے نہیں ہوتے تو خداوند کریم ہرگز تعریف نفرماتا اسکو کیا ضرورت تہی کہ ایک غلط بات کہہ کے آج شیعوں سے شرماتا اگر خدا کی نہیں مانتے تو نعوذ باللہ تو ائمہ ہدیٰ تو بزعم شیعہ خدا سے بہی بڑھکر ہیں خدا کو تو بداء بہی واقع ہوا ہے ائمہ کو تو بداء بہی نہیں ہوتا پہر ان کا علم کہاں اور علم کیوں انکو حاصل انکی تعریف کا تو بجز اسکے جواب ہی نہیں کہ حضرت ابوبکر کے گناہ ہی نیکیاں ہی بن گئی ہوں۔ **اقول** اس بیہودہ کہنے سے کیا فائدہ کہ ایک امر کو بار بار بیان کرتا ہے آدمی کو چاہئے کہ جب ایک بات لکہہ لے تو بعد اسکے دوسری لکہے یہہ کہ ایک ہی بات کو گاتا چلا جائے اور کتاب کو لغو اور بیہودہ باتوں سے سیاہ کرے اور یہ جو لکہا ہے کہ قیامت کے روز گناہ نیکیوں سے بدلجائیں گے یہ سب درست ہے لیکن بشرطیکہ ایمان درست پر مرا ہو اور اعمال صحیح بجالایا ہو اور خاتمہ بالخیر کہ ایمان صحیح اور امداد دین میں ہو بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور اگر یہ شرط نہیں ہے اور ہم جو ثلثہ کو برا کہتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک یہ ہمارا کہنا برا ہے تو یہ برائی ہماری نیکی بنجائیگی پس معلوم ہوا کہ برائیوں کا

نیکیاں بنجانا بشرط ایمان ہم اعمال صالحہ ہیں اور ابوبکر کا وقت مرنیکے نہ ایمان صحیح تھا اور نہ زندگی میں اعمال صحیحہ خلیفہ صاحب سے صادر ہوئے تہے بلکہ دین میں احداث کر کے سب عمل اور اعمال
بد اُن سے صادر ہوئے ہیں احداث دین میں کرنا تو موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہے چنانچہ جامع الاصول میں اور تیسیر الوصول میں سے اور جذب القلوب میں بھی ظرف اُسکے اشارہ ہے ان رسول اللہ صلعم قال
لشہداء احد ہؤلاء اشہد علیہم فقال ابوبکر الصدیق الستنا یا رسول اللہ باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاہدنا کما جاہدوا فقال النبی صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون
بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال وانا لکائنون بعدک ۔ یعنی تحقیق رسولخدا صلے اللہ علیہ والہ نے فرمایا واسطے شہداء احد کے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ گواہی دیتا ہوں میں انکی خاتمہ خیر پر
پس کہا ابوبکر صدیق نے کہ کیا ہم نہیں ہیں یا رسولخدا بھائی انکی اسلام لائے ہم جیسے کہ اسلام قبول کیا انہوں نے او جہاد کیا ہمنے جیسے کہ جہاد کیا انہوں نے پس فرمایا پیغمبر صلی اللہ
علیہ والہ نے کہ ہاں اور لیکن نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے تم بعد میرے پس رویا ابوبکر پھر رویا پس کہا کہ اور تحقیق ہم ہونیوالے ہیں ایسے ہی بعد تیرے اب اس روایت کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ
ابوبکر کو خاتمہ بالخیر ہونے میں مثل شہداء احد کے نفرمایا اور اگر حضرت کو ابوبکر وغیرہ کے خاتمہ کی خبر نتہی تو فرماتے کہ نہیں جانتا میں کہ تمہارا کیا انجام ہوگا اسطرح کیوں فرماتے کہ معلوم نہیں
تم کیا احداث کروگے بعد میرے حضرت کو اُنکے احداث کی خبر تہی تو ایسا فرمایا اور اگر اعمال اچھے ہوتے تو وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کر کے کیوں کہتے کہ یا لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشفہ
چنانچہ کنز العمال میں ہے یعنے ای کاشکے ترک کرتا میں خانہ فاطمہ کو اور نکہولتا میں اسکو اور اگر اُسکے اعمال اچھے ہوتے تو حضرت علی اور عباس عم رسول مقبول سے میاں عمر کیوں کہتے کہ تم دونوں
ابوبکر کو خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو اور ایسے ہی تہے وہ کہ جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر میدان کارزار سے بہاگ جاتے تہے اور جماعت نماز میں سے
حضرت کو اکیلا چھوڑ کر واسطے تماشے لہو کے کہسک جاتے تہے چنانچہ قرآن میں ہے اور گناہ خواہ قبل ایمان ہوں خواہ بعد ایمان ہوں وہی گناہ نیکیاں بنجائیں گی کہ جن گناہوں کا
کرنیوالا ایمان صحیح پر مرا ہو اور دین میں جسنے احداث نکیا ہو اور اعمال نیک صحیحہ بجا لایا ہو اور ابوبکر دین میں احداث کر کے اور افعال سخت عمل میں لا کر مرا ہے اسکے گناہ اس قابل نہیں ہیں
کہ نیکیاں بنجائیں اور آیت اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ اُن صحابہ کی شان میں ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کیطرف رجوع کی ہے بعد منحرف ہونیکے اور اُنکی ہمراہ ہو کر ناکثین اور قاسطین اور مارقین سے
لڑے ہیں اور فدک کے غصب کرنیکا گناہ مثل کفر کے ہے کہ اس میں جناب رسولخدا صلعم کی کچھ قدر نجانی بلکہ حضرت کو مثل عوام الناس کے مثل دہنئے اور جولاہے کی سمجھا اور حضرت کی کچھ
عظمت نجانی کہ ایسے کے جگر گوشہ کا حق ظلم اور تعدی سے غصب کیا اسی لئے حکیم سنائی کہتے ہیں کہ ۵ مرا او بنیاد زروی اعتقاد ۔ حق زہرا خوردن و دین پیمبر اشکستن نہاد
البتہ گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے لیکن مومنین صالحین کے گناہوں کا نہ ابوبکر اور عمر کے گناہوں کا کہ وہ مومنین صالحین میں سے نتہے بلکہ منافقین الایمان اور فساق و فجار میں سے تہے انکی گناہ
کیونکر نیکیاں بن جائیں گے اور یہ جو بار بار کہتا ہے کہ خدا تعالی نے اور ائمہ ہدی نے ابوبکر کی تعریف کی ہے یہ سب غلط ہے خدا تعالی نے قرآن میں بالخصوص کسی جگہ ابوبکر کی تعریف نہیں کی
ہے اور علی العموم جیسے کہ سب اصحاب کی تعریف کی ہے ایسے ہی علی العموم انکی مذمت بھی قرآن میں کی ہے جیسے کہ فرماتا ہے وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا انْفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا اور
فرماتا ہے کہ تُرِيۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡيَا وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ اور فرماتا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَـكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَـكُمُ انْفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اور فرماتا ہے کہ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِيۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ
لَوۡ يُطِيۡعُكُمۡ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ اور فرماتا ہے کہ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡــًٔا اور سوا اسکے بہت سی آیتیں علی العموم مذمت میں ہیں اور نہ ائمہ ہدی نے بھی ابوبکر کی تعریف
کی ہے بلکہ اکثر روایتیں اُن سے اُنکی مذمت اور طعن میں ہیں اور جس روایت کو یہ ابوبکر کی تعریف میں کہتا ہے وہ ہماری روایت نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی روایت ہے اور دارقطنی نے
اُسکی تخریج کی ہے پس یہ شیخ جو دعوی کرتا ہے خدا کی اور ائمہ ہدی کی گواہی کا ابوبکر کی بھلائی میں بالکل باطل ہے اور توبہ کرنا ابوبکر کا گناہوں سے ہرگز ثابت نہیں کیا اُسنے خلافت اور فدک
کو واپس کر کے حضرت علی کو اور حضرت فاطمہ زہرا کو دیدیا تہا کہ توبہ اُسکی ثابت ہو اور بار بار یہی کہتا ہے کہ خدا نے اور ائمہ ہدی نے اُسکی تعریف کی ہے اور اسی بار کے کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ غلط کہتا ہے اور ہرگز تعریف اُسکی نہیں کی ہے بلکہ ائمہ ہدی نے جو اُسکی کی ہے اور خدا تعالی تو ازل سے بدعت اسکا دین میں احداث کرنا جانتا تہا اسواسطے کہ وہ ازل سے ابد تک ہر چیز
کا عالم ہے پھر وہ کیوں تعریف اُسکی کرتا تو یہ کہتا ہے کہ تعریف اُسکی خدا نے کی ہے وہ بدون دلیل لے کر ہی بار بار کہتا جاتا ہے باوجودیکہ خدا تعالی نے بالخصوص کسی جگہ اُسکی تعریف نہیں
کی ہے ابلیس نے اس شیخ کو اغوا کیا ہے کہ جو بار بار ایسا کہتا ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ابلیس خدا سے بڑہ کر ہے اسواسطے کہ اُنکے کہنے پر چلتے ہیں اور ابلیس ہی نے انکا مذہب ایجاد کیا ہے کہ پہلے سب ابلیس نے
ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تہی چنانچہ حضرت صادق سے یہی روایت ہے اور جس چیز کو ہم بدا کہتے ہیں اس میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس مذہب اور عقیدہ ہماری طرف منسوب کیا ہے وہ ہمارا مذہب نہیں ہے اور
اُسکے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ازل سے ابد تک خدا تعالی ہر چیز کا ظاہر کا باطن کا ہمارے نزدیک عالم ہے اور ائمہ ہدی کو ہمارے نزدیک علم ما کان و ما یکون اس طرح سے نہیں ہے کہ اُنکو بالفعل سب حاصل ہو
بلکہ شکل آسیر میں کہ جسوقت وہ چاہیں خدا تعالی اُنکو الہام کر دیتا ہے یہ مراد ہے علم ما کان و علم ما یکون سے اور یقین کی کتابوں سے ثابت ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تفسیر عزیزی میں
لکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام برگزیدہ اولاد رسول مقبول تہے اور اُن حضرت سے سینہ بسینہ اُنکو علم پہنچا تھا لیکن تم تو مردہ دہنے اور جاہل ہے ملاری اور پیروں میں علم ما کان و علم ما یکون ثابت کرتے ہو
دیکھ لے تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس جامی وغیرہ اپنے اولیاء کی حال کی کتابوں کو کہ اُنمیں لکھا ہے یا نہیں اور ہمارے مظاہرین کو تو علم ما کان و علم ما یکون ہونا اہل سنت کی کتابوں سے

ثابت ہے چنانچہ مولوی جامی نے شواہد النبوۃ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا کہ عندنا علم ما کان و ما یکون والا لھمام الخ اور گناہوں کو نیکیاں کر دینے سے مقصود اس شیخ کا یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت یہاں تک کہ مروان اور معاویہ اور عمرو عاص اور یزید اور شمر اور عمر سعد اور عبد الملک و حجاج اور کل بنی عباس سب بخشے جاینگے اور بہشت میں داخل ہونگے اور یزید کو انکے علماء مثل امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہی ہے کہ وہ مومن تھا اور حسین کو جو اس نے قتل کروایا ہے اس سے اسکی ایمان میں کچھ نقصان نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اسمیں ہی نہ سہی ہم اور جواب لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ[1] روایات شیعہ اسبات کی شاہد ہیں کہ ابوبکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی قریب ہے بحوالہ روایات کتب شیعہ یہ مضمون مرقوم ہوگا کہ حضرت فاطمہ آنسے راضی ہو گئیں اب فرمایئے توبہ اور کسے کہتے ہیں اسیکا نام توبہ ہے اور اگر اسپر بھی شیعوں کے دل کا کفر نہ جای تو اسکی اور بہی تدبیر تہی **اقول** ابوبکر ہرگز ہرگز فدک کے گناہ سے توبہ کرکے نہیں مرے ہیں یہ دعوی تیرا بالکل دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے اور نہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تا دم واپسیں فدک کو واپس کیا ہے اور فاطمہ زہرا تمام عمر ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں صحیح بخاری میں تو لکھا ہے کہ فاطمہ ابوبکر پر غضب میں ہوئیں اور نہ کلام کیا ابوبکر سے کبھی یہاں تک کہ مر گئیں کیا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ کہتا ہے کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں ارے بیلے توبہ کرنے کو ثابت کرلے اور بعد اسکے کہہ کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں اگر ابوبکر توبہ کرتے اور فدک فاطمہ کو دیدیتے تو پھر کیا جھگڑا تھا اور کافر تو اہل سنت ہیں کہ کفر کی باتیں کرنے والوں کو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور بڑا فخر اور ناز اسپر کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** آخر شیعوں کے نزدیک بھی اتنی بات مسلم تھی کہ قیامت کو حساب کتاب کے بعد جسکے اچھے عمل زیادہ نکلیں گے وہ جنت میں جائیگا جسکے برے عمل زیادہ ہونگے وہ دوزخ میں اور اگر بنظر دور اندیشی اسوقت اس عقیدہ میں کچھ شک بھی آجائے تو لیجیے یہ کلام اللہ کی آیت موجود ہے اور کلام اللہ میں سے کم ہی کسی پارہ اسمیں سے ہے اول ہی کی سورتوں میں کی جو شیعوں کی یاد بھی نہیں مثل یاد تو ضرور ہی ہونگی وہ آیت یہ ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ یعنی جسکے عمل تول میں بھاری ہونگے تو وہ اچھی میں اور جسکے عمل ہلکے نکلیں گے انکا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تجھکو کیا معلوم وہ کیا ہے وہ ایک آگ ہے گرم دہکتی فقط اب تو کچھ تکرار کی بات باقی نہیں سو اس صورت میں خداوند علیم اور ائمہ جسکی تعریف فرمائیں وہ اگر خطاوار بھی تھا تب بھی معلوم ہوا کہ اسکی اچھے عمل زیادہ تھے پھر ان خطاؤں کے باعث انسے رنجیدہ رہنا ایسا ہی جیسا کسی نے کہا ہے مدعی سست گواہ چست یا عرب کی مثل ہے رضی الخصمان ما رضی القاضی یعنی مدعی مدعا علیہ تو راضی ہوگئے پر قاضی جی راضی نہوئے خداوند کریم اور ائمہ دین تو راضی ہو جائیں پر شیعہ راضی نہوں اور اسپر بھی خاک ڈالو ابوبکر صدیق کی اچھے عملوں کا زیادہ ہونا ہی شیعوں کو ناگوار ہو تو اسمیں تو کچھ دھوکا ہی نہیں کہ وہ مہاجرین اولین اور صحابیان رسول اللہ صلعم میں سے تھے سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اور آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الآیہ کی شرح کی ذیل میں بیان ہو چکا ہے کہ خدا انسے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی اور اللہ تعالی نے انکے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں اور اللہ نے انسے وعدہ مغفرت گناہاں اور وعدہ اجر عظیم کا کر لیا ہے سو اگر بالفرض والتقدیر ابوبکر صدیق کے گناہ بھی زیادہ تھے یا فرض کرو کہ وہ سراپا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہی تھے تب اس صورت میں جائے طعن باقی نہ رہی کیونکہ خداوند کریم اپنی وعدہ کا سچا اور بات کا پکا ہے مثل حضرات شیعہ نہیں جنکو دین کی باتوں میں جہل ہے دنیا کا تو کیا ذکر سو ہمکو یقین ہے کہ خدا انسے راضی ہے گو شیعہ ناراض ہوں وہ ناراض ہونگے خدا کو ناراض اور اہل بیت کو رنجیدہ کرینگے کیونکہ اہل بیت تو ایسے نہیں کہ گوشہ عنایت خداوندی کسی طرف کو دیکھیں پھر اس طرف کو نہ جھکیں بلکہ انکی سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی ہی یہیں الیقین کامل ہے کہ اگر بفرض محال حسب مقال شیعہ ابوبکر صدیق نے کچھ انپر ظلم اور تعدی بھی کی ہو تب اپنی حقوق سے درگزریں اور بلحاظ رضای خداوندی حسب مثل مشہور ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنرست اسپر جفا کو وفا سمجھیں نقل مشہور ہے جد صد رنگ دہر سب اور اہل بیت اپنی حقوق سے آپ کیا درگزر نگے اور کیا راضی ہونگے خداوند کریم جب راضی ہوگا سب کو راضی کر دیگا **اقول** البتہ جسکے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہوگا وہ بہشت میں جائیگا اور یہ بھی درست ہے کہ جسکی تعریف خدا تعالی اور ائمہ ہدی فرمائیں اسکے اعمال اچھے زیادہ ہونگے لیکن جا ص خلفاء ثلاثہ کی تعریف نہ تو خدا تعالی نے کی ہے نہ ائمہ ہدی نے اور ائمہ ہدی ہمیشہ انکی مذمت کرتے رہے ہیں اور انسے رنجیدہ رہے ہیں اور خدا تعالی اور ائمہ ہدی ہرگز انسے راضی نہیں ہیں اور جب کہ خدا تعالی اور ائمہ ہدی انسے راضی نہیں ہیں تو شیعہ بھی انسے راضی نہیں ہیں اور ابوبکر ہرگز مہاجرین اولین میں سے نہیں ہے اول تو آیت والسابقون الاولون سے سبقت ہجرت مراد نہیں ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے اور بالفرض سبقت ہجرت اس سے مراد لیجائے تو ابوبکر ... مہاجرین اولین میں سے نہونگے بلکہ مہاجرین اولین وہ ہیں کہ جنہوں نے طرف حبشہ کے ہجرت کی ہے اسواسطے کہ پہلی ہجرت وہ ہی ہے اور ہجرت طرف مدینہ کے بعد اسکے ہے اور صاحب رسولخدا صلعم کے تو منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن اسکا گواہ ہے اور ابوبکر کے اچھے اعمال کونسے تھے کہ جو شیعوں کو ناگوار ہوں بسبب بے علمی کے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اپنی رائے سے احکام جاری کرتے اور اگر بعضے اعمال اچھے بھی ہوئے تو اس سے کیا ہوتا ہے ایک گناہ بد بعضا ایسا ہوتا ہے کہ سب اعمال نیک کو نابود کر دیتا ہے ابلیس عابد تھا اور معلم الملکوت کہلاتا تھا ایک گناہ ہی کی سزا میں کہ وہ سجدہ کرنا آدم کا تھا ملعون ہوگیا اور آیت والسابقون الاولون اور آیت محمد رسول اللہ کا جواب پہلے اس سے ہو چکا ہے اور خدا تعالی تو سب مومنین سے راضی ہے کچھ مہاجرین پر منحصر نہیں ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

[1] کہ ابوبکر صدیق نے گو فدک غصب کرلیا تھا لیکن پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے حوالہ کر دیا اور نیز یہی مرقوم ہوگا +

عدنٍ تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابداً رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ یعنی تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یہی لوگ بہتر خلقت کے ہیں جزا انکے نزدیک پروردگار اُنکے کی بہشتیں ہیں عدن کی کہ جاری ہیں نیچے محلوں انکی کے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اُن بہشتوں میں مدام راضی ہے خدا اُن سے اور راضی ہیں وہ خدا سے وہ واسطے اُس شخص کے ہے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے لیکن جنتیں اور مغفرت گناہان سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنیکے ایمان سلامت رہے اور وعدہ اجر عظیم بھی انہیں لوگوں سے ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں اسواسطے کہ خدا تعالی ان مہاجرین و انصار اور جمیع مومنین کیطرف خطاب کرتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور جو شخص کہ مرتد ہوجائے اور پھر جائے تم میں سے دین اپنے سے پس مرجائے اور حال یہ ہے کہ کافر ہے پس یہ لوگ وہ ہیں کہ نابود ہوگئے ہیں اعمال اُنکے دنیا اور آخرت میں اور یہی ہیں صاحبان آتش دوزخ کہ وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور خدا تعالی بے شک اپنے وعدہ کا سچا ہے اور بات کا پکا ہے مومنین کو جو کہ ایمان پر مرے ہیں اُنکے گناہ بخشیگا اور جنت انکو عطا کریگا لیکن گناہ ابوبکر کا ایسا نہیں ہے کہ قابل مغفرت ہو اور خدا تعالی نے سچے مومنین سے وعدہ بہشت میں داخل کرنیکا کیا ہے اور اُن سے راضی ہے اور اُنکی تعریف کرتا ہے لیکن بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہوگئے چنانچہ کتب اہل سنت اسپر گواہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خدا مغفرت و بہشت کا انہیں مومنین سے ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں ویسے ہی مہاجرین و انصار کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور شیعوں کے دین کی باتوں میں ہرگز خلل نہیں ہے اسواسطے کہ شیعہ اُن عالموں کی پیرو ہیں کہ جو وارثان علم رسول مقبول ہیں اور سینہ بسینہ انکو اُن سے علم پہنچا ہے اور جہالت اہل سنت کے دین میں ہے کہ وہ جاہلوں کی پیروی کرتے ہیں وہ لوگ کہ جو عورتوں سے الزام کہا تھے اور اپنی جہالت کا اقرار کرتے تھے اور خدا تعالی اُن لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہے اسیواسطے شیعہ بھی اُن سے راضی نہیں ہیں اور شیعہ جو اُن سے ناراض ہیں تو اسی جہت سے خدا اور ائمہ ہدی بھی شیعوں سے راضی ہیں اور جو لوگ کہ اُن سے راضی ہیں تو خدا تعالی اور ائمہ ہدی دونوں اُن لوگوں سے رنجیدہ ہیں اور اہل بیت گوشۂ غضب خدا و ہدی کو اُنکی طرف دیکھ کر طرف انکی نہیں جھکتی ہیں اور اپنی حقوق سے اہل بیت ہرگز درگزر نکرینگے کہ اکثر اُنکی مذمت فرماتے رہے ہیں اور خدا تعالی ہرگز اُن سے راضی نہیں ہے کہ انہوں نے بڑے ستم کئے ہیں اور دین خدا میں احداث کیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور رب اُن ظالموں کی طرف ہرگز نہیں ہے بلکہ اُن سے ناراض ہے اور جو اُن سے راضی ہے اور انکو اچھا جانتا ہے اور اُنکی پیروی کرتا ہے خدا تعالی اُنکو بھی اپنی غضب میں گرفتار کریگا اور اُن سے راضی ہونیکا تو کچھ دخل ہی نہیں ہے اور تو جو کہتا ہے کہ ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است یہ تیرا اور تیرے مذہب والوں کا اعتقاد ہے اور ہمارے نزدیک خدا تعالی عیب پسند ہرگز نہیں ہے خدا تعالی کو بھی تو نے مثل سلاطین دنیا کر دیا **قال الشیخ الاشقری** آخر کلام اللہ میں موجود ہے ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی جنتیوں کے حق میں فرماتے ہیں اور نکال ڈالی ہے جو کچھ اُنکی دلوں میں تھی بنے بھائی ہوگئے تختوں پر بیٹھے ہوئے فقط اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ سچے جنتی ایسے ہی ہونگے کہ آپس میں گو باہم دنیا میں بغض و عداوتیں بھی ہو جب خدا وند کریم انکو جنت میں داخل کریگا اُن رنجشوں کو اُنکے دلوں سے نکال ڈالیگا سو اسی طرح یہاں بھی تصور فرما لینا چاہئے آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بشہادت کلام خدا اور کلام ائمہ ہدی شیعوں کو جبراً قہراً تسلیم کرنا پڑا ہے اور اہل بیت کے جنتی ہونیکا پہلے ہی سنیوں اور شیعوں کو باتفاق یقین ہے اور اگر شیعہ سنیوں کی ضد میں انکی جنتی ہونیمیں کلام کرنے لگیں تو انکی ہٹ دھرمی ہے کچھ بعید نہیں غرض جب دونوں فریق جنتی ہوئے تو اُنکے کینے اور عداوتیں خداوند کریم آپ نکال دیگا اور اگر یا شیعہ فہمائش ملنج متبعان عبداللہ بن سبا کو کچھ اثر ہوا جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسی کے ہزار سمجھانے پر کسی ڈھب سے راہ پر نہ آئی اس غبار کے سخن بے سروپا پر ایسے ہیں کہ میر اس لال نحکم المحکم سے بھی اکھڑ جائیں تو جیسے موسی نے دستاویز ضلالت امیر سامری کو باطل کردیا یعنی اُس سونیکی بچھڑے کو جو برکت خاکپائے جبرئیل علیہ السلام بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اُسے پوجنے لگے تھے حضرت موسی علیہ السلام نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بہا دیا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود برحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کی ہاتھوں سے یوں کیوں ذلیل ہوتا اسیطرح میں بھی حجت نامہ مولوی عمار علی صاحب کو ہو بہو طرز و انداز میں عبداللہ بن سبا ثانی اور دجال تازہ کی بانی مبانی ہیں بلکہ انکی حجتیں اُسی سرکردہ شقاوت پژوہ کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اسی کی پرانی خرافات میں ہیں اور لال قاطعہ سے قطع کر کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ڈالتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ حجتان پریشان مولوی صاحب اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتیں تو مثل کوہ خشتر ہو کے سہارے اُڑ جاتے **اقول** البتہ خدا تعالی مومنین کے سینوں سے جو کہ جنتی ہیں اور دنیا میں وہ باہم عداوت و بغض رکھتے تھے جنت میں اُن رنجشوں و عداوتوں کو اُنکے سینوں سے نکال ڈالیگا لیکن پہلے ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت کرو تب ایسا کلام کرو اور خدا تعالی نے کسی آیت میں نہیں فرمایا ہے کہ ابوبکر جنتی ہے اور نہ ائمہ ہدی کی کلام سے ایسا ثابت ہے اور اگر ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت ہو تو یہ باہم شیعہ و سنی کی اسقدر تکرار اور بحث کس واسطے ہوتی بڑا بیہودہ ہے یہ شیخ کہ جو کہتا ہے کہ شیعوں کو تو ابوبکر کا جنتی ہونا تسلیم کرنا ہی پڑیگا اور کلام اللہ میں جیسے کہ علی العموم آیات مدح سے سمجھا ہے مذکور ہیں ایسی ہی آیات مذمت بھی مذکور ہیں تاکہ کسی کا مرحوم نہیں ہے اور ان لوگوں کو بھی کہ خدا تعالی خطاب کرکے کہتا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور ابوبکر کیونکر جنتی ہو جبوقت کہ رسول خدا صلعم نے اسکو خطاب کر کے فرمایا ہو کہ لا تدری ما تحدثون من بعدی جیسا کہ جامع الاصول میں ہے یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کرو گے تم بعد

ہیں سے اور یہ مطابق ہے اس روایت کے کہ جو کتب صحاح اہل سنت میں ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز میں لانگا کچھ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہٹتے ہوئے دوزخ میں لیجانیگے میں
کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ تو اصحاب ہیں فرشتے حضرت سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہی جو کچھ انہوں نے احداث کیا ہی بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد رہے جب سے کہ تو نے انسے مفارقت کی ہی اور جو
کچھ انہوں نے احداث کئے ہیں وہ اہل سنت کی بھی کتابوں میں مرقوم ہیں اور انکے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے بلی گوہ کو چھپاتی ہی اور وا ہی اور سست تاویلیں وہ سمجھ کرتے ہیں لیکن ہم نے
بڑی مستحکم دلیلوں سے اور اہل سنت کی کتابوں کی سند سے انکی تاویلوں کو باطل کر دیا ہی اور جا بجا ہم انکے احداث کو اور حد شرع سے تجاوز کرنیکو لکھ چکے ہیں اور اہل سنت پر ظاہر کر چکے ہیں اور اگر
باایں ہمہ فیما بینش بلیغ ان متبعان ابلیس خبیث کو کچھ اثر نہو اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسیٰ کے ہزار معجزوں پر بھی سر راہ پر نہ آئے اس فرعون کی نخوت
بے سر و پا بیہودہ ایسے جمے تو میرے اس اظہار اور بیان واقعی سے بھی اکھڑ جائیں تو جیسے حضرت موسیٰ نے دستاویز ضلالت آمیز سامری کو باطل کر دیا یعنی اس سونے کے بچھڑے کو جو برکت خاک سم جبرئیل
بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اسی کو پوجنے لگے تھے حضرت موسیٰ نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا تھا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود بحق اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کے ہاتھوں سے یوں کیونکر
ذلیل ہوتا اسی طرح میں بھی حیلہا حجت تمام اور تاویلہا باطلہ اس شیخ نجدی کو کہ جو بعد ابلیس ثانی زمین میں ابلیس ثانی اور دغا بازہ تازہ کا بانی مبانی ہی بلکہ اسکی جتنی اسی سرکردہ شقاوت پژوہ
کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اسی کی پرانی خرافاتیں ہیں سو ہاں دلائل قاطعہ سے قطع کر کے اس شیخ نجدی کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ سخنان پریشان شیخ نجدی
اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں تنزل گزشتہ ہو کے سہارے نہ اڑائی جاتی **قال الشیخ الاشعری** سو گوش گزاران مولوی صاحب یہ بات یاد رہے کہ دربارۂ غصب فدک جو کچھ مکاری
کر کے زیب رقم فرمایا ہی بزعم خود بہت ہی چالاکی کی تھی لیکن جنکا خدا حافظ ہو انکو ایسے دھونکوں سے کیا اندیشہ ؎ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ؂ ہاں ایسے عقل کے اندھے
جیسے ملازمان مولوی صاحب البتہ اس جال میں پھنس جاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ مولوی صاحب نے اپنے نامۂ موسومہ میر نادر علی صاحب میں کہ مشتمل نامۂ سیاہ مولوی صاحب کی خوبی کا
اسمیں نام و نشان نہیں یوں رقم فرماتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب مدارج النبوت نے اور سوا اسکے اور علما
اہل سنت نے روایت کی ہی کہ جسوقت نازل ہوئی آیت ذا القربی حقہ یعنی دے تو اے محمد صلعم قریبوں کو حق انکا تو اسوقت پیغمبر خدا صلعم نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق انکا
کیا ہی جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہی اور حق اسکا فدک ہی فدک اسکو دیدو اسوقت رسول خدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علما کی ثابت ہوا کہ رسول خدا صلعم نے فاطمہ کو
فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی جب رسول خدا صلعم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور انکا قبضہ اٹھا دیا اب فرمایئے کہ یہ غصب نہیں تو کیا ہے
انتہی یہاں تک مولوی صاحب کی عبارت تھی **اقول** مولوی صاحب نے اس غصب فدک میں کچھ مکاری نہیں کی ہی اور نہ کچھ دھوکا دیا ہی اہل سنت کی کتابوں میں جو کچھ فدک کے مقدمہ میں لکھا
ہے وہ انہوں نے نقل کر دیا ہی اور اپنی کتاب سے کچھ نہیں لکھا ہی بلکہ جو کچھ لکھا ہی وہ سب قول علما اہل سنت کے ہیں تو ان علما پر اپنی لعنت کر کہ تمنے ایسی باتیں کیوں لکھیں ہیں فدک کے مقدمہ
میں کہ جسمیں شیعوں کو ایک دستاویز ہوگئی اور انکو اعتراض کرنیکی گنجایش ہوگئی جو کچھ قصور ہے اس مقدمہ میں تیرے علما کا ہی اور وہ ہی سکا بہی ہیں اور وہ ہی اپنی عوام کو دہوکا دیتے ہیں ایسی
عبارتیں لکھکر اور وہ ہی عقل کے اندھے ہیں کہ ایسی باتیں لکھکر اعتراض کراتے ہیں لیکن جو کچھ حق ہی وہ بے تامل انکی قلم سے نکلجاتا ہی اور ہر چند جانتے ہیں کہ حق کو چھپائیں مگر پھر بھی ظاہر ہی
ہو جاتا ہی اور مولوی صاحب نے تو میر نادر علی صاحب کو خط لکھا تھا کہ وہ انکے ہم مذہب ہیں تجھکو تو نہیں لکھا اور نہ اور کسی سنی کو لکھا ہی تجھکو کس واسطے ناگوار ہوا اور تو نے انکے دیپے ہو کر کس لئے رو سیاہی
دنیا اور آخرت کی اختیار کی **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری سنئے کہ یہ اعتراض غصب فدک ایک پرانی بات ہے کچھ ملازمان مولوی صاحب ہی کو نہیں سوجھی سارے شیعہ اسی ہی گاتے
رہے ہیں القصہ مولوی صاحب بھی پرانی قے چاٹتے ہیں جو اگلے اگلتے چلے آئے ہیں پر افسوس یہ ہے کہ ابتدا میں کسی نے یہ دروغ بے فروغ زبان سے نکالا تھا تو نکالا تھا جبتک علماء اہل سنت
کو اسکی خبر بھی نہ تھی لیکن جسوقت علماء اہل سنت نے جوابات دنداں شکن سے شیعوں کے دانت توڑ دیئے ہوں تب تو غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو منہ پر بھی نہ لاتے اگر صواعق اور صواعق کیا
تھی تو بفضلہ تعالیٰ تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ و منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظر بے بدل مولوی حیدر علی سلمہ کہ علماء لکھنؤ بھی انکی سامنے بولگئے تھے
کثرت سے موجود ہیں انمیں اس دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے انکو رد کرنا تھا جب کہیں اس بات کو زبان پر لانا تھا کیا اگر شرم خدا سے نہ تھی غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اٹھا دھرا
کیسا ہی نامعقول کیوں نہو پر اپنی بات کا جواب سنکر ایک دفعہ تو چپ ہی ہو رہتا ہی ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہی کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں
اور ہاتھ پاؤں سے معقول کرتے ہیں تو وہ چونکہ ہاتھ پاؤں کے مارا ہوا ہوتا ہی اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جایا کرتا ہی مثل مشہور ہے مرد کی ہاتھ چلیں
نامرد کی زبان سو یہی وتیرہ حضرات شیعہ کا ہی کہ اہل سنت کے جوابات دنداں شکن سے سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع پر مناسب یوں تھا کہ
ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ مولوی عمار علی صاحب نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں تو ہمکو بھی لازم ہی کہ انکو انکی حقیقت دکھلا دیجئے **اقول**
اگر تیرے نزدیک اعتراض غصب فدک کا پرانا ہی تو دین محمدی بھی پرانا ہی اگر اسکو پسند نہیں کرتا ہی تو اسکو بھی پسند نہ کر رسول خدا صلعم کی وفات کے قریب سے یہ اعتراض پرانا ہی ابتدا سے

ایسا چلا آتا ہے کہ اہل سنت سے آجتک جواب ۔۔۔ اسکا درست نہیں ہو سکا واہی اور پوچ تاویلیں اسمیں کرتے ہیں اور اعتراض جدید کا تو کیا جواب نکلے اور اوستے اگلی ہوئی علما کی تو تو جاتا ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا تو نے ترجمہ ہو بہو کر دیا ہے اپنے گھر سے تو نے کیا لکھا ہے اور ہمیشہ سے قاضی عبد الجبار وغیرہ علما اہل سنت اسکا جواب لکھتے چلے آئے ہیں لیکن کسی سے اسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اور علمائے شیعہ نے اس مقدمہ میں علماء اہل سنت کا ایسا سر توڑا ہے کہ سر نہیں اٹھا سکتے اور اسکے جواب سے عاجز ہیں اور نصر اللہ کابلی صاحب صواقع بڑا مفتری اور دروغ گو ہے صدہا دروغ اس نے شیعوں پر باندھے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اسی کی کتاب صواقع کا فارسی میں ترجمہ کر کے کتاب تحفہ لکھی ہے اور حیدر علی کفش فروش بھی انکا ہی خوشہ چین ہے اور ہمارے علماء نے ان سب کا نقض کیا ہے اگر تجھ کو اسکی خبر نہیں ہے تو اب خبر ہو جائیگی دیکھ تو کہ میں انکی قولوں کو جو کچھ نمونے انکی کتابوں سے لکھے ہیں کیسا رد کرتا ہوں اور مثل غبار کے پراگندہ کرتا ہوں ویسے غیرت تو اہل سنت میں ہے کہ اکثر کتابیں انکی علی الخصوص ابواب تحفہ رد کئے ہوئے پڑی ہیں اور کسی سنی نے انکا جواب نہیں لکھا اور منتہی الکلام کے جواب کی کیا تجھ کو خبر نہیں ہے کہ وہ کبھی کا رد ہو گیا ہے اور حیدر علی کفش فروش ہی علماء لکھنؤ کے سامنے بول گیا ہے اور تحفہ کے جواب اور منتہی الکلام کا جواب جو کثرت سے موجود ہے اور چھپ گیا ہے انمیں تیری دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے انکو رد کرنا تھا جب کہیں ہمارے مولوی صاحب کا جواب لکھنا تھا اگر شرم خدا سے نہ تھی غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اٹھا دھر کیا ہی نامعقول کیوں نہو اپنی بات کا جواب معقول سنکر ایک دفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہے ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہے کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سے معقول کرتے ہیں تو ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہوتا ہے اپنی زبان بیلگام سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتا ہے مثل مشہور ہے مرد کے ہاتھ چلیں نامرد کی زبان سو یہی تیرے حضرات اہل سنت کا ہے کہ شیعوں کی جوابات دنداں شکن سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع میں مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ اس شیخ نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے تو ہمکو بھی لازم ہے کہ اسکو اسکی حقیقت دکھلا دیجے **قال الشیخ الاشعری** سو عرض یہ ہے کہ ملازمان مولوی صاحب کو تو کلام اللہ نہ یاد ہے نہ یاد ہو اگر یقین نہو تو کوئی صاحب بھی پوچھ دیکھیں کہ یہ آیت کونسے سیپارہ میں ہے بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہبان مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیت کو فدک کے باب میں زبان پر بھی نہ لاتے بلکہ اگر ہم ہی کہتے جب بھی نہ مانتے وجہ اس سخن کی یہ ہے کہ یہ آیت کل دو جا کلام اللہ میں آئی ہے ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسرے سورہ روم میں سو دونوں کی دونو جگہ سے مکہ میں نازل ہوئی تھیں **اقول** مولوی صاحب کو تو قرآن خوب یاد نہو گا اور سنیوں میں اکثر آدمی حافظ قرآن ہیں لیکن اچھا تو بعضوں ہی کو یاد ہو گا اور شیعوں میں جو کوئی حافظ ہے وہ بہت اچھا حافظ ہے اور اسکو خوب یاد ہے چنانچہ ایک مرتبہ تہران میں اور دوسری مرتبہ امرتسر میں سنیوں اور شیعوں کی حافظوں کا مقابلہ ہوا تو شیعوں کے حافظ غالب آئے اور تو جو بار بار لکھتا ہے کہ شیعوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار کیوں ہوتا ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ خدا تعالی قرآن میں کاذب پر لعنت کرتا ہے اور قرآن تو تیرے عمر کو یاد نہیں ہوتا تھا بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا تو اسکی خوشی میں گائے ذبح کی تھی دیکھ لے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نہیں اور عورتوں سے الزام کھاتا تھا بسبب یاد نہونے قرآن کے چنانچہ تیری کتابوں میں لکھا ہے کہ حکم دیا عمر نے کہ جو کوئی عورت اپنا مہر مہر سنتی سے زیادہ مقرر کریگی تو میں وہ مہر اس سے لیکر بیت المال میں داخل کرونگا عورتیں یہ سنکر عمر کے پاس آئیں اور کہا کیا تجھ کو قرآن یاد نہیں ہے خدا تعالی تو قنطار یعنی مال کثیر کا حکم کرتا ہے مہر کے مقدمہ میں اور تو منع کرتا ہے اسوقت عمر نے عورتوں سے سنکر کہا کہ كُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتُ فِي الْحِجَالِ یعنی کل آدمی زیادہ عالم ہیں مسائل میں عمر سے یہاں تک کہ زنان پردہ نشین اور خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ یعنی تو اے پیغمبر مرنے والا ہے اور تحقیق کہ وہ سب مرنیوالے ہیں جسوقت کہ رسول خدا نے وفات پائی تو عمر نے کہا رسول خدا مرے نہیں ہیں کہیں پیغمبر بھی مرتا ہے اسوقت ابو بکر نے سمجھایا اور کہا کہ حضرت نے وفات پائی اور یہی آیت عمر کے سامنے پڑھی تو یقین ہوا اگر عمر کو یہ آیت یاد ہوتی تو کیوں کہتے کہ پیغمبر نہیں مرتا اور احکام قرآنی میں جسوقت غلطیاں کرتے تھے اور حضرت علی انکو غلطی پر متنبہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ لولا علی لہلک عمر اور ایسے ہی حضرت ابو بکر غلطیاں کرتے تھے اگر قرآن یاد ہوتا تو کیوں غلطی کرتے یہ شیخ شیعوں پر طعن کرتا ہے یہ دروغ وافترا کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا اور اپنے بڑوں کی خبر نہیں لیتا اور آیت وآتِ ذالقربی حقہ کے مقدمہ فدک میں ہونیکا کچھ شک نہیں ہے اور جس سورت میں یہ آیت ہے اس سورت کے مکی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ آیت بھی مکی ہو واسطے کہ اکثر سورتیں مکی ایسی ہیں کہ انمیں مدنی آیتیں داخل ہیں اور اکثر سورتیں مدنی ایسی ہیں کہ انمیں مکی آیتیں داخل ہیں پس ان دو سورتوں کا مکی ہونا تمہارے مقصود کو باطل نہیں کرتا ہے اور اگر یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے مدینہ میں نازل ہوئی ہو اور سوائے اسکے یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے یہ سب تیرے ہی مذہب کے علماء ہیں جو کہ ایسا لکھتے ہیں علی الخصوص جلال الدین سیوطی کہ جسکی تفسیر قرآن کی ہیں درمنثور اور اتقان تجھ سے تو وہ زیادہ ہی واقف تھے کیا وہ مثل تیرے دیوانہ تھے جو مکی آیت کو مدنی مقرر کرتے **قال الشیخ الاشعری** علماء تو اس بات کو جانتے ہی ہیں پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں کلام اللہ موجود ہیں کھولکر دیکھ لیں ان دونو سورتوں کی اول میں مکیہ لکھا ہوا ہو گا اور اگر کوئی الٹی کا سمجھنے والا مصاحف کا بایں وجہ اعتبار نکرے کہ کلام اللہ تو سنیوں ہی کی لکھی ہوئی ہے تو لیجئے شیعوں کی گواہی موجود ہے طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے سورۃ الروم مکیۃ الا قولہ فسبحان اللہ الخ یعنی علامہ طبرسی جسکے حوالہ سے یہ مذکور ہو گا کہ جب آیت وآتِ ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت

فاطمہ کو عطا فرمایا وہی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ سورۂ روم سوائے آیت فسبحان اللہ الخ سب کی سب مکی ہے اب کوئی مولوی صاحب پوچھے کہ مکہ میں فدک کہاں تھا فدک تو ہجرت سے چھٹے ساتویں سال بعد رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں آیا تھا اس صورت میں تو سنیوں کی معتبر کتابوں میں یہی اگر تصریح یوں لکھ دیتے کہ یہ آیت بعد خیبر کے فتح کے نازل ہوئی ہے تب بھی اعتبار نہ کرنا تھا بالجملہ پیشوایان مذہب شیعہ نے بات تو بنائی تھی لیکن کیا کریں کلیہ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد تقدیر سے چوک گئی **اقول** ہمارا کلام آیت وآت ذا القربی حقہ میں ہے نہ ان دونو سورتوں میں اگرچہ دونو سورہ مکی ہیں تو ہوا کرو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ سورۂ مکیہ میں آیات مدنیہ بھی داخل ہوتی ہیں اور ان دونو سورہ کا نام مکیہ کثرت آیات مکیہ کے سبب سے ہوا ہے کہ اکثر آیتیں انکی مکیہ ہیں اور انکا سورۂ مکیہ ہونا بعض آیات کے مدنیہ ہونے کو مانع نہیں ہے اور یہی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو اور یہ ہم سے کیا کہتا ہے اپنے علماء سے کہہ کہ تم نے ایسا کیوں لکھا ہے کہ شیعہ ہم کو تنگ کرتے ہیں اور جواب معقول ہم سے کچھ نہیں بن پڑتا اور کلام اللہ تو موافق مذہب شیعوں کے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اور سنیوں کے مذہب کے موافق قرآن ہرگز نہیں ہے اہل سنت وضو میں مسح پا کو جائز نہیں جانتے ہیں کسی ہندو یا نصرانی عربی داں کے آگے آیت وضو کو پیش کرو دیکھو تو وہ وضو میں پاؤں کے دھونے کو کہتا ہے یا مسح کرنیکو اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں اکثر اقوال مفسرین اہل سنت لکھتے ہیں مثل قتادہ اور ضحاک اور حسن اور مجاہد وغیرہ کے اور تمام کتاب انکے قولوں سے بھری ہوئی ہے اور انکے مذہب کے موافق تو وہ روایت ہے کہ جو کسی امام علیہ السلام سے منقول ہو لیکن سورۂ بنی اسرائیل کو نہ لکھا اسمیں بھی تو یہ آیت ہے اور سورۂ بنی اسرائیل اگرچہ سورۂ مکیہ ہے لیکن اسمیں پانچ آیتیں مدنی ہیں چنانچہ بعضے مفسرین نے لکھا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اور اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اور اَقِمِ الصَّلٰوةَ اور وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ ترتیب کلام اللہ کی موافق تنزیل کے نہیں ہے، ترتیب میں اکثر سورتیں مدنیہ قرآن شریف میں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہیں اور مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے اور اس آیت وآت ذا القربی حقہ کی آیت مدنیہ ہونیکی شہادت ہمارے پاس موجود ہے کہ علماء اہل سنت اسکو مدنی کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول خدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیا اور اگر ہم فرض کریں کہ یہ آیت مکی ہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ آیت اگرچہ مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی لیکن بعد ہجرت کے تعمیل ہوئی اور اگر یہ ہو تو بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ فدک مکہ میں نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ جو علم ازلی اپنے سے جانتا تھا کہ بعد ہجرت رسول خدا صلعم کے مکہ معظمہ سے طرف مدینہ منورہ کے خیبر جو امیر المومنین علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے فتح ہوگا اور فدک ہاتھ آئیگا تو حکم اسکا پہلے ہی سے نازل کر دیا اور نازل کرنے میں اس حکم کے کہ آئندہ کو وقوع میں آئیگا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نہ اسمیں کچھ مانع ہے اور ایسا بہت ہوا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت ما جعلنا الرؤیا التی اریناک کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے منبر پر بندر کودتے ہیں اور یہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں حضرت کے واسطے کوئی منبر نہ تھا اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مکہ میں وہ دکھلائی ہو حضرت کو وہ چیز کہ جو انکے واسطے مدینہ میں ہوگی اور شیعوں نے تو کچھ بات اس مقدمہ میں اپنی طرف سے نہیں بنائی ہے جو کچھ علماء اہل سنت لکھتے ہیں انکے مطابق وہ بھی لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو یہ شبہ ہو کہ کسی سے بھی کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ یا نواح مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے خواہ قبل ہجرت ہو یا بعد ہجرت سو ہو سکتی ہے کہ غزوۂ فتح میں یہ سورتیں نازل ہوئی ہوں اور اس سبب سے انکو مکی کہتے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت ولا تجہر بصلوٰتک الخ اور سورۂ روم کی پہلی آیت کے شان نزول خود سیاقات پر شاہد ہیں کہ انکا نزول ہجرت سے پیشتر ہے علاوہ بریں مولوی دلدار علی صاحب نے رسالہ ضیغمیہ میں سنیوں کے اس مسئلہ کہ آیت اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہے جو اعتراض کرتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے سو یہ اعتراض جبھی وارد ہو سکتا ہے کہ مکی مدنی سے یہی مشہور اصطلاح مراد ہو یعنی مکی وہ ہے جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہو اور مدنی وہ جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہو اور مولوی دلدار علی صاحب اسباب میں ہمارے موافق ہوں مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ کی یہ تفسیر جو مولوی عمار علی صاحب اور سوا انکے اور شیعہ کہتے ہیں سراسر غلط ہوگی **اقول** میں نے تسلیم کیا کہ یہ دونو سورہ مکیہ ہیں چنانچہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور یہ دونو آیتیں ولا تجہر بصلوتک اور سورۂ روم کی پہلی آیت بھی مکی ہی ہیں لیکن کل آیتیں انکی مکی نہیں ہیں بلکہ بعضے انکی مدنی بھی ہیں اور اکثر آیتیں چونکہ انکی مکی ہیں سو اسواسطے انکا نام مکی ہے اور رسالہ ضیغمیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی درست ہے اسواسطے کہ آیت اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے یہ آیت آیۂ متعہ کو جو کہ مدنی ہے کیونکر منسوخ کریگی لیکن آیت وآت ذا القربی حقہ مکی نہیں ہے اب یہ مولوی دلدار علی صاحب کا قول ہمارے قول کے موافق ہے یا اہل سنت کے قول کے موافق اور جو کچھ ہمارے مولوی صاحب نے آیت وآت ذا القربی کی تفسیر کی ہے وہ صحیح اور درست ہوئی اور قول اس شیخ کا باطل اور غلط ہوا اور اگر آیت وآت ذا القربی حقہ مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اسمیں حکم فدک کے ہبہ کرنیکا ہو سو اسواسطے کہ روایتوں میں یہ حکم آیا ہے اور آیت الا علی ازواجہم وہ مکی ہے کہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے چنانچہ سب تفسیروں سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اہل فہم و دانش سے یہ التماس ہے کہ خدارا میری رو رعایت نکریں پر انصاف کریں کیا یہ بھی تو کچھ اہل بیت پر ظلم کے برابر نہیں جو اتنا بہتان ہے کیا ذا القربی کے یہی معنی ہیں اور حقہ کا یہی ترجمہ ہے جو اس روایت میں مذکور ہے بھلا سنیوں کو اول تو ایمان دوسرے یہ خبر بھی ہے کہ یہ روایت ساختہ و پرداختہ حضرات شیعہ ہی ہے پر جیسے مجوسی نصرانی ہندو عربی خواں کہ نہ انکو یہ خبر ہے کہ یہ خبر سراسر غلط ہے اور نہ کچھ پاس عزت و عظمت رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آیت کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے سو بدولت عنایات حضرات شیعہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ دشمنان

بعد ہجرت سے نازل ہوئی

رسول صلعم کو بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی متہم کر کے یوں کہیں کہ یہ جبرئیل کا حوالہ فقط اسلئے گھڑ لیا تھا کہ اپنی بیٹی کو دینے میں کوئی تکرار نکرے ورنہ کلام اللہ کے الفاظ سے اس تفسیر کو مناسبت
نہیں ذالقربیٰ ایک لفظ کلی ہے بمعنی قریب فقط حضرت فاطمہ میں کیونکر منحصر ہو جاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے قرابتی کچھ ایک دو نتھے ہزاروں تھے خاصکر حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم
جو بشہادت قرآن و روایت اصح الکتب شیعہ کافی کلینی قرابت حضرت فاطمہ ہی کی برابر تھیں کچھ کم نتھیں چنانچہ اسکے اوپر مرقوم ہو چکی اور اگر یوں کہئے کہ یہ تینوں صاحبزادیاں اس آیت کے نزول
سے پہلے وفات پا چکی تھیں تو یہ تو غلط کیونکہ یہ مکی ہے اور ان دونو کا مدینہ میں انتقال ہوا اور سلمنا حضرت علی اور عباس و حسنین اور حضرت جعفر وغیرہ تو فدک کے آنیکے وقت موجود تھے
اور یہ سب باتفاق عالم رسول اللہ صلعم کے قرابتی ہیں تو اس صورت میں حضرت فاطمہ کو حق کیا دیا اور سب اتنیوں کا حق تلف کر دیا اور اگر بمعنی الیقین نہو تو ان معنوں کی تصدیق
کیلیے تم مولوی عمار علی صاحب کو ہی شاہد لاتے ہیں کہ دیکھیے وہ خود اس آیت کے معنی بھی لکھتے ہیں کہ دے تو اے محمد قریبوں کو حق انکا دوسرے حصہ کی تفسیر میں فدک کا کہنا بعینہ ایسا
ہی مہمل جواب ہے جیسا کسی نے اپنا نام ہجوں سے تبلایا تھا ع ف زبر عف میرا نام محمد یوسف ہے بھلا ایسی لوچ باتیں اللہ اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں انہیں اتنا بھی خیال نہیں
آتا کہ ہمیں کسی نے کہہ لیا تو کہہ لیا پر خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کوئی کیا کہیگا شاید ان افترا پردازیوں سے یہ غرض ہو کہ ہم سے اگر خدا اور رسول کی موافق نہیں ہو جاتا تو آؤ جتنا ہو سکے خدا و
رسول ہی ہمیں موافق کر لیں **اقول** اے اہل دانش و فہم خدارا میری بد دعوے و رعایت تحزب اور انصاف سے نظر کرو کہ یہ شیخ نجدی دشمن اہلبیت حضرت فاطمہ زہرا سے کس قدر عداوت رکھتا ہے اور ان
معصومہ مظلومہ کے حق کو مٹاتا ہے اور ابو بکر کی رعایت سے کہ اسنے حق فاطمہ زہرا کا غصب کیا تھا اپنے عالموں اور اپنی کتابوں کو جھوٹا ٹھیراتا ہے اور انکو مفتری و دروغگو کہتا ہے اسواسطے کہ مولوی
صاحب نے جو لکھا ہے اسکے علماء کی کتابوں سے لکھا ہے اور اپنی مذہب کے کسی کتاب سے نہیں لکھا اور نہ اپنی طرف سے کچھ لکھا ہے اور باوجود اسکے کہ مولوی صاحب نے تو انکی کتابوں سے لکھا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ روایت
ساختہ اور پرداختہ حضرات شیعہ ہی یہ ایسا ہی جیسے کہ اگر مسلمان نصرانیوں سے کہیں کہ انجیل میں لکھا ہے کہ خدا تین ہیں اور نصرانی اسکے جواب میں کہیں کہ یہ ساختہ اور پرداختہ مسلمانوں کا ہے اور راز برائے
خدا دیکھو تو ترجمہ اس آیت مذکورہ کا بھی ہے یا نہیں جسوقت روایات مذکورہ اہل سنت کی موافق اسکے ہم تفسیر کریں اور اگر مراد اسکی یہ ہے ترجمہ سے کہ فدک اور فاطمہ کا لفظ اس آیت میں نہیں ہے تو ایسی آیتیں مجمل تو
قرآن میں بہت ہیں لیکن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے اسکی تفسیر بیان کر کے تفصیل کر دی ہے اور اگر مجمل لفظوں کا لحاظ ہو اور اسکی تفسیر پر نظر نہو تو تمام شریعت لغو اور بیکار ہو جائے یہ ایسا ہی جیسے کہ قرآن
میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز کو پڑھو اور لوگ ظہر اور عصر و عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت و صبح کی دو رکعت پڑھتے ہیں کوئی شخص عقل کا دشمن مثل اس شیخ نجدی کی کہنے لگے کہ قرآن میں ظہر اور
عصر اور مغرب و عشا اور صبح کا اور بعضی نماز کے چار رکعت ہونیکا اور بعضے کی تین رکعت ہونیکا اور بعضی کی دو رکعت ہونیکا ذکر کہاں ہے تو اسوجہ سے چاہیئے کہ نماز کا پڑھنا چھوڑ دیں اور اہل سنت کو تو اس
ایمان کا اسوقت ہوتا کہ جسوقت انکو ایمان صحیح حاصل ہوتا انہوں نے تو محبت میں دشمنان اہلبیت کے اپنے ایمان کو خاک میں ملا دیا اور یہودی و نصرانی اور ہندو جسوقت اس آیت کو مع تفسیر اہل سنت
کی دیکھیں گے تو انکو یقین ہو جائیگا کہ جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے مطابق مذہب اہلسنت کے ہے اور اگر بدون تفسیر کے آیت کو دیکھیں گے تو انکی سمجھ میں کچھ نہ آئیگا اور مسلمانوں پر اعتراض کرینگے اور اس دشمن اہلبیت کی شرارت اور بد ذاتی کو
ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا دختر نیک اختر اپنی کو جو فدک دیا تو یہ بدترین بنی امیہ اسکو دنیا طلبی و حیلہ پردازی قرار دیتا ہے اور سوا اس شیخ نجدی کے اور اسکے ہم مذہبوں کے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو حضرت
متہم بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی کرے اس پردہ میں یہ بدترین بنی امیہ جناب سرور کائنات پر طعن کرتا ہے کہ فاطمہ زہرا کو کسواسطے فدک دیا کہ ابو بکر اسکے غصب کے عذاب میں گرفتار
ہوا اور یہ جو کہتا ہے کہ لوگ حضرت کو متہم کرینگے یہ ایک بناوٹ اسکی ہے اور جبرئیل سے پوچھنا بھی اسکی کتابوں میں لکھا ہے ان لوگوں پر اپنے مذہب کے اسکو نفرین کرنا چاہیئے کہ انہوں نے ایسا
کیوں لکھا اور تکرار کرنا لوگوں کا فدک کے مقدمہ میں درکنار رہا ابو بکر نے تو بلا تامل اسکو غصب کر لیا مع تکرار اور ہمنے تسلیم کیا کہ ذالقربیٰ کا لفظ کلی ہے لیکن جسوقت کہ حضرت جبرئیل نے اسکو
خاص کر دیا موافق روایات فریقین کے تو کلیت اسمیں کہاں باقی رہی اور آیہ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ میں جو قربیٰ کا لفظ ہے یہ بھی تو عام ہے اور سب بیبیوں کو شامل ہے
پھر حضرت رسول خدا صلعم نے کسواسطے اسکو خاص کر دیا اور فرمایا کہ مراد قربیٰ سے علی اور فاطمہ و حسن و حسین ہیں اور سب قرابتیوں کو سوائے انکے خارج کر دیا جیسا کہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں
لکھا ہے اور آیت وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ میں بھی اولو الفضل کا لفظ عام ہے پھر تم اس لفظ سے ابو بکر کے واسطے مراد لیتے ہو اور آیہ مباہلہ نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ میں نساءنا کا لفظ حضرت
کی سب بیبیوں اور بیٹیوں کو تمہاری مذہب کے موافق شامل ہے فاطمہ تنہا کو تم کسواسطے کہتے ہو اور کسواسطے نساء کو فاطمہ تنہا میں منحصر کرتے ہو باوجودیکہ وہ لفظ جمع کا ہے اور حضرت زینب اور
رقیہ اور ام کلثوم جناب رسول خدا صلعم کے قریبوں میں سے نتھیں اگر قریبوں میں سے ہوتیں تو آیت اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اور آیہ تطہیر میں یہ بھی داخل ہوتیں اگر حضرت کے نطفہ سے یہ ہوتیں اور
شہادت قرآن اور روایت کافی کا جواب پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں انکے ذکر میں جو مولوی صاحب کے خط کے ابتدا میں گزرا ہے اور حضرت علی و حضرت عباس وغیرہ گو حضرت صلعم کے
قریبوں میں سے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو خاص کر دیا اور زبانی حضرت جبرئیل کی خبر کر دی اور بموجب حکم خدا کے یہ حق خاص فاطمہ زہرا ہی کا تھا اور
کسیکا نتھا اسواسطے حضرت نے فدک فاطمہ ہی کو دیا حق کسیکا تلف نہیں کیا اور جو مولوی صاحب نے ترجمہ اسکا درست کیا ہے لیکن جبرئیل کے بیان سے فاطمہ زہرا سب قریبوں میں سے خاص
ہو گئیں جیسے کہ نساءنا کے لفظ میں خاص ہو گئیں اور اولو الفضل کے لفظ میں ابو بکر خاص ہو گئے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ ایک زٹل ہے اسکا جواب کیا ہو اور پیام رجعی جو کچھ کہ مولوی

صاحب نے لکھا ہے یہ ہرگز پوچ نہیں ہے اور کلام اللہ میں ایسا بہت آیا ہے چنانچہ ہم کہہ چکے ہیں ورنہ خدا اور رسول خدا کی طرف اس امر کی نسبت کرنے میں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ ہم اسکو بیان کر چکے البتہ حضرت ابوبکر کے واسطے خرابی ہے کہ وہ غاصب اسکے تھے اور اسی واسطے تو سوختہ ہو کر انکی حمایت میں ایسی پوچ باتیں لکھتا ہے اور اگر اسمیں کچھ افترا پردازی ہے تو تیرے علما کی ہے انہیں پر نفرین کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا اور اس امر میں ہم خدا اور رسول خدا کے موافق ہیں اور وہ ہمارے موافق ہیں اور مخالف انکا تو ہے کہ انکے حکم میں چون و چرا کرتا ہے

قال الشیخ الاشعری سبحان اللہ ان تیرہ درونوں سے یہ تو نہوا کہ اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ثابت کریں اور ظاہر کر دکھلائیں بلکہ ایسی باتیں کر کے دونوں کو چھپا لیا بلکہ ایسی باتیں کہ جنکو سنکر ناواقفوں کی تو ایک دفعہ کو کان کھڑے ہو جائیں اور جی میں متردد ہوں کہ یہ بلاغت اور فصاحت کلام اللہ کا شہرہ اسی خوبی پر ہے تو بلاغت اور فصاحت معلوم اس چیستان لاحل ہونے سے کیا حاصل تھا **اقول** کوئی ان تیرہ درونان دشمنان اہلبیتؑ مطیعان خلفاء ثلاثہ سے پوچھے کہ ثابت اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ہمنے دے رکھی ہے یا تمنے ارے ہم معانی کلام اللہ کو انسے لیتے ہیں کہ جو وارثان علم نبی کریم تھے اور تم پیروی انکی کرتے ہو کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور اپنے کئے اور کہے پر نادم ہوتے تھے تمہارے پاس مضمون صحیح اور درست کلام خدا کا کہاں ہے اور یا جو کہتے ہو اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر لیے کہتے ہو تم فصاحت و بلاغت کو کیا جانو اور چیستان تمہارا کلام ہے کہ مخالف تفسیر صحیح کے کہتے ہو اور نہ یہ عذر ہو سکتا ہے کہ جو کچھ تیری مرضی کے موافق کوئی کہے تو وہ درست ہو اور اسی میں اعجاز قرآن کا اور فصاحت و بلاغت اسکی باقی رہے اور جو کوئی مضمون واقعی قرآن کا اور مطابق قول علماء سلف کے بیان کرے وہ صحیح نہو اور نہ فصاحت و بلاغت قرآن کی باقی رہے اور جلال الدین سیوطی کہ جسنے دو تفسیریں لکھی ہیں اور علماء اہل سنت اسی کے کلام کو فیصلہ جانتے ہیں وہ تو اعجاز قرآن اور شرف رسول اللہ صلعم کو کچھ نہ ثابت کر سکا اور اس نے قرآن کی تفسیر غلط لکھدی اور تو ایک شخص کندہ ناتراش قرآن کو خوب سمجھا ہوا ہے

قال الشیخ الاشعری اگر آیت فاطمہ و فدک کے واسطے ہوتی تو لفظ مختصر اور معنی واضح ہو جاتے ہاں اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیت فدک وغیرہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں فدک کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی خاص چیز دبا لیتا ہے تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو القصہ جہاں مخاطب کے پاس کوئی کسیکی خاص چیز دبی ہوئی ہوتی ہے یا کسیکے ذمہ کوئی حق معلوم ہوتا ہے تو وہاں البتہ اس چیز کا یا اس حق کا لفظ حقہ سے تعبیر کرنا بجا خود ہوتا ہے چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں اگر مولوی صاحب کا کہنا سچ ہی ہو اور پھر رسول صلعم کی طرف یہ احتمال محال ہو دے سکے تب بھی کلام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ فدک اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت فاطمہ کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف مزعوم شیعہ ہے کیونکہ سب کے اعتقاد تو شیعو کو بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ ہونے کے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اسلئے کہ وہ اس آیت ہی کو قبالہ ہبہ سمجھتے ہیں چنانچہ اس آیت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے اور ظاہر ہے کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب ہی کی ملک ہوتی ہے تو پھر فدک کو حقہ کی تفسیر میں کہنا بنانیوالے کی کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے عیب کرنے کو ہنر چاہیے **اقول** اکثر آیات قرآنیہ مجمل ہیں اور مطلب انکا شارع کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے اور اگر ایسا نہو تو معنی قرآن خدا ہی کے پاس ہوں اور بندوں کو کچھ علم اسکا حاصل نہو اب میں اس ناصبی سے پوچھتا ہوں کہ کلام اللہ میں تو صرف اسیقدر حکم ہے کہ نماز پڑھو لیکن تو ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتا ہے یہ کلام اللہ میں تو نہیں ہے اور کلام اللہ میں اسیقدر ہے کہ زکوۃ دو تم لیکن یہ اسمیں نہیں ہے کہ کس کس چیز میں زکوۃ ہے اور ہر چیز کی کیا مقدار ہے خدا تعالی کو چاہئے تھا کہ مفصل بیان کرتا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کے بیان پر موقوف نرکھتا تاکہ بندے قرآن ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتے اور دوسرے سے پوچھنے کی احتیاج نہوتی اور فدک فاطمہ کا حق ہونا تو خدا تعالی کے نزدیک روز ازل سے ثابت ہے کہ اس نے ہی اسکو حق فاطمہ اپنے نزدیک مقرر کیا ہے کسیکے بیع کرنے پر موقوف نہیں ہے اور مجازاً بھی اسکو حق فاطمہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ رسول خدا صلعم فاطمہ زہرا کو فدک دینگے اور وہ حق اسکا ہو جائیگا اسواسطے پہلے ہی سے اسکو حق فاطمہ فرمایا جیسے کہ من قتل قتیلاً فلہ سلبہ کا حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی نے وحی کی ہو حضرت کو فدک کے دینے کی اور بعد اسکے اسکا حکم آیت میں نازل کیا ہو اور بعد اسکے مسکین اور ابن سبیل جو ہے وہ بھی حضرت ہی کے قریبوں سے ہے کہ حق اسکا خمس ہے چنانچہ دوسری آیت سے ثابت ہے اور یہ ناصبی لکھتا ہے کہ حق جو کسیکا ثابت ہوتا ہے یا تو بیع سے ہوتا ہے کہ وہ خرید کرے یا کوئی شخص اسکو ہبہ کرے اور فاطمہ زہرا نے نہ تو فدک کو خرید کیا تھا اور نہ کسی نے پہلے سے انکو ہبہ کیا تھا تاکہ وہ ملک فاطمہ کی ہوتی اور فاطمہ کا حق اسکو کہتے اس صورت میں فدک فاطمہ کا حق کیونکر کہلائیگا اب میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری تفسیروں میں کیا لکھا ہے تمہارے یہاں بھی تو یہی ترجمہ لکھا ہے اس آیت کا کہ دے تو قرابت والے کو حق اسکا اور محتاج کو اور مسافر کو سو مراد حق سے زکوۃ ہے یا اور کچھ فی سبیل اللہ ہے اب میں مطابق قول اس شیخ نجدی کے کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے قرابت والے یا محتاج یا مسافر کی ملکیت زکوۃ وغیرہ فی سبیل اللہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں مال زکوۃ کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی چیز خاص دبا لیتا ہے تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں سو اگر اہل سنت کا کہنا سچ ہی ہو اور پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کیطرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کلام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ مال زکوۃ وغیرہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے قرابت والے اور محتاج اور مسافر کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف عموم اہل سنت ہے کیونکہ سب کے اعتقاد سے تو اہل سنت بھی انکار ہی باقی رہا ہے وہ انکا اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب کے ملک میں ہوتی ہے تو پھر مال زکوۃ وغیرہ حقہ کی تفسیر میں کہنا کمال خوش فہمی

علمائے اہل سنت پر دلالت کرتا ہے کہ جنہیں ہم کہا ہے عیب کر نیکو سمجھا جائے اور اگر خطاب تو جناب رسول خدا صلعم سے ہو اور مراد تمام امت ہو تو بھی یہی حاصل ہے اور اگر حقہ سے مراد مال فی سبیل اللہ زکوٰۃ وغیرہ نہو بلکہ
قرض ہو یا ہبہ کیا یا بطور امانت کے ہو یا غصب کیا ہوا ہو تو ہمیں تخصیص قرابت والے اور مسافر اور محتاج کے کیا ہے بلکہ ہر شخص کے چیز کسیکے پاس ہے یا اُسکے ذمہ کچھ ہے کسیکا ہے تو اُسکو ادا کرنا لازم ہے اور روایت
کی بنانے والے علمائے اہل سنت ہیں اُنکو ملامت کرنا چاہئے کچھ شیعہ ہی تو اس میں متفرد نہیں ہیں جلال الدین سیوطی وغیرہ کی گو پر جا کر جوتیاں مار کہ تمنے ایسا کیوں لکھا **قال الشیخ**
الاشعری اور اگر ہم بپاس خاطر حضرات شیعہ مولوی صاحب کی بات کے بنانے کیلئے موافق نقل مشہور دروغ را اجرا باشد دروغی ہم یوں کہنے لگیں کہ ہاں سچ ہے یہ روایت سچ ہے اور ذالقربی
سے مراد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حقہ کے معنی فدک ہی ہیں تو مولوی صاحب اسکا کیا جواب دینگے کہ اس صورت میں موافق کلام اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کا ذکر بلفظ
ذالقربےٰ ہوگا تو لازم ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہوں اور جب قرار پایا تو بعد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کسی اور کو بنی ہاشم میں سے خمس کا حصہ لینا درست نہوا اور وجہ
اس نادرستی کے در صورت مرقومہ یہ ہے کہ آیت وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کا یہ ترجمہ ہے اور جان رکھو
کہ جو کچھ تم غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے ہے اُس میں سے پانچواں حصہ رسول کے واسطے اور قرابت والے کے واسطے اور محتاج کے لئے اور مسافر کے لئے فقط اب خمس کی تقسیم جو اس آیت میں کی گئی ہے
ہماری تمہاری مقرر کی ہوئی نہیں خدا کی مقرر کی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی مسلمانوں سے تو ہوئی نہیں سکتی پھر جب کہ ذالقربی حضرت فاطمہ ٹھہریں تو بعد اُنکے اور کسیکو اولاد میں سے یا بنی
ہاشم میں سے اُنکے خمس میں سے لینا درست نہو حالانکہ مذہب شیعہ اسی باب میں یہ ہے کہ نصف خمس امام وقت کا اور نصف باقی یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا اور ظاہر ہے کہ امام شیعوں کے نزدیک سوا دوازدہ
ائمہ کے اور کوئی نہیں سو وہ سب کے سب باتفاق شیعہ معصوم ہیں شیعوں کی تقسیم کے موافق علیؑ نے اپنی خلافت میں خمس میں سے لیا حضرت امام مہدیؑ لینگے بفتوا روایت قوم الاظلم اور حرام
ہوگا اور اگر کوئی شیعہ مذہب جودت طبع کو کار فرما کر یوں کہے کہ ہر چند ذالقربی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور خمس اصل میں انہیں کے لئے ہے لیکن ائمہ کو بوجہ میراث خمس کا لینا
جائز ہے تو میری یہ عرض ہے کہ اول تو میراث بقدر حصہ وارث نیا بتہ ہو کیا بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اماموں کے وقت میں سوا اماموں کے سادات میں سے حضرت فاطمہ زہرا کا اور کوئی
وارث ہی نتھا جو نصف خمس سادات کا سارا امام کے لئے تجویز ہوا اور مسلمنا کہ حضرت زہرا کے مال کے وارث انہیں اشخاص معدودہ کے لئے ہے لیکن جو چیز کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور حضرت
امام مہدیؑ کے زمانہ میں غنیمت میں آوے یا آئیگی وہ حضرت فاطمہ کی ملک ہی میں نہ آیا ملک ہونیکے لئے حیات ضرور ہے تو اس صورت میں اول تو خداوند علیم حکیم کے اس فرمانے کیا معنی ہوا
کہ جو کچھ غنیمت لاؤ اُسکا خمس ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ اور یتامی وغیرہ کے لئے ہے دوسرے جب وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی نہوئی تو بوجہ وراثت اماموں نے کیوں لیا اور یہی بھی خمس وراثت میں
نہ آیا ہو بلکہ استحقاق خمس وراثت میں آیا ہو لیکن کیا انصاف ہے کہ ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ زہرا کا استحقاق خمس تو بطور وراثت اولاد میں منتقل ہو جاوے پر رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے یتیموں
اور مساکین اور مسافروں کا استحقاق خمس بطور وراثت انکی اولاد میں منتقل نہو اگر یہی تو رہت ہے تو اُس زمانہ کے یتامی اور مساکین اور ابنا سبیل کی اولاد بھی بوجہ باپ دادا یتیم ہوں یا نہوں اور
مساکین ہوں کہ غنی مسافر ہوں یا مقیم مصروف خمس ہوں اور اماموں کے زمانہ کے یتیم اور مسکین اور ابناء سبیل کو اُسمیں سے دینا درست نہو وہ یوں ہی نکال باہر نکلتے ہیں **اقول**
اہل سنت جو معانی قرآن اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اور جو تفسیر قرآن کی کہ شارع سے منقول ہے اور جناب رسول خدا صلعم اور وارث اُنکے علم کے بیان کرتے ہیں اُسکی طرف لحاظ نہیں کرتے
اسواسطے وہ راہ حق کو نہیں پاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ذالقربی سے مراد کسی جگہہ تو کچھ ہے اور کسی جگہہ کچھ ہے ہم کہتے ہیں کہ جگہہ ذالقربےٰ سے مراد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی ہیں
اگر ہم اپنی رائے سے کہیں تو البتہ ہر جگہہ ذالقربےٰ سے مراد فاطمہ زہرا لے سکتے ہیں لیکن جناب رسولخدا صلعم نے کسی جگہہ تو فرمایا ہے کہ مراد اُس سے فاطمہ زہرا ہیں چنانچہ اس آیت میں اور کسی
جگہہ فرمایا ہے کہ مراد قربی سے حضرت کے بنی ہاشم ہیں جیسا کہ خمس کی آیت میں اور آیۃ المودۃ فی القربیٰ میں مراد قربی سے علی و حسن و حسین ہیں چنانچہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے
پس مراد قربی سے ہر آیت میں وہ ہے کہ جو حضرت نے فرمایا ہے اور جس وقت کہ حضرت نے ہر آیت میں قربی کی تفسیر کر دی ہو تو پھر کسیکو یہ نہیں چاہئے کہ اپنی رائے کو دخل دیکر اپنی رائے سے کوئی معنی
بیان کرے پس جس وقت حضرت نے ایسا فرمایا ہو تو اس صورت میں اور تو سے کیا کہتا ہے اپنی علما رید نفرین کر اور کہہ کہ ذالقربی سے مراد فاطمہ تنہا کس طرح لی ہے تنہا اُنکا بیان
نہیں ہو سکتا میرے نزدیک ہر جگہہ حضرت فاطمہ زہرا تنہا مراد نہیں ہو سکتے ہیں اگر تنہا مراد ہیں تو آیۃ ذالقربی حقہ میں مراد ہیں اور آیت خمس میں وہ معنی ہیں مراد ہیں قرابت والوں سے
اور سوا اُنکے اور بھی ہیں حضرت کے قربیوں میں سے جن پر صدقہ حرام ہے اور قربی کا حصہ کچھ مخصوص حضرت فاطمہ زہرا ہی کے واسطے نہیں ہے خمس میں سے اس میں سب ہی شریک ہیں پس بعد انکے
جو کچھ اس پر متفرع کر کے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت کے قربیوں میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کا حصہ اُنکی غنیمت میں سے اور سوائے اُنکے جو بقیہ حصہ ہے کا بنی ہاشم میں سے وہ دیا جاتا ہے
اور تقسیم خمس کی رسولخدا صلعم کے زمانہ میں اس طرح سے ہوتے تھے سو خمس کے چھ حصہ ہوتے تھے ایک حصہ خدا کا اور ایک پیغمبر کا اور ایک پیغمبر کے قریبوں کا اور تین حصے تقسیم رسولخدا صلعم یتیموں اور
حصہ بنی ہاشم کے یتیموں کو اور ایک حصہ انکے مسکینوں کو اور ایک انکے مسافروں کو دیتے تھے اور بعد رسولخدا صلعم کے حصہ خدا کا اور پیغمبر کا اور قریبوں کا امام کو پہنچتا ہے اس جہت سے کہ وہ قائم
مقام پیغمبر کے ہیں لیکن بعد رسولخدا صلعم کے دشمنان آل رسول نے قرابتی حصہ کو موقوف کر دیا اور رسولخدا صلعم کے قریبوں کو نہ دیا پس امام علیہ السلام کو جو دیا خمس خدا اور پیغمبر خدا اور

اقربائے پیغمبر خدا کے حصہ کا پہنچتا ہے اس جہت سے کہ وہ قایم مقام پیغمبر کے ہیں نہ اور کسی جہت سے کہ وہ سارا حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہو اور امام کے نصف اُس میں سے لیا ہو یا وراثۃً فاطمہ زہرا کا
حق امام کو پہنچا ہو ایسا نہیں ہے اور جو کچھ امام کو پہنچتا ہے وہ حضرت فاطمہ کی ملک نہیں ہے کہ اُنکی حیات کی ضرورت ہو اور نہ بطور وراثت کے امام کو اُن سے پہنچتا ہے اور رسول خدا صلعم اپنی
زمانہ میں یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو بنی ہاشم کے دیا کرتے تھے اور اب بھی شیعوں میں سے جو کوئی خمس دیتا ہے سوائے مال غنیمت کہ وہ اب نہیں ہے سب دیتا ہے جسقدر آدمیوں کو چاہیے مثل زکوۃ
کے یہ لوگ مستحقان خمس اب بھی خاک پھانکتے نہیں پھرتے اور فاطمہ زہرا جیسے کہ فدک کی مالک ہوئیں ایسی ہی خمس میں بھی شریک ہیں اُس میں سے بھی اپنا حصہ پائینگی اور یہ تقسیم خدا تعالے
کی بہت درست ہے اور موافق استحقاق کے ہر ایک کو پہنچا ہے نہ زیادہ والیکو کم نہ کم والیکو زیادہ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ یہ روایت سنیوں کی
کتابوں کی حوالوں سے مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے اگر غلط ہو تو شیعوں کو کیا نقصان ہے سنیوں کو الزام کے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ اُنکی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو یہی غلط
کہ روایت شیعوں کی نہیں کیونکہ مجمع البیان طبرسی میں حضرت ابو سعید خدری سے اور حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق کے حوالے سے یہ روایت موجود ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور اسکو اُنکی سپرد کر دیا باقی رہا یہ سنیوں کی کتابوں میں بھی روایت پائی جاتی ہے تو اسکا جواب معقول ہم سے سنیئے جناب من روایت مذکورہ مسلمات
ہر دو فرقہ حضرات شیعہ سے ہے چنانچہ تقریر سابق میں بخوبی اس بات کی تحقیق مندرج ہو چکی ہے لیکن مزید تسکین کے لئے اتنا اور بھی سنیئے کہ سنی اول تو ایسے بے عقل نہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز انکو نہ آتی ہو
تیسرے کلام اللہ کے حرف حرف کے اکثر سنی حافظ اور محافظ انکو ہر آیت کے سیاق و سباق پر نظر رہتی ہے اور ایک مضمون کی جتنی آیتیں ہوتی ہیں اُن سب کی خبر رکھتے ہیں جیسے شیعہ اپنی تیرہ درونی
اور کجی عقلی اور کلام اللہ کی محفوظ نہونے اور موقع استدلال کے سیاق سباق کے یاد نہونیکی باعث صحیح مطلب کے جگہ غلط سمجھ جاتے ہیں سنی غلط نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ بفضلہ تعالی ان عیوب سے
کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کھرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں سنی روایت کو کلام اللہ پر مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں سو وہ کیونکر ایسی روایت بے سند کو کہ قطع نظر بے سند ہونیکے اس آیت
کا سیاق و سباق بلکہ خود اُس روایت کے لفظ اور معنی غلط ہونیکے گواہ ہوں اپنی کتب میں درج کرتے سب مقتدایان شیعہ کی چالاکی ہے تا عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم
برطرف کر دیں **اقول** اس دروغ گوئی اور اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کہ ہم ایسے ہیں اور ایسے ہیں کیا فائدہ ہے اس دروغ بے فروغ کو کہ جو بے سند اور بے دلیل ہے کون پسند کرتا ہے اور ہم
کب یہ کہتا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں روایت نہیں ہے لیکن سنیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور اسیواسطے اس روایت میں زیادہ متانت اور استحکام ہے کہ یہ روایت دونوں فرقوں میں موجود ہے اور
روایت کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور یہ روایت غلط کیونکر ہو سکتی ہے کہ جس وقت دونوں مذہبوں میں پائی جائے اور سنیوں کی ایک کتاب میں یہ روایت نہیں
ہے بلکہ بہت سی کتابوں میں ہے مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور مسند ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ و تاریخ حاکم اور معارج النبوت اور تاریخ آل عباس اور مقصد اقصے وغیرہ کے اور سُن
شیخ کے نزدیک تقیہ کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ از راہ تقیہ کسی سنی نے یہ روایت درج کتاب کی ہو ابہم ان علمائے کثیرہ کا اعتبار کریں یا اس شیخ نجدی کا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ روایت کو بنائیں تو
شیعہ اور جا کو دی وہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اور اگر شیعہ داخل کرتا تو کسی ایک شخص کی کتاب میں داخل کرتا نہ کہ اسقدر علماء کی کتابوں میں اور شیعہ کے داخل کرنے سے پہلے کوئی
ایسی کتاب بھی تو ہو گی کہ جس میں یہ روایت نہو اُس کتاب کو دکھلاؤ یا یہ کہ وہ شیعہ وقت تالیف کے ہمیشہ اُس مولف کے پاس ہی بیٹھا رہتا تھا کہ اُسکے مسودہ میں سے یہ روایت داخل
کر دی اور اگر داخل کی ہو گی تو اُس شخص کی کتاب میں داخل ہوئی ہو گی جو ان سب سے پہلے گزرا ہے لیکن اُسکے بعد جو علماء گزرے ہیں اُنہوں نے اُس روایت کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں
کس واسطے درج کیا اُنکو کیا خبر نہوئی کہ کسی شیعہ نے یہ روایت داخل کر دی ہے صرف مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کو اور اُنکے پیروی سے تجھکو ہی اسکا علم ہوا ہے
لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور جو کچھ پہلے اسکے جواب میں لکھا ہے وہ سب سر تا پا ہے اور جو کچھ اب لکھتے ہیں وہ بھی پوچ ہے کہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں اور اگر اہل سنت
عقلمند ہوتے تو ہرگز خلفائے ثلثہ کے اور دشمنان اہلبیت کی پیروی نکرتے اُنکی برابر کون بے عقل ہو گا کہ سچ کو جھوٹ سے تمیز ہی نہیں کرتے ہیں اور کلام اللہ کے لفظوں کو طوطے کی طرح حفظ
کرنے سے کیا فائدہ ہے کلام اللہ کے مضمون کو تو نہیں سمجھتے ہیں اور نہ اُسکے سیاق و سباق پر نظر ہے اور تیرہ درون شیعہ ہرگز نہیں ہیں تیرہ درون تو تیرے بڑے ہیں کہ جو احکام خدا
میں غلطیاں کہاتے تھے اور قرآن کی آیتوں سے بے خبر رہتے تھے اسی جہت سے زن و مرد سے الزام کہاتے تھے اور صحیح مطلب کی جگہ غلط بولتے تھے یہ بسبب یاد نہونے قرآن کے اور اہل سنت جو
انہی پیروی کرتے ہیں اسیواسطے صحیح مطلب کی جگہ غلطیاں کرتے ہیں اور جو کہ صحیح ہے اُسکو غلط سمجھتے ہیں یہ ایسے عیوب اُنکے ذہنوں میں ثلثہ کی پیروی کی جہت سے راسخ ہو رہے ہیں اور سنی
ہرگز تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں کرتے ہیں وہ شیعہ ہی ہیں کہ بسبب پیروی معصومین اور وارثان علم نبی کریم کی جہت سے جیسے کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کھوٹا پرکھ لیتے ہیں ایسی ہی
روایت کو کلام اللہ کے مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں جیسے کہ یہ روایت کہ مطابق ہے کلام اللہ الٰہی کے بعضے سنی جاہل نیم ملا کو اس شیخ نجدی کے اور اگر اسقدر تمیز ہوتی تو
وہ کیونکر ایسی روایت اور بڑے سند والے کہ جو دونوں فرقوں میں موجود ہے غلط کہتے اور اس روایت کے الفاظ معانی جو بہت صحیح اور درست ہے اسیواسطے اہل سنت کے علمائے کبار نے اپنی کتابوں میں اُسکو درج کیا ہے اور
مقتدایان شیعہ تو جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہیں سوائے انکے اور کسیکی پیروی اُنکو قبول نہیں ہے اور روایت جو اُن سے منقول ہے اسیواسطے اُسکو صحیح اور معتبر جانتے ہیں تو جھوٹ بولکر یہ شیخ لعنت کے مستحق

گرفتار ہوتا ہے دیکھو تو اسقدر کتب اہل سنت میں تو روایت موجود ہے اور بعد اسکے خود ہی اقرار کریگا اور پھر کہتا ہے کہ ایسی روایت کو اپنی کتابوں میں اہل سنت کیونکر درج کریں اور کتابوں میں اسکے
یہ روایت موجود ہے اور شیعوں کو لکھتا ہے کہ یہ انکی چالاکی ہے تاکہ عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کردیں اور اپنی علماء کو نہیں کہتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں
لکھا ہے اگر تلبیس ہے تو انکی ہے **قال الشیخ الاشعری** اول تو سیاق سباق آیت سے مخالفت تفسیر مذکور سے گوش گذار اہل انصاف ہے خدارا غور سے سنیں میں نہیں کہتا کہ میری مدد رعایت
کریں ہاں البتہ انصاف کا خواہاں ہوں سورہ بنی اسرائیل میں وقضی ربک سے لیکر مابعد تک آیت وآت ذالقربی حقہ کے ملاحظہ فرما کر دیکھیں کہ حروف خطاب سے مقصود حضرت نفس نفیس رسول اللہ صلعم
ہیں یا تمام امت اہل فہم جانتے ہیں کہ مقصود خطاب سے تمام امت کا خطاب ہے کیونکہ لا تعبدوا اور ربکم اعلم بما فی نفوسکم وربک لا تقتلوا اولادکم وغیرہ میں تو ضمائر جمع ہی کی ہیں باقی رہا
اما یبلغن عندک الکبر وآت ذالقربی حقہ وغیرہ میں ہر چند بظاہر بوجہ وحدت خطاب اور بقرینہ وقضی ربک جس میں ظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی جانب معلوم ہوتا ہے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ وآت ذالقربی وغیرہ میں خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی طرف ہے مگر نظر بعموم حکم و لحاظ قرینہ لا تعبدوا وغیرہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ یہ خطاب بے تخصیص کے لئے ہے اور اسکا
مخاطب ہر خاص و عام ہے اسمیں اور لا تعبدوا میں اگر فرق ہے تو یہی ہے کہ وہاں یعنی لا تعبدوا وغیرہ میں مخاطب متعدد ہیں خطاب ایک اور یہاں دونوں متعدد ہیں جتنے مخاطب اتنے ہی خطاب
رہی یہ بات کہ بقرینہ وقضی ربک خطاب بجانب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام وعلی الہ الکرام معلوم ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جملہ وقضی ربک اس امر کے لئے جبھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جملہ وآت
ذالقربی وغیرہ اُس پر معطوف ہو سو اس بات کو اہل معانی اور بیان سے دریافت کرنا چاہئے کہ انشا کا عطف خبر اور ماضی کا عطف امر پر درست ہے کہ نہیں حق یہی ہے کہ جملہ وآت ذالقربی
اگر معطوف ہے تو لا تعبدوا پر معطوف ہے اور اگر یوں کہئے کہ وقضی ربک اگرچہ بظاہر خبر ہے پر حقیقت میں معنی امر ہے قرینہ لا تعبدوا موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی لا تعبدوا کا قرینہ
اس بات پر بھی شاہد ہے کہ اگرچہ جملہ خبر بمعنی امر ہے تو خطاب بھی عام ہے ہاں یہ بات اس صورت میں قابل استفسار ہے کہ جب دونوں جا میں مخاطب تمام امت ہی تھی تو نظم و نسق عبارت میں
مختلف کیوں ہوا یا دونوں جا میں ضمیر جمع ہوتی یا دونوں جگہ ضمیر واحد آتی سو وجہ اس تغیر و تبدیل کے بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی حکم احکام متعددہ میں سے جدا ایک ساتھ صادر فرمایے تمام
بہ نسبت اور احکام کے زیادہ تر عظیم الشان ہوتا ہے یا بہ نسبت کسی حکم خاص کے مخاطبوں کی طرف سے تقاعد اور تکاسل کا گمان ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حکام والا شان بنظر مزید تاکید ہر فرد بشر
کی طرف خطاب کرکے حکم کیا کرتے ہیں سو یہاں بھی بایں لحاظ کہ شرک کی برائی اور بر والدین کی بھلائی ہر عاقل کی عقل میں خود بخود جمی ہوتی ہے اسکی ضرورت نہ تھی کہ بہ تہدید منع فرمائیں اور
بتاکید راہ پر لائیں فقط تقدیم ذکر ہی پر کہ یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہے اکتفا فرمایا ہاں ادائے حقوق ذوی القربی علی ہذا القیاس بلحاظ صرف بیجا میں اکثر بشر قاصر و غافل نظر آتے مناسب
مقام یہ ہوا کہ زیادہ تر اہتمام کیا جائے علاوہ بریں امر و نہی دربارہ توحید و شرک تو یہ مطلب ہے کہ خالق سے کیونکر معاملہ رکھنا چاہئے ادائے حقوق اہل حقوق اور نواہی اسراف
و تبذیر سے یہ غرض ہوتی ہے کہ خلایق کے ساتھ کیونکر رہنا چاہئے غرض معاملات کی دو قسمیں ہیں ایک خالق کے ساتھ ایک مخلوق کے ساتھ علی ہذا القیاس امر و نواہی بھی منقسم بدو قسم
ہیں اصلاح معاملات منظور ہے اور ہر معاملہ میں خصوصیت تمام ہے سو معاملہ خالق میں تو تمام مخلوقات برابر ہیں ایک ہی خالق اور سبکے ساتھ ایک ہی نسبت سکو تو ایک ہی معاملہ
تصور کیجئے اور معاملہ مخلوق میں ہر شخص کا حال جدا کیونکہ اول تو ہر ایک کے اقربا جدے پھر اقربا میں بھی ہر شخص سے جدی قرابت اس لئے ہر قرابتی کے ساتھ ایک جدا ہی معاملہ ہوگا جب یہ بات
ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ اول صورت میں تو بلحاظ وحدت معاملہ ایک ہی خطاب مناسب ہے اور صورت ثانی میں بنظر تعدد معاملہ خطاب بھی جدا جدا چاہئے **اقول** اس تطویل
لاطائل سے کیا فائدہ اول تو ترتیب سورہ اور آیات کے موافق تنزیل کے نہیں ہے اکثر مدنی سورتیں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مدنی سورتوں میں آیات مکیہ داخل ہیں اور مکی سورتوں میں
آیات مدنیہ داخل ہیں اور یہ تطویل لاطائل تو اسوقت فائدہ بخشتی جسوقت کہ آیت وآت ذالقربی حقہ آیت مکیہ ہو اور ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ آیت مدنی ہے اور جسوقت کہ آیت مدنی ہے تو ان
آیات کیساتھ وقضی ربک اور اما یبلغن عندک الکبر لا تعبدوا وغیرہ کسیطرح سے ربط ہی نہیں ہو سکتا وہ آیت کہیں نازل ہوئی اور یہ آیتیں کہیں نازل ہوئیں اور تسلیم کیا ہے کہ خطاب
جناب رسول خدا صلعم کیطرف ہو اور مراد اس سے امت ہو یہ درست ہے لیکن یہ قاعدہ سب جگہ اور ہر ایک آیت میں جاری نہیں ہے اکثر آیتیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں خطاب سے مراد خاص جناب
رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور امت اس خطاب میں شریک نہیں ہے علی الخصوص جس آیت کی تفسیر میں روایت ہو کہ یہاں خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہے تو اس صورت میں امت
اُس خطاب سے خارج ہو جائیگی اور وہاں صرف رسول خدا صلعم ہی مخاطب ہونگے جیسے کہ آیت وآت ذالقربی حقہ میں پس بعد اسکے جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ سب باطل ہو گیا اور لا تعبدوا کا
قرینہ باقی نہ رہا اور وقضی ربک سے بھی کچھ بحث نہیں ہے کہ وہ آیات مکیہ ہیں ان آیات میں بحث کرنے سے کیا فائدہ ہمارا کلام تو صرف آیت وآت ذالقربی حقہ میں ہے کہ وہ مدنی آیت ہے
اور مکی سورہ میں اتفاق سے داخل ہو گئی ہے اور جو کچھ بعد اسکے لکھا ہے ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسکے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے یہ اسوقت درست ہوتا کہ جسوقت آیت
وآت ذالقربی بھی مکی ہوتی اور خطاب طرف تمام امت کے مراد ہوتا ہے پہلے ہی اشکال دفع کردیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اب بھی کسیکے دل سے خلجان نہ جائے تو بہت سے بڑا اسکے اور کیا
کہا جائے کہ یہ تعصب بیجا ہے مگر تاہم ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا اگر خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہوگا جب بھی صحیح ہے کہ مخاطب ساری ہی امت ہے انکی وجہ اصلی یہ ہے کہ

اِنَّمَا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا یعنی یہ ہیں کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑہاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو نہ کہہ انکو ہوں ورنہ جہڑک انکو اور کہہ انکو بات ادب کی
اب فقط اب پوچہتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد چالیس برس کے کلام اللہ نازل ہونا شروع ہوا اور والدین آپکے بچپن ہی میں گذر گئے تہے پھر جو آپکو یہ حکم
سنایا گیا بجز اسکے اور بہی کچہہ معنی ہیں کہ انہیں کو سنا سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہیں سو اسیطرح لفظ آت ذالقربی کو سمجہنا چاہئے اور بیشتر اس قسم
کے خطاب کہ سب سے بڑے کو سونپ دے رہ لیا وہاں کہا کرتے ہیں کہ کسی کام کا زیادہ تر اہتمام ہوا اور عوام کی طرف سے اُس میں کسیطرح کا تقاعد ظہور میں آیا ہو یا تقاعد کا گمان ہو تو ایسے
میں بڑے محبوبوں اور مقربوں اور افسروں کو منہ پر دہر کے کہا کرتے ہیں تا کہ سب سمجہ جائیں کہ جب ایسے محبوب اور مقرب کو اس حکم کی تاکید میں ہوتی ہے تو کیا ذکر ہے ہمکو بدرجہ
اولے اُس حکم کی رعایت چاہئے بالجملہ اما یبلغن کے قرینہ مثل آفتاب روشن ہے کہ گو مخاطب خاص ہے پر خطاب عام ہے چنانچہ لا تبذر تبذیراً بہی فی الجملہ اسکے طرف اشارہ کرے ہے کیونکہ تبذیر سے
منع کرنا کچہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتہہ مخصوص نہیں اور نیز یہ بات بہی قرینہ مذکورہ سے واضح ہو گئی کہ ماں باپ بہی ذالقربی میں داخل ہیں بلکہ اس آیت میں زیادہ تر لحاظ
اُنہیں کیطرف ہے لیکن خطاب عام جب ہی ہو سکتا ہے کہ لفظ حقہ سے مطلقاً صلہ جسمی مراد ہو چنانچہ ظاہر اور متبادر بہی یہی ہے ورنہ حقہ کا مصداق اگر فدک ہی ہو تو پھر کس کس مومن مسلمان
کے پاس فدک ہے جو اقربا کے حوالہ کرے **اقول** پہلے اس سے میں بیان کر چکا ہوں کہ اس آیت میں خطاب رسولخدا صلعم کی طرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں موافق روایات
اہل سنت کی تمام امت کے آدمی اسواسطے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ مراد حقہ سے فدک ہے اور ساری اُمت کے پاس فدک کہاں تہا کہ جو وہ کسیکو دیتے اور بڑی دلیل فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام
کے دینے کی اور مراد حقہ سے فدک ہونیکی اور سب قرینوں میں سے فاطمہ کے خاص ہونیکی یہ ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کے حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا ہے اور یہ دعوی کرنا پچیس
کتابوں میں اہل سنت کی لکہا ہے جسکا تو مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے انکار کر کے پچیس تیس کتابوں کو نگل گیا ہے اور ہم بعد اسکے ان کتابوں کے نام لکہینگے اور اسکا کچہہ جواب نہیں سمجہ سکتے
کہ کہو فاطمہ زہرا نے جہوٹا دعوی کیا تہا واسطے طلب نیلکے اور اپنے باپ پر تہمت بہی کی تہی لیکن ہمسے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسا کہیں تم برعایت ابوبکر جو چاہو سو اُنکو کہو اور آیت اِمَّا
یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ آیت مکی ہے اور مراد اس سے اُمت کے آدمی ہیں اور وہ آیت مدنی ہے اور البتہ بیشتر اس قسم کے خطاب سب سے بڑے کو ہوا کرتے ہیں اور
مراد اُس سے سب لوگ ہوتے ہیں لیکن اس جگہہ یہ بات نہیں ہے کہ یہاں تخصیص ہو گئی ہے اور ایسے ہی لا تبذر تبذیرا کا حال ہے مثل یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ کے کہ خطاب حضرت کی طرف ہے اور مراد
اُمت کے آدمی ہیں اور آیہ وآت ذالقربی حقہ میں یہ بات نہیں ہے اور اگر ماں باپ ذالقربی میں داخل ہوں تو ہوا کرو اس سے کیا ہوتا ہے روایتوں نے تو ذالقربی کو خاص کر دیا ہے **قال الشیخ**
الاشعری سیاق سباق آیہ وآت ذالقربی الخ مندرجہ سورہ بنی اسرائیل تو شہادت وجوہ مذکورہ اس تفسیر سے انکار کرتا ہے علی ہذا القیاس سورہ روم کو خیال فرمائیے اَللّٰہُ یَبْسُطُ
الرِّزْقَ سے لفظ آت ذالقربی کے مابعد تک اگر بغور تامل کیا جائے تو صاف واضح ہو جائے کہ یہاں بہی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن خطاب عام ہے کیونکہ
پہلے تو یہہ مضمون ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے جس پر چاہے تنگ کر دے اسی پر تفریع کر کے فرماتے ہیں کہ تو قریبوں اور مسکینوں اور مسافروں کو انکا حق
دیتا رہ یعنی ہم نے اپنی بے نیازی سے کسی کسی کو مفلس اور تنگدست بنا دیا سو تو انہیں اس ترتیب کے موافق خبر لیتا رہ پہر اسکے بعد یہ مضمون ہے کہ یہ بات بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے
جو ایمان لائے اور وہ ہی لوگ فلاح کے پہنچنے والے ہیں اور اسکے بعد اور بہی ایسے ہی مضمون عام ہیں الغرض جو لفظ ذالک کا اشارہ ہے یعنے بجا ارشاد ہوا کہ یہ بات بہتر ہے یہ اُسی قرابتیوں کی
حقوق اور مساکین اور ابناء سبیل کے حقوق کے ادا کرنیکی طرف اشارہ ہے سو اسطرح سے اشارہ فرما کر کہنا کہ یہہ بات بہتر ہے ایمان والوں کے لئے جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی حکم عام ہو سو در صورتیکہ
فدک مراد ہو تو اس تفسیر کا حال ہم تو نہیں لکہہ سکتے ایسا ہو جائیگا جیسے نعوذ باللہ مشہور ہے من چہ گویم و طنبورہ من چہ میسراید الغرض دستاویز ہبہ فدک و فرمان عطاء فدک شیعوں کی
نزدیک سورہ روم کی آیت تہی سو اسکے سیاق سباق کا بہی حال معلوم ہو گیا **اقول** سیاق سباق نفس آیہ وآت ذالقربی کا جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے ہرگز اس تفسیر کا انکار نہیں
کرتا ہے جیسے کہ ہم لکہ چکے ہیں اور ایسی ہی حال سورہ روم کے اس آیت کا ہے اسواسطے کہ ہمارا کلام نفس آیہ وآت ذالقربی حقہ میں ہے اور اسکے ماقبل اور مابعد سے ہمکو کچہہ بحث نہیں ہے کیونکہ ترتیب
آیات کی اور سورتوں کے موافق تنزیل کی نہیں ہے کہیں کی آیت کہیں جمع کر دی ہے اور کہیں کے کہیں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت علیحدہ ہی نازل ہوئی ہے اور سورہ بنی اسرائیل
اور سورہ روم میں داخل ہو کر نازل نہیں ہوئی ہے جامع قرآن نے ان دونوں سورتوں میں اُسکو جمع کر دیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال وغیرہ میں لکہا ہے کہ جسوقت آیہ وآت ذالقربی
حقہ نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا اور یہ نہیں لکہا ہے کہ جسوقت یہ سورت نازل ہوئی تو فاطمہ کو فدک دیا اگر یہ آیت وقت نزول کے کسی سورت کے اندر ہوتی تو اُس سورت کا
نام لکہتے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خطاب اس آیت میں عام ہے اور خطاب سے مراد جناب رسولخدا صلعم اور تمام امت ہے اور حکم ہے سب کو قریبوں کی حقوق کے دینے کا ہے تو اس صورت میں ہر آدمی اپنے اپنے قریب کو حق
اُسکا دیوے اور رسولخدا صلعم فاطمہ کو فدک دیوے کہ وہ حق اُس کا ہے اور اس حق کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ ملک موہوب کے ہو جیسے کہ اور آدمیوں کی قریبوں کی حقوق اُنکی املاک سے
نہیں ہوتی ہے اور حقہ سے مراد فدک کے ہونے سے کوئی قباحت لازم نہ آئی اور دستاویز ہبہ فدک شیعوں کی نزدیک آیہ وآت ذالقربی حقہ ہے نہ کل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم گو آیت انکو

ان دو نسور توں میں مندرج کر دیگئی ہے اور مطلب شیعوں کا بہر نہج ثابت اور متحقق ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حصہ کی تفسیر فدک ہی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا معنی حقیقی ہو یا معنی
ایک کا فرد ہو اور جیسے کوئی شخص گھوڑے کو نہ جانتا ہو اور وہ کسی سے پوچھے کہ گھوڑا کیا شے ہے اور اتفاق سے کوئی گھوڑا اسوقت سامنے آجائے تو وہ دوسرا کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہے گھوڑا تو یہ جواب بیان معنی
اور تفسیر حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اسکی ایک فرد کو بتا کر گویا یوں سمجھا دیا ہے کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر کے حقیقت مشترک کو سمجھ لو ایسے ہی رسول اللہ صلعم حقیقت حق ذی القربیٰ کو نجانتے ہوں
اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربیٰ میں سے بتلا کر مطلب کا راہ نکالدیا ہو یوں کہیے کہ نہ یہ معنی لغوی ہیں ورنہ کوئی فرد معین منجملہ اور کے بلکہ جناب سرور کائنات فقط
مقدار حق ذی القربیٰ کی نجانتے ہوں سو اسیکا سوال کیا اور حضرت جبرئیل نے اس مقدار ہی کا بیان فرمایا بالجملہ ان تین احتمال سے زیادہ اور کوئی احتمال نہیں جسکو غرض اصلی تفسیر مذکورہ کی
قرار دیجئے اور حقیقت میں دیکھئے تو ایک بھی احتمال نہیں مطلب آیت کا ظاہر ہے تفسیر کی کچھ حاجت نہیں سو خیر اگر اس معنی کو معنی لغوی قرار دیجئے تو ظاہر ہے کہ ظاہر البطلان ہے کونسا کوڑن ہے کہ کہیگا کہ اس لفظ
کے معنی لغوی اور موضوع لہ مطابقی یہ معنی ہیں اور اگر یوں کہئے کہ خدا بیتہ العلم اور معدن حکمت یعنی سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و تسلیمات حقیقت حق ذا القربیٰ کو نجانتے تھے اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کا بیان فرما کر
حقیقۃ الامر سے مطلع فرمادیا تو یہ جرأت مولوی عمار علی صاحب جیسے صاحبوں سے ہو سکتی ہے اہل فہم کی زبان تو ایسی باتوں کے لئے نہیں اٹھتی عاقل چھوڑ دیوانے بھی اتنا جانتے ہیں کہ حقیقت حق ذا القربیٰ ہی بنیاد لا اس ہے چنانچہ
لفظ آیت خود شاہد ہے کہتا ہے یہ حق جب سمجھ میں نہ آیا تو اسکا اتفاق ہوگا وہی ایک فرد اس حقیقت کا ہو جائیگا باقی رہا تیسرا احتمال اول تو نظر میں البتہ فی الجملہ کچھ آیت مذکورہ کے پاس لاس کو ٹھہر ہے لیکن غور سے دیکھئے تو جواب بیان کی یہی بعینہ
کیونکہ اول تو ہاں کوئی حدیث شیعہ سنیوں کا سب کا اسپر تعارف ہے کہ جتنا کوئی دیتا تھو ہے یا دوسرا اسکو سب حصوں میں لازم تھا لکھیں یا جزو سے مثلاً یا باعتبار ربع یا ثلث مال کی تعیین مقدار بیان فرماتی دوسرے صورت میں سوال جواب
کی وہی شکل ہو جائیگی سوال از آسمان جواب از ریسمان نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر حضرات امامیہ میں تو غرابت کیا اس عقیدہ کو بھی منظور فرمالیں کہ خداوند کریم کی طرف سے حکم حضرت علی
پاس وحی کے لیجانیکا ہوا تھا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے باعث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچا دی کیونکہ اس جواب سے ہی حضرت جبرئیل کی خوش فہمی
کچھ اس خوش فہمی سے جو غرابت کے طور پر دوبارہ وحی رسانی ان سے ظہور میں آئی ہے کم نہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نجدی نے بیان کیا ہے اور احتمالات نکالے ہیں سب لغو اور واہی ہیں
یہاں اپنی رائے کو کیا دخل ہے جبکہ وقت کہ تفسیر اسکی شارع کی جانب سے منقول ہو گئی ہو اسی طرح سے اپنی رائے کو دخل دیکر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو کچھ شارع سے منقول ہے اس پر نظر نہیں
کرتے ابو حنیفہ نے اکثر احادیث کو رد کیا ہے دیکھو صحاح ستہ میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ مذہب ابو حنیفہ کا انکے مخالف ہے اور یہ شیخ بھی پیروی ابو حنیفہ کی کرتا ہے اور شہر دہلی کے
چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے گروہ میں سے کھڑا ہو کر برملا کہتا ہے کہ ابو حنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اسکی پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہے اور جناب رسول خدا صلعم
عالم الغیب نہ تھے اور بدون وحی کے ایک امر کو نہیں جان سکتے تھے اور بعض مراتب ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی پوچھتا تھا تو حضرت ساکت ہو جاتے تھے کچھ جواب نہیں ارشاد فرماتے تھے بلکہ منتظر وحی
رہتے تھے جب اس امر میں کچھ نازل ہوتا تھا تو اطلاع فرماتے تھے جیسے کہ طرفین کی تفاسیر میں مرقوم ہے اور حق طرح طرح کے ہوتے ہیں جسوقت حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہ کا حق اسکو
دے تو حضرت کو کیا معلوم تھا پہلے سے حق کا حال کہ وہ کیا ہے اور حقوق تو قرابتی اور صلہ رحمی انکی ظاہر ہے اسکے پوچھنے کی کچھ احتیاج ہی نہیں ہے لیکن حضرت جبرئیل نے جو کہا تھا
رسالتمآب صلعم سے کہ تو حق فاطمہ کا دے تو اسوقت حضرت صلعم متردد ہوئے کہ حق فاطمہ زہرا کا وہ کونسا ہے کہ جسکے دینے کو جبرئیل کہتا ہے اسوقت آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ حق فاطمہ کا کیا ہے تو
جبرئیل نے اسکا جواب دیا اور حضرت نے اس حق کو پوچھا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اسکی حقیقت کو نہیں پوچھا تھا کہ لازم آئے کہ حضرت حق کی حقیقت سے کیا ناواقف تھے اور اسمیں کیا قباحت ہے کہ جو لکھتا ہے
کہ مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی جرأت ہے حضرت صلعم تو اکثر باتیں حضرت جبرئیل سے پوچھا کرتے تھے کیا تجھکو خبر نہیں ہے اپنی کتابوں کو تو کھولکر دیکھ اور دیوانہ تو تو ہے کہ ایسی پوچ باتیں
لکھتا ہے کہ جنکو سنکر لڑکے بھی ہنستے ہیں اور یہاں حقیقت سے حق کی کیا مطلب ہے اور حضرت اسکی حقیقت کو کیوں پوچھتے حضرت تو اس حق کو پوچھتے تھے کہ وہ کیا شے ہے جسکے دینے کو تم کہتے ہو حضرت
جبرئیل نے اس سے آگاہ کر دیا اور اسیواسطے تو حضرت نے پوچھا کہ حق کی تو کچھ حد نہیں ہے جسقدر دیدو تھوڑا ہے لیکن تم جو مجھکو حق کے دینے کو کہتے ہو وہ کیا حق ہے کہ میں فاطمہ کو دوں اور جسوقت
جواب میں ایک شے معین کر دی کہ فلانا گاؤں دیدو تو پھر پیچھوں و حصول کے مقرر کرنیکی کیا احتیاج ہے جواب مطابق سوال کے ہو گیا اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرئیل کو علی کے پاس
وحی کے پہنچانیکا حکم ہوا تھا اور جبرئیل غلطی سے محمد صلعم کے پاس وحی لیگئے شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور یہ اعتقاد تو تمہارے بزرگوں کا ہے شمس تبریز کے نظم کا شعر ہے کہ جبرئیل کہ آمد
زبر خالق بیچوں ۔ در پیش محمد شدہ مقصود علی بود ۔ اور ایسے ہی بڑی تہمت شیعوں پر کی ہے کہ وہ تو کچھ کہتے نہیں اور اپنی طرف سے افترا کر کے اور طرح سے انکی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس سے
شیعہ کوسوں بھاگتے ہیں اور یہ شیخ نجدی تو کہتا ہے کہ شیعہ دوازدہ امام کو خدا سے زیادہ جانتے ہیں یہ لوگ ایسی ایسی فریب لوگوں کے گمراہ کرنے کیواسطے کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
القصہ یہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال ہی مالامال ہیں ہاں اگر فدک پہلے سے مملوک حضرت فاطمہ زہرا ہوتا اور بوجہ غلطی شل اگر رسول اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باعتبار ظاہر
ٹھیک ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے سنی تو درکنار شیعہ بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق شیعہ فدک مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا پر بعد نزول اس آیت کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا علے ہذا القیاس ذا القربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسمیں بھی ان تینوں احتمالوں کا بطلان سمجھے

اقول ہمکو ان احتمالوں سے کچھ سروکار نہیں ہے اگر باطل ہیں تو ہوا کرو جو کہ حق ہے اور روایات شیعہ و سنی اسکے باب میں وارد ہوئی ہیں ہم اسکو بیان کر چکے اور اگر یہی امر ہے جسکو کوئی کچھ دیا کرے
تو وہ موہوب لہ کی پہلے ہی سے ملک ہو واہب کی یا نہ تو اس صورت میں کسیکو بخشش کرنی درست نہوا سواسطے کہ جو کچھ واہب کے پاس ہے وہ موہوب لہ کی ملک نہیں ہے اور جہاں کہیں کہ خدا تعالے
نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قریبوں و مسکینوں کو اور مسافروں کو حق اُنکا دو یہ سب بیجا ہوا سواسطے کہ دینے والے کے پاس ان لوگوں کی ملک نہیں ہے کہ وہ حق اُنکو دلوے ایسا ہی حال فدک کا ہے
اسمیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے اب ہم بھی مثل اس شیخ کے کہتے ہیں کہ اگر پہلے سے عطیہ مملوکہ ان لوگونکا ہوتا اور بوجہ غلطی مثلاً دینے والیکے قبضہ میں تھا تو البتہ یہ تقسیم باعتبار ظاہر کے بیجا
ہوجاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے شیعہ تو درکنار سنی بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق اہل سنت عطیہ مملوک رسول اللہ صلعم تھا بر بعد نزول اس آیت کے رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کو ہبہ
کے حوالہ کر دیا اب جو جواب تم اسکا دوگے وہی جواب ہم فدک کا دینگے اور ذالقربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہراؑ کا نام ہے اُسکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
اور ان سب باتوں کو جانے دیجے اگر ذالقربیٰ اور حقہ کے معنی رسول اللہ صلعم کو معلوم تھے تو لفظ مسکین و ابن سبیل بھی اسی طرح کے اشکال اور اخفاء معنی میں کچھ ذالقربیٰ اور حقہ سے کم نہ تھا علے
الخصوص تعین مقدار حق مسکین اور حق ابن سبیل کہ انکو تو عرف میں بھی کوئی قانون نہیں بخلاف قرابتیوں کے کہ اُنکے دینے لینے کا ہر قوم میں ایک دستور بندھا ہوا ہے پھر کیا وجہ کہ
رسول اللہ صلعم نے اقربا اور اقربا کے حقوق کو تو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین و ابن سبیل بیچاروں کی بات بھی نہ پوچھی اگر یہ عذر ہے کہ اس روایت میں نہسہی کسی اور روایت میں ہوگا
تو مسلم لیکن کسی دوسری ہی روایت ہے مثل ذالقربے کے مسکین اور ابن سبیل کی تخصیص معین کیجے او تعین مقدار حق مسکین و ابن سبیل بیان فرمایئے اور قطع نظر اس بات کے جناب
باریتعالی اس آیت میں ایک ساتھ تینوں کو ذکر فرماتا ہے آیت واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے بھی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مسکین و ابن سبیل استحقاق میں ذالقربیٰ کے ہم پلہ ہیں
جیسا انکا دینا ضروری ہے ویسا ہی انکا پھر کیا وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کو ذالقربیٰ کے حق کے ادا کرنیکا تو فکر ہوا اور اس بات میں کہنچ کاو اور تفتیش اور استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین
او بیچارہ ذلیل ابن سبیل کچھ لب کشا نہوئے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حسب وقت تفسیر آیت کی روایتوں سے معلوم ہوگئی تو ہمکو ان احتمالات واہیہ کے جواب دینے سے کچھ کام نہیں ہے اور
ذالقربے اور حقہ کے معنی بیشک سولخدا صلعم جانتے تھے اور معنی میں اُنکی کچھ کلام ہی تو نہیں ہے اور نہ کچھ معنی سے اُنکے بحث ہے اور نہ کچھ معنی سے مسکین و ابن سبیل کے بحث ہے کیا جناب سولخدا
ان لفظوں کے معنے آنسے پوچھتے تھے جو ایسی واہی باتیں لکھتا ہے حضرت کے قریب جو متعدد تھے اسواسطے حضرت نے قریب کو پوچھا کہ وہ قریب میرا کون ہے جسکو میں دوں قریب کے معنی کو نہیں پوچھا تھا
اور قریب حضرت کے جو معین اور منحصر تھے ہے اور معلوم نہ تھا کہ قریبوں میں سے کس قریب کو دینا چاہیے اسواسطے حضرت نے یہ پوچھا کہ وہ قریب کون ہے جسکو میں دوں اور حضرت فاطمہ جو سب قریبوں سے
زیادہ تھیں اُنکا ہی نام حضرت جبرئیل نے لیا اور مسکین و ابن سبیل غیر منحصر تھے انمیں سے کسیکو دینے کی خصوصیت نہیں ہے جو کوئی کہ ہو اسکو دینا چاہیے اور جسقدر چاہے دیدو اسواسطے آنسے سوال
نہیں کیا اور مسکین کے حق کی مقدار کچھ معین نہیں ہے جسقدر چاہے دیدے تو اُسکے پوچھنے کی کیا احتیاج تھی اور مسافر کا دینا بھی معلوم ہے اُسکو اسقدر دیوے کہ وہ وطن کو اپنے پہنچ جاوے
اُسکے پوچھنے کی بھی احتیاج نہیں تھی اور قریب کو بھی دینا کا بھی کوئی قانون مقرر نہیں ہے جسقدر چاہے دیدے لیکن حضرت جبرئیل نے قریب کو خاص کرکے جو حضرت صلعم سے کہا کہ اسکا حق دے
اور مسکین اور مسافر کے واسطے نہ کہا کہ اُنکا حق دی جیسے کہ روایتوں میں ہے اسواسطے حضرت صلعم نے قریب ہی کو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین اور مسافر کو نہ پوچھا یہی وجہ قریب کے
پوچھنے کی اور مسکین مسافر کے نہ پوچھنے کی اور ایسے ہی حق کا حال ہے کہ قریب کے حق کو جو حضرت جبرئیل نے کہا تھا کہ اُسکا دے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ اُسکا حق کیا ہے اور مسکین اور مسافر
کے حق کے دینے کو نہ حضرت جبرئیل نے کہا نہ حضرت صلعم نے اُسکو پوچھا اور بیشک ذوی القربے اور مساکین و ابناء سبیل تینوں مستحق ہیں دینے میں لیکن مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ تینوں
کو برابر دیو بلکہ دینے والے کو اختیار ہے جسقدر جسکو چاہے دیوے اور نہ یہ مراد ہے کہ جو چیز کہ ایک قسم کو دیوے اُسیطرح کی دوسری قسم کو دیوے اُن تینوں قسموں میں سے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسیکو نقد
دیوے اور کسیکو غلہ دیوے اور کسیکو زمین دیوے اور کسیکو کپڑا دیوے اور کسیکو گھر دیوے اور حضرت کو ذالقربیٰ کے حق کی ادا کرنیکا فکر اسواسطے ہوا کہ حضرت جبرئیل نے اُسکے ہی حق کی دینے کو
کہا تھا اور مسکین اور مسافر کے حق کو دینے کو نہیں کہا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اُن دونو کا حق نہ دیا جاوے اور ذالقربے کے ذکر کا اسواسطے زیادہ اہتمام ہوا کہ خدا تعالی کو منظور
تھا ایک شئے خاص کا حضرت فاطمہ زہرا کو دینا جیسے کہ اور فضائل اس معصومہ مظلومہ کے ہیں یہ بھی ایک فضیلت اُنکی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ نیکن تم کیوں
سوختہ ہوتے ہو حضرت نے ہبہ کے دینے سے اور قرآن میں بیجا تاویلیں دور از کار کرتے ہو تمکو اس بات کا رنج ہے کہ حضرت عائشہ کو کوئی جاگیر کیوں نہ عطا ہوئی اگر فاطمہ زہرا کو جاگیر ملی تھی تو عائشہ کو بھی
ملتی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی روایات طرفین کی جو درباب فضیلت خدمتگزاری مساکین اور ابناء سبیل کے وارد ہیں سو ایسی روایتیں صلہ رحمی کی فضائل میں بھی بہت
مشہور معروف ہیں اگر مساکین و ابن سبیل اور اُنکے حقوق کی تفصیل و تحقیق کا پہلے سے معلوم ہونا اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے تو ذالقربیٰ اور اُنکے حقوق کی تفصیل و تحقیق
کا معلوم ہونا بھی صلہ رحمی کے فضائل روایات سے معلوم ہوتا ہے مسکین و ابن سبیل کے باب میں اگر پوچھنے کی حاجت نتھی تو یہاں بھی نتھی اور اگر احادیث فضائل صلہ رحمی میں
یہ احتمال ہے کہ شاید بعد اس آیت کے نزول کے لب مبارک نبوی سے صادر ہوئی ہوں تو یہاں بھی وہی احتمال نہ اُنکے کسیکے پاس تاریخ لکھی ہوئی نہ اُنکی یہ سب ردوکد تو

تو اس صورت میں ہے کہ جیسا تمام امت خاصکر شیعہ اس آیت کو مکی کہتے ہیں مکی ہی کہیں اور اگر سارے جہان کے برخلاف جیسے مولوی عمار علی صاحب نے واقدی اور بشیر بن ولید کے حوالہ سے اس آیت کا
مدنی کیا بعد خیبر کے نازل ہونا بیان فرمایا ہے ہم بھی اسکے بعد خیبر کے فتح کے قائل ہوں تب ایک بات میں جھگڑا ہو چکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت بعد خیبر کے نازل ہوئی تو آیت واعلموا انما غنمتم پہلے نازل
ہوئی ہے کیونکہ تقسیم آیت واعلموا میں ہے اُسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے ہمیشہ غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں سو اس صورت میں کیا حاجت تھی کہ رسول صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کیونکہ
ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر یہ آیت ذا القربیٰ حقہ میں تقسیم مذکور کی طرف اشارہ ہوگا اور جو نکتہ اس تقدیر پر بھی ذا القربیٰ اور مسکین اور ابن سبیل تینوں کے حق کی شرح مشرح معلوم ہو جائیگی
تو جو جو خرابیاں بر تقدیر صحت روایت معلوم ہوتی تھیں سب کی طرف اطمینان حاصل ہو جائیگا **اقول** ۔ البتہ روایات فضائل خدمتگزاری مساکین و ابن سبیل اور ذا القربیٰ سے سب تفصیل
اور تحقیق انکے حقوق کی معلوم ہو گئی ہے لیکن آیہ ذا القربیٰ میں جو جناب رسولخدا صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تو اسواسطے پوچھا کہ حضرت جبرئیل نے حضرت صلعم سے کہا تھا کہ تو ذا القربیٰ کا
حق دے از خود اپنی طرف سے حضرت نے ابتدا نہیں کی تھی اور حضرت جبرئیل نے صرف ذا القربیٰ کے حق دینے کو کہا تھا اور مسکین اور ابن سبیل کا کچھ ذکر نہیں لیا اسواسطے حضرت صلعم نے انکے حق کو
پوچھا اور انکے حق کو نہ پوچھا خواہ احادیث فضائل صلہ رحمی کی بعد نزول آیت مذکورہ کے صادر ہوئے ہوں خواہ پہلے اس سے اور شیعہ اس آیت کو مکی نہیں کہتے ہیں بلکہ مدنی کہتے ہیں اور بعضے اہل سنت
جو اسکو مکی کہتے ہیں اس جہت سے کہتے ہیں کہ یہ آیت سورہ مکی میں داخل ہو گئی ہے اور وہ سورہ جو مکی ہے تو اس آیت کو بھی مکی کہتے ہیں اور واقع میں نزول اس آیت کا دونو سورتوں بنی اسرائیل اور روم سے
علیحدہ ہے اور یہ آیت تنہا ہی نازل ہوئی ہے جیسے کہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسکے نزول کی روایت واقدی اور بشیر بن ولید ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ راوی اسکے اور اشخاص بھی ہیں اور آیہ
واعلموا انما غنمتم گو آیہ مذکورہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے غنیمتیں تقسیم ہوتی ہی رہیں اور حضرت بھی اس تقسیم سے واقف تھے اور اُسیطرح تقسیم کرتے تھے لیکن جناب رسولخدا صلعم سے جو حضرت جبرئیل
نے کہا کہ تو ذا القربیٰ کا حق دے تو حضرت نے یہ تصور کر کے کہ ذا القربیٰ کا تو میں حق دیتا رہتا ہوں پھر مجھ سے جبرئیل حق کر دینے کو کیوں کہتے ہیں شاید کوئی امر جدید ہوا اسواسطے حضرت نے پوچھا حضرت جبرئیل سے
کہ قریب میرا کون ہے اور حق اسکا کیا ہے اور یہ گفتگو حضرت صلعم کی اور حضرت جبرئیل کی اسواسطے ہوئی کہ خدا تعالیٰ کو منظور عطا کرنا فدک کا فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تھا اور روایات جو دینے کی مقدمہ میں
آئی ہیں وہ بہت صحیح اور درست ہیں کوئی خرابی انسے لازم نہیں آتی ہے ہر چند ہم خاک بہا نکا کرو **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جا بطرف وجوہات متعددہ اور قرائن اصلی اور خارجی
اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ روایت محض موضوع اور سراسر بہتان ہے بالجملہ باعتبار روایت کے تو سنیوں کو اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں ذرہ بھی تامل نہیں ورنہ تامل یہ سمجھتے ہیں کہ مطلب بھی آیت کا یہ ہو کہ
مومنو اقربا اور مساکین اور مسافروں سے سلوک کرتے رہو اور اقربا میں سے ہر ایک کے ساتھ درجہ بدرجہ احسان اور محبت و ادب اور تواضع سے پیش آؤ ماں باپ کے ساتھ خدمتگاری اور اولاد کے ساتھ محبت اور خبرداری
اور بھائی بند کے ساتھ اخلاق اور مددگاری سے ملتے رہو علی ہذا القیاس علے العموم سب مومنوں کو یہ حکم ہے گو مخاطب فقط رسول اللہ صلعم ہی ہیں یہ کہ فقط رسول اللہ صلعم ایک حضرت فاطمہ رض کو فقط فدک حوالہ کر کے
اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال ہو جائیں **اقول** اس روایت کے موضوع ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے اور جو پیدا اس شیخ نے اپنی رائے ناقص سے احتمالات لا یعنی کے لکھا ہے سب
بیہودہ ہے اور ہم نے ان سب کا جواب مذکور کر دیا ہے اور اگر کوئی شخص سوا اہل سنت کے ایسی روایت کو کہ مخالف مذہب اہل سنت کے ہو لکھتا تو اہل سنت کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ موضوع اور افترا ہے اور جسوقت کہ
ایک جماعت علماء اہل سنت کی کسی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھیں تو اہل سنت اسکو موضوع اور افترا نہیں کہہ سکتے ہیں کیا کوئی اپنے مذہب پر افترا کریگا اور سب اہل سنت اس روایت کو غیر معتبر نہیں جانتے ہیں
بلکہ ایک جماعت علماء اسکی تصدیق کرتی ہے اور اپنی کتابوں میں درج کرتی ہے اور ایک دو شخص کے لکھنے پر تو احتمال کر سکتے ہیں اور ایک جماعت کے لکھنے پر ایسا گمان نہیں ہو سکتا اور جو وجوہ کہ
اس روایت کے ابطال میں لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور جو کچھ بعضے اہل سنت مثل اس شیخ نجدی کے اس آیت کا سمجھتے ہیں ہرگز اس سے متبادر نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں
لکھتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر پر عمل کرنا چاہئے اور ظاہر معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ خطاب اس آیت میں خاص رسول اللہ صلعم کیطرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں اور جبتک ظاہر پر عمل ہو سکے
دوسرے معنے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے اور اگر حضرت ہی اس آیت کے خطاب سے مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اسواسطے کہ دینا اقارب اور مساکین اور ابنا سبیل کا حضرت کے مخالف نہیں ہے
ہاں اگر جو امر کہ حضرت کی شان کے مخالف ہے اور خطاب ہاں حضرت کیطرف ہے جیسے کہ ولا تبذر تبذیرا میں ہے تو البتہ اس خطاب سے مراد امت کے آدمی ہونگے اسواسطے کہ اسراف اور بیجا خرچ کرنا مخالف
حضرت کی شان کے ہے اور اگر آیت وآت ذا القربیٰ حقہ میں حضرت ہی مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے پھر ہم ظاہر کو چھوڑ کر دوسرے معنے کیطرف جائیں کہ خطاب حضرت کی طرف ہو اور مراد
اس سے ہم کل مومنین ہوں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے بجز اسکے کہ قرآن کے معنے کو بگاڑنا اور اسمیں تحریف کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ اس آیت کے خطاب سے خاص جناب رسولخدا صلعم ہی مراد ہیں اسلئے
اور آیتیں جو دینے اور احسان کرنیکی ہیں اس سے اور مومنین مراد ہیں اور اس آیت میں حضرت کو قرابتوں میں سے صرف حضرت فاطمہ کے دینے کا حکم ہوا اور سوا اسکے اور آیتوں میں حضرت کو علی العموم سب قرابتوں کے
دینے کا حکم ہو اسمیں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور ہم نے تسلیم کیا کہ اس آیت مذکورہ میں خطاب سے مراد جمیع مومنین ہیں اور سب مومنین کو اپنے قرابتوں اور مسکینوں اور مسافروں کے دینے کا حکم ہے اور رسولخدا
صلعم جو مومنین میں سے ہیں تو ان حضرت کو بھی حکم دینے کا لیکن حضرت کو اس آیت میں قرابتوں میں سے حضرت فاطمہ زہرا کے دینے کا حکم ہے اور سوا اس آیت کے اور آیتوں میں حضرت کو سب قرابت کے دینے
کا حکم ہے اور حضرت سب ہی کو دیتے رہے ہیں کچھ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی کو فدک دیکر اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال نہیں ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا بعد تواتر

روایت کے اس روایت کا غلط ہونا سو اول تو اس روایت کے غلط ہونے میں اسوجہ سے شک و شبہ نہیں کہ مولوی عمار علی صاحب اسبات کے ناقل ہیں کہ یہ روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں ہے اس سے
زیادہ اس روایت کے غلط ہونے کی اور کیا نشانی ہوگی کیونکہ مولوی صاحب کا صدق مقال اور درستی گفتار دربارۂ نقلیات اُن تحریروں سے جو قریب ہے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہر
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت بتول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدمہ میں گزری ہیں بلکہ سوا اسکے اور تحریروں سے بھی واضح ہو چکا ہے پھر جب مولوی صاحب
روایت میں ایسی امانت دار ٹھیرے کہ شیعوں کی سند میں اپنے علما اور اپنی معتبر کتابوں کی طرف ناحق جھوٹ کی نسبت کر دی ہو اور سب دین و ایمان کا اعتبار کھو دیا ہو سنیوں کے ذمہ اتنے بہتان باندھنے
ہوئے اُنکو کیا اندیشہ رہ گیا ہے ایسے باتوں میں یا خدا کا ڈر ہوتا ہے یا دنیا کی شرم ہوتی ہے سو قربان جایئے تقیہ کے اُسکے صدقہ سے دونو کو بغل میں دبا **اقول** مولوی صاحب معہ اس نقل
کے راستگو ہیں اور بیشک اہل سنت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے اور بزاز اور نگو تو یہ جو ان روایتوں کا انکار کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم اور رقیہ کے مقدمہ میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے
سب سچ ہے اور جو کچھ تم نے اسکے جواب میں لکھا ہے یہ اعتراض کیا ہے ہم اسکو دفع کر آئے ہیں اور انہوں نے کسی عالم شیعہ اور کتاب شیعہ کو جھوٹا نہیں کہا ہے تو انپر تہمت کرتا ہے اور انکے برابر منصف نہیں کوئی امانت دار
اور خائن تو یہ ہے کہ جو حق کو چھپاتا ہے اور اپنے دین کا اعتبار کھوتا ہے اور سنیوں پر انہوں نے کچھ بہتان نہیں باندھا ہے اپنی کتابوں میں دیکھ لے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے راستی سے لکھا ہے تقیہ پر تو دنیا طعن کرتا
ہے تقیہ شعار انبیا کا ہے اور کثرت سے روایتیں تقیہ کرنے کی اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اور اس شیخ نجدی کی شرارت کو دیکھنا کہ یہاں تو لکھتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے کسی کتاب میں نہیں ہے اور
بعد اسکے اسکا اقرار کریگا اور کہیگا کہ یہ روایت تو ہے لیکن ایسی روایتوں کو بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے اور جہاں تک اسکی نہیں کی ہے اس شیخ کو نہ خدا کا خوف ہے نہ دنیا سے اسکو شرم ہے اور کہیں لکھتا ہے
مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی ہے کہ اس روایت کو شیعوں نے ہماری کتابوں میں داخل کر دیا ہے کبھی انکار کرتا ہے اس روایت کا کبھی اقرار کرتا ہے اگر راستگو ہوتا تو ایک بات کہتا لیکن جب اقرار
کیا تو مولوی صاحب ہماری جھوٹ کا کہنے سے بری ہو گئے اور جب جواب نہیں آتا ہے تو ایسے ایسے مضامین پوچ اپنے جی سے تراشتا ہے کہ جسکو اطفال بھی پسند نہ کریں **قال الشیخ الاشعری** مگر اہل
منتظر ہیں کہ اطمینان خاطر اور ناظرین دفع ملال کے لیے لازم ہے کہ کچھ مفصل ہی بیان کیا جاتا کہ یہ جواب اجمالی مولوی صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہو خوب نہیں ہوا اہل فہم کو اہل سنت کی حقانیت
اور شیعوں کا بطلان کالعیان ہوجاتا مگر شاید مولوی صاحب کو اپنی اہانت کی شکایت ہو سو ملازمان مولوی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ معاذ اللہ کب ایسا ہوسکتا ہے آپ دین کو
دروغ ہی سے فروغ دیں سو فروغ کی باتوں میں اگر آپکی استقامت ہماری تقریر یا تحریر سے ثابت ہوجاتی تو ہمارا ممنون احسان ہونا چاہیے بالجملہ مزید اطمینان کے لئے اسباب کچھ دل پذیر زیر قلم
ہے مگر اول بطور تنبیہ یہ گزارش ہے کہ کتابیں آدمیوں ہی کی تصنیف ہوتی ہیں جیسے آدمی سب طرح کے ہوتے ہیں جھوٹے سچے معتبر غیر معتبر بد عقیدہ نیک عقیدہ ایسے ہی کتابیں بھی سب طرح کی ہوتی
ہیں ملحدان بے دین نے بہت سی کتابیں تصنیف کر کے اچھے اچھے بزرگوں کے نام لگا دیے ہیں اور اُسمیں اپنی واہیات سینکڑوں بھر دی ہیں اور بہت سی کتابیں ایسی ہیں کہ جو اہل سنت کی تصنیف ہیں پر
اسکے ہیں کہ وہ لوگوں کی فیض رسانی کے لئے تصنیف نہیں ہوئیں بلکہ بطور بیاض کے جمع کی گئیں تا کہ نظر ثانی کر کے اُسکی روایات کا حال معلوم کریں اور اتفاق سے نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا یا ہوا
اور کسیوجہ سے وہ بیاضیں لوگوں کے ہاتھ پڑ گئیں اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بہت کمیاب اور بدرجہ غایت نادر الوجود بلکہ بمنزلہ مفقود ہیں اور ملحدوں اور مبتدعوں کے وہ ہاتھ لگ گئیں انہوں
نے اپنی گھڑی ہوئی روایتیں اُسمیں داخل کر دی ہیں تا اہل سنت کے مقابلہ کے وقت کسی روایت کو ان کتابوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ اہل سنت خاموش ہو جائیں سو اہل تشیع اکثر ایسا
ہی کیا کرتے ہیں اور ایسی کتابوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں اسلئے اہل حق کو لازم ہے کہ جب کسی شیعہ سے کسی کتاب کا حوالہ سنے تو اول تو یہ دریافت کرے کہ یہ روایت اس کتاب میں ہے کہ نہیں دوسرے اس
کتاب کا حال تحقیق کرے کہ معتبر ہے کہ نہیں اور معتبر ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی کتاب کی روایات کے معتبر ہونے میں چند باتیں ضروری ہیں اول تو یہ کہ اس کتاب کے مصنف کو تصریح طلب و حزم کے لئے
فقط قصہ گوئی اور افسانہ خوانی مدنظر نہو بلکہ واقعات واقعی کے مشتاقوں کی تسکین کے لئے اس کتاب کو تصنیف کیا ہو ورنہ چاہیے کہ بہار دانش اور بوستان خیال کے افسانے اور چہار درویش
اور بکاؤلی کی کہانیاں اور فسانہ عجائب اور فسانہ عزا اور سب کے طوفان سب کے سب دستاویز خاص و عام ہو جائیں دوسرے یہ کہ مصنف کتاب کسی کی رو رعایت اور کسیکی بغض و عداوت رکھتا ہو
اور اُسکا حفظ اخبار اور صدق گفتار مندرجہ کو مشہور سحر کہ اسکی تحریر کی نسبت کسیکے دلمیں شک و شبہ نہو ورنہ طومار کے طومار اخباروں کے اور گپیوں کی زبانوں میں انگریزوں کی شجاعت اور
اُنکے غنیموں کی بزدلی سے مشحون ہوا کرتے ہیں بالاتفاق مسلم ہو جائیں اور یہ جو زبان زد خاص و عام ہے کہ اخباروں کا کیا اعتبار ایک حرف بیجا اور عقیدہ ناسزا ہو جائے اور شیعہ سنیوں کی اور سنی
شیعوں کی نقلیات کو بسر و چشم رکھنے لگیں اور ہر کس و ناکس کی بات قبول کرنے لگیں اور یہ فرق قوت و ضعف حفظ و تفاوت صدق و کذب بے معنی ہو علی ہذا القیاس یہ تہمت رو رعایت و کینہ و عداوت
ہر کس قابل لحاظ ہے تیسرے یہ کہ مصنف کتاب باوجود صدق و دیانت اور حفظ و عدالت کے اس فن میں جس فن کی وہ کتاب ہے دستگاہ کامل اور ملکہ کما ینبغی رکھتا ہو نہ یہ کہ دین میں مثلاً نیم ملا
ہو جس سے خطرہ ایمان ہو یا طب میں مثلاً نیم طبیب ہو کہ بیماروں کو خطرہ جان ہو چوتھے یہ کہ وہ کتاب باوجود شرائط مذکورہ کے قدیم سے مشہور معروف اور ایسی قسم کے لوگوں کے واسطے سے جو مجموعہ
اوصاف مرقومہ ہیں دست بدست ہم تک پہنچی ہو ورنہ لازم کیا الزم تھا کہ انجیل اور توریت جو کلام ربانی ہیں اور اُس خدا کی تصنیف ہیں جو بوجہ اتم جامع اوصاف مذکورہ کیا مجموعہ جمیع صفات
کمال اور معدن جملہ کمالات جلال و جمال ہے اعتبار اور اعتماد میں ہم پلہ قرآن مجید اور فرقان حمید کی ہو جاتا پانچویں یہ کہ روایت کی کتاب میں اعتبار کے لئے ضرور ہے کہ مصنف کتاب نے

اول سے التزام اسبات کا بھی کیا ہو کہ بجز صحیح روایتوں و محقق حکایتوں کے اور اپنی کتاب میں درج نکرونگا جیسے صحاح ستہ کہ انکے مصنفوں نے یہ شرط کرلی ہے کہ بجز صحیح روایت کے اپنی کتاب میں درج نکرینگے اسیواسطے اسکا نام صحاح ستہ مشہور ہوگیا سو اگر کوئی کتاب ایسی بیاض ہو کہ اسنے اسمیں ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں اور صحیح غلط حکایتیں اس غرض سے فراہم کرلی ہیں کہ بعد میں نظر ثانی کرکے صحیح صحیح کو تو قائم رکھکر باقیوں کو نقل کے وقت حذف کردونگا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کیا یا صحیح کو صحیح بتلاکر موضوع یعنی بنائی ہوئی باتوں اور گھڑی ہوئی حکایتوں و ضعیف وغیرہ کو لکھکر اسکے بعد لکھ جاؤنگا کہ یہ موضوع ہے یا ضعیف ہے مثلاً جیسے امام ترمذی نے کیا لیکن اتفاقاً تقدیر سے انکا یہ ارادہ [illegible] ہوگیا اور آرزو پوری نہونے پائی تھی جی کی جی ہی میں تھی کہ اجل نے آدبایا تو ایسی کتاب کی روایات کا ہرگز اعتبار نہوگا ورنہ کونسا مصنف نہیں کہ اول اس نے ایک مجموعہ بیاض بطور کلیات کے فراہم نہیں کیا امام بخاری سے بہت سندوں سے منقول ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر بخاری شریف کی حدیثیں نکالی ہیں اور عبدالرزاق بخاری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کوئی تین لاکھ حدیثوں کی بیاض اکٹھی کی تھی جسکا چھانٹ کر بخاری شریف کا مسودہ کیا تھا چنانچہ یہ مضمون بخاری شریف مطبوعہ دہلی مطبع احمدی کے مقدمہ کی دوسری و تیسری فصل میں مندرج ہے بہرحال بیسیوں بیاضوں کا جمع کرنا ایسے ایسے ائمہ حدیث کی نسبت بھی ثابت ہے سو اگر اتفاق سے امام بخاری مثلاً بعد فراہمی بیاض قبل اسکے کہ بخاری شریف کی حدیثیں اسمیں سے چھانٹ کر بخاری تصنیف کریں اس دار فانی سے کوچ کرجاتے تو گو وہ بیاض امام بخاری ہی کی تصنیف سمجھی جاتی لیکن کوئی بتائے تو کیا وہ قابل اعتبار سمجھی جاتی سبحان اللہ [illegible] اگر وہ ایسے ہوتے تو امام بخاری کو چھانٹنے ہی کی کیا ضرورت تھی تو اس صورت میں خود امام بخاری اسبات کے گواہ ہیں کہ وہ میری بیاض قابل اعتبار نہیں ہے [illegible] کہ وہ ایسے بڑے محدث امام المحدثین کی تصنیف سے کہ جہاں میں کوئی ثانی انکا نہیں ہوا ہے بہر غرض اگر کوئی کتاب اس قسم کی کسیکو ملجائے اور اسکے مصنف [illegible] تہذیب و تالیف کا اتفاق ہو تو وہ کتاب بطرح علماء دنیا جہان کے نزدیک ہی [illegible] نہیں ہاں مولوی عماد علی صاحب جیسے ماہر حدیث کا ذکر نہیں کہ وہ [illegible] اگر ایسی بات نامعقول کہہ بیٹھیں چنانچہ انکا خط ایسی باتوں سے مشحون ہے تو اسکا جواب بجز اسکے کچھ نہوگا کہ اضافہ المصدر الی المفعول کسی نے کہا ہے جواب جاہلاں باشد خموشی بہرحال یہ تحفہ نظر رکھنا چاہئے کہ سبب اسکے [illegible] اکثر عالم نامہ ہوگئے اور وہم اوہام ہوجاتے ہیں چہ جائیکہ جاہل **اقول** بڑا دروغگو ہے تو کہ جو کہتا ہے کہ [illegible] مولوی صاحب [illegible] بالاجمال ثابت کیا ہے کسی جگہ بھی ثابت نہیں کیا نہ باجمال نہ تفصیل بلکہ مولویصاحب نے [illegible] بیان کیا ہے جس سے شیعوں کی حقانیت و اہل سنت کا بطلان ثابت ہوگیا [illegible] مولوی [illegible] کی مذمت سے اپنی کتاب کو پر کیا ہے یہ طریقہ نہ فقط کا نہیں ہے لیکن کیا مضائقہ ہے تیرا [illegible] علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو گالیاں دیا کرتا تھا [illegible] جھوٹی باتیں لکھکر اپنے دین کو فروغ دیتا ہے اور تمہارے بڑے بڑے علما کا بھی یہی طریقہ ہے کہ شیعوں پر بہتان و افترا کرکے اپنے دین کو فروغ دیتے ہیں مخصوصاً [illegible] شاہ عبدالعزیز [illegible] اس مقدمہ میں کوئی دروغ گو نہوگا اپنی کتاب تحفہ میں اسقدر جھوٹ انہوں نے دروغ لکھے ہیں [illegible] اور کتابیں جھوٹی اور غیر معتبر بھی ہوتی ہیں سچ کہ وہ تمہارے ہی علما اور تمہاری ہی کتابیں ہیں [illegible] اصلاح کرتے ہیں جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے [illegible] علما متقدمین نے جو اصول میں صحیح صحیح کو چن کر جمع کیا تھا ان روایتوں کو متاخرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے [illegible] اپنی کتابوں کو باوجود علم حدیث اور غیر معتبر ہونے روایتوں کے [illegible] اوقات کو ضائع [illegible] استاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تھی اور ابویعلی موصلی و ابن مردویہ جمع کرنا بیاضوں کا کام متقدمین کا تھا [illegible] بعضوں نے تصنیف [illegible] صحیح کو علیحدہ کردیا ہے اور اب کوئی وقت باقی نہیں [illegible] ہندوستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ان کتابوں میں سے کہ یہ روایت ہے یا نہیں [illegible] دریافت کرلے [illegible] یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں [illegible] اہل اسلام [illegible] ہدایت کے واسطے ہیں اور یہ بھی دریافت کرلے کہ مصنف ان کتابوں کے صادق القول ہیں یا نہیں [illegible] رعایت و بغض و عداوت کے واسطے اور یہ بھی دریافت کرلے کہ جس فن میں انہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اسمیں دستگاہ رکھتے تھے یا نہیں [illegible] معتبر و غیر معتبر [illegible] اسکی اطلاع بھی اچھی یا نہیں مثل تیری نیم ملا تھی کہ جس سے خطرہ ایمان ہو اور یہ بھی دریافت کرے کہ باوجود ہونے شرائط مذکورہ کے [illegible] یہ کتابیں تالیف ہوئی ہیں [illegible] مشہور و معروف اور ثابت [illegible] چلی آتی ہیں یا نہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایسے ایسے بڑے علما مثل جلال الدین سیوطی وغیرہ کے باوجود علم جمیع شرائط احادیث معتبرہ اپنی کتابوں میں غیر ثابت روایتوں کو درج کریں [illegible] میں ہرگز انصاف نہیں ہے اگر انصاف کریں تو ہرگز اپنی مذہب [illegible] جسوقت کہ شیعوں سے الزام کھاتے ہیں تو کیسے کیسے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنی احادیث صحاح کو موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں جسوقت شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے

اور جس وقت صحیح مسلم کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصح الکتب صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں ہے اور جب صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں تو پھر طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں یہانتک کہ اُسکی روایتوں کو بھی موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی کہ اس شیخ کے نزدیک بڑے مناظر ہیں اس جہت سے کہ صحیحین میں روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں اپنی کتاب ازالۃ الغین میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دو سو اور دس حدیثیں ضعیف ہیں اسمیں اسّی تو بخاری میں اور ایک سو مسلم میں اور تیس میں دونوں بزرگ شریک ہیں جب یہ حال اصح الکتب اور مسلم کا ہے تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اب کس کتاب پر اعتماد رہا باوجودیکہ احادیث بخاری کی صحت پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے اسکی احادیث کے روایت کرنیکی اجازت دی ہے اور یہ شیخ بھی اُسکی سب احادیث کو صحیح کہتا ہے لیکن شیعوں کے مقابلہ میں یہ بھی اُسکی روایتوں کو ضعیف اور موضوع کہدے تو بعید نہیں اب یہیں سے ان لوگوں کا حال دریافت کر لینا چاہئے کہ اگر شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیویں اور یہ اُسکو غیر معتبر کہیں تو یہ عادت ہی انکی ہے کچھ راست راست اور موافق تحقیق کے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ جس وقت انھوں نے بخاری اور مسلم کو کہدیا ہو شیعوں کے مقابلہ میں کہ یہ کتابیں ضعیف روایتوں پر شامل ہیں تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اور مولوی صاحب نے جو ہبۂ فدک میں روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور یہ شیخ اُنمیں قدح کرتا ہے تو یہ قدح کرنا اسکا صحیح اور معتبر نہیں ہے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قدح کیا کہ جسکی صحت پر اتفاق اہل سنت کا تھا تو ان کتابوں کے قدح کرنے میں کب دریغ کرینگے باوجودیکہ روایت ان کتابوں کی صحیح اور معتبر ہے اور جو کچھ اس نے شرائط لکھی ہیں روایت کے صحیح ہونے میں یہ سب بیجا ہیں یہ لوگ از راہ تعصب ان شرائط کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں اور نہ انکے پابند نہیں ہیں اگر کوئی روایت انکی مطلب کے موافق ہو تو اُسکو تسلیم کرینگے گو یہ شرائط اُسمیں نہ پائی جائیں اور اگر انکے مطلب کے موافق نہو تو ہرگز اُسکو تسلیم نکرینگے گو اُسمیں سب شرائط پائی جائیں دیکھو یہ شیخ امام بخاری کو بخاری شریف لکھتا جاتا ہے اور بڑے ادب سے انکا نام لیتا ہے لیکن جب شیعوں سے مقابلہ ہو اور شیعہ اُسکا حوالہ دیں تو اُسکی بھی قدر و منزلت انکے نزدیک باقی نہیں اور صحیح کرنا روایتوں کا کام متقدمین کا تھا کہ وہ معتبر اور غیر معتبر کو واضح کر گئے ہیں اور متاخرین کا عمل اُنکے لکھنے پر ہے اور متاخرین میں سے جس کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے اُسکو معتبر اور غیر معتبر روایت کا حال پہلے علماء کے لکھنے سے سب معلوم تھا انہوں نے روایت غیر معتبر اپنی کتابوں میں ہرگز درج نہیں کی ہے اور اگر درج بھی کی ہے تو اُس روایت کے حال سے اطلاع کر دی ہے اور مولوی صاحب نے ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ اسی قسم کی ہیں اور متاخرین کی کتابیں ہیں اور مولوی صاحب محدث تو نہیں ہیں لیکن محدثین کے اقوال کو انہوں نے نقل کیا ہے اور تجھسے اُسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اسواسطے تو بے سر و پا بکتا ہے اس سے تو تیری خاموشی ہی بہتر تھی اسواسطے کہ آدمی زبان سے فضیحت ہوتا ہے کند ذہن و بے تمیز ایسا ہے کہ ان حوالوں کو ہمارے مولوی صاحب کے دیکھکر جو کہ منصف ہیں بلا تامل طرف مذہب حق کی کہ وہ مذہب شیعہ ہے رجوع کر جاتے ہیں اور جو کہ بے انصاف اور متعصب ہیں وہ اسپر لحاظ نہیں کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** چھٹے یہ کہ اگر چند روایتیں باہم مختلف ہوں اور پھر اختلاف بھی حد تضاد یا تناقض کو پہنچ جائے دونوں کا صحیح ہونا فقط مستبعد ہی نہو تو پھر مرجح باعتبار قوت سند کی ہوگی ورنہ لازم ہے کہ شیعوں کے نزدیک روایات شیعہ اور روایات اہل سنت جو مخالف روایات شیعہ ہیں دونوں صحیح ہوں ایسے ہی کلینی کی یہ روایت کہ کلام اللہ کی سترہ ہزار آیتیں تھی لیکن سوای مندرجہ مصاحف متداولہ کے سب جاتی رہیں اور ابن بابویہ صدوق کی روایت کہ کلام اللہ اتنا ہی تھا جتنا اب ہے دونوں صحیح ہو جائیں سب جانتے ہیں کہ اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین دونوں محال ہیں جب یہ بات مقرر ہو چکی تو گوش گزار اہل انصاف ہو کہ اول تو یہ روایت اور نیز باقی روایتیں جو الزام اہل سنت کیلئے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ میں بہم پہنچائی ہیں اُن کتب میں بہم پہنچ جا سکیں کیونکہ اعتبار کو ساقط ہو جانیکے لئے آدمی کا ایک جھوٹ ہی بہت ہے مولوی صاحب کا دروغ تو امور متعددہ میں متحقق ہو چکا چنانچہ ناظران بحث متعلقہ نکاح حضرت ام کلثوم جگر گوشۂ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور ملاحظہ کنندگان تقریر نسب حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بنات مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتے ہیں کہ گزارش کرنیکی کچھ حاجت نہیں اگر یاد نہ ہو تو پانچ سات ورق الٹ کر ملاحظہ فرمائیں معلوم ہو جائیگا کہ جیسے مولوی عمار علی صاحب نے اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کر کے ایک غرض ضعیف یعنی سنیوں کی بات ملکا کرنے کے واسطے رقیمہ موسومہ بہ نادر علی صاحب میں بہت سا کچھ خلاف واقع لکھدیا اور پھر جرات کر کے یہ کہدیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ہماری صحیح روایتیں غلط ہوئی جاتی ہیں اگر سنیوں کے سر پر ایک طوفان بھی دھر دیں تو یہ بھی اندیشہ نہیں اور بڑی دلیل اثبات کی یہ ہے کہ جن کتابوں کے حوالہ سے یہ روایت درج رقیمہ مولوی صاحب ہے خود اُنہیں کتب کے مصنفوں کی مشہور کتابیں رد کرتی ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مذکور ہوگا **اقول** جس وقت دو روایتیں باہم مختلف ہونگی تو اُسی روایت کا اعتبار ہوگا کہ جسپر اتفاق دونوں فریق کا ہے اور دوسری روایت کہ اُسکے مخالف ہے متروک ہوگی اور یہی قوت سند ہے اور کلینی کی روایت قرآن کے ناقص ہوجانیکی کہ جو مخالف روایت ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کی ہے اُس پر عمل نہوگا اور ابن بابویہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی روایت کہ جو موافق اکثر اہل اسلام کے ہے اُس پر عمل ہوگا اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایات ناقص ہوجانے قرآن کے کثرت سے ہیں لیکن اتفاق علماء کا عدم نقصان پر ہے یہی حال شیعوں کا ہے اور مولوی صاحب نے جسقدر روایتیں اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں اگر کوئی روایت ان روایتوں کی مخالف پائی جائے تو وہ معتبر نہوگی اسواسطے کہ معتبر وہ ہے کہ جسپر اتفاق فریقین کا ہے اور مولوی صاحب نے کسی جگہ جھوٹ نہیں لکھا ہے یہ شیخ اُنپر تہمت کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت خدیجہ کبری کی صاحبزادیاں رقیہ و ام کلثوم کے حال میں مولوی صاحب نے کوئی دروغ تحریر نہیں فرمایا ہے

حضرت ام کلثوم دختر حضرت فاطمہ کا تو یہ حال ہے کہ ایک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا کس سے نکاح ہوا تھا انہوں نے اسکے جواب میں فرمایا کہ محمد بن جعفر طیار کے
اور عمر کا کچھہ ذکر نہ لکھا نہ تو یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اور نہ یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اسمیں اُنہوں نے جھوٹ کیا لکھا اور عمر کا کچھہ ذکر جو نہیں لکھا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں شیعوں میں
باہم اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ عمر سے نکاح ہوا تھا اور کوئی کہتا ہے کہ عمر سے دختر فاطمہ کا نکاح ہونا ثابت نہیں اور مولوی صاحب ممدوح کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چنانچہ ہم
عدم ثبوت کے وجوہ اس شیخ کے جواب میں بیان کر آئے ہیں اور رقیہ اور ام کلثوم کے مقدمہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہہ دونوں صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے
تھیں یا نہیں سو مولوی صاحب کے نزدیک ترجیح اُسی روایت کو تھی کہ جسمیں حضرت کے نطفہ سے انکا نہونا ہے اور ترجیح کی وجہ بھی ہم اس شیخ کے جواب میں لکھہ آئے ہیں اگر کوئی شخص ایک روایت کے
موافق کہے اور دوسری روایت جو مخالف اسکے ہے اُسکے موافق نہ کہے تو اُسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں یہہ نہیں جانتا ہے کہ اس صورت میں مذہب ابوحنیفہ کا باطل ہوجاتا ہے اسواسطے کہ اُسکا مذہب
مخالف اکثر احادیث صحاح کے بن جاتا ہے کہ مذہب ابوحنیفہ کا بھی خلاف واقع ہوجاے اور اپنی خبر لیتا نہیں کہ صحیح صحیح روایتوں کا جو کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں
انکار کرکے خلاف واقع بیان کرتا ہے اور ایک امر کو پانچ پانچ چھہ چھہ بار لکھتا ہے اور اس مقدمہ کو کئی مرتبہ لکھہ چکا ہے اور پھر لکھا ہے اور ہمکو بھی بار بار جواب کے دینے کی احتیاج ہوتی ہے اور
مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاے بیشک ایسا ہی ہے اور سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاے
اسواسطے کہ ہمارے علما غلط نہیں لکھتے ہیں جیسے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے سیکڑوں افترا شیعوں پر اپنی تحفہ میں لکھے ہیں یہانتک کہ کتابوں کے نام ایجاد کرکے شیعوں کی طرف منسوب کردیے ہیں جیسے کہ
نصراللہ کابلی نے صواقع میں مجاج السالکین کتاب کا نام تجویز کرکے لکھدیا ہے کہ شیعوں کی مجاج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہہ تحقیق نکیا کہ نصراللہ کابلی نے
یہہ درست لکھا ہے یا دروغ اور واقع میں کوئی کتاب مجاج السالکین ہے یا نہیں اُنہوں نے بھی تحفہ میں اپنی لکھدیا کہ مجاج السالکین میں ایسا لکھدیا ہے اور جو کچھہ اُن حوالہ دی گئی کتابوں کے
مصنفوں کی اقوال مولوی صاحب کی تحریر کے خلاف میں شیخ لکھیگا ہم اُسکو انشاءاللہ تعالے رد کرینگے **قال الشیخ الاشعری** اور مسلمنا کہ یہہ روایتیں سنیوں کی بعضی کتابوں
میں ملتی ہیں لیکن وہ کتابیں ایسی غیرمشہور ہیں کہ کمیابی میں بیضہ عنقا سے کم نہیں سنیوں کو اُن کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا حفظ اور ضبط تو درکنار سو یہہ روایتیں اُن کتابوں
میں ہوں بھی تو بیش بریں نیست کہ جیسے بعض سیہ کاران قبیلہ یہود منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں بہت سے خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح درج کردیں ہیں ایسے ہی
مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی منافق یعنی حضرات شیعہ بھی کہ بالیقین تبدیل تحریف میں کوچک ابدال یہود اور موافق نقل مشہور رنگ زرد برادر شغال تیرہ دروں اُنکے ہمرنگ
اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں اُنکے ہمسنگ ہیں قدیم سے درپے تخریب دین احمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین محمدی علیہ الصلوۃ والسلام رہے مگر اول اہل سنت جماعت پر دانت
پیستے چلے آئے ہیں لیکن بایں وجہ کہ اتباع مسیح علیہ السلام کو نہ حفظ و محافظت انجیل سے کچھہ کام تھا اور اُسکے تلاوت اور یادداشت میں چنداں اہتمام تھا یہود مردود کا انجیل پر بھی داؤ چل گیا
چہ جائیکہ دیگر کتب زائد غیرمشہور لیکن یہاں یہہ حال ہے کہ ایک حرف قرآن پر لکھو کہا سنیوں نے جو پہرا باندہ رکھا ہے اور ہر ہر روایت صحاح ستہ وغیرہ کتب صحاح پر ہزاروں محدث بدایع نظر
نے تنقیح اور تفتیش اور حفظ اور ضبط کی یہہ نوبت پہنچادی کہ کسی ملحد بیدین کو مجال زیادہ کم کرنیکی باقی نہ رہی چنانچہ کثرت حفاظ قرآنی اور شیوع محدثین ربانی فرقہ اہل سنت میں اسقدر
کو پہنچی ہے کہ مابہ الامتیاز اور مابہ الافتراق اہل سنت اور شیعہ ایک یہہ بات بھی ہوگئی ہے الغرض اسوجہ سے کتاب اللہ اور صحاح ستہ وغیرہ کتب مشہورہ اہل سنت تک تو ان تیرہ درونوں کا دست تطاول
نہ پہنچا گو بہت سے کچھہ ہاتھہ پاؤں مارے اور ان وعدہای إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ نے ان نابکاروں کی سعی بیجا کو انجام تک نہ پہنچادیا لیکن نقل مشہور ہے اصل بد از خطا خطا نکند جیسے
اسباب سے ہارے تھے جھکمار کر چپ ہو رہتے **اقول** کبھی تو یہہ شیخ نجدی کتابوں کا انکار کرتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہہ کتابیں ایسی ہیں کہ اہل سنت نے انکو دیکھا نہیں ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہہ
روایتیں اُن میں نہیں ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ شیعوں نے یہہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں عجب حال ہے ان لوگوں کا کہ جب شیعوں کی مقابلہ میں انکو جواب نہیں آتا ہے
تو طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور یہہ جو لکھتا ہے یہہ شیخ کہ جن کتابوں میں یہہ روایتیں ہیں وہ کتابیں غیرمشہور ہیں ہم کہتے ہیں کہ لعنت ہے خدا کی جھوٹوں پر بھلا دیکھو تو تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور
معارج النبوت اور سوا اسکے جن کتابوں میں یہہ روایت ہے کیا وہ کتابیں غیرمشہور ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے جو ابوبکر سے ہبہ کا دعوی کیا تھا کہ پیغمبر باپ میرے رسولخدا صلعم نے مجھکو یہہ دیا ہے
تو یا تو یہہ کہو کہ فاطمہ نے جو دعوی ہبہ کا کیا تھا وہ اس دعوی میں جھوٹی تھیں اور یا کہو کہ وہ سچی تھیں اور اگر وہ سچی تھیں تو معلوم ہوا کہ یہہ روایتیں جو کیفیت ہبہ کرنیکی میں مولوی
صاحب نے تفسیر درمنثور وغیرہ سے لکھی ہیں سب سچی اور واقعی ہیں یا کوئی اور صورت ہو ہبہ کرنیکی کہ کس طرح سے حضرت نے ہبہ کیا تھا وہ بیان کرو یا حضرت فاطمہ کو اس دعوی میں جھوٹی کہو
اور دعوی کرنا ہبہ کا تو اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ وہ کتابیں بہت مشہور و معروف ہیں جیسے کہ مغنی قاضی القضات اور ملل نحل شہرستانی اور معجم البلدان اور تفسیر
کبیر اور نہایت العقول امام رازی اور ریاض النضرہ اور فصل الخطاب اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور جواہر العقدین
اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ ثابت ہے اور دیکھنا چاہیے اس شیخ نجدی کو کہ جواب سے عاجز ہوا ہے تو کہتا ہے کہ شیعوں

ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں بھلا کسیکی عقل میں یہ بات ہی آتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پہلے سے کسی کتاب میں تو لکھا ہوا ہوتا کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں شیعوں نے داخل کردی
ہے یہ تہمت کسیکو نہیں سوجھی تھی سوائے نصر اللہ کابلی کے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اُس کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرکے تحفہ اُسکا نام رکھا ہے ایسی ہی ہزلیات اُنہوں نے
لکھی ہیں اور یہ شیخ پیروانکے اور کوچک ابدال یہود کے برابر تو حضرت عمر ہیں کہ یہود کے اقوال کو پسند کرتے تھے اور جناب رسول خدا صلعم ان حرکات سے اُنکی ناراض ہوتے
تھے چنانچہ مشکوۃ کے کتاب الاعتصام میں مذکور ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ آیا جناب رسولخدا صلعم کے پاس عمر پس کہا حضرت سے کہ ہم سنتے ہیں احادیث کو یہود سے پس تعجب کیا ہمنے کیا
مناسب ہے کہ لکھیں ہم بعضی کو اُنمیں سے حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ کیا متحیر ہوئے ہو تم جیسے کہ متحیر ہوئے یہود اور نصاری تحقیق کہ لایا ہوں میں واسطے تمہارے شریعت روشن اور اگر
زندہ ہوتا موسیٰ تو نہ گنجایش رکھتی اُسکو مگر پیروی میری روایت کیا ہے اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں انتہی لیکن حضرت کے ارشاد پر عمر نے عمل نکیا آخر کو نسخہ توریت کا
لکھکر لایا ہے اور حضرت کے سامنے اسکو پڑھا چنانچہ مشکوۃ کی کتاب الاعتصام میں لکھا ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لایا رسولخدا صلعم کے پاس
نسخہ توریت کا پس کہا کہ یا رسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہے پس خاموش ہوئے حضرت اور شروع کیا عمر نے پڑھنا توریت کا اور چہرہ مبارک جناب رسولخدا صلعم کا متغیر ہوتا تھا پس کہا
ابوبکر نے تجہسے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونیوالیاں کیا نہیں دیکھتا ہے تو روئے مبارک رسولخدا صلعم کو پس کہا عمر نے کہ پناہ لیتا ہوں ساتھ خدا کے غضب خدا کے سے اور غضب رسول
اُسکے سے راضی ہوئے ہم ساتھ خدا کے ساتھ پروردگاری کے اور ساتھ محمد کے ساتھ پیغمبری کے پس کہا رسولخدا صلعم نے قسم ہے اُس شخص کی کہ جان محمد کی اُسکے دست
قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا موسیٰ واسطے تمہارے تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کردیتے تم مجھکو پس گمراہ ہوجاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ
پیروی کرتا وہ میری اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی اسی طرح سے لکھا ہے اس روایت سے ایمانداری حضرت عمر وغیرہ کی معلوم ہوگئی کہ حضرت نے فرمایا تم مجھکو ترک کرتے
اب یہود کے موافق لون ہے کہ جو یہود کے صحیفہ کی طرف رغبت کرتا ہے اور سگ زرد برادر شغال کا مصداق آتا ہے جسوقت اہل سنت کو منظور ہوتا ہے اپنے بزرگوں کی عیبوں کا
ظاہر کروانا تو جھوٹے جھوٹے فقرے بناکر شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ شیعہ اُنکے بزرگان خاص کے عیوب ظاہر کریں اور غالب ہے کہ اہل سنت اپنی مذہب کے موافق اس امر میں
گنہگار بھی نہ ہونگے اور بڑی قسی القلب اور سنگدل بھی حضرت عمر ہی تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ صحابہ ابوبکر کو طعن کرتے تھے عمر کے خلیفہ کرنے پر اور کہتے تھے کہ اگر تو ایسے فظ غلیظ کو
ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ ازالۃ الخفا میں ولی اللہ محدث پدر مولوی عبدالعزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے روایت نقل کی ہے ان ابابکر
اذا حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس استخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افض و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر
یعنی تحقیق ابوبکر نے جسوقت کہ قریب ہوئی اُسکو موت بھیجا طرف عمر کے کسیکو تاکہ خلیفہ کرے اُسکو پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہے تو ہمپر تندخو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا
تو ہمپر تو ہوجائیگا وہ تندخو زیادہ اور بدمزاج زیادہ پس کیا کہیگا تو پروردگار اپنے کے جواب میں جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہے کہ خلیفہ کیا ہے تونے ہمپر عمر کو اور ریاض
النضرت میں بھی لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ایک جماعت داخل ہوئی ابوبکر پر جسوقت کہ ارادہ کیا اُس نے خلیفہ کرنے عمر کا اور کہنے والے نے کہا اُنمیں سے کہ کیا کہنے والا ہے تو پروردگار
اپنے کو جسوقت پوچھیگا وہ تجھسے خلیفہ کرنے عمر کے سے اور حال یہ ہے کہ دیکھتا ہے تو بدمزاجی اسکی کو اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ یہ اعتراض ابوبکر پر عمر کے خلیفہ کرنے میں طلحہ اور
زبیر نے کیا تھا اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ علی مرتضی اور طلحہ نے انکار کیا تھا لیکن ابوبکر نے کہنا نہ مانا اور عمر کو بعد اپنے خلیفہ کردیا اس عوض میں کہ عمر نے ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اور پہلے
سے یہی مشورہ تھا ان دونوں کا کہ بعد رسولخدا کے تو ابوبکر خلیفہ ہو اور عمر اس میں سعی کرے اور ابوبکر بعد اپنے عمر کو خلیفہ کرے اور سوائے سنگدل ہونیکے یہ بھی ثابت ہوا ان روایتوں
سے کہ صحابہ عمر کے خلیفہ ہونے سے راضی نتھے اور تحریف اور تبدیل میں بڑا اُستاد عثمان تھا کہ جسنے کلام اللہ میں تحریف کی اور جلوا دیا قرآنوں کو اور سیکڑوں آیتیں کلام اللہ میں سے
کم کردیں چنانچہ کثرت سے روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بعضی روایت اہل سنت کی آیت کے زیادہ ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم قرآن کے ذکر میں
مفصل بیان کرچکے ہیں اور دین محمدی کے ان تین خلفا ہی نے تخریب کی ہے بسبب بے علمی اور جہالت کے کہ اپنی رائے سے ہی تجویز کرکے احکام جاری کرتے تھے اور لوگونکو گمراہ
کیا تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم مسلم سے نقل کرآئے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میری ائمہ ہونگے کہ وہ میری سنت اور ہدایت پر نہونگے اور اہل سنت نے
بعد تحریف کے قرآن حفظ کرلیا تو کیا فائدہ ہے کہ عثمان کی تحریف سے صدہا احکام کم ہوگئے ہیں بلکہ صحیح بخاری میں بھی تحریف معلوم ہوتی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح
نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ بخاری میں لکھا تھا کہ حضرت صلعم نے فرمایا **ان آل ابی طالب لیسوا لی باولیاء** یہ روایت اسمعیل بخاری ناصبی نے اپنی کتاب میں علی بن ابی طالب
کی عداوت سے لکھی تھی اور اس عداوت ہی کی جہت سے خوارج کی روایتیں اپنی کتاب میں داخل کی ہیں لیکن بعد اُسکے لوگوں نے ایسی ایسی روایتوں کو بخاری میں سے
نکال ڈالا تاکہ لوگ اسمعیل بخاری پر طعن نکریں اور اُسکو ناصبی قرار ندیں ورنہ بلا امتیاز اور افتراق شیعہ اور سنی میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

تو جھوٹ لکھتا ہے اور لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہے بسبب دروغگوئی کے اور حافظ قرآن سنیوں میں بہت ہیں اگر تجھ کو کسی شیعہ سے قرآن کا حفظ سننا منظور خاطر ہے تو یہاں بہت موجود ہیں
بھلا آیا امروہہ کو چلا جا اور تیرے عمر ہی کو قرآن یاد نہیں ہوتا تھا کہ اکثر قرآن کی آیتوں میں غلطی کرتا تھا چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور کوئی اس شیخ نجدی سے پوچھے کہ صواعق محرقہ
اور موقف اور شرح مواقف اور تفسیر کبیر وغیرہ میں نہیں لکھا ہے کہ فاطمہ نے برائے دعوی ہبۂ فدک کا کیا تھا ابوبکر سے کیا یہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور کیا ان کتابوں میں شیعوں نے
ہبہ کی روایت کو داخل کر دیا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر اہل سنت کے مذہب میں دروغ نہ ہوتا تو انکے مذہب کو ہرگز رونق نہ ہوتی اور سب شیعہ ہو جاتے اور یہ ہبہ فدک کی روایت تو
اگر اہل سنت سے اسکا جواب نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں جیسے ملا نے بھی جھکمار خاموش ہو رہتے لیکن ٹال مٹال کئے
جاتی ہیں ورنہ اپنی کتابوں کو غیر مشہور کہکر اپنے دل کی پھپولے پھوڑتے ہیں اور اہل سنت ہمیشہ سے زبردست رہے ہیں اور شیعہ عاجز اور دبے ہوئے بسبب اپنی قلت کے اور سنیوں نے
از راہ زبردستی بعضی بعضی روایتیں جو ہمارے مذہب کے مخالف ہیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں کہ جیسے بعض سے کہ ان قبل یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں
بہت خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح کر دی ہیں ایسے ہی مقتدایان ابلیس لعین فرقہ نواصب دشمنان آل رسول یعنی حضرت اہل سنت بھی کہ بالیقین تبدیل
و تحریف میں مثل مقتدا اپنے عثمان بن عفان کے کہ جک بدال یہود مردود اور موافق نقل مشہور سگ زرد برادر شغال تیرہ باطنی میں انکے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں انکے
ہمسنگ ہیں قدیم سے درپے تخریب دین محمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین احمدی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام رہتے ہیں اور دوستان اور شیعیان علی بن ابیطالب پر دانت پیستے
ہیں اس جہت سے کہ شیعہ جو عیوب کہ دشمنان آل رسول کی ظاہر کرتے ہیں انکو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اسیواسطے ہمیشہ سے شیعوں کے درپے ایذا اور آزار دہی رہتے ہیں اور انکو انکے اکابر نے
اور بنی عباس قتل کرتے چلے آئے ہیں یہانتک کہ انکے بزرگوں نے اولاد رسول مقبول کو دیواروں میں چن دیا ہے اور ان تیرہ درونوں اور نابکاروں نے ہر چند کوشش کی
اپنی کثرت اور قوت کے وسیلے سے دین حق کے مٹانے اور بگاڑنے میں لیکن بمقتضاء وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ خدا تعالی نے انکی سعی کو برباد کیا اور دین حق
کو زمین پر باقی رکھا گو بعضوں نے تقیہ ہی میں گزارہ کیا **قال الشیخ الاشعری** اور بہت سے طوفان ایسے جوڑے کہ عوام بلکہ بعض علما سادہ لوح بھی ایک نوع کو جیسے سو منجملہ انکی
روایات مندرجہ رقیمہ مذکور بھی ہیں لیکن بحمد اللہ فرقہ اہل سنت جماعت کہ ایک جماعت کلاں ہی محققین سے کبھی خالی نہیں ہا انکو خداوند کریم جزا خیر دے وہ اوائل انکے دغابازیوں کو سمجھ کر
اور بامداد خداوندی انہیں روایات میں سے علامات اور امارات کذب و دروغ انکا غافلوں کو تنبیہ کر دیا اور غافلوں کو طریقہ تمیز حق و باطل کا بتلا دیا چنانچہ اس روایات کی ابطال کی
تقریر کو دیکھکر انشاء اللہ یہ دعوی مدلل ہو جائیگا القصہ غازیان شیعہ کی یہ چالاکی کتب غیر مشہورہ میں چل گئی اسیواسطے علماء اہل سنت ان کتب کو ہمسنگ تورات و انجیل سمجھتے ہیں اور
انکی روایات کو معتبر نہیں رکھتے ہاں انکی روایات کو روایات صحاح ستہ و دیگر کتب صحاح مشہورہ پر پیش کیے جو مطابق نکلا اسکو بسر و چشم رکھتے ہیں اور جو مخالف نکلا تو وہ ان عیب نکلنے
دروغ پیشہ شیعہ خوارج وغیرہ کے سر مارتے ہیں اور جو روایت خلاف و وفاق سے برطرف ہو اگر دلائل عقلیہ کے مخالف ہو تو اسکا بھی یہی حال ہے ورنہ اسکی تکذیب نہیں کرتے تو تصدیق بھی
نہیں کرتے بہرحال جو روایت کہ ان کتب میں بلاشرکت غیر بھی پائی جائے اگر روایت صحاح کے مخالف بھی نہو تب بھی قابل تمسک اور لایق حجت نہیں سمجھتے اور مثل مرتد اہل کتاب
بلکہ خود انجیل اور تورات نہ انکی تصدیق کرتی ہیں نہ تکذیب **اقول** یہاں سے اہل سنت کی عاجزی جواب میں شیعوں کے ملاحظہ کرنی چاہیے کہ کیسا انکار کرتا ہے اپنی روایتوں کا اور اپنے
عالموں کو جھوٹا کرتا ہے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کہ علمائے اہل سنت تو اپنے مذہب میں کتابیں تصنیف کریں اور شیعہ انکی کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دیں ایسا تو یہود و نصاری بھی
جس وقت کہ مسلمانوں کے جواب میں عاجز ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں جو روایتیں ہمارے مذہب کے
مخالف ہیں اہل سنت نے داخل کر دی ہیں اب موقع گفتگو کا کچھ نہ رہا بہت آسان جواب ہاتھ لگ گیا اور خلاصی نجات حاصل ہو گئی کہ ہماری کتابوں میں تم نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں
آجتک کسی نے ایسا جواب نہیں دیا تھا جسقدر کہ اس نے اس قول میں لکھا ہے سوائے بکواس کے کوئی بات نہیں ہے اور اس دروغ نویس سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی شیعہ نے تمہاری کتاب میں اپنی
روایت ملا دی تو ایک دو نسخہ میں ملائی ہو گی آخر کوئی نسخہ تو صحیح بھی باقی رہا ہوگا اسکو دکھلایا یا یہ کہ مصنف کے مسودہ ہی میں ملا دی کوئی بھی عقل کی بات یہ لکھتا ہے اور انکے محققین نے
کچھ ثابت نہیں کیا ہے مگر یہ لکھا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنے مطلب کی روایتیں داخل کر دی ہیں یہ لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کے مصنفوں نے رطب و یابس سب جمع کر دیا ہے اور نہ جانچا
نہ پرکھا تھے کہ مرگئے اور یہ شیخ بھی یہی لکھتا ہے اور ہمنے سب کو رد کیا ہے اور سب روایتوں میں سے علامات کذب و دروغ کسی نے نہیں نکالی یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے واسطے بہکانے کے اور جس کسی سنی نے
ان روایتوں کو دیکھ کر انصاف کیا اور مذہب حق کو اختیار کیا وہ انکے نزدیک سادہ لوح ہے اور بہکا ہوا ہے جیسے کہ قرآن کی آیتوں کو سنکر آدمی حضرت کے زمانے میں ایمان لاتے تھے اور کفار
انکو سادہ لوح اور بہکا ہوا کہتے تھے ایسے ہی یہ کہتے ہیں اور علماء محققین انکے خوب سمجھتے ہیں کہ جس وقت جواب نہ آیا تو کہدیا کہ یہ روایتیں ہماری کتابوں میں شیعوں نے داخل کر دی ہیں
کیا اچھی عقلمندی ہے علماء محققین کی اور جو کچھ کہ ان روایات میں قباحت نکالیگا ہم اسکو رد کر دیں گے اور بڑے غضب کی بات ہے کہ ایسی معتبر اور مشہور کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہے اگر علماء اہل سنت

اسباب کو سنیں گے تو اسکے منہ پر کیا تھوکیں گے کہ جو ایسی کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہے اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کہ جنمیں ہبہ کرنا فدک کا
لکھا ہے اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور ریاض النضرۃ اور معجم البلدان و معارج النبوت اور فصل الخطاب وغیرہ کہ جنمیں دعوی ہبہ فدک کرنا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا
ابوبکر سے لکھا ہے کیا یہ کتابیں مشہور نہیں ہیں اور کونسی کتاب ہے اہل سنت کی کہ جسمیں شیعوں کا مطلب کچھ نہ کچھ نہیں لکھا ہے اس جہت سے تو کوئی کتاب اہل سنت کی معتبر نہو ۔ اور سب
لغو اور مہمل ہو جائیں پس معلوم ہوا کہ انکی سب کتابیں مثل توریت اور انجیل کے ہیں کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں ہے اور جبکہ انکی کتابیں قابل اعتبار نہوئیں کہ جن پر انکا اعتماد تھا تو انکا
مذہب بھی باطل ہے اور اس شیخ نجدی سے زیادہ کون ملحد اور بے دین ہوگا کہ شیعوں کی ضد میں اپنے دین کو باطل کرتا ہے اور اپنی کتابوں کو مثل توریت اور انجیل کی ثابت کرتا ہے اور اپاجیوں کی
سی گفتگو کرتا ہے اور اولاد رسول مقبول کو ایسی گفتگو نالائق سے یاد کرتا ہے ۔ اے زادۂ زیاد بخر دست ہیچ کہ * نمرود این عمل کہ تو شداد کردہ * با دشمنان دین نتوان کرد آنچہ تو * با مصطفیٰ و
حیدر و اولاد کردہ * اور یہ جو کہتا ہے کہ صحاح ستہ اور دیگر کتب صحاح پر ان روایتوں کو پیش کرتے ہیں سو سننا چاہئے کہ سب کتابوں میں زیادہ انکے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور انہیں
روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں تو اسواسطے انکا اعتبار بھی انہوں نے کھو دیا چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہے کہ دو سو اور دس روایتیں اسمیں ضعیف ہیں اور آثار ضعیفہ
میں لکھی ہیں کہ بخاری میں اکاذیب و افترا ات و موضوعات و معلقات ہیں باوجودیکہ تمام اہل سنت کا اجماع انکی صحت پر ہے اور اپنے مذہب کی حقیت اسی پر جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں
احادیث صحاح آئی ہیں اور سوا مولوی حیدر علی بھی کسی جگہ لکھتے ہیں کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہے عجب حال ہے ان لوگوں کا کہ پس و پیش کی کچھ خبر نہیں کہتے اور جو چاہتے ہیں بے سروپا کہہ دیتے
ہیں اور جب شیعوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو اپنی کتب صحاح کو غیر معتبر لکھدیتے ہیں اور جب یہ کتابیں بھی مہمل ٹھہریں تو انکا مذہب کہ جسکا مدار ان کتابوں پر تھا وہ بھی مہمل اور باطل ہوا اور کوئی
کتاب انکے نزدیک معتبر نہوئی اور ان کتابوں پر کہ جن میں غیر معتبر روایتیں ہیں اور کتابوں کی روایتوں کو یہ شیخ نجدی کس منہ سے پیش کرتا ہے اس شیخ نجدی کے قول سے اور مولوی حیدر علی
کے بیان سے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کی سب کتابیں مثل توریت اور انجیل کے ہیں اور بخاری اور مسلم بھی مثل توریت اور انجیل کے ہیں اسواسطے کہ جیسی کہ انمیں تحریف ہوئی ہے ایسے ہی انمیں
تحریف ہوئی ہے کہ بقول مولوی حیدر علی شیعوں نے قرطاس اور فدک کی روایتیں انمیں داخل کردی ہیں اور اہل سنت کے علماء میں سے پہلے اس کسیکو یہ مضمون نہ سوجھا تھا کہ شیعوں
کی کتابوں میں شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں داخل کردی ہیں سید مرتضی علم الہدی کہ انکو نوسو برس کا زمانہ ہوا انکو قاضی القضاۃ سے گفتگو رہتی تھی اور علامہ حلی کو سات سو برس ہوئے
ہونگے کہ اہل سنت کے علماء سے انکی گفتگو ہی ہے اور بعد انکے طرفین سے رسائل تصنیف ہوچکے تھے لیکن کسی عالم نے اہل سنت کے علماء میں سے یہ نہیں لکھا کہ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں
لکھدی ہیں سنیوں کو دہوکا دیکر مگر نصر اللہ کابلی اسکے موجد ہیں کہ جو صواقع میں انہوں نے یہ لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی نے انکی پیروی کی ہے مگر اس شیخ نجدی دغاباز
دشمن فاطمہ زہرا کو یہی کہنا چاہئے کہ اس معصومہ کے حق کو کیسا مٹاتا ہے مگر اس حق کے مٹانے کو اسقدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتابوں کو بھی غیر معتبر مقرر کردیا اور اپنے مذہب کا کچھ پاس نہ کیا کہ اہل سنت کا مذہب اسمیں باطل ہوتا ہے **قال الشیخ الاشعری**
سو اگر کسی غبی کم فہم کو ان کتب کے معتبر ہونے میں یہ شبہہ وثوق ہو کہ ان کتب کے مصنف منجملہ متدینان اہل سنت ہیں تو کوئی اس سے پوچھے کہ انجیل اور توریت کے مصنف کچھ خود خداوند اکرم الاکرمین ہیں اگر مصنف کا معتبر ہونا موجب اعتبار
کتاب ہوجاتی تو قرآن و انجیل و توریت شیعوں کے نزدیک معتبر ہو جاتیں پس لازم آئی کہ نعوذ باللہ جناب خدا لم یزل و تعالی کا شیعوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہو مگر ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کو اس کا ہی کچھ اندیشہ نہوگا کیونکہ وہ تو کسی خدا کا اعتبار کرتے ہیں اور اس
سے زیادہ کیا اعتبار ہے گی خدا کی رائے اور علم کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور بدا کے قائل ہوگئے لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب بہرحال اہل سنت جماعت کتب غیر مشہورہ متداولہ کو ہرگز قابل اعتماد نہیں جانتے
اور بملاحظہ عداوت اور بتجربہ عادت دروغ بزرگواران شیعہ اس سے مطمئن نہیں کہ جیسے انجیل و توریت کو دشمنان دین نے تحریف کردیا کتب غیر مشہورہ کو ان حضرات نے حسب مطلب اپنے بدل دیا ہو **اقول**
حاشا و کلا کہ جو شیعہ اہل سنت کی کتابوں کو معتبر جانتے ہوں البتہ وہ روایات انہیں کی کہ جو شیعہ کی موافق ہیں انکو معتبر جانتے ہیں اور جو روایتیں انہیں کی موافق شیعوں کے نہیں ہیں انکو پوچ اور
رذل جانتے ہیں اور اسکے مصنف کا کچھ لحاظ نہیں ہے اگرچہ کوئی ہو اور مصنف کا اعتبار اسوقت کرتے کہ جسوقت اہل سنت کی کوئی بھی کتاب تحریف سے خالی ہوتی موافق انکے اعتقاد کے اسواسطے کہ جب
بخاری اور مسلم ہی محرف ہوگئیں انکے نزدیک تو پھر کس مصنف کا اعتبار کریں اور خدا تو شیعوں کا ایک ہی ہے اور اسکی رائے اور علم شیعوں کے نزدیک سب معتبر ہے اور جس بدا کے شیعہ قائل ہیں اسمیں
کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو کہ اہل سنت شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اسکے قائل کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور تو جو کہتا ہے کہ کونسے خدا کے قائل ہیں یہ مذہب تیرا ہی ہے تعدد خدا
اور ہر سنگ و خوک کو تم خدا کہتے ہو مشہور ہے کہ مولوی عبد الرحمن صوفی لکھنوی کی مسجد کا چراغ ایک کتا گل کر گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ لو اپنے گھر کا چراغ آپ ہی گل کردیا اور فرید الدین عطار
نے بایزید بسطامی کا حال لکھا ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی اور لا الہ الا انا کہا کرتا تھا اور ایک شعر اسکے اشعار میں سے یہ ہے آہا کہ طلبگار خدائید خدائید حاجت بطلب نیست شمائید شمائید
اور منصور انا الحق کہتا ہے مطلب غرض یہ ہے کہ ہر چیز کو یہ خدا کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب اور اہل سنت تو کسی کتاب کو اپنی معتبر نہیں جانتے نہ مشہور کو نہ غیر مشہور کو اسواسطے کہ
شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں اہل سنت کی سب کتابوں میں داخل کردی ہیں سب سے زیادہ مشہور بخاری اور مسلم ہیں جب انمیں ہی شیعوں نے اکاذیب و افترا ات داخل کر دیئے تو اور کتابوں کا
کیا ذکر ہے جب یہ کتابیں صحیح نہ ٹھہریں تو اہل سنت کا مذہب بھی باطل ہوگیا اسواسطے کہ انکے مذہب کا مدار ان کتابوں پر تھا جب کتابیں موضوعات کو شامل ہوئیں تو انکا مذہب بھی باطل ہوا

قال الشیخ الاشعری ۔ اگر کوئی سادہ لوح میری اس بات کو دور کی بات اور واہیات سمجھے تو بزرگوں کی بات تو بڑی ہوتی ہے دیکھئے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جو شیعوں سے بھی زیادہ شیعوں کی عادات اور اصول و فروع مذہب سے واقف ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں باب مکاید شیعہ میں جو دوسرا باب ہے کیا فرماتے ہیں احتیاطاً بعینہا انہیں کی عبارت بلاغت آمیز نقل کرتا ہوں کید سی و دویم آنکہ جمعے کثیر از علماء ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند بود درکتب اہل سنت خصوصاً تفاسیر کہ بیشتر در استعمال علماء و طلبا رمی باشند و بعضے از کتب احادیث کہ شہرت ندارند ونسخہ آں کتب بدست نیاید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشد الحاق نمایند چنانچہ قصہ ہبہ فدک در بعض تفاسیر داخل نمودہ اند کہ بسیاق آں حدیث چنیں روایت نمودہ کہ لما نزلت و آت ذالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ و اعطاہا فدک الخ حکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد بیاد شاں نماند کہ ایں آیت مکی است و در مکہ فدک کجا بود ونیز معلوم نیست کہ برای مساکین و ابن السبیل نیز چیزی وقف میکرد تا عمل بر تمام آیہ میسر شدید و نیز اعطاہا فدک دلالت صریح بر ہبہ و تملیک نمیکند بس لفظ وہبہا بایستے وضع کرد و علی ہذا القیاس در تفاسیر و سیر جا بجا ملحقات ایشاں یافتہ میشود و دریں کید ہم اکثر مغفلان از علماء اہل سنت خبط میکنند و تشویش میکنند در شہر دہلی در عہد بادشاہ محمد شاہ دو کس بودند از امراء ایں فرقہ کہ کتب اہل سنت را مثل صحاح ستہ و مشکوۃ و بعض تفاسیر بخط خوش می نویسانیدند و در آں حدیث مطلب خود را از کتب امامیہ بر آوردہ داخل می نمودند و آں نسخ را مجدول و مطلا و مذہب نمودہ بقیمت سہل رگدری میفروختند و در اصفہان آخوند فاضلی ابراہیم بن علی شاہ کہ یکے از امراء کبار سلاطین صفویہ بود ہمیں اسلوب عمل کردہ لیکن باین کید ایشاں حاصلی نشد زیرا کہ کتب مشہورہ اہل سنت بجہت کمال شہرت و کثرت نسخ قابل تحریف نیستند و کتب غیر مشہورہ را اعتبارے نہ و عند المحققین اہل سنت از غیر کتب مشہورہ نقل اجازت ندانستہ اند مگر در ترغیب و ترہیب در حکم صحائف انبیاء پیشیں ہستند کہ زیج عقیدہ و عمل را از آں اخذ نتواں کرد بجہت احتمال تحریف انتہی کلامہ الشریف اور اگر ہم پاس خاطر مولوی عمار علی صاحب اور بھی چشم پوشی کریں و انکی اور انکے بزرگوں کے ذمہ اتہامات کی نسبت تحریف کہ انہوں نے اپنے مطلب کے موافق بعضی روایتیں سنیوں کی غیر مشہور کتابوں میں لا ملا دیں ہیں تب بھی مولوی عمار علی صاحب کی بات کا بننا معلوم **اقول** بڑے دروغگو تو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ہی ہیں کہ انہوں نے یہ افترا شیعوں پر کیا ہے اور علماء اہل سنت میں مثل شاہ عبدالعزیز صاحب کے کاذب کوئی نہ ہوگا کاذب کیا بلکہ اکذب الکاذبین ہیں کہ اپنی کتاب تحفہ کو دروغگوئی سے پر کر دیا ہے اور وہ شیعوں کے اصول و فروع سے کیا واقف تھے بانی ان دروغوں کے نصر اللہ کابلی ہیں کہ اول انہوں نے اپنی کتاب صواقع لکھ دروغوں سے پر کیا ہے اور طرح طرح کے افترا شیعوں پر کئے ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسکی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر کے نام اسکا تحفہ رکھا ہے اور کچھ اکاذیب و افترا آت اپنی طرف سے اسمیں اضافہ کئے ہیں مدعی تو نے جو کچھ لکھ دروغ لکھا ہے انکی ہی پیروی کی لکھا ہے اور ہم سب کا جواب پہلے اس سے لکھ چکے ہیں شاہ صاحب تفسیر در منثور میں روایت ہبہ فدک کو دیکھکر سوختہ ہوئے ہیں اسواسطے لفظ خصوصاً تفاسیر کا لکھتے ہیں رسوائی اسکا اور کتابوں کی انکو خبر نہیں ہے کہ اکثر کتابوں میں یہی حال ہو شاہ صاحب ہیں کہ جنہوں نے دعوی ہبہ فدک کے مقدمہ میں پچیس تیس کتابوں کی روایت کا انکار کیا ہے کہ جو کتابیں مشہور ہیں علماء اہل سنت میں اور جو کتابیں انکا وجود دنیا میں نہیں ہے شیعوں کی طرف منسوب کر دی ہیں جسوقت کہ جواب دینے سے عاجز ہوئے یہ مقدمہ فدک وہ ہے کہ اہل سنت کے علماء سے جواب سکا نہیں بن پڑتا اور آیت کے مدنی ہونے کو بھی ہم لکھ چکے اور اگر آیت مدنی نہ ہوتی تو فاطمہ علیہا السلام ہبہ کا دعوی ابوبکر سے کیونکر کرتے جیسا کہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا ہے اسواسطے کہ اگر ہبہ ہوا ہوگا تو مدینہ میں ہوا ہوگا اور آیت بھی مدینہ میں نازل ہوئی ہوگی یا اور کوئی وجہ ہبہ کی بیان کرو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے وہ عمداً اپنے باپ پر ہرگز ہرگز افترا نہ کرتے کہ دیدہ دانستہ مجھکو ہبہ کیا ہے اور تمام آیت پر عمل کا ہونا ہم لکھ چکے ہیں کہ فاطمہ زہرا کو فدک دیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل کو کچھ نہ دیا ہو اگر فاطمہ کو فدک دیا تو مسکین اور ابن سبیل کو اور کچھ دیا ہوگا اور ذکر فدک کے دینے کا اسواسطے ہوا کہ خدا تعالی کو منظور تھا فاطمہ زہرا کو خاص فدک کا دینا اور مسکین اور ابن سبیل کے واسطے خاص شے دینی منظور نہ تھی بلکہ جو چاہیں دیں اسواسطے انکے دینے کا ذکر نہ ہوا اور یہ جو لکھا ہے اس شیخ نجدی نے مولوی عبداللہ نے جیسا دروغ نویس کی پیروی ہے کہ اعطاہا کا لفظ لکھا ہے وہبہا کا لفظ چاہیے تھا کوئی پوچھے کہ معنی میں ہبہ اور عطا کے کیا فرق ہے لغت میں تو دونوں کے معنی دادن اور بخشیدن کے لکھے ہیں لفظ تو دو ہیں لیکن معنی انکے ایک ہیں جیسے کہ قعود اور جلوس اور فتاوی حمادیہ کی کتاب الشہادت میں کشف الغوامض سے نقل کی ہے کہ ان کانت المخالفۃ بینہما باللفظ دون المعنی تقبل الشہادۃ وذلک نحوان یشہد احدہما علی الہبۃ والآخر علی العطیۃ یعنی اگر ہو وے مخالفت درمیان ان دونوں گواہوں کے ساتھ لفظ کے سوا معنی کے تو قبول کی جائیگی گواہی اور وہ اسطرح ہے کہ گواہی دیوے ایک ان گواہوں کا ہبہ کی اور دوسرا اوپر عطیہ کے بس معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں سے ایک ہی مراد ہے اور شرح وقایہ کی کتاب المہر میں لکھا ہے کہ صحیح ہے اگرچہ ہبہ و تملیک و عطیہ معلوم ہوا کہ ان لفظوں کے ایک معنی ہیں اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مینے کو جو حضرت نے دیا تھا تو اس سے ہبہ نہیں تو اور کیا مراد تھی کچھ حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھنی یا استعارہ دینے کو فدک کے تو کہا ہی نہ تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ در تفاسیر و سیر جا بجا الحاق ایشاں یافتہ میشود سو یہ نصر اللہ کابلی اور اسکے پیرو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے یہ افترا کسی نے نہیں کیا تھا پہلے اس سے اور یہ بہتان اسواسطے باندھا ہے کہ شیعوں سے بحث گفتگوئے مذہبی میں تنگ و لاجواب کیا کرتے ہیں جب انسے نجات کسی طرح سے نہ دیکھی اور انسے پیچھا چھڑانا محال جانا تو یہ امر تجویز کیا کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں تاکہ شیعہ ان روایتوں سے ہم پر حجت نہ پکڑیں اور دین میں ہمارے خرابی آتی ہے بھلا یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے کہ کوئی اپنی روایات دوسروں کی کتابوں میں داخل کرے اور اگر داخل کر دی ہے تو کوئی ایسا نسخہ بھی تو ہوگا ان نسخوں میں سے کہ جسمیں داخل کرنے کی نوبت نہ پہنچی ہو اسکو دکھلاؤ ان نسخوں میں سے مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت کی کہ جسمیں الحاق نہ ہوا ہو اگر وہ

نسخہ قلم بند کھلا دیئے تو واقع میں بڑے مفتری ہو یا یہ جس وقت مصنفوں نے تصنیف اور تالیف کی تھی انکی وقت تصنیف ہی کی یہ وہ باتیں الحاق کر دی تھیں کیونکہ تصنیف ہی کے وقت سے یہ کتابیں ہر طرف تھیں
پھر مصنفوں کو انکی دیکھنے کی نوبت نہ پہنچی اور بڑا بہتان جس سے آسمان شق ہو جائے یہ ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شہر دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں دو شخص صحاح ستہ میں الحاق کر کے گذری کی
فروخت کیا کرتے تھے اول تو یہ کہ صحاح ستہ کے سینکڑوں نسخے دنیا میں اسوقت میں تھے یہ جعل کیونکر رونق پکڑتا ایسا کون عقل کا دشمن تھا کہ ایسا بیہودہ کام کرتا اور اگر ایسا امر وقوع میں آتا تو
مشہور ہو جاتا اور ہر شخص کو خبر ہو جاتی کیا شاہ صاحب ہی کو اسکی خبر ہوئی اور سوائے انکے اور کسیکو خبر نہ ہوئی اور اگر ایسا انہوں نے کیا تھا اور لوگوں نے ان نسخوں کو خرید کیا تھا تو اب
بھی تو کوئی نسخہ موجود ہوگا اور شاہ صاحب نے وہ دیکھا ہوگا اسکو دکھلانا چاہئے تاکہ صدق اور کذب شاہ صاحب کا معلوم ہو بڑا تعجب ہے ایسے نامی ملا سے کہ ایسا دروغ بے سروپا اپنی قلم سے لکھے
اور ایسا ہی بہتان ابراہیم بن علی شاہ پر باندھا ہے اور ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ شاہ عالم بادشاہ نے اپنے زمانہ میں کتب شیعہ کو زر کثیر صرف کر کے خرید کیا اور علماء اہل سنت کو جمع کر کے اپنے
مذہب کی تائید کی روایتیں انمیں داخل کروائیں اور پھر شیعوں پر اعتراض کرنے لگے کہ تمہاری کتابوں میں ایسا لکھا ہے جواب باب گفتگو مسدود ہوا تم الحاق کہتے ہو تو ہم بھی الحاق کہتے
ہیں اور معلوم نہیں وہ کتب غیر مشہورہ کونسے ہیں جنکی نقل کو منع کیا ہے جن کتابوں میں کلام ہے وہ تو غیر مشہور نہیں ہیں سینکڑوں پائی جاتی ہیں اور علماء اہل سنت ان کتابوں
کے اقوال کو سند پکڑتے ہیں اور اگر مراد غیر مشہور سے یہ ہے کہ جسمیں الحاق ہوا ہو وہ کتب غیر مشہورہ ہیں تو الحاق تو بخاری اور مسلم میں بھی ہوا ہے جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور
اثارۃ الغین میں لکھا ہے غرض یہ ہے کہ اہل سنت کو اپنی کسی کتاب کا اعتبار نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کر دیا ہے بعض
کتابیں تو ایسی ہیں کہ سنیوں میں سے کسی نے انکا نام ہی نہیں سنا اور نہ انکے مصنفوں کا اہل سنت میں سے کوئی نام و نشان جانتے مثل تاریخ آل عباس کہ علماء اہل سنت نے اس کتاب کو
شاید کبھی سنا بھی نہ ہو بلکہ اس قسم کی کتابیں ہیں جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کید بست و یکم آنکہ کتابے را نسبت کنند بیکے از کبراء اہل سنت و در آن مطاعن صحابہ و بطلان مذہب
اہل سنت درج نمایند الی آخرہ اگر یہ کتاب موجود بھی ہو تب کسی شیعہ مکار کی ہوگی **اقول** غلط کہتا ہے تو کہ سنیوں میں سے کسی نے تاریخ آل عباس کا نام نہیں سنا تو نے ہی نہ سنا ہوگا اور
اگر تو نے نہیں سنا تو کیا لازم ہے کہ کسی اور نے بھی نہ سنا ہو سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں سنیوں کی کیا تو نے ان سب کا اور انکے مصنفوں کا نام سنا ہے اور تیرے نہ سننے کو لازم نہیں
ہے کہ کوئی اور بھی نہ سنے اور شاہ صاحب نے جو اپنے اکیسویں کید میں لکھا ہے کہ شیعہ بعضی کتاب کو کبراء اہل سنت کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جسمیں مطاعن صحابہ کے ہوتے ہیں مراد شاہ صاحب
کی اس کتاب سے سر العالمین ہے کہ جو تصنیف امام غزالی کی ہے اس کتاب کو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کتاب تصنیف امام
غزالی کی ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کتاب انکی تصنیف نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ بیشک وہ کتاب تصنیف امام غزالی کی ہے اسواسطے کہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور اسکی
عبارت کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام غزالی نے سر العالمین میں ایسا لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان ذہبی میں ترجمہ حسن بن صباح میں لکھا ہے کہ **قال ابو حامد الغزالی فی کتاب
سر العالمین شاهدت قصة الحسن بن صباح لما تزهد تحت حصن الموت** اس قول سے ذہبی کے معلوم ہوا کہ کتاب سر العالمین تصنیف امام غزالی کی ہے
اور شاہ صاحب جو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی طرف شیعہ اسکو منسوب کرتے ہیں اور تصنیف انکی وہ کتاب نہیں ہے اس سبب سے کہتے ہیں کہ اسمیں امام غزالی نے حدیث
غدیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے علی بن ابیطالب کو روز غدیر خلیفہ کر دیا تھا لیکن بعد انکے جو حب ریاست اور طمع حکومت ہوئی لوگوں کو تو علی سے وہ منصب
چھین کر امامت اپنے کر لیا اس مضمون کو دیکھکر شاہ صاحب خفا ہوئے ہیں لیکن کتاب کا انکار کیوں کرتے ہیں کہ انکی نہیں ہے یہی کیوں نہیں کہتے کہ وہ آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے
تب یہ کتاب لکھی تھی اور تاریخ آل عباس کسی شیعہ کی نہیں ہے بلکہ کسی سنی دغاباز ہی کی ہے اور عقل ہی نہیں چاہتی کہ شیعہ کی تصنیف ہو اسواسطے کہ شیعہ تو آل عباس کو
دشمن سمجھتے ہیں اس جہت سے کہ وہ دشمنان اور قاتلان اولاد رسول ہیں اور اہل سنت کے وہ امام تھے کہ اہل سنت انکو امیر المومنین کہتے ہیں پس شیعہ ایسے لوگوں کی تواریخ کہ جو دشمنان آل رسول میں سے تھے
کاہیکو لکھیں گے بلکہ سنی ہی لکھینگے کہ انکے وہ امام مقتدا اور پیشوا تھے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ جیسی تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی کی اور جھوٹ کہنا کام اہل سنت کا ہے جیسے کہ نصر اللہ کابلی نے کہدیا کہ مجالس المومنین
شیعوں کی کتاب ہے اور اسمیں یہ لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کتاب کا وجود بھی دنیا میں نہیں ہے اور تاریخ آل عباس ایسی نہیں بلکہ جو روایت کہ اسمیں ہے وہ روایت اور کتابوں میں بھی
اہل سنت کے پائی جاتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی کتابیں اس قسم کی ہیں کہ انکے مصنفوں کو فن حدیث اور فن تاریخ میں دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز نہ تھی جیسے
معارج النبوت ہاں مدارج النبوت کا حوالہ اگر دیتے تو ہمارے بر سر و چشم تھا لیکن ایسی معتبر کتابوں میں سے مولوی صاحب کے ہاتھوں میں کیا آتا اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ ہر چند انکے مصنف
فن حدیث میں مہارت کامل اور مشق کماینبغی اور تبحر وافر رکھتے تھے جیسے شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ لیکن انہوں نے اپنی ان کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب کے رقیمہ میں مندرج ہے
یہ التزام نہیں کیا کہ بجز روایات صحیحہ اور کچھ داخل نہ کرینگے بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے جیسے جمع الجوامع کہ اسکا نام ہی اس بات پر شاہد ہے اور نیز اسکا حال شہرت علماء آفاق
ہے یا بغرض تفریق و تمیز صحیح و غلط جمع کیا ہے جیسے تفسیر در منثور اور علی ہذا القیاس موضوعات ابن جوزی کہ ان دونوں کتابوں میں اگرچہ ہر قسم کی مخالف موافق روایتیں پائی جاتی

ہیں لیکن اُن روایتوں کے ساتھ اُسمیں بھی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے کہ یہ روایات غلط ہیں اسواسطے کیا ہی کہ کل کو مولوی عمار علی صاحب جیسے مکار دغاباز ان روایتوں کی بہروسے کسی سادہ لوح کو دہوکہ نہ دیں شبہیں پڑیں کسی غرض کے لئے متقدمین محدثین بھی ایسا کرتے ہیں چنانچہ ترمذی اور امام ابوداؤد اکثر جگہ لکھ جاتے ہیں ہذا حدیث ضعیف اور بعضی کتابیں ایسی کمیاب ہیں کہ اگر مولوی عمار علی صاحب یوں فرمانے لگیں کہ اسکی تمام روایتیں ہو بہو مطابق مذہب شیعہ اور اصول فروع شیعہ تھا چہا اُسکی روایات کے مطابق ہے تو وجہ کمیابی اُن کتب کے مولوی صاحب کی کسی سے زبان نہ پکڑی جائے سچا تو خدا سے ڈرے جہوٹے کو کسکا ڈر اُسکی زبان کو تو لگام ہی نہیں ہوتا مگر جیسا اس خط میں مولوی صاحب نے کیا ہو وہ بھی کچھ کم نہیں اور انہوں نے کیا کیا **اقول** اگر بعضے علما کو فن حدیث میں مہارت کامل نہ تھی تو ہو لیکن انہوں نے اُن روایتوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہی کہ جن روایتوں کو متقدمین صحیح کرکے لکھ گئے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ روایات غیر معتبرہ کو اپنی کتابوں میں وہ داخل کرتے اور ایسے ہی معارج النبوۃ ہے اور معارج النبوت اور مدارج النبوت میں کچھ فرق نہیں ہی دونو کے مصنف سنی معتبر ہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ علم صاحب معارج النبوت کا مدارج النبوۃ کے مولف کے علم سے زیادہ تھا اور اس جگہ مدارج النبوت کو پسند کرتا ہی اور دوسری جگہ ہم اُسکے مصنف کے قول کو ذکر کرینگے تو وہاں تاویلیں کریگا اور اُسکو بھی ضعیف کہیگا اور بطور بیاض کے حدیث کی کتاب اول دفعہ میں لکھی جاتی ہی اور بعد اسکے روایات میں تنقیح کی جاتی ہی اور تفسیر میں تو بات نہیں ہوتی ہی اور نہ وہ بطور بیاض کے جمع ہوتی ہی جیسے جمع الجوامع اور موضوعات ابن جوزی کہ وہ احادیث کی کتابیں ہیں ایسی ہونگی اور تفسیر زمخشری ہرگز ایسی نہیں ہے اسواسطے کہ تفسیر میں روایات ضعیفہ نہیں لکھ سکتی اس سبب سے کہ وہ راجع طرف تحریف قرآن کی ہوتی ہی اور مر گئے تو دل کو وبال جان ہی اسی اندیشہ سے جو کچھ کہ اپنے نزدیک معتبر ہو وہ لکھی ہیں اور صاحب زمخشری کا دستور ہی کہ اگر کوئی روایت ضعیف لکھتے ہیں تو بعد اسکے یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے چنانچہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے تفسیر میں یہ روایت لکھی ہی کہ مراد اس اکمال دین سے خلافت علی ہی اور بعد اسکے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور روایت ہبہ فدک کو لکھکر یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت انکے نزدیک نہایت معتبر تھی اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے کہ یہ سب مکاری اور دغابازی ہی ایک بات مہمل لکھ دی اور دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب تو لکھتے ہیں کہ یہ روایت تفسیر میں اہل سنت کی شیعوں نے ملحق کر دی ہی اور یہ لکھتا ہی کہ مثل بیاض کے ہے کہ رطب و یابس اسمیں سب ہے اگر یہ سچ ہوتا تو دونو کی ایک بات ہوتی اور جب جھوٹ بولنا مقرر کیا تو پھر کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہی کہ اہل سنت کی کتاب ہو بہو شیعوں کے موافق ہو اور اسکو کون کہیگا البتہ بعضی روایتیں اہل سنت کی کتابوں کی شیعوں کے مذہب کے موافق ہیں اور وہ کثرت سے پائی جاتی ہیں کمیاب نہیں ہیں اور جو کچھ مولوی صاحب نے رقیمہ میں اپنی درج فرمایا ہے سب حق ہی اور اہل سنت کی مشہور کتابوں میں موجود ہی او مکار اور دغاباز اہل سنت ہیں کہ جو ایسی کتابوں کو کمیاب کہتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** یہ مکاریاں اور دغابازیاں تو میراث شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرماتے ہیں کید بست و دوم آنکہ مطاعن صحابہ و مسندات اہل سنت از کتب نادر الوجود کمیاب ایشان نقل نمایند حالانکہ در آن کتب اثرے از آن نباشد و نسبت آنکہ آن کتب مثل ہر کس و در ہر وقت و ہر مکان موجود نمیشود اکثر ناظران در شبہہ و شک افتند و بخاطر شان رسد کہ اگر این نقل صحیح باشد تطبیق درمیان او و در روایات اہل سنت چہ قسم خواہد بود حالانکہ این بیچارہا نبیت در و سر نکنند و نمی فہمند کہ اگر بالفرض نقل صحیح ہم باشد محتاج تطبیق وقتے خواہیم باشد کہ ہر دو روایت در یک درجہ باشند در شہرت و صحت ماخذ و صحت دلالت و کمیت و آ وچون این مورد آن نقل مخفی و مستور است مقابل روایات مشہورہ صحیحۃ الماخذ صحیحۃ الدلالت چرا بایکر دو کتابہائے کہ از آن فرقہ شیعہ برائے الزام اہل سنت نقل میکنند ہمہ ازین قبیل است کہ نادر الوجود کمیاب می باشند و علی تقدیر الوجدان مصنف آن کتب التزام صحت جمیع ما فیہا نکردہ اند بلکہ بطریق بیاض رطب و یابس در آن جمع نمودہ محتاج نظر ثانی گزاشتہ انداز دیلمی صاحب کشف الغمہ و حلی صاحب الفین از ہمین قبیل دفتر دفتر نقل کنند و بزعم خود گوئی میدان مناظرہ بردند و ابن طاؤس نیز در مؤلفات خود از ہمین خرافات بارہا ذکر کردہ و باعتقاد خود اہل سنت را الزام دادہ انتہی کلامہ الشریف بہرحال جب ان بزرگواروں کی ایسی ایسی بزرگیاں تجربہ معلوم ہو چکی ہوں تو پھر کتب کیا کے حوالہ کا کیا اعتبار رہیگا اول تو یہی یقین کرنا چاہئے کہ ان کتب میں اصل سے اُن روایات کا نام و نشان ہی نہیں لندلوں کی ترتیبی ہوئی ہیں پھر تیسرے اگر یہ کتابیں بطور بیاض کے مجموعہ رطب و یابس میں انکے مصنفوں کو نظر ثانی کا اتفاق نہوا جو تلخیص کرکے صحیح صحیح روایتیں جدی کرکے باقیوں کو حذف کر دیتے یا لکھ جاتے کہ یہ روایتیں موضوع ہیں یا ضعیف ہیں **اقول** مکار اور دغاباز تو اہل سنت ہیں کہ جو ان روایتوں کے مقدمہ میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں و سب سے زیادہ شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں کہ جو دروغوں سے اپنی کتاب کو پر کرتے ہیں اور مطاعن صحابہ کو کتب نادر الوجود اور کمیاب سے کہتے ہیں تعبند لمطاعن جواب باب مطاعن تحفہ کو دیکھنا چاہئے کہ مطاعن صحاح ستہ اور جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول اور فتح الباری اور کرمانی اور مسند احمد بن حنبل اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر ثعلبی اور تفسیر کبیر معالم التنزیل اور مدارک اور تاریخ طبری اور تاریخ خمیس اور استیعاب اور کنز العمال وغیرہ کتب مشہورہ احادیث اور تفاسیر اور تواریخ سے ثابت کیا ہی یا نہیں کیا ایسی کتابیں بھی نادر الوجود اور کمیاب ہیں اور جن روایتوں سے شیعوں نے حجت پکڑی ہی وہ سب معتبر ہیں اور معتبر اور مشہور کتابوں میں موجود ہیں اور جو کچھ روایتوں کے عذر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں سب بیجا ہی اور قبیل ہذیانات ہے ہی اور اگر بعضی کتاب میں بطور بیاض کے ہو تو اسکے

کیا ہوتا ہے ہمکو حجت پکڑنیکے واسطے حکایت کرتے ہیں کہ سنیونکی کتابوں میں ہے اور راوی بھی انکے سنی ہیں اور تقیہ کا انہیں وہم بھی نہیں ہے کہ یہ قول اسکو مذموم جانتے ہیں اور صاحب اربلی صاحب کشف الغمہ
اور علامہ حلی علیہما الرحمہ نے یہ روایتیں لکھی تھیں اسوقت کتابیں اُن روایتوں کی مشہور ہونگی اور یہ کتابیں اگر ہندوستان میں مشہور نہوں تو کیا ضرور ہے کہ اُس ملک میں بھی مشہور نہوں اہل سنت
کو انہی کتابوں سے الزام دینا ثابت ہے اور اب ہندوستان میں تو شیعہ اُن کتابوں سے سنیوں پر حجت پکڑتے ہیں کہ جو بہت مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اور یہ شیخ عجیب و غریب گفتگو کرتا ہے
کبھی تو کہتا ہے کہ ان روایتوں کا اُن کتابوں میں نام و نشان نہیں ہے اور پھر کبھی کہتا ہے کہ وہ کتابیں بطور بیاض کے ہیں یہاں اُن روایتوں کا اقرار کرتا ہے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے اگر
راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا اس گفتگو سے یقین ثابت ہو گیا کہ یہ روایتیں موجود ہیں اور معتبر ہیں لیکن احتمالات بے سروپا ایجاد کر کے عذر نامعقول پیش لاتا ہے اور اربلی کو اردبیلی لکھا ہے غلطی سے یہ
لفظ اردبیلی نہیں ہے بلکہ اربلی ہے اور اردبیلی وہ لوگ ہیں کہ جو اردبیل میں رہتے ہیں اور یہ غلطی اس شیخ ہی کی نہیں ہے بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب کی ہے اور اس نے انکی پیروی سے اردبیلی لکھا ہے

قال الشیخ الاشعری معہذا مولوی صاحب نے بعضے ایسے کتابوں کا حوالہ لکھ دیا ہے کہ اُن کتابوں کو کوئی جانے نہ اسکے مصنف کو کوئی پہچانے جیسے تاریخ آل عباس پھر جرات تو دیکھو کس دلیری
سے کہتے ہیں کہ تاریخ آل عباس اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سے ہے پھر اُس کتاب میں یہ روایت بھی ہے تو واقدی کی روایت ہے جنکی جھوٹی تو جھوٹی سچی بات بھی جھوٹی سمجھی جاتی ہے انکی
تعریف میں جو کچھ محدثین نے لکھا ہے دیکھیے پیش نظر کرتا ہوں مجمع البحار میں امام نسائی کے حوالہ سے جو فن حدیث میں امام ہیں اور انکی کتاب منجملہ صحاح ستہ ہے یوں لکھا ہے کہ امام نسائی نے
فرمایا ہے کہ ایسے کذاب کہ جو حدیثوں کے بنانے میں معروف ہوں چار ہیں ابن ابی یحیی مدینہ میں واقدی بغداد میں مقاتل بن سلیمان خراسان میں محمد بن سعید مصلوب شام میں اور پھر نیچے
شرح الشفا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ واقدی کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے بعد ازاں امام شافعی کا قول واقدی کی شان میں مقاصد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ واقدی کی کتابیں جھوٹی ہیں اب کوئی صاحب
انصاف فرمائیں کہ جب تاریخ آل عباس کا تو یہ حال ہو کہ علماء اہل سنت میں سے کوئی اُسے جانتا ہی نہیں اور پھر اُنکے راوی ایسے نور علی نور وزیری جنہیں شہریار جنہیں پھر اہل سنت کیونکر ان
روایت پر اعتماد کریں اگر شیعوں کی طرح سنیوں کے دین کا جھوٹ پر دار و مدار ہوتا تو البتہ مضایقہ تھا سو ایسی کتابوں کا نام و اقفان اہل سنت کے سامنے حوالہ دینا کمال بد دیانتی اور دغابازی اور
بیحیائی کی بات ہے اہل فہم پر مثل آفتاب روشن ہے کہ یہ کتاب اگر ہے بھی تو کسی شیعہ دغاباز کی تصنیف ہے پر اس دغاباز کا حوصلہ مولوی صاحب کا تو معلوم نہیں تاہم البتہ کسی بانی الملعنت
کے کرتوت ہیں ورنہ اس احمق اور اس سلیقہ پر کہ ماموں عباسی کے نام پر لفظ رشید بھی بڑھا دیا یہ فتنہ گری ممکن معلوم نہیں ہوتی کیونکہ عجب نہیں کو ہنر چاہئے فلک کا مونہہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانے
کے مگر ایک تیر انداز ہو زمانہ کا سبحان اللہ مولوی صاحب کے اس تبحر اور اس علم و فضول پر کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ملقب برشید ہارون تھا یا ماموں تھا دربارہ غصب فدک یقین ہو گیا ہے
کہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت کا شاید آپکو اتنا یقین نہوا اور تنہائی میں سینوں پر یہ جوش و خروش ہیں کہ جامہ سے باہر نکلے جاتے ہیں **اقول** یہ شیخ
ایک امر کو کئی مرتبہ لکھ کر کتاب کو بڑھاتا ہے اور تاریخ آل عباس کا حال تو ہم بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ کتاب کسی سنی دغاباز کی ہے اور اگر اس شیخ نے اسکو دیکھا نہیں ہے یا سنا نہیں ہے تو اس پر الزام نہیں
آتا ہے اس لئے کہ کسی احمق نے بھی اسکو نہ دیکھا ہو اور روایت ہبہ فدک کا ہونا منحصر اسی پر نہیں ہے اس سے سوا اور پانچ چھ کتابوں میں ہے اصل راوی اسکا کچھ ایک واقدی نہیں ہے اسکے سوا اور بھی راوی
اس روایت کے ہیں کہ ہر ایک کتاب میں راوی علیحدہ کا نام لکھا ہے اور واقدی کو یہ شیخ کاذب لکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اسکی توثیق کی ہے چنانچہ خطبہ استیعاب میں اسکی
توثیق موجود ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہے چنانچہ روایت حدیث غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ روایت نکردہ اند آنرا از اہل حفظ و اتقان
کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور صاحب مجمع البحار کا قول محدث دہلوی کے قول کے برابر نہوگا کہ اُسنے نسائی کے قول
کا حوالہ دیا ہے اور نہ شارح شفا کا ایسا قول ہے اور اگر نسائی کے قول کا اعتبار ہے تو اسکا اس قول کو بھی معتبر جانو کہ اُسنے لکھا ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی روایت نہیں ہے البتہ یہ روایت تو ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ نہ پر کرے خدا اسکی شکم کو چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور امام شافعی تو تمہاری ابو حنیفہ کو بھی جھوٹا کہتے تھے دیکھو تفسیر کبیر میں جا بجا ابو حنیفہ پر اور اُسکے مذہب پر طعن اور
تشنیع لکھی ہے اور تم اسکی پیروی کرتے ہو اور ہم لکھ چکے ہیں کہ سوائے تاریخ آل عباس کے اور کتابوں میں بھی ہے اہل سنت کو سوائے تسلیم اس روایت کے اور کوئی مفر نہیں ہے ہر چند تاویلیں کریں اور جھوٹ
پر مدار تو اہل سنت کے مذہب کا ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے صدہا دروغ تحفہ میں لکھ کر اپنے مذہب کی مخالفت کر رکھی ہے اور بے حیا اور دغاباز اور الملعنت تو تو ہے کہ ایسی ظاہر روایتوں کی تکذیب کرتا ہے
بر رعایت ابوبکر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول خدا کا حق مٹاتا ہے اور اس معصومہ کو جھوٹا بناتا ہے کہ اس معصومہ نے دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا تھا اور ہم کیونکر یقین نہ کریں اس روایت کا حق ہونا
کہ فریقین میں روایت منقول ہو اور ماموں کو رشید لکھنے میں کیا قباحت ہے کہ تو اسقدر بیہودہ بکتا ہے کیا ماموں ہارون رشید کا بیٹا تھا اور باپ کا لقب اُسکے بیٹے کے واسطے لکھا تو کیا خلاف
محاورہ کیا اکثر باپ کا لقب بیٹے کے واسطے بولتے ہیں اور تجھے اپنی کتابوں کی اور اپنے علماء کی تحریر کی تو خبر ہی نہیں ہے اور شیعوں کا جواب لکھنے کو تیار ہوتا ہے دیکھ تیرے علماء بھی ماموں کو ماموں رشید لکھتے
ہیں چنانچہ جامع الاصول میں صاحب جامع الاصول اختلاف مذاہب کے ذکر میں لکھتے ہیں فاما من کان علی راس المائۃ الثانیۃ فمن اولی الامر المامون الرشید ومن الفقہاء الشافعی والحسن
اور مولوی صاحب کیا جامہ سے نکلے ہیں اہل سنت کی کتابوں کی روایتیں انہوں نے نقل کر دی ہیں اور کسی کی مذمت نہیں لکھی ہے اور جامہ سے تو تو نکلا پڑتا ہے کہ برابر مذمت کرتا ہوا

یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہے لیکن اسکا ہمکو کچھہ رنج نہیں ہے اسواسطے کہ تیرا پیرو مرشد معاویہ آنحضرت کے دادا علی بن ابیطالب کو گالیاں بکا کرتا تھا تو جو کچھ کہ وہ تہوڑا ہے اپنے دادا کی پیروی ہے **قال الشیخ الاشعری** کوئی مولوی صاحب کے تہامی تو ہم مولوی صاحب کو یہ ساری مراتب سمجھا کر اتنا اور سمجھائیں کہ اگر ہم ان سب مراتب سے درگزریں تو ہمیں ابھی اور بہت گنجایش باقی ہے کیونکہ اول تو آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ جو سورہ حشر میں واقع ہے اس بات پر شاہد ہے کہ قریہ فدک جو بالاتفاق از قسم فی تہا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تہا چنانچہ انشاء اللہ تعالی بحث میراث میں جو حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ سے متعلق ہے معلوم ہو جائیگا یہہ ہبہ ہونیکی کونسی صورت ہے جو روایت ہبہ فدک کو صحیح سمجھے بلکہ بالیقین غلط ہوگی کیونکہ اس صورت میں روایت ہبہ کلام اللہ کی مخالف ہو وہ بالاجماع بالیقین غلط ہے **اقول** تو ابوبکر کی تکذیب کرتا ہے کہ جو کہتا ہے کہ فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نہ تہا اسواسطے کہ ابوبکر نے تو فدک کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک مقرر کرکے نحن معاشر الانبیاء کی روایت گھڑی تہی پس تو خلیفہ صاحب کو جہوٹا جانتے تہی تو نے بہی انکو جہوٹا سمجہا اور جو کچھہ تو بعد اسکے اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اسکو رد کرینگے اور یہہ روایت ہرگز مخالف کلام اللہ کے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** معہذا مشہور کتابوں میں جو تمام علماء کے دستمال رہتے ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں موجود ہیں کہ وہ فدک کے ہبہ ہونے پر ایسی واضح دلالت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے جو روایتیں اپنی صحیفہ میں سند بیج فرمائی ہیں وہ فدک کی ہبہ ہونے پر اتنی دلالت نہیں کرتیں اُن روایتوں کی شہرت اور صحت اور صراحت دلالت کو چہوڑ کر ایسا کون نادان ہوگا کہ مولوی صاحب کی ان ہذیانات پر کان لگائیگا اور سوا مولوی صاحب ایسا کون ہے کہ ان افسانہا بے سند پر تکیہ جمائیگا اگر باور نہو تو ملاحظہ فرمائے مشکوۃ شریف جو مشہور کتب اہل سنت ہے اسمیں روایت موجود ہے ابوداود کی روایت سے حضرت مغیرہ کے واسطے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروانیوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل بہا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عمل فیہا بما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبدالعزیز فرأیت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشہدکم انی [illegible] علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بس اسکا حاصل اسکا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک تہا سو اسمیں سے خرچ کیا کرتے تہے اور دیتے رہتے تہے اور بنی ہاشم میں کی بیشوہر عورتوں کے نکاح اُس مال میں سے کرا دیا کرتے تہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے یہ درخواست کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو عنایت فرماویں اور ہبہ کردیں سو آپنے اس بات سے انکار فرمایا اور بدستور مذکور اسیطرح آپ اُس میں سے تا دم واپسیں خرچ فرماتے رہے یہانتک کہ آپ اس عالم سے تشریف لیگئے بعد میں جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بہی جیسی کچھہ بہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے یہانتک کہ وہ بہی واصل بحق ہوئے پہر جب حضرت عمر والی ہوئے تو وہ بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے موافق عمل کرتے رہے یہانتک کہ وہ بہی چلدیئے پہر جب مروان کا اپنے وقت میں قابو چڑہا تو اُس نے اُسے اپنی جاگیر کرلیا پہر رفتہ رفتہ مجہتک نوبت پہنچی اور یہ چیز میرے قبضہ میں آئی سو میری رائے میں یوں آتا ہے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو ندی ہو مجہے سزاوار نہیں اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی انداز پر کردیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں تہا فقط یہانتک حاصل مطلب روایت تہا اول تو غرض یہ ہے کہ اس روایت میں جو بعد حضرت عمر کے ذکر مروان کی جاگیر بنالینی ذکر ہے تو مولوی صاحب کوئی انکا ہمرنگ ہمسنگ یہ نسمجہا ہے کہ حضرت عمر کے بعد متصل ہی فدک پر اُسکا قبض و تصرف ہوگیا تہا بلکہ یہاں قصہ کو مختصر کرکے یوں لکہدیا ہے کہ انجام کار مروان کے قبض و تصرف میں آگیا ورنہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کے زمانہ میں بہی بدستور سابق ہی رہا اور وقعہ کے مختصر کرنیکی بڑی دلیل یہ ہے اول تو لفظ اقطعہا اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ یہ کام اُسنے اپنی خلافت میں کیا چنانچہ عربی دان جانتے ہیں کہ اقطاع کے معنی جاگیر کردینے کے ہیں سو جاگیر کر دینیکا اختیار بجز خلیفہ اور کسیکو نہیں ہے تا دوسرا اگر قصہ مختصر نہو تو یہ معنی ہوں کہ بعد حضرت عمر کے متصل ہی مروان قابض ہو گیا اور علی الاتصال قابض رہا پہر بعد اُسکے متصل ہی حضرت عمر بن العزیز کے قبضہ میں آگیا سو واقفان فن تاریخ پر روشن ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بعد حضرت عمر کے حضرت عثمان کے اختیار میں تہا اور انکے بعد باتفاق شیعہ وسنی حضرت علی کے اختیار میں تہا پہر جب کبہی مروان کا زمانہ ہوا تو البتہ اُس نے اُسکو اپنی جاگیر کرلیا پہر اُسکے مرنیکے بعد کئی خلیفہ ہوئے اُنکے بعد پہر کہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی . . نوبت آئی اور یہ قصہ کا مختصر کرنا کلام اللہ میں بیسیوں جا موجود ہے حضرت موسی و حضرت یوسف کے قصہ کو ملاحظہ فرما دیکہیں بہر حال قصہ مختصر ہے باجماع اہل سیر و تواریخ و علماء حدیث ثابت اور متحقق ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ نبوی حضرت عمر کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تہا پہر حضرت علی ہی کا قبضہ رہا حضرت عباس کا دخل اُٹھ گیا حضرت علی کے بعد حضرت حسن حضرت حسن کے بعد حضرت امام حسین پہر امام زین العابدین اور حسن بن حسن کا قبضہ رہا اُسکے بعد زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا قبضہ رہا رضی اللہ عنہم اجمعین یہانتک تو اُنکا خرچ بدستور رہا ان سب کے بعد مروان کے پنجوں میں پہنس گیا یہانتک کہ نوبت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آئی انہوں نے بسبب کمال عدل کے پہر بدستور قدیم کردیا **اقول**

یہ روایت ساختہ و پرداختہ دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ہے جو تمہارے کھدی ہے اسکو تم اپنے گہر میں رہنے دو کہ یہ روایت کہ تمہاری کتاب کی ہے ہمپر حجت نہیں ہو سکتی بڑی بے حیائی اور بددیانتی کی بات ہے ایسی روایت موضوعہ شیعہ کے مقابلہ میں سنانا تمہاری روایت تمپر حجت ہو سکتی ہے اور ہمپر ہرگز حجت نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ایک کتاب کے اسقدر کتابوں کا مقابلہ کیونکر کرسکتی جسوقت کہ علماء کثیر نے روایت دعوی فدک کو اپنی کتابوں میں لکھا ہو چنانچہ مغنی قاضی القضاۃ اور ملل نحل اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول امام رازی اور فصل الخطاب محمد پارسا اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین رومی و شرح عقاید نسفی اور برہان قاطع اور مقصد اقصی اور معارج النبوۃ اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور ریاض النضرۃ اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا اسقدر علماء کی شہادت دعوی ہبہ میں معتبر ہو یا ایک روایت مشکوۃ کے سرا پا موضوع کے اسمیں آتی ہے اسواسطے کہ جسوقت کہ اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ روایت کہ جو ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھی ہے اور وہ یہ ہے فلما ولی عمر بن العزیز الخلافۃ کانت اول ظلامۃ ردھا دعا الحسن بن الحسن بن علی ابیطالب وقیل بل دعا محمد بن علی بن الحسین بن علی ابیطالب فدفعھا الیہ فکانت بید اولاد فاطمہ پس جسوقت والی ہوا عمر بن عبد العزیز خلافت کا تو تہی پہلی دادخواہی یعنی پہلا حق کہ رد کیا اسکو بلایا حسن بن حسن بن علی بن ابو طالب اور کہا گیا ہے کہ بلکہ بلایا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کو پس دفع کیا اسکو طرف اسکے پس تہا وہ اولاد فاطمہ کے ہاتہ میں سو فدک اسنے حق اولاد فاطمہ کا جانکر اولاد فاطمہ کو دیا یا حق کل بنی ہاشم کا تھا اور ان سب پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سلوک کرتے تہے تو تنہا فاطمہ زہرا علیہا السلام سب کے حق کو کاہیکو طلب کرتی اور راویوں میں بہی اس روایت کے خلل ہے اسواسطے کہ ابوداؤد نے جن راویوں سے روایت کی ہے اول ان میں عبداللہ بن الجراح ہے اور دوسرا جریر ہے اور اس نے مغیرہ سے روایت کی ہے اور عبداللہ بن الجراح جو کہ راوی اول ہے وہ کثیر الخطا ہے چنانچہ ذہبی نے حاشیہ کاشف میں لکھا ہے وقال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر راوی دوم ہے وہ سوء حفظ کے طرف منسوب تہا چنانچہ میزان ذہبی میں ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے پس جسوقت کہ حال اس روایت کے راویوں کا ایسا ہو تو وہ کیونکر معتبر ہو مقابلہ میں اس روایت کے کہ جسکو تم غیر نے لکہے ہے اور شہرت اور اعتبار میں صحیح بخاری سے زیادہ نہیں ہے مشکوۃ اور قریب ہے کلام اللہ کے بہی زیادہ صحیح بخاری ہے اہل سنت کے نزدیک کہ وہ اسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس جسوقت کہ وہ اکاذیب اور صنعاف کو شامل ہو جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین اور اثارۃ الغین میں لکھا ہے تو بیچاری مشکوۃ کی کیا حقیقت ہے اور اسکے روایتوں کے موضوع اور کاذب ہونے میں کیا شبہ ہے اور اگر ایسے ہی عتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہے مشکوۃ اور بہت مشہور ہے تو چاہیئے کہ اسکی سب تیں روایتیں معتبر اور صحیح ہوں و گنجایش تاویل کی انمیں نہو بقول شاہ عبد العزیز صاحب کے عمل قرآن اور حدیث کے ظاہر پر کرنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب عایشہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن کو مجھ سے مباشرت کیا کرتے تہے اور عمر کے فضائل میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عایشہ کو حبشیوں کا ناچ کہانیکو لیکے اور اپنی بغل میں کہڑا کرکے اسکو ناچ دکہلایا کہ وہ شانہ پر سے مونہہ نکالکر ان حبشیوں نامحرموں شہدوں کا تماشا دیکہتی تہے اور جسوقت کہ حضرت سے کہتی تہی کہ میں ابہی سیر نہیں ہوئی ہوں ناچ دیکہنے سے تو حضرت فرماتے تہے ان مخنثوں کو کہ ناچے جاؤ ابہی حمیرا تمہارا تماشا دیکہتی ہے اگر یہ روایتیں صحیح اور واقعی ہیں تو بڑی بے دینی اور بے ایمانی کی بات ہے اور بڑی تہمت ہے رسولخدا صلعم پر کہ ماہ رمضان میں دن کو اپنی زوجہ سے مباشرت کریں اور بڑی بے غیرت اور بے شرم اور بے حیا تہی عایشہ کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے بیان کرے کہ رسولخدا مجہ سے یوں یوں کیا کرتے تہے اور ایسے ہی اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر نامحرموں کا ناچ دکہلانا یہ بہی بڑا افترا ہے اس جناب پر اسواسطے کہ یہ فعل بڑا رذیل اور رذیل ہے کہ جسکو خاکروب اور چمار بہی منظور نکرے چہ جائیکہ پیغمبر عظیم الشان افضل المخلوقات پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں روایتیں دروغ ہیں اور عایشہ پر تہمت کی ہے جس شخص نے کہ ایسی روایت بے غیرتی کی عایشہ کیطرف منسوب کی ہے کہ وہ کہتی تہی کہ ماہ رمضان میں رسول خدا صلعم دن کو مجہ سے یوں یوں کیا کرتے تہے اور جب روایتیں جہوٹی ہوئیں تو وہ روایت عمر بن عبد العزیز کی بہی جہوٹی ہوگی کہ ابوبکر کی خاطر سے یہ روایت بنائی ہے اور کیونکر جہوٹی نہو کہ ایک جماعت کثیر کی روایت کے برخلاف ہے اور اس جماعت کی روایت تو نہایت معتبر اور صحیح ہے کہ انکی کتابیں الطور بیاض کے نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کی کتابیں ہوتی ہیں انہوں نے تو اپنی کتابوں میں وہی روایت لکھی ہے کہ جسکو محدثین نے صحیح اور معتبر قرار دیا ہے اور مشکوۃ حدیث کی کتاب ہے اس میں رطب یابس سب کچھ ہے پس اس ایک روایت سے کہ سراسر موضوع ہے عدم ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم تو کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن میں اپنی کسی زوجہ سے مباشرت نہیں کرتے تہے اور نہ اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر حبشیوں کا ناچ دکہلاتے تہے اور اگر تم اسکے جواب میں کہو کہ مشہور کتابوں میں جو دستمال تمام علماء رہتی ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ جو مباشرت اور ناچ دکہلانے پر ایسی واضح الدلالت ہیں کہ جو تم بیان کرتے ہو عدم مباشرت اور عدم ارادت رقص کو یہ اتنی دلالت نہیں کرتی اور مشکوۃ شریف جیسا مشہر کتب اہل سنت ہے اسمیں یہ روایت موجود ہے سو یہ تمہارا ہی ایمان ہے کہ جو تمہارا گمان جناب رسولخدا اور عایشہ کیطرف ایسا ہے اور مولوی صاحب کے ارشاد کو جو تو ہذیانات کہتا ہے کیا مضایقہ ہے اور کچہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تیرے پیرومرشد عمر بن خطاب نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کو ہذیان کہا تھا جسوقت حضرت نے دوات و قلم طلب کیا تہا اگر تو عمر کی پیروی سے آنحضرت کی اولاد میں کسیکو کہے کہ یہ ہذیان بولتا ہے تو اسکا

تعجب نہیں ہے اور اس روایت میں جو لکھا ہے کہ کانت لہ فدک فکان ینفق منہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک جناب رسول خدا صلعم کی ملک تھا اور بنی ہاشم پر اسکو تقسیم کرتے تھے دلالت کرتا ہے اسپر لام
لہ کا جو واسطے تخصیص کے ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ فدک رسول خدا صلعم کی ملک تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ ثم اقطعہا مروان سو مروان نے خود تو قطیعہ اور جاگیر نہ بنایا بعد میں کیا تھا موافق
روایات اہل سنت کے اور پہلے تو عثمان نے ہی اپنی خلافت میں فدک مروان کو دیا تھا اور اسکے ساتھ اسکو مخصوص کیا تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شرح حدیث فدک میں ایک
عبارت لکھی ہے مثل روایت عمر بن عبد العزیز کے اور اسمیں ہے کہ ثم اقطعہا مروان یعنی فی ایام عثمان یعنی پھر قطیعہ کیا اسکو مروان نے یعنی بیچ زمانہ عثمان کے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ قال الخطابی
انما اقطع عثمان فدک لمروان لانہ تاول ان الذی یختص بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون للخلیفۃ بعدہ یعنی کہا خطابی نے جز این نیست جاگیر کر دیا عثمان نے فدک کو واسطے مروان کے
اسواسطے کہ تاویل کی اس نے کہ تحقیق جو چیز کہ خاص ہوتی ہے ساتھ پیغمبر صلعم کے ہوتی ہے وہ واسطے خلیفہ کے جو بعد آتے ہیں اور یہی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو قطیعہ کر دیا
تھا اور شرح موطا میں بھی ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ عثمان نے مختص کر دیا فدک کو واسطے مروان کے اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سچی تھی اور فدک
مال سب فقراء مومنین کا تھا تو عثمان نے اسکو مروان کے واسطے کیسے خاص کر دیا وہ تو جمیع فقراء کا حق تھا افسوس ہے کہ عثمان نے تو اپنی قرابت کا پاس کر کے مروان کو فدک دیا اور ابوبکر نے ملاحظہ
قرابت رسول مقبول کا نکیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فدک سے محروم رکھا اور اگر عثمان کو اختیار تھا کہ فدک جسکو چاہیں دیدیں تو ابوبکر کو بھی اختیار تھا اگر چاہتا فاطمہ کو دیدے ڈالتا اور اگر ابوبکر کو مثل
عثمان کے اختیار نہ تھا تو برعایت قرابت رسول خدا صلعم کہ وہ ان حضرت کی جگر گوشہ تھی مسلمانوں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے واسطے بحل کروا لیتا جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم نے قلادہ زینب
بنت خدیجہ کبری کا سب مسلمانوں سے معاف کرا لیا تھا الیقین ہے کہ بپاس خاطر اور محبت رسول خدا صلعم کوئی مسلمان عمل کرنے فاطمہ سے انکار نکرتا اور بطیب خاطر فدک کے محاصل سے دست بردار
ہو جاتے اور ابوبکر اس تہمت سے بری بھی ہو جاتا لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی نتھا کہ حضرت فاطمہ فدک سے متمتع ہوں اور نہ بحل کرنیکی مثل زینب کے لیاقت رکھتی تھیں ابوبکر کے نزدیک اور بعد عثمان کے علی کے
تصرف میں آ گیا فدک اور مثل سابق کے اسمیں عملدرآمد کرتے رہے اس جہت سے کہ جتنے امور تھے سب شتر تھے اور بعد رسول خدا صلعم کے جو کچھ تغیر اور تبدل ہو گیا اسمیں کسی طرح سے حضرت
علی دست انداز نہوئے تھے منتظر تھے کہ خلافت کو میری استقلال ہو جاوے اور سب مسلمان میرے متفق ہو جائیں تو میں کچھ کروں لیکن دشمنوں نے مہلت ندی مسلمان ہی آپس میں لڑتے رہے یہانتک کہ اس
دار فانی سے رحلت کر گئے اور فدک کا حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں ہونا عمر کی خلافت میں ثابت نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور اگر انکے قبضہ میں ہوتا تو عمر کی خلافت میں عمر سے دعوے فدک کا کیوں
کرتے اور عمر انکو کیوں کہتے کہ تم دونو مجھکو کاذب و خائن و غادر و آثم جانتے ہو اور ابوبکر کو بھی ایسا ہی جانتے تھے اور جو کچھ کہ بعد اسکے لکھا ہے وہ بھی ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ مخالف تحریر اہل تواریخ ہے
چنانچہ شرح مقاصد میں محقق تفتازانی لکھتے ہیں کہ مذکور کتب تواریخ میں ہے کہ فدک جس طرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا بعد اسکے مروان نے اسکو قطیعہ کیا اور مروان نے اپنی بیٹی عبد العزیز
اور عبد الملک کو ہبہ کیا بعد اسکے جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو ہبہ کیا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے پس سارے کا سارا فدک ولید کے پاس ہو گیا
بعد اسکے عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایام خلافت میں رد کیا فدک کو اسی حال کو کہ جیسے پہلا تھا اور بعد اسکے سال دو سو دس میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ پر رد کر دے
اور منع کیا اسکو طرف محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کے اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کی الخ **قال الشیخ الاشعری** جب یہ گزارش
ہو چکی تو اب یہ التماس ہے کہ مشکوۃ تو شہرۂ آفاق ہی ہے اور صحاح ستہ میں سے ہے تو جو روایت کہ ایسی کتابوں میں ہو اسکی صحت اور شہرت کو خیال کرنا چاہیے کہ کسقدر اور کس مرتبہ کو ہوگی معہذا
یہ روایت کتنی صاف اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ تا دم واپسیں فدک جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ اکمل التحیات کے قبضہ میں رہا اور باوجود استدعا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
کے آپنے انکو فدک عنایت نفرمایا بلکہ جیسے حکیم بیمار دار بیمار کو ان چیزوں کے دینے سے انکار کیا کرتا ہے جو اسکو خلل کریں ایسے ہی حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ اہل بیت سے فدک دنیوی
جو مال دنیا تھا انکار فرمایا اور کیونکر انکار نفرماتے آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا جس کا یہ حاصل ہے کہ اللہ کا ارادہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تمکو
خوب پاک کر دے اس مال دنیا ہی کی طلبگاری کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہے بہر حال یہ روایت فدک کے منع پر مثل آفتاب روشن دلالت کرتی ہے اور وہ روایت جو بزعم شیعہ دستاویز ہبہ ہے ہبہ کے
ہونے پر صراحتہ دلالت نہیں کرتی کیونکہ عربی کی روایت میں جسکا ترجمہ مولوی صاحب نے ہبہ فرمایا ہے لفظ اعطا ہے سو یہ لفظ عام ہے ہبہ میں بھی بولا جاتا ہے اور عاریت میں بھی
استعمال کرتے ہیں سر مو تفاوت نہیں دونو موقع میں بلا تفاوت بولتے ہیں اور بڑی دلیل اسکے عموم کی یہ ہے کہ اعطا کا ترجمہ ہندی زبان میں بناہ دینا ہے جو بہت جگہ میں ایسا اوقات عاریت کو کہا
کرتے ہیں کہ فلانی چیز فلانے شخص کو دی ہے یا دے رکھی ہے الغرض لفظ اعطاء سے ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا **اقول** پہلے اس سے گذر گیا ہے کہ روایت مشکوۃ کی موضوع ہے اور دشمنان فاطمہ زہرا
علیہا السلام نے وضع کی ہے اگر مشکوۃ کو شہرت ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی شہرت کو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی سب روایتیں بھی درست راست ہوں اور اگر یہی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ
کافی جو بہت مشہور کتاب ہے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے خلفاء ثلاثہ کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ ہمارے بزرگوں کے حقوق کو غاصب تھے اب تم بھی مشکوۃ کی روایت کے صدق کا اقرار کرتے ہو
تو تم کافی کی روایت کے صدق کا اقرار کرو اور صواعق محرقہ تو مشکوۃ سے زیادہ مشہور ہے اسمیں معاویہ کو لکھا ہے کہ خلیفہ حق بعد امام حسن کے ہے تو کہنے لگو گے کہ معاویہ کو خلیفہ حق جاننا چاہیے ہماری

کتاب کی روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور اس سے ہمارے اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا اور آیۂ انما یرید اللہ کے خوب معنی تراشے ہیں کہ جو کسی تفسیر میں نہیں ہیں مفسرین تو مراد رجس کے
لفظ سے معاصی لیتے ہیں اور یہ شیخ مال دنیا مراد لیتا ہے اور کوئی پوچھے کہ مال میں کیا قباحت ہے جب راہ خدا میں صرف کیا جائے اور محتاجوں کی اس سے خبر لی جائے بلکہ وہ تو افضل العبادات ہے
اور حضرت زہرا اور جناب سیدہ علیہا السلام کا تو یہی حال تھا کہ جو کچھ انکے پاس ہوتا تھا اسکو راہ خدا میں صرف کرکے فقیر ہو جاتے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ چادر کو فاطمہ علیہا السلام کے پیوند لگا کرتے تھے
ایسے شخصوں کے پاس مال کا آنا بہت مناسب اور افضل ہے اور جیسی کہ یہ ایک روایت موضوعہ مشکوۃ کی ہے ایسے ہی ہماری کتابوں میں بہت روایتیں ہیں کہ وہ فدک کی بخشش پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایات معتبر
اور صحیح ہیں اور مثل آفتاب بخشش پر دلالت کرتے ہیں ہبہ پر اور وہ روایت کہ جو مشکوۃ میں ہے وضعی اور بنائی ہوئی ہے اور لفظ اعطا کا اگرچہ دینے کے معنی میں ہے لیکن ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور کہا
جاتا ہے اور فتاوی حمادیہ اور شرح وقایہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ کی جگہ اعطاء کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اور منتخب اللغات میں ہے کہ معنی بخشی نیز اور بخشنے کے لکھے ہیں یہ دونوں لفظ مرادف سے
ہیں اور اعطاء کا لفظ گو عاریت کے واسطے بھی بولا جاتا ہے لیکن قرینہ کو دیکھنا چاہئے کہ کس پر دلالت کرتا ہے حضرت جبرئیل نے جو جناب سرور کائنات سے کہا تھا کہ فاطمہ کو فدک دو کیا عاریۃً دینے کو کہا
تھا اگر عاریۃً دینے کو کہا تھا تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ہبہ و نحلہ کا دعویٰ ابوبکر سے کسواسطے کیا تھا عاریۃً کا دعوی کیا ہوتا اور اگر عاریۃً ہوتا تو ابوبکر جواب میں دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام
کے کہتے کہ تیرے پاس عاریت تھا اب میں اسکو تجھ سے واپس کرتا ہوں گواہ کیوں طلب کرتے حضرت فاطمہ سے بخشش کے پس معلوم ہوا کہ یہاں اعطاء کے لفظ سے ہبہ مراد ہے **قال الشیخ الاشعری**
سوا اب روایت مشکوۃ کو تو ایک طرف رکھیے اور اس روایت کو جو مولوی صاحب نے درج صحیفہ شریفہ فرمایا ہے ایک طرف رکھئے اور پھر اسکی صحت اور شہرت اور صراحت دلالت کو اس روایت کے ضعف
انحصار اور عدم دلالت مقصود سے موازنہ فرمائیے اور پھر فرمائیے کہ کسطرف پلہ جھکتا ہے سو اگر مولوی صاحب عقل کو کار فرمائیں گے تو منجملہ اسباب کو تسلیم فرمائینگے کہ واقعی قابل اطمینان اور لائق
اعتماد روایت مشکوۃ ہی ہے **اقول** مشکوۃ کو تو البتہ شہرت ہے کہ وہ ایک کتاب احادیث کی ہے اہل سنت کے مذہب میں اور اس روایت کو نہ شہرت ہے اور نہ صحت ہے اسمیں بلکہ ایک روایت موضوع
ہے اور جب روایت کا بنانا ہی ٹھیرا تو اپنی مرضی اور مطلب کے موافق بنائی تا کہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرے اور مولوی صاحب کو کیا غرض ہے کہ ایسی جھوٹی روایت مشکوۃ پر اعتماد کرکے مطمئن ہو جائیں
قال الشیخ الاشعری اس روایت مندرجہ مشکوۃ سے صاف واضح ہو گیا کہ بفرض محال روایت ہبۂ فدک کتب مذکورہ میں ہو بھی اور یہ کتابیں ہی سب کی سب ایسے لوگوں کی تصنیف ہوں
جو موصوف بشرائط اعتبار روایت یعنی صدق و صلاح و فہم و فراست و حفظ و دیانت ہوں اور پھر اسکے بعد اعطاء سے مراد بھی ہبہ ہی ہو تو بھی بریں نیست کہ ان کتب کے مصنفوں نے یہ کتابیں بطور بیاض
کے لکھی کر لی تھیں اور رطب و یابس غلط و صحیح سب انمیں جمع کر لیا تھا تا کہ بعد انفراغ جمع نظر ثانی کرکے تلخیص کرینگے چنانچہ سب مصنفین کرتے ہیں لیکن اتفاقات تقدیر سے انکی عمر نے وفا کی
یا فرصت ملی ہو اسلئے بہت سی روایتیں شیعوں کی بنائی ہوئی انکی کتب میں درج ہو گئیں اور کم فہم اپنی غلط فہمی سے ان روایات کو اکابر محدثین کی تصنیفات میں دیکھکر بحال خود جناب یہ تنہا ادا کیا
موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب عمدۃ المحدثین و زبدۃ المورخین تحفہ میں رقم فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے کہ خطیب نے جو متاخرین محدثین اہل سنت سے ہے شریف مرتضی
سے جو اجلہ علماء شیعہ میں سے ہے اور علامۂ نبی شیعہ مذہب کا بھائی ہے شیعوں کی حدیثیں اسی غرض سے نقل کیں کہ بعد جمع و تالیف کے انمیں نظر کریں کہ انکی کچھ اصل بھی ہے کہ نہیں ہے اور اس سے اول
شاہ صاحب عمدۃ المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب ہی رقم فرماتے ہیں کہ جو محدثین کہ فرقۂ اہل سنت میں آخر میں پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ پہلے محدث روایات صحیحہ اور حسنہ کو تو خوب ضبط کر گئے ہیں اور
انمیں سعی کی گنجائش نہیں تو وہ ایسی حدیثوں کی طرف جنکی سندیں ضعیف ہیں یا وہ جھوٹی بنائی ہوئی ہیں یا غلطی سے کسی حدیث کی سند متن کے ساتھ لگ گئی ہے ایسے متوجہ ہوئے تا کہ سب کو بطور
بیاض کے ایک جا فراہم کرکے نظر ثانی کریں اور موضوعات کو حسان لغیرہا سے جدا کریں لیکن بسبب کوتاہی عمر اور قلت فرصت کے یہ مہم انسے تمام نہو سکی گرچہ محدث کہ انکے بہی بعد پیدا ہوئے انہوں نے انکی
بیاضوں کی حدیثوں میں باہم امتیاز کر دی چنانچہ ابن جوزی نے جسکا حوالہ مولوی صاحب بھی اپنے رقیمہ میں رقم فرماتے ہیں موضوعات کو جدا کر دیا اور اسکے مقابل میں حسان لغیرہا کو مقاصد حسنہ میں جدا لکھدیا
اور ایسے ہی سیوطی نے تفسیر در منثور میں کیا اور خود ان محدثوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں جو بطور بیاض کے ہیں اس غرض کو لکھ لکھدیا ہے انتہی اس نقل سے ہر کس و ناکس سمجھ جائیگا کہ جن کتب کا حوالہ
مولوی صاحب نے اپنے خط میں درج کیا ہے وہ اکثر ایسے ہیں کہ ایسی ایسی روایتوں کے جمع کرنے اور حقیقت حال کو تبلانیکے واسطے جمع کی گئیں تھی جن روایتوں کو مولوی عمار علی صاحب اور انکے پیشوا کاتے پھرتے
ہیں لیکن اتفاقات سے انکے مصنفوں کو اجل نے آدبایا **اقول** ایک امر کو یہ شیخ پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ لکھتا ہے اور اس بیاض کے ڈھکوسلے کو کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم جواب اسکا لکھتے جاتے ہیں لیکن
یہ وہی لکھے جاتا ہے اور روایت مشکوۃ تو موضوع اور جھوٹی ہی ہے اور جو روایتیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے صحیح فرمائی ہیں وہ سب ثابت اور واقع ہیں اور ان روایتوں کے مولفوں نے ہرگز بطور بیاض کے
ان روایتوں کو جمع نہیں کیا ہے بلکہ وہ متعدد ہیں اسکے کہ جو ایسا کرتے تھے اور بعد انکے جو محدثین ہوئے اور انہوں نے بعض کتاب حدیث کو دیکھا کہ اسکی روایتوں میں تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں ہوئی ہے تو انہوں
نے تمیز انمیں کر دی اور یہ روایتیں ہبہ کی وہ ہیں کہ جو بعد تمیز حق و باطل کے انکے مولفوں نے صحیح اور معتبر جانکر لکھے ہیں اور ایسے وہ دیوانہ نہ تھے کہ کتاب کو واسطے فائدہ عالم کے لکھیں اور روایتیں انمیں غیر معتبر درج
کریں اسواسطے کہ انکی غرض بطور بیاض کے جمع کرنا تھا بلکہ واسطے فائدہ لوگوں کے لکھتے تھے اور جو لوگ کہ بطور بیاض کے لکھتے تھے وہ پہلے آنسے تھے اور ایسا کیا انکو خبط ہوا تھا کہ کتاب تو لکھیں اپنے مذہب میں اور دوسرے
داخل کریں انمیں شیعوں کی ہوں شیعوں کی روایتیں انکی کتاب میں کیونکر داخل ہو گئیں اگر کوئی کتاب لکھتا ہے تو اپنی کتاب میں اپنی روایتیں انمیں داخل کرتا ہے یا دوسرے مذہب کی روایتیں یہ بات کہیں عقل میں

بہی آتی ہی کیسے لاجواب ہوتے ہیں اہل سنت مقابلہ میں شیعوں کے کیسے کیسے جھوٹ تراشتے ہیں اپنے مذہب کی محافظت کے واسطے اور کس جرأت سے حق کو مٹاتے ہیں ابوبکر کی خاطر سے کبھی کہتے ہیں کہ
سنیوں نے تحفہ میں جو لکھی ہیں تو انمیں شیعوں کی روایتیں درج ہو گئیں یا ان مصنفوں نے داخل کیں یا شیعوں نے داخل کر دیں اور کبھی کہتے ہیں ان روایتوں کا ہماری کتب میں نشان ہی نہیں
اور جو کچھ کہتے ہیں سب غلط اور بے سند کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر یہی تھا تو نصر اللہ کابلی سے بہتر کون مفتری ہی وہ اور اسکو گزرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کوئی کلی اور بستی ہی ایسا کہتا لیکن ایسا کسی
نے نہیں کہا یہ سب بیجا و نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا ہی اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی کا نفس فرض اسکے پیرو ہیں لیکن ہمکو اس سے کیا یہ روایتیں سنیوں کی کتابوں
میں موجود ہیں اور راوی بھی انکے سنی ہیں ہمکو واسطے محبت کے کفایت کرتا ہے اور یہ عذر اہل سنت کا پیش نہیں چلتا اگر ایسا ہی ہے تو کل کو یہود اور نصارا اور ہنود کہنے لگیں گے کہ ہماری کتابوں پر
مسلمانوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب تو بڑے اکذب الکاذبین ہیں سینکڑوں دروغ تحفہ میں اپنے انہوں نے داخل کئے ہیں ہمارے مولوی صاحب تحفہ کو دیکھکر سنی ہوئے تھے اور
بعد اسکے جو شاہ صاحب کی تلبیسات اور تدلیسات کا حال واضح ہوا تو پھر اپنے اصلی مذہب کی طرف رجوع کئے اور صاحب جامع الاصول کی اور خطیب کی نقل ہمارے نزدیک کب معتبر ہے سنگ زدہ
براد شغال اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں اس سے کیا ہوتا ہے خطیب نے جمع کی ہونگی شیعوں کی روایتیں لیکن یہ بھی تو لکھا ہوگا کہ یہ شیعوں کی روایتیں ہیں اور انکے راویوں سے بھی معلوم ہوتا ہوگا کہ
انکے راوی سنیوں کے راوی ہیں یا شیعوں کے ان روایتوں کا حال تو ہرگز پوشیدہ نہوگا اور سب جانتے ہونگے کہ یہ روایتیں خطیب نے اس غرض سے جمع کی تھیں کہ ان پر نظر کرونگا اور وہ سب روایتیں کہیں ہی ایک جگہ
ہونگی کچھ التباس کی صورت نہیں ہے اور ایسا ہی نہیں ہے کہ سنیوں کی روایتوں میں وہ ملکر گڈبڈ ہو گئی ہونگی اور خطیب نے اپنی روایتوں میں انکو مخلوط کر لیا ہوگا لیکن روایات ہبۂ فدک کو کسی نے خطیب سے
نقل ہی نہیں کیا ہی اسکے ذکر سے کیا فائدہ ہی اور جو محدثین کہ روایتوں کو جمع کر کے بدون نظر ثانی کے چھوڑ گئے تھے اور انکے بعد لوگوں نے انمیں نظر کر کے صحیح کو غلط اور ضعیف سے جدا کر دیا ہی تو یہ روایتیں
ہبۂ فدک کی انہیں صحاح میں سے ہیں کہ مؤلف جنکی بعد انکے ہوئے ہیں اور بعضی ایسی ہیں کہ انہوں نے فارسی میں ترجمہ کر کے کتابیں لکھی ہیں جیسے صاحب مقصد اقصی اور صاحب معارج النبوۃ
کہ یہ غیر معتبر روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے اور دعوی ہبہ کی روایتیں کہ جو فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے کیا تھا بڑے علماء محققین اور معتبرین نے لکھی ہیں جیسے کہ محقق سید شریف کہ انہوں
نے شرح مواقف میں لکھا ہی اور امام رازی کہ انہوں نے تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول میں لکھا ہی اور محمد پارسا کہ جسکے قول کو شاہ عبد العزیز صاحب نے اسی بحث میں سند پکڑا ہے انہوں نے فصل الخطاب
میں لکھا ہی اور ابن حجر کہ جو تعصب میں ان سب سے زیادہ بڑھا ہے انہوں نے صواعق محرقہ میں لکھا ہی اور سوائے انکے یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ اپنی کتابوں کو غیر معتبر روایتوں سے پر کرتے اور یہ لوگ ہیں کہ جنہوں
نے بطور بیاض کے کتابیں نہیں لکھی ہیں بلکہ اپنے نزدیک واسطے فائدہ کے صحیح اور معتبر روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں اور ابن جوزی نے موضوعات کا رسالہ علیحدہ لکھا ہی اور لکھ دیا ہی کہ
فلانی فلانی روایت موضوع ہی لیکن ہبہ کی روایت کو اس نے موضوع نہیں لکھا ہی اور تفسیر درمنثور تو تفسیر قرآن کی ہی وہ تو بطریق بیاض ہو ہی نہیں سکتی اسمیں تو جو روایت ہے وہ انہوں نے معتبر جانکر
لکھی ہی کہ تفسیر میں ایسا احتمال ہو ہی نہیں سکتا یہ احتمال بیاض تو احادیث کی کتب میں ہی سو وہ بھی متقدمین کی کتابوں میں شاہ عبد العزیز صاحب اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی مغالطے
کرتے ہیں لیکن اسکو کون تسلیم کرتا ہی کہ جو بے سند ہی اور دروغ تو انکا اکثر مقامات تحفہ سے ظاہر ہو گیا ہی دعوی ہبۂ فدک کی روایت انہیں بس کتابوں سے آئی ہو گی بلکہ اس سے زیادہ میں چنانچہ ہم لکھ ہی
چکے ہیں اور شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں دعوی ہبہ اور گواہی کے جواب میں کہ جواب ازیں طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن و حسنین علی اختلاف الروایات
در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است اور مفتی محمد قلی خان صاحب اعلی اللہ مقامہ نے چھبیس کتابوں کا
اہل سنت کی نام لکھا ہی جنمیں روایت دعوی ہبۂ فدک کی ہی کیا شاہ صاحب کی نظر سے انمیں سے کوئی کتاب بھی نگذری ہو گی بھلا اصل میں ہی تاہم کوئی ایسا ہی دھوکہ ہوگا جیسے کہ جناب شاہ عبد العزیز
صاحب نے اور ہمارے مولوی صاحب نے رقیہ اور ام کلثوم دختران خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک دعوی کیا ہے اور علماء شیعہ کے حکم کو موقوف لکھا تھا کہ یہ دونوں صاحبزادیاں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ کی نطفہ سے نہیں اور ایک روایت انکی حضرت کے نطفہ سے ہونیکی جو کافی میں ہے اور تقیہ کی وہ روایت ہے اور اسپر انکی نظر ہی نہ تھی اسکے موافق نہیں لکھا لیکن اس روایت کا انکار بھی نہیں لکھا اور یہ لکھا کہ
کہ اس مضمون کی کوئی روایت نہیں ہے یہاں آ ہی نہیں ہے بلکہ ایک روایت مشہور کے موافق یہ لکھا تھا کہ دو بیٹیاں حضرت کی اہل سنت مشہور کرتے ہیں وہ دونوں حضرت کے نطفہ سے نہیں اور وجوہ بھی ترجیح کی
لکھدی تو پھر اس شیخ نجدی کا یہ حال ہے کہ جا بجا لکھا جاتا ہے کہ یہ دروغ لکھا ہی اور شاہ صاحب نے جو بجسیہ کتاب کا انکار کیا ہی اسپر نظر ہی نہیں ہے اور جو کچھ یہ شیخ لکھتا ہی شاہ صاحب کی پیروی سے کہتا
ہے اور شاہ صاحب کی راستی اور دروغ کا حال معلوم ہو گیا ہی اسپر اس شیخ کی تحریر کا بھی قیاس کر لینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی ایسی کتابیں ہیں جیسے تفسیر درمنثور اور کتاب ابن
جوزی کہ انمیں اکثر ایسی روایتیں ہیں جسکی شیعہ سند کرتے ہیں وہ اس طور پر ہیں جیسے تحفہ اور منتہی الکلام اور صواعق محرقہ وغیرہ میں ہبۂ فدک کی روایت مندرج ہی تو ایسا کون دیدہ
نہیں جانتا کہ تحفہ میں اس روایت کو لکھکر یہ لکھا ہی کہ یہ روایت بنائی ہوئی ہی سو مولوی حامد علی صاحب جو کہ تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات مولوی حیدر علی کا نام نہ لکھا اسمیں دو تین
تھے ایک تو کتابوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی جس سے کہ بے سمجھے ایک دفعہ کو کان کھڑے ہو جاتے دوسرے عوام اور جہال اہل سنت شاہ عبد العزیز صاحب و مولوی حیدر علی صاحب کو جسقدر جانتے ہیں اتنا مقصد کو
نہیں جانتے اور پھر تیسری وجہ یہ ہی کہ ان دونوں صاحبوں کے معتقد فرض کر کے صاحب اور صواعق کی ہے کہ اگر ان صاحبوں کا نام ہی نہ لکھتے تو چنداں شبہ بھی نہ تھا اور عوام کو اعتبار تو نہ ہوتا اگر جناب

عبد العزیز صاحب نے باوجود شہرت علم و فضل و تبحر فن حدیث و باینہمہ صرف ہمت بارہ رد روافض اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کر دیا تو ہو نہو یہ روایت صحیح ہی ہوگی مگر شاید یہ اندیشہ ہوا ہو
کہ یہ کتابیں فارسی زبان میں اور بہر کیف اردو اور فارسی خواں بکثرت بلاد اقلیم کل جا بجا ہیں بہر حال رد و قدح سے اس دینداری اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوۂ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکی دنیا
بہت تھی دین کو کیوں بٹا لگایا اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن پھر بھی خیر گزری کہ جو اپنے سنیوں کی دغا دہی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسوں کو لا حول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے لیسے دام میں نہیں آتے لیکن
شیعوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے ایسے مقتدا کا یہ دماغ ہوا ہے کہ یہ تمیز باقی نہیں کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں کس غرض سے بیان کی ہے آیا بطور رد کے یا بطور اعتبار کے اور اعتماد کی تو لاجرم عنقریب
ہے مولوی صاحب اسبات کو تشہیر کریں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو خداوند کریم ساحر اور مجنوں اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور یہ شیعوں کی اونہی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ
سمجھیں کہ کلام اللہ میں کفار کا قول منقول ہے اور وہ بھی باین غرض کہ انکے قول کو رد فرماتے ہیں بہرحال مولوی صاحب کی یہ چالاکیاں کہیکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان
مکاریوں پر نہ جائیں ایسی ہی چالوں نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کے پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **اقول** تفسیر در منثور وغیرہ میں گو روایت ہبہ فدک کو اس طرح
نہیں لکھا ہے جس طرح سے کہ تحفہ اور منتہی الکلام میں لکھا ہے اسواسطے کہ یہ تو اس روایت کو نقل کرکے کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہے اور تفسیر در منثور وغیرہ میں اس طرح
نہیں ہے یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے بلکہ در منثور میں تو ہبہ کرنیکی روایت کو نقل کر دیا ہے کہ یہ روایت اس طرح سے آئی ہے جیسے کہ اور علما نقل کرتے ہیں اور پھر اسکا کچھ تعرض نہیں کیا الا لکھنا انکی لکھنے کی مثل
کے ہوگا کیونکہ ہوگا اور بعد اسکے جو اس شیخ نے لکھا ہے کہ قرآن میں آنحضرت صلعم کو کاہن و مجنون و ساحر لکھا ہے تو یہ قول کفار کا نقل کیا ہے یہ کہنا اس شیخ کا اس جگہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ روایت ہبہ فدک کی جو
اہل سنت کی کتابوں میں تفسیر در منثور وغیرہ میں آئی ہے وہ اس طرح سے نہیں ہے بلکہ بطور خبر کرنیکے ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے اور حضرت نے جناب فاطمہ زہرا کو فدک بخشا ہے اور مولوی صاحب تحفہ اور
منتہی الکلام کا حوالہ جو دیتے ہیں آدمی سنیوں کی کتابوں کا کہ وہ تو بے ایمانی کی راہ سے سچ کو دروغ کہتے ہیں اور دروغ کو سچ کہتے ہیں کیوں تیرے مولوی صاحب نے تو ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے کہ جنکے مصنف اسکی
روایت کی تصدیق کرتے ہیں اور مصنف ہیں اور عوام اہل سنت مولوی شاہ عبد العزیز صاحب سے تو البتہ اعتقاد رکھتے ہیں اور انکو معتبر جانتے ہیں اور مولوی حیدر علی کو یہاں کون جانتا ہے اور
انکا کون اعتبار کرتا ہے اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہے کہ در منثور میں روایت کو بیان کرکے اگر موضوع یا ضعیف ہوتی ہے وہ روایت تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے یا ضعیف ہے
اور اس روایت ہبہ کو ایسا نہیں لکھا ہے یہ روایت انکے نزدیک بہت معتبر ہے اور وہابی تو شاہ صاحب پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور بعضے انکو بھی بدعتیوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور
اگر وہ دونوں شیعوں کے حق اور راست باتوں کا جواب لکھتے ہیں تو شیعہ انکی کتابوں کو رد کرتے ہیں اور وہ دونوں رد دینے میں بڑی ہیں اور اگر وہ شیعوں کے قولوں کو رد کرتے ہیں تو کونسی فضیلت انکو حاصل
ہوتی ہے نصاریٰ بھی تو قرآن کو اپنے زعم میں رد کرتے ہیں اور رد القرآن نام رکھتے ہیں دشمنان دین ہمیشہ سے دیتے آزار اہل حق کو چلے آئے ہیں اور اہل حق انکو ایسا دندان شکن جواب دیتے ہیں کہ وہ پھر
سر نہیں اٹھاتے اور شاہ عبد العزیز صاحب باوجود اس فضل اور شہرت علمی کے ایسے دروغگو ہیں کہ ان کو رات لکھتے ہیں اور باوجودیکہ انکے مذہب کی کتابوں سے ہبہ کرنا فدک کا ثابت ہے لیکن اسکا دیدہ و دانستہ انکار
کرتے ہیں اور غضب تو یہ ہے کہ دعویٰ ہبہ فدک کا بیس کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت زہرا نے ابوبکر سے دعویٰ کیا کہ پیغمبر نے مجکو فدک بخشش کیا تھا اور ہر چند علماء اہل سنت اس دعویٰ کا جواب نامعقول دیتے ہیں مگر اس دعویٰ
کرنیکا انکار نہیں کرتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تو یہ ستم کیا ہے اور ایسا حق کو مٹایا ہے لوگوں کے گمراہ کرنیکو کہ بیس کتابوں کا نوالہ کر گئے اور تحفہ میں لکھا کہ حضرت زہرا نے دعویٰ ہبہ کا نہیں کیا زہے اس
دینداری اور اس پرہیزگاری اور دغابازی پر اگر شیوۂ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکے لیے یہی دنیا بہت تھی دین کو کیوں بٹا لگایا ایسا جھوٹ لکھکر اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن
پھر بھی خیر گزری کہ انہوں نے شیعوں کے دغا دہی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسوں کو لا حول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے لیسے دام میں نہیں آتے لیکن سنیوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے مقتدا کا یہ دماغ چلا ہے کہ یہ تمیز
باقی نہیں ہے کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں جو تصریح فدک کے ہبہ میں ہے اور دیدہ و دانستہ میں اسکا انکار کرونگا تو لوگ کیا کہینگے اور یہ روایت جو ہماری کتابوں میں آئی ہے کس غرض سے بیان کی ہے بطور
اسکے کہ ہم اسکو رد کر دیں یا اسپر اعتماد کر دیں تو لاجرم عنقریب ہے یہ شیخ نجدی اسبات کو تشہیر کرے کہ معاذ اللہ قرآن میں جو ظالموں اور کاذبوں پر لعنت آئی ہے اور لوگوں کے حقوق غصب کرنیوالوں پر وعید ہے یہ ایسا ہے
جیسے خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ساحر اور مجنون اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور یہ سنیوں کی اونہی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور وعدہ وعید
باین غرض کہ اسپر اعتماد کرکے عمل کرو بہرحال اس شیخ نجدی کی یہ چالاکیاں کہیکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مکاریوں پر اس شیخ نجدی کی نہ جائیں ایسی ہی چالوں
نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کے پردہ میں کہ انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** آگے عرض ہے کہ مجملاً تو اس روایت کا ہونا نہونا نسبت سب کتابوں کے معلوم
ہو گیا لیکن اگر مفصل بھی کچھ بیان کیا جائے تو اچھا ہے اسلئے ایک دو کتابوں کو بالخصوص ذکر کرکے انمیں اس روایت کا ہونا نہونا بیان کرتا ہوں تاکہ موافق مثل مشہور مشتے نمونہ خروارے مولوی صاحب کے سب ابواب کا حال معلوم
ہو جائے مگر چونکہ ان سب کتابوں میں سے تفسیر در منثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علما سادہ لوح کو بھی شاید متردد کر دے کیونکہ مصنف جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین و خلاصۃ المفسرین ہیں اور بسبب کثرت تصانیف اور [illegible] جلالین
وغیرہ کے انکا نام شہرہ آفاق ہو گیا ہے تو اسلئے پہلے ہی انہیں کے کتابوں کی نسبت اس روایت کے ہونے نہونیکی تحقیق کرتا ہوں اسلئے گوش گزار اہل انصاف ہوں کہ تفسیر در منثور میں اس روایت کے ہونیکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ موضوعات
وغیرہ ہی کے امتیاز کے لیے تصنیف ہوئی ہے اسمیں کیا اور بہت سی موضوع روایتیں ہیں لیکن موقع سند میں اسکا نام لینا مولوی صاحب کی کمال حیا اور خوبی ذہن و ذکا پر دلالت کرتا ہے سو گو یہی استدلال ہے تو کل کو کہنے لگیں گے کہ حضرت عیسیٰ خدا

بیٹھی ہیں کیونکہ کلام اللہ میں موجود ہی اور اگر یہ کتابیں درمنثور اسباب کی تسلیم میں تامل ہو تو جلالین اور اتقان تو کثیر الوجود ہیں یہانتک کہ دونوں چھپ گئی ہیں خصوصًا جلالین کہ تفسیر وغیرہ میزان الصرف کا حکم رکہتی ہی ملکہ تفاسیر کی بسم اللہ کہئے سو اس میں ملاحظہ فرما دیکہیں کہ آیہ وآت ذالقربی کی تفسیر میں ذالقربی اور حقہ کی کیا تفسیر کی ہی اگر انکے نزدیک روایت متنازع فیہا معتبر اور صحیح ہوتی تو اول تو مع حوالہ اس حوالہ کو لکہتی نہیں اختصار ہی کرتے تب بہی اس میں کیا دریغ تہا کہ ذالقربی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا کا نام اور حقہ کے بعد لفظ فدک کا لکہہ جاتے حالانکہ اور جا ایسا ہی کیا کہ جو تفسیر اس لفظ کی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوئی ہو وہی بعینہ لکہدی ہی بلکہ حدیثوں کی حوالہ تک لکہدیے ہیں معہذا اتقان کے مضامین سے صاف واضح ہوتا ہی کہ یہہ روایت جہوٹی بنائی ہوئی ہی کیونکہ اُس میں اول ہی نوع میں اسانید متعددہ سے کہ جن میں سے بعضی سندونکو انہوں آپ جید لکہتی ہیں سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کا مکی ہونا مرقوم ہی اور پہر بعد اسکے سور قرانی کی تفصیل کی ہی کہ فلانی فلانی سورتوں میں اختلاف ہی کہ مکی ہی یا مدنی اور فلانی فلانی میں اتفاق ہی کہ یہ مکی ہی یا مدنی اور پہر تیسری سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کو اُن میں داخل رکہا ہی جو باتفاق مکی ہیں کسی متنفس کو بہی اُسکی مکی ہونے میں خلاف نہیں اور اسی اثنا میں یہہ بہی تحقیق کی ہی کہ فلانی سورہ اگر مکی ہی تو اُس میں فلانی فلانی آیت مدنی ہی پر اُن دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا نہیں اور اس بات کی سند بہی وہی سند ہے جسکو وہ جید لکہتی ہیں اور اگر بعضے علماء کے اقوال کے موافق ان دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا کیا بہی ہی تو اور ہی آیتوں کا استثنا کیا ہی پر اس آیت کو کسی نے یوں نہیں کہا کہ یہ مدنی ہی الغرض اتقان کی عبارت باواز بلند یوں کہتی ہی کہ یہ دونوں سورتیں خاص کر یہ دونوں آیتیں باتفاق اہل سنت مکی ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہی کہ شیعہ بہی اس بات میں سنیوں کے موافق ہیں چنانچہ طبرسی صاحب مجمع البیان کا قول پہلی مرقوم ہو چکا ہی کہ سورہ روم سوا آیت فسبحان اللہ کے سب مکی ہی الغرض اول تو اتقان کے اس تحقیق سے محقق ہو گیا کہ آیہ آت ذی القربی مکہ ہی میں نازل ہو چکی تہی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال جواب میں حضرت جبرئیل کا یوں کہنا کہ ذالقربی حضرت فاطمہ ہیں اُنکا حق فدک ہی ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہاں اگر حضرت جبرئیل شیعہ مذہب ہوتے تو البتہ کم فہمی کا احتمال ہو سکتا تہا دوسرے اٹہترویں نوع میں جو در بارہ معرفت شروط مفسر ہے فصل اختلاف تفسیر میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ ایسی تفسیریں کہ جنکی سند صحیح ہو بہت کم ہیں اور پہر اُس میں ہی ایسی جنکی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور بہی کم ہیں اور یہہ وعدہ کیا کہ میں اُن سب کو برابر ترتیب وار بیان کرونگا چنانچہ اپنے وعدہ کی ترتیب سورۃ والی اُن تفاسیر کو مع بیان ماخذ بیان کیا اور تیرہویں سورہ بنی اسرائیل میں اس روایت متنازع فیہا کو بیان کیا اور نہ سورہ روم میں کسی آیت کو شیعہ دستاویز ہبہ فدک سمجہتے ہیں بلکہ وانا اس کے متعلق کے جو روایت تہی اسکو لکہہ کر آخر میں لکہا کہ یہہ جو کچہ مجہے معلوم ہوا اور حاضر ہے تفاسیر مرفوعہ میں سے جن کے مرفوع ہونے پر لوگوں نے تصریح کی ہی خواہ صحیح ہیں خواہ حسن ہیں خواہ ضعیف خواہ مرسل خواہ معضل لیکن موضوع اور اباطیل کو نہیں لیا اب غرض یہ ہی کہ اس وعدہ اور یاد عدہ کے قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ جو روایت لکہی ہی وہ سمجہہ کر لکہی ہی اور جو باوجود معلوم ہونیکے چہوڑ دی تو وہ مجہولے نہیں چہوڑی سو یہ روایت متنازع فیہا جو نہیں لکہی تو دیدہ و دانستہ نہیں لکہی اسکو موضوعات اور اباطیل میں سمجہا ہوگا جو نہیں لکہا اور نہ اس کتاب میں ضعیف و مرسل و معضل تک نہیں چہوڑا تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں میں کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایت سے بہی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نزول آیت مذکورہ کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک ہبہ کیا ہی جو روایت اس بات پر دلالت کرے وہ لاریب موضوع ہی بلکہ صحیح یہی ہی کہ فدک تا دم واپسین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ تصرف میں تہا چنانچہ یہہ روایت بتصحیح اس مضمون کی گذر چکی اور قطع نظر قوت سند اُس روایت کی بڑی دلیل اسکی صحت کی اور دلیل ہی جسکو شیعہ بہی مان جاویں یہ ہی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہی موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے فدک میں عمل کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وارثوں پر اسکو تقسیم نہ کیا بلکہ بدستور قدیم فقرا اور مساکین و ابن سبیل میں تقسیم کرتے رہی اگر اپنا حصہ رواہ خدا میں دیا تہا تو سب وارثوں کو کیوں محروم رکہا اور یہ بات بہی شیعوں کے نزدیک مسلم ہی انہوں نے اسکے چار جواب دیئے ہیں اُن چاروں جوابونکو مع انکی تردید کے پیش نظر کرتا ہوں تاکہ خوش فہمی و انصاف پرستی علماء شیعہ ہر کس و ناکس پر آشکارا ہو جاوے **اقول** اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ ہی کہ تہوڑی سی بات کو بڑہا کر کاغذ سیاہ کرتا ہی اول درمنثور کی روایت کا ہم جواب لکہہ چکے ہیں پہلے اس سے کہ یہہ روایت مسمی موضوع نہیں ہے اور موضوع ہونیکا دعوی بلا سند مقبول نہیں ہو سکتا اور نصر اللہ کابلی اور شاہ عبد العزیز صاحب اپنی رائے سے جو اسکو موضوع کہتے ہیں بڑی دروغگو ہیں کہ بے سند اس روایت کو موضوع کہتے ہیں اور پہلے اُن سے کسی نے یہ اصل بات اپنے قلم سے نہ لکہی تہی اور درمنثور ہرگز موضوعات وغیرہا کی تمیز کے لئے تصنیف نہیں ہوئی یہ افترا ہی جلال الدین سیوطی پر اور اگر اسکے بہت سے موضوع روایتیں بہی تو ہمکو اس سے کیا نقصان ہے لیکن یہ روایت موضوع نہیں ہی کہ بہت علماء نے اسکو لکہا ہی اور مولوی صاحب اسکو خواہ بےموقع سند پر لاتے ہیں اور کلام اللہ میں عیسیٰ کا بیٹا ہونا نصاریٰ کا قول نقل کیا ہی اور درمنثور میں اس روایت کو کسی غیر مذہب کا قول قرار نہیں دیا ہو بلکہ اپنے مذہب کے راوی سے اسکی روایت کی ہی پس یہ مثل قول نصاریٰ کے کیونکر ہوگی اور درمنثور ہرگز کمیاب نہیں ہی اکثر نسخے اسکے موجود ہیں اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہی کہ اول روایت کو بیان کر دیتے ہیں مگر وہ روایت موضوع یا ضعیف ہوتی ہی تو بعد اسکے لکہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہی یا ضعیف ہی جیسے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکہا ہی کہ یہ کمال از دین کا اور تمام ہونا نعمت کا جو اس آیت میں مراد اس سے خلافت علی ہی لیکن بعد اسکے یہ لکہا ہی کہ یہہ روایت ضعیف ہے اور ہبہ فدک کی روایت کو بیان کرکے نہ اسکو موضوع لکہا ہی نہ ضعیف اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت جلال الدین سیوطی کے

نزدیک بڑی معتبر ہی اور تو بلا سند اور بے دلیل کہاں تک اسکو موضوع کہتا ہی اور جلالین و اتقان کا جو حوالہ دیا ہی کہ ان میں یہ روایت نہیں ہی اول تو ہمارا یہ دعوی ہی نہیں ہی کہ جلال الدین
سیوطی کی سب کتابوں میں یہ روایت ہی اور دوسری یہ کہ یہ کیا ضرور ہی کہ اگر کوئی دو تین کتابیں تصنیف کرے تو جو روایت کہ ایک کتاب میں لکھی ہی تو ضرور ہے کہ وہ روایت دوسری کتاب میں
بھی ہو یہ بات تو ظاہر ہی اور سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو تین کتابیں لکھتا ہی تو کسی کتاب میں تو اُسکی ایک روایت ایسی ہوتی ہی کہ وہ روایت اُسکی دوسری کتاب میں نہیں ہوتی اور اگر یہی
بات ہے تو سوای اس روایت ہبۂ فدک کی بہت سی روایتیں معتبر در منثور میں ایسی موجود ہیں کہ وہ نہ تو جلالین میں ہیں اور نہ اتقان میں ہیں تو اسوجہ سے چاہئے کہ وہ سب روایتیں جو کہ در منثور میں ہیں اور ان
دونوں میں نہیں ہی موضوع اور غیر معتبر ہو جائیں درحال یہ ہی کہ اہل سنت اُن روایتوں کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے پس ایک کتاب میں ایک شخص کی ایک روایت خاص کا نہونا باطل نہیں کرتا ہی اُس
روایت کو جو وہ دوسری کتاب میں اُسکی پائی جائے اور سوا اسکے تالیف میں بھی ان تینوں تفسیروں کے فرق ہی جلالین تو نہایت مختصر ہی کہ اکثر روایتوں سے خالی ہی اور تالیف اتقان کی قرآن کے الفاظ
کے اور آیتوں اور سورتوں کے اور فصاحت و بلاغت و معانی اور بیان اور محکم اور متشابہ وغیرہ کی بیان میں ہے اور تفسیر در منثور میں شان نزول اور قصص اور احکام وغیرہ کا بیان ہے اس صورت میں
ایک تفسیر کی روایت دوسری تفسیر میں نہوئی تو کیا مضائقہ ہی بلکہ عقل اسی کی مقتضی ہی کہ اکثر روایتیں ایک تفسیر کی دوسری تفسیر میں نہوں ہر چند وہ سب تفسیریں قرآن ہی کی
ہیں لیکن جسوقت کہ در منثور کی تالیف ہے وہ اتقان کی تالیف سے نہیں ہے البتہ اگر جلالین یا اتقان میں جلال الدین سیوطی نے تصریح یہ لکھدیا ہو کہ در منثور میں جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہی وہ موضوع
یا ضعیف تو جای گفتگو تھی لیکن یہ کہاں ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہی کہ جلالین اور اتقان پہلے لکھی ہوں اور در منثور بعد اُسکے لکھی ہو اور اُسوقت روایت ہبۂ فدک کی دریافت ہوئی ہو تو اُسمیں درج
کردی ہو اور وقت تصنیف جلالین و اتقان کے وہ روایت معلوم نہوئی ہو اور در منثور اگر اُن دونوں کے پہلے تصنیف ہوئی تھی تو جلال الدین کو لکھنا چاہئے تہا جلالین یا اتقان میں کہ در منثور میں
جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہی وہ روایت وضعی ہی اور جسوقت کہ اُنہوں نے ایسا نہ لکھا تو معلوم ہوا کہ وہ روایت در منثور کی صحیح ہی گو ایک کتاب میں لکھا اور دوسری میں نہ لکھا اور سوا اسکے یہ بات ہے
کہ شیخ جلال الدین سیوطی کا مذہب سنی تہا جس کتاب میں اسکی ہمارے مطلب کے روایت ہوگی ہم اُس سے اہل سنت پر حجت پکڑینگے گو دوسری کتاب میں اُسکی وہ روایت نہو یہ تو حل ہو جو کچھ اس
شخص نے لکھا ہی اور سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ [illegible] دوم کہ جنمیں آیت ہے اُنکی مکی ہونیکا جواب ہم کئی جگہ پہلے اس سے دے آئی ہیں تو بار بار ایک مطلب کے لکھنا ہمکو کون ضرورت ہے ہر بار جواب دینے کی اور مجمع البیان
میں اگر آیہ وآت ذا القربی کو مدنی نہیں سمجھا ہی تو سورۂ بنی اسرائیل میں تو لکھا ہی اور بعضے مفسرین نے سورۂ بنی اسرائیل کی پانچ آیتیں مدنی لکھی ہیں کہ انہیں سے آیہ وآت ذا القربی حقہ بھی ہی چنانچہ
پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اگر یہ دونوں سورتیں مکی ہیں تو مضائقہ نہیں کہ انمیں اکثر آیتیں جو مکی ہیں اسواسطے ان دونوں کا نام مکی ہوا ہی اور یہی حال اکثر سورتوں کا ہی کہ جنمیں اکثر آیتیں مکی
ہوں اُنکو مکی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں اُنمیں مدنی ہوں اور جنمیں اکثر آیتیں مدنی ہوں اُنکو مدنی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں اُنمیں مکی ہوں اور آیہ وآت ذا القربی بھی مکی ہی لیکن سورۂ مدنی میں
داخل ہو گئی ہی اور اگر آیہ وآت ذا القربی حقہ مکی ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مکی ہی جو مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی ہو گو بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو یہ آیت بھی ایسی ہی ہی
کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہی اور اتقان میں بالفرض اگر اسکو مکی آیتوں میں استثنا نہیں کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ مکی آیت تھی اسکو استثنا نہیں کیا اور مولوی دلدار علی صاحب
علیہ الرحمۃ کا قول جو پہلے اس سے اس شیخ نے اسکے مکی ہونیمیں لکھا ہی اسکا جواب ہم اُسی جگہ لکھ آئے ہیں اس صورت میں حضرت جبرئیل کا کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں انکا حق فدک ہی
سب درست اور صحیح ہو گیا اور اس شیخ کا کہنا باطل ہو گیا اور حضرت جبرئیل کو شیعہ ہونے میں کیا تردد ہی کہ وہ شیعوں کیطرف ہیں اور اُنکے حامی و مددگار ہیں اور جسطرح سے سورتوں کی اتقان میں
ترتیب ہے اسطرح سے سب آیتوں کی نہیں ہے اور کیونکر کرتے کہ آیتوں کے نزول کا تو حال معلوم ہی نہیں ہے نازل تو ہوئی کسی طرح اور مرتب کیا اُنکو جامع قرآن نے کسی طرح اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اسی
قول میں کہ روایت ہبۂ فدک جو اتقان میں نہیں لکھی ہی اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایت اور دوسری روایتیں در منثور کی جو اتقان میں نہیں ہیں وہ سب کی سب باطل ہو جائیں
اگر یہ عمداً اتقان میں یہ روایت نہیں لکھی ہی اسواسطے کہ دونوں تفسیروں سے مقصود ہی علیحدہ علیحدہ ہی جو روایت کہ اتقان سے تعلق رکھتی تھی اُسکو لکھا اگرچہ ضعیف ہو اور جو روایت اس سے
تعلق نہیں رکھتی تھی اُسکو نہیں لکھا اگرچہ وہ در منثور میں پائی جائے اور دیکھ لے تیری ہی کتابوں میں لکھا ہی کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت فاطمہ کو فدک دیا اور دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا تو بڑے
بڑے محققین اور معتبرین علماء اہل سنت نے لکھا ہی تیرے کہنے سے یہ کیونکر باطل ہو جائیگا اور روایت جو اس مضمون کی گزری ہی کہ فدک ہبہ نہیں کیا وہ روایت موضوع مشکوۃ کی ہی اُسکو ہم کب معتبر
لکھتے ہیں اور حضرت علی نے جو اپنی خلافت میں دستور رکھا اور حضرت فاطمہ کے وارثوں پر تقسیم نہیں کیا وجہ اُسکی یہ تھی کہ خلافت اُنکی ہنوز مستقل نہوئی تھی اور دشمنان دین اُنسے جنگ کرتے تھے
اُنکو مہلت کب ملی تھی کہ ثلاثہ کی بدعتوں کو دفع کرتے اور جو کہ حق ہی اُسکو اُسکے موقع پر رکھتے اسیواسطے فدک کے مقدمہ میں بھی دست انداز نہوئے منتظر تھے کہ سب مسلمان متفق میرے ہو جائیں تو مطمئن ہوکر
سب امور کو درست کروں لیکن دشمنوں منافقین نے نہ بیٹھنے دیا یہانتک کہ اجل آگئی چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہی کہ جسوقت حضرت علی خلیفہ ہوئے تو قاضیوں نے ہر مقام کے حضرت علی کو لکھا
کہ ہمکو کیا حکم ہی سب امور کو دستور رکھیں یا کچھ اور ارشاد ہی آپنے اُنکے جواب میں لکھا کہ دستور کام کرو یہانتک کہ سب یکجا متفق ہو جائیں یا میں مر جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب مر گئے اور یہ جواب صحیح
بھی ہی اور سوا اسکے جو اور کسی نے جواب دیا ہی وہ بعضے بعضے شیعوں نے اپنی رائے سے تجویز کرکے دیا ہی سب شیعوں کا جواب یہ نہیں ہے جواب صحیح وہ ہے کہ جو میں لکھ چکا اور اہل سنت کے ساتھ [illegible]

یہ ہوا ہے کہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبہ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی پس جس وقت کہ حضرت علی کے نزدیک فدک فاطمہ کا حق تھا اور اسکی گواہی دی تو اپنی خلافت میں فاطمہ کے وارثوں کو فدک کیوں نہ دیا جو جواب تم دوگے اسکا وہی جواب ہم دینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ علی موافق رسول خدا صلعم اور ابوبکر و عمر اور عثمان کے فدک میں عمل کرکے ہو اور فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے سو یہ عثمان کا نام غلط لکھا ہے اسواسطے کہ اُسنے تو فقرا اور مساکین پر تقسیم نہیں کیا بلکہ مروان بکار کو فدک دیدیا تھا اور کمیں عثمان نے رسول خدا صلعم کی پیروی کی نہ ابوبکر اور عمر کی باوجودیکہ خلافت کو اسی شرط پر لیا تھا کہ میں انکی پیروی کرونگا اور جو کچھ یہ شیخ اجوبہ مذکورہ کے باب میں لکھیگا ہم اسکو انشاء اللہ تعالی رد کرینگے تا کہ اُس سے خوش فہمی شیعوں کی معلوم ہو جاے **قال الشیخ الاشعری** اول تو یہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہیں لیا کرتے چنانچہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے گھر کو جو بعد ہجرت کے کفار نے دبا لیا تھا کفار سے نہ لیا یہ اسی قسم کا جواب ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ مرتے کے ہاتھ چلیں اور نام مرتے کے زبان چلے جناب رسول اللہ صلعم کا اول تو مکان ہی بوقت ثابت نہ ہوگا کیونکہ اول تو آپکے والد ماجد والد آپکے مرگئے تھے دوسرے نبی کے وارث ہونیمیں کلام ہاں حضرت علی کے مکان کی نسبت کہتے اور اگر بوجہ وصیت عبد المطلب کوئی مکان آپکا بذات خود مملوک بھی ہو جیسے بعض علما کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے یا کوئی مادہ بفرض کیجے تو اس صورت میں البتہ رسول اللہ صلعم کا اپنے گھر کو لینا تو مسلم لیکن آج کل ہی کے شیعوں کو محقق ہو گیا کہ آپنے اسکو نہیں لیا نہ لینے کی کئی وجہ سے احتمال ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ بسا اوقات آپنی چیز چور کو یا غاصب کو معاف کر دیتے ہیں اور معاف کرنا وہاں ہی ہوتا ہے جہاں آدمی اپنی آپ ہی لے سکتا ہے اور اگر اسکو اسکا لینا درست نہو تو پھر معافی کے کیا معنی سو رسول اللہ صلعم نے بھی معاف کر دیا ہو پھر معاف کرنا اپنے حق کا تو صحیح ہو سکتا ہے دوسرے کے حق معاف کرنیکے کیا معنی سو حضرت علی کو اگر فدک کا لینا درست نتھا تو ہبہ کا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اور اگر بوجہ معافی نہیں لیا تو اپنا حق معاف کیا ہوتا حسنین کا اور انکی ہمشیرگان کا حق کیوں معاف کر دیا معہذا معاف کرنیکے تو یہ معنی ہیں کہ غاصب یا اسکی اولاد کو چھوڑ دے نہ یہ کہ اپنے قبضہ میں کرے اور اوروں کو دیا کرے دوسرا احتمال یہ ہے اور یہی سبب ہے کہ جب کسی چیز پر کفار کا غلبہ و تسلط ہو جائے اور مسلمانوں کی حکومت باقی نرہے اور نہ اور کوئی ایسا حاکم رہے کہ جس سے مظلوم فریاد کرکے اپنی داد کو پہنچے بلکہ حکام کفر ہی اسکو دبا لیں تو وہ چیز کفار کی ملک میں آجاتی ہے اور انکے سب تصرفات بیع و شرا وغیرہ اسمیں جاری ہو جاتے ہیں اور مشتری کو وہ چیز حلال طیب ہو جاتی ہے اور یہ حکم اسلئے جاری کیا گیا کہ اگر یوں نہ جاری کیا جائے تو ایک عالم کی مصیبت آجائے اور سب کے سب حرام خور ٹہریں یا ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں کیونکہ ایک ولایت والوں کو دوسری ولایتوں کی چیزوں کی ضرورت رہتی ہے سو جس ولایت کی چیز کی ضرورت ہو اگر اسکو کفار فتح کر لیں اور وہاں کے متاع اور اسباب کو لوٹ کر لیجانے لگیں تو دوسری ولایت والے اگر خریدیں اور استعمال کریں تو ظالم اور مرتکب حرام ٹہریں اور اگر نہ خریدیں یا خریدیں اور استعمال نکریں بلکہ اصل مالکوں کو پہنچا دیدیں تو یہ سخت دشوار ہے ہر چیز میں اور ہر شخص سے نہیں ہو سکتا اس حکمت کے لئے یہ حکم شارع نے تجویز کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے کلام اللہ ہی میں سے اسکی طرف اشارے پائے ہیں اور رسول اللہ صلعم کے گھر نہ لینے کو اسی پر محمول کیا ہے ورنہ اگر گھر کے نہ لینے کی یہ وجہ ہو کہ اہل بیت شئے مغصوبہ کو نہیں لیا کرتے جیسے شیعہ فرماتے ہیں تو یہ تو بشہادت مولوی عمار علی صاحب بلکہ بشہادت علماء اسلاف شیعہ غلط ہے کیونکہ مولوی عمار علی صاحب اپنی رقیمہ کریمہ میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت میں بلکہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے دعوی فدک کا کیا سو اگر شئے مغصوبہ اہل بیت نہیں لیا کرتے تو حضرت علی نے کس لئے یہ دعوی کیا تھا اور اگر یوں کہئے کہ ان دونو خلافتوں میں دعوی کیا سنیوں کی روایتوں کے حوالے سے بیان کیا ہے انکو اس سے الزام نہیں دیا جا سکتا تو یہ شیعوں کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو غصب کیا اور حضرت زہرا کا دعوی ہبہ سنا تو حضرت زہرا نے میراث کا دعوی کیا سو اگر اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم شئے مغصوبہ کو نہیں لیا کرتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے پھر کیوں فدک کی طلب کی **اقول** یہ جواب اور واہی بحث جسکا انہوں نے لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم کی کوئی گھر ہی نتھا کسکی عقل میں آتا ہے کیا وہ حضرت ایسے بے ٹھکانے تھے کہ انکے رہنے کو کوئی مکان ہی نتھا اور ایک گھر تو حضرت کا اب تک مکہ معظمہ میں موجود ہے اور حاجی جب حج کرنے جاتے ہیں تو اسکی زیارت کرتے ہیں اور اگر والد ماجد حضرت کے اپنے باپ کے سامنے مرگئے تھے تو حضرت کو کیا استعداد قدرت کبھی نہوئی تھی کہ اپنے رہنے کو کوئی مکان خرید کرتے یا لوگوں ہی کے گھر میں گزارا کرتے تھے ایسا کلمہ تو حضرت کی شان میں محض بے گستاخی ہے اور یہ کہنا کہ انبیا وارث کسی چیز کے نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے اہل کتاب سے دریافت کرو جن لوگوں نے کتب سابقہ پڑھی ہیں انہیں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خود وارث ہوئے ہیں اور انکی بھی لوگ وارث ہوتے ہیں اور یہ روایت لانرث ولا نورث کی بالکل موضوع ہے اور نہ لینا حضرت کا اپنے مکان کو غصب کے جہت سے ثابت ہے تو اسکی وجہ یہ کہتے ہیں اس سے کو کون کہتا اور حضرت علی نے جو خود نہیں لیا ہے اور فقرا کو دیتے ہے یہ معاف کرنا نہیں ہے بلکہ اسکو ترک کر دیا ہے اور آپ نے اسمیں سے نہیں لیا ہے اسکو مکروہ جانکر اور بدستور جاری رکھا ہے اسکو فقرا پر کہ وہ اپنا مال تھا اور اسمیں اختیار تھا اور بسبب غصب ہونیکے خود تو اس سے متمتع نہوئے لیکن بھوکوں پر تقسیم کیا اور حسنین نے اور انکی بہنوں نے بھی خود دینے کا ارادہ نہیں کیا کہ وہ بھی شئے مغصوب کا لینا مکروہ جانتی تھیں نہ یہ کہ حضرت علی نے انپر جبر کیا تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ اہل بیت تو شئے مغصوب نہیں لیتے ہیں پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کی خلافت میں دعوی فدک کا کسواسطے کیا تھا ہر چند یہ روایت اہل سنت کے موافق ہے لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ اہل بیت شئے مغصوب کو نہیں لیتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ اپنے اختیار اور رضا سے خود نہیں لیتے ہیں جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کو بعد فتح مکہ اختیار تھا اسکے لینے کا اور پھر اپنے مکان کو نہ لیا اور اسکے لینے میں سعی کرنیکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر کسی غاصب کے ہاتھ سے قبضہ میں آگیا ہو اور اگر کوئی آپ سے دیدے تو لیتے بھی ہیں چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت سے ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ شئے مغصوب کی سعی بھی نہیں کرتے اسواسطے کہ مغصوب کے نہ لینے کی جو روایت ہے اسپر دلالت کرتی ہے کہ اپنے آپ اپنے قبضہ میں شئے اسکو اپنی طرف جو مہر کر لیتے اور یہ جواب سکتا ہے جو فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا کہ اپنی چیز کی طلب کی کوشش میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شئے مغصوب کو اسوقت نہیں لیتے ہیں کہ جب وقت اپنے اختیار میں ہو جا…

قال الشیخ الاشعری اور اگر عقلائے شیعہ سنیوں کی ضد میں عقل و انصاف کو طاق میں دہر کر یوں فرمائیں کہ یہ دونوں دعوی اگرچہ بصورت دو ہیں لیکن چونکہ متصل بالفصل واقع ہوئے ہیں ہم ایک ہی دعوی آپکے قرار دیتے ہیں بعد گفت و شنود کے ختم ہو جانیکے غصب متحقق ہوا اور پہلے غصب تھا ہی نہیں جو کچھ خرابی لازم آوے تو اسکا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم ایسے ایسے فرقوں میں درگزر جاتے ہیں ورنہ اسی بات سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک مغصوب کی نسبت دعوی کرنا ثابت کیا مثل آفتاب روشن ہے لیکن علمائے شیعہ خصوصاً مولوی عمار علی صاحب کے عقل کی رسائی معلوم ہے اس لئے اس بات سے چشم پوشی کرکے ہم اور جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہی فدک عمر بن عبد العزیز کے وقت میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے لیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اُسپر متصرف ہوئے یہانتک کہ سنہ دو سو بیس ہجری میں مامون عباسی نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے حوالہ کر دی سو اسوقت امام علی رضا نے لیا پھر متوکل عباسی اُسپر متصرف ہو گیا بعد ازاں معتضد نے پھر ہٹا دیا چنانچہ یہ سب قصہ مفصل قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے اگر کوئی سنی لکھتا تو شیعوں کے نزدیک اعتبار کے قابل بھی نہوتا اور اسکو بھی جانے دیجئے مجالس المومنین کا حال تو پڑھے لکھے یا صحبت یافتہ علما جانتے ہونگے یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کی خلافت مغصوبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے یہانتک کہ نوبت شہادت کی پہنچی اور اگر ان امور میں سے ایک بھی ظہور میں آتا تو شے مغصوبہ کے لینے کے جواز میں اور دلانیکے وجوب میں عقلاؤ اولوالالباب کے نزدیک پھر بھی کچھ تامل تھا کیونکہ سابق میں محقق ہو چکا ہے کہ آیہ وآت ذالقربی میں گو مخاطب خاص ہے لیکن خطاب عام ہے اگر ذالقربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی مراد ہوں تو انکے حق کا دلانا سب کے ذمہ واجب ہوا اور نیز وجوب عدل و انصاف کے فرضیت کلام اللہ سے بہرا ہوا ہے اور عدل و انصاف اسے ہی کہتے ہیں کہ اہل حق کو حقوق دلائے جائیں سو بعد غصب کے اگر مالک کا حق باقی رہتا ہے تو حضرت علی کے ذمہ فدک کا حضرت زہرا کے وارثوں کو پہنچانا فرض تھا اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہو گیا تو اسمیں اور عفو میں کیا فرق ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں زبان درازیاں ہیں **اقول** محض ہبہ کے رد کرنے سے غصب کامل ثابت نہیں ہوا اسواسطے کہ سب دعوی حضرت زہرا علیہا السلام کے تمام نہیں ہوئے جب سب دعوی ختم ہو جائیں اور رد ہو جائیں تو اُسوقت غصب متحقق ہو اور جب سب دعوی حضرت فاطمہ نے کرلئے اور ابوبکر نے نہ دیا تو غصب ثابت ہو گیا اور بعد اسکے حضرت زہرا نے دعوی نکیا اسمیں تمہارا کیا احسان ہے احسان اپنا تم اپنے گھر رکھو اور سوا اسکے یہ ہے کہ اپنی چیز مغصوب کی طلب کی کوشش میں مضایقہ ہی نہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ چکے اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اُسپر متصرف ہو گئے آخر تک جو کچھ لکھا ہے کہ یہ سب مفصل مجالس المومنین میں لکھا ہے سو میں کہتا ہوں کہ مجالس المومنین میں تو یہ قصہ اس تفصیل سے مذکور نہیں ہے البتہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دینا لکھا ہے اور حضرت امام علی بن موسی الرضا کو دینا بھی اُس میں نہیں لکھا ہے اور یہ روایت منافی ہے اس روایت کے جو شاہ عبد العزیز صاحب نے حاشیہ میں تحفہ کی شرح مقاصد سے نقل کی ہے اور ہم بھی اُسکو پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ترجمہ اسکا یہ ہے کہ تواریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ فدک کو جسطرح سے ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک رہا پھر قطیعہ کیا اُسکو مروان بن حکم نے اور ہبہ کیا اُسکو اپنی بیٹی عبد العزیز اور عبد الملک کو اور ولید بن عبد الملک حاکم ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو بخشا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے بھی پس کل سارا ولید کے قبضہ میں ہو گیا پھر رد کیا اُسکو عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں طرف اُس دستور کے جو پہلے تھا اور دو سو دس ہجری میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ کو دیدے اُسنے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا اور شمار کیا گیا یہ مامون کے تشیع میں سے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا تھا اسواسطے انکی اولاد کو دیا اور وہ روایت مخالف ہے اُس روایت کی بھی جو اس شیخ نے مشکوۃ سے بروایت عمر بن العزیز لکھی ہے اور اگر امام محمد باقر علیہ السلام نے لیا تو اسکا مضایقہ ہی نہیں ہے چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خود اپنے اختیار سے نہیں لیتے ہیں اور اگر کوئی غیر دیوے تو لینے کا مضایقہ بھی نہیں ہے اور اگر عمر بن عبد العزیز نے فدک حضرت امام محمد باقر کو دیا تو اس شیخ کا اس میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ اگر حضرت امام محمد باقر کو دیا تو از روئے استحقاق دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کا حق تھا اور امام علیہ السلام انکے وارث تھے اس صورت میں ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کا جنکے پاس فدک رہا ظلم ثابت ہوتا ہے اور اگر بطریق تولیت دیا تھا تاکہ اُسکو صرف کریں اُسطرح جسطرح خلفاء ثلثہ صرف کرتے تھے تو یہ تولیت لینا فدک کا بطور تملک کے نہیں ہے اور بحث بطور تملک کے لینے میں ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے بعد عثمان کے خلافت مغصوبہ قبول کی اور امام حسین علیہ السلام خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے جواب اسکا یہ ہے کہ کلام اعیان و اموال میں ہے اور خلافت اس قبیل سے نہیں ہے اسواسطے کہ خلافت وہ امر ہے کہ مصالح دین و دنیا کے اُسکے ساتھ متعلق ہیں اور منتشر کرنا احکام دین کا اور رواج شریعت جناب سید المرسلین صلعم کا اُسپر موقوف ہے اور ترجمہ اُس حدیث کا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس بحث میں ذکر کیا ہے اُسمیں تصریح کی ہے کہ ما ازاں اہل بیتیم کہ مالی را کہ از ما بظلم گرفته شود باز آں رجوع نمیکنیم اور ظاہر ہے کہ خلافت مال کی اقسام میں سے نہیں ہے کہ لینا اُسکا اس قول شریف کے منافی ہو اور شے مغصوب اپنی کا لینا سب کو جائز ہے اور دلانا اُسکا مالک کو اگر وہ طالب اُسکا ہو تو واجب ہے اور اہل بیت پر بھی لینا شے مغصوب کا حرام نہیں ہے لیکن یہ خاصہ انکا ہے کہ وہ اسکی رجوع نہیں کرتے ہیں اور جو امور کہ دعوی کرنیکے اور فدک کے لینے کے بیان کئے ہیں انکی وجہ ہم بیان کر چکے اور آیہ وآت ذالقربی کے متعلق میں

ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ مراد ذوالقربیٰ سے خاص حضرت فاطمہ زہرا ہیں اور آیۂ آت ذالقربیٰ میں قریب حضرت کے مراد ہوں نہوں حق تو ہر ایک شخص کا دلانا واجب ہے اگر بالک طالب اسکا ہوا اور بعد
غصب کے حق کیوں باقی نہیں رہتا ہے اور فدک میں حضرت فاطمہ کے وارثوں کا حق ہمیشہ باقی رہا ہے مگر جو کہ انکو دوست اور شیعہ ہیں انکو وہ حق انکا مباح ہے اور جو کہ انکے دشمن ہیں اور انکے دشمنوں کے دوست ہیں
انکے لئے وہ حق انکا حرام ہے اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے وارثوں کو تو اسوقت دیتے کہ جو وقت فارغ انکی طالب ہوتے وارثوں نے تو اسوقت خود ہی نہیں لیا حضرت علی پر اسمیں اعتراض بیجا
اور بے موقع ہے اور ابوبکر کو اس سے کیونکر نجات ہو کہ غاصب تو در اصل وہ ہی ہیں بعد غصب کے حق انکا باقی رہے یا نہ رہے یا مر دو سرا ہے مگر گناہ غصب کا انکے ذمہ سے کیونکر جائیگا **قال الشیخ الاشعری** دوسرا جواب علماء شیعہ نے حضرت علی کے فدک میں تصرف نکرنیکا اسطرح دیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا اقتدا کیا یعنی جیسے انہوں نے فدک سے کچھ
انتفاع نہیں اٹھایا اس جواب پر تو مناسب یوں ہے کہ علماء شیعہ کے قربان ہو جائے سبحان اللہ کیا فہم کی رسائی ہے خیر فہمیدہ لوگوں کی لئے تو اس جواب کی تردید کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ
عقل خود اس جواب کے مضمون کو ایسی اگلتی ہے جیسے کہ کھی کو معدہ چونکہ سب ایک قسم کے نہیں ہوتے تو اس لیے یہ گزارش ہے کہ جب اماموں نے بعد حضرت علی کے باقرار سرکردہ شیعہ قاضی
نوراللہ فدک کو لیا چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے انہوں نے حضرت فاطمہ بلکہ حضرت امیر کا بھی کس لیئے اقتدا نکیا اور یہ اقتدا فرض تھا یا نفل اگر فرض تھا تو اوراماموں نے کیوں نکیا اور اگر نفل
تھا تو اول تو ائمہ اہل بیت سے ایسی سنت معمول ہا حضرت علی اور حضرت فاطمہ بلکہ معمول بہا حسنین اور معمول بہا حضرت امام زین العابدین کا ترک کرنا مستبعد ہے اور معمول بہا ہونا حسنین
اور امام زین العابدین کا خود ظاہر ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جیسے بناچاری فدک سے منتفع نہوئیں تھیں ایسی ہی یہ بزرگوار بھی بناچاری منتفع نہو سکے دوسرے حضرت امیر المومنین
نے اس نفل کیواسطے حقداروں کے حق پہنچانیکو جو انکے ذمہ فرض تھا کیوں ترک کیا اور نیز کسیکا اقتدا افعال اختیاریہ میں ہوا کرتا ہے افعال اضطراریہ میں کوئی کسیکا اقتدا نہیں کیا کرتا
اور نہ لازم آئی کہ حضرت امام مہدی حضرت ائمہ ماضیین کا اقتدا تقیہ میں جو بوجہ ناچاری وہ کیا کرتے تھے کریں اور ایسی ہی حضرت امام حسین تقیہ میں اتباع حضرت امیر کرتے سو حضرت زہرا
کسیکے ظلم وستم کے باعث فدک سے منتفع نہو سکیں تو ناچار تھیں حضرت علی کو اپنے وقت خلافت میں اس مظلومیت کے اقتدا کے کیا معنی باینہمہ اگر حضرت امیر کو حضرت زہرا کا اقتدا ہی کرنا تھا اپنی
حصہ میں کیا ہوتا حضرت حسنین اور انکی بہنونکو کیوں محروم المیراث کردیا **اقول** اس شیخ کو اگر سلیقہ گفتگو کا نتھا تو کاہیکو کاغذ اور سیاہی کو برباد کیا جو کچھہ چاہتا ہے بیہودہ لکھتا چلا جاتا
ہے اور سمجھتا ہی نہیں یعنی نہیں جانتا کہ یہاں اقتدا سے کیا مراد ہے اور اقتدا اس جگہہ کون بولتا ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جو فدک سے فائدہ نہیں اٹھایا اور حضرت
علی نے بھی انکی پیروی کرکے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اصل مطلب کو ترک کردیا بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اسکی جہت سے رنج اٹھایا تھا اور آزردہ ہو کر اس جہان سے
رخصت ہوئیں تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کرکے کہ جو حضرت فاطمہ کو اس فدک سے رنج پہنچا تھا اور اسکی طرف سے بے بہرہ ہو کر رحلت فرمائی تھی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کرکے خود بھی
اس سے منتفع نہوئے اور اسکو ترک کیا اور اگر فہمیدہ لوگوں کے نزدیک اسکی تردید کی ضرورت نہیں تو تو نے اپنی حماقت کیوں ظاہر کی اسکا جواب لکھ کر اور یہ جو لکھا ہے کہ اوراماموں
نے حضرت زہرا اور علی کا اقتدا کیوں نکیا انہوں نے تو فدک کو لیلیا جیسا کہ قاضی نوراللہ نے لکھا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ اقتدا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واجب
اور لازم تھا تاکہ یہ اعتراض وارد ہو بلکہ فدک حضرت فاطمہ کے وارثونکا تھا اور وہ اسکے لینے نہ لینے میں اختیار رکھتے تھے بعضے وارثوں نے مثل جناب امیر اور حسنین کے بسبب مصلحتوں
کے اسکو نہ لیا از انجملہ ایک امر تھا یعنی موافقت حضرت فاطمہ کے تصرف نکرنے میں اور دردناک ہونا قبض کرنیمیں اس چیز کے کہ جسکو اس معصومہ نے نپایا اور بعضے وارثوں نے واسطے
اتمام حجۃ کے مخالفین پر اور ظاہر کرنے ظلم خلفاء متقدمین کے متاخرین نے فدک کو اسکو لیلیا اور ہم اوپر لکھہ چکے کہ اقتدا واجب اور لازم نتھا اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ نفل بھی نتھا بلکہ وارثوں کو
اختیار تھا لینے نہ لینے کا بعضوں نے بعضی مصلحت سے نہ لیا اور بعضوں نے کسی مصلحت سے لیلیا اس کچھہ ضرور نتھا اقتدا کرنا ایک کا دوسرے کو اور یہ جو لکھا ہے کہ اقتدا افعال اضطراریہ
میں نہیں ہوتا یہاں مراد اقتدا سے موافقت اور مشارکت ہے حال فاطمہ زہرا علیہا السلام میں فدک کے ترک کرنیمیں اور ہم لکھہ چکے کہ اقتدا لازم نہیں ہے پس امام مہدی کیواسطے اقتدا اور
ائمہ معصومین علیہم السلام کا لازم کیونکر ہوا اور کیوں حضرت امام حسین تقیہ میں اقتدا حضرت علی کا کریں انکو اختیار تھا اور تکلیف ہر امام کی علیحدہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام
نے بسبب ظہور علامات عدم تقیہ تقیہ نکیا اور حضرت علی نے بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے اپنے حق کے جاتے رہنے میں صبر کیا اور احتمالی ارتداد قوم سے معرکہ آرائی نکی اور حضرت فاطمہ
کا رنج یاد کرکے انکے حال میں شریک ہوئے اور موافقت کی انکی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر کوئی صدمہ ہوتا ہے تو اسکے دوست اس میں موافقت کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی
کسی حاکم جابر کی تعدی سے قید میں ہو جائے اور اسکو ایک وقت دو روز کھانا نملے تو اسکے بڑے دوست جیسے ماں اور باپ زوجہ وغیرہ اسکے وہ بھی کھانا اسکے موافقت سے ایک دو دن
نہیں کھاتے ہیں تو اس میں کچھہ مضایقہ نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم کے دندان مبارک احد میں شہید ہوے تو حضرت اویس قرنی نے حضرت کے شریک حال ہونیکی جہت سے
اپنے دانت توڑ ڈالے تھے کیا رسولخدا صلعم نے اپنی ہاتھ سے وہ دانت توڑے تھے جو اویس قرنی نے اپنے دانت توڑے اور جیسے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا کے حال کی موافقت کی
ایسے ہی حضرت حسنین اور انکی بہنوں نے موافقت کی اور انہوں نے خود اپنے ارادہ سے حصہ اپنا نہیں لیا تھا اور حضرت علی نے انکو محروم المیراث نہیں کیا تھا کہ انکے بدون

مرضی کی لوگوں کو دیا ہوا اور انکو دیا ہو **قال الشیخ الاشعری** تیسرا جواب جو شیعوں نے اعتراض معلوم کا دیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر اسلئے فدک سے متمتع نہوئے تاکہ لوگوں کو مستحق ہوجانے کا
حضرت امیر کی گواہی در بارہ ہبۂ فدک حسبۃً للہ تھی اپنی نفع کی امید پر نہ تھی یہ جواب بھی مثل جواب سابق سراپا خلل ہے اول تو جو لوگ اس مقدمہ میں حضرت امیر کیطرف یہ گمان فاسد کرتے تھے
وہی لوگ ہونگے جنہوں نے حضرت امیر کی گواہی کو قبول نکیا سو وہ لوگ پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے انکی خلافت میں ان میں سے کون تھا جو انکے جھٹلانے کی لئے آپنے فدک نہ لیا اور اگر مردوں کا
جھٹلانا مد نظر تھا تو اول تو انکو اطلاع نہیں ہوسکتی دوسرے اپنے مرنیکے بعد انکو خود حضرت امیر کی حقانیت اور اپنا ظالم ہونا معلوم ہوگیا ہوگا سو یہ لینا یوں ہی رائگاں گیا بوجہ حضرت امیر نے مال
حلال کو ہاتھ سے کھویا نہ نفع دینی نفع دنیا اور اگر یوں کہیے کہ خلفاء ثلاثہ مرگئے تھے تو کیا ہوا انکے معتقد اور نواصب موجود تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یوں تو یہ احتمال پھر بھی باقی رہا جب آپکی اولاد نے لیا
خصوصاً مامون کے زمانہ میں کہ وہ مائل بہ تشیع تھا اور فدک کو حق اہل بیت ہی سمجھکر حضرت امام علی رضا کے حوالہ کیا جب بھی آخر نواصب کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ حضرت امیر کی گواہی اس یقین مندی
کے لیے تھی بلکہ بنیتِ اولاد ہی کی لیے ایسی ایسی تدبیریں عدد دراز کیا کرتے ہیں سو نواصب بحکم المرء یقیس علی نفسہ یہ بالضرور سمجھے ہونگے کہ حضرت امیر کی گواہی فقط اسلئے تھی کہ اگر یہ تیر ہمارے زمانہ میں
نشانہ پر نہ بیٹھا تو کبھی نہ کبھی تو کارگر ہوہی گا سو اگر یہی شنیع تہمت مد نظر تھا تو لازم تھا کہ اپنی اولاد کو وصیت کرجاتے کہ ہرگز ہرگز اس مال کو نہ لیجیو نہیں تو میری شہادت میں خلل آجائیگا **اقول**
یہ جواب سب شیعوں کے نزدیک نہیں ہے کسی بعضی شیعہ نے دیا ہوگا لیکن ہم اسکا بھی جواب لکھتے ہیں کہ یہ جو حصر کیا ہے اسکے جواب میں تو باطل ہے بھلا مردوں کو کیا جھٹلائینگے ہاں انکے معتقدین کو ضرور
تو بچا ہے کہ جیسے انکے معتقد گمان بد حضرت امیر کیطرف رکھتے تھے تو انکے معتقدین کو بھی یہ گمان بد اور تہمت حضرت امیر کی نسبت ہوگی اور جسوقت کہ عمر نے وقت گواہی کی ابوبکر سے کہا ہو کہ علی جر نفع کی لئے
گواہی دیتا ہے تو معتقدین انکے ایسا گمان حضرت علی کیطرف کیونکر نکرینگے اور اولاد کی لینے میں جو احتمال نکالا ہے یہ احتمال باطل ہے اسواسطے کہ یہ احتمال تو اسوقت متصور تھا کہ جسوقت حضرت علی کی
گواہی کو بھی اولاد کی پہنچنے میں اور ظاہر ہے کہ انکی گواہی سے اولاد کے پہنچنے میں کچھ اثر نہ تھا تو یہ احتمال باطل ہے اور حضرت امیر کے نلینے اور اور اماموں کے لینے کا باعث یہ ہے کہ مصلحتیں باعتبار اختلاف
اوقات و اشخاص کے مختلف ہوتے ہیں اور مامون کے زمانہ میں جو امام نے فدک کو مامون کی دینے سے لیا اسوقت ایک مصلحت عظیم یہ تھی کہ لوگوں پر ظلم خلفاء ثلاثہ کا واضح ہوجائے کہ انکو جو مامون نے اولاد فاطمہ زہرا
سمجھکر دیا ہے تو بیشک یہ حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تھا اور خلفاء ثلاثہ اسکے منع کرنیمیں غاصب و ظالم تھے چنانچہ مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ جسوقت عمر بن عبد العزیز نے انکو فدک دیا تو معاندان قریش اور
منافقان شام نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اسکے دینے میں طعن کیا تو نے شیخین پر کہ شیخین نے تو فاطمہ کو فدک نہ دیا تھا اور تو نے اسکی اولاد کو دیا اسواسطے ان حضرات نے اسکے لینے کو ترجیح دی اور حضرت امیر
اور حسنین کے لینے میں مصلحت متصور نہ تھی اسواسطے انہوں نے اسکو نہ لیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی موافقت اختیار کی اور حضرت امیر اولاد کو اپنی نہ لینے کی وصیت کیونکر کرتے کہ اولاد کی لینے
میں تو مصلحت ہے اور تھی چنانچہ ابھی گذرا ہے **قال الشیخ الاشعری** چوتھا جواب شیعوں کیطرف سے یہ ہے کہ یہ سب پرہیزگاری اور فدک سے دست برداری تقیہ کی وجہ سے تھی القصہ شیعہ لاچار ہوکر
انہیں پر آگئے لیکن دروغگو را حافظہ نباشد علماء شیعہ کو اس جواب کے وقت یہ یاد نہ رہا کہ سب آدمیوں کا مذہب تقیہ میں یہ ہے کہ جب امام جہاد کیلیے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو پھر تقیہ حرام
ہوجاتا ہے اسلئے حضرت امام حسینؑ نے ہرگز تقیہ نکیا سو حضرت امیر اگر اپنی خلافت کے زمانہ میں تقیہ کرتے اور الٹے مرتکب فعل حرام کے ہوتے نعوذ باللہ اس جواب والوں نے حضرت علی کی تذلیل کر دی ہے جیسے
کہا کرتے ہیں کہ نقصانِ مایہ دیگر شماتتِ ہمسایہ مال کا مال گیا وبال گناہ کا پلید رہا خدا ماد الزماں سے پناہ ہے کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا بہتر از نادان دوست معہذا اگر یہ تقیہ خلفاء ثلاثہ سے تھا
تو وہ خود پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے اور مردوں سے تو نامردوں کو بھی اندیشہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یا باقیماندوں سے سو وہ یا تو آپکے لشکری تھے اور شیعہ مخلص یا منجملہ رعیت
رعیت میں سے ایسے امور میں اگر اندیشہ ہوتا ہے تو اسسے ہوتا ہے جسکی آمدنی کم ہوجاتی ہے سو یہاں مع فقراء اور مساکین اور ابن سبیل تھے انسے ڈرنا بھی بموزن خوف مردگان ہے سو انکے لو کیسی بلا کو کیا غرض تھی کہ
فدک کے سبب حضرت علی کے مقابل ہوکر اپنی جان کو خطر میں ڈالتا اور اگر بفرض محال یہ صورت ہو بھی جاتی تو اول تو حضرت امیر کے برابر کسی میں زور اور دلیل اور شجاعت اور لشکر تھا اور اگر کچھ گمان
ہو بھی تو امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کیطرف ہو ہی سو انہوں نے اب کونسی کمی کی دوسرے ایسے مفسدین بجز اسکے کہ رعیت بادشاہ کی مقابلہ پر مجتمع ہوجائیں تصور میں نہیں آتی حضرت ابوبکر صدیق جب
خلیفہ ہوئے تو زیر حکم اسلام سواء ملک عرب اور کچھ نہ تھا سو وہ بھی بعد وفات رسول صلعم سب کے سب منحرف ہوگئے چنانچہ مختصر اسکا بیان ہو چکا ہے لیکن ابوبکر صدیق باانہمہ تنہائی کہ سواء سکان مکہ و
مدینہ اور کوئی انکا یار اور مددگار نہ تھا اور لشکر عظیم حضرت اسامہ کے ساتھ بنی غسان کی طرف بھیج چکے تھے ہرگز نہ ڈرے اور مانعین زکوۃ کی نسبت باوجودیکہ اکثر صحابہ بسبب قلت اعوان و انصار کے
انپر جہاد کرنیسے اندیشہ مند تھے یوں فرمایا کہ واللہ اگر وہ ایک رسی بھی جو راہ خدا میں دیا کرتے تھے نہ دینگے تو میں ان سے جہاد کرونگا بلکہ یوں کہا کہ اگر اور کوئی نہ جائیگا تو میں تن تنہا جاؤنگا
جب ابوبکر باوجود اس بے سروسامانی اور کثرت اعداء کے ایسی ناچیز چیزوں پر تن تنہا جہاد کرنے پر تیار ہوجائیں تو حضرت امیر تو اشجع الناس تھے اور لشکر کثیر جسمیں سے اکثر وہ لوگ جنہوں نے ایک نئی بنائی
خلافت کو درہم برہم کر دیا انکے ہمراہ اور جبل ال کریکرار وہ لیت فرواں اور حق بھی ایسی مطلوب ہو کہ اگر ظلم ہو تو دوسری قیامت بپا ہو بخلافے کہ حضرت علی کی تقیہ ہو کیے کیا معنی بہرحال جواب شیعہ جیسے
ہیں سب ہی ایسے گزرے ان جوابوں سے حصول مطلب شیعہ بھی معلوم ہوگیا **اقول** مراد تقیہ سے مصلحت ہے اور جو کام کہ بے مصلحت ہوتا ہے وہ خراب ہوتا ہے اور تقیہ کی تخصیص کچھ شیعوں کے لیے
ہی نہیں ہے اہل سنت کے یہاں بھی تقیہ ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں لیکن زبان سے انکار ہی کرینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ جسوقت امام جہاد کے واسطے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو تو تقیہ حرام

یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور کہیں ثابت نہیں ہے شیعوں کے نزدیک اور حضرت امام حسین کیونکر تقیہ کرتے کہ شرط تقیہ موجود نہتی اور قرائن سے معلوم تھا کہ یزید جو بیعت طلب کرتا ہے ایک بہانہ ہے اسکا غرض سبب عداوت کے میرے خون کا پیاسا ہے حضرت امام حسنؑ نے باوجودیکہ معاویہ سے صلح کر لی تھی مگر پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا اُسنے آخر کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنے کی خبر سُنی تو معاویہ نے تکبیر کہی چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اگر امام حسین بیعت بھی یزید کی کرتے تو بھی کچھ فائدہ نہتا آخر کو کسی بہانہ سے قتل کرتا جیسے امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دلوایا اور یزید کی اشعار معروف و مشہور ہیں جس وقت حضرت امام حسین کا سر مبارک اُسکے سامنے گیا تو اُسنے چند شعر پڑھے اور مضمون اُنکا یہ ہے کہ کہاں ہیں میرے اشیاخ جو بدر اور اُحد میں علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے آج ہیں تو انکے قاتل کی اولاد سے کیسا انتقام لیا ہے اور یزید تو ظاہر ہی فسق بھی تھا جب ایسا حال تھا تو پھر کیا صورت بیعت کرنیکی تھی کہ وہ تو دشمن جانی تھا اور اہل کوفہ نے سینکڑوں خط حضرت امام حسینؑ کی طلب میں لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیں کہ ہم بے امام ہیں بعد آپکے ہم مطیع اور فرمانبردار ہیں اس جہت سے حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادر عم زادہ مسلم بن عقیل کو پہلے اپنی طرف سے کوفہ کو روانہ کیا اُنکے ہاتھ پر کئی ہزار کوفیوں نے بیعت کی یہ حال سنکر حضرت امام حسینؑ کوفہ کو روانہ ہوئے اُسوقت مصلحت یہی تھی راہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سُنی تو واپس جانیکا ارادہ کیا حر بن یزید ریاحی نے روکا اور جانے نہ دیا اتنے میں عمر سعد لشکر لیکر آپہنچا اور حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد کو فرمایا کہ تم مجکو یزید کے پاس جانے دو وہ جا سکا کہ اسنے ابن زیاد کو لکھا ابن زیاد نے اجازت نہدی اور جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے آخر کو شہید کیا یہ کونسی صورت تقیہ کی تھی جسمیں خواہ مخواہ دریے قتل ہی کے ہوں اور حضرت امام حسینؑ جو عراق کو روانہ ہوئے ہیں تو ایک وجہ یہ بھی تھی چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے امام حسینؑ کو عراق کے جانے سے منع کیا تو فرمایا کہ میرے جد بزرگوار رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے مجکو عراق کو جانیکا حکم دیا ہے وہ جاتا ہوں یہاں یہ بھی ذکر ہے امام کے لئے ایک صحیفہ ہوتا ہے کہ اُسکے موافق وہ عمل کرتا ہے لہذا صحیفہ میں حکم ترک تقیہ کا ہوگا اور حضرت امیر پر تقیہ حرام ہی تہا کہ اسکے ترک میں تحت فعل حرام کے ہوتے اور حضرت علی نے تقیہ کچھ خوف کے لئے نہیں کیا اور اس مقام میں کچھ بہادری اور کثرت لشکر کو دخل نہیں تہا بلکہ جو کچھ تھا مصلحت کی وجہ سے تھا اسواسطے اکثر آدمی جو حضرت علی کے ہمراہ تھے شیخین کے تابعین میں سے تھے اور خلافت کو علی کی مبنی بر خلافت شیخین جانتے تھے اور محدثات اور مخترعات شیخین طبیعت اور مقبول خاطر انکی ہو چکی تھی جو تغیر کرنا اُنکو نہایت دشوار تہا ایک مرتبہ تراویح کی جماعت کا موقوف کرانا چاہا تھا واعمراہ کی فریاد لوگ کرنے لگے اور اگر زیادہ ارادہ کرتے اور سختگیری کرتے تو لوگ مرتد ہو جاتے اور کشت و خون ہوتا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور عقیلی کے قول کو لکھا ہے کہ حضرت علی نے یہی عذر کیا اور صبر کرکے بیٹھ رہے اور دستور جاری رکھا جو کچھ پہلے سے تھا سو یہ مصلحت کی وجہ سے تھا نہ یہ کہ کچھ خوف ہو اور شجاعت اور کثرت لشکر کو یہاں کیا دخل ہے یہاں تو مصلحت ہی اور یہی تھا تقیہ علی کا اُسوقت میں اور رسوم جاہلیت جیسی کہ مطبوع طبائع اصحاب رسول مقبول کی تہی ایسے ہی مخترعات شیخین کے اُنکے تابعین کے دلوں میں راسخ اور منطبع ہو رہی تہی اور کسکا اُنکا ممکن نہتا جناب رسالتمآب اصحاب کے دلوں سے رسوم جاہلیت کو محو نکر سکے باوجود کثرت اہل اسلام کے بسبب مصلحت کے ایسے ہی حضرت علی نے چشم پوشی کی اور دستور جاری رکھا اور یہ ہم لکھ چکے ہیں اور اب بھی میں لکھتا ہوں وہ خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ جمع بین الصحیحین وغیرہ صحاح اہل سنت میں مسند عائشہ میں لکھا ہے اور شارح وقایہ نے بھی تخریج اسکی کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کے آدمی مسلمان جدید نہوتے اور خوف کرتا ہوں میں انکار کریں اُنکی تو حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ ڈھایا جاتا اور داخل کی جاتی اُسمیں جو چیز کہ جو باہر ہو گئی ہے اور اُسکے دو دروازے کرتا شرقی اور غربی پس جسوقت کہ جناب رسولخدا صلعم باوجود کثرت اعوان انصار اور اتفاق باہم کے رسوم جاہلیت کو محو نکر سکے اور سبب تقیہ کیا تو علی مرتضی کہ جو قدم بقدم پیرو حضرت کے تھے باوجود اختلاف کثیر اور انحراف وجوہ ناس محو بدعات شیخین سے اگر از روے مصلحت اغماض فرمائیں تو کونسا محل طعن ہے اور ابوبکر کا حال لکھا ہے باوجود کثرت تابعین کے سب ابوبکر سے متفق ہے اور ابوبکر کی کنیت پر چلتے تہے اور حضرت علی کے لشکر کا یہ حال تہا کہ معاویہ اور عمرو عاص نے فریب کرکے کلام اللہ اپنے لشکر کے آدمیوں کے نیزوں میں لٹکوا کر حضرت علی کے لشکر کے مقابلہ میں کھڑے کئے حضرت علی نے اپنے ہمراہیوں سے ہر چند فرمایا کہ یہ فریب ہے تم مارو انکو اور میں تمکو حکم کرتا ہوں کہ یہ کلام صامت ہے اور میں کلام ناطق ہوں کسی نے حضرت علی کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ہم کیونکر قرآن کو ماریں اور ابوبکر کے ہمراہیوں کا یہ حال تھا بلکہ سب کہنے میں تھے اور تن تنہا حضرت ابوبکر کیا جاتے اور جناب رسالتمآب کے زمانہ میں تو ہمیشہ جہاد میں سے بہاگتے ہی رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں تو ایک مرتبہ بھی جہاد کیواسطے گہر سے باہر نہ نکلے اگر انکو بھیجا کرتے تھے لوگ تو تھی سلام اور طمع غنیمت کے واسطے لڑتے تہے اور انکی ریاست مفت میں قوی ہو گئی تہی اور لشکر نیز حضرت علی کی طرف کا ہیکو تہا خلیفہ ہوتے ہی جو لوگ کہ اُنکی طرف تہے باوجودیکہ بیعت کیے حضرت کے ہاتھ پر بیعت توڑ کر عائشہ کیطرف چلے گئے اور بعد اُسکے معاویہ کے ہمراہ ہو کر حضرت علی سے لڑائی کی اور جو کچھ کہ ہمراہ علی کے تہے صحابہ میں سے اُنکے دلوں میں محبت شیخین کی جمی ہوئی تہی اور جو لوگ خالص تہے وہ تو بہت ہی تہوڑے تہے اور جنہوں نے عثمان کی خلافت کو بگاڑا وہ بھی مستعد نہتے اور خلافت کو جو اُنہوں نے بگاڑا اُنکی تو کیا طاقت تہی لیکن اصحاب رسول مقبول صلعم کی ترغیب و اعانت سے بگاڑا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور حق جن غلو ہونیکا تہا وہ خود جانتے تہے اور مصلحت کے جہت سے خود دست بردار ہو رہے تہے اور جو صورت تقیہ کی تہی ہمنے بیان کر دی اور جواب جو کچھ ہمنے دیے ہیں سمجھ لینا کہ یسی جواب ایسے ہیں اور اصل مطلب وہ ہے کہ جسکا جواب اہل سنت سے کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ جو ابن حجر عالم نے بعض شیعہ نے دیے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن نہیں ان جوابوں سے نفع ہو کہ نہ ہو کچھ یہ فائدہ حاصل ہو گیا اگر حضرت علی کا فدک میں تصرف مالکانہ نکرنا اور بدستور سابق رہنے دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے تا دم وفات کسیکو ہبہ نہیں کیا تھا اور بعد سرور کائنات میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ مشروحاً مفصلاً اسکا اثبات آتا ہے جب بات محقق ہو چکی کہ سیدہ اور نادان کو محقق ہو گیا کہ روایت ممانعت فیما خوسند شیعہ سے سر سبز اور وہ روح تر شیدہ شیعہ سے اور جیسے حسب روایت اسکا غلط ہو صحیح ہو گیا تھا اعتبار قوانین روایت بھی یک قلم بے اصل نکلا **اقول** شیعوں کو بیشک ان جوابوں سے نفع حاصل ہے اور سنیوں کو کچھ حاصل

نہیں ہے اور حضرت علی کا فدک کو بدستور سابق چہوڑ دینا اور تصرف مالکانہ اُسمیں نکرنا ہم لکھ چکے کہ اسوجہ سے تہا جیسے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خانۂ کعبہ کو بدستور رکھا اور اُسکو ٹہیک
درست کرنا چاہتے تہے لیکن ڈرتے تہے چنانچہ جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر حضرت علی کا بدستور سابق فدک کو چہوڑ دینا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے اُسکو ہبہ نہیں کیا
تہا تو چاہئے کہ حضرت علی نے عثمان کی کمک جو نکی تہی اور اُنکے جنازہ پر نماز نہ پڑہی تہی اور اُسکو دفن نکیا تہا یہانتک کہ لاش اُسکی تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی اور اُسکے قاتلوں کو ہمراہ اپنے
رکھا اور جوال عائشہ او معاویہ کے نکیا یہانتک کہ ہزاروں آدمیوں کا خون کرایا تو چاہئے کہ اسبات پر دلالت کرے کہ عثمان مسلمان نتہا بلکہ مرتد ہو گیا تہا کہ اُسکی نماز جنازہ اور دفن کی طرف متوجہ نہوئے اور اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے جو ابوبکر پر دعویٰ ہبہ فدک کا کیا تو حضرت علی نے فدک کے ہونیکی گواہی دی تہی لیکن علماء اہل سنت اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ نصاب بینہ کی پوری
نہوئی تہی کہ ایک حضرت علی ہی گواہ تہے اور دوسرا کوئی مرد گواہ نتہا اسواسطے ابوبکر نے فاطمہ کو فدک نہ دیا سو حضرت علی کو ہبہ ہو جانیکا یقین تہا تو اُنہوں نے گواہی دی تہی پہر گواہی کیوں تہی پس بدستور سابق
چہوڑ دینے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ ہبہ نہوا ہو ورنہ حضرت علی جہوٹے ٹہیرتے ہیں کہ وہ گواہی ہبہ کی دیچکے ہیں سو بدستور چہوڑ دینے کی کوئی وجہ ہوگی نہ یہ کہ ہبہ نہوا ہو اور حضرت علی کی گواہی کو جو ابوبکر
نے قبول نہیں کیا ہو تو اسکی وجہ اہل سنت کے نزدیک یہی ہے کہ نصاب پورا نہو تہا کامل نہوئی تہی نہ یہ کہ حضرت علی نے جہوٹی گواہی دی ہو اور جبکہ حضرت علی راست گو تہے اور حق جانکر گواہی دی تہی کہ فدک
فاطمہ کا حق ہے تو پہر جو اپنی خلافت میں بدستور رکھا اور باوجود علم حق فاطمہ و بچگی فاطمہ کی اولاد کو نہ دیا اسکا کیا جواب ہے جو تم جواب دوگے وہی ہمارا جواب ہے اور حضرت علی کو فدک کو بدستور سابق رکہنے کا جواب ہے
اگر جو تم نے لکھا ہے اور وہ چار جواب جو تم نے شیعوں کی طرف سے نقل کر کے انکار کیا ہے وہ حقیقت میں بعضی بعض شیعہ نے اپنی رائے سے تجویز کر کے جواب دیے ہیں اور وہ سب شیعوں کی طرف سے وہ جواب نہیں ہیں اور سب
تو یہی جواب ہے جو میں نے لکھا ہے فدک کے ہبہ کی گواہی دی کا حضرت علی کو اور جو کچھ کہ تم نے اُن چاروں جوابوں کی تردید کی تہی اُسکا جواب بہی ہم نے لکھ دیا ہے اسکو کوئی ہماری تحریر کو دیکہیگا تو وہ جان جائیگا
کہ جو کچھ اس شیخ نے تردید کی ہے وہ باطل ہے اور جہوٹ ہی کے کام لیا ہے اور بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو ہبہ کیا تہا اور آئندہ جو کچھ اس شیخ کے جواب میں ہم لکہیں گے اُس سے یہ بہی معلوم
ہو جائیگا کہ پیغمبر خدا صلعم کے ترکہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہے جب یہ بات محقق ہو گئی اور غرض جو کچھ ہم لکہیں گے اُس سے ہر دانا اور نادان کو معلوم ہو جائیگا کہ روایت تنازع فیہا بہت درست اور واقعی ہے
اہل سنت کے اکابر محققین نے اُسکو روایت کیا ہے اور باعتبار درایت اور باعتبار قوانین روایت وہ روایت بہت صحیح اور درست ہے اور انکار اس شیخ نجدی کا اُس سے بیجا ہے **قال الشیخ الاشعری**
علی ہذا القیاس مامون عباسی کے زمانہ میں اولاد حسنین کا بہ نسبت فدک دعویٰ کرنا اور اُسکا دو سو علماء اہل سنت کو جمع کر کے دربارۂ فدک استفسار کرنا الی غیر ذلک منجملہ خیالات بوستان خیال و حکایات باغ و بہار
ہے اگر سر بسر غلط نہیں تو مثل مرویات صحیحہ بالکل صحیح بہی نہیں اتنی بات بیشک ظہور میں آئی کہ مامون عباسی نے بوجہ میلان تشیع فدک اولاد حسنین کو حوالہ کر دیا القصہ حسب ان فسانوں کا جہوٹا ہونا ثابت ہو گیا
تو دعویٰ ثبوت ہبہ جسپر مولوی عمار علی صاحب نے بیڑا اٹھا کر عزم اثبات غصب کیا تہا شل خانہ شیخ چلی کے سوای خیال او کچھ نتہا بنا بنایا ڈہگیا اور بعد ازیں مجکو کچھ ضرورت تردید نہی کہ اہل انصاف کے لئے فدک کے
غصب نہونے میں اتنا ہی سامان سامان علم الیقین ہے اور حضرت شیعہ جنکے لئے انصاف کے لیے اسقدر جواب نادان شکن و مقاطع جو ہر مہین کہتے ہیں **اقول** مامون عباسی نے دو سو علماء اہل سنت کو جمع کر کے جو
فدک کا حال ہے استفسار کیا تہا اور اُنہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا تہا یہ تاریخ آل عباس میں ہے یہ بات سب درست ہے اور اُسمیں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ تاریخ
کرتی ہے اُسکو روایت دوسری کتب معتبرہ اہل سنت کی کہ سواے اسکے اور بہت سی کتابوں میں موجود ہے ایسی روایت کہ جسکو کثرت سے علماء اہل سنت بیان کرتے ہوں کیونکر مثل بوستان خیال کی ہو جائیگی مثل
اگر یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں ہوتی اور اہل سنت کی کتابوں میں نہوتی تو کہہ سکتے تہے کہ شیعوں نے یہ روایت بنالی ہوگی اور جبکہ سنیوں کی کتابوں میں روایت موجود ہوتی تو پہر کیا وجہ اسکے انکار کی ہے
اور مامون نے جو اولاد فاطمہ زہرا کو فدک حوالہ کر دیا تو یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت کے بیان سے اُسکو معلوم ہو گیا تہا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا ہے یہ میلان تشیع سے ہو اور اگر تشیع کی میلان کی جہت سے دیا تو علماء اہل سنت نے یوں جواب
کی کیا احتیاج تہی شیعہ تو کہتے ہی ہیں کہ فدک حق فاطمہ زہرا کا ہے اور ایسا امر واقعی افسانہ کیونکر ہو جائیگا جسکو اسقدر علماء اہل سنت لکہتے ہوں پس معلوم ہوا کہ بنیاد غصب کی بڑی مستحکم ہے کہ اُسمیں کسیطرح سے تزلزل
نہیں ہے اور جو کچھ اس شیخ نے بے اصل اور واہی تکی جواب میں لکھا ہے ہم نے وہ سب رد کر دیا ہے اور اہل سنت ہرگز نا انصاف ہیں کہ ایسے جواب نادان شکن کو سچ سمجہتے ہیں اور تعصب کی بات ہے نہیں سمجہتے اور پہر باز نہیں آتے اور ہر
کی ایک نامکہی بہی جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن باینہمہ زیادہ یادہ او طریق تنزل مناظرہ میں علامت حقیقت ہیں یہ تاہی اسلئے بطور تنزل عرض ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں ضعیف ہی یہ روایت نہیں کہ
بعد وفات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات حضرت فاطمہ زہرا نے دعویٰ فدک کیا اور حضرت ابوبکر نے اُنکا دعویٰ نسنا اور گواہ مانگے اور حضرت امیر المومنین حضرت علی اور حضرت ام ایمن یا حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین
کو علی اختلاف الروایات گواہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق نے بسبب نہونے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے انکی گواہی کو رد کیا یہ سب بالاتر ہی اہہیں گوارا ان شیعہ کی ہی کہ ان روایات کو گہر کر زاد راہ جہنم تیار کیا اور
سرمایۂ لعنت ابدی بہم پہنچایا اور پہر جرأت تو دیکہو کہ علماء اہل سنت سے جواب طلب ہے مجان بیکی خدمت میں التماس ہے کہ اہلسنت کا شیوہ نہیں کہ وقت بے وقت جہوٹ بولا جائیں انکی مذہب میں تقیہ کے جواز کی کہیں صورت ہوتی تو معاذ اللہ اسقدر
جہوٹ واقعی ہیں اگرچہ ظاہر میں جانچے گرفت اور محل طعن ہو اہی کتابوں میں درج کرتے ہیں مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کا میراث کا دعویٰ کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق کا نہ دینا اور قصۂ طاس وغیرہ وقوع جمل کہ یہ سب امور واقعی ہیں انکے جواب
معقول رکہتے ہیں اگر جہوٹ ہی بولتے تو جیسے شیعہ وقت پڑ پر جالو کی سامنے اپنی مرویات صحیحہ سے بہی انکار کر جاتے ہیں سنی بہی ایسے امور سے انکار کیا کرتے لیکن جو بات اصل ہے بے اصل ہو سکو کیونکر سر بر دو مر سینہ اعلی وقت اہل دیانت
کو دیکہیے کہ سنیوں کے دین کی خوبی کی حد میں معتقد ہاں وہ شیعیان امامیہ اپنے دین کو ہی خراب کئے لگئے اور جہوٹی روایتیں تراش کر سنیوں سے گریبان گیر ہو گئے سو عنقریب پسند و بجو جہوٹی باتیں ہی سنکر اطمینان ہوتا ہے اسلئے ہم بہی انکی خرافات

الی ہی کیسنے کہیں کہ جو کچھ نسبت ایں سبیح ہے دعویٰ اعجاز باشد دروغ است اقول تمہارے اقوال سے شیخ جو مدعا ہی ہیں تمہاری بے علمی ہی کچھ فائدہ نہ تنزل ہی شیعہ کو اعتراض سے ہرگز دفع نہیں ہو سکتا واللہ یہ لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے
دعویٰ ہبہ فدک نہیں کیا لا الہ نہ حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی دی ہی بلکہ یہ بات بزرگواران شیعہ کا تراشا ہوا ہی یہ لکھنا اسکا بالکل غلط اور جھوٹ ہی اور یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی دن کو
کہے کہ رات ہی اور یہ شیخ دروغگو جو کچھ لکھتا ہی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے لکھتا ہی کہ جو کچھ خرابیاں مذہب میں اہل سنت ہند کے جھوٹ لکھ کر ڈالگئے ہیں باعث اُن خرابیوں
کے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس ہیں کہ انہوں نے یہ دروغ صریح لکھا ہی اپنے دین کی حفاظت کے واسطے چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ جواب ازیں طعن آنکہ دعویٰ ہبہ از حضرت زہرا
و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ ست در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آں طلبیدن
کمال سفاہت است انتہی اگر اس شیخ نجدی نے جھوٹ لکھا تو اسکا کچھ تعجب نہیں ہی کہ کس شمار میں ہے لیکن تعجب ہی شاہ عبد العزیز صاحب سے کہ اتنا بڑا نامی ہو کر ایسا جھوٹ لکھے کہ جس سے
آسمان پھٹ جاوے کہ اہل سنت کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور حال یہ ہی کہ یہ روایت دعویٰ ہبہ فدک کے اہل سنت کی بہت کتابوں میں موجود ہی ازانجملہ چند کتابوں کا نام لکھتا ہوں کہ جن کو
جناب مفتی محمد قلی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ نے تشیید المطاعن میں جو اب باب مطاعن تحفہ میں لکھا ہی تصانیف عمر بن شبہ اور محمد مورخ اور ابوبکر جوہری اور مغنی قاضی القضات اور ملل
نحل شہرستانی اور کتاب الموافقت ابن السمان اور معجم البلدان یاقوت حموی اور محلی ابن حزم اور نہایت العقول امام رازی اور تفسیر کبیر اور ریاض النضرہ اور کتاب الاکتفاء اور فصل الخطاب اور مواقف
اور شرح مواقف اور جواہر العقدین اور وفاء الوفا اور خلاصۃ الوفا اور رسالہ سعد الدین سمہودی اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی اور صواعق محرقہ اور براہین قاطعہ اور مقصد اقصیٰ
اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور سوا اسکے بہت سی کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت دعویٰ فدک کی موجود ہی اور بعضی کتابیں تو انمیں سے بہت مشہور اور معروف ہیں کیا
شاہ صاحب کی نظر میں سے کسی کتاب پر بھی نگذری ہوگی کیا کسیکی عقل میں امر آتا ہی ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسا محقق اپنی کسی کتاب میں اس روایت کو نہ دیکھی دیدہ و دانستہ شاہ
صاحب نے یہ دروغ لکھا ہی اور شاہ صاحب کے پیروی سے اس شیخ نجدی نے یہ دروغ لکھا ہی اور نصر اللہ کابلی جسکی کتاب صواقع کا ترجمہ کرکے شاہ صاحب نے کتاب لکھی ہی اور نام اُسکا تحفہ رکھا ہی اُس نے
بھی انکار اس روایت کا نہیں کیا ہی بلکہ اُسکو تسلیم کرکے جواب دیا ہی کیا وقت ترجمہ کرنے اُسکی کتاب کے شاہ صاحب کے نظر سے یہ روایت نگذری ہوگی معاذ اللہ کیسا جھوٹ لکھا ہی شاہ صاحب نے
تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے اُسکی ساری کتاب کا ترجمہ کرکے ایک کتاب اپنے نام سے نامزد کی اور اس امر کی اُسکی تقلید نکی اور صواقع میں نصر اللہ کابلی نے لکھا ہی کہ ساتواں طعن یہ ہے کہ منع کیا فاطمہ کو
فدک سے اور حال یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا تھا کہ میرے باپ نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہی پس ابوبکر نے تصدیق نکی فاطمہ زہرا کی پس لائیں وہ گواہ اس ہبہ کے پر علی اور ام ایمن کو پس رد کیا شہادت
اُنکی کو پس غضب میں آئیں فاطمہ زہرا اُسوقت اور حال یہ ہی کہ فرمایا تہا رسولخدا صلعم نے اُنکے حق میں کہ فاطمہ جگر پارہ میری ہی جو کوئی اُسکو غضب میں لاوے وہ مجھکو غضب میں لایا
اور صاحب صواقع اس اعتراض کو باطل کہتے ہیں اور وہ اُسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ شے موہوبہ موہوب لہ کی ملک نہیں ہوتی مگر بعد تصرف موہوب لہ کے کہ اُسکے قبضہ میں ہو اور رسولخدا ہی تصرف میں
رہا صرف کرتے تھے جسطرح چاہتے تہے یہانتک کہ وفات پائی سو دیکھئے کہ صاحب صواقع نے جواب تو اسکا لکھا مگر انکار دعویٰ فدک کا نہیں کیا اور شاہ صاحب کس جرأت سے لکھتے ہیں کہ دعویٰ ہبہ
فدک کسی کتاب میں نہیں اور جن کتابوں کا ہمنے حوالہ دیا ہے اُن سب روایتوں کے نقل کرنے میں تو بہت طول ہوتا ہے مگر بعضی کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں عبد الکریم شہرستانی نے
کتاب ملل نحل میں لکھا ہی کہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی و دعوی فاطمۃ علیہا السلام وراثۃ تارۃ و تملیکا اخری حاصل یہ کہ خلاف
تیسرا فدک کے مقدمہ میں اور وراثت پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم میں اور دعویٰ فاطمہ کا بہاری پیغمبر پر اور آپ پر سلام وراثت میں کبہی اور تملیک میں کبہی اور قاضی القضاۃ نے مغنی میں لکھا ہے
لسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک فاما انہا کانت بیدہا فغیر مسلم بل لو کانت فی یدہا لکان الظاہر انہا لہا فاذا کانت فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہا میراث و اذا کان کذلک
فغیر جایز لابی بکر قبول دعویہا حاصل یہ ہے کہ نہیں انکار کرتے ہیں ہم صحیح ہونے ادعائے فاطمہ کا فدک کو لیکن فاطمہ کے قبضہ میں ہونا اُسکا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اگر فاطمہ کے ہاتھہ میں وہ ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ وہ اُنکا ہی
ہے پس جبوقت وہ جملہ ترکہ میں حضرت صلعم کے ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ میراث ہی اور جبوقت ایسا ہوا تو ابوبکر کو جائز نہیں ہے قبول کرنا دعویٰ فاطمہ کا اور اسجگہ قاضی [illegible] لکھتا ہے کہ یہ
حضرت کا میراث ہی اور ابوبکر نے روایت بنائی کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا اور ترکہ حضرت کا میراث نہیں اور اسیطرح یہ شیخ نجدی لکھیگا کہ ترکہ حضرت کا میراث نہیں ہے بلکہ صدقہ
ہے اور ابن حجر جو کہ تعصب میں اُن سے زیادہ سخت ہی صواعق محرقہ میں لکھتا ہی کہ ودعواہا انہ نحلہا فدکا لم تات علیہا الا بعلی و ام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ
الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی اور دعویٰ اُس فاطمہ کا کہ تحقیق بخشا ہے رسولخدا نے اُسکو فدک نہیں لائی وہ اس پر گواہ مگر علی اور ام ایمن کو پس کامل ہوئے مقدار
گواہوں کی کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہی کہ تحقیق قبول کرنے میں گواہی شوہر کی [illegible] خلاف ہی درمیان علما کے اور اسکے بعد لکھتا ہی کہ گمان کرنا
اس امر کا کہ حسن اور حسین اور ام کلثوم نے گواہی دی یہ باطل ہے علاوہ اسکے یہ کہ [illegible] قبول نہیں ہی اور بعد اسکے کہتا ہی کہ زید بن علی نے ابوبکر کے حکم کو بہت پسند کیا
اور کہا کہ اگر میں ابوبکر کی جگہہ ہوتا تو یہی حکم کرتا [illegible] دعویٰ کو رد کیا اور یہ قول [illegible] بہت [illegible] حضرت کہ جسکے

قول — شاہ عبد العزیز صاحب نے اس طعن میں تمسک کیا ہے اُس میں لکھا ہے عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبہا لی
قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکن رایت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منہا قوتکم فما تصنعین بہا یعنی عبد اللہ سے
روایت ہے کہ آئی فاطمہ طرف ابوبکر کے پس کہا کہ دے تو مجھکو فدک کہ رسولخدا صلعم نے ہبہ کیا ہے مجھکو کہا ابوبکر نے کہ سچ کہتی ہے تو اے دختر رسولخدا اور لیکن دیکھا ہے میں نے رسولخدا کو کہ تقسیم کرتے تھے
اُسکو پس دیتے تھے فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں کو بعد اسکے کہ دیتے تھے تمکو اُس میں سے کھانا تمہارا تو کیا کریگی اُسکو اور تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم میں لکھا ہے کہ فلما
مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعت فاطمۃ رضی اللہ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینحلہا فدک فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ انت اعز الناس علی فقرا واحبہم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولک
ولا یجوز ان احکم بذلک فشہد لہا ام ایمن ومولی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی رسولخدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہ تحقیق بخشا
تہا رسولخدا صلعم نے اُسکو فدک پس کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے کہ تو زیادہ عزیز ہے مجھکو فقیری میں اور زیادہ دوست ہے مجھکو تونگری میں لیکن نہیں جانتا میں تیری قول کی صحت کو اور
مجھکو جائز نہیں ہے کہ حکم کروں میں اسپر تجھکو پس گواہی دی واسطے فاطمہ کے ام ایمن نے اور رسولخدا صلعم کے چیلی نے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ ابوبکر نے دوسرا گواہ طلب کیا کہ جسکی گواہی شرع میں
جائز ہو جب نہوا دوسرا گواہ تو ابوبکر نے جاری کیا جسطرح سے کہ رسولخدا صلعم جاری کرتے تھے اور شرح مواقف میں لکھا ہے فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ای اعطاہا فدک نحلۃ وعطیۃ
وشہد علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابوبکر شہادتہم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شہادۃ الولد لا یقبل لاحد ابویہ ولجد ولجدۃ عند اکثر
اہل العلم وایضا کانا صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورہما عن نصاب البینۃ وھو رجلان او رجل وامراتان حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اُسکا کہ رسولخدا صلعم نے بخشا
اُسکو یعنی دیا ہے اُسکو فدک بطور بخشش کے اور گواہی دی علی نے اور حسن نے اور حسین نے اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے گواہی دی پس رد کیا ابوبکر نے گواہی اُنکی کو پس ہوگا ابوبکر ظالم
کہیں گے ہم جواب میں کہ لیکن حسن اور حسین رد کئے فرع ہونیکی جہت سے کہ وہ فرزند فاطمہ کی تہے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کیجاتی واسطے باپ اور ماں اور دادا دادی اُسکے کے نزدیک
اکثر صاحبان علم کے اور یہ بھی ہے کہ وہ صغیر السن تہے اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن رد ہوئی گواہی انکی واسطے کم ہونے مقدار گواہ ہونیکے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور صلاح الدین
رومی نے حاشیہ میں شرح عقاید نسفی کے لکھا ہے کہ من منع الارث وفدک بالنحلۃ وقع بین فاطمۃ وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معہ مدۃ حیاتہا حاصل یہ کہ منع کرنے ارث اور بخشش فدک
سے واقع ہوا درمیان فاطمہ اور ابوبکر بغض اور نزاع ابوبکر سے اور نہ کلام کیا فاطمہ نے ہمراہ ابوبکر کے اپنی زندگی کے مدت میں اب اہل انصاف انصاف فرمائیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے دعوی
کرنا حضرت فاطمہ کا ہبہ فدک کا ثابت ہے یا نہیں اور کسقدر کتابوں میں لکھا ہے اور یہ شیخ بالکل انکار کرتا ہے اسی طرح سے اسکی سب تحریرونکو قیاس کرنا چاہئے کہ ہر جگہ یہ ایسا ہی دروغ لکھتا ہے اب دیکھو
جہنم کس نے اپنے واسطے تیار کیا ہے اس روایت کو لکھکر کہ وہ علما اہل سنت سے ہیں جنہوں نے روایت لکھی ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ یہ روایت شیعوں نے لکھی ہے اب کوئی اسکی منہ پر تہوکے اور کہے کہ اے نامعقول
یہ روایت تیری کتابوں کی کیا نہیں ہے ان لوگونکی نفرین کر کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں روایت لکھی ہے اور شیعوں کو دلیر کر دیا ہے اعتراض کرنے پر کیا ان سب کتابوں میں بھی شیعوں نے یہ روایت
داخل کر دی ہے یا یہ سب کتابیں بھی بطور بیاض کے تصنیف ہوئی ہیں کیسی عاجز ہیں اہل سنت شیعونکی مقابلہ میں کہ کچھ جواب شافی اُنسے نہیں بن پڑتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں
یہ روایت داخل کر دی ہے یا اپنی سب کتابوں کو بیاضیں مقرر کریں بھلا یہ عقل میں بھی آتا ہے کہ شیعہ اہل سنت کی تمام کتابوں میں اپنی روایت کو داخل کر دیں اور اہل سنت کو اُس روایت کے نکالنے کی
کی اُن کتابوں سے قدرت اور مہلت نہو اور اسطرح سے داخل کریں کہ صاف نسخہ کوئی بھی باقی نرہے اور جسوقت کہ اہل سنت کی اپنی کتابوں میں یہ موجود ہو تو اسکا جواب ہم اُن ہی سے طلب کریں تو کیا ہو اور
نصاریٰ سے طلب کریں اور دیکھو وقت پڑی پر اہل سنت جھوٹ بولے یا نہیں کہ اسقدر کتابونکا انکار کیا اور تقیہ کرنیکو تو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے زبان ہی سے انکار کرتے ہیں مفتی
محمد قلی خاں صاحب علی اللہ مقامہ نے رسالہ تقیہ میں پچاس دلیلیں تقیہ کی اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور وہ چھپ گیا ہے جو چاہے دیکھ لے اور تقیہ سے انکار کیا تو کیا ایک اور بات بھی جوڑ کے کہ
شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں اور دعوی میراث اور قضیہ قرطاس سے بھی تو انکار کرتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے ملاحظہ کر ازالۃ الغین اور اثارۃ العین کو مولوی حیدر علی
کے اور اسی لئے مولوی حیدر علی کفش فروش نے بخاری اور مسلم کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے کہ اُنمیں دو آیتیں فدک اور قرطاس کے لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں دو سو اور دس آیتیں ضعیف داخل ہیں اور
اکاذیب اور دروغ کو شامل ہیں اور جواب تم کیا دو گے ایسی ہی تمہاری جواب ہیں کہ جو جواب دیتے ہو کہ اپنی کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہو اور دیکھو شیعہ جھوٹ بولتے ہیں یا سنی جھوٹ بول
رہا ہے کہ اسقدر کتابونکی روایت کا انکار کرتا ہے یہ تو بتلاؤ کہ کسی شیعہ نے انکار کونسی روایت کا اپنی کتاب کی کیا ہے اس طرح سے کہ ہماری کتابوں میں روایت نہیں لکھی ہے البتہ جسکی اصل نہو اُسکا انکار
کرینگے جیسے کہ کتاب منہاج السالکین کہ منصور اللہ کابلی نے بھی جوڑ کر شیعونکی طرف منسوب کر دی ہے اور شاہ صاحب نے اُسکی پیروی کی ہے اور یہ روایت بے اصل کیونکر ہے جسوقت کہ اسقدر اور ایسے
محققین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو اور یہ کام اہل سنت ہی کا ہے مکر اور فریب کا کہ اُنکی مقتدا اور پیشوا تو روایتونکو اپنی کتابوں میں لکھیں اور وہ اُن روایتوں کو جھوٹ مقرر کر کے شیعوں سے گریبان
گیر ہوں اب دیکھو تو میں سچا ہوں یا تو سچا ہے اس مقدمہ میں اب جھوٹے پر لعنت کر اور کہہ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور دیکھ تو اطمینان اپنا جھوٹ سے تو نے کیا ہے یا سچ سے معلوم ہوا کہ تمہاری

سب کو دروغ ہی سی فروغ ہی اگر دروغ تمہارے مذہب میں نہوتا تو اکثر اہل سنت جو کہ منصف ہیں شیعہ ہو جاتے **قال الشیخ الاشعری** محمد پاس خاطر اہل صدق اس روایت کے
غلط ہونیکی دو دلیلیں اور بیان کرتا ہوں ایک سنیوں کی طرف سے ایک شیعوں کی طرف سنیوں کی طرف کی دلیل تو ایسی ہے کہ جس سے اپنے دل کا تردد رفع ہو جاتا ہے اور دشمن کا اعتراض دفع
ہو جاتا ہے سو وہ یہی روایت مشکوٰۃ ہے جسمیں عمر بن عبد العزیز کا فدک کو بدستور سابق کر دینا مذکور ہے اس روایت کی صحت اور شہرت کیطرف پہلے بھی اشارہ گزرا اور اب بھی کہنا ہے کہ مشکوٰۃ کی شہرت تو سبھی کو معلوم ہے
اور ابوداؤد جو اس روایت کا ماخذ ہے وہ خود صحاح ستہ میں سے ہے بالجملہ یہ روایت صحیح سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے پھر جو روایت اسکے مخالف ہو اور پھر ایسی کہ نہ اسکی سند کی خبر اور نہ اسکا ماخذ اسکے ماخذ کی برابر ہو
ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی پھر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بطریق صحیح ایسی حدیث موجود ہے جس سے ہبہ فدک کا ثابت ہوتا ہے تو نادان ہی سنکر یقین کریگا کہ یہ بات غلط ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو
یہ سمجھیگا کہ بطور تردید کے جیسے اسباب کے بتلانے کے لیے کہ یہ روایت غلط ہے اس روایت کو کسی کتاب میں داخل کیا ہوگا یا کسی نے اپنی بیاض میں اور مطلب یا اسکے ساتھ اس روایت کو بھی داخل کر دیا ہوگا بعد میں
نظر ثانی کرکے صحیح غلط میں امتیاز کر دیجاتی سو علماء شیعہ نے بوجہ چالاکی اور غلط اندازی ایسے موقع سے اس قسم کی روایات کو چن لیا ہے **اقول** یہ روایت مشکوٰۃ کی جو سراسر موضوع ہے پہلے اس سے لکھ چکا
اور ہم اسکو ذکر کر آئے ہیں اور ثابت کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ راوی اسکا جو عبد اللہ بن الجراح ہے وہ کثیر الخطاء ہے اور کمال دانشمندی اہل سنت کی ہے کہ جو شیعوں کے مقابلہ میں اپنی کتاب کی
روایت موضوع کو پیش کریں کل کو کوئی اور روایت اس مضمون کی پیش کرینگے کہ خلفاء ثلاثہ حق پر تھے تو ہم اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور اگر یہی دستور ہو کہ مناظرہ میں اپنی روایت کو پیش کریں
تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں خلفاء ثلاثہ سے تبرا کرنا آیا ہے تم اسکو تسلیم کرو اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب کی روایت کتب کثیرہ کا مقابلہ کرے بڑے بڑے محققین امام رازی اور محقق شریف اور
ابن حجر وغیرہ کیا اس روایت کو نہیں جانتے تھے جو انہوں نے برخلاف اسکے لکھا اور اس روایت موضوع پر نظر نکی یہی سبب ہے کہ جو یہ روایت موضوع تھی اسواسطے انہوں نے اسکی طرف توجہ کی ایک عبد اللہ
بن الجراح کثیر الخطاء کی روایت کو کوئی پھر اسکے بڑی بڑی موثقین نے مثل حاکم اور ابن نجار اور بزار اور ابو یعلی اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی جو ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت کی ہے
کہ جناب رسول خدا صلعم نے بموجب حکم خدا فاطمہ زہرا کو فدک دیا اسپر نظر ہی نہیں ہے اور ایسا کون بیوقوف ہوگا کہ اپنی کتابوں کی روایت کو چھوڑ کر ایک کتاب کی روایت موضوع پر عمل کریگا اور انجیل تو مشکوٰۃ
سے بھی زیادہ مشہور ہے کل کو نصرانی کہنے لگیں کہ اسمیں تین خدا لکھے ہیں اور اسکے برابر کسی کی سند صحیح ہوگی کہ وہ خدا کا کلام ہے بس چاہیے کہ مسلمان اسکو تسلیم کریں اور مقر اسیطرح سے اس شیخ کو جب نہیں
سے جب جواب بن نہیں پڑتا ہے تو ایسے ایسے دروغ تراشتا ہے کہ کسی طرح مخلصی ہو جائے اور مخلصی ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ اگر کچھ جواب معقول ہو تو مخلصی ہو اب یہ کہتا ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو بطور تردید کے ہوگی
یہ مضمون اسنے کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم اسکو رد کر آئے ہیں لیکن صاحبان انصاف ملاحظہ کریں ان کتابوں کو اور کئی کتابوں کی عبارت میں نے نقل بھی کی ہے دیکھیں کہ یہ روایت دعوی ہبہ فدک کی کیا
بطور تردید کے لکھی ہے اور کیا کسی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے بلکہ بجز تسلیم دعوی ہبہ اور کچھ نہیں لکھا لیکن تسلیم کر کے دعوی کو جواب اسکا البتہ دیا ہے اور یہ کتابیں ایسی بھی نہیں ہیں کہ بطور بیاض کے
لکھی ہوں اور انکے مصنفوں نے یہ ارادہ کیا ہو کہ بعد اسکے نظر ثانی کرکے صحیح غلط میں امتیاز کر دینگے جو کچھ کہتا ہے شاہ عبد العزیز صاحب کی پیروی سے بے سند بے دلیل کہتا ہے اگر یہی بات ہو تو اہل سنت
کی کسی کتاب کا اعتبار نہو۔ بعینہ توریت و انجیل کی سی ہو جائیں اور ہر روایت میں احتمال وضع اور غلطی کا ہو اور اہل سنت کا عمل کرنا ان کتابوں پر باطل ہو **قال الشیخ الاشعری** دوسری دلیل
شیعوں کی طرف سے جسکو وہ الزامی کہا کریں اور خاموش ہو جائیں سو وہ یہی ہے کہ علی کا فدک کو بدستور سابق فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرنا اور آپ نہ لینا اور حضرت زہرا کے وارثوں کو نہ دینا
جسکو شیعہ بھی تسلیم رکھتے ہیں اور اسکے واقعی ہونے سے انکار نہیں کرتے چنانچہ اسکی تحقیق اوپر گزر چکی ہے اور یہ بھی گزر چکا کہ شیعوں نے اسکے عذر میں ہر چند بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سب رائگاں گئے
بالجملہ اس قضیہ مسلم الثبوت طرفین اور نیز روایت مشکوٰۃ سے ہبہ کا متحقق نہونا سر بستہ عیاں اور غلط ہونا پھر کیا امکان کہ سیدۃ النساء جگر گوشہ رسول اللہ صلعم جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک
محفوظ ہیں ایسا دعوی دروغ بایں بزرگی سرزد ہو اور پھر حضرت علی اور حضرت حسنین جو باعتبار طرفین یا معصوم ہیں یا محفوظ شہادت زور جو ہمسنگ کفر ہے اسطرح برملا علی الاعلان ادا کریں
اقول یہ دلیل کونسی ہے شیعوں کی طرف کیا شیعوں کی کتابوں میں کوئی ایسی روایت ہے مشکوٰۃ کی سی جس سے ثابت ہو کہ ہبہ نہیں کیا اور یہ مقدمہ کہ دستور سابق باقی رکھنے کا تو متنازع فیہا ہے
اور یہ مقدمہ باطل نہیں کرتا ہے اس روایت کو جو کہ کتب کثیرہ میں آئی ہے ہبہ کرنیکی اور اگر حضرت علی نے بدستور سابق باقی رکھا ہے تو کسی مصلحت سے باقی رکھا ہے جیسے کہ رسول خدا صلعم نے خانہ کعبہ کو جو تھا
نہیں اور بدستور باقی رکھا ایک مصلحت سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور شیعہ ہرگز الزام کہا کر خاموش نہیں ہوتے ہیں بلکہ جواب معقول دیتے ہیں مثل تمہارے کہ جب جواب نہیں آتا ہے تو اپنی صحیح
روایتوں کا انکار کر بیٹھے ہو اور جواب تو ہم بیانوں کا لکھ آئے ہیں لیکن ایک مقدمہ کہ یہ شخص بار بار لکھتا ہے اسکا کیا علاج اور ہم کیا بار بار جواب دیا کرینگے لیکن ہم بھی اجمالاً یا تفصیل سے کچھ خبر لیتے ہیں اور
مسلم الطرفین تو یہ کیا بہت امور سوا اسکے ہیں جیسا کہ جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اپنے باپ کی میراث طلب کرنا اور ہبہ کا رد کرنا اور اکثر صحابہ کا عائشہ اور
معاویہ کیطرف ہو کر حضرت علی کے در پے قتل ہونا اور سوا اسکے بہت سے امور ہیں اور مشکوٰۃ کی روایت تو بالکل غلط اور وضعی ہے اسلئے کہ اس ہبہ فدک کا وقوع میں آنا بروایت اکثر کتب اہل سنت
صحیح اور متحقق ہے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ باطل اور غیر معتبر ہے اور فاطمہ زہرا نے قصد دعوی دروغ نہیں کیا ہے انکے دعوے اور شہادت دلانے علی اور حسنین نے دی کہ ام ایمن کی بڑے بڑے محققین نے
لکھا ہے مثل امام رازی اور محقق سید شریف اور ابن حجر اور محمد پارسا اور سید نور الدین سمہودی اور محب طبری وغیرہ محققین اہل سنت کے اور اب تو حضرت فاطمہ کو دروغ دعوی کرنیوالی کہتا ہے کل کو

جناب رسول خدا صلعم کو کہنا اور شہادت زور کہ جو صاحب کفر ہے وہ انکے واسطے مقرر کرنا اسواسطے کہ اس دعوی میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ اکثر علماء اسکو لکھتے ہیں اسکا انکار کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن
کی آیت کا انکار کرنا جب ایسے امر کا آدمی انکار کرے تو بیشک وہ دروغگو کہنے میں بھی تامل نہ کریگا اگر تو نے اپنے علماء کو جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے دروغگو اور شہادت زور دینے والا کہتا تو بہتر تھا
اس سے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جھوٹا دعوی کرنیوالی اور حضرت علی اور حسنین کو شہادت زور ادا کرنیوالا کہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اصلا موجود
نہیں ہے شیعوں کا افترا اور بہتان ہے بہر ایسی روایتوں سے سنیوں کے الزام کو در پے ہونا اور انسے اسکا جواب طلب کرنا کمال غباوت و عین حماقت کی دلیل ہے باقی یہ جو مولوی صاحب نے نو دس کتابوں کے
نام لکھدیے ہیں تو وہی تقلیدی لکیر ہے مد ہی لابی دغا اور فریب کی بات ہے جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہنچی ہے اور ہمنے بحوالہ تحفہ اشارہ کیا جسکا یہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر اپنے مطلب کی باتیں کمیاب
نادر الوجود کتابوں سے نقل کر دیتے ہیں علاوہ ان کتابوں میں ان روایات کا نشان بھی نہیں ہوتا اور اگر ایک دو نسخہ میں کسی کتاب کی یہ روایت ہوئی بھی تو وہ مشکوک ہی ہے غالبا زندیقوں کی
ہے کیونکہ انکی ایک یہ بھی عادت ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں جو خال خال ملتی ہیں اکثر روایات اپنے مذہب کے یا اپنی آپ تراش کر داخل کر دیتی ہیں چنانچہ تحفہ ہی کے حوالہ سے یہ بات بھی مفصل
مرقوم ہو چکی ہے اور اگر فرض کیجئے کہ ان سب کتابوں کے سبھی نسخوں میں یہ روایت ہے تو اہل اسلام کا اثبات چاہئے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے التزام کر لیا ہے کہ جو کچھ ہم ان کتابوں میں درج کرینگے
صحیح صحیح درج کریں ضعیف اور موضوع درج نہ کرینگے سو یہ بات کا ثابت ہونا تو معلوم البتہ معاملہ برعکس ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ اصول حدیث کی آخر میں جو مشکوۃ مطبوعہ مطبع دہلی
کے اول میں لگا ہوا ہے یوں رقم فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں کوئی پچاس کتابوں سے زیادہ کتابوں کی حدیثیں جمع کی ہیں اور پھر اسمیں صحیح حسن ضعیف ہر
قسم کی حدیثیں لائی ہیں اسی پر اور کتابوں کو بھی قیاس کر لیجئے مشتے نمونہ خروارے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا الغرض ان کتابوں کے مصنفوں نے یہ التزام نہیں کیا کہ انمیں
جو صحاح کی ضعیف حدیثیں داخل کرینگی ورنہ یہ بات ویسی ہی تو ظاہر ہے اگر یوں بات ہوتی تو ان کو بھی بمنزلہ صحاح ستہ سمجھتے اور صحاح میں داخل رکھتے اور اگر فرض کیجئے کہ انکے مصنفوں
نے اپنی طرف سے التزام ہی کیا تھا کہ بجز صحیح اور قسم کی روایت انمیں درج نہ کرینگے تب بھی اطمینان کے قابل نہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحت و ضعف حدیث کے باب میں ایک
آدمی کا کہنا نہیں چلتا کیونکہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کہا جاتا ہے اسلئے ان امور میں ضرور ہے کہ اگر سب محدثین کا اتفاق بھی نہو تو اکثر تو اسکی صحت کے یا ضعف کے قائل ہوں
اور یہ بات تو شہادت عقل ضروری ہے دوم یہ ہے کہ شیعہ خبیث باطن نے بوجہ تقیہ متورع اور متقی بنکر اول تو اپنا اعتبار پیدا کیا اور پھر محدثین اہل سنت کی خدمت میں جا کر انسے صحیح
حدیثیں روایت کیں اور انہیں سندوں سے اپنے مطلب کی باتیں بھی انکے ساتھ ملا کر عالم میں پھیلا دیں اور بوجہ تقوی ظاہر اور پردہ تقیہ میں پیچ انکا چل گیا اکثر ثقات نے بھی
انکو متورع اور متقی گمان کر کے انکی روایتیں قبول کر لیں اور بوجہ حسن ظن استاد کو ثقہ سمجھا اور سوا اسکے اور بھی اساتذہ کو ائمہ حدیث پایا اسوجہ سے انکی روایات کو منجملہ صحاح سمجھا
اور اس دغا میں آگئے اور متاخرین نے بامداد خداوندی اس دغا کو سمجھا اور ان حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور مردود و متروک ٹھیرایا **اقول** دیکھو جواب نہیں آتا ہے تو یہ شیخ کیسے ہاتھ پاؤں
مارتا ہے اور کیسی جہل کی باتیں بناتا ہے اگر راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا کبھی تو کہتا ہے کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسوقت تو حکم لگا دیا نہ چاہئے تھا کہ اسی پر
مدار رکھا ہوتا اور اسپر اطمینان نہیں تو کہتا ہے شیعوں نے ہماری نادر الوجود کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہے اور اسپر بھی اطمینان نہیں تو اس روایت کا اقرار کر کے کہتا ہے کہ ہماری کتابیں
بطور بیاض کے ہیں اور کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے اور فہمیدہ آدمی یہیں سے دریافت کر سکتا ہے کہ جواب اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طرح طرح کی باتیں بناتا ہے اور یہ جو کہتا ہے
کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسکا جواب تو ہم دے آئے ہیں اور پچیس کتابوں کا حوالہ ہمنے دیا ہے جب اسقدر کتابوں میں موجود ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اسکا
جواب ہم اہل سنت سے نہ پوچھیں تو اور کس سے پوچھیں کتابیں تو انکی ہیں یہ روایت اور پھر جو لکھا ہے کہ ہمسے کیوں پوچھتے ہیں تو بڑے سفیہ و احمق ہیں اور بڑے مکار اور فریبی ہیں لوگ
کہ جو ایسی باتیں لکھتے ہیں اور مولوی صاحب نے جو نو دس کتابوں کا نام لکھا تھا یہ امر تحقیقی ہے اور ان کتابوں میں موجود ہے کتابوں کا حوالہ دینے والے کو دغاباز اور مکار نہیں کہتے ہیں اور
مکار اور دغاباز تو یہ ہے کہ جو اپنی کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہے اور جواب دینے سے عاجز ہوتا ہے تو بیجا مذمت کرنے لگتا ہے تیرے برابر بھی پاجی دنیا میں کوئی نہوگا اور مولوی صاحب نے تو دس
کتابوں کا نام لکھا تھا میں نے پچیس کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور تو ہی دروغگو ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی دروغگو ہیں کہ ایسی بے سروپا باتیں لکھکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور میں نے
نادر الوجود کتابوں سے نہیں لکھا ہے وہ کتابیں بہت مشہور ہیں جیسے کہ تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ وغیرہ اور دیکھ لے ان نسخوں کو کھولکر یہ روایت انمیں ہے کہ نہیں اور
وہ ایک دو نسخہ نہیں ہیں پچیس کا تو حوالہ میں نے دیا ہے اور سوا اسکے اور بہت ہیں اور غیر مشہورہ نہیں ہیں سب ہی موجود ہیں اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ایسی مشہور کتابوں میں شیعہ اپنی
روایت کیونکر داخل کرینگے اور تحفہ کا حوالہ دینا نہایت غلط ہے اسواسطے کہ اسکے مصنف شاہ عبد العزیز صاحب جو بڑے کاذب ہیں انکا امتحان ہو چکا ہے انکی تحریر کا ہرگز اعتبار نہیں ہے کتب کثیرہ
کا انہوں نے انکار کیا کہ روایات انمیں نہیں اگر کہتے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے تو بھی گنجائش تھی لیکن انہوں نے تو ایسا دروغ لکھا ہے کہ جسکی انتہا ہی نہیں ہے کہ اہل سنت کے کتابوں سے علاوہ الکلام
کیا کہ اصلا کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ بہت کتابوں میں یہ روایت موجود ہے انکی کسی تحریر کا اعتبار نہیں ہے یہیں سے انکے سب اقوال کا قیاس کرنا چاہئے قال

بلکہ ستایان مِن بہانہ ملا اور ہمارے نزدیک تو واسطے حجت پکڑنے کے۔ اہل سنت کی سب روایتیں صحیح ہیں اسواسطے کہ جامع اُنکے سنی ہیں اور راوی بھی اُنکے سنی ہیں اور تقیہ کو اُس
شیخ کے نزدیک گنجایش ہی نہیں ہے اور ہمکو اس سے کیا غرض ہے کہ مصنفوں نے التزام صحیح صحیح روایتوں کے اپنی کتابوں میں درج کرنیکا کیا ہے یا نہیں اور صحاح ستہ میں کیا خوبی ہے
استقصار الافہام جواب منتہی الکلام کو دیکھو کہ کسقدر قدح صحاح ستہ کا اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے اور جمع الجوامع میں اگر سب طرح کی روایتیں ہیں تو ہوا کرے ہم لوگ توفیق کرینگے کہ
جلال الدین سیوطی کی وہ کتاب ہے اور جن کتابوں میں یہ روایت متنازع فیہا ہے وہ کتابیں اس قسم کی نہیں ہیں کہ جنمیں سب طرح کی روایتیں ہوں اُنمیں تو سب روایتیں معتبر اور صحیح ہیں
اور اُنکے مصنفوں نے وہ روایتیں درج کی ہیں کہ جنکو متقدمین نے صحیح کرکے لکھا ہے سب روایتوں میں سے مستثنے اُنکے جمع الجوامع پر اُنکا قیاس نہیں ہو سکتا اور فرض کیا ہمنے کہ کتب
جامعیہ بھی ہوتی ہیں لیکن متاخرین نے صحیح کو غلط روایت سے تمیز کردی ہے اور اس روایت متنازع فیہا کو کسی نے غلط نہیں لکھا ہے اگر لکھا ہے تو کہدو کہ کس نے لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز
صاحب کا تو اعتبار نہیں ہے کہ وہ بڑے دروغگو ہیں کہ اسقدر کتابوں کا انہوں نے انکار کیا ہے اور سوجد تو اسکو کہتے کہ وہی ہیں جنکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے اور جن کتابوں میں یہ
روایت ہے اُنکے مصنفوں نے بیشک صحیح اور معتبر روایتوں کے لکھنے کا التزام کیا ہے کہ یہ لوگ متاخرین میں سے ہیں اور اُن روایتوں کو اپنی کتابوں میں داخل کرتے ہیں کہ جنکو علماء سلف صحیح کرکے
لکھ گئے ہیں اور اس روایت کے لکھنے والے ایک دو آدمی نہیں ہیں بلکہ وہ جماعت بزرگ ہے کہ جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے اور شیعہ خبیث نہیں ہیں خبیث وہ شخص ہے کہ جو حق فاطمہ زہرا کے
باطل کرنیکو اسقدر کتابوں کا انکار کرتا ہے اور بڑا خبیث وہ شخص ہے کہ جو جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شیعہ سنیوں کا محدث بنکر
سنیوں کو دھوکا دیوے اور اپنی روایت اُنکی کتابوں میں داخل کرے جو علماء شیعہ کہ ایسے امر کی قدرت رکھتے تھے وہ مشہور اور معروف تھے وہ ہرگز تقیہ کرکے سنی نہیں بن سکتے تھے کہ اُنکو سب جانتے
تھے اور جو کہ نامی اور مشہور نہ تھے اُنمیں یہ لیاقت اسقدر نہ تھی کہ محدث ہو سکیں تو سبکو بھی عبدالعزیز صاحب کا افترا ہے اپنے مذہب کی حفاظت کے واسطے کہ اُنسے جواب شیعوں کا نہیں ہو سکتا تھا اور بعضے
اہل سنت کی کتابوں میں راوی ہیں اُنکی احادیث کہ وہ مشہور اور معروف ہیں اور علماء اہل سنت اُنکو جانتے ہیں اور اُنکی ثقاہت و صدق کو لکھتے ہیں چنانچہ بعد اسکے مولوی عبدالعزیز
کے کلام کے جواب میں تقلیب المکائد سے مرقوم ہوگا لیکن یہ شیعہ تقیہ میں نہ تھے بلکہ محدثین اُنکے تشیع سے واقف تھے مگر روایت متنازع فیہا اُنسے مروی نہیں ہے اُسکے راوی تو اہل سنت ہی
ہیں اور ہمنے سب باتوں کو فرض کیا لیکن یہ بتلاؤ کہ متاخرین نے شیعوں کی داخل کی ہوئی روایتوں کو موضوع ٹھہرایا تو کسی نے اس روایت کو بھی موضوع ٹھہرایا ہے یہ بات مولوی
عبدالعزیز صاحب نے کس کتاب سے لکھی ہے علماء سلف کی کتابوں میں سے اور مفصل جواب انشاءاللہ تعالیٰ بعد اسکے آئیگا **قال الشیخ الاشعری** چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں
باب مکائد میں مکائد شیعہ کی شان میں رقم فرماتے ہیں کیدِ سیزدہم آنکہ جماعتے از علماء ایشان خود را از محدثین اہل سنت وانمودہ بعلم حدیث مشغول شدند و از ثقات محدثین اہل سنت
سماع حدیث حاصل کردند و اسانید صحیحہ آنرا یاد گرفتند و بظاہر بحلیہ تقوی و ورع متحلی گشتند تا طالبان را اعتقاد صادق در حق آنہا بہم رسید و اخذ علم حدیث از آنہا شروع نمودند و احادیث صحاح
وحسان روایت کردند و در اثنای روایت بہمان اسانید صحیحہ موضوعات را کہ مطابق مذہب ساختہ بودند نیز در جملہ مرویات مدرج نمودند و این کید ایشان راہ بسیار از خواص اہل سنت زدہ
چہ جای عوام زیرا کہ تمیز درمیان احادیث موضوعہ و صحیحہ برجال سند است و چون رجال بسبب این عمل تلبیس متحد شد تمیز مشکل افتاد و مابہ الامتیاز مفقود گشت اما چون عنایت الٰہی شامل
علوم اہل سنت بودہ ائمہ این فن بعد از تحقیق و تفتیش این عمل را دریافتند و متنبہ شدند و بعد از انکشاف حقیقت حال طائفہ از ایشان بصنع اقرار نمودند و طائفہ صریحاً اقرار نمودند لیکن امارات
اقرار در آنہا قائم شد و ذا حال آن احادیث در معاجم و مصنفات اجزا دائر و سائر ہست اکثر تفضیلیہ و متشیعین بہمان احادیث تمسک کنند اول کسیکہ این عمل را موجد شد جابر جعفی است
کہ بعد از تحقیق حال او بخاری و مسلم بنا بر احتیاط مطلق مرویات او را از درجہ اعتبار ساقط و مطروح ساختند و ترمذی و ابوداؤد و نسائی باستاعات شواہد قبول کنند و انچہ او بران منفرد است
رو نماید و ابوالقاسم سعد بن عبداللہ ابی خلف قمی نیز درین باب کہ استادیکہ رست اکثر ناواقفان اہل سنت بسبب تلبیس اسانید او گمان بہ بردند کہ از رجال معتبرین است حالانکہ جنس است بنجاشی
کہ صاحب نقد رجال شیعہ است او را فقیہ طائفہ و وجیہ طائفہ قرار دادہ **اقول** محض افترا ہے شیعوں پر اور جن لوگوں کا حال بیان کیا ہے علماء اہل سنت اُنکے تشیع سے ہرگز غافل نہ تھے
اور اُنکو صادق جانتے تھے اور باوجود اُنکے تشیع کے قول کو اُنکے معتبر جانتے تھے اور جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ اور شاہ صاحب شیعوں سے رکھتے ہیں وہ نہ رکھتے تھے اہل سنت کی روایتوں کے شیعہ راوی تو
ہوئے ہیں اور علماء اہل سنت نے اُنکی روایتوں کو بسبب اُنکے علم منظور رکھا ہے لیکن کسی شیعہ نے باطن میں شیعہ اور بظاہر میں سنی محدث بنکر اپنی روایتوں کو سنیوں کی کتابوں میں داخل نہیں کیا
ہے یہ محض افترا ہے شاہ صاحب کا اور قبول کرنا اُنکی روایتوں کا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے میزان الاعتدال میں ترجمہ میں ابان بن تغلب کے لکھا ہے کہ وہ شیعہ سخت تھا لیکن
بہت سچ گو تھا پس صدق اُسکا واسطے ہمارے ہے اور بدعت اُسکی واسطے اُسکے ہے پس کہا احمد بن حنبل اور ابن معین اور ابو حاتم نے اُسکی تحقیق وہ ثقہ تھا اور ذکر کیا ہے ابن عدی نے
کہ وہ غالی تھا تشیع میں پس اگر کہا جائے کہ کیونکر حکم کیا جاتا ہے مبتدع کی ثقاہت کا باوجودیکہ عدالت نفی کرلی واسطے بدعت کے لی گئی ہے تعریف میں ثقہ کے کہینگے ہم جواب
نہیں کہ غلو تشیع میں اور تشیع بلا غلو بہت تھا تابعین میں باوجود اسکے کہ کل اُنکے صاحب دین اور صدق اور ورع تھے پس اگر رد کی جاوے حدیث ان لوگوں کی باوجود کثرت اُنکی

ضائع ہو جائیں احادیث نبوی کی اور یہ فساد ظاہر ہے اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ القام الحجر فیمن زکی ساب ابی بکر و عمر میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور آخر انہیں سے ذہبی ہے کہ اپنی میزان میں کہتا ہے بدعت دو قسم کی ہے ایک تو صغری ہے مثل تشیع کے اور یہ بہت تابعین میں اور انکے تابعین میں ہے باوجود دین و ورع اور صدق کے اور نہیں رد کی جاتی حدیث انکی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے خاتمہ شرح کتاب سفر السعادت میں لکھا ہے کہ ابو الصلت شیعہ ہے لیکن صادق ہے اور بخاری نے اٹھارہ شیعوں سے روایت کی ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور ان سب کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح بہت کتابوں میں شیعوں کا روایت کرنا لکھا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا کہ انہیں کسی نے محدثین اہل سنت میں سے ظاہر کیا ہو اور در پردہ تقیہ کر گئے اور محدث بنکر اپنے مذہب کے مفید کوئی روایت داخل کر دی ہو بلکہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ محدثین انکے روایت کے سننے سے انکار نہیں کرتے تھے اور یہ جو لکھا ہے کہ بعضوں نے اقرار وضع روایت کا کیا اس سبب سے تھا کہ قاضی اسمٰعیل ناصبی نے مقید کیا حب علی کی روایت کرنے کے جابر کو تو اس نے اپنی نجات کے لئے اقرار وضع کا کیا اور عبد الحق دہلوی نے شرح خاتمہ سفر السعادت میں لکھا ہے کہ اقرار کرنا وضع کا مفید یقین وضع کا نہیں ہوتا لیکن یہ کہ بخاری کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے جو مرویات جابر جعفی کو قبول کیا انمیں اسقدر تعصب اور عداوت تھی اور بخاری نے اپنے نصب و عداوت کی سبب سے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے دوستی رکھتا تھا اور انکے فضائل کی روایتوں کو بیان کرتا تھا اسکی روایتوں کو قبول نکیا اور اسی سبب سے اپنی کتاب میں خارجیوں سے روایت کرتا ہے اور اس تشدد و تعصب کے سبب سے بخاری اہل سنت کے نزدیک زیادہ معتبر بھی ہے غرض یہ ہے کہ کلام تو ہمارا روایت متنازع فیہا میں ہے اور وہ نہ جابر سے مروی ہے نہ ابو القاسم سے اسکے راوی تو روات اہل سنت ہیں اور کسی نے اس روایت کو وضعی نہیں لکھا ہے اور جن روایتوں کو یہ فرماتے ہیں کہ متشیعین تفضیلیہ انسے تمسک کرتے ہیں وہ روایتیں فضائل اہل بیت کی ہیں باوجودیکہ انکی صحت میں کسیطرح کا و غدغہ نہیں ہے لیکن عداوت کی راہ سے کہتے ہیں اور شاہ صاحب نے بہی بہت روایتوں کو انکے فضائل کی وضعی یا ضعیف لکھا ہے اور اب ہم بہی مثل شاہ صاحب کے کہتے ہیں کہ مکائد تحفہ اثنا عشریہ میں سے یہ ہے کہ اسلاف انکے صحاح ستہ کے جمع کرنے میں جو مشغول ہوئے وقت جمع کرنے احادیث صحیحہ کے احادیث موضوعہ متضمن مناقب خلفاء ثلاثہ اور امثال انکے اور شرع ہونا احکام مبتدعہ کا مثل غسل رجلین اور جواز مسح خفین وضو میں اور تحریم متعہ و سنت ہونا صلوٰۃ ضحی کا اور سوا اسکے روایت کیا اور بظاہر اپنے تئیں صلاح اور تقوی سے آراستہ کیا تاکہ عوام گمان کریں کہ جو کچھ نقل کریں اسمیں تدلیس اور تلبیس نہیں کرتے ہیں اور اس سبب سے حقیت خلفاء ثلاثہ کی اور شرع ہونا احکام مبتدعہ کا انکے دلونمیں منقش ہو جاوے اور اس کید نے انکی بہت آدمیونکو جو کہ حقیقت حال سے غافل تھے گمراہ کر دیا **قال الشیخ الاشعری** اب عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب کا لکھنا تو آنکھوں کے دیکھنے کی برابر ہے شیعہ سنی سب انکے علم اور تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کے قائل ہیں حتی کہ علم اہل سنت تو اپنا علم تھا علم مذہب شیعہ بہی اسقدر رکھتے تھے کہ علماء شیعہ کو بہی میسر نہیں چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اسکے لئے گواہ موجود ہے لیکن اگر شاہ صاحب یہ نفرماتے کوئی اور کہتا تب بہی یہ بات شیعوں کی نسبت یقین بے ساختہ ہو جاتا کیونکہ اس تقیہ کی تجویز نے جہوٹ کو انکے لئے حلال طیب کیا واجب و فرض تک کر دیا ہے لسان المیزان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بہت سے شیعیان بابکار نے کیا منجملہ حارث بن حصین ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے اور اسی قبیل سے حارث بن محمد مکوفی ہے اور از انجملہ حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید عدوی بصری ہے جو ثقات کے نام سے جہوٹی باتیں روایت کرتا ہے خیر کہانتک بزرگواران شیعہ کی بزرگی کی تعریف اور مدح میں اطناب کیجئے لسان المیزان میں اس قسم کے مضمون بہت بہی تہوڑے ہیں پر رفع استبعاد اور تسکین خاطر سادہ لوحان کے لیے یہ معروض ہے کہ آیۂ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا سے جسکا ترجمہ ہے کہ انسے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جنہوں نے اللہ کے ذمہ بہی بہتان لگا دیے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بہی ہوا کرتے ہیں جو اللہ کے ذمہ طوفان جوڑ لیا کرتے ہیں اور کم عقلوں اور سادہ لوحوں کو بذریعہ تلبیس راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں سو اس امت میں اس فن میں حضرات شیعہ سے زیادہ اور کوئی چالاک معلوم نہیں ہوتا اور کیوں نہو جہوٹ سے انکے دین کا قیام ہے اگر یہ جہوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے سو انکی نسبت جتنا کچھ کہئے تہوڑا ہے بالجملہ کتب مذکورہ میں یہ روایت دعوی فدک ہو بہی تو بوجہ حسن ظن علماء اہل سنت اور تقیہ مکاران مذہب شیعہ لوں کی روایت از سر نو بہی پیچہے سے محققین نے گو اسکے بطلان کا اشتہار کر دیا لیکن تاہم کہانتک پہیلی ہوئی بات کا سمیٹنا جہوٹے تیر کے ہٹانے کی برابر ہے بہرحال وہ روایتیں مشہور ہو گئیں اور مغفلین کو سراسیمہ کر دیا اور متشیعین اور مردمان تفضیلی کی لئے سامان اضلال ہو گئیں جیسے کہ توریت و انجیل کی تحریفات باعث ضلال و اضلال عالم ہو گئیں پر جیسے قرآن مجید نے توریت و انجیل کی غلطیوں کی اصلاح کر دی اور قسمت والونکو ظلمات سے نکالکر نور میں پہنچا دیا ایسے ہی روایات صحاح اور تحقیقات محققین اولوا الابصار نے بہی ان تحریفات کا تدارک کر دیا اور جنکا مادہ قابل اصلاح تہا انکو ہدایت کر دی اور ضلالت سے نکال دیا باقی مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران امثال کی اگر اصلاح نہو تو کیا بعید ہے جنکے دلوں پر مہر لگی ہوئی تہی انکے لئے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہی ایسے ہی مولوی عمار علی صاحب بہی اس بات میں انہیں کے قدم بقدم ہیں اور موافق نقل مشہور کند ہمجنس باہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ **اقول** شاہ صاحب کے لکھنے کا ہرگز اعتبار نہیں ہے انکا امتحان ہو لیا ہے وہ بڑے کاذب ہیں اور انکا لکھنا آنکھوں کے دیکھنے کے برابر اسوقت ہو کہ جب وہ راست راست بیان کریں لیکن انہوں نے

بڑے بڑے جھوٹ لکھی ہیں جیسے کوئی دنکورات کہدے چنانچہ کچھ پہلے بھی گزر لیا ہے اور انکے علم و فضل کا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن اس علم و فضل پر ایسا دروغ زیب نہیں دیتا اور شیعوں کے مذہب
تو وہ کیا آگاہ ہوتے جب نصر اللہ کابلی کی کتاب صواقع کو دیکھکر کچھ واقف ہوگئے ہیں اور اسی کتاب کا انہوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے ایک کتاب لکھی ہے اور نام اسکا انہوں نے تحفۂ
اثنا عشریہ رکھا ہے لیکن افسوس ہے یہ تحقیق نکیا کہ صواقع میں جو کچھ لکھا ہے نصر اللہ کابلی نے یہ سب سچ ہے یا جھوٹ بھی ہے اور حال یہ ہے کہ اکثر اسمیں دروغ ہے اور جھوٹی نسبتیں شیعوں کیطرف کی ہیں چنانچہ
تحفہ اسکا گواہ ہے اور شیعہ ہر مقام پر تقیہ نہیں کرتے ہیں، بلکہ فرض ہونا تقیہ کا بعضے مقام پر قرآن سے ثابت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور فرماتا ہے کہ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ
بِالْإِيمَانِ اور اہل سنت کی کتابوں سے تقیہ ثابت ہے اور جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور قول لسان المیزان والے کا مثل بول کے ہے ہمیہ محبت نہیں سکتا کہ عداوت کی راہ سے وہ لکھتا ہے اور حسن
لوگوں کا نام لکھا ہے وہ بیچارہ فضائل علی بن ابیطالب کے روایتیں بیان کرتے تھے اسواسطے مجروح ہوگئے چنانچہ حاشیہ میں تحفہ کی مولوی عبد العزیز صاحب نے خلاصہ لسان المیزان سے لکھا ہے اور یہ شیخ جو
کچھ کہتا ہے انکی ہی پیروی سے کہتا ہے اسمیں لکھا ہے کہ انمیں سے ایک حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید العدوی البصری ہے جو ثقات سے جھوٹی باتیں روایت کرتا ہے اور وہ کیا ہے کہ کہا کہ روایت
کی ہے ہمکو صباح بن عبد اللہ نے اور اس نے شعبہ سے اور اس نے اعمش سے اور اس نے ابن ابی صالح سے اور اس نے ابو ہریرہ سے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی دیکھنا طرف رو مبارک علی کے عبادت ہے اور دوسری
روایت اسی طرح کئی راویوں سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے کنت انا و علی نورا نسبح اللہ و نقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف یعنی تھا میں اور علی نور کہ تسبیح
کرتے تھے ہم خدا کی اور پاکی بیان کرتے تھے ہم اسکی پہلے اس سے کہ پیدا کرے خدا آدم کو چار ہزار برس یعنی چار ہزار برس پہلے آدم کے پیدا کرنے سے ہمارا نور پیدا کیا تھا اور بعد اسکے اسی طرح سے جابر سے
روایت کی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہمکو کہ عرض کریں ہم اپنی اولاد پر دوستی علی بن ابیطالب کی اور بعد اسکے کہا ہے حبان نے کہ شاید اس نے ثقات سے ایک ہزار موضوعات روایت
کی ہے اور قاضی اسمعیل نے اسکو اس جہت سے قید کیا اس نے اسکے خوف سے اقرار روایات وضع کا کیا یہ جبہ تھی کہ وہ فضائل اہل بیت کی روایتیں بیان کرتے تھے اور لوگ براہ عداوت علی انکو تنگ
اور قید کرتے تھے اور وضع کا اقرار کراتے تھے اور حالانکہ یہ وہ باتیں جنکو تعصب و عداوت کی جہت سے باطل اور موضوع کہتے ہیں خود بڑے معتبرین نے مثل طبرانی اور حاکم کے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور
ابن حجر جو بڑا متعصب ہے اپنی مذہب میں صواعق محرقہ میں لکھتا ہے فضائل علی بن ابیطالب میں الحدیث الحادی عشر اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود ان النبی صلعم قال النظر
الی وجہ علی عبادۃ اسنادہ حسن اور ایک اور روایت میں بھی لکھا ہے اسے عائشہ سے روایت کی ہے اور حدیث کنت انا و علی نورا الخ کتاب فردوس دیلمی اور مناقب ابن مغازلی اور مسند احمد حنبل
میں موجود ہے پھر ان روایتوں کے موضوع اور باطل کہنے کی کیا وجہ ہے مگر عداوت علی ہے اس اندیشہ سے کہ ایسا ہو کہ فضیلت علی کی ثلاثہ کی فضیلت سے بڑھ جائے اور ایسے ہی روایت اولاد پر عرض
کرنی محبت علی بن ابیطالب کی ہے وہ بھی صواعق محرقہ میں بیان کرنے میں آیہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کے لکھا ہے کہ اخرج الدیلمی انہ قال ادبوا اولادکم علی ثلث
خصال حب نبیکم وحب اهل بیته وعلی قراءة القرآن یعنی ادب کرو تم اولاد اپنی کو تین خصلتوں پر دوستی پیغمبر اپنے پر اور دوستی اہل بیت اسکے پر اور پڑھنے قرآن پر اور امیر المومنین
علی بن ابیطالب اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ امام انکے ہیں پس جو کوئی قید کرے اور دکھ دے اور براہ عداوت حضرت علی کے فضائل کے بیان کرنیوالے کو اور اسکو کہے کہ اقرار کر کہ جو کچھ میں نے
فضائل علی کے بیان کئے ہیں وہ سب موضوع ہیں اور وہ شخص اپنی حفاظت جان و آبرو کے واسطے اقرار کرے موضوع ہونیکا تو وہ باتیں واقع میں موضوع نہیں ہو جاتیں ہیں وہ روایتیں اور
مثل انکے کہ جنکو شاہ صاحب نے لکھا ہے اور شیعوں کا کید مقرر کیا ہے کہ ثقات محدثین اہل سنت سے سماعت کیا اور انکے اسانید کو یاد کیا اور تقوی اور پرہیزگاری کر کے اپنا اعتبار بڑھایا اور حال
صحاح کو روایت کیا اور اثنا روایت میں اپنی موضوعات کو درج کر دیا اور یہ شیخ بھی اسی کی پیروی سے لکھتا ہے حال شاذ حسن کو کہ فضائل علی کی روایتیں بیان کرتے تھے دیکھنا چاہئے
کہ کیا عداوت ہے ان لوگوں کو علی بن ابیطالب سے اور وہ ایسی ہی روایتیں تھیں جنکو بخاری نے قبول نکیا لیکن حسن روایت میں گفتگو ہے اسکو کسی نے موضوع نہیں لکھا ہے اسکی صحت پر
اتفاق ہے محققین اہل سنت کا اور جو لوگ کہ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ اہل سنت ہیں شیعہ ہرگز ایسے نہیں ہیں اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل لباس پشمینہ پہن کر آئے
رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ آج تم خلاف عادت ایسا لباس پہن کر کیوں آئے ہو کہا کہ تعجب مت کرو کہ سب ملائکہ نے لباس پشمینہ پہنا ہے اسواسطے کہ آج ابوبکر نے لباس پشمینہ پہنا ہے اس تما
میں ابوبکر بھی ہے اسی نسبت سے لباس پشمینہ پہنے ہوئے ہے جبرئیل نے سلام حق کا ابوبکر کو پہنچایا اور کہا کہ حقتعالیٰ نے کہا ہے تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں ابوبکر نے تین دفعہ جواب دیا کہ میں راضی ہوں
جبرئیل جلد گئے تاکہ جواب پہنچائیں منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسولخدا اگر خدا سے ابوبکر راضی نہ ہوتا تو کیا ہوتا اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ ایسا شخص ہے کہ اگر وہ راضی نہوتو اٹھارہ ہزار
عالم کے آدمیوں کو بھیجتا سفارش کے واسطے یہانتک کہ ابوبکر راضی ہوئے یہ افترا ہے کہ ابوبکر کی رضامندی کے واسطے خدا تعالیٰ ایسا کرے سو وہ اہل سنت ہیں کہ اس امت میں خلفاء ثلاثہ کی شان
میں ایسے ایسے افترا باندھتے ہیں اور سادہ لوحوں کو مثل شیاطین کے وسوسے بے راہ کرتے ہیں اور اس امت میں ایسی فوج کے آدمی حضرات اہل سنت میں سے زیادہ اور کوئی جاہل معلوم
نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ انکے دین کا قوام ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے دین کی محافظت کے واسطے بھی کتنی باتوں سے زیادہ کا انکار کیا اور خلفاء ثلاثہ کی مدح میں بہت طرح
کی روایتیں جھوٹی معاویہ کے کہنے سے انکے علماء نے بنائیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے سو یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے کہ انکی نسبت جتنا لکھئے تھوڑا ہے

اور روایت مذکورہ اُن روایتوں میں سے نہیں ہے جو کہ دائر اور سائر ہو گئی ہیں یہ روایتیں حضرت علی کے فضائل کی ہیں جنکو اہل سنت موضوع کہتے ہیں اور شیعین لعین مردان تفضیلی نسبت بچتے ہیں حضرت علی کے فضائل میں اسواسطے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے ان تفضیلی کو اہل سنت میں سے لکھا ہیں اس صورت میں وہ انہیں روایتوں سے تمسک کرینگے جو کہ حضرت علی کے فضائل کی ہیں ملعون ثلاثہ کی روایتوں سے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس روایت کو موضوع کسی نے نہیں لکھا ہے بلکہ اسکو بر سر و چشم رکھتے ہیں اور قرآن نے گو اصلاح توریت اور انجیل کی کی لیکن حضرت عمر کا اعتقاد توریت ہی پر جما ہوا تھا کہ وہ اسکو لکھ کر لائے اور جناب سرور کائنات بہت ناراض و رنجیدہ ہوئے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت کے حوالہ سے پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اس شیخ کے لکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکی کتابیں مثل توریت اور انجیل کے تحریف ہیں کہ بعضے شیعوں کی روایتوں سے وہ محرف ہو گئی ہیں اور انکا مذہب جو اُن کتابوں کی ہے وہ بھی باطل ہے کہ وہ کتابیں انکی مثل توریت و انجیل کے انکی گمراہی کا باعث ہو گئیں اور اگر علما نے انکی تحریفات کا تدارک کر دیا اور لکھ دیا کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ روایت موضوع ہے تو ہمارا مطلب اس سے ثابت ہو گیا اسواسطے کہ روایت مذکورہ ہی کو کسی نے علماء سلف میں سے موضوع نہیں لکھا اور شیعہ تو ہر طرح سے صیانت بر ہیں کہ اپنی روایات کو بر سر و چشم رکھتے ہیں اور اہل سنت میں کیصلاحیت نصیب نہیں ہے کہ مستند مر شیعوں کی اپنی صحیح صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور اپنے راویوں کو کاذب قرار دیتے ہیں اور کیونکر انکار نکریں کہ انکے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور جھوٹی روایتوں کا جو کہ خلفاء ثلاثہ کے فضائل میں ہیں اعتقاد کئے ہیں انکے لئے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند ہیں ایسے ہی شاہ عبدالعزیز صاحب اسی شیخ انکی پیروی سے اسبات میں نہیں کہ قدم بقدم ہیں موافق مثل مشہور کہ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں من یضلل اللہ فما لہ من ہاد **وقال الشیخ الاشعری** اگر ہم تسلیم کریں اور مناظرہ میں شیعوں سے نرمی ہی برتیں اور اسبات کے قائل ہوں کہ اس روایت میں کسی طرح کا قصور نہیں اور نہ تو کسی بات کی کمی ہے تب بھی شیعوں کی آنکھوں میں خاک ہی رہیگی کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مشکوٰۃ کی روایت اصح ہے اور یہ قوی ہے تو وہ روایت اقوی ہے اسکو اسپر ترجیح نہیں ہو سکتی وہی بہر طور مرجح رہیگی اور یہ بات کچھ ہمیں نہیں کہتے کہ اصح اور اقوی کو صحیح اور قوی پر مقدم کہتے ہیں تمام عالم یہ کرتا ہے عقل اسی بات کی شاہد ہے شیعہ ہر چند عقل سے کچھ غرض نہیں رکھتے اسی طریق پر چلتے ہیں اور اگر یہ نکریں تو بہر دین سے دست بردار ہوں کیونکہ انکی یہاں اختلاف کے برابر کسی مذہب میں اختلاف ہی نہیں چنانچہ ناظران تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مولانا حیدر علی پر پوشیدہ نرہیگا اور قدر قلیل اسکا کچھ پتا اس رسالہ میں سے بھی ملیگا اور دور کیوں جائے مولوی عمار علی صاحب یوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے سوا حضرت فاطمہ زہرا کی اور کوئی بیٹی ہی نہتی اور کلینی بصراحت اور نہج البلاغت بلکہ خود کلام ربانی تعدد بنات نبوی پر شاہد ہیں چنانچہ اوپر مفصل مذکور ہوا تو اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ کے جو ہیں یہ بزعم خود تو مجتہد ہیں اور معتقدوں کے نزدیک تو آپ کی بات یہ ہے کہ گویا خدا کی بات ہے پہر اگر تو آپکی روایت ہی خواہ مخواہ آپکو صحیح ماننی پڑی اور کافی کلینی خود اصح الکتب ہے اور نہج البلاغہ بمنزلہ وحی آسمانی اور قرآن خود وحی آسمانی ہی ہے پہر آپنے بایں وجہ کہ خدا کی ذریعہ میں تو بداء کا احتمال ہے اور کافی اور نہج البلاغت میں ائمہ کا قول اس باب میں منقول ہے اور انکے علوم علم خداوندی اور علم نبی ہی سے ماخوذ ہیں اور نبی صلعم خدا ہی سے لیتے ہیں تو اس صورت میں بھی انکے اقوال میں بھی یہی احتمال ہا اور آپکو نہ خدا سے واسطہ اور نہ رسول اللہ صلعم سے واسطہ آپنے جو اپنی ہذیان اور ریح اس کو کافی کی روایت اور حضرت امیر اور خدا کی شہادت سے اصح سمجھکر مقدم رکھا یہ ترجیح آپکے نزدیک صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو فہو المراد مرحبا چشم ما روشن دل ما شاد یہ بات تو آپ مانینگے کہ ہاں ہمارا یہ قول کہ سوا حضرت فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کے اور کوئی بیٹی ہی نہیں غلط ہے باقی اس ترجیح کو صحیح اصح پر راجح ہے حضرت علی کے اس قول سے ہم رجوع کرینگے جو نہج البلاغة میں مندرج ہے **الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعة وایاکم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذیب** یعنی گروہ اعظم کے ساتھ رہو اسواسطے کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے اور دیکھو مجمع سے الگ مت ہو اسلئے کہ مجمع سے نکلا ہوا آدمی شیطان کے لئے ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ رہی ہوئی بکری بھیڑئیے کے لئے ہوتی ہے فقط سو بفرض محال مولوی صاحب کی جھوٹی بات یعنے حضرت زہرا ہی کا بیٹی ہونا اگر سچ بھی ہو تب مرتبہ صحت سے تو آگے چلنے ہی کی نہیں پھر اسکو اصح الاقوال پر ترجیح دینی تمام عالم سے علیحدہ ہونا ہے سو اس وجہ سے شیطان کے زمرہ میں داخل ہونا مولوی صاحب کو مبارک سبحان اللہ شیعہ کیسے راہبر کاری ساختند مہرا اندر دل مانداختند شیعوں کو خداوند کریم نے غلطی ہی کے لئے پیدا کیا ہے جو ایسی ایسی براہین قاطعہ سنکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندھا کو بھی نور آفتاب سے فیضیاب نہیں ہوتا یہ کوران دین بھی ان دلائل سے جو مثل آفتاب روشن و روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے **اقول** خاک سنیوں کی آنکھوں میں ہے جو اپنی موضوع روایت سے شیعوں پر حجت پکڑتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں ارے نامعقول ہم اپنی روایت سے کیا تجھپر حجت پکڑینگے جو تو اپنی روایت صحیح مرفوع کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تجھکو شرم نہیں آتی اور یہ روایت ایک کتاب کی جماعت کثیرہ کی کتابوں کی روایت کا کیونکر مقابلہ کریگی اور اپنی خوشی تو اسکو اصح کہتا ہے ہم تو اسکو ضعیف بھی نہیں کہتے بلکہ موضوع کہتے ہیں پہلے تو اسکا صحیح ہونا ثابت کر تب موہومی اصح ہونیکا کیونکہ عالم جو ترجیح دیتا ہے تو صحیح روایتوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور ہم تو اسکا صحیح ہونا تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور تو نے فرض کیا کہ وہ روایت مشکوٰۃ کی بھی صحیح ہے لیکن اصح کیونکر ہوگی ایک کتاب کی روایت بلکہ اصح وہ روایت ہے کہ جسکو ایک جماعت نے نقل کیا ہے اس صورت میں بھی ترجیح ہماری ہی روایت کو ہوگی مشکوٰۃ کی روایت پر اور عقل سنیوں ہی میں نہیں ہوتی ہے اگر عقل ہوتی تو موضوع روایت کو صحیح سے ترجیح نہ دیتے اور اختلاف اہل سنت میں کیا کم ہے اسقدر اختلاف ہے کہ ایک کتاب سے اصح

میں تصنیف ہوئی ہی اختلاف الائمہ رحمۃ للامۃ اور اُس اختلاف کو رحمت مقرر کیا ہی اور جناب رسول خدا صلعم سے منقول ہی سنیوں کی کتابوں میں کہ فرمایا حضرت نے اختلاف امتی رحمۃ اور تو اختلاف پر طعن کرتا ہی
اور مولوی صاحب نے ترجیح دی ہی کلینی کی روایت پر اُس روایت کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ سوا حضرت فاطمہ کے اور کوئی صاحبزادی حضرت کے نطفہ سے نہ تھی اور کلینی کی روایت کا انکار نہیں
کیا ہی کہ کلینی میں یہ روایت نہیں ہی بلکہ ترجیح دی بجہ دوسرے کے موافق لکھا ہے کہ اور کوئی دختر سوا فاطمہ زہرا کے حضرت کے نطفہ سے نہ تھی لیکن وہ دونوں روایتوں کو صحیح جانتے ہیں اور تو موضوع روایت
کو صحیح روایت پر کبھی ترجیح دیگا اور نہج البلاغہ سے بصراحت یہ نہیں ثابت ہوتا ہی کہ حضرت کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تہیں اور کلام ربانی میں جمع کا لفظ اگرچہ آیا ہی لیکن جسوقت یہ آیت نازل ہوئی
تھی اُسوقت سوا فاطمہ کے اُنمیں سے کوئی زندہ نہ تھی روضۃ الاحباب میں لکھا ہی کہ رقیہ تو سنہ دو ہی میں مر گئی تھیں اور یہ آیت نازل ہوئی سنہ پانچ میں اور اسکو جانے دیجیے باعتبار عرف کے متبنے
اور زوجہ کی بیٹیاں بھی اپنی ہی بیٹیاں کہلاتی ہیں عرف کے اعتبار سے فرمایا ہی اور پہلے اس سے ہم جواب اسکا تفصیل سے لکھ چکے ہیں وہاں دیکھو اور جو تو نے کہا ہی اور شاہ صاحب ہیں جنہوں نے اسقدر کتابوں کا
انکار کیا اور وہ تو اپنے زعم میں ہی جہوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر اسقدر کتابوں کا انکار کیا ہی اور یہ بھی تو تمہارا ہی اعتقاد ہی کہ اپنی سلف کی جہوٹی کلام کو خدا کے کلام سے زیادہ جانتے ہو اور اُنکے
کلام سے پہرنا خدا کی بات سے پہرنا جانتے ہو اور کافی ہمارے نزدیک اصح الکتب نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک کتب احادیث برابر ہیں اور روایتیں بھی سب طرح کی ہیں اور وہ تم ہی ہو کہ بخاری کو اصح الکتب
کہتے ہو اور پہر اُسمیں قدح کرتے ہو اور اکاذیب پر شامل بتلاتے ہو اور ہمارے نزدیک نہج البلاغہ وحی آسمانی ہی جناب امیر علیہ السلام کی طرف اُسکے قولوں کو منسوب کرتے ہیں اور وہ قول اُسکے موافقین اور
مخالفین سب سے لیکر جمع کئے ہیں اور علماء اہل سنت بھی قرار کرتے ہیں کہ وہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہی اور قرآن تو ہمارا ایمان ہی اور اُسمیں کسی طرح کی خرابی نہیں ہے وہ مثل ناسخ اور منسوخ کی ہے اور جسکو
تو بدا کہتا ہی اُسکے ہم قایل نہیں ہیں اور جو قول امام ہی ہم برسر و چشم اُسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اقوال ائمہ معصومین مثل اقوال رسول خدا ہیں کہ اُسمیں مختلف ہوتے ہیں بسبب اختلاف رواۃ اور ایک قول کو
دوسرے قول پر ترجیح دی جاتی ہی اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں ہم کہ مولوی صاحب نے کافی کی روایت کا انکار تو کیا ہی نہیں ہے بلکہ اُسکے مخالف دوسری روایت کے موافق ترجیح دیکر کہا ہے
اور وہ روایت کافی کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ نہج البلاغہ یا اور کتابوں میں ہی کہ حضرت کی کئی بیٹیاں تہیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ہاں وہ سب حضرت ہی کی نطفہ سے تہیں ہمنے اب تسلیم کیا اور ہمنے جو
یہ اقرار کیا تو ہمارے مذہب میں اس سے کیا قباحت لازم آئی لیکن اب تمکو چاہیے کہ تم بھی اُس روایت عوی حجہ کے قایل ہو کہ اُس روایت کو جماعت کثیرہ نے لکھا ہی تمنے تو ایک جماعت کو ترک کرکے ایک کتاب کافی
کی روایت پر عمل کیا اور ہم ایک کتاب کی روایت کو ترک کرکے جماعت کثیرہ کی کتابوں کی بھی روایت پر کیا عمل نکرو گے اب تمکو لازم ہے کہ جماعت کی روایت پر عمل کرو اور خلفاء ثلاثہ کی غاصب ہونیکا
قایل ہو اور واسطے خدا اور رسول خدا کے تمکو نہیں ہے اور ہم تو وہی کہتے ہیں جو خدا اور اُسکے پیغمبر نے فرمایا ہی اور اگر تو نے مولوی صاحب کے قول کو ہذیان اور بکواس لکھا ہی تو کیا عجب ہے کہ حضرت عمر نے تو رسول خدا
کے ارشاد کو ہذیان اور بکواس کہا تھا اور ترجیح دینی کو کافی کی روایت پر تو ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ وہ غلط نہیں ہے اور صحیح کو اصح پر ترجیح دینا تو اُسوقت تم مرجوح کہو کہ جب کوئی اُس اصح کو ضعیف
بھی کہتا ہو جیسا کہ یہاں صحیح جانا ہی تو تم اُسکو موضوع کہتے ہیں اور تم اسکو ترجیح دیتے ہو اور یہ قول جناب امیر کا الزموا السواد الاعظم مراد سواد اعظم سے حضرت امیر نے اپنی جماعت مراد لی ہی اور خطاب ہے طرف خوارج کے
اپنی طرف الحاق کرنیمیں اور بعضے کتب اہلسنت سے مثل تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علی مرتضی کو سواد اعظم فرمایا ہی اور یہاں حضرت امیر نے اپنی ذات یا اپنی جماعت کو
سواد اعظم فرمایا ہے اور ہر سواد اعظم مراد نہیں ہو سکتا کہ بعضے سواد اعظم احتمال ضلالت کا رکھتے ہیں اسواسطے کہ حضرت امیر نے دوسرے خطبہ میں معاویہ کو بھی سواد اعظم فرمایا ہی چنانچہ فرمایا کہ علیکم بہذا السواد الاعظم اور اگر ہر سواد
اعظم حق پر ہو تو چاہیے کہ یزید اور یزیدیان حق پر ہوں اور دشمن خدا کی جماعت پر ہو اور حضرت امام حسین مع رفقا تشدد میں داخل ہوں اور قتل ہونا اہل مدینہ کا اور تاراجی مدینہ کی اور ربطے دلی روضہ مقدسہ
اور مسجد حضرت کے جو یزیدیوں کے عمل سے وقوع میں آیا ہی سب حق اور صواب ہو اور جو سواد اعظم حق پر ہو تو ہم اُس سے علیحدہ نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں تو اُسوقت کہنا چاہیے کہ جسوقت ہم اُنکے
قولوں کو نہ مانتے ہوں لیکن وہ اقوال انکے ہمارے مطلب کو باطل نہیں کرتے ہیں ہمیں مولوی صاحب کا کچھ جھوٹ نہیں ہے جہوٹے تم ہو جو سچ کو جھوٹا کہتے ہو اور اگر ہم اسمیں تمہارے موافق کہنے لگیں تو اسمیں بھی ہمارے لئے کچھ
قباحت نہیں ہی اور یہ قول جناب امیر کا جو ہی الزموا السواد الاعظم روایت موی ہبہ فدک میں ہمارے قول کی تائید کرتا ہی کہ اسکو ایک جماعت کثیر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہی اور تم ایک مشکوۃ کی روایت کو لیے بیٹھے ہو بالفرض
بالفرض محال تمہاری جہوٹی بات یعنی فدک کا ہبہ نہ ہونا اگر سچ بھی ہو تب بہ صحت سے تو آگے چلتی ہی نہیں اسکو اصح قول پر کہ جو جماعت کی جماعت کے قول میں ترجیح دینی میں تمام عالم سے علیحدہ ہوا ہو سو سوجہ سے
شیطان کے زمرہ میں داخل ہو اُس شیخ نجدی کو مبارک سبحان اللہ یہ کیسے راہبر کار سے ساختہ نہ ہو اور ... خداوند نے غلطی پر جمنے کے لیے پیدا کیا ہی جو ایسی ایسی براہین قاطعہ
سنکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندہا دن کو بھی آفتاب سے فیضیاب نہیں ہوتا یہ لوگ یہی بھی ان کا حال ہے جو مثل آفتاب کی روشن ہے مستفیض نہیں ہوتے قال الشیخ الاشعری الغرض ...
وہی متردد ہوتا ہی جو دن کو آفتاب کے ہونے میں متردد ہوتا ہی لیکن ایسی حجتیں الحجۃ کی حجت ... ہم کہتے ہیں کہ سلف علماء شیعہ کے ... روایت مشکوۃ کو ... صحیح سمجھو
ترجیح نہ بھی لیکن جہوٹی بات سطرح یا تو نہیں چلتی ... یہی مطلب ... روایت سے نہیں ہو سکتی لیکن جو حدیث اس مضمون کی شیعوں نے بنا لی ... گمنام ... کتابوں میں داخل ہو گئی ... لفظ کی
جس سے ثابت ہو جاتا کہ لفظ ... استعمال کرتے ہیں ... روایت ہی کو بعینہ نقل کر دیا ہو ... تصنیف ہوئی ہی ... لفظ اہل بیت
کے ... اگرچہ شیعوں کی گہڑی ہوئی ہی ابوبکر صدیق کی فضیلت ہی نکلتی ہی اور شیعوں نے ہرچند طعن کی بات گہڑی تھی پر خوبی قسمت سے تعریف ہو گئی ہی گو مولوی صاحب اور اُنکے اتباع کو یہ ... بھی ...

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر وہ روایت یہ ہے اخرج الحافظ بن شیبۃ عن زید الامام الجلیل قیل لہ ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فقال انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئا ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال ھل لک فشہد لھا علی و ام ایمن فقال لھا فبرجل و امرأۃ تستحقینھا ثم قال زید واللہ لو رجع الامر فیھا الی لقضیت بقضاء ابی بکر حاصل یہ ہے کہ حافظ عمر بن شیبہ نے کسی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت زید سے جو امام جلیل القدر ہیں یعنے زید بن امام زین العابدین کسی نے کہا کہ ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا تھا انہوں نے فرمایا وہ بڑی رحم دل ہے یعنی اُنسے ایسا کام کب ہو سکتا ہے یہ تو سنگدلوں کا کام ہے وہ تو بڑی رحم دل تھے پر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کسی انداز کے بدلنے کو انکا جی نہیں چاہتا تھا اور اُسکے بدلنے سے انکو کراہت آتی تھی سو فاطمہ اُنکے پاس تشریف لائیں اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فدک دیا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے اسپر حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی انہوں نے فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت سے تو حق ثابت نہیں ہو سکتا اسکے بعد حضرت زید فرماتے ہیں کہ واللہ اگر یہ مقدمہ میرے یہاں رجوع ہو تو میں اسمیں وہی حکم دوں جو ابو بکر نے حکم دیا فقط **اقول** روایت مشکوۃ کی جو ایک کتاب میں ہی مخالف ہے اُس روایت کی جو کتب کثیرہ میں ہے اور ایک جماعت نے وہ روایت نقل کی ہے اس صورت میں روایت مشکوۃ کی موضوع ہے ہمیں وہی متردد ہو سکتا ہے جو دن کو آفتاب کے ہونے میں متردد ہوتا ہے اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونیکی ایک وجہ یہ ہے کہ ابو بکر جوہری نے جو کتاب سقیفہ میں صاف لکھا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ زہرا کو انکا حق سمجھکر دیدیا تھا اور رای شیعوں کی ہرگز غلط نہیں ہے بلکہ صحیح ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہتے ہیں اپنی کتابوں سے جیسے کہ یہ شیخ اپنی کتاب میں لکھتا ہے اور مشکوۃ کی روایت کو بار بار بیان کرتا ہے رای اسکی غلطی پر ہے اور شیعوں کی ہر طرح سے مطلب براری ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ روایت ہبہ کرنے فدک کے اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں میں مندرج ہے جو کہ بہت مشہور ہیں اور وہ ایسی کتابیں کہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ شیعوں نے اپنی روایت اُنمیں داخل کر دی ہوگی اور نہ کسی عالم سنی نے اسکی طرف کسی کتاب میں اشارہ کیا ہے یہ شیخ نجدی جو چاہتا ہے سو بکتا ہے اور روایتوں میں اہل سنت کی کتابوں کے ہبہ اور نحلہ کا لفظ موجود ہے اور اگر اعطا کا لفظ کسی روایت میں ہے تو اُس سے ہبہ ہی مراد ہے اور عاریت کو وہاں کچھ دخل نہیں ہے لیکن اس جھوٹے دغاباز کی چالاکی کو دیکھنا چاہیے کہ جو صحیح روایت دعوی ہبہ کی صواعق محرقہ میں موجود ہے اور اسکے لکھے ہوئے روایت کے اوپر چند سطروں کی فاصلہ سے وہ بھی لکھی ہوئی ہے اُسکو تو لکھا نہیں ہے اور ایک روایت موضوع گھڑی ہوئی دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کو لکھ دیا ہے اور جو روایت صحیح دعوی ہبہ فدک کے اُسکو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں وہ یہ ہے ودعواھا انہ نحلھا فدک کالو تأتی علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلاف بین العلماء یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا ابو بکر سے کہ تحقیق اُس رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بخشا ہے اُس فاطمہ کو فدک نہ لائی وہ فاطمہ اُس دعوی پر گواہ مگر علی کو اور ام ایمن کو پس کامل ہوئی مقدار گواہونکی کہ وہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ قبول ہونے گواہی شوہر میں واسطے زوجہ اُسکی کے اختلاف ہے درمیان علماء کے دیکھو صواعق محرقہ ہی میں نحلہ کا لفظ جو بخشش کے معنے میں ہے موجود ہے اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کو تو ترک کیا اور ایک روایت گھڑی ہوئی نواصب کے ذکر کی اور سوا اسکے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ادعت فاطمۃ انہ نحلھا ای اعطاھا فدک نحلۃ ای عطیۃ حاصل یہ کہ دعوی کیا فاطمہ نے یہ کہ تحقیق اُس رسولخدا صلعم نے بخشا ہے اُسکو یعنی دیا ہے اُسکو از رو بخشش و بخشش کے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے فلما مات رسول اللہ صلعم ادعت فاطمۃ رضی اللہ عنہا انہ کان نحلھا فدک یعنی پس جسوقت وفات پائی رسولخدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ زہرا نے کہ تحقیق اُس رسولخدا صلعم نے بخشا تھا اُسکو فدک اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ جاءت فاطمۃ الی ابی بکر رض فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ صلعم وھبھا لی یعنی آئی فاطمہ رض طرف ابو بکر کے پس کہا کہ دے تو مجھکو فدک کہ تحقیق رسولخدا صلعم نے ہبہ کیا ہے اُسکو واسطے میرے اور ملل و نحل میں لکھا ہے کہ ودعوی فاطمۃ وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا وراثت کا کبھی اور ملکیت کا کبھی اسی طرح سب کتابوں میں لکھا ہے اور اس روایت میں صواعق محرقہ کے جو زید بن علی کیطرف منسوب ہے مراد اعطا سے ہبہ ہے نہ عاریت اسواسطے کہ سب کتابوں میں دعوی کا لکھا ہے یہاں اعطا سے مراد عاریت کیونکر ہوگی اور عاریت کے واسطے گواہونکے طلب کرنیکی کیا حاجت تھی جو چیز کہ عاریت ہوئی اسکو جب چاہا لیلیا اور حضرت فاطمہ عاریت کا دعوی کیوں کرتے جو کہ حق مساکین اور فقرا کا تہا اہل سنت کی نزدیک اور یہ روایت جو حضرت زید سے بیان کی ہے بالکل موضوع ہے وہ ایسا کیوں کہتے اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں کی گھڑی ہوئی ہے شیعہ تو لعنت کرتے اُسپر جسنے یہ روایت زید کیطرف منسوب کی ہے تم ہی لعنت کرو اُسپر اور اُسکے ہم مذہبوں پر اور دیکھو صواعق محرقہ کیسی مشہور کتاب ہے اُسکو کہتا ہے کہ گمنام کتاب ہے اور کیا بے اور خود ہی کہتا ہے کہ اعطا کا لفظ ہبہ اور عاریت میں دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور اُسکے قرائن کو نہیں دیکھتا ہے کہ یہاں کونسی معنی ہیں یہاں ہی صواعق محرقہ کے دوسری روایت ہے کہ دیکھ لیا ہوتا جس میں صاف ہبہ پایا جاتا ہے اُسی کو دیکھ کر سمجھ گیا ہوتا کہ مراد اعطا سے ہبہ ہے لیکن وہ روایت صواعق محرقہ کے ہبہ کے کہ جو زید کی روایت کے قریب ہی ہے ضرور اسنے دیکھی ہوگی لیکن از راہ تعصب اُس روایت کا تو انکار کیا اور ایک روایت موضوع کا جو کہ زید کی روایت ہے واسطے دھوکا دینے کے ذکر کر دیا کوئی بھی ڈھنگ ہے انکا کیسے عاجز ہیں شیعوں کی جواب دینے میں کہ کچھہ نہیں بن پڑتا ہے اسنے اور یہ جو لکھتا ہے کہ صواعق رد رفض کے واسطے تصنیف ہوئی ہے ہی رد تو وہ کیا کریگا کہ اُس ڈھنگ کی نہیں ہیں اور ایسا بیان کرتے ہیں کہ لوگ انکو کہتے ہیں ابن حجر جو مادہ نر لیکن قاضی نور اللہ شوستری کے نواسے نے کار عجیب اور غریب کیا ہے کہ صواعق محرقہ کا رد صواعق محرقہ ہی سے کیا ہے اور جو روایت اُسکے رد میں لائے ہیں اسی کتاب کے روایت لائے ہیں کسی دوسری کتاب سے

قال الشیخ الاشعری اب غور فرمائیے کہ ہر چند افترا گروہ کذابان شیعہ ہے جو بظاہر بحیلۂ تقیہ متقی اور بباطن بدکردار تھی لیکن بموافق مثل مشہور حق برزبان جاری شود لفظ ہبہ جو
صریح ہبہ اور تملیک پر دلالت کرتا تھا اضعاف روایت کو نہ سوجھا لیکن تعریف صدیق اکبر صاحب کہنی پڑی اور یہہ تعریف بھی کیسی کچھ اور وہ بھی امام زادہ سے اور امام زادہ بھی کون جو خود بھی
جلیل القدر اور والد ماجد تو اون ہی خیر مضمون کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر یہ روایت منجملہ عیوب قادح اعتبار سے بری ہوا اور یہہ ہمارے رجحہ روایت مشکوٰۃ بھی ہو تب عطا سے ہبہ وجہ ہبہ ثابت
نہیں ہوتا ہے اول تو یہ کہ حضرت زید کا یہ جواب از قبیل مماشاۃ مع الخصم یعنی بطور تنزل اور تسلیم ہے یعنی اگر تسلیم کیجیے کہ لے ہی لیا تھا تو اسکی تلافی وجہ تھی مگر ظاہر ہے کہ اس صورت
میں اس روایت سے ہبہ کا ثبوت نہ ہوگا بلکہ انکار تملیک کا دوسرے یہ کہ اردو میں عطا کا ترجمہ دینا ہے جیسے ہبہ میں دینا اور عطا بولتے ہیں ایسی ہی عاریۃ میں بھی یہ دونو لفظ دونو زبانوں میں مستعمل
ہوتے ہیں اور سند اسکی حدیث صحیح مقبول الطرفین ہے وہ حدیث یہ ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ مطلب یہ ہے کہ غزوۂ خیبر میں حضرت
علی کو جھنڈا عنایت کرنے سے ایکروز پہلے رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کل کو لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول اللہ صلعم کا محب اور خدا اور رسول اللہ صلعم کا محبوب ہے فقط اب غور فرمائیے
کہ اس حدیث میں بھی اعطا کا مادہ موجود ہے کسی نادان کو بھی یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ جھنڈا ہبہ کردیا بلکہ جیسا دستور ہے کہ چپراس سپاہی کو اور قلم وزارت وزیروں کو اور خزانہ کی کنجیاں خزانچیوں کو دیا
کرتے ہیں اور وہ دینا بطور امانت ہوتا ہے اسی لئے جب انکو معزول یا موقوف کردیتے ہیں تو یہ سب اشیا چھین لیتے ہیں ایسے ہی سپہ سالار کو جھنڈے کا دینا بھی بوجہ امانت ہوتا ہے خصوصا رسول اللہ صلعم کے
زمانہ میں کہ اس زمانہ میں بلکہ اصحاب کرام کے زمانہ میں ہر مہم کیا ہر لڑائی کا ایک جدا ہی افسر ہوتا تھا اس لڑائی میں تو خود سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے فقط
لڑائی کے وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو استعدا ہونے کا افسر کردیا تھا جو مقابلہ پر بھی بھیجے گئے تھے الغرض جھنڈا بھی عطا کرنا بطور امانت تھا **اقول** یہ روایت یہ کی دشمنان اہل بیت کی وضع
کی ہوئی ہے اور شیعہ اس روایت کے بنانیوالوں پر لعنت کرتے ہیں مجوب آپ اسکا ہم دیکھا کہ اس روایت موضوعہ میں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور ہبہ کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے بیان کردیں یہانتک کہ خود صواعق محرقہ میں بھی
جسمیں کہ یہ روایت ہے بیان کردیا کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تہا اور اعطا کے لفظ کو یہ کہتا ہے کہ ہبہ اور عاریت میں دونو میں مستعمل ہے تو ہاں ہمنے بھی تسلیم کیا لیکن یہاں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور عاریت
مراد نہیں ہے اور اسکی تائید کو بہتسی روایتیں ہبہ کی بیان کردیں اگر تو سچا ہے اور کہتا ہے کہ مراد اعطا سے یہاں عاریت ہے تو ایک ہی روایت عاریت کی تو بیان کردے جیسے کہ ہمنے کئی روایتیں ہبہ کی بیان کی ہیں اور
منصف آدمی انصاف کریں اور ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقدمہ میں ہم تو حوالہ انکی کتابونکا دیتے ہیں اور یہ اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے کیونکر حق پر ہوجائیگا اور دوسرے انکے بطلان کی یہ دلیل ہے کہ اس شیخ نے
پہلے اس سے کئی مرتبہ انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہماری کسی کتاب میں دعوی ہبہ کی روایت نہیں آئی اور اب اس ایک روایت موضوعہ سے اپنے مطلب کی ثابت کرنیوالی کو لایا اگرچہ اسمیں احتمال بیع عاریت کا
نکالتا ہے لیکن دعوی کرنا حضرت زہرا کا اور گواہی دینی حضرت علی اور ام ایمن کی اس روایت موضوعہ سے بھی ثابت ہوگئی اور وہ احتمال عاریت کا باطل ہے کسی نادان کی بھی عقل میں نہ آئیگا کہ کوئی عاریت
کا دعوی بھی کیا کرتا ہے اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو اپنی ملک کا دعوی کرتا ہے اور ہمارا اعتراض اس روایت کے موافق نہیں ہے بلکہ صواعق محرقہ کی دوسری روایت کی سند سے ہے اور سوا اسکے اور کتابونکی روایت کی سند
ہے اور شیعونکی بنائی ہوئی یہ روایت نہیں ہے جسکو تو کہتا ہے کہ افتراء کذابان شیعہ ہے ہم اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اگر تو راست گو ہے اپنے قول میں تو تو بھی لعنت کر اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے
کہ زید شہید نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جو لفظ صراحت ہبہ پر دلالت کرتا ہے وہ اور روایتوں میں موجود ہے یہانتک کہ صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے اسیواسطے اس روایت میں جو اعطا کا لفظ
آیا ہے اس سے بھی مراد ہبہ ہی ہے اور وہ انصاف سے روایت اہل سنت ہی ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کو رحیم لکھا ہے اور امام جلیل القدر نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا اور ہمارے نزدیک تو یہ روایت عیوب سے
بھری ہوئی ہے کہ ابوبکر قسی القلب کو رحیم لکھا ہے اور روایت مشکوٰۃ کی تو سراسر موضوع ہے اسکا یہاں کیا ذکر ہے اور ہم تو حضرت زید کے اس قول کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ بطور تنزل و تسلیم
کے اسکو تو کہتا ہے اور ہبہ اس روایت سے بھی ثابت ہے جیسے کہ ہم کہہ چکے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اعطا دینے کے معنی میں ہے لیکن مراد اس سے ہبہ ہے اور ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور عاریت یہاں
ہرگز مراد نہیں ہے جیسے کہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور جو حدیث کہ سند میں لایا ہے اسکا قیاس اسپر نہیں ہو سکتا اگر اس حدیث میں بالفرض اعطا سے مراد عاریت ہو تو اس روایت میں مراد عاریت
نہیں ہو سکتی کہ اسمیں سب قرائن ہبہ کے موجود ہیں اور اب ہم اس حدیث کو مفصل بیان کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو اسپر اطلاع ہو لکھا ہے کہ جب خیبر کی لڑائی درپیش ہوئی تو رسول خدا صلعم نے
اپنا نشان ابوبکر کو دیا اور ہمراہ انکے جماعت صحابہ کی بواسطے فتح خیبر کے روانہ کی خلیفہ صاحب روانہ ہوئے اور جب مخالفین سے مقابلہ ہوا تو آپ انکو جنگ کی تاب نہ لاکر مع ہمراہیوں کے بھاگ کر چلے آئے اور
دوسرے روز حضرت نے نشان بنا عمر کو دیدیا اور ایک جماعت انکے ہمراہ کی مخالفین سے لڑنیکو بھیجا وہ بھی مثل اول کے بھاگ کر چلے آئے تب یہ حال حضرت نے دیکھا تو فرمایا حضرت نے کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا
کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ یعنی البتہ دونگا میں نشان بنا کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو اور دوست رکھتا ہو خدا کو اور پیغمبر اسکے
کو اور دوست رکھتا ہو اسکو خدا اور پیغمبر اسکا فتح کریگا خدا ہاتھ پر اسکے پس جب حضرت نے ایسا فرمایا تو ہر ایک شخص ہتیار لگا کر حضرت کے روبرو آتا تھا اور آرزو کرتا تھا کہ وہ شخص میں ہی ہو جاؤں اور یہ
منصب مجھے ہی تفویض ہو لیکن حضرت کسیکی طرف توجہ نکرتے تھے اور حضرت علی کو تکتے تھے کہ وہ تو اس سے ہمراہ نہوگا اسواسطے کہ انکی آنکھیں دکھتی ہیں اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھکو کبھی تمنا
منصب کی نہوئی تھی لیکن اس منصب کی آرزو مجھکو بھی ہوئی اور میں حضرت کے سامنے ہتیار لگا کر گیا تو میری طرف بھی حضرت نے توجہ نفرمائی مگر تعجب ہے خلیفہ صاحب کے خیال پر کہ

کہ کل کو تو میں جھنڈا آپ آیا ہوں یہ مجھکو نشان کیونکر عنایت ہوگا اور اسکی آرزو میں حضرت کے سامنے چلے گئے خلاصہ یہ ہے کہ وہ نشان آپنے حضرت علی کو دیا اور حضرت علی نے خیبر کو
فتح کیا اب اس حدیث کو ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ جب دونو صاحب بھاگ کر آئے تو آنحضرت نے برنا کر کے حضرت نے فرمایا کل کو میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ مکر جانے والا اور حملہ کرنیوالا ہوگا اور بھاگنے والا نہیں
تو معلوم ہوا کہ یہ بھاگنے والے تھے کہ بھاگ کر چلے آئے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ ایسے شخص کو نشان دوں کہ جو دوست رکھے خدا کو اور اسکے رسول کو اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھے اس سے یہ معلوم
ہوا کہ یہ دونو خدا کو اور اسکے رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے اور نہ خدا اور رسول اسکا اسکو دوست رکھتے تھے اس شیخ نے حدیث خیبر کا ذکر کرکے ابوبکر اور عمر کے اوصاف ظاہر کر دئے اور اگر
اس حدیث میں عطا سے مراد عاریت سمجھیں تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم کہہ چکے اور جیسے کہ کوئی اس حدیث میں عطا سے ہبہ نہیں سمجھ سکتا ایسے ہی اس عبارت
میں کوئی اعطا کے لفظ سے عاریت بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ معنی وہاں ہرگز درست نہیں ہو سکتے اور حدیث خیبر میں اگر اعطا سے ہبہ مراد لیویں تو کیا تعجب ہے حضرت صلعم نے وہ نشان حضرت علی
کو نہ ڈالا ہو اور خزانچیوں اور چپراسیوں اور فوج والوں پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ دینداروں کو دنیا داروں سے کیا نسبت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ کنجیاں سپاہیوں کے پاس اور چپراس چپراسیوں
کے پاس وہ جھنڈا فوج کا انسا نجیوں کے پاس امانت ہو تو حضرت علی کے پاس بھی نشان امانت ہو **قال الشیخ الاشعری** اور جب عطا اور اعطا امانت میں بھی مستعمل ہوا تو ہو سکتا ہے
کہ حضرت فاطمہ زہرا کا یہ فرمانا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک یعنی رسول اللہ صلعم نے مجھکو فدک عطا فرمایا ہے با معنے ہو کہ فدک مجھکو رسول اللہ صلعم نے کھانے پینے کی لئے مستعار
رکھا ہے اور محاصل اسکا میرے لئے معاف تھا سو گو اسکو اپنا مملوک نہیں سمجھتا آخر تم کسی کسیکو اسکو یا اسکے محصول کو دوہی گے سو مناسب یہ ہے کہ ہمارے ہی پاس رہے کیونکہ ہمارے پاس اور پہلے
سے بھی اور اسکے محصول کو ہم مدت کھاتے ہیں تم اسکے محصول کو مثل محصول دیگر متروکہ نبوی علی صاحبہا و آلہ الف الف صلوۃ وسلام فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرو
اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ سے گواہوں کا طلب کرنا باوجودیکہ دل رحیم تھے چنانچہ حضرت زید نے فرمایا ہے اور رحمدلوں کا یہ کام نہیں کہ ایسی سنگدلی برتیں اور وہ بھی حضرت
فاطمہ زہرا بنت رحمۃ للعالمین صلعم سے کہ جنکے مکافات رحمت بدری تمام عالم کو رحم کرنا چاہئے چہ جائیکہ ابوبکر صدیق جیسا بانیاز رحمدل اسوجہ سے تصور فرمانا چاہئے کہ مثلاً قریب وفات
سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات نے فدک حضرت فاطمہ زہرا کو بہ ایسے چند مستعار عطا فرمایا ہو پر حضرت ابوبکر صدیق کو یہ قصہ معلوم نہ ہو بلکہ باین نظر کہ دام فدک میں
تصرف مالکانہ حضرت سرکائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کرتے ہوئے دیکھا تھا چنانچہ خود یہ سمجھے ہوئے تھے کہ فدک ہی بحسب ایما حدیث ما ترکناہ صدقہ کے جسکا ذکر عنقریب ہے آتا ہے انشاء اللہ تعالی وقف عام ہے
اسمیں جانکہ حضرت فاطمہ زہرا سے یہ بات سنکر اسوقت جان صدیق اکبر عجب شکنجہ میں آ گئی کہ نہ ادہر کو بنے رعایت رضاء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایکطرف اور پابندی اتباع سنت نبوی علی صاحبہا
الف الف صلوۃ وسلام جسکی طرف حضرت زید نے بایں لفظ اشارہ فرمایا و کان یکرہ ان یغیر النبی الکیطرف اور دونو جانبیں واجب الرعایت مگر چونکہ رعایت جانب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بھی منجملہ
وجوب اتباع نبوی و اقتدا مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تھی و پاسداری قرابت رسول اللہ صلعم کی ضرورت اور فرضیت ہر چند مرابت مؤکد ہی لیکن اسکی بہی جیسا کہ مشہور ہے ہم گرگ بکر
تا بت شی تو جیسا آیۂ لا تقل لھما اف ولا تنھرھما میں ممانعت تو بظاہر ہوں کہنے اور جھڑکنے ہی سے ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ جب ہوں کہنے اور جھڑکنے سے رکیں گے تو گالی گفتار اور جوتی
پیزار بدرجۂ اولی ہونگی تو ایسے ہی پاسداری قرابت سے بھی مقصود یہی ہے کہ جب امور دنیوی میں بھی رسول اللہ صلعم کی ناخوشی گوارا کرینگے تو امور اخروی دینی بالاولی مطیع اور منقاد رہینگے
کیونکہ رسول اللہ صلعم کا رسول کرکے بھیجنا اصل امور دینی کی اصلاح کے لئے ہے خصوصاً حقوق مالی میں اور وہ بھی فدک کہ بشہادت دستور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی
حق تلفی کا فی الجملہ خلجان سا تم لگا ہو کیونکہ تا دم آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مصرف فدک رہے معہذا اہل حق موقع رعایت میں عایت اولنکو زیادہ دبا کرتے ہیں اسلئے انصاف والے
آپکی رعایت نہیں کرتے تو ان دونوں وجہ سے مرجح اور موتبہ بھی تھا کہ محاصل فدک میں بھی دستور نبوی صلعم کو ہر چہ بادا باد دستور العمل کہئے لیکن بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے حضرت صدیق اکبر
بسبب کمال اخلاص و نہایت پاس نیاز کی اسباب کے جو یا ہوئے تا مقدور دلداری حضرت زہرا کیجائے اور جسقدر بن سکے خاطر مبارک حضرت زہرا سے پر میل نہ آنے دیجے باینہمہ اپنی غلط فہمی کا
بھی احتمال اسلئے طالب شہود ہوئے تاکہ شاید کسی گواہ کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اسطرف پایا جائے کہ گو متروکہ رسول اللہ علیہ وسلم وقف عام ہے لیکن پھر بھی ستعیر یا اقربا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اولی و اقدم ہیں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق بوجہ پاسداری قرابت نبوی حضرت فاطمہ زہرا کے سامنے وہ تو یہ بات کہتے میں متامل اور متردد تھے اور اپنا ما فی الضمیر یہ بات کہ میں وہ ہی کرونگا جو
رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے بلحاظ دلشکنی جگر گوشۂ رسول اللہ صلعم آشکارا نہیں کہہ سکتے تھے تو خدا ساز غیب سے تدارک ہوا اور بحکم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص خدا سے ڈرے خدا اسکے
لیے بلاؤں سے نکاسی کی صورت کر دیتا ہے وہ لطیفہ غیبی پیدا ہوا کہ جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا کھٹکا بھی جاتا رہا یعنی گواہ ملے تو ایک مرد اور ایک عورت ہی ملی نصاب شہادت بہی
پورا نہ ہوا جو کسیکو کہنے کی گنجائش باقی رہے بلکہ ایک عذر معقول ہاتھ آیا اور عذر معقول اہل عقل اور دینداروں کے نزدیک مقبول ہی ہوتا ہے والعذر عند کرام الناس مقبول **اقول** جواب تو
ہم الیا دیکھ چکے ہیں کہ جس سے اسکا یہ پوچ اور واہی بیان سب لغو ہو گیا اور بیفائدہ ہے لیکن اب کچھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ عطا اور اعطا گو امانت میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہاں کیا جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھا تھا اور امانت میں تو کسیکو تصرف نہیں کر سکتے ہیں پر کھانا پینا کیسا اور اگر کھانے پینے کی حضرت نے اجازت دیدی تھی تو وہ

توکسی چیز کے مالک ہی نتہی موافق تیری قول کے یہہ حضرت آل فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی کون تہی کہ ایک گروہ اعظم کا حق اپنی بیٹی کو دیدیا اور ابوبکر کو کیا دخل تہا کہ ایک گروہ کا حق خاص
ایک شخص کو دیدیتے فاطمہ زہرا علیہا السلام ابوبکر سے اسکی طالب ہوئیں اور فاطمہ زہرا تہا کیسے طالب ہوتیں اسکی کہ جو حق ایک جماعت کثیرہ کا تھا اور ابوبکر کہنے مرتے تو دنیا سب کا تہا فقرا اور
مساکین اور ابن سبیل کا پہر حضرت فاطمہ کس لئے کہتیں کہ تم کسی کسیکو دو گے مجہہ اکیلی ہی کو دیدو اور ابوبکر ہرگز رحمدل نتہی بلکہ بڑے سنگدل تھے کہ بیچی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کا دروازہ گرا چکے
تھے اور وقت مرنے کے افسوس کرتے تہے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نکہولتا چنانچہ استیعاب و تاریخ طبری میں لکھا ہے اور نہ حضرت یدنے ابوبکر کو رحمدل کہا ہے یہ ایک افترا انپر ہے تمام
عالم کو حضرت فاطمہ پر رحم کرنا چاہئے لیکن ابوبکر نے انپر رحم نکیا یہانتک کہ آزردہ اس جہان سے رحلت کر گئیں اور فدک ہرگز مستعار نتھا بلکہ مملوک تھا حضرت فاطمہ کا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں
اور تصرف مالکانہ ابوبکر لیکرتے ہوئے حضرت کو کیونکر دیکھا تصرف مالکانہ تو یہی ہے کہ اپنی ذات کے صرف میں لاوے اور بیع اور ہبہ کرسکے اور حضرت تو تیری نزدیک کسی چیز کے مالک ہی نتھے بڑا بیہودہ
ہے کہیں کچہہ کہتا ہے اور کہیں کچہہ کہتا ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے حضرت کو فقرا و مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا لیکن جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا تو یہہ خیال کیا
ہوتا کہ میں نے آنحضرت کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر فاطمہ زہرا جو دعوی کرتی ہیں واقع میں انکو دیا ہوگا اور مجہکو اس دینے کی خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہو اور
رسولخدا صلعم اسکے حق میں فرمائیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ وہ جہوٹ ہرگز نہ کہیگی اور اپنی باپ پر اس مال حرام دنیا کیواسطے عمداً افترا نکریگی یہ سمجہکر دیدیتے جیسا کہ حضرت جابر کو
بمجرد دعوی کے دیدیا تہا اور گواہ طلب نکئے جابر سے لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی تہا کہ فاطمہ زہرا فدک سے متمتع ہو کسی حیلہ سے اسکو دفع کرنا چاہئے اور وراثت کا دعوی کیا تو جہوٹی روایت لا نورث کی
بنائی اور اسوقت ابوبکر شکنجہ میں کیا ہونگے کہ حکومت و مال سے دونو سے منتفع ہو رہے تہے شکنجہ میں تو اب ہونگے اپنی افعال کردار کے کیفر میں اور حضرت یدنے ہرگز کچہہ نہیں فرمایا یہ انپر افترا ہے اور رعایت
حضرت زہرا اور آنکے پدر عالیمقدار کی انکے باب میں کسی کی نہیں کی اور نہ کچہہ حضرت کی قرابت کا پاس کیا اور ابوبکر کو رعایت منظور ہوتی تو گو وہ مال فقرا تہا لیکن مومنین سے حضرت
فاطمہ کے واسطے معاف کروالیتا جیسے کہ رسولخدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری کا بہیجا ہوا فدیہ شوہر کے واسطے سب مومنین سے معاف کروالیا تہا اور ابوبکر کیونکر معاف کرواتے انکو تو یہ غدغہ تہا
کہ اگر میں فاطمہ کو دیدوں تو ایسا نہو کہ قوت بہم پہنچا کر خلافت کا دعوی کریں اور دلداری حضرت زہرا کی تو اسوقت ہوتی جسوقت انکو فدک دیدیتے اور ملال تو حضرت زہرا کو ابوبکر سے ایسا ہوا کہ
تا دم واپسین ابوبکر سے کلام نکیا اور غلط فہمی ابوبکر کی ہرگز نہ تہی جو کچہہ کرتے تہے اپنے ارادہ و اختیار سے عمداً کرتے تہے اور گواہوں کی طلب نیکی کچہہ احتیاج نتہی ایک حیلہ تلاش کرتے تہے ضبط
کرنیکے واسطے اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کو جہوٹا نہ جانتے ہونگے لیکن یہ جانتے تہے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو کہ جسکے بہانہ سے فاطمہ زہرا کو جواب دیدوں کہ وہ ساکت ہوجائے اور گواہ وہاں
طلب کئے جاتے ہیں کہ جہاں مدعی کو جہوٹا دعوی کرنیکا احتمال ہوتا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا ایسے مدعیوں میں سے نتہی کیا جابر سے ہی حضرت فاطمہ کا مرتبہ کم تہا کہ اسکو راست گو جان کر دیدیا اور حضرت
فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور علی اور ام ایمن نے گواہی دی اور جب گواہی ادا ہوئی تو کہا کہ نصاب بینہ کی پوری نہوئی یہاں تو حضرت علی اور فاطمہ دونو کا قول معتبر نہوا اور جابر نے دعوی کیا تو بدون
گواہوں کے اُس تنہا ہی کا قول معتبر ہوگیا ان ہذا لشیء عجاب خوب قرابت کا رسولخدا صلعم کی ابوبکر نے پاس کیا اور خوب اقدسیت و اولیت کو سمجہا ہرگز ابوبکر دل تنگی حضرت فاطمہ زہرا کا
خیال نتہا بلکہ حیلہ تلاش کرتے تہے فاطمہ کو صاف جواب دینے کا اسواسطے گواہ طلب کئے اور یہ عذر نامعقول گواہوں کا حضرت فاطمہ کے واسطے ہرگز نتہا یہ عذر بدتر از گناہ ہے اگر نصاب بینہ کی بہی
پوری ہوجاتی تو کوئی اور حیلہ کہڑا کرتے اور عجیب یہ ہے کہ شہادت عمر بن عبدالعزیز کی ہبہ نکرنے میں جو کہ مشکوۃ میں ہے وہ تو معتبر ہوجائے جسکو شیخ بار بار پیش کرتا ہے اور شہادت علی اور فاطمہ اور حسن حسین علیہم السلام
اور ام ایمن کی جو کہ ہبہ کرنیکے بارہ میں ہے وہ معتبر نہو اور بلکہ یہاں بینہ بہی پوری ہوگئے تہے اکثر کتابوں میں تو یہہ ہے کہ علی اور ام ایمن نے گواہی دی اور تفسیر کبیر میں ہے کہ مولا رسولخدا صلعم اور ام ایمن نے گواہی دی
دیکہو دو مرد حضرت علی اور مولا جناب رسولخدا صلعم اور ایک عورت ام ایمن تین گواہ ہوگئے نصاب البینہ سے بہی زیادہ ہوگئی اور ایک شاہد کی شہادت پر بہی حکم ہوسکتا ہے جسوقت شہادت اسکی مفید یقین کے ہو
چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس باب میں لکہا ہے کہ جسوقت حاکم صدق شہادت شاہد واحد کا جانتے تو موافق اسکے حکم کرسکتا ہے اسمیں لکہا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے شہادت خزیمہ کے بمنزلہ دو مرد کی
شہادت کے رکہی اور تفسیر نیشاپوری اور کشاف میں بہی لکہا ہے اور اسیواسطے نام اسکا ذو الشہادتین ہوگیا حضرت علی کی شہادت خزیمہ بن ثابت کے شہادت کے برابر بہی نتہی اور سوا اسکے یہہ ہے کہ اتباع اہل بیت
کا بموجب حدیث ثقلین واجب ہے اور نصر اللہ کابلی نے باوجود اس تعصب کے کہ سرحد ان خرافات کا وہی ہے موقع میں اسنے لکہا ہے کہ کذلک حدیث مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح من تمسک
بہا نجی ومن تخلف عنہا ہلک لا یدل علی ہذا المدعی یعنی الامامۃ و لاشک ان الفلاح منوط بولائہم و ہدایتہم و الہلاک بالتخلف عنہم کان الخلفاء و الصحابۃ یرجعون الی افضلہم فیما اشکل علیہم من
المسائل و ذلک لانہم اوجب ہداہم ہدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اور ایسی ہی حدیث مثل اہل بیتی الخ نہیں دلالت کرتی ہے اس مدعی پر یعنی امامت پر اور نہیں شک ہے اسمیں کہ تحقیق فلاح نجات
ہوتی ہے انکی دوستی اور ہدایت پر اور ہلاکت انکی مخالفت میں ہے اور اسیواسطے خلفا اور صحابہ رجوع کرتے تہے انکے افضل کیطرف اور وہ علی ہیں اس امر میں جو مشکل ہوتا تہا انپر مسائل میں اسواسطے
کہ دوستی انکی واجب ہے اور ہدایت انکی ہدایت رسولخدا صلعم کی ہے اب دیکہو کہ ابوبکر نے تخلف کیا انکے کہنے سے اور انکا اتباع نکیا کہ ہدایت انکی ہدایت رسولخدا صلعم کی تہی اور انکے قول پر عمل نکیا تو ہلاک
اور گمراہ ہوا یا نہیں اور حدیث ثقلین میں انسے تمسک کرنیکا حکم ہے اور یہاں ابوبکر نے تمسک کیا کہ تمسک کے عوض تخلف کیا اور فاطمہ زہرا کے کہنے پر عمل نکیا اور اسکو جہوٹا گمان کرکے گواہ اُس سے طلب کئے

قال الشیخ الاشعری اسلئے ہم بالیقین جانتے ہیں کہ یہ بات موجب مزید اقتدار حضرت ابوبکر صدیق نہیں ہو باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا تو ضرور ہی ہوگا چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجانا جو شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے عنقریب انشاء اللہ مذکور ہوگا اس بات پر شاہد ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ قول واللہ لو رجع الامر الی فقضیت فیھا بقضاء ابی بکر یعنی واللہ اگر یہ مقدمہ میرے پاس رجوع ہوتا تو میں بھی یہی حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا آواز بلند کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے کچھ ملال نہ تھا اور تھا تو بعد کو باقی نہیں رہا بلکہ مبدل بخوشی ہوگیا تھا ورنہ اگر ابوبکر سے حضرت فاطمہ علیہا السلام اس جہان سے ناخوش تشریف لیجاتیں تو اہل بیت میں سے ایک بھی ابوبکر کو بھلائی سے یاد نہ کرتا چہ جائیکہ ایسی بڑھکر تعریف الغرض اگر علماء شیعہ کو ہمارا یہ کہنا کہ یہ روایت صحیح ہے مسلم ہو تو بہتر ورنہ اس روایت میں کوئی بات خلاف اہل مذہب تو نہیں پہنچی جو علماء شیعہ سن دیدہ ہو کر زبان دراز کریں و الزام اہل سنت کے لیے اس روایت کو زبان پر لائیں ہاں اگر توجیہ ہبہ جو مذکور ہوئی ہے بن پڑی تو البتہ شیعوں کی البتہ فی الجملہ کچھ بن پڑی مگر شاید علماء شیعہ یہ کہیں بات بنانے لگیں کہ ہر چند عاریت کے موقع میں اعطاء کا لفظ مستعمل ہونا مسلم لیکن یہ معنی حقیقی ہیں اور عاریت معنی مجازی ایسے استعمال میں جبتک کوئی قرینہ صارفہ معنی ہبہ سے نہ پایا جائے تب تک معنی عاریت کے مفہوم نہیں ہو سکتے سو اول تو یہ بات ہی غیر مسلم مستدل و مدعی کو لازم ہے کہ دعوے کی دلیل زبان پر لائے ورنہ ایک حرف خفیف لا نسلم میں دعوی مسترد ہوجائیگا اور یہ بھی نہ سہی جیسے علماء شیعہ ایک دعوے بے دلیل پیش کرکے بزعم خود اہل سنت کے سامنے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں ہم بھی ایک بے دلیل دعوی کرتے ہیں کہ یہ لفظ ان دونوں فردوں میں مشترک معنوی ہے یا ان دونوں معنی میں مشترک لفظی ہے اور یہ دعوی ایک وجہ سے بہ نسبت دعوے علماء شیعہ معقول بھی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہو سو اس صورت میں ہر ایک معنی کے لئے کوئی قرینہ چاہئے جو دوسرے معنی سے صارف ہو سو ہمکو یہ کچھ ضرورت نہیں کہ قرینہ مذکورہ لفظی ہی ہوا کرے اور وہ بھی لفظ کثیر المعنی کے پس و پیش ہی لگا ہوا ہو بلکہ قرینہ کی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ مخاطب کو فہم مطلب میں غلطی نہ پڑے سو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے بعد زینت مسند خلافت اسبات کی تحقیق کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ترکہ مملوکہ کیا کیا ہے سو اس تحقیقات میں یہ بھی متحقق ہوگیا ہو کہ فدک تا دم واپسیں مملوکہ مقبوضہ رسول اللہ صلعم ہی رہا ہو بلکہ خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی ہو و نیز ظاہر بھی ہے کیونکہ ایسی بات گھر ہی کے لوگ جانا کرتے ہیں لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق نے بطور خود اسکا بندوبست اور اسکا جمع خرچ کرنا چاہا تب حضرت فاطمہ زہرا اسبات پر بایں وجہ کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دیدیا ہے مزاحم حال ہوئی ہوں اور اس حجت سے یہ غرض ہو کہ گو فدک ہمارا مملوک نہیں لیکن اولی یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے اور اسکی آمدنی ہمارے ہی پاس آیا کرے اب منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ بشہادت قواعد علم مناظرہ مدعی کو خصم کے لئے یہی احتمالات ممکنہ خلاف دعوی مدعی کی کفایت کرتے ہیں سو اس احتمال کے امکان میں اہل عقل تو کیا امکان ہی جو انکار کریں و ایسے ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ بعد وقوع اس ماجرا کے حضرت زہرا کا یہ فرمانا کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دیا ہے بجز عاریت اور کسی معنی پر محمول نہیں ہو سکتا اور باوجود مملوک نہونے کی اتنا تحکم بوجہ ناز اہل بیت بنیاز صدیق اکبر ہو خصوصاً اس موقع میں کہ عاریت بھی رسول اللہ صلعم کی دی ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلعم کے کئے اور کہے کو ہر ایک صحابی خلفاء پر تحکم کرلیا کرتا تھا چہ جائیکہ اہل بیت اور انمیں سے بھی حضرت فاطمہ زہرا علیہا اور وہ بھی حضرت صدیق اکبر پر کہ نیاز خاص اہل بیت تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر کا بوجہ قریب مسجد حضرت عباس کے پرنالہ کا توڑ ڈالنا اور انکا یہ تحکم کہ یہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا تمنے کیوں توڑا اور پھر حضرت عمر کا اس پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے درست کرنا کتابوں میں کو ہی لیکن ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد حضرت زہرا کا یہ تحکم بر سر لیکن حضرت ابوبکر صدیق بوجہ ماترکناہ صدقۃ جسکا ذکر قریب ہے انشاء اللہ تعالی آ ہی مجبور تھے اور پھر گواہ تو تقریر یہی کچھ عقدہ کشائی نہوئی کوئی اشارہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی پاس تھے بے پر گواہ تو تقریر سے ظاہر نہوا مقصد اگر اہی بھی نہیں مقدار معین تو پہنچی اور اسپر بشہادت دستور نبوی شرکت فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی جس قسم اور جس مرتبہ کی کہی جائے اسمال میں ثابت **اقول** حضرت زہرا کا رنج ہرگز ابوبکر سے رفع نہیں ہوا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مثل بخاری و مسلم کے اور شیعوں کی ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں یہ لکھا ہو کہ حضرت زہرا ابوبکر سے راضی ہوگئی ہوں اگر منہاج السالکین کو کہتا ہے اسکا وجود ہی دنیا میں نہیں ہے نصر اللہ کابلی نے اپنے جی سے جوڑ کر لکھدیا ہے کہ شیعوں کی کتاب منہاج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی اسکی پیروی سے لکھدیا ہے اور حضرت زید نے بھی کچھ نہیں فرمایا ہے لیکن اہل سنت کا افترا ہے لیکن اس روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہے کہ حضرت زہرا کا رنج بخوشی مبدل ہوگیا ہو اور اہل بیت میں سے کون ابوبکر کو بھلائی سے یاد کرتا ہے بلکہ شکایت کرتے ہیں دیکھو نہج البلاغہ جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ حضرت امیر کا کلام ہے اسمیں فدک کے جاتے رہنے کا افسوس کرنا لکھا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ زیر آسمان ہمارے پاس یہی فدک تھا سو لوگوں نے اسمیں بخل کیا اور ہمکو نہ دیا اور اس روایت زید کو تو ہم موضوع ہی کہتے ہیں کہ اسکے آخر میں حضرت زید کا قول وضع کرکے لگا دیا ہے اور اول میں اسکو جو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا لکھا ہے اس سے ہمارا مطلب ثابت ہے جسکا انکار کرنا تھا اور عطا کا مراد وہاں یہ ہے کہ اور روایتوں سے بھی یہ ہبہ اور دعوی کرنا ہبہ کا ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ سراسر خلاف تیری دعوے کے ہے اور علماء شیعہ غلط نہیں کہتے ہیں بلکہ بطرف روایات کتب اہل سنت کے کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ فدک کا ابوبکر سے کیا اور روایت ہبہ کتابوں میں ہے اور وہ روایتیں تیری اس روایت موضوعہ سے اور غیر میں لحاظ الزام اہل سنت کے واسطے ہی وہ اور ہی روایتیں ہیں جنکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے نہ یہی روایت اور عطا کا لفظ اس جگہ ہرگز عاریت کے واسطے نہیں ہے بلکہ مراد اس سے ہبہ ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور قرینہ گواہ طلب کرنیکا واسطے ہبہ کے موجود اور عاریت کے واسطے گواہ طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے

عاریت کو جب چاہا واپس کر لیا اور عاریت جناب رسول خدا صلعم دے ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ مال فقرا تھا بیگانہ حق اپنی دختر کے حوالہ وہ کس وجہ سے کر دیتے اور حضرت کا تو وہ مال ہی نہ تھا
موافق مذہب اس شیخ اور شیعوں کا دعویٰ تو بے دلیل ہرگز نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں سے شیعہ ہمیشہ سنیوں کو الزام دیتے چلے آئے ہیں اور ابوبکر نے کس طرح تحقیق کر لیا ہو گا مملوک حضرت
کی اس چیز کو کہ وہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت کی چیز ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہے کہ رسول اللہ صلعم کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے تھے اور یہ بات کہ تادم واپسین فدک حضرت کا مملوک و مقبوض
رہا ہو گا اور اہل بیت کے اقراروں سے بھی ثابت ہو گیا ہو یہ احتمال نہایت پوچ اور بیاور رہوا ہے اسواسطے کہ اہل بیت میں بعد حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کے علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں حضرت
فاطمہ نے تو دعویٰ ہبہ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی جیسا کہ اکثر کتب اہل سنت میں لکھا ہے اور کئی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حسنین نے بھی ہبہ فدک کی گواہی دی یہ حال اہل بیت کا تو
ہے پھر یقینی بات کے مقابلہ میں احتمال پوچ نکالنا کام عقلمندوں کا نہیں ہے بلکہ بادیوں کی بڑ ہے یہاں گھر کے لوگ اہل بیت تھے سو انہوں نے دعویٰ ہبہ کا کیا جس وقت ابوبکر نے کارندے حضرت فاطمہ کے
فدک پر سے اٹھا لیے اگر فدک کا ملک ہونا معلوم نہ تھا تو فاطمہ کے کارندے خود بخود کیسے دخیل و قابض ہو گئے تھے اور اگر حق فقرا تھا تو ایک شخص تنہا کی پاس کیونکر جماعت بزرگ کا حق ہو جاتا اور یہ احتمالات بیہودہ مدعی کو خصم کے مقابلہ میں
نصوص متظافرہ مدعی کو کفایت نہیں کر سکتے ہیں اور اہل عقل کیا نادان بھی پسند نہیں کر سکتا ہے اور حضرت کا فرمانا کہ مجکو فدک دیا ہے ہرگز عاریت پر محمول نہیں ہو سکتا روایات کثیرہ کی جہت
سے اور عاریت ہونے کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں بابا عاریت کیسے چلا ہے اور حضرت فاطمہ نے دعویٰ اپنی ملک ہونیکا کیا تھا پھر مملوک کیونکر نہ ہوتا اور ابوبکر کیسے بے نیاز مند تھے کہ ایک حیلہ سے حق فاطمہ
زہرا کا دبا بیٹھے اور حضرت عمر کا پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے لگانا یہ بھی انکا ایک بہانا تھا اور بادشاہ ہو کر ایسے کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرنا نہایت بے موقع ہے اور روایت ماریہ قبطیہ کی بالکل ہلا
اور گواہ ہونیکی حضرت کو اسکے واسطے کچھ احتیاج نہ تھی **قال الشیخ للاشعری** القصہ گر روایت متنازع فیہا اگر بپاس خاطر شیعہ ہم تسلیم ہی کر لیں کوئی بات خلاف مذہب اہل سنت
اور مناقض حدیث مشکوٰۃ اس روایت سے نہیں نکلتی بلکہ الٹی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف نکلتی ہے سو علماء شیعہ اس روایت کو موضوع سمجھیں تو فبہا اور اگر تسلیم کریں تو جمیع اجزا اسکا
تسلیم کریں اور اگر عذر نامعقول پیش کریں کہ ہر چند یہ روایت صحیح ہے لیکن حضرت زید ہمارے عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ منہا کافر ہیں کیونکہ امامت حق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
تھا کہ وہ امام وقت تھے اور امام ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے پھر جو انہوں نے جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو امام سمجھتے تھے اور جو شخص کہ امام نہ ہو اور باوجود اسکے دعویٰ امامت کا کرے تو وہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی
نبی نہ ہو اور پھر دعویٰ نبوت کا کرے سو جیسا وہ کافر ہے بلکہ کافروں میں بھی اشد ایسا ہی یہ بھی پھر انکی بات کا اپنے مذہب کی تائید میں کیا اعتبار ہاں ہبہ فدک کا جو مخالف مذہب حضرت زید یعنی
مذہب اہل سنت ہے البتہ مقبول ہے لیکن اسکو توجیہ عاریت کے چلنے دیا تو اسکا جواب قاضی نور اللہ صاحب سنیوں کی عادت سے آپ کے گھر ہیں اسلئے ہمکو کیا ضرورت کہ حضرت زید کی نیک زندگی کے اثبات میں دفتر کے دفتر
انکی روایت نقل کئے دیتا ہوں کہ انکا لکھا شیعوں کے نزدیک بھی آسمانی سی ہے بلکہ زیادہ ہی مثل نوشتہ تقدیر کوئی اسکو مٹا نہیں سکتا قاضی نور اللہ صاحب مجالس المومنین میں فضیل بن یسار کے احوال میں
امالی شیخ ابن بابویہ سے نقل کرکے بروایت فضیل بن یسار یہی رقم فرماتے ہیں کہ گفت در محاربہ زید بن علی با طاغیان لشکر ہشام با او ہمراہ بودم چون بعد از شہادت زید بمدینہ رفتم و بخدمت
امام جعفر صادق رسیدم آنحضرت از من پرسید کہ ای فضیل با عم من در قتال اہل ہشام حاضر بودی گفتم بلے آنگاہ پرسید کہ چند کس را از ایشان کشتی گفتم شش کس گفت مگر شما در شک بودید در حلال بودن
خون ایشان باشد گفتم اگر شکے در آن می‌بود چرا ایشان را می‌کشتم آنگاہ شنیدم کہ آنحضرت گفت اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زید عمی ھو و اصحابہ شہداء مثل ما مضی
علیہ علی بن ابیطالب و اصحابہ انتہیٰ بلفظہ فارسی کا ترجمہ تو اکثر جانتے ہیں پر عربی کا ترجمہ لکھنا پڑا وہ یوں ہے خدا مجکو ان خونوں کے ثواب میں شریک کرے واللہ حضرت زید میرے چچا اور انکے اصحاب
سب شہید ہیں اور یہ سب قصہ ایسا ہے جیسا حضرت علی اور انکے یاروں پر گزرا انقلاب حضرت امام ناطق یعنی امام جعفر صادق کی اس تمنا اور تشبیہ کو دیکھنا چاہئے کہ امام معصوم سے جو لفظ نکلے تو سر سے پیر تک
سو تشبیہ اگر صحیح ہو تو یہ معنی ہیں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کا ہم پلہ تھا تو اس صورت میں زید کافر ہوتا تو البتہ برا ہو لیا اور عمدہ انبیاء میں سے ہو کر مومن شہید ہو گیا اور یہی حضرت
امیر حال کا انکے حال کی مانند ہو تو محال ہی ہوگا یہ بات جبھی ہو سکتی ہے کہ عقیدہ و عمل ادھر حضرت زید صحیح و مطابق حضرت امیر کے ہوں نقش ہو بہو مقدار ہی کا ہو یعنی جیسی چھوٹی تصویر بڑی تصویر کی
وہی تصویر کی ہر بات میں سوا مقدار کے مطابق ہے حضرت زید بھی حضرت علی کے سوا عظمت اور زیادتی مراتب کے ہر بات میں مطابق ہوں سو یہ فرق اور ائمہ میں بھی حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر
صادق وغیرہ تا بہ حسنین صلوات اللہ علیہم اجمعین سب میں کونسے حضرت علی کے برابر ہیں بہر حال حضرت زید کی بات باون تولہ پاؤ رتی ہوگی خصوصاً ایسی اختلافی بات کہ جسمیں بجز عورت کی نہیں
کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ کے قول موافق بالاتفاق اس خلاف ایک طرف جنت اور ایک طرف جہنم ہے **اقول** ہمارا نزاع اس ایک روایت میں نہیں ہے اسکو تو ہم پہلے ہی موضوع کہہ آئے ہیں ہمارا
نزاع تو اور روایتوں میں ہے کہ وہ موضوع ہوتا اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں ہیں اور انکو ہم لکھ چکے ہیں سو وہ بالکل مناقض روایت مشکوٰۃ کی ہیں اور انمیں تعریف ابوبکر کی پائی جاتی ہے جو
اور موضوع سمجھتے ہیں ہم اس روایت کو جو اس شیخ نے پیش کی ہے گو باوجود موضوع ہونے کے دعویٰ کرنا حضرت فاطمہ کا اسمیں بھی پایا جاتا ہے اور یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے اور فضائل میں
ابوبکر کی اس روایت کو ڈالا ہے صواعق محرقہ والے نے پھر اسکی کیا حجت ہے اور حضرت زید کو ہم بزرگان بنی ہاشم سے جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے سے انکے ذکر میں بیان کر آئے ہیں اور تائید کی ہے اسکو یہ
روایت مجالس المومنین کی جو اس شیخ نے بیان کی ہے اور دعویٰ امامت کا اپنی ذات کے واسطے نہیں کرتے تھے اور جہاد بھی امام اصل کی امامت کے واسطے کرتے تھے اور انکے کفر کی نسبت شیعوں کی طرف

کرتی محض افترا ہے لیکن جس روایت کو حضرت زید سے گھڑ کر تم اپنی کتابوں میں درج کرو اسکا کیا اعتبار ہے اور حضرت زید تو کیا بلکہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے جو
بہت سی روایتیں اپنے مطلب کے موافق بنا کر اپنی کتابوں میں درج کی ہیں انکو ہم کب تسلیم کرتے ہیں اور ہبہ فدک مخالف مذہب زید کی ہرگز نہیں ہے یہ مخالفت تمنی شیعی جی سے جوڑی ہے اور زید
کی طرف منسوب کی ہے اور عاریت کو تو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے اور جو کچھ مجالس المومنین سے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے اور زید کی روایت باون تولے پاؤ رتی ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ ساختہ اور پرداختہ
تمہارا ہی ہے اور حضرت زید نے ایسا نہیں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ روایت متنازع فیہا بالیقین موضوع ہے اور باانیہمہ وضعیت جو سنیوں کی بعضی کتابوں میں پائی
جاتی ہے تو اول تو اسکا حال مفصل معلوم ہو چکا دوسرے اس روایت کو بغرض الزام شیعہ بھی درج کرتے ہیں کہ جو روایت تمہاری بنائی ہوئی اور تمہاری دستاویز اعتراض ہے روایت ہماری
مفید مطلب ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی فضائل ہی میں اسکو لکھا ہے پر جو انکی کج فہمی باعث الٹی ہی سمجھتی ہیں اور بے سوچے سمجھے انسے ایسے مواقع میں سے بھی لوگوں کے درغلا
دینے کو جیسا مولوی صاحب نے کیا ہے نقل کر دیتے ہیں چنانچہ مولوی عمار علی صاحب نے ایسا ہی کیا ہے اور پھر ہرگز شرم و حیا کی پاس کو بھی نہیں پھٹکتے اور اس پر بھی علماء شیعہ اپنی ہٹ
دھرمی سے باز نہ آئیں اور شرم کی آنکھیں بند کرکے یوں فرمانے لگیں کہ گو اعطاء بمعنی عاریت بھی آتا ہے لیکن تاہم متبادر معنی ہبہ ہی ہیں خصوصاً اس روایت میں تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ
تبادر ہونا ہبہ کا لفظ اعطاء سے اس روایت میں مسلم لیکن اول تو شیعہ ملفوظات ائمہ خصوصاً کلمات مرتضوی کے جو صحابہ کرام اور حضرت ابوبکر اور عمر کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور انہیں سے
کچھ اس بہار میں بھی منقول ہو چکے ہیں معنی متبادر چھوڑ کر شیعہ کاہے سے دست بردار ہوں اور ایسے ہی آیات قرآنی جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اگر انکے معنی متبادر ہی پر رکھکر بدل و جان معتقد
ہو جائیں اسوقت ہم بھی اس قسم کی درخواست کریں فی الجملہ بجا بھی ہے اگر وہاں مان جائیں تو خیر جوں توں ہم یہاں مان جائیں دوسرے اگر معنی متبادر ہی ہر کلام میں لیجایا کریں تو یہ فرق
باریک فہمی وغیرہ سراسر لغو ہو جائے اور اکثر غلط فہمیاں درست ہو جائیں کیونکہ بیشتر سبب غلط فہمی کا یہ تبادر فہم ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے اور اختلافات ائمہ اہل سنت و ایسے ہی اختلافات باہمی
مجتہدین شیعہ مبنی اسی حل پر ہیں علما کا اصولیوں و اخباریوں کا اختلافات جو شیعوں میں باہم پیدا ہوا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اخباری ظاہر خبر پر عمل کرتے ہیں اور جو معنی متبادر ہوتے ہیں اسی کو
پیش نظر رکھتے ہیں اور اصولی اپنے شبہ میں غور کرکے معنی مقصود شارع پر عمل کرتے ہیں اور تبادر معنی ظاہر اخبار کا لحاظ نہیں کرتے ہیں حضرت مولوی عمار علی صاحب اگر اس روایت میں بوجہ تبادر
معنی ہبہ ہی سمجھنے کو تیار ہوتے ہیں تو پہلے اپنے مذہب اصولیین سے دست بردار ہو کر اخباری بن جائیں پھر ہم بھی ناچار ہوں اسوقت ہم بھی ناچار بحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم اس دو کلہ سے کام
ہر جگہ معنی متبادر ہی لحاظ رکھنے چاہئیں جیسے عوام کا کام ہے یا معنی محقق کی تحقیق ضروری ہے جیسے محققین کا شیوہ ہے اعراض کرکے دوسری طرح مولوی صاحب کے کان کھولینگے **اقول** ہمارا
کلام اس روایت میں نہیں ہے اگر موضوع ہے تو ہوا کرے ہمارا کیا وہ اور روایتیں ہیں جو ہم نے لکھی ہیں اور دعوے ہبہ فدک پر بتصریح دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں بغرض الزام شیعہ ہرگز نہیں لکھی ہیں اور بغرض
الزام تو یہ روایت بھی نہیں دخل کی ہے اور اس روایت کے وضع کرنے والے پر تم بھی لعنت کرو اور ہم بھی لعنت کریں اور ابوبکر کی فضائل میں اسکو کیا ہمنے لکھا ہے جو اسکی حجت ہم پر ہو ابوبکر کے فضائل
میں داخل کرنے والے پر بھی لعنت کرو کہ کس شقی نے اسکو اسمیں داخل کر دیا ہے اور الٹی سمجھ والے تم ہو کہ اسقدر روایتیں ہبہ کی ہیں موجود ہیں اور پھر نہیں سمجھتے اور الٹی ہی کہی جاتے ہو اور مولوی
صاحب ہوکا نہیں ہے یہ موقوف دس کتابوں سے تمہاری تو انہوں نے سند پکڑی ہے اور بیس کتابوں کا میں نے حوالہ دیا ہے پھر دیکھا ہوا اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے دیکھا تو بتا دو
انمیں موجود ہے یا نہیں اور شرم و حیا تجھکو نہیں ہے کہ تو اپنی کتابوں کا انکار کرتا ہے اور ہٹ دھرمی ہماری بے سند نہیں ہے جو کچھ ہم لکھتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور تجھ سے جواب نہیں بن پڑتا ہے
تو ہٹ دھرمی کرتا ہے اور اس روایت میں بھی ہم محض متبادر ہونے کی جہت سے ہبہ نہیں کہتے ہیں اور کہ ہمکو ہر جگہ متبادر ہی کہنا پڑے بلکہ اور روایتوں کی تائید سے کہتے ہیں جو کہ بتصریح ہبہ پر دلالت کرتی ہیں
اور کلام جناب امیر علیہ السلام کا ابوبکر اور عمر کی مدح میں انکی فضیلت دینے پر دلالت نہیں کرتا ہے اگر انکی مدح دنیا کی اقتدار سے کی تو کیا ہوتا ہے جناب رسولخدا صلعم نوشیرواں کی تعریف کیا کرتے تھے
باوجودیکہ وہ کافر تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں تو لکھا ہے کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ نے بتوں کی مدح میں فرمایا ہے کہ ان شفاعتہم لترتجی یعنی تحقیق شفاعت انکی البتہ امید رکھی گئی ہے
اور جو کچھ یہ ہے اس رسالہ میں لکھا ہے وہ سب کر دیا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ معانی متبادر ہی مراد ہوتے ہیں اور اول تو اس روایت میں ہماری گفتگو ہی نہیں ہے اور اس روایت میں اگر ہم اعطاء
سے عطا ہبہ مراد لیویں تو اور روایتوں کی شرح کرنے سے لیونگے اور ہمارے مجتہدوں میں جو اختلافات ہوتا ہے وہ اختلاف انکا روایتوں کے اختلاف سے ہے اور اخباریوں اور اصولیوں میں بھی یہی فرق ہے
اور ایک یہ فرق ہے کہ اخباری تو ہر ایک خبر پر عمل کرتے اور اصولی جو روایت کہ اصول مذہب کے مخالف ہو اسکو مأول یا مطروح کرتے ہیں اور اگر ہم اخباری ہو جائیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو
کہتے ہیں کہ ہر جگہ معنی متبادر مراد نہیں ہوتے بلکہ بعضے مقام میں تاویل کرنیکی احتیاج ہوتی ہے اور اس روایت میں جو ہم ہبہ مراد لیتے ہیں وہ اس جہت سے ہے کہ اور روایتوں میں تصریح ہبہ کی ہوئی ہے
قال الشیخ الاشعری اجی مانا کہ لفظ اعطا کے معنی روایت متنازع فیہا میں یہی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہی کر دیا تھا لیکن مولوی
عمار علی صاحب بلکہ تمام علماء شیعہ اسمیں کیا ارشاد کرینگے کہ یہ روایت منقطع ہے حضرت زید اس زمانہ میں کہاں تھے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق سے دعوے ہبہ
فدک کیا یہ بات اگر بالفرض واقع میں وقوع میں آئی ہے تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰت والتسلیمات ظہور میں آئی ہے بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ سب جانتے ہیں

سو سن مانہ کو وقائع کا مشاہدہ اور انکی روایت اور شہادت بجز صحابہ اور کسیکا کام نہیں الغرض حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہے کوئی بات سند متصل الاولیٰ اعتبار نہیں ہاں حضرت زید اگر شیعوں
کے امام ہوتے تو علم غیب کی وجہ سے سنیوں کو نہیں تو شیعوں ہی کے نزدیک اسکا قول حجت ہو جاتا پر شیعوں کے نزدیک تو مومن ہی نہیں چہ جائیکہ علم غیب اور امامت ہاں منکر امامت امام وقت تھے جس سے
کافر ہو جاتے اور سنیوں کے نزدیک گو حضرت زید کا بر اولیا سے ہوں لیکن تاہم آدمی ہیں جبتک سند نہ ہو کیونکر معلوم ہو کہ انہوں نے جس سے یہ بات سنی ہے وہ معتبر ہے کہ نہیں صحابی کی ملاقات میں تو احتمال
ہے باقی تابعین سو انمیں جیسے نیک بد سب طرح کے ہیں اور اگر بالفرض کسی معمر صحابی سے انکی ملاقات بھی ہی تو یہ کیا لازم ہے کہ وہ صحابی اسوقت حاضر ہی تھے یا انکو کسی دوسرے صحابی سے یہ بات
پہنچی ہی تھی اور پھر حضرت زید نے بھی انہیں سے سنا ہو احتمال ہے کہ جس صحابی سے انکی ملاقات ہوئی ہو آخر یہ بات معلوم نہو اور اگر معلوم بھی ہو تو انہوں نے انسے نہ سنا ہو بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبانی
عوام ایک بات دیکھکر اسی کی موافق نقل کر دیا ہو یا بطور تسلیم قول معترضین یہ بات فرمائی ہو بہرحال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایت موجود ہیں پھر باینہمہ احتمالات کوئی کیونکر اس روایت
کو دربارہ دعوی ہبہ فدک قبول کرے خصوصاً در صورتیکہ آیت اور روایت صحیح متصل بلکہ مرفوع یعنی روایت مشکوٰۃ اسکے مخالف موجود ہو **اقول** اس روایت کو ہم ہرگز سند نہیں گردانتے یہ روایت
تو دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہے ہمارا کلام تو ان روایتوں میں ہے جو پہلے اس سے ہم لکھ چکے تو اس روایت کو بار بار کس واسطے ذکر کرتا ہے ہم تو اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور اس روایت کے منقطع
ہونے سے ہمکو کیا حیرت کہ ایک جماعت علماء اہل سنت نے اس روایت ہبہ کو تسلیم کرکے نقل کیا ہو ہمکو تو واسطے حجت پکڑنے کے کافی ہے اور سوا اسکے تفسیر درمنثور میں ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت
لکھی ہوئی ہے اور بزاز اور ابو یعلی اور ابو حاتم اور ابن مردویہ نے سلسلہ اسکا ابو سعید خدری تک پہنچایا ہے اور ریاض النضرۃ میں عبداللہ ابن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابو بکر سے دعوی ہبہ کا کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت یہ کہ جو اہل سنت کے نزدیک امام ہیں غیر معتبر روایت کا اعتبار کریں اگر یہی احتمال ہے اس روایت میں تو کیا وہ
تیری برابر بھی نہیں جانتے تھے کہ ایسے احتمالات کی روایت کو انہوں نے قبول کر کے کہا کہ اگر میں [illegible] مقدمہ میں ہی ایسا کرتا جیسا کہ ابو بکر نے کیا ہے اور اس طرح کی احتمال جو تو نے نکالے ہیں تو سب روایتوں
میں جاری ہو سکتی ہیں اسی روایت پر منحصر نہیں ہے اسواسطے کہ راویوں کے سلسلہ میں سے جو کسی نے اپنے اوپر والے سے روایت کی ہے معلوم نہیں کہ وہ معتبر ہے یا نہیں اور اگر معتبر ہے تو معلوم نہیں کہ اسنے
جو سنا ہے اسی طرح سنا ہے جیسے کہ پہلے نے کہا تھا یا کچھ فرق ہو گیا ہے اسواسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کہتا کچھ ہے اور سننے والا سمجھتا ہے کچھ اور اگر اسی طرح اسوقت سمجھا تو بعد اسکے بعینہ یاد نہیں رہتا
انسان کو سہو و نسیان بھی عارض ہوتا ہے اور جھوٹے سچے بھی ہوتے ہیں اور جس صحابی تک وہ روایت پہنچی ہے معلوم نہیں اسنے خود سنا تھا یا دوسرے صحابی سے سنا تھا یا کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبانی
ایک بات سنکر اسی کے موافق کہدیا ہو اور اکثر روایتیں ایسی ہیں کہ کتاب نعیم بن ابی حاتم اور بزاز اور بیہقی اور دارقطنی اور ابو یعلی وغیرہ سے روایت ہے اور اوپر کا سلسلہ راویوں کا بیان نہیں
کیا ہے پس جبکہ یہ حال ہو اور چند در چند احتمالات نکلتے ہوں تو چاہئے کہ ایک روایت بھی سنیوں کی معتبر نہو اور روایت مشکوٰۃ کی تو موضوع ہے کہ مخالف ہے اکثر کتابوں کی روایت کے اور معلوم
نہیں وہ آیت کونسی ہے جسکی طرف اشارہ ہے یا وہ بھی روایت مشکوٰۃ ہی ہے اور روایت مشکوٰۃ کی تو معلوم ہے جیسی کہ ہے بار بار اسکا ذکر کیوں کرتا جاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** مگر بیچارہ
کوئی کم فہم اسکے وقوع ہونے میں سوچے کلام کرے کہ روایت مشکوٰۃ میں بھی عمر بن عبدالعزیز سے جو تابعی ہیں ایک روایت بے سند منقول ہے کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں موجود تھے
سو ہمکو بعد غیر معتبر ہونے روایت متنازع فیہا کے اس روایت کا غیر معتبر ہونا مضر نہیں لیکن تاہم بپاس خاطر شیعہ اس شبہ کو بھی مٹائے دیتے ہیں واضح ہو کہ یہ روایت مشکوٰۃ میں بہ حیثیت عمر
بن عبدالعزیز کا قول ہے لیکن اس قول کو مغیرہ بن شعبہ جو صحابی ہیں نقل کرتے ہیں اور صحابی تابعی سے [illegible] رسول اللہ نے دیا ہے یا فرمایا ہے حکما مرفوع [illegible] واقفان اصول
حدیث جانتے ہیں علاوہ قرینہ نقلیہ بھی یہ بات کو تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمانا حجت ہو کیونکہ اس قول کو حجت لینے [illegible] کوئی بات [illegible]
ثابت نہیں کرتے اور نہ لینے کے لیے جیسے رسول اللہ صلعم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا حجت ہو سکتا ہے اسیطرح رسول اللہ صلعم کا ہبہ کر دینا ہو سکتا ہے [illegible]
نہوتا بلکہ اثبات ہبہ کا کرنا صحیح ہوتا تو انکو کیا ضرورت تھی کہ نقصان بنا تو یوں کرتے کہ فدک کو دیدیا اور نقصان یہ یوں کہتے کہ جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی کس پر رسول اللہ صلعم پر جسکی سزا میں
جہنمی ہونیکا وعدہ ہے اور وعدہ بھی متواتر کیونکہ حدیث من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھکر میری نسبت جھوٹی بات لگاوے وہ بنا لیوے ٹھکانا جہنم میں کیونکہ
بالاتفاق محدثین کے نزدیک متواتر ہے بلکہ متواتر باللفظ اگر ہے تو یہی ہے بہرحال اگر روایت حضرت زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم موضوع نہ کہیں [illegible] یوں تسلیم ہی
کریں کہ واقعی یہ بات حضرت زید ہی کی فرمائی ہوئی ہے تب بھی اسکے آگے رسول اللہ صلعم تک سند کیا ہے **اقول** کم فہم تو اسبات کو [illegible] کہیگا کہ بیشک عمر بن
عبدالعزیز صحابی کے زمانہ میں نہتا اور جو احتمالات کہ زید کی روایت میں جاری کئے ہیں وہ بھی عمر بن عبدالعزیز کی روایت میں جاری ہوتے ہیں اور روایت زید کو ہم کب معتبر جانتے ہیں
سوائے اس فقرہ کے جو اول میں ہے اور سب روایتوں کے مطابق ہے اور مغیرہ تو راوی ہے عمر بن عبدالعزیز کے کہنے کا کہ عمر بن عبدالعزیز نے [illegible] روایت کو کس سے لیا ہے اور اگر حضرت کے اصحاب میں
سے ہیں تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کہاں تھے جو آپکے قول کی روایت کرتے اور اگر حضرت کے صحابہ ہی میں سے تھے تو یہ تو کہتے کہ میرے روبرو حضرت فاطمہ نے ہبہ فدک کو چاہا اور رسول خدا نے
ہبہ نہکیا یہ تو وہ نہیں کہتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ بیشک اسکی گواہی دیتے لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے قول کو نقل کر دیا ہے اسمیں صحابی اور غیر صحابی دونوں برابر ہیں

اور سوائے اسکے یہ بھی ہے کہ راوی اس روایت کے بعض معتبر نہیں ہیں اول راوی اسکا جو عبداللہ بن الجراح ہے کثیر الخطا ہیں چنانچہ خلاصہ کاشف میں ذہبی نے بھی یہی لکھا ہے کہ قال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر کہ جو راوی دوسرا ہے وہ منسوب طرف سوء حفظ تھا جیسا کہ میزان ذہبی میں لکھا ہے اور تدلیس بھی کرتا تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک لینے کے یہ حجت پکڑی تھی اول تو ہم اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا تھا اسواسطے کہ یہ روایت سراسر موضوع ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ انہوں نے کہا تھا تو بپاس خاطر حضرت ابوبکر ایسا کہا تاکہ لوگ جان جائیں کہ ابوبکر کو جو بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فدک کو چھین لیا ہے یہ بات صحیح نہیں ہے اور جھوٹ کا سرزد ہونا عمر بن العزیز سے محال تھا علماء اہل سنت نے سیکڑوں باتیں تراش کر جناب رسول خدا صلعم کے ذمہ دہری ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے جو کہ معتقد حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کا اور انکے مریدوں میں سے تھا شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے خلفاء کی شان میں بہت سی حدیثیں بنوائیں اور امرا کی خوشامد میں جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ابو یوسف کا حال لکھا ہے زمانہ حال کے علماء کا یہ حال ہے اور عمر بن العزیز اگرچہ اور بنی امیہ سے کچھ اچھا تھا لیکن پھر دنیا دار آدمی تھا اور عمر عبدالعزیز سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا ایسا بعید جاننا اور ابوبکر کی جو حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی ہبہ فدک کا کیا جسکو کثرت سے علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں جسمیں ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو جھوٹا جانکر گواہ طلب کیے اور وعید حدیث من کذب علی الخ داخل کیا اور مسئلہ فقہیہ آئندہ جاری کیا اور یہ خیال نکیا کہ کیا فاطمہ زہرا اپنے باپ پر افترا کرینگی کہ انہوں نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہے اسکا کچھ مضائقہ نہیں اہل سنت کے نزدیک اور مدینہ کی رو سے مقدمہ میں تو ہم کہہ چکے جو کچھ کہنا تھا **قال الشیخ الاشعری** معہذا جیسے علامات صحت کے روایت مشکوۃ میں ظاہر ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ایسے ہی روایت متنازع فیہا کی علاوہ سند کے امارات کذب بھی ظاہر و باہر ہیں کیونکہ باتفاق مورخین فدک تادم باز پسین رسول اللہ صلعم ہی کے تصرف و تصرف میں تھا اور بے قبض ہبہ ملک موہوب نہیں ہوتا واہب کی ملک میں رہتا ہے اور ملک رسول اللہ صلعم کا حال خلیفہ ابوبکر صدیق کو معلوم تھا کہ بعد وفات وقف ہو جاتی ہے پھر جو درباره ہبہ گواہ طلب کیے تو یوں کیے ابوبکر صدیق کی دنیا کی ہوشیاری اور مسائل کی واقف کاری سے کہ جو امور دنیا میں مفید تر ہیں شیعہ بھی معتقد ہیں جب دنیا ہی ٹھیرا تو ایسا شغل کیوں چھوڑ جسمیں اندیشہ ہار جانے کا ہو کیونکہ اگر گواہ اپنی مقدار معین کو پہنچ جاتے تو پھر یہ عذر بھی بجا تھا کہ ہبہ بے قبض تمام نہیں ہوتا ہر کوئی یہ جانتا تھا کہ سارے مدینے کی بہائیں اگر یہ عذر قابل سماعت تھا تو پہلے ہی پیش کیوں نکیا اور اگر گواہوں کے طلب کرنے کو شیعہ محمول تحقیق حق پر کریں تو بعد اسکے جو کچھ پیش آیا وہ خواہ مخواہ عدل و انصاف ہی ہوگا کیونکہ حکم خداوندی ہی کے موافق حکم کیا ہے کوئی قاعدہ نہیں گھڑ لیا باقی میں کچھ تقریر درباره طلب گواہاں کہی ہے اگر شیعہ تسلیم کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد ورنہ ان کی کوتاہ فہمی سے امید بھی یہی نہیں علاوہ برین جب یہ بات مقرر ہوئی کہ فدک تادم آخر رسول اللہ صلعم ہی کے قبض میں رہا تو باتفاق شیعہ وسنی اگر آپ نے ہبہ کیا بھی تو یہ حضرت فاطمہ کی ملک میں نہ آیا پس حضرت فاطمہ جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں کہیں ایسا غلط دعوی کرتی جسمیں بہرحال حق تلفی خلایق ہے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے تو وارثوں کی حق تلفی ظاہر ہے ورنہ فقرا اور مساکین کے حق تلفی لیجیے بلکہ آپکا ترکہ وقف ٹھیرا خلیفہ کو اختیار ہے جسے چاہے دیدے پس اگر حضرت فاطمہ کے پاس آگیا تو اور بھی اچھا ہے لیکن اس فن فریب سے لینا فریب بازوں دنیاداروں کا کام ہے بالجملہ علامات صدق روایت مشکوۃ اور امارات کذب روایت متنازع فیہا اہل فہم کے نزدیک تو ایسی روشن ہیں جیسی اہل نظر کے سامنے آفتاب و دیں مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران و امثال اگر نہ سمجھیں تو پھر ہمیں کوئی یوں کہے کہ کیا کہتا ہے انکے حسب حال یہ مصرعہ پڑھا جائیگا ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمہ آفتاب را چہ گناہ * **اقول** روایت مشکوۃ بالکل موضوع ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے اور روایت ہبہ دعوی فدک کی ہرگز جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ بڑے بڑے محققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور اسکو جزم الورود جانکر جواب اسکا دیا ہے اور انکار اس روایت کا کسی نے نہیں کیا ہے یہانتک کہ نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کہ جو اس فن میں ان سب کے استاد ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھی اسی کے کلام کے خوشہ چین ہیں اس روایت کا انکار نہیں کرتے ہیں جبکہ اسقدر اور ایسے محققین نے تصدیق اس روایت کی کی تو روایت مشکوۃ کی کہ وہ حدیث کی کتاب ہے اور اسمیں سب طرح کی روایتیں ہوتی ہیں بیشک موضوع ہوگی اور یہ جو لکھا ہے کہ باتفاق مورخین فدک تادم بازپسین رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں رہا یہ کہنا بالکل غلط ہے ہرگز ہرگز مورخین نے ایسا نہیں لکھا ہے اور اگر کسی ناصبی نے ابوبکر کی رعایت کے واسطے لکھدیا ہو تو اسکا کیا اعتبار ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا قبضہ فدک پر تھا چنانچہ مولوی صاحب کے خط میں مندرج ہے اور ہم پھر لکھتے ہیں کہ کنز العمال میں علی متقی کی اور مسند ابو یعلی موصلی میں اور تفسیر در منثور میں اور معارج النبوت میں لکھا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ تو جناب رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تو قبضہ ہو گیا یا نہیں اور قبضہ کس کو کہتے ہیں الخ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود ورود روایات کثیرہ دعوی فدک اور شہادت امیر المومنین کی حضرت فاطمہ زہرا بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں کیا حضرت یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین جو اعلم صحابہ تھے انکو بھی معلوم نتھا کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہوتا یہانتک کہ گواہی بھی ادا کر دی اور نہ حضرت زہرا کو منع کیا دعوی کرنے سے کہ تم کسواسطے دعوی کرتی ہو ہبہ کا تمہارا قبضہ تو ہوا ہی نہیں کہ ہرگز ہرگز سنیوں سے جواب اسکا نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا انکار کریں یا اپنے علماء کو کہیں کہ بڑے بد دماغ تھے جو ایسی روایتیں اپنی کتابوں میں لکھ گئے اور جس صورت میں حضرت فاطمہ کا قبضہ ہبہ پر تھا تو

تو نے زید کی روایت میں کس واسطے لکھا ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدک یعنی تحقیق کہ ابو بکر نے چھین لیا فاطمہ سے اب میں پوچھتا ہوں کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے قبضہ میں فدک
تو تھی ہاتھ میں سے ابو بکر نے چھین لیا تھا اور اگر ان کے قبضہ میں نہ تھا تو چھیننا کیونکر صادق آئیگا اور جس صورت میں کہ قبضہ حضرت فاطمہ کا نہ تھا تو ابو بکر نے ایک سیدھی بات کہدی ہوتی
کہ قبضہ تو تمہارا اسپر کبھی نہیں ہوا ہے ہبہ کیونکر ثابت ہو گواہ کس واسطے طلب کئے اور باگر امور دنیا کی جہت سے طلب کئے اس خوف سے کہ کل کو لوگ بدنام کریں کہ بے وجہ چھین لیا تو اس جہت سے گواہ طلب
کرنے ہی بیجا ہیں اسواسطے کہ سبھی آدمی جانتے ہونگے کہ حضرت فاطمہ کا اسپر قبضہ کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر صاف جواب دینے سے کون بدنام کرتا بلکہ یہ کہتے کہ ابو بکر نے جو کچھ واجبی تھا وہ کیا
بلکہ گواہوں کے طلب کرنے میں تم کہنے ہونگے کہ بڑا بے وقوف ہے باوجود نہونے قبضہ کے گواہ طلب کرتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کے نزدیک حق فاطمہ کا ثابت تھا لیکن ابو بکر نے
امور دنیا کی ہوشیاری کے واسطے گواہ طلب کئے اور اگر حضرت فاطمہ کے بہانے اور ساکت کرنے کو طلب کئے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ نے باوجود عدم قبض دعوی ہبہ بلا قبض کا کیا تھا کہ ان سے
گواہ طلب کئے کہ اگر گواہ پورے نہ لائی تو ٹالدونگا اور اگر گواہ پوری لائی تو واسطے ٹالنے کے کچھ اور بہانہ کرونگا فاطمہ زہرا ہرگز ایسی جاہل اور بے علم اور دروغگو نتھیں کہ ایسا بیہودہ دعوی
کرتیں اور اگر مقدار گواہوں کی پوری ہوجاتی تو یہ عذر عدم قبض کا بیجا کیونکر ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کے گواہی گذر جائے کہ فلانی شخص نے فلانے کو ہبہ کیا ہے اور قبضہ اسکو ندیا ہو تو جائے
کہ وہ درست ہوجائے اور حال یہ ہے کہ یہ بھی درست نہیں ہے جبتک کہ واہب اپنی قبض و تصرف سے نکالکر موہوب کے قبض و تصرف میں نہ دیوے اور جسوقت کہ لوگوں کے نزدیک ہی حضرت
فاطمہ کا قبضہ تھا تو پھر کون کہتا کہ ندینے کے بہانہ میں کہ گواہ پوری گزر گئے تو کیا موافق شرع کے یہی ہوا کہ قبضہ تھا اور حکم خداوندی واسطے گواہوں کی اسوقت ہے کہ جسوقت کوئی مع القبض
دعوی ہبہ کا کرے اور اگر قبضہ نہو تو صاف جواب دینا چاہئے پس معلوم ہوا کہ واسطے طلب کرنے گواہوں کے یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اس پر قبضہ تھا اور اب ہم ایک
اور وجہ اسکی قول کے تردید میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا دو حال سے خالی نہیں یا تو ابو بکر انکو اس دعوی میں جھوٹا جانتے تھے یا سچا جانتے
تھے جھوٹا تو جان نہیں سکتے اسواسطے کہ آیت تطہیر انکی شان میں نازل ہوئی تھی کہ گناہوں سے وہ پاک ہیں اور اگر اہل سنت انکو معصوم نہیں جانتے تو محفوظ تو جانتے ہیں اور جو شخص کہ
محفوظ ہو گناہوں سے وہ ایسا افترا رسول خدا پر ہرگز نہ کریگا کہ مجھکو انہوں نے فدک ہبہ کیا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ اس دعوی میں راست گو تھیں ابو بکر کے نزدیک اور جسوقت کہ وہ سچی تھیں
تو گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج نتھی اسواسطے کہ گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج تو اسوقت کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو جسوقت حاکم ہی مدعی علیہ ہوا اور مدعی کو
دعوی میں راست گو بھی جانتا ہے تو اس صورت میں گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے بلکہ بمجرد دعوی کے دیدینا چاہئے اور اگر نہ دیگا تو بڑا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی احتیاج
اسوقت ہوتی ہے کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا اور شخص ہو خواہ اسکے دعوی کو حاکم سچا جانتا ہو یا نجانتا ہو اور مجدد مورخ کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے عمر کی خلافت میں بھی
دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا پس اگر قبضہ حضرت فاطمہ کا نہوتا تو پھر حضرت علی اتنی مدت کے بعد دعوی ہبہ کا کیوں کرتے اور تا دم آخر جناب رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہرگز فدک نرہا تھا بلکہ
اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا چنانچہ ہم ثابت کرآئے ہیں اور اگر فاطمہ نے اپنے دعوی کیا تو بہت بجا کیا کہ حضرت صلعم نے انکو ہبہ کرکے قبضہ کرا دیا تھا اسواسطے اس معصومہ نے جسوقت ابو بکر
نے ان سے چھین لیا تو دعوی ہبہ کا کیا جسپہ دلالت کرتے ہیں روایات کتب اہل سنت کے آخر کتب اہل سنت میں جو کہ کہا ہے لکھی ہوئی بات کوئی کیونکر کہدیگی کہ نہوئی ہوگی کیا یہ بھی ذوم کا
تیر ہے کہ کسی ذوم کے ایک تیر لگا تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ نلگا ہو سو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا تو متحقق ہے یہ تو کسی طرح مٹتا نہیں ہے جفا تعلم بما ہو کائن اب اہل سنت سر رنجا کو ملکر بیٹھ
اور حق تلفی تو اسوقت متحقق ہوتے جسوقت سوائے اس مظلومہ کے کسی اور کا حق اسمیں ہوتا اور رسولخدا صلعم کا ترکہ ہرگز وقف نہیں ہے اور روایت لانورث کی بالکل باطل ہے اور اگر خلیفہ کو دینا
تھا جسکو چاہے دیتا تو جسوقت حضرت فاطمہ طالب ہوئی تھیں تو بلحاظ قرابت رسولخدا کہ وہ دختر نیک اختر حضرت کی تھیں کیوں نہ انکو دیدیا اور اگر ہبہ کا دعوی تیرے نزدیک صحیح نہیں ہے
اور مکر و فریب کا ہے تو وراثت کا دعوی تو صحیح ہے اسوقت ہی دیا ہوتا لیکن اسنے تو اسوقت بھی ندیا اور عثمان نے اپنی قرابت کا لحاظ کرکے مروان کی جاگیر میں فدک کو کر دیا اور ابو بکر نے
جناب رسالت مآب کی قرابت کا لحاظ کرکے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ندیا اور روایتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی فاطمہ زہرا کا صحیح اور درست ہے اور جمع روایات مشکوٰۃ کی موضوع ہیں اہل فہم کے
نزدیک اور ابو بکر نے جو اس مقدمہ میں اہل بیت علیہم السلام کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگئی مولوی عبد العزیز صاحب نے آخر باب چہارم تحفہ میں لکھا ہے کہ باید دانست کہ باتفاق شیعہ
و سنی ایں حدیث ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی
و احکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبی کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج
از دین حالا در تحقیق باید افتاد کہ ازیں دو فرقہ یعنی شیعہ و سنی کدام یک بایں دو حبل متین است کدام کس استخفاف ایں دو چیز عالیقدر یکند و اہانت می نماید و از مدرجہ اعتبار
ساقط می انگارد و طعن در ہر دو پیش میکند پس موافق تحریر شاہ صاحب کے جناب سیدہ رسولخدا صلعم کہ جو ان دو چیز کا کیا تھا اب کہو ابو بکر انکی مخالفت میں کہ دعوی ہبہ اور وراثت کو
رد کیا اور انکے دعوی کا انکار کیا تو خارج از دین اور گمراہ ہوا یا نہیں اور اسکا قول انکے مقابل میں غیر معتبر ہوا یا نہیں اور اسی طرح باب امامت میں تحفہ کی حدیث ثقلین کے جواب

شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ ہمیں قسم حدیث مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق دلالت میکند مگر برانکہ فلاح وہدایت مربوط بدوستی ایشان و منوط با تباع
ایشان است و تخلف از دوستی و اتباع ایشان موجب ہلاک ۔ یعنی بفضل اللہ تعالی محض نصیب اہل سنت است بس اور اسی طرح نصر اللہ کابلی نے صواقع میں لکھا ہی چنانچہ انکے
قول کو ہم پہلے ہی نقل کر آئی ہیں اس قول کے موافق بھی ابوبکر نے جو علی اور فاطمہ کے قول کا اتباع نکیا بلکہ انکی اتباع سے تخلف کیا کہ دعوی ہبہ اور وراثت دونوں کی فرمانیکی موافق عمل نکیا
تو ہلاک ہوا یا نہیں اور اسی طرح امام رازی تفسیر میں تحت آیۂ امت اور وجوب اتباع اور اقتدا حضرت امیر کا لکھتے ہیں اور فدک کے مقدمہ میں ہبہ اور میراث میں جو دونوں موافق ارشاد
جناب امیر علیہ السلام کے ہیں ابوبکر کے منع کرنیکو صواب لکھتی ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب حق آتا ہی تو اس سے بالکل گریز کر جاتے ہیں بہر حال علامت کذب روایت مشکوۃ سے اور
علامات صدق روایت دعوی ہبہ اہل فہم کے نزدیک تو ایسے روشن ہیں جیسے اہل نظر کے سامنے آفتاب اور یہ شیخ نجدی یا انکی اقران و امثال اگر نسمجھیں تو پھر ہمیں کوئی یہ نہ کہی کہ کیا
کہتا ہی انکے حسب حال پھر یہ شعر پڑھا جائیگا گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؂ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **قال الشیخ الاشعری** غرض روایت مشکوۃ کی کہ وہ روایت ہم پلہ نہیں ہو سکتے جو اسکو
چھوڑ کر اس روایت پر عمل کریں بلکہ موافق قواعد مرقومہ بالا کے لازم ہی کہ بسبب تعارض روایت مشکوۃ کی کہ وہ درحقیقت روایت ابوداؤد ہی جو صحاح ستہ میں سے ہی اور صحاح ستہ
کی روایت کی صحت اور قوت کو بھی بہت سے کہ انکا نام صحاح ہی اس روایت کو جو حضرت زید کے نام لگا رکھی ہی رد کریں اور سلمنا کہ یہ روایت صحیح بھی ہی اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہبہ کا
دعوی کرنا بھی درست لیکن اتنی بات سنی و شیعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہی کہ ہبہ بے قبض تام نہیں ہوتا تا وقتیکہ قبض و تصرف واہب ہیگا اسکی ملک بھی رہیگی چنانچہ ارشاد علامہ
حلی میں بطلب اول مقصد دعوی میں مرقوم ہی فلاتسمع دعوی الہبۃ بمجرد عن دعوی القبض یعنے نہ سنا جائیگا دعوی ہبہ کا دعوی قبض کے اور فدک بالاجماع تا دم واپسیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ہی قبضہ میں تھا آپ حین حیات تک فدک میں تصرف مالکانہ کرتے رہے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپکی زندگی میں نہیں ہونے پایا اثبات میں اس مضمون کے طرفین بلکہ محدثین
فریقین متفق ہیں ان مضمون کے اخبار کے بھیجنے کے اول تو اس وجہ سے حاجت نہیں کہ کتب تواریخ پر ہر کسیکو عبور میسر آ سکتا ہی بر علم حدیث تک نوبت کسی کسی کی پہنچتی ہی اکثر ونکو مضامین
احادیث کے اطلاع نہیں ہوتی دوئم تواریخ کی بات اعتبار میں احادیث کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی اس لیے طرفین کی روایات احادیث کی ہی طرف اشارہ کئے جاتا ہوں پہلے تو وہ ہبہ واقف
ہونیکے معنی میں ہی نہیں تراشتے سنیونکی روایت یعنی اول تو وہی روایت مشکوۃ جو مرقوم ہو چکی اثبات پر تصریح شاہد ہی دوسری مشکوۃ ہی میں ابوداؤد کی حدیث بروایت مالک بن
اوس بن الحدثان مرقوم ہی جس میں اثبات کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے اثبات کے استدلال میں کہ مال فی قابل تقسیم نہیں کچھ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں جدی
جدی مصرف کے لیے وقف رکھیں تھیں بنی النضیر خیبر فدک سو فدک کے مصرف کے بیان میں فرماتے ہیں واما فدک فکانت حبسا لابناء السبیل یعنی فدک مسافروں کی خدمتگزاری
کے لیے وقف ہی اب بحکم قواعد مناظرہ تو ہمیں اپنی ہی کتابوں کا حوالہ بہت ہی کیونکہ ورود اعتراض کیلئے ضروری ایسی بات ہو کہ جس پر وہ اعتراض ہو اسکی مسلمات اور مانی ہوئی بات کی خلاف
ہو اور در صورتیکہ اسکی مسلمات کے خلاف نہو تو اعتراض اعتراض ہی نہیں سو در صورتیکہ ہمنے اپنی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ فدک تا دم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں تھا اور پھر کتاب
بھی ایسی معتبر کہ حجت نجماہ صحاح ستہ ہے تو پھر از روی دعوی اعتراض سے لغو ہو گیا کیونکہ ہبہ بالاتفاق طرفین بے قبض جب ملک ہی نہیں لیکن معترض کا سکوت ادھر ہی اور اطمینان کہہ او
اتنی بات سے شیعہ ساکت ہو جائیں **اقول** مشکوۃ کی روایت سے وہ روایت اعتبار میں بڑھکر ہی کہ روایت مشکوۃ کی تو ایک کتاب کی روایت ہے اور راویوں میں اسکے لوگوں نے
قدح کیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور روایت دعوی ہبہ کی کتب کثیرہ میں ہے کہ جسکو ایک جماعت کی جماعت نے نقل کیا ہی اس صورت میں بسبب تعارض کے روایت مشکوۃ کی اعتبار
ساقط کیجائی اور عمل ہبہ کی روایت پر ہو اور یہ روایت ابوداود کی موضوع ہی اور علماء اہل سنت نے اسکی بہت روایتوں کا قدح کیا ہی بلکہ صحاح ستہ کی سب کی روایتوں میں قدح کیا ہی دیکھو یہ
کتابیں رجال کی موجود ہیں اور انکا نام صحاح رکھنا ایسا ہی جیسا کہ کہتے ہیں کہ برعکس نہند نام زنگی کافور اور سنن ابوداؤد کے بعضی بعضی روایت کا تو میں حوالہ دیتا ہوں کہ ایک ام
تو یہ ہے کہ وہ عائشہ سے ہی قالت ارسل النبی صلعم بام سلمۃ لیلۃ النحر فرمت الجمرۃ قبل الفجر اسکو ابن قیم نے زاد المعاد میں منکر لکھا ہی اور تصریح کی ہی کہ امام احمد حنبل نے اسکا انکار کیا ہی اور ایک
روایت عبد اللہ بن زید سے ہے کہ قال اراد النبی صلعم فی الاذان اشیاء لم یصنع منہا شیئا محمد بن الحنیفہ نے تکذیب اسکی کی ہی چنانچہ انسان العیون میں لکھا ہی اور ابو حفص عمر بن علی بن عمر القزوینی
نے تو بہت روایتوں سنن ابوداؤد پر حکم وضع اور افترا کا کیا ہی از انجملہ یہ ہی کہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم اقیلوا ذوی الہیئات عثراتہم وعلی ہذا القیاس اور جسوقت کہ بخاری اور مسلم کا ذکر کہ شامل
ہوں تو اور کتابیں کس شمار میں ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہی کہ دو سو دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ کا کیا تو جو کچھ
ہم کہتے ہیں وہ ثابت ہوا اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ زہرا نے بدون قبضہ کے دعوی کیا حضرت زہرا نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے تا کہ وہ بدون قبضہ کے
دعوی کرتیں تم جانتی ہو کہ خلفاء ثلثہ جیسے جاہل تھے مسائل دین سے اور غلطیاں کہاتے تھے ایسے ہی حضرت فاطمہ بھی ہونگی جنکے گھر میں سے احکام دین جاری ہوں ایسی بات کو نجانیگی
اور ابوبکر سے فاطمہ بلا شک زیادہ عالمہ تھیں چنانچہ کنز العمال میں کہ روایت ثقلین میں لکھا ہی اور ایسے ہی جواہر العقدین میں مستدرک سے لکھا ہی کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ

ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم یعنی اور نہ سکہاؤ تم انکو کہ تحقیق وہ زیادہ سیکھے ہوئے ہیں تم سے پس معلوم ہوا کہ منظور یہاں حضرت فاطمہ کی خطا ثابت کرنی ہے کہ بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کیا
اور ہبہ تو بدون قبضہ کے البتہ صحیح نہیں ہے لیکن یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اُسپر نہ تھا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے کارندے اُسپر تھے وہ ابوبکر نے اُٹھا دئیے اور تیری کتابونکی
روایت جو کہ زید کیطرف منسوب ہے اُس میں بھی یہی ہے کہ کہنے زید سے کہا کہ انتزع ابو بکر یعنی چھین لیا ابوبکر نے اگر فاطمہ زہرا کے قبضہ میں نہ تھا تو چھینا کیونکر چھینا تو اُسکو کہتے ہیں کہ کسیکے
پاس کچھ چیز ہو اور دوسرا زبردستی سے اُسکے پاس سے لے سو قبضہ حضرت فاطمہ کا فدک پر ثابت ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ فدک بالاجماع تادم والپسیں حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں تھا
اور آپکی زندگی میں حضرت زہرا کا دخل اُسپر نہیں ہوا یہ بالکل غلط ہے اور اگر اسپر اجماع ہوگا تو ناصبیوں کا ہوگا شیعہ تو اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں اور اس دغاباز کے جھوٹ کو
تو دیکھو کہ لکھتا ہے کہ مورخین طرفین بلکہ محدثین فریقین اسپر متفق ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر اس قول میں یہ سچا ہوتا تو جیسے کہ شیعونکی
کتاب ارشاد کا حوالہ دیا ہے کہ ہبہ بدون قبضہ کے نہیں مانا جاتا ہے تو اس بات کا حوالہ بھی شیعونکی کسی کتاب سے دیتا کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا لیکن یہ کہاں ہے اگر کسی کتاب میں
ہوتا تو لکھتا لیکن ایک جھوٹ بات مجمل لکھدی کہ مورخین طرفین اور محدثین فریقین اسپر متفق ہیں اور تباہ کیا اسکو مولوی عبدالعزیز صاحب کے پیروی نے انکی دروغ اور افترا کے لکھنے پر
اعتماد کرکے یہی لکھدیا ہے اور روایت مشکوٰۃ جسکی روایت عمر بن عبدالعزیز سے ہے وہ تو ہم لکھ چکے کہ موضوع ہے اور اسی قیاس پر دوسری روایت ہے اور اُس میں جو لکھا ہے کہ ابناء سبیل کے
واسطے فدک کو حبس کیا تھا سو حبس کی معنی کچھ وقف کی ہی نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں اُسکو ابناء سبیل کے واسطے روک رکھا ہو اور بعد اُسکے وہ حضرت فاطمہ کو ہبہ کرکے دیدیا ہو اور مناظرہ کا
یہ دستور نہیں ہے کہ آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے یہ نہایت عاجزی ہے خصم کے مقابلہ میں کہ اُسکا خصم تو اُسکی کتابوں کا حوالہ دیوے جو کہ اُسکے مسلمات میں سے ہیں اور یہ اُسکے جواب میں اپنے
ہی مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے اگر نصاری سے مناظرہ ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتاب میں تین خدا لکھے ہیں اُسکو تسلیم کرنا چاہئے اور یہاں معترض کی مسلمات میں سے کوئی ایسی
بات نہیں ہے کہ جسکی سبب سے اعتراض نہو سکے اُسکا تو اعتراض یہ ہے کہ دعوی ہبہ کا کیا اور بدون قبضہ کے ہو نہیں سکتا کہ بدون قبضہ کے دعوی کرنا کام جاہلوں اور بیہودوں کا ہے اور یہاں جو کہ
دعوی کرنیوالے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ہیں کہ محال ہے کہ بدون قبضہ کے وہ دعوی ہبہ کا کریں اعتراض معترض کا قائم ہے اور اول تو تمہاری کتابوں میں بصراحت یہ نہیں ہے
کہ حضرت صلعم نے فدک کو ابناء سبیل پر وقف کر دیا تھا بلکہ اُس میں حبس کا لفظ ہے اور حبس ضرور نہیں ہے کہ وقف ہی کو کہتے ہوں اور دوسرے یہ کہ یہ روایت ہی معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ سب اہلسنت
لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک فقراء اور مساکین اور ابناء سبیل پر تقسیم ہوتا تھا اور اسمیں تخصیص ابناء سبیل کی ہے اسواسطے یہ روایت باطل ہے اور تیسرے یہ کہ یہ روایت سنیونکی کتاب کی ہے
ہمپر حجت نہیں ہو سکتی اسلیئے یہ اعتراض دفع نہیں ہو سکتا اور ہبہ بدون قبضہ کے البتہ درست نہیں ہے لیکن یہاں ایسی صورت نہیں ہے کہ دعوی بدون قبضہ کے ہو اور شیعہ تو اُس وقت
ساکت ہوں جسوقت جواب شافی اور صحیح اہل سنت سے سنیں لیکن اہل سنت کے پاس جواب اسکا نہیں ہے اور جو لکہ جواب ہے وہ یہ ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن بجائے خود سنیوں کی بات
اُنکا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لیے گذارش دیگر ہے **مجاج السالکین** جو کتاب معتبر امامیہ ہے اور نیز دیگر کتب امامیہ میں روایت ہے جسکا اسجگہ فقط مضمون ہی لکھ دیتا ہوں عبارت بعینہا
انشاء اللہ آیندہ مرقوم ہوگی اُسکا مضمون یہ ہے کہ جب ابوبکر صدیق نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ اُنسے رنجیدہ ہو گئیں اور بولنا ملنا چھوڑ دیا اور پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ نہ بولیں تو یہ بات بڑی
دشوار معلوم ہوئی اسلئیے یوں چاہا کہ اُنہیں راضی کیجئے سو اُنکے پاس جا کے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپکا دعوی سچا ہے پر کیا کروں میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ تمہارے خرچ کے موافق تمہیں دیکر اور عاملوں کی مزدوری دیکر جو کچھ بچتا تھا اُسے فقراء اور مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم فرما دیتے تھے تب اُنہوں نے فرمایا تو
اچھا ویسی طرح کرتے رہو جس طرح سے میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ تو میں قسم کہاتا ہوں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے
ویسی ہی کئے جاؤنگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا قسم ہی کہاتے ہو کہ اسطرح ہی کروگے تب آپنے پھر مکرر عرض کی کہ قسم خدا کی میں اسطرح کرونگا اسپر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا نے یوں فرمایا کہ خدایا تو گواہ رہ تو وہ بات پر راضی ہو گئیں اور عہد لیلیا اور حضرت ابوبکر صدیق اُنکا خرچ دیکر باقی کو فقراء اور مساکین اور ابن سبیل کو دیدیا کرتے فقط سنئے کہ حضرت
ابوبکر صدیق کا یہ عذر کرنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اسلئیے آپکے حوالہ کرنے میں معذور ہوں اور پھر حضرت فاطمہ کا اسمیں کچھ انکار نکرنا بلکہ یوں فرمانا کہ اچھا
یوں ہی کئے جاؤ اور پھر اُسپر خوشی سے راضی ہو جانا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تادم والپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قبض تصرف تھا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا
قبضہ نہیں ہوا تھا **اقول** یہ روایت جو مجاج السالکین کے لکھی ہے شیعوں میں تو کوئی کتاب مجاج السالکین نہیں ہے تا کہ یہ روایت اسمیں ہو یہ افترا نصر اللہ کابلی کا ہے کہ یہ واقعہ دل سے
اپنے جی سے جوڑ کر لکھا ہے اور ایک جھوٹ بنا کر لکھدیا ہے کہ شیعونکی مجاج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعونکی مذہب میں اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور نصر اللہ کابلی ہی سے
مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے اور شاہ صاحب کی پیروی سے اس شیخ نے لکھا ہے اور وہ عبارت جو مجاج السالکین کی مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھی ہے وہ یہ ہے
ان ابابکر لما رأی فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها صدقت یا بنت رسول الله فیما ادعیت ولکنی رأیت

رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یؤتی منہا قوتکم والصانعین بہا فقالت افعل فیہا کما کان ابی رسول اللہ یفعل فیہا فقال لک اللہ علی ان افعل فیہا ما کان
یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقالت اللہم اشہد فرضیت بذلک واخذت العہد علیہ وکان ابوبکر یعطیہم منہا قوتہم ویقسم الباقی
فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل اور ترجمہ اسکا ایسے قریب ہے جو اس شیخ نے کیا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ نصر اللہ کابلی نے تو تمام منہاج السالکین ہی لکھا تہا اور شاہ صاحب نے تو اسپر ہی اکتفا کیا سوائے منہاج السالکین کے
دیگر کتب معتبرہ امامیہ بہی لکھدیا جسوقت اہل سنت عاجز ہوئے امامیوں کو جواب دینے سے تو یہ تجویز کی کہ کوئی کتاب شیعوں کے نامزد کرکے اسطرح سے لکھ دینا چاہئے کہ زبان انکی
بند ہو لیکن جہوٹ سے کیا کام نہیں چلتا ہے آخر کو ظاہر ہی ہو جاتا ہے اور جو کچہ اس روایت دروغ کتاب دروغ پر بنا کرکے لکہا ہے وہ سب باطل ہے اور تادم باز پسیں حضرت رسول خدا
کے پاس فدک ہرگز نہیں رہا ہے بلکہ وقت وفات حضرت کے فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تہا اور ابوبکر نے آنسے چہین لیا تہا اور اگر حضرت فاطمہ کے قبضہ میں فدک نہ ہوتا تو وہ معصومہ دعوی
ہبہ کا نہ کرتیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہے جب قبضہ نہ ہو تو پہر دعوی کیسا تہا اور جو شخص کہ کہتا ہے کہ فاطمہ کا قبضہ تو کبہی نہ ہوا تہا اور صرف دعوی انہوں نے ہبہ کا کیا وہ شخص حضرت
فاطمہ کو خاطی مقرر کرتا ہے عداوت سے **قال الشیخ الاشعری** پس حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دعوی ہبہ میں تکذیب نہیں کی تصدیق ہی
کی لیکن قانون شرعی کے موافق عمل کیا تاکہ آپ حق دینے کے وبال سے اور حضرت فاطمہ ناحق لینے کے عذاب و نکال سے محفوظ رہیں اور یا اسلئے جو گواہ طلب کئے تو اسی نظر سے طلب کئے
ہوں کہ اگر گواہ ہوں تو یہ بات ثابت ہو جاوے کہ واقعی فدک رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تو کو بسبب عدم قبض کے انکی ملک میں نہیں آیا لیکن پہر اولی یہی ہے کہ حضرت
فاطمہ زہرا کے حوالہ کیا جاوے پر اسکو کیا کیجئے کہ شہادت اپنی نصاب کو نہ پہنچی اور بیجہ دعوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو انکو حوالہ نہ کیا تو اسکی وجہ انشاء اللہ آگے مذکور کیجائیگی امیدوار
باید بود مگر شاید کسی شیعہ منصف کو یہ خلجان ہو کہ ابوبکر صدیق کی یہ احتیاط کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ میں ہی اور ہبہ بہی حضرت فاطمہ کیلئے وہی شرط قبض و تصرف
ملحوظ رہی کچہ بہلی کو نہیں لگتی بلکہ از قبیل دغا و فریب معلوم ہوتی ہے رسول اللہ صلعم کا تو اشارہ بہی کافی تہا آپکا قول اور دونکا فعل تام بہی برابر نہیں ہو سکتا سو اس وہم کو خدا
ہی دل سے کہوے تو کہوے یہ اسی قسم کا وہم ہے جو ہنود و یہود اور نصاری اور مجوس کے دل میں بہ نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خوارج کو بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہٹکتا ہے
ان گروہوں کو بہی یہی گمان ہے کہ یہ دعوی رسالت و امامت جو ان دونو صاحبوں سے منقول ہے کہ ایک نیا طلبی کا ڈہنگ تہا کچہ بہلی کو نہیں لگتا بلکہ از قبیل دغا و فریب معلوم ہوتا ہے بدگمان
و وہم کی دوا تو نہیں لقمان کے پاس ہو و وہ تو نا اہل عقل و اہل انصاف بات سے کہکر ہر کسیکا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف دیدہ ہائے دراز زبان سے بات کہنے بجز اسکے کہ اپنا
مغز خالی ہو اور کچہ حاصل نہیں ہے تا انکا علاج تو دور ہے یہاں صحیح حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان نہیں چلتا پر یوں سمجہکر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل بہی ہوتا
ہے مولوی صاحب سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علمائے شیعہ ایک ہی سانچے کے ڈہلے ہوئے ہیں **اقول** اگر ابوبکر نے دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تکذیب نہیں کی بلکہ انکے
دعوی کو سچا جانا ہے تو پہر فدک انکو کس واسطے نہ دیا اور گواہ کیوں طلب کئے خلیفہ صاحب تو جانتے ہی تہے کہ یہ سچی ہیں اور جسوقت حاکم کو علم ہو مدعی کے صدق کا تو حکم کر سکتا ہے اور یہاں
تو دو گواہ بہی ہو گئے ایک تو خود خلیفہ صاحب کہ حضرت فاطمہ کو اس مقدمہ میں راست گو جانتے تہے اور پہلے سے انکو ہبہ کا علم ہوگا ورنہ راست گو انکو کیونکر جانتے اور دوسرے گواہ حضرت
علی ہیں مع ام ایمن کے پہر حضرت فاطمہ کو فدک کیوں نہ دیا اور اگر ابوبکر حضرت فاطمہ کو راست گو جانتے تہے تو گواہ انسے کیوں طلب کئے گواہ تو اسیواسطے طلب کرتے ہیں کہ مدعی کی دعوے
میں احتمال صدق اور کذب دونوں کا ہوتا ہے واسی لئے شارع نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے اور جسوقت حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو تو پہر کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنے کی خصوصاً
جسوقت کہ حاکم خود ہی مدعی علیہ ہو البتہ اگر مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اسکے اطمینان کے واسطے حاکم مدعی سے گواہ طلب کریگا گو مدعی کی صدق کو جانتا ہے تو مضائقہ
نہیں ہے اور اگر حاکم ہی مدعی علیہ ہو اور مدعی کی صدق کا علم بہی رکہتا ہے تو اس صورت میں اگر حاکم مدعی کو نہ دیوے تو بڑا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو کیا احتیاج ہے
اور جسوقت کہ ابوبکر حضرت فاطمہ کو سچا جانتے تہے تو پہر ابوبکر کو دینے کا اور فاطمہ کو لینے کا عذاب و نکال کیوں تہا اسکی کیا وجہ ہے اور اگر وہ ابوبکر کے نزدیک راست گو نہیں تو پہر گواہ
کے طلب کرنے کی کیا احتیاج تہی کہ جو کہ حکم دینے والا تہا وہی مدعی علیہ تہا اور مدعی کو راست گو بہی جانتا تہا اور اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ انپر تہا تو واہل دینے میں کیونکر تہیں اور
اگر اولی تہیں تو بے طلب گواہوں کے بہی اولی تہیں گواہوں کے طلب کرنیکی کیا احتیاج تہی پس معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اسپر تہا اسواسطے آنسے گواہ طلب کئے اور اگر قبضہ نہ ہوتا تو گواہ طلب
نکرتے بلکہ ویسی ہی جواب دیتے اور آیندہ بموجب دعوی کے نہ دینے کی وجہ لکہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالی اسکو رد کرینگے اور ابوبکر نے نہ دینے کی البتہ بڑی احتیاط کی ہے باعتبار دنیا کے کہ
فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مال چہین کر آپ اس سے متمتع ہوئے اور دین کو تو اپنے تباہ ہی کیا ایسی مظلومہ کا مال ضبط کرکے اور ابوبکر کی احتیاط قبض و تصرف میں کہ نہ تہی او نہ ابوبکر کو کچہ حاجت
قبض و تصرف کا ہوا اور نہ ابوبکر نے شرط قبض و تصرف کی کی یہ تو ابوبکر کے مرید اپنی طرف سے ایک بات بنا کر کہتے ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تہا اور نہ کسی غیر کے دلمیں یہ کہٹکا
ہے اور گواہ جو ابوبکر نے طلب کئے ہرگز خیالی دغا اور فریب سے نہیں ہے اور خلجان تو تمہارے دلمیں ہے اور یہ سمجہ لو کہ حضرت ابوبکر صدیق یار غار حضرت کے انکی دختر نیک کی نسبت ایسا

کیوں کرتے کہ اس سیدہ صغریٰ کا حق دبا بیٹھے یہ تو دل کو نہیں لگتا ہے یہ تو انپر بہتان ہی معلوم ہوتا ہے سو اس ہم کو خدا ہی اس کو طعن دینے تو کہو یہ کیسی فہم عقل و ہم ہے جو یہ اور یہ اور نصاری
اور مجوس کے دلمیں بہ نسبت رسول خدا صلعم ہے کہ یہ شخص عرب کا رہنے والا نہ لکھا ہے نہ پڑھا ہے یہ کیسا پیغمبر ہو گیا یہ بات تو ان کے نہیں گئی تھی بلکہ از قبیل غبا و فریب معلوم ہوتی ہے سو
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس + اہل عقل و اہل انصاف سے بات کہکر ہر کسی کا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف دریدہ دہان دراز زبان سے بات کہنے سے بجز اسکے کہ اپنا
مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوتا انکا علاج تو درہ ہے یہاں حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان سے کام نہیں چلتا پر یوں سمجھا کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل
بھی ہوتا ہے اس شیخ نجدی سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علما اہل سنت ایک ہی سانچہ کے ڈھلے ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اپنا مافی الضمیر عرض کرتا ہوں جناب ہم
اگر یہ ماجرا اور یہ سرگزشت بالکم وکاست اسطرح ہو جسطرح شیعہ گاتے پھرتے ہیں اور بفرض محال حضرت ابوبکر صدیق نے گواہ طلب کیے تو اول تو اسکی وجہ کیوں گواہ طلب کیے مذکور
ہوتی ہے دویم انشاء اللہ اور وجہ بھی معلوم ہو جائیگی لیکن درصورتیکہ یہ مقدمہ کسی وجہ سے ہو گواہ طلب کرنیکے قابل ہو تو بلاشبہ پھر گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہتے ہیں تو مفت کا
درد سر تھا سو علما شیعہ ہی فرمائیں کہ گواہوں کے کیا مقدار کلام اللہ میں بیان فرمائی ہے اور اسمیں پھر کسیکی کچھ تخصیص بھی ہے کہ فلانے قسم کے آدمی ہوں تو پھر کچھ اس علاوہ اس کیفیت کے
ضرورت نہیں معہذا صدق نیت حضرت ابوبکر صدیق پر یہ بات گواہ ہے کہ انکی خلافت میں جو حضرت عثمان نے انسے یہ بات کہی کہ میں نے مرض وفات میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ
واکمل التحیات سے حکم کے بلانیکی اجازت لی ہے تو انہوں نے انسے بھی گواہ طلب کیا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بزعم شیعہ کاوش بھی
تھی تو حضرت عثمان سے تو بزعم شیعہ سنی محبت و موافقت و دوستی ہی تھی پھر کچھ دینا ہی نہیں پڑتا تھا شیعہ مذہب تھے جو تقیہ کا احتمال ہو پھر حضرت عثمان سے انہوں نے گواہ طلب کیے
تو کیوں کیے یہ باتیں کمال دیانت و استقامت پر دلالت کرتی ہیں لیکن شیعہ اپنی عداوت سے ناچار ہیں کینہ نے انکا قلب تیرہ و تار کر دیا ہے حق و باطل کی تمیز نہیں ہے اچھی باتوں کو
برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں اسکا جواب ہماری طرف سے چھ سو برس پہلے شیخ سعدی کہہ گئے ہیں ع چشم بداندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر **اقول** جو کچھ شیعہ اس مقدمہ
میں کہتے ہیں بیشک واقعی اور اسیطرح سے ہے اسواسطے کہ فریقین کی روایتیں اسپر دلالت کرتی ہیں اور عجیب تر کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہوا ہے کہ ابوبکر نے گواہ طلب کیے اور پھر کہنا ہے
یہ شیخ کا بفرض محال یہ بھی عجیب ماجرا ہے اور جو وجہ گواہوں کے طلب کرنیکی پہلے اس سے لکھی ہے اسکو تو ہم باطل کر آئے اور جو کہ بعد اسکے لکھیگا اسکو بھی ہم رد کر دینگے اور گواہ تبھی جب مقدمہ میں
کہ ضرورت ہوتی ہے وہاں البتہ گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہئیں اور گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقدار میں ہوتی ہیں اور تخصیص بھی کسیکی نہیں ہے ہمنے سب تسلیم کیا لیکن اس مقدمہ
میں تو گواہوں کی احتیاج ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ اس مقدمہ میں مدعی حاکم کے نزدیک اس دعوی میں صادق ہے اور مدعی علیہ خود حاکم ہی ہے پھر گواہوں کی طلب کرنے
کی کیا وجہ ہے گواہ تو مدعی سے اسوقت طلب کیے جائیں کہ جسوقت مدعی کا قول احتمال صدق اور کذب کا رکھتا ہو اور تم خود کہتے ہو کہ ابوبکر نے اس دعوی میں حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور ہمنے
بھی انکا صدق ثابت کر دیا ہے اور یا گواہ اسوقت طلب کیے جاتے ہیں جسوقت کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اس صورت میں گو حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو لیکن واسطے اطمینان مدعی علیہ
اور دفع تہمت کے گواہوں کو طلب کریگا اور یہاں یہ بات نہیں ہے بلکہ مدعی علیہ اس مقدمہ میں خود حاکم ہے اور مدعی کے صدق کو جانتا ہے طلب کرنا گواہوں کا اسے نہ چاہیے بلکہ چاہیے کہ بدون طلب
گواہوں کے موافق مرضی مدعی کے حکم دیوے اور اگر حکم نہ دیگا تو ظالم ہو جاویگا اور اگر عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے اجازت حکم کے بلالینے کی لی ہے اور ابوبکر نے عثمان سے
گواہ طلب کیے اول تو یہ روایت تمہاری کتابوں کی ہے ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جیسے رسول خدا صلعم نے حکم کو نکال رکھا تھا ایسے ہی ابوبکر اور عمر نے اسکو نکال رکھا تھا
اور عثمان نے اپنے زمانہ میں اسکو بلا لیا تھا اس مقدمہ میں اسپر طرح طرح تشنیع ہونے لگی تو سواد کے کہنے سے علما نے طرح طرح کی روایتیں اس پر سے طعن کے دفع ہونیکو بنائیں کسی روایت میں تو
ہے کہ عثمان نے حضرت سے مرض الموت میں حکم کے بلالینے کا اذن حضرت سے لے لیا تھا اور بعضی میں ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں حضرت سے سرگوشی کی تھی اس سرگوشی میں اذن لے لیا
ہوگا اور بعضی روایت میں ہے کہ ابوبکر اور عمر سے اذن لینے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ لا اسیطرح سے روایات کثیر لوگوں نے وضع کر کے لکھی ہیں عثمان پر سے طعن کے دفع کرنیکو
اور ہم عثمان کے ذکر میں سب کو رد کر آئے ہیں سو یہ سب روایتیں موضوعی ہیں اور ہمنے فرض کیا کہ عثمان نے ابوبکر سے کہا ہوگا اور گواہ جو عثمان سے طلب کیا تو سبب اسکا یہ ہے کہ ابوبکر کو عثمان کی بات کا اس
مقدمہ میں اعتبار نہ تھا کہ ابوبکر جانتے تھے کہ اس نے ہرچند جناب رسول خدا صلعم سے اجازت چاہی ہے مگر حضرت نے اجازت نہیں دی ہے اسکو جو رغبت اسکے بلانیکی ہے سو یہ ایک بات
جھوٹ بنا کر کہتا ہے اسواسطے گواہ طلب کیے ہونگے اور عثمان کے افعال ایسے نامناسب تھے کہ زمانہ خلافت میں کہ اسوقت میں تو ضروری ہے خلیفہ کو کہ اتقا اور عدالت اختیار کرے وہ اسوقت بھی
بد افعالیوں سے باز نہیں آتے تھے یہانتک کہ حضرت عائشہ محدثہ اہل سنت عثمان کے حق میں فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احراق المصاحف زمانہ خلافت کا یہ حال ہے اور قبل
زمانہ تو انکی خلافت کا تھا معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں افعال انکی کیسی ہونگے کہ ابوبکر نے انکی بات کا اعتبار نہ کیا اور گواہ انسے طلب کیے اور حضرت فاطمہ کا یہ حال ہرگز نہ تھا جسکی شان میں
خدا تعالی فرماتا ہے یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اور رسول خدا صلعم پر افترا کرنا اور کہنا کہ مجھکو حضرت نے فدک ہبہ کیا ہے اس سے زیادہ اور کیا رجس ہوگا اور عثمان سے تو ابوبکر کی سعد دوستی تھی

تھی اگر تھی تو عمر سی تھی اور سوا ابوبکر کے سب جانتے تھے کہ عثمان نے ہر چند چاہا لیکن حضرت نے حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی اگر ابوبکر بمجرد کہنے عثمان کے قبول کر لیتے تو لوگ بدنام کرتے ابوبکر کو کہ رسول خدا صلعم نے تو حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی ابوبکر نے عثمان کے کہنے سے کیسے بلا لیا یہ وجہ ہوگی گواہوں کے طلب کرنیکی اور یہ امر ابوبکر کی دیانت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ لوگوں کی بدنام کرنیکے خیال سے عثمان کے دعوی کو قبول نکیا اور شیعہ جو ابوبکر سے عداوت رکھتے ہیں ابوبکر نے شیعوں کی کوئی جاگیر ضبط نہیں کی ہے بلکہ ابوبکر نے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروت ہوتی ہے اسواسطے ابوبکر کو اچھا نہیں جانتے اور یہ دستور اہل سنت کا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور اچھی بات کو برا جانتے ہیں اور بری بات کو اچھا جانتے ہیں اور عیب کو ہنر سمجھتے ہیں قال الشیخ الاشعری باقی یوں کہنا کہ گواہ ثبوت دعوی کے لئے ہوتے ہیں اور جب مدعی کی طرف سے خاطر جمع ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گواہ طلب کیے جائیں تو اسکا جواب یہی ہے خدا کو ذمہ ہے کیونکہ خدا ہی نے علے الاطلاق یہ حکم دیا ہے کہ بدون دو گواہ اعتبار نکیا کرو یہ قانون سنیوں نے نہیں گھڑ لیا بہرحال خداوند کریم نے اہل بیت یا اصحاب یا کسی ولی یا عالم کا استثنا نہیں کیا سنیوں کو تو خدا کے اتباع سے کام ہے شیعہ بھی اگر اتباع خداوندی کریں تو منہ نہیں بنا سکتا ہے گر یہ بات نہوتی تو سنی یہ حکم کاہیکو مانتے کہ ابر کے دن اگر کوئی شخص چاند دیکھے اور اسکی گواہی بسبب تنہائی یا اتہام فسق و فجور قاضی قبول نکرے تو لازم ہے سب شریک حال رہے اور روزہ رکھے یا ابر و غبار میں محاق کی دو صورت کے اعتبار سے اگر کبھی انتیسویں کا چاند ہو تو انتیسویں کو افطار کر لیا کریں علی ہذا القیاس صلحا اور علما یا صالحات عورتوں کی گواہی میں قید لغو جاتی بلکہ جن کفار کا صدق مقال تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور بہت سے مسلمان نام کے زیادہ مسلمان نکلتے ہیں انکا کہنا خواہ ایک ہو یا زیادہ قبول ہوا کرتا بالجملہ اس سے میں نے اطمینان کا اعتبار نہیں پابندی قوانین منظور ہے تاکہ امتحان عبودیت ہو خود مختاری ہو جائے ہاں حکمت اور مصلحت اس قانون میں البتہ یہی ہے کہ ثبوت حق ہو جایا کرے سو اگر راستی پر حکام وقت کے چھوڑا جاتے تو اول تو اندیشہ روئی رعایت دوسرے ہر کسیکو یہ دعوی ہو سکتا ہے کہ میں بھی قابل اطمینان ہوں پس جیسا چاہو ویسا انتظام ہو نے حکام مقرر کئے جاتے ہیں وہ صلح اور انتظام تو درکنار البتہ فساد اور جنگ و جدال کی توقع ہے اسلئے قانون کلی مقرر کر دیا جسمیں اکثر مصلحت مد نظر رہا کی بائو سو برخلاف اسکے اگر کسی صورت میں کبھی مصلحت کو رہ یا بہی جائیگی تو اسکا اعتبار نہوگا الغرض وہم کہ حضرت فاطمہ کے صدق مقال کو بالاتفاق شیعہ و سنی بالاتفاق قائل ہیں پھر کیا ضرورت ہوئی ہے گواہ طلب کئے گئے اسکا البتہ گواہان سے حضرت فاطمہ کے طرف سے بدگمانی ٹپکتی ہے یا پابندی کی بو آتی ہے بسبب کوتاہ فہمی کے پیدا ہوتا ہے یہاں فہم والوں کو اس کلام میں دم سے کلام نہیں معہذا سبب یہی ہے کہ مدار بزرگی طاعت خداوندی پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں حق فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک اللہ کے نزدیک زیادہ تعظیم و تکریم اُسی کی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو تو اس صورت میں لازم ہے کہ ان قوانین کی رعایت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت کرے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب اور اسکی آپکے دل میں زیادہ جگہ ہو سو حضرت ابوبکر صدیق کا گواہوں کا طلب کرنا بقرینہ آیۂ مذکورہ موجب انبساط خاطر مبارک حضرت زہرا رضی اللہ عنہا ہوا ہو گا پھر نہ معلوم شیعہ کیوں اڑے مرتے ہیں وہی مثل ہے کہ مدعی مدعی علیہ تو راضی ہو گئے پر قاضی جی راضی نہیں تھے اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ گواہوں کا جھوٹا جاننا لازم نہیں آتا انکی گواہی کی موافق حکم نہ دینا کچھ اور ہے جبتک کہ شہادت اپنی مقدار کو نہ پہنچے یعنی دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتیں اس صفت موصوف نہوں تب تلک حاکم کو جائز نہیں کہ انکے کہے کی موافق مدعی کی ڈگری کرے اگرچہ کیسے ہی معتبر کیوں نہوں اور انکے کہنے سے کتنی ہی تسلی کیوں نہو جائے سو اس حکم نہ دینے اور ڈگری نکرنے کو کوئی نادان ہی یوں سمجھے تو سمجھے کہ گواہوں کی تکذیب ہے ہاں صورتیکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایک مقدمہ میں موافق مدعی کے متفق اللفظ ایک بات کہیں تو پھر بجز عدم اعتبار گواہاں کے کوئی صورت ڈگری نکرنے اور مدعی علیہ سے قسم لینے اور مدعی کی دعوے کے نہ سننے کی نہیں شیعوں کے کہے موافق اگر اس روایت کو ہم تسلیم بھی کر لیں تو ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن گواہی نصاب مذکور کو نہیں پہنچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی ملکر بھی جیسا کہ جناب ممدوح آگے مولوی عمار علی صاحب بچہ لگاتے ہیں مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہیں پہنچتی کیونکہ دونوں صاحبزادے اس زمانہ تک بالغ نہ تھے سو اس گواہی کی موافق حکم نکرنے میں تو ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور انکے گواہوں یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جھوٹا جانا ہاں انکی استقامت شریعت اور اتباع ثابت ہوتی ہے لیکن نقصان فہم کو کچھ علاج نہیں بجز نفرت اصلاح انبیا سے بھی نہیں ہو سکتی ہم تو کسکے شمار میں ہیں مثل ہے حکایہ ہے کہ امام غزالی کی بعضی کتابوں میں کچھ ایسا لکھا ہے کہ احیاء حضرت عیسے علیہ السلام کو سہار کی طرف بھاگے جاتے تھے کسی نے عرض کی آپ ایسی قباحت کی اس طرف کیوں جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک دان آیا ہے اسنے عرض کی کہ پھر آپکو کیا اندیشہ ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں وہ کسیکے فیض صحبت یا برکت نصیحت سے زائل نہیں ہوتی الٹی اسیکا اثر پڑ جائے تو پڑ جائے فقط اور کسی نے سچ کہا ہے کہ شعر لکل داء دواء یستطب بہ الا الحماقۃ داء لادواء لہا ۔ یعنی ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ علاج ہے جس سے اسکے زائل ہونے کی تدبیر کیجاتی ہے پر حماقت ایسی بیماری ہے کہ اسکا کچھ علاج ہی نہیں اقول تعجب تھوڑی سی بات کو طول دیا ہے اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے اور ہم اس طول کو ایک مختصر بات سے رد کر دیتے ہیں کہ ہاں خدا تعالی نے گواہوں کا ایک قانون مقرر کر دیا ہے واسطے فیصلہ کے اور اس میں کسیکی تخصیص نہیں ہے نیک ہو یا بد ہو لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اور جس وقت کہ مدعی علیہ خود حاکم ہی ہو اور مدعی کو وہ جانتا ہے کہ یہ اپنے دعوے میں صادق ہے تو اس صورت میں اسکو کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو تو بجز طلب کرنیکے دینا چاہیے خدا تعالی تو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کو ادا کرو اور جس وقت

کہ حاکم کے نزدیک حق مدعی کا ثابت ہے تو پھر گواہوں سے اُسکو تحصیل حاصل کی کیا ثابت کریگا یا ثابت کرنا تو غیر کے واسطے ہوتا ہے اگر مدعی علیہ غیر حاکم کے ہے تو جسوقت خدا تعالیٰ قیامت کے روز
ابوبکر سے پوچھیگا کہ تو جانتا تھا کہ فاطمہ اپنے دعوی میں سچی ہے اور اپنا حق طلب کرتی ہے پھر تجھکو اُسپر قانون شرع کو جاری کرنیکی کیا احتیاج تھی وہ تو تجھہی سے طلب کرتی تھی اور تو اسکو
سچا جانتا تھا تو تونے اُسکا حق کیوں نہ دیا لیکن ابوبکر کی کسی طرح سے نجات نہیں ہے گواہوں نے بسبب قصور بینہ کے فاطمہ کو فدک نہ دیا اور دنیا میں بری ہو گئے لیکن نفس الامر میں اور نزدیک خدا
بری نہیں ہوئے پھر بھی غاصب کے غاصب ہی رہے ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلعم کے روبرو ایک مقدمہ پیش ہوا اور مدعی نے دو گواہ گذرانے تو حضرت نے موافق گواہی گواہوں کے مدعی کو حق
رکھا اور مدعی علیہ اس مقدمہ کو ہار گیا بعد اُسکے حضرت نے مدعی سے فرمایا کہ تو اگرچہ موافق قانون شرع کے مقدمہ جیت گیا ہے لیکن اگر تو نفس الامر میں بھی سچا ہے تو تیرے واسطے کچھ نہیں ہے
اور اگر تو نفس الامر میں جھوٹا ہے تو گو تو اب دنیا میں جیت گیا ہے لیکن بروز قیامت تجھکو دینا ہوگا اور اس مقدمہ میں تو ماخوذ ہوگا اور اگر مجبری ہو گیا ہے تو کیا ہے کل کو خدا کے سامنے
کیونکر بری ہوگا اور یہ قانون گواہوں کا اور قسم کا خدا تعالیٰ نے واسطے فیصلہ کے مقرر کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس قانون کی رو سے اگر حق والا ناحق ہو جائے تو خدا کے نزدیک بھی
وہ ناحق ہو سو حضرت ابوبکر بسبب کامل نہونے نصاب بینہ کے یہاں بری ہو گئے تو خدا کے نزدیک تو وہ بری نہیں ہیں کہ باوجود علم صدق دعوی فاطمہ کے فاطمہ کو حق نہ دیا بیشک دغصب کے
عیب سے ہرگز رہا نہوئے اور اگر حضرت فاطمہ کو خلیفہ صاحب فدک دیڈالتے جسقدر کہ عذر گواہوں کے طلب کرنے میں اس شیخ نے کئے ہیں ایک بات کا بھی ظہور نہوتا تو کسیکو اندیشہ رد و رعایت کا ہوتا
اور نہ صورت کوئی فساد کی تھی بلکہ لوگ یہ کہتے کہ ابوبکر کے ذمہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا اُسکو انہوں نے ادا کیا اور خیر یہاں تو اسوقت تعیین کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہوتا تو
البتہ شبہہ وہی رعایت کا ہوتا یا صورت فساد کی ہو سکتی تھی اور یہاں تو یہ صورت ہی نہیں ہے اور بیشک ابوبکر نے جو نہ دیا اور گواہ طلب کئے تو اسمیں گمانی اور ناسندی کی بو آتی ہے سمجھدار وں کے نزدیک
اور نادان وہ ہیں جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور ابوبکر نے ہرگز اطاعت خدا کی نہیں کی آدمی کو چاہئے کہ جسکا حق اپنے ذمہ ہے اسکو ادا کرے تاکہ خدا تعالیٰ کے مطیعوں میں محسوب ہو اور ابوبکر نے فاطمہ
زہرا کا حق نہ دیا باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکا دعوی سچا ہے تو وہ کیونکر خدا کے مطیع ہوئے اور اگر کسیکا حق کسی کے ذمہ ہے اور جس سے طلب کرتا ہے اسکو بھی اُسکے حق کا یقین ہے اور اس طلب میں اُسکو سچا جانتا
ہے تو چاہئے کہ وہ اُسکا حق ادا کرے بلکہ کیسے کہ تو اپنے حق کے گواہ لا ایسا دستور ہرگز نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق کے گواہ نہیں ہوتے ہیں لیکن جس سے وہ اپنا حق طلب کرتا ہے وہ اُسکو سچا جانتا ہے اور گواہ اُسکے
موجود نہیں ہیں تو چاہئے کہ اُسکا حق ضائع ہو جائے اور رعایت اس قانون کی حضرت فاطمہ کو اگرچہ مجبوب ہے لیکن یہ محل اس قانون کا نہیں ہے اور اگر قانون حضرت فاطمہ پر جاری کیا اور وہ اس قانون
کی رعایت کو صبر کر کے بیٹھ رہیں لیکن خلیفہ صاحب کو برات غصب سے پیش خدا نصیب نہیں ہوئی غاصب کے غاصب ہی ہے اور نتیجہ کیوں نہ ڈریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی دختر نیک اختر کا حق
ابوبکر نے غصب کیا اور قاضی حقیقی تو خدا تعالیٰ ہے ہم بھی دیکھیں گے کہ حضرت ابوبکر خدا تعالیٰ کو کیونکر راضی کرینگے جسوقت فاطمہ زہرا قیامت کے روز پیش خدا استغاثہ کریگی ؎ کیا قیامت ہوگی
جسدم کہیگی فاطمہ + اے خداوندی تری لوٹی گئی فریاد ہے + اور حضرت فاطمہ اور اُنکے گواہوں کے جھوٹا جاننے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے جو طلب کیا تو ابوبکر نے بدون گواہوں کے اُن کو دیا
اور بے گواہوں کے دینے کی وجہ علماء اہل سنت نے یہ لکھی ہے کہ جابر رسول خدا صلعم کے اصحاب میں سے تھے وہ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن اور حدیث سے اُنکا صدق ثابت کیا اسواسطے کہا
کہ علی اور فاطمہ مثل جابر کے بھی سچے نتھے اور علی کے واسطے تو لحاظ گواہوں کی مقدار کا ہوا کہ قصور نصاب بینہ کا سمجھکر اُنکی گواہی کو رد کیا اور جابر کے قول کو راست جانا اور حسنین
کا گواہ ہونا بھی اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے مولوی صاحب کا دروغ یہ نہیں ہے اور جسوقت حضرت علی کی گواہی کو اور ام ایمن کی شہادت کو قبول نکیا تو اُنکو جھوٹا ہی جانا اور مقدار
گواہوں کی نہونیکا تو ایک بہانہ تھا اسواسطے کہ بخاری کی شروح میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر کا جھوٹ نہیں کہتا ہے اور ابوبکر نے حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کو معتبر
نہ جانا کیا حضرت علی رسول خدا صلعم کے اصحاب میں سے نتھے اور بیوقوف تو تم ہو کہ حق بات کو جھوٹا کر دیتے ہو اور امام غزالی نے جو حضرت عیسیٰ کی نقل بیان کی وہ ظاہر ہے صادق آتی ہے کہ فیض
صحبت سے عقل مقبول نے اُنکو کچھ فائدہ نکیا علی الخصوص عثمان بن عفان کہ بقول عائشہ نعثل تھے اور نعثل احمق کو بھی کہتے ہیں تمام اہل سنت پر اُنکی حماقت کا اثر پڑا ہوا ہے **قال الشیخ**
الاشعری اور اگر باہمہ بیان واضح شیعوں کے دل کی کھٹک نہ نکلی اور حضرت صدیق جیسے صادق کی طرف گمان فاسد رہے تو لیجئے آپ زبان کو لگام دو اور اپنا کام کیجئے یہ روایت
کتاب منہج الکرامت میں جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف ہے موجود ہے انہوں نے سنیوں کی طرف سے جواب شافی وکافی لکھ رکھا ہے القصہ اہل سنت کو تصنیف تعصب ہوئی اور انہیں کی بلا انہیں کا سر وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا اور وہ روایت یہ ہے لما اعطت فاطمة ابا بكر فى فدك كتبت لها كتابا ورده عليها یعنی جب حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو
دربارہ فدک وعظ و پند کیا تو ابوبکر صدیق نے فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کے نام لکھکر فدک اُنہیں کو لوٹا دیا فقط دوستو جبکہ یہ روایت صحیح شیعوں کی ایسی معتبر کتاب میں جسکا نام منہج الکرامت
اور پھر تصنیف السید علامہ کی جسکا نام ابن مطہر حلی پائی جائے تو پھر سنیوں سے کیوں اُلجھتے پھرتے ہیں اس روایت کے قربان جائیے اس روایت نے تو شیعوں کو تین پانچ کے قابل نہیں رکھا اب تک
مولوی صاحب نے ہبہ اور میراث کا دعوی لکھا تھا وصیت یا بیع یا کسی عمل کی اُجرت کا احتمال باقی ہے سو ہماری طرف سے اسکی بھی اجازت ہے کہ اُنکی احتمالات جو ہیں سب طعن کریں کسی جید میں
سنیوں کا کچھ لحاظ نکریں اول تو اُنکو یہ ملگئی ہے دوسرے اُنکی لستی پر بندا ہے جہاں اس روایت کا پتا لگا دیا آگے بھی وہ کام چلاویگا **اقول** بیان واضح جس سے جواب شافی حاصل ہو تمنے اب تک

کچھ بھی بیان نہیں کیا یہ شیعوں کے دل کی گھبراہٹ کے نشان کھلا ابو بکر کی ہدایت سے بگمانی ہو بکر ور ہو کر جس نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا اور روایت سند میں ایسی لائی کہ
جیسے تو اس مقدمہ میں ابو بکر بھی پاطعن تھا اور اب ابو بکر اور عمر دونوں پر طعن ہو گیا اور روایت منہج الکرامت کی کیا خوب بیان کی کہ اول کا فقرہ توڑ کا بیان کیا اور آخر کا فقرہ ترک کیا مثل
لا تقربوا الصلوٰۃ کے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے لا تقربوا الصلوٰۃ پھر ہم نماز کیوں پڑھیں اور وانتم سکاریٰ پر نظر نہ کی ایسا ہی شیخ جی نے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس
کی پیروی سے کیا ہے آخر کا فقرہ منہج الکرامت کا چھوڑ دیا اور وہ روایت منہج الکرامت کی اس طرح ہے لما وعظت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب کتابا وردھا علیہا فخرجت من عندہ
فلقیہا عمر فخرق الکتاب یعنی جس وقت نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابو بکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھا ابو بکر نے واسطے فاطمہ علیہا السلام کے ایک نوشتہ فدک کا اور پھیر دیا اسکو فاطمہ پس باہر
نکلی فاطمہ ابو بکر کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے اس سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے وہ کاغذ جو کہ ابو بکر نے لکھکر فاطمہ کو دیا تھا اور اس روایت کے قریب اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایتیں ہیں اور
مولوی حسن صاحب کے نسخہ میں موجود ہیں روایت یہ کہ سبط ابن جوزی کی اور انسان العیون برہان الدین شافعی حلبی کی اور تاریخ آل عباس کی غرض یہ ہے کہ سنیوں اور شیعوں کی دونوں کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ ابو بکر نے کاغذ کو لکھا اور عمر نے اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور منہج الکرامت میں جو یہ روایت لکھی ہے سنیوں ہی کی کتابوں سے ماخوذ ہے بڑی شرارت تو اسمیں عمر کی ہے کہ حضرت فاطمہ کا ہتک کیا کہ
انکا کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابو بکر کی اہانت کی کہ انکے لکھے ہوئے کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابو بکر پر طعن دو بالا ہو گیا کہ ایک تو یہ کہ فدک حضرت فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو حضرت فاطمہ کا ہتک کیا اور
انکا کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابو بکر کی ہتک کی کہ اسکو لکھا ہوا کاغذ پھاڑ نے سے ایذا انکو پہنچائی تو اس پر راضی ہوا اور خاموشی اختیار کی اور اس فعل شنیع سے عمر کو منع نہ کیا اور اسکے کہنے پر عمل کر کے پھر دوسرا کاغذ نہ لکھا پس منہج الکرامت کے روایت کے
لکھنے سے کچھ فائدہ اس شیخ کو نہ ہوا بلکہ زیادہ طعن ہو گیا کہ یہ طعن انکے ہی سر پڑی وَکَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا اور دیکھو تو شیعوں کے الجھنے کی بات ہے کہ نہیں عمر نے
وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابو بکر نے اسکے فعل کو پسند کر کے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور شیعوں کو تمہیں پیچ کرنے کی بڑی گنجائش ہو گئی اور یہ بڑی شرارت کا تم نے کیا جواب دیا ہے جواب امور کا جواب
دیکھے اور منہج الکرامت کی روایت جو اہل سنت کے ملکی تو کیا حاصل ہوا بلکہ اور زیادہ اعتراض ہو گیا سو خدا تعالیٰ شیعوں ہی کی پشتی پر ہے نہ اہل سنت کی کہ اس روایت میں بھی شیعوں کو
سنیوں پر غالب کیا ہے اور اسی طرح آگے کو بھی شیعوں ہی کو غالب رکھیگا لیکن یہ شیخ ڈوبا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے بہروپ پر کہ انہوں نے منہج الکرامت کی روایت کا ایک ٹکڑا لکھا
تھا اور آخر کا فقرہ جس سے اور زیادہ طعن ہوتا تھا اسکو نہ لکھا اس نے بھی انکی پیروی سے ہی کیا اور اکثر جگہ شاہ صاحب کی پیروی کی ہے یہ جھوٹا شیر ہے قال الشیخ الاشعری ابن شنیع
کی بات ہے کہ مولوی صاحب ہر بات میں اپنی کتابوں سے جھوٹے ہوتے جاتے ہیں اور سنیوں کی کتابوں سے مات کھاتے جاتے ہیں یہاں تک تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا اور آگے اور انشاء اللہ
اور معلوم ہو جائیگا سو سمجھا ہے گزشتہ کے دروغ ہونے سے علاوہ اب جس بات کا جھٹلانا مد نظر ہے وہ یہ ہے کہ اول تو مولوی صاحب کا یہ طوفان دیکھئے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کا بیان لکھتے
لکھتے یہ جولانیاں پر آگئے کہ حضرت حسنین کو بھی ساتھ سان لیا یہ نہ سمجھے کہ الزام خصم کے لیے ضرور ہے کہ وہ بات لکھے جو اسکے نزدیک بھی مسلم ہو سو مسلم ہونا تو معلوم جو روایت کہ سنیوں کے نام لگا رکھی
ہے حضرت حسنین کا نام تو اسمیں بھی نہیں ہے اور اگر اپنی بہتانوں اور اپنی کتب خانوں کی بہروپ سے سنیوں کو الزام دیتے ہیں تو یہ الزام تو مثل فوارہ انہیں کے سر پڑیگا ورنہ یوں تو ہر بات ہر شخص بنا سکتا ہے
اقول مولوی صاحب کسی بات میں اپنی کتاب سے جھوٹے نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ تو ہی اپنی کتابوں سے جھوٹا ہوتا ہے کہ تیری جھٹلانے کو ہمنے اسقدر تیری کتابوں کی روایتوں کو بیان کیا ہے کہ ایک بلٹہ
روایتوں کی باندھ دی ہے اور تیری ہی کتابوں سے تجھکو مات دیئے جاتے ہیں ناظرین اس نسخہ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا اور منہج الکرامت کی روایت جو تو لایا ہے اس سے الٹی تیری اور بھی زیر
باری ہے اور جو کچھ تو آگے لکھیگا وہ بھی سب معلوم ہو جائیگا اور تیرا دروغ کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کا دروغ ہمنے بخوبی ثابت کر دیا ہے اور ہمارے مولوی صاحب کا کام طوفان لکھنے کا نہیں ہے
وہ دروغگو تو ہی ہے کہ اپنی روایتوں کا انکار کرتا ہے اور تجھکو اپنی کتابوں کی خبر ہی نہیں ہے دیکھ تو تیری کتابوں میں حسنین علیہما السلام کی گواہی لکھی ہے یا نہیں اگر تجھکو مناظرہ کا ڈھنگ یاد
نہیں ہے تو تو نے کسواسطے اسکا قصد کیا تو نے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیا ہوتا تب ہی کچھ کہا ہوتا دیکھ شرح مواقف میں موجود ہے فان قیل ادعت فاطمۃ انہ نحلہا ای اعطاہا فدک نحلۃ
وعطیۃ وشہد علیہ علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابو بکر شہادتہم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شہادۃ الولد
لا یقبل للوالد واحد الا عند اہل العلم اکثر العلماء اما علی وام ایمن فلقصورہما عن نصاب البینۃ ولعلہ لم یر الحکم بشاہد ویمین اما لانہ مذہبہ او لانہ ایضا اما مضیعا فی ذلک وقت حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعویٰ کیا فاطمہ نے کہ پیغمبر نے
رسول خدا صلعم نے اسکو فدک یعنی دیا ہے اسکو بطور بخشش کے اور گواہی دی اسپر علی اور حسن اور حسین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے کہ ام ایمن نے گواہی دی نہ ام کلثوم نے پس رد کیا ابو بکر نے انکی گواہی کو
پس ہو گیا ابو بکر ظالم کہیں گے ہم اسکے جواب میں لیکن حسن اور حسین مقبول نہوئی انکی گواہی فرع ہونے کی جہت سے کہ وہ فرزند تھے فاطمہ زہرا کے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کی جاتی کسی
ماں اور باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی کی واسطے اور وہ دونوں صغیر بھی تھے اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن انکی گواہی مقبول نہوئی اسواسطے کہ نصاب بینہ سے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور
دو عورتیں ہیں کم تھی فقط دیکھ تیری کتاب میں حسنین کا گواہ ہونا لکھا ہوا موجود ہے اب تجھکو شرمانا چاہئے اور اس دروغ سے توبہ کرنی چاہئے اور ہمکو اس سے کچھ کام نہیں ہے کہ تیرے نزدیک مسلم ہے یا نہیں
لیکن تیری کتاب کی روایت ہے اور یہی مشہور ہے کہ خصم کی الزام کو اسکی کتاب کی روایت لانی چاہئے اور تیری تو یہ چال ہے کہ جب جواب تجھ سے نہیں بن پڑتا ہے تو ناچار ہو کر تو اپنی کتابوں کا یا اپنی کتابوں کی

روایت کا انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ ہماری کتابیں بطور بیاضوں کے تصنیف ہوئی ہیں تیرا تو ڈھنگ ہی نرالا ہی اور حضرت فاطمہ کے دعوی ہبہ کی ایک ہی روایت نہیں ہے بہت سی روایتیں
ہیں کہ کتب متعددہ میں طرح طرح سے لکھی ہیں اور تو تو حسنین کی گواہی کا انکار کرتا ہی اور تفسیر کبیر میں تو ام ایمن کو اور مولائی سو رسولخدا صلعم کو گواہ لکھا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے وہ روایت لکھ آئے
ہیں کچھ حسنین علیہما السلام کے سوا اور بھی گواہ نکلے تجھکو خبر بھی ہی اہل سنت کی اور مولوی صاحب نے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی خط انکا موجود ہی دیکھ لے وہ تو یہی ہی کہ اپنی کتاب کی روایت
غلبہ تلاش کرتا ہی چنانچہ مشکوۃ کی ایک روایت صحیح کوئی اوراق میں بحا چلا آیا ہی یہ الزام مثل نقارہ کے تیری ہی سر پڑا ہی کہ تو ہمارے مقابلہ میں اپنی روایتیں لکھتا ہی اور باوجود دیکھنے اپنی لا کے تیری
لاتا ہی لیکن پھر بھی ہار جاتا ہی غلبہ تجھکو کسیطرح سے نصیب نہیں ہوتا **قال الشیخ الاشعری** دوسرے مولوی صاحب کا یوں قلم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نے تو جاگیر نامہ حضرت زہرا کے نام لکھدیا تھا
پر حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا مولوی صاحب نے کیا سمجھکر لکھا ہی یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے اگر لکھتے ہیں تو سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں اور اگر اپنی
کتابوں کے بھروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اسکا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی + سبحان اللہ ایسا مناظرہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا اپنے خوابوں کے بھروسے
دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں دوسرے منہج الکرامت کونسی سنیوں کی کتاب ہی شیخ ابن مطہر حلی کونسی سنی تھے یا حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی خالا کے بیٹے ہیں جو اتنا جملہ زائدہ یعنی پھاڑ
ڈالنے کا جملہ ہضم کر گئے مولوی صاحب تو نری ہی نفری ہیں شیخ ابن مطہر حلی انکے بھی پیشوا اور استاد ہیں اور متقدمین سابقین میں سے ہیں جو بات مولوی صاحب میں اتنے بھر ہوگی وہ انمیں من بھر
سمجھنی چاہئے اگر اسبات کا جھوٹا سچا کچھ بھی پتا ہوتا تو وہ موسوں کے بھا کر دکھاتے ہاں مجھ سی غلطی ہوئی بہت سے شاگرد رشید استادوں سے بڑھ جاتے ہیں شیخ ابن مطہر حلی میں ایک ذرا قعدہ رکھا تھا وہ
مایہ عقل تو رکھتے تھے پس چشم بد دور مولوی صاحب ان سے تو سو حصے بھی بہتر ہیں **اقول** مولوی صاحب نے کاغذ پھاڑ ڈالنا جو لکھا ہی وہ اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اور انکے خط میں وہ موجود ہے
کیا تیری آنکھوں سے وہ دکھلائی نہیں دیا اس خط میں لوگوں کے دھوکا دینے کو دیدہ و دانستہ تو انکار کرتا ہی لیکن ہمکو پھر لکھنا پڑا اور وہ یہ ہے کہ سبط ابن جوزی کہ علماء معتبرین اہل سنت میں سے ہی
اور صاحب تحفہ نے مطاعن عمر میں انکی روایت پر اعتماد کیا ہی وہ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ قال علی بن الحسین رضی اللہ عنہما جاءت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر
وھو علی المنبر فقالت یا ابا بکر افی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابو بکر باکیا ثم قال بابی ابوک وبابی انت ثم نزل فکتب لھا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ما ھذا فقال
کتاب کتبتہ لفاطمۃ میراثھا من ابیھا قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر عنہ الکتاب فشقہ حاصل یہ کہ کہا علی بن الحسین
رضی اللہ عنہما نے کہ آئی فاطمہ دختر رسولخدا صلعم طرف ابوبکر کے کہ جس وقت ابوبکر منبر پر تھے پس کہا فاطمہ نے کہ ای ابوبکر کیا کوئی نوشتہ آیا ہی خدا کے پاس سے کہ تیری بیٹی تو وارث تیری ہووے میں
اپنے باپ کی وارث نہوں پس روئے ابوبکر یہ سنکر پھر کہا کہ قربان ہوں باپ میرے تیرے باپ پر اور قربان ہوں باپ میرے تجھپر پھر اترے ابوبکر منبر سے اور لکھدیا فاطمہ کو فدک ناگاہ داخل ہوئے عمر اور کہا
ابوبکر سے یہ نوشتہ کیسا ہی ابوبکر نے کہا کہ یہ ایک نوشتہ ہے کہ لکھدی ہی میں نے فاطمہ کو میراث اسکے باپ کی طرف سے عمر نے یہ سنکر کہا کہ مسلمانوں پر تو کیا خرچ کریگا اگر فاطمہ کو فدک دیدیگا اور دیکھتا ہی تو
کہ عرب تجھسے جنگ کر رہی ہیں بعد اسکے عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا فقط اور ایسا ہی برہان الدین حلبی شافعی نے انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ آل عباس سے مفصل مولوی
صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہی اسمیں دیکھنا چاہئے اور یہ سب کتابیں اہل سنت کی ہیں اور پھر لکھتا ہی کہ سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں یہ بڑا دھوکا ہی اور ایسا ہی کوئی مکار ہوگا کہ دن
کو رات کہتا ہی اور حال یہ ہے کہ خط میں ان روایت کو دیکھ چکا ہی اور سنیوں کی کتابوں کا اسمیں نام لکھا ہی اور پھر صاف انکار کرتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا بلکہ اپنے
خوابوں کے بھروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں اس سے کوئی پوچھے کہ کیا مولوی صاحب نے کسی اپنی کتاب کی روایت کا حوالہ دیا ہی جو تو ایسا کہتا ہی اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے
سیرت سبط ابن جوزی اور انسان العیون اور تاریخ آل عباس کیا یہ کتابیں شیعوں کی ہیں ان لوگوں پر لعنت کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا ہی تو انکے قولوں کو نقل کر دیا ہی اور جس وقت کہ
تو اپنی کتابوں سے بھی آگاہ نہیں ہے تو پھر دوسری تو نے مناظرہ کی کیوں اختیار کی ایسے جاہل کا تو یہی جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور منہج الکرامت البتہ شیعوں کی کتاب ہے اور
علامہ حلی اسکے مصنف ہیں کہ وہ بھی شیعہ ہیں اور بہت علماء کو اہل سنت کے انہوں نے الزام دیے ہیں اور ابوبکر اور عمر کے عیوب انہوں نے تمام لکھے ہیں اور پھاڑ ڈالنے کا قصہ انہوں نے ہضم نہیں
کیا ہی بلکہ انہوں نے تو صاف لکھدیا ہی کہ ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا تھا عمر نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا چنانچہ ہم انکی عبارت کو پہلے قول میں ابھی لکھ چکے ہیں کہ قصہ
انہوں نے پھاڑ ڈالنے کا ضرور لکھا ہی مگر مولوی عبد العزیز صاحب انکی عبارت میں سے پھاڑنے کی قصہ کو ہضم کر گئے اور انکی پیروی تو نے بھی اسکو ہضم کیا اس سے پہلے جو فقرہ ہے اسکو
تو لکھا اور بعد اسکے جو قصہ کاغذ کے پھاڑ ڈالنے کا ہی اسکو ترک کر دیا لوگوں کے دھوکا دینے کو اور وہ روایت منہج الکرامت کی یہ ہی لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا ورد
علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فخرق الکتاب دیکھ تو انہوں نے پھاڑ ڈالنے کا قصہ لکھا ہی یا نہیں مولوی صاحب اور تو انکی عبارت میں سے واسطے دھوکا دینے کے پھاڑنے کے قصہ کو
اڑا دیں تو انکی کتاب میں سے تو نہیں اڑ سکتا ہی اور دیکھ تو کہ نفری مولوی صاحب اور تو پھیری یا نہیں کہ علامہ حلی علیہ الرحمۃ پر افترا کیا کہ انہوں نے یہ لکھا ہی اور ساری عبارت کو نہ لکھا اور
علامہ حلی نے جو یہ لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی کہ واسطے الزام دینے اہل سنت کے وہ کتاب انہوں نے لکھی ہی اور عقل ہی بری تو تو ہی کیا جیوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور سفاہت اور دنائت

تیری کلام میں سے ٹپکتی ہے اگر تو بھلامانس ہوتا تو بھلے مانسوں کی سی گفتگو کرتا معلوم نہیں تیری کیا ذات ہے اگر دو چار حرف تو پڑھ گیا ہے تو کیا ہوا ہے تاثیر اصل کی کہاں جا سکتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سادات تا تو تو نے مجھکو خوب ہی گفتگو کاری کی ہے جو بھلا کر ایسا بیہودہ کلام کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کے یہ شکایت باقی رہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بات تو بے گواہوں کے مان لی پر ستم یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسے معتبر گواہوں کے بھی نہ مانی سو اسکا اول تو جواب یہی ہے کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں کی ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا سو اس روایت کا سنیوں کی کتابوں میں نہ ہونا اور اسکا موضوع ہونا دیکھنے والوں پر انشاء اللہ تعالی بخوبی واضح ہو جائیگا اور اگر سنیوں کی کتابوں میں روایت پائی جائے یہ شکایت کرنی اپنی فہم و فراست کی خوبی بیان کرنی ہے اگر یہی الزام ہو تو کل کو سنی پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھ اور یہود اور نصاری کی توریت و انجیل محرف کی لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائیں گے اور اُن کتابوں کی باتیں مان جائینگے اور شیعوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہے ہندو یا سکھ بنجانے میں انکو کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاری کی ہم مذہب بن جانے میں انہیں کچھ زیان نہیں اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو بتلا دیتا کہ شیعوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان شتر گاو پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ مشابہت ہے اور سلنا کہ یہ روایت سنیوں کی اُن کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب دیتے ہیں کسی ایک دو نسخہ میں ہے بھی تو اول تو وہ کتابیں غیر مشہور اور غیر معتبر دوسرے وہ بھی شیعوں کا الحاق ہے چنانچہ تحقیقات مذکورہ بالا کو دیکھکر ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نہ رہیگا اور باینہمہ بہر وجہ طلب گواہان معلوم ہو چکی ہے اُسکے ملاحظہ سے آپ واضح ہو جائیگا کہ حضرت جابر کا قصہ یعنی ایسے مال کا بے شاہد دیدینا جو ایسوں ہی کے دینے کے لیے ہے اور قسم کا ہے اسکو حضرت فاطمہ زہرا کے قصہ کے ساتھ جسمیں بے تحقیق دینے میں اندیشہ حق تلفی فقراء و مساکین و ابن سبیل تھا کچھ نسبت نہیں جو اسکو اسپر قیاس کیا جائے معہذا گواہوں کا طلب کرنا قضیہ فدک میں ہو سکتا ہے کہ بوجہ خیر خواہی حضرت فاطمہ زہرا ہو **اقول** مولوی صاحب کی وہ شکایت ہے کہ اہل سنت سے اسکا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا ایک تو یہی عجز ہے اسکے جواب سے کہ لکھتا ہے یہ شیخ نجدی کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں میں ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا اور حال یہ ہے کہ جنہیں جس کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت موجود ہے انہی کتابوں کا انکار کرتا ہے اس دروغ کو دیکھنا چاہیے اور اس مکر اور فریب کی گفتگو کو دیکھنا چاہیے کہ یہ لکھتا ہے کہ روایت اگر ہوتی تو کم فہمی کی نزدیک شکایت تھی نہ فہیدہ لوگوں کی نزدیک اور یہ روایت ہرگز موضوع نہیں ہے اور کسی نے علماء اہل سنت میں سے اسکو موضوع لکھا ہے اور تمہارا دستور یہی نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ شکایت کریں ہم تو موافق روایات کتب اہل سنت کے شکایت کرتے ہیں کہ اُنکی کتابوں میں لکھا ہے اور اسی کو الزام کہتے ہیں اور اگر تمہارا یہی حال ہے تو تم کل کو پنڈتوں اور سکھوں اور یہود و نصاری سے بھی الزام کھاؤ گے کہ وہ تمکو تمہاری ہی کتابوں سے الزام دینگے اور شیعہ تو تمکو ان تمہاری ہی کتابوں سے کہ جو مثل پوتھیوں اور گرنتھوں اور توریت اور انجیل محرف کے ہیں تمکو الزام دیتے ہیں اپنی روایت کا تو وہ ذکر بھی نہیں کرتے جب تجھکو جواب نہیں آتا تو تنگ ہو کر ایسا کہتا ہے اور لکھا تو سب کی طرف تمہارا ہی ہے پنڈتوں اور پادریوں اور سکھوں سے سب سے تمکو کیا بلکہ تمہاری پیروں کو مناسبت اور مشابہت ہے اور اگر تو نے یہود اور نصاری اپنا نام شیعوں کا تقیہ کی راہ سے لکھا ہے تو یہ شعار انبیاء اور صحابہ کا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور شیعوں کا یہ دستور نہیں ہے کہ سنیوں کو مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیویں مولوی صاحب کا خاص موجود ہے اسمیں دیکھا کہ جو حوالہ ہے وہ سنیوں کی کتاب کا ہے اور نہ ہمنے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ تو ہی بے شرم اور بے غیرت ہے کہ ہمارے مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے اور مشکوۃ کی روایت موضوعہ کو دور تک گاتا چلا آیا ہے اگر یہی الزام ہوا تو کل کو شیعہ پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھ اور یہود و نصارا کی توراۃ اور انجیل محرف لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائینگے اور ان کتابوں کی روایت مان جائینگے اور سنیوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہے ہندو یا سکھ بنجانے میں انہیں کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصارا کی ہم مذہب بن جانے میں انہیں کچھ زیان نہیں چنانچہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا بتلا دیتا اور جسکو خواہش ہو وہ رسالہ تقیہ جناب مفتی محمد قلی خان طاب ثراہ کا اور جوابوں تحفہ اثنا عشریہ کو جو کہ علامہ دہلوی حکیم محمد مرزا صاحب نے لکھے ہیں ملاحظہ کرلے کہ سنیوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان شہور سے اشتر گاو پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ نسبت مشابہت ہے اور روایت دعوی ہبہ کی ایک دو نسخہ میں کیا بلکہ جن کتابوں میں اہل سنت کی ہے اور نام انکے پہلے اس سے ہم لکھ آئے ہیں اور بعضی انمیں سے گو ایسی ہوں کہ اس شیخ نے انکو نہ سنا ہو لیکن اکثر تو مشہور و معروف ہیں اور نہایت معتبر ہیں یہ شیخ بھی انکو جانتا ہے اور دیدہ و دانستہ انکا انکار کرتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ شیعوں کا الحاق ہے سو ہمتو کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس روایت کو انمیں داخل کیا ہے انپر اور انکے صاحب اہل مذہب پر لعنت کرو اور ہم بھی انپر لعنت کرتے ہیں اور جو کچھ اسنے اس مقام میں پہلے اس سے لکھا ہے ہم سب کو رد کر آئے ہیں اور گواہوں کے طلب کرنے کو بھی باطل کر آئے ہیں اور جو کچھ ابوبکر نے جابر کو بے طلب گواہوں کے دیا ہے اسمیں اور فدک میں کچھ فرق نہیں ہے جیسے فدک مال فقراء ہے اہل سنت کے نزدیک ایسے ہی وہ بھی ہے جو کہ جابر کو دیا ہے اور جو کچھ جابر کو دیا ہے اسمیں بھی اندیشہ حق تلفی فقراء کا ہے کہ اسقدر مال ہی جابر کو خاص کیا اور ان دونوں مالوں میں کسیطرح کا فرق نہیں ہے لا کلیکن گواہ چاہئیں دوسرے یہ کہ گواہ نہ چاہئیں اور ہمارا کلام تو اسمیں ہے کہ جابر کے تو دعوی میں تصدیق کی اور حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور اگر حضرت فاطمہ کی اس جہت سے تصدیق نہیں کی کہ فدک کو فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا کیا فاطمہ زہرا اس تقسیم کو نہیں جانتی تھیں کیا باوجود دیکھنے تقسیم کے دعوی ہبہ کا کیا اور حضرت فاطمہ کو اس تقسیم کی خبر نہ تھی ہو لیکن یہ دعوی جو کیا کہ پیغمبر نے مجھکو ہبہ کیا ہے کیا بدون ہبہ کرنے کے حضرت فاطمہ نے ہبہ کرنے کو اپنی جی سے جوڑ لیا تھا کیا ایسی نعوذ باللہ تھیں حضرت فاطمہ تمہارے نزدیک بڑی افسوس کی بات ہے اور ابوبکر کو کیا

خبر تھی اُسکی جسکو کہ حضرت فقرا پر تقسیم کرتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ اُسکو اپنی وفات سے پہلے ہی حضرت نے فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو لیکن ابوبکر نے اسقدر تو خیال کیا ہوتا کہ فاطمہ جو وجہ سے
طلب کرتی ہے کیا اپنے باپ پر افترا کریگی اور جھوٹا دعوی اپنے باپ کی طرف منسوب کرکے دوزخ کو اختیار کریگی بلکہ یہ خیال چاہئے تھا کہ تہیں یا ہی ہوگا مگر مجھکو اسکی خبر نہیں ہوئی ہے لیکن ابوبکر
کو تو فدک کا دینا ہی منظور نہ تھا اور اگر فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کی تھی تو پھر کیوں نہ دیا اور گواہ کس واسطے طلب کئے مدعی علیہ تو خلیفہ صاحب خود ہی تھے اگر کوئی اور مدعی علیہ تھا تو گواہ انکو طلب
کرتے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی تصدیق ہی نہیں کی انکے مرید دعوی تصدیق کا کرتے ہیں اور جابر کی البتہ تصدیق کی اور اگر ابوبکر نے حضرت فاطمہ کی تصدیق بھی کی اور ہم بھی اور
سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابوبکر فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں سچا جانتے تھے لیکن عمداً جان بوجھکر انکو نہیں دیا اور گواہوں کا بہانہ کیا اور اگر ابوبکر کو دینا منظور تھا تو بے طلب گواہوں کے
کے دیدیتے اور گواہوں کے طلب کرنے میں خیر خواہی حضرت فاطمہ کی ہرگز نہ تھی بلکہ محض حق تلفی تھی یا ایک بہانہ تھا اور اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو بمجرد دعوی کے فدک کو فاطمہ کے حوالہ کر دیتے
فاطمہ کو راست گو جانکر اور گواہوں کی تکلیف نہ دیتے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی ہرچند معلوم ہو چکی ہے بنا انصافوں سے کام پڑا ہے اسلئے مکرر عرض ہے کہ باتفاق شیعہ و
سنی اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ تا دم بازپسین فدک رسول اللہ صلعم ہی کے قبض تصرف میں رہا پھر جب ابوبکر صدیق کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ متروکہ انبیا وقف ہو جاتا ہے اور بے قبض مفید
ملک نہیں تو اسمیں تو کلام ہی نہ تھی کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہرا کی ملک تو نہیں پھر جو گواہ طلب کئے جائیں تو اسلئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تحقیق ملکیت مد نظر تھی جو کسی نادان کو یہ شبہہ ہے کہ ہاں اگر یہ
حضرت فاطمہ کی بات تو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور جابر کی خبر بے گواہوں کے سنے اور بے تکرار مسلم ہو جاسکے اور کوئی احتمال نہیں کہ شاید گواہوں کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس جانب
پایا جاوے کہ فدک کو حضرت زہرا ہی کو دینا چاہئے اب کوئی عاقل غور کرکے فرمائیں کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی کی بات ہے یا دشمنی اور بدخواہی کی مگر مولوی صاحب کی عقل تو
ماتھ نشین ہے اوندھی ہی بات سمجھتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہرا کا اعتبار نہوا **اقول** تفصیل تمہاری ہو چکی ہے اور انصاف تم ہو کہ ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت ہو چکا ہے تم پر کچھ بچ بچا کے
بچے چلے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ باتفاق شیعہ و سنی کہ بنا تمہارا محض دروغ ہی دروغ لکھتے چلے جاتے ہو سوا دروغ نویسی تمہارا کچھ کام نہیں ہے اور دروغ سے اجتناب نہیں کرتے ہو جو یہ کہ جاتے ہو کہ خدا سچا کا دو لعنت کرتا ہے
شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فدک تا دم بازپسین جناب رسولخدا صلعم قبض تصرف میں رہا اگر راست گو ہو تو کسی کتاب شیعہ کی حوالہ دیا ہوتا بلکہ خلاف اسکا ثابت ہے اور ابوبکر کو ہرگز یہ معلوم نہیں تھا
کہ متروکہ انبیا وقف ہوتا ہے بلکہ ایک روایت اپنے دل سے گھڑ لی تھی کہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور فرض کیا ہم نے کہ متروکہ انبیا کا وقف ہوتا ہے لیکن فدک جناب رسولخدا کا متروکہ نہ تھا
وہ تو حضرت فاطمہ کا مال تھا کہ انہوں نے اپنی ملکیت کا دعوی اسمیں کیا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر قبض تھا ابوبکر نے از راہ سینہ زوری اسپر اپنا قبضہ کر لیا تھا اور جسوقت فاطمہ کا قبضہ ہی تھا
تو وہ ملک انکی کیونکر نہوگی اور ابوبکر نے گو بظاہر ملک فاطمہ ہونے کی جہت سے ہی طلب کئے تھے اور گواہ کس لئے ہوتے ہیں اور یہ ایک بہانہ تھا ابوبکر کا گواہوں کا طلب کرنا ورنہ گواہوں کی کچھ احتیاج نہ تھی اسواسطے کہ دعوی
ابوبکر پر ہی تھا کسی اور پر نہ تھا کہ ابوبکر گواہوں سے اسکا فیصلہ کرتے اب میں پوچھتا ہوں کہ ابوبکر کی ذمہ کسیکا حق تھا ہوگا اور وہ شخص اپنے حق کا طالب ہوتا ہوگا اور ابوبکر اسکو اس دعوی میں سچا بھی
جانتے ہونگے تو اُس سے گواہ ہی طلب کیا کرتے ہونگے اور یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اور اگر گواہ طلب کیا کرتے ہونگے تو بڑی حق تلفیاں کیا کرتے ہونگے اور مال لوگوں کے مارتے ہونگے اسواسطے کہ اکثر
گواہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہیں جب گواہ موجود نہوئے تو جواب دیدیا اور اس امر کو تو اہل سنت ابوبکر کی نسبت ہرگز قبول نکرینگے جب اسکو قبول نکرینگے تو فاطمہ زہرا کو جھوٹا ٹھیرائینگے کہ وہ دعوی
اپنی دروغگوئی اسواسطے گواہ انسے طلب کئے اور حضرت جابر جو راست گو تھے انسے گواہ طلب نکئے اور جسوقت ابوبکر جانتے تھے کہ فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے رسولخدا کو میں اور سب آدمیوں نے
دیکھا ہے اور فاطمہ کے قبضہ میں کبھی نہ آیا نہیں ہے تو وہ کونسا ایسا گواہ عقل و دین کا دشمن ہے کہ اشارہ نبوی کی بابت میں گواہی دیگا اسکو علم تو ہے اس امر کا کہ یہ فاطمہ زہرا کی ملک نہیں ہے
اور خلاف اپنے علم کے گواہی دیگا کہ یہ حضرت فاطمہ کی ملک ہے اور حضرت صلعم نے فاطمہ کو یہ ہبہ کیا ہے جسکی طمع میں ابوبکر نے گواہ طلب کئے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت
کے نزدیک اصحاب رسول مقبول صلعم بھی جھوٹی گواہیاں دیا کرتے تھے کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر ہی موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا اور فاطمہ کا اسپر
کبھی قبضہ نہیں ہوا اور باوجود اسکے ابوبکر نے گواہ طلب کئے اسبات کے حاصل ہونیکی کہ کوئی اشارہ نبوی اس جانب کو پایا جائے اور وہ گواہ ہبہ کی گواہی دیدیں تو جھوٹے ہی گواہی ہونگے
اور ابوبکر کو بھی علم تھا کہ یہ گواہی دینگے تو جھوٹی ہی گواہی دینگے ہائے یہ کیسا عذر ہے بیجا کہ بخاطر ابوبکر حضرت زہرا کو اور ابوبکر کو اور سب ہی کو فاسق و فاجر ٹھیرایا اہل سنت نے حضرت فاطمہ کو تو اسواسطے
کہ حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا اور جھوٹے گواہ پیش کئے اور ابوبکر کو تو وہ معاصی اسواسطے مقرر کیا کہ ابوبکر کو منظور ہوا کہ فاطمہ کے لوگ جھوٹی گواہی دیویں اور سب ہی کو اس جرم میں اسواسطے سا
کہ وہ جھوٹی گواہی دیا کرتے تھے خصوصاً حضرت علی کہ باوجود علم اس امر کے کہ فقرا پر یہ تقسیم ہوا کرتا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر کبھی قبضہ نہیں ہوا اور پھر جھوٹی گواہی دیدی کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو
ہبہ کیا تھا اور پھر لکھتا ہے اسکو کہ یہ حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیر خواہی تھی برعکس نہند نام زنگی کافور حضرت فاطمہ کے حق کو غصب کرنیکو دوستی اور خیر خواہی فاطمہ کی لکھتا ہے اور نہ طلب
کا اعتبار کیا اسکو ٹھیرایا ہے بیشک جابر کا تو اعتبار ہوا ہے ابوبکر کو اور یہ جو لکھا ہے کہ فاطمہ کا اعتبار نہوا یہ بات تو اہل سنت کی کتابوں سے لازم آگئی تھی اسواسطے لکھا ہے اور فاطمہ کا تو ابوبکر کو
دینا ہی منظور نہ تھا اگر دینا منظور ہوتا تو گواہ کیوں طلب کرتے انسے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حضرت جابر کے نزدیک بیشک احتمال تھا کہ ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اگر

میں رسول اللہ صلعم نے انسے وعدہ کیا تھا اور پھر انکو اُس وعدہ کے موافق نہ دیا جائیگا تو ایک گونہ خلاف وعدہ رسول اللہ صلعم کیطرف عائد ہوگا اور یہ خلاف وعدگی ہر چند بمجبوری تھی کیونکہ تادم آخر رسول اللہ صلعم کے پاس مال بحرین آیا لیکن تاہم شان نبوت بہت رفیع ہے اور بہ مرتبہ نبوت بہت ہی کسکی نبوت اس مرتبہ رفیع پر تا ہمی قصور نا زیبا ہے خصوصاً یہ لحاظ کیا جاوے کہ حیات النبی صلعم و روضۂ مبارک میں زندہ اور حضرت ابوبکر بمنزلہ ادا وعدہ آپکے کارکن اور مال بحرین موجود اگر واقع میں عدۂ موعود میں آیا ہے اور در صورت طلب گواہاں حضرت جابر کے پاس گواہ نہ نکلے کیونکہ کچھ ضرور نہیں کہ کسیکے سامنے ہی وعدہ کیا ہو تو اس صورت میں لا ریب غالباً قلوب کے نزدیک خلاف وعدہ بجانب رسول اللہ صلعم عائد ہوگا القصہ بمقتضاء احتیاط ایسے امر میں یہی ہے کہ بے طلب گواہاں انکا مطالبہ پورا کیا جاے اگر وعدہ واقعی تھا فبہا ورنہ کچھ نقصان نہیں آخر وہ مال صحابہ ہی پر تقسیم ہوتا بخلاف فدک کے کہ اسکے دینے میں لاریب رسول اللہ صلعم کی نافرمانی نظر آتی تھی بسبب قبضہ مستمر رسول اللہ صلعم دم آخر فدک مملوک رسول اللہ صلعم تھا اور جب آپکی وفات ہوئی تو وہ بمقتضائے حدیث ما ترکناہ صدقۃ کے جسکی تحقیق کا ہم وعدہ کرکے چلے آتے ہیں اور اب انشاءاللہ تعالیٰ بہت ہی قریب اسکا ذکر آتا ہے وقف ہو چکا تھا کسی بیٹا بیٹی یا بھائی برادر بیوی باندی کا اسمیں حق تھا پھر اسکو کسیکے دعوے کے باعث دینا اُس حدیث کے مخالف عمل کرنا ہے **اقول** یہ وعدہ کا جو ڈھکوسلا نکالا ہے نہ ابوبکر کے ذہن میں تھا اور نہ کسی نے لکھا ہے اور بخاری کے شارح نے تو جابر کے دینے کی وجہ جو لکھی ہے تو یہ لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹ نہیں کہتا ہے اور آنحضرت اس لکھنے ہی پر تو ہمارا اعتراض ہے اور یہ وعدہ کا جملہ جو آپنے بیان کیا ہے خارج از بحث ہے لیکن ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ جابر کو جو لکھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اسواسطے اس سے گواہ طلب نہ کئے اور فاطمہ سے گواہ طلب کئے کیا وہ جھوٹی تہیں اسکا کیا جواب ہے اور اگر ابوبکر نے وعدہ ایفاء کے واسطے جابر کو دیا یہ امر ثانی ہے یہ بھی خوب بات ہے کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان اور بخاری کے شارحین تو جابر کو لکھتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اور یہ انکی خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا احتمال نکالکر جواب دیتا ہے کہ ہر خبر جھوٹی نہیں ہوتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اس سبب سے جابر کو دیا تو یہ احتمال تو حضرت فاطمہ کے دعوی میں بھی ہو سکتا ہے پھر کیا وجہ ہے جابر کو دیا اور فاطمہ کو نہ دیا اور یہ جو وعدہ نکالتے ہیں یہ ہرگز اپنے موقع پر نہیں ہے اور کسیطرح سے خلف وعدگی حضرت پر لازم نہیں آتی خلف وعدگی تو اُس وقت تھی کہ جب وقت مال بحرین حضرت کی زندگی میں آتا اور پھر حضرت جابر کو نہ دیتے اور نہ کسیطرح کا قصور حضرت کی طرف عائد ہوتا ہے جسقدر اس عذر میں لکھا ہے سب بیجا ہے بے سند اور بے دلیل اور وہ کونسا الزام ہوگا جو اس صورت میں لوگ کہیں گے کہ بلا ریب خلف وعدہ حضرت کی جانب عائد ہوگا اور خلف وعدہ تو اُسوقت تھا کہ وہ حضرت زندہ ہوتے اور مال بحرین حضرت کے سامنے آیا ہوتا اور پھر جابر کو اسمیں سے نہ دیتے ایسا احتمال تو اسوقت حضرت فاطمہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے کہ اگر واقع میں انکو حضرت نے دیا ہے اور میں انسے گواہ طلب کروں اور گواہ بہم نہ پہنچیں تو فاطمہ کی حق تلفی ہوگی اور جیسے احتیاط جابر کے دینے میں تھی ایسی ہی حضرت فاطمہ کے دینے میں تھی اگر انکو ہبہ کیا تھا تو فبہا ورنہ کچھ نقصان ہی نہیں آخر وہ سب تقسیم ہوتا تھا فاطمہ ہی کو دیا ہوتا اور فاطمہ کے دینے میں کونسی نافرمانی رسول خدا صلعم کی تھی انتہا کار یہی کہ اگر فاطمہ زہرا کے حصہ سے وہ زیادہ تھا تو اسکو اوروں سے بخشوا لیتے جیسی کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجۃ الکبریٰ کی خیبر میں بخشوالی تھیں یقین ہے کہ کوئی بھی اسمیں عذر نہ کرتا اور قبضہ جناب رسول اللہ صلعم تادم آخر ہرگز ثابت نہیں ہے اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کی حضرت کی متروکہ کے مقدمہ میں ہے اور جو چیز کہ حضرت نے اپنی زندگی میں کسیکو دیدی ہو وہ حضرت کی متروکہ میں داخل نہیں ہے اور اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کو ہم رد کر دینگے اور بیٹا بیٹی کا حق اگر متروکہ میں حضرت کے نہیں ہے بدلیل روایت موضوعہ کے تو اُس چیز میں سے تو انکا حق زائل نہیں ہوتا ہے جسکو اپنی زندگی میں کسیکو دیدیا ہے **قال الشیخ الاشعری** گر مولوی صاحب کی مذہب میں جمع اشارات نبوی پر چلے اور رسول اللہ صلعم کا ایفاء وعدہ اداء قرض کا بی وصیت خیال رکھیں اُس سے برا کوئی نہیں آپ عمل نہیں کرتے پھر جو عمل کریگا وہ آپ برا لگیگا اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے اور مال بحرین آیا تو انہوں نے یہ منادی کرادی کہ اگر کسیکا کچھ قرض رسول اللہ صلعم کے ذمہ ہو یا رسول اللہ صلعم نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسکو دینگے ادھر یہ اور پھر بے دستاویز بے گواہ دینا شروع کیا چنانچہ حضرت جابر نے اسی منادی کے باعث یہ ندرہ کمائی اثبات کیلئے دلیل کامل ہے کہ ابوبکر صدیق کو حق تلفی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خطرہ بھی نہیں گذرا چہ جائیکہ کوئی چیز بالیں کسی عاقل کے تصور میں آسکتی ہے کہ جو شخص فقط اس خیال پر کہ مبادا رسول اللہ صلعم کے ذمہ کسیکا قرض رہ جائے یا آپ کی بات میں فرق آجاے بے تحقیق پھیلا کا منہ کھولدے ایسا کھلا ہوا حق پھر وہ بھی جگر گوشۂ رسول اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے دبا بیٹھے علاوہ برین آپ کھایا نہ انہو کو کھلایا بلکہ بدستور قدیم اہل بیت و مصارف مقررہ میں صرف کیا اور منفعت دنیا کی ملامتیں اور بار عذاب آخرت سر پر لیا کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ ابوبکر جیسے ہوشیار کو کہ جسکی ہوشیاری کی قسم کھائی غصب کرنا بھی نہ آتا تھا **اقول** ہماری یہ گفتگو ہی نہیں ہے کہ ابوبکر نے جابر کو کیوں دیا اور ایفاء وعدہ کیوں کیا سوال دیگر جواب دیگر اسکو تو ہم مذموم ہی نہیں کہتے ہیں اور نہ اسکو ہم برا جانتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جابر نے جو ابوبکر سے کہا کہ مجھ سے رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ مال بحرین آئیگا تو میں تجھکو اسقدر دونگا سو حضرت کے زمانہ میں تو وہ مال آیا نہیں اب آیا ہے اسمیں سے تم مجھکو دو ابوبکر نے بمجرد بیان جابر کے جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُس سے طلب نہ کئے اس امر کے کہ تم سے حضرت نے کب فرمایا تھا سو صحیح بخاری کے شارحین لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے جو بے طلب گواہ جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُن سے طلب نہ کئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے صحابی تھے اور صحابی جھوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن و حدیث سے اصحاب کا حضرت کے صدق ثابت کیا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتے اسپر ہم کہتے ہیں کہ فاطمہ کا مرتبہ کیا جابر کے برابر بھی نہ تھا کہ اُس مظلومہ کے قول کا ابوبکر نے اعتبار نہ کیا اور گواہ انسے طلب کئے کیا فاطمہ جھوٹی تھیں کہ ابوبکر نے انکی کہنے پر عمل نہ کیا سو اسکا جواب دیتا نہیں ہے اور ایفائے وعدہ حضرت کا کفارہ کر دیا کہ اگر جابر کو نہ دیتے تو حضرت کے وعدہ میں

نرق آتا اور ہم ایفائ وعدہ پر اعتراض نہیں کرتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کیا پیغمبر خدا کی سارے اصحاب اہل سنت کے نزدیک ایسے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے تو اُن کو قرآن اور حدیث کے دارد ہی جہت جابر سے گواہ طلب کئے اور فاطمہ کیا جابر کے برابر بھی نہ تھیں صدق میں جو اُنسے گواہ طلب کئے اسکا جواب کچھ نہیں ہے اور اسکے سوا و طرح طرح کی باتیں بنائی ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ مال بحرین جو ابوبکر نے منادی کر کے جس کسیکا حضرت کے ذمہ ہے وہ آکر لیوے تو تعجب تو یہی ہے کہ جس نے مانگا اُسکو دیا اور جب فاطمہ نے اپنی حق کا دعوی کیا تو اُنکو اُنکا حق نہ دیا اور گواہ اُنسے طلب کئے اور دیدہ و دانستہ حق تلفی اُس مظلومہ کی کی مقصود تو ابوبکر کا یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کو فدک نہ دوں گو سارے دنیا کی آدمی جو جابیں مجھ سے لیجائیں و رجابر کو دیدیا دلیل ہدبی ہو سکتی حضرت فاطمہ کے حق تلفی نہ کرنے کی اپنی مصلحت ہے ہر امر میں جسکو دینا مصلحت سمجھی اُسکو دیا اور جسکو دینا مصلحت نہ سمجھی اُسکو نہ دیا ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے یہ سب احتمالات رکیکہ ہیں اور احتمالوں سے کام نہیں چلتا ہے جو امر کہ وقوع میں آیا اور روایات اہل سنت اُس پر دلالت کرتی ہیں وہ احتمالوں سے رفع نہیں ہو سکتا ہے کہ ابوبکر ایسا تھا اور ایسا نہ تھا اور اُس نے یہ کیا اور یہ کیا بہر و حق تلفی کیوں کرتا یہ سب عذر بیجا ہیں اور ابوبکر کی ہوشیاری میں کیا شبہ ہے جو کام انہوں نے کیا وہ بیوقوفی سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ بھی اچھا کیا اور وہ بھی اچھا کیا لیکن اہل بیت علیہم السلام سے نہایت بیمروتی کی +

قال الشیخ الاشعری اور ان سب کو جانے دیجے ایسا فرق لیجے کہ اہل عقل حضرت ابوبکر کی فہم و عقل پر آفرین و علماء شیعہ کی کج عقلی اور بلادت طبع پر نفرین کریں فرق یہ ہے کہ دعوی ہبۂ فدک جو حضرت زہرا سے بزعم شیعہ ظہور میں آیا تو سنیوں کے طور پر تو حدیث صحیح ما ترکناہ صدقہ کے جسکا عنقریب انشاء اللہ تعالی ذکر آتا ہے معارض و مخالف تھا اور شیعوں کے طور پر استحقاق ورثہ نبوی کے منافی و رد دعوی جابر کی کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض و مخالف نہ تھی کیونکہ جس مال میں سے اُن کو دیا گیا وہ مال کسیکا ترکہ نہ تھا اور نہ کوئی حدیث اور نہ آیت اسکے بیان تصرف کے دینے بیت المال یا وارد ہوئی تھی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تھا سو حضرت جابر بہر طور اُسکا استحقاق رکھتے تھے **اقول** اب ہم سے اسکا جواب لیجے کہ اہل عقل شیعوں کے فہم و عقل پر آفرین اور اہل سنت کی بلادت طبع اور کج عقلی پر دلالت کرے اور فرق کچھ بھی نہ پایا جاوے اسواسطے کہ دعوی ہبہ فدک موافق روایات کتب کثیرہ اہل سنت کے حضرت زہرا علیہا السلام سے جو وقوع میں آیا وہ روایت موضوعہ ما ترکنا صدقہ کے ہرگز معارض اور مخالف نہ تھا اسلئے کہ حضرت زہرا رسول خدا صلعم کے متروکہ میں سے جو کہ حضرت کا مال تھا اور بعد انکے وہ حضرت نے چھوڑا تھا اُسمیں سے نہیں چاہتی تھیں تو موافق روایت موضوعہ کو وہ کہے مال فقراء کا تھا اور موافق حکم الہی مال حضرت کے کے وارثوں کا تھا حضرت زہرا تو اپنا مال چاہتی تھیں جو کہ جناب رسول خدا صلعم نے اپنی زندگی میں اُنکو دیکر قبضہ اُنکا اُسپر کرا دیا تھا وہ مال حضرت کے متروکہ میں سے نہ تھا اور روایت مذکورہ اس امر پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت نے بعد اپنے اپنا مال چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے نہ یہ مال اسواسطے کہ وہ روایت موضوعہ اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ جو کچھ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے اپنا مال یا غیر کا مال وہ سب صدقہ ہے بلکہ جو کچھ کہ حضرت کا مال ہے وہ صدقہ ہے نہ غیر کا مال اور اگر کسی غیر کا مال حضرت کے پاس مستعار یا امانت رکھا ہو یا کسیکا مال حضرت کے مال میں ملا ہوا ہو وہ کیونکر حضرت کے متروکہ میں داخل ہوگا اور فدک تو ایسا بھی نہ تھا بلکہ وہ حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا چنانچہ دلالت کرتی ہیں اسپر روایات کتب اہل سنت کی مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں وہ حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا لیکن معارض روایت موضوعہ مذکورہ کے کیونکر ہوگا کہ اُس روایت میں تو حضرت کے متروکہ کا ذکر ہے نہ حضرت فاطمہ کے مال کا اور جابر کو دینے پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں ہے کہ اسکو کیوں دیا جابر کے مقدمہ میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اُنکا صدق قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ بمجرد دعوی کے اُنکو دیدیا اور گواہ اُنسے طلب کئے اور فاطمہ کو جابر کے برابر بھی راست گو نہ سمجھا کہ اُنسے گواہ طلب کئے سو اسکا جواب اہل سنت سے حاصل ہی نہ ہوا **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی اہل عقل پر ظاہر اور باہر ہے کہ گواہ تعارض کے رفع کے لیے ہوتے ہیں اور ایک جانب راجح کر دیتے ہیں اسواسطے وہ متخاصمین کے رفع مخاصمہ کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جس صورت میں کوئی خبر یا دعوی بلا مزاحم عقلی یا نقلی یا خبری یا عیانی کے پایا جاوے اور مخبر اور مدعی بھی مومن مسلمان ہو تو پھر حکم نبوی یہ ہے کہ ظنوا بالمومنین خیرا اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ اگر دو چار گھڑی کیلئے ہی سہی عقل مستعار لیکر اس فرق میں غور فرمائیں تو اس فرق کے مان جائیں کچھ کلام نہیں ورنہ ایسے ہی ایسے عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یاد نہ ہونے کلام اللہ کے یہ خطاب ان تک نہیں پہنچا تو یہ بشارت ہم ہی کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو اب اور التماس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر تقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت جابر سے گواہوں کا نہ طلب کرنا چنانچہ روایات صحاح میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال جیسے حضرات شیعہ فرماتے ہیں تحقیق میں وقوع میں آیا ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی کمال فہم اور نہایت اطاعت و اتباع رسول صلعم پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دو باتیں معیوب ہیں تو مولویصاحب ابوبکر صدیق پر با ینوجہ طعن کریں معذور ہیں اور لاجرم طاعیان ابوبکر صدیق مصیب اور باجور ہیں لیکن اس صورت میں بڑی تعریف کی بات یہ ہوگی کہ فلانا ایسا گدھا ہے اور سراپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتائے روزگار ہے دروغ وبے دیانتی میں شہرہ پر گوشہ و بام ہے اس صورت میں ہمکو مولویصاحب کی تعریف کرنی لازم ہے مگر ظلم تو سر ست بن نہیں آتی ملازمان مولویصاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ عنایت فرماکے یہ قدر قلیل نثر ہی قبول فرمائیں **اقول** اسکا جواب تو ہم اوپر کے قول میں پہلے لکھ حضرت جابر کے دینے میں ہمکو کچھ کلام نہیں ہے ہمارا تو مطلب ہی اور ہے جیسا کہ گذرا اور یہ جو لکھا ہے کہ متخاصمین کی رفع مخاصمت کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور دعوی جب بلا مزاحم ہو سو ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا حال بھی مثل جابر کی ہے اور اُنکے دعوی کا کوئی مزاحم نہیں ہے اسواسطے کہ انہوں نے متروکہ رسول خدا میں جو کہ حق فقراء تھا اُسکا دعوی نہیں کیا تھا کہ تم مجھکو اُسمیں سے دو بلکہ انہوں نے تو دعوی اپنے حق کا کیا تھا جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور سوائے ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ اُنکے دعوی کا نہ تھا یہاں تو کوئی صورت گواہوں کے طلب کرنے ہی کی نہ تھی جو حضرت فاطمہ نے طلب کیا اُنسے گواہ

دیدیا ہوتا کہ انکے مال کی مشغول الذمہ ہو رہی تھی اور اگر حضرت فاطمہ کو سچا نہیں جانتے تھے تو موجب ظن المؤمنین خیر کے گمان ہی راستی کا کرکے انکو فدک دیدیا ہوتا تعجب ہے کہ جابر کے
واسطے تو ظن خیر ہو اور حضرت زہرا جنکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی اُسکے واسطے ظن خیر بھی نہو اب التماس یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اگر دو چار گھڑی کو اپنی کسی سے عقل مستعار
لیکر غور فرمائیں تو کچھ فرق نہیں ہے اور اس فرق کے نہونے کو تسلیم کریں تو کچھ کلام نہیں ورنہ ایسے ایسے ہی عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے
یہ خطاب کان تک نہیں پہنچا تو یہ بشارت ہمیں کرتے ہیں جب بات یہانتک پہنچی تو اب اور الناس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر بقدر ریسہ واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت جابر گواہوں کا طلب
نکرنا چنانچہ روایات صحیحہ میں موجود ہے اور یہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے گواہوں کا طلب کرنا جیسا کہ کتب معتبرۂ اہل سنت میں لکھا ہے اور واقع میں تو وجیہ میں آیا ہے تو ابوبکر کی کمال بے انصافی اور
نافرمانی رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتا ہے اور مولوی صاحب ان دونوں باتوں کو نہ تو معیوب جانتے ہیں اور نہ انکی جہت سے طعن کرتے ہیں بلکہ ابوبکر کی بے انصافی سے ابوبکر پر طعن کرتے ہیں اور اس طعن کرنے کے
سبب اتباع اہل بیت معیوب ہے۔ ماجو ہیں اور اس امر میں کوئی مولوی صاحب پر اعتراض کریگا تو بڑی تعریف کی بات اسکی یہ ہوگی کہ فلانا بڑا گدھا ہے اور سرتاپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتا
روزگار دروغ اور بے دیانتی میں مشہور ہو کر ہو یہ دبازار **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس فہم و فراست پر اصحاب کبار پر یہ زبان درازیاں پھر اسپر یہ ہو کہ بازیاں کہ عوام کو کیا
تو یقین ہوجاے کہ مولوی صاحب کی بات سرا سر بجا و درست یعنی آپ میرزا دعلی صاحب رقم فرماتے ہیں بفرمائیے یہ غصب نہیں تو کیا ہے سوا اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور یہ عداوت ہے یا دوستی اور مروت
اور رعایت حق رسول اللہ صلعم اور حق امر صحیح تو یہ ہے کہ اہل بیت کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نہ کی آپنے لکھا تھا مجھے غصب فدک کی صحت نہیں ہوتی آپکو چاہئے کہ میری
صحت علماء اہل سنت سے کرائیے اور میری باتوں کا جواب لکھواکر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اس مظلومہ کے گواہوں کو بھی رد کیا انتہی بلفظہ سو منصفان
فہمیدہ اور فہیمان سنجیدہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی صاحب کو میرے لکھے جواب سمجھا کر یہ سمجھادیں کہ دیکھیوں جواب لکھا کرتے ہیں لیکن سکا کچھ علاج نہیں کہ مولوی صاحب کی یہ درخواست
ہے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرادی **اقول** سبحان اللہ ایسا گمان بد شیعوں کی طرف کہ وہ اصحاب کبار پر زبان درازیاں کرتے ہیں حاشا کہ وہ اصحاب کبار کی نسبت زبان درازیاں
کریں بلکہ وہ تو انکو بزرگ اور پیشوا بنا جانتے ہیں مگر غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام کو اچھا نہیں جانتے اور اُن لوگوں کو جن کے حق میں جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے کہ میری
سنت و میری ہدایت پر نہونگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور بعد رسول خدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور دین میں بدعات کیا اور حوض کوثر پر سے فرشتے انکو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے چنانچہ کتب
صحاح میں لکھا ہے اور جو کچھ یہ مولوی صاحب نے لکھا ہے عوام کیا خواص کو یقین ہوجاے اگر انصاف کریں اور نہ ہوگا ہرگز نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے کہ سب اہل سنت کی کتب معتبرہ سے
لکھا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت کردیا ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تونے اسکے جواب میں لکھا ہے سب پوچ اور واہی ہے اور ہمنے اسکو رد کردیا ہے
اور جو کچھ انہوں نے میرزا دعلی صاحب کو اپنے خط میں لکھا ہے سب راست اور درست ہے اور علماء اہل سنت اُسکا انکار نہیں کرسکتے ہیں اور اگر انکار کریں تو اپنی کتابوں کا انکار کرینگے اور اپنے علماء کو جھوٹا
ٹھیرائینگے اور جو کچھ اس شیخ نے جواب میں لکھا ہے وہ جواب نہیں ہے اسواسطے کہ یا تو انکار کرتا ہے اُن روایتوں کا جو انکی کتابوں میں موجود ہیں اور یا کہتا ہے کہ ہماری کتابیں نقل یا صحیح ان
کے ہیں کہ انمیں اسطرح کی روایتیں ہیں یا کہتا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مولوی صاحب کو سمجھادیں کہ دیکھیوں جواب
لکھا کرتے ہیں اُس سے کوئی پوچھے کہ ایسا ہی جواب ہوتا ہے جیسا تونے لکھا ہے اور جو کچھ کہ تونے پوچ اور واہی لکھا تھا وہ سب ہمنے رد کردیا پھر کس بات پر تو نازاں اور تعلی کی باتیں لکھتا ہے
اور مولوی صاحب کی درخواست تو اسبات سے ہے کہ ان روایتوں کی صحت کراؤ کہ کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایتیں لکھی ہیں یا نہیں اور حال یہ ہے کہ انکی کتابوں میں وہ روایتیں موجود ہیں اور انکا
انکار کرنا انکا ایسا ہی ہے جیسا کہ کلام اللہ کی آیتوں کا انکار کرنا اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اسکا جواب تو تجھ سے ہرگز نہو سکا اور واہی باتیں
طرح طرح کی بنانے لگا چنانچہ ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مولوی صاحب تو سراپا غلط ہیں غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا سنیوں کو نہیں آتا ہاں غلط کی جگہ صحیح بتا سکتے
ہیں اسلئے اتنا ہو سکتا ہے کہ طرازان مولوی صاحب سے یہ کہا جاے کہ مولوی صاحب غلط ہیں جبھی تم اپنی صحت کراتے ہیں ظاہر اور باطن سے صحیح علماء اہل سنت ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو غنیمت سمجھو
خیر یہ قصہ تو بہت دور دراز ہے مولوی صاحب کے ہذیانات بمبئی کا جواب چاہئے اور انکی حقیقت الامر لکھکر دکھلائیے تاکہ معلوم ہوجاے کہ مولوی صاحب اپنے ہوش میں نہیں اس بیماری میں جو
اور دوں کے خواب سے بدتر ہے مولوی صاحب بڑبڑاتے ہیں یہ نہ عقل کا کام نہیں کہ با وجود ایسے ایسے دلائل واضح کے جنکا ذکر ہو چکا پھر بھی غصب فدک کا اُسکے دلمیں خیال آئے اور
ابوبکر جیسے عادل متقی اور مطیع خدا و رسول کو ظالم ٹھیرائے **اقول** مولوی صاحب تو بہت صحیح اور درست اور راست گو ہیں اور غلط علماء اہل سنت ہیں کہ جب جواب دینے سے بند
ہوتے ہیں تو اپنی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور ایسے غلط ہیں وہ کہ ہم ہر چند انکا صحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہو سکتے اور صحیح کو غلط کہتے ہیں اور مولوی صاحب تو انکی ہی صحیح کو
صحیح کراتے تھے لیکن وہ علماء غلط جو ہیں تو انکو صحیح کرنا نہیں آتا اور غلط ہیں تو یا تو علماء اہل سنت ہیں یا اُنکے اقوال غلط ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو ہمارے کہنے کو غنیمت سمجھو ورنہ قصہ تو
بہت دور دراز ہے اس شیخ نجدی کے ہذیانات بمبئی کا جواب چاہئے سو اسکو ہم بالکل مضمحل کرچکے ہیں اور اسکی حقیقت الامر لکھکر دکھلادی ہے تاکہ معلوم ہوجاے کہ یہ شیخ نجدی

ابھی ہوش میں نہیں ہیں میدان ہی میں ہیں اوروں کے خواب بد دیکھ رہے ہیں شیخ پڑا بڑاتا ہی ورنہ عقل کا کام نہیں کہ باوجود ایسے ایسے دلائل واضحہ کے کہ جو ہم نے اسکے قولوں کے رد میں لکھے ہیں پھر بھی فدک کے غصب نہ ہونے کا اسکا دل میں خیال آئے اور ابوبکر جیسے عاصی خدا و رسول صلعم اور نا انصاف و ظالم کو متقی و عادل ٹھہرائے **قال الشیخ الاشعری** ابوبکر صدیق کے پاس اگر اور فضائل گوناگوں نہ ہوتے تو یہی حکایت انکی فضیلت کے لئے بہت تھی کیونکہ عاقل سمجھتے ہیں کہ ملامت دنیا خاصکر اہل عزت سے بسبب نہیں تھا مالی حالی دیندار دین کی عزت اور دنیادار دنیا کی عزت کو جان و مال سے عزیز سمجھتے ہیں اور عزت بھی عزیز نہ ہو تو پھر کونسی چیز عزیز ہوگی اسکا عزیز ہونا ہے اعز تیں … دیکھو ذہن مرد ہیں عزت کے لئے جان کو تلف کرتی ہیں اور شوہر برتی ہیں زہر کھالیتی ہیں مرد تو کیا ذکر ابوبکر کا جان بوجھکر ملامت تیر کا نشانہ ہونا **اقول** تمہارا ہی کام ہے جو ظلم کو فضیلت ٹھہراؤ اور ابوبکر کو اور کونسی فضیلت حاصل تھی بڑی فضیلت علم و شجاعت کی ہے سو علم کا تو یہ حال تھا کہ مسائل دین میں غلطیاں کھاتے تھے اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جناب رسولخدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ابوبکر دنیادار تھے اور دنیاداروں کو دنیا کی عزت چاہئے سو باعتبار دنیا کی عزت انکی بہت سی بڑھی ہوئی تھی اور اس دنیا ہی کی عزت کے ترقی کے لئے ابوبکر نے عمر کو واسطے جلانے گھر فاطمہ زہرا کے لکڑیاں اور آگ ہمراہ کر کے بھیجا تھا جیسا کہ بات لکھوا دروازہ فاطمہ زہرا کا اور ابوبکر نے مرنے سے پہلے اسکا افسوس کر کے جان ہی دیا چنانچہ کنز العمال و طبری میں لکھا ہوا ہے اس دنیا کی عزت ہی کے واسطے خلافت انہوں نامرد کی اور ترقی ریاست ہی کے لئے فدک غصب کیا تاکہ … رہا … بھی کسیکے پاس نہ ہو اور سب چیزوں کا میں ہی مالک ہو جاؤں علی الخصوص فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ خیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ فدک کے سبب سے قوت بہم پہنچا دعوی خلافت کا کریں اسلئے فدک کو غصب کیا اور جو منصف تھے وہ ایسی بے تھے اور ملامت بھی کرتے تھے اپنی جگہ پر ورنہ برملا کوئی کو بھی نہیں کہہ سکتے تھے انہوں نے یہ کیا کیا اور وہ تو بادشاہ تھے کسکا مقدور کہ کوئی کچھ کہتا اور جو کچھ کہتا ہی تو وہ بی گئے اور عزت میں انکی کیا فرق آیا اور عمر کو فاطمہ زہرا کے گھر پر چڑھا کر بھیجا تھا آگ و لکڑیاں ہمراہ کر کے واسطے جلانے کے یہ بھیجنا کیا جان بوجھکر نہ تھا اور کیا نہیں جانتے تھے کہ اس امر میں ہمکو لوگ برا کہیں گے کہ علی و فاطمہ و حسنین کے جلانے کو لکڑیاں بھیجیں ایسا ہی فدک کا دبا بیٹھنا تھا اور یہ عمر کا جانا آگ و لکڑیاں لیکر واسطے جلانے گھر فاطمہ کے اہل سنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ ایسے موقع میں کوئی جانتا ہے کہ یہی انجام ہوگا پھر جز اسکے نہیں ہو سکتا کہ پابندی خداوند کریم اور حکم تکریم صلعم سے مجبور تھی ورنہ جو شخص خود کھاتے نہ اپنوں کو کھلانے کا ہو سکے لیکن کسیکی چیز دبائے ایسا شخص اگر ایسے موقع میں ایسے شخصوں سے تو گواہ طلب کرے اور حضرت جابر سے طلب نہ کرے بجز قطع نظر جو مذکور بالا کے بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ انصاف و اہل انصاف کو لازم ہے کہ روئی رعایت کے موقع میں زیادہ تر … سختگیری سے … باکر اور غیروں سے بہ نسبت نرم ہو کر اور ظاہر ہے کہ اپنوں اور قرابتوں کی رعایت کر نہیں محبت فقط ایسا ہی دل کھاتا ہے … کچھ اندیشہ ملامت نہیں ہوتا بلکہ امید کلمۂ الخیر ہوتی ہے وہ اپنے پیرزادوں اور بزرگزادوں کے درپے رعایت نہیں مردان جان نثار کا بوجہ محبت دل کھاتا کرتا ہے اور … بوجہ للہیت ملاحظہ … سو اپنی قرابت کے رعایت کرنی … ہی پیرزادوں کی رعایت کرنی … **اقول** ہرگز ہرگز الا ابوبکر پابند خداوند کریم اور رسول تکریم صلعم سے مجبور نہ تھی اور نہ انکو حکم تھا خدا کا کہ کسیکا حق دبا لو گواہوں کے بہانہ سے اسواسطے کہ یہاں موقع گواہوں کے طلب کرنے کا نہ تھا یہاں تو فاطمہ زہرا … ابوبکر مدعی علیہ تھے و فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کرتے تھے پھر گواہ کس واسطے طلب کئے گواہ تو اسوقت چاہئیں جب … مدعی علیہ … تصدیق … اور … کو دبا دلیل عدم غصب کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ابوبکر کو تو منظور یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کے پاس فدک نہ رہے کیونکہ … اقارب اس سے متمتع ہوں ابوبکر نہ چاہتے تھے اسلئے غصب کیا اور اگر آپ بھی اس میں سے کھایا یا اپنوں کو نہ کھلایا تو اس میں سے کچھ … بعید بھی نہیں ہے اور اپنوں کو نہ دینا اور خود نہ کھانا ثابت بھی نہیں ہے اگرچہ صدقہ حق فقرا اور مساکین … دیا … اور انصاف ہرگز نہیں کیا ابوبکر نے اور یہاں رعایت کا موقع کونسا ہی جابر سے تو گواہ طلب کرنے میں کچھ ہم تکرار ہی نہیں ہے تم تو یہی کہتے ہو کہ جیسے کہ جابر سے گواہ طلب نہیں کئے ایسے ہی فاطمہ زہرا سے بھی نہ کئے ہوتے کہ فاطمہ زہرا کے مقابلہ میں سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ نہ تھا اور جیسے کہ اپنے قریبوں و پیرزادوں کی رعایت چاہئے ویسے مقابلہ میں اپنے نفس کی بھی رعایت چاہئے لیکن یہاں تو ابوبکر نے اپنے نفس کی رو رعایت کی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو گواہ انسے طلب کئے اسواسطے کہ وہ مال فقرا ہی تھا جسکا کہ فاطمہ نے دعوی کیا تھا مال فقرا تو وہ تھا جو بموجب روایت موضوعہ … صدقہ … لہذا تھا اور حضرت نے اسکو بعد اپنی چھوڑا ہو سو فاطمہ نے … حضرت … کا مال طلب نہیں کی تھی … تو اپنا مال طلب کرتی تھیں اگر فاطمہ راستگو تھیں اس دعوی میں تو انسے گواہ کیوں طلب کئے حضرت جابر کا اور انکا ایک حال تھا اور ابوبکر نے اسواسطے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے کہ فاطمہ زہرا کا حق ثابت نہ ہوگا اور رسولخدا صلعم کے ترکہ میں فدک کو داخل کر کے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دونگا سو یہ اس صورت میں تھا اگر حضرت فاطمہ کیطرف احتمال کذب کا ہوتا قطع نظر اسکے اس شیخ نے لکھا ہی پہلے اس سے کہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں راست گو جانا تھا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے ذکر صحابی … کا جھوٹا دعوی نہیں کر سکتا سو حضرت فاطمہ تو جابر سے بڑھکر راستگو تھیں جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی وہ بھلا کیونکر جھوٹا دعوی کرینگی جب راستگو ٹھہریں تو گواہ انسے طلب کرنے بیجا ہیں اور اگر حضرت فاطمہ راستگو تھیں تو بعد ادائے شہادت بھی انکو فدک دینا چاہئے تھا گو نصاب بینہ کامل نہ ہوئی تھی لیکن ابوبکر کو دینا فدک کا کسی طرح منظور نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے نفس کے

واسطے پیرزادوں کی رو و رعایت کی اور سوائے اسکے یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے یگانوں اور پیرزادوں کی تو رو و رعایت نکرے اور غیروں کی رو و رعایت کرکے اپنی پیرزادوں اور قریبوں کا حق غیروں کو دلوا دے بلکہ انصاف تو یہ ہی کہ جسکا حق ہے اسکو دلوائے اسمیں لحاظ کسی جانب کا نہیں ہو سکتا ہو ابوبکر نے اسواسطے کہ فاطمہ زہرا پیرزادی تھی اسکی رو و رعایت نکرکے اسکا حق اسکو نہ دیا **قال الشیخ الاشعری** اور جب حضرت فاطمہ زہرا جیسی پیرزادی ہو کہ نہ اس سے کا کوئی پیرزادہ ہوا ہے نہوا اور ابوبکر صدیق جیسا مرید ہو جسکے صدق و وفا اور جاں نثاری اور الفت اور محبت اور خدمتگزاری کی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول اللہ صلعم چنانچہ گذرا دو گواہ عادل کیا بلکہ اسپات کے گواہ ہوں کہ ایسا یار وفادار نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا تو ایسے پیر اور ایسے مرید کی ایسی تعریف نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں حکم خداوندی پر قائم رہنا ابوبکر جیسے صدیق کا کام ہے نہ دوسروں کا اتنی دشواری اور بیقدری ملامت عوام کالانعام اور دشنام ہائے خفیہ نافرجام اپنے سر پر اٹھائیں پر زور ہے شیعوں کی عقل پر کہ انکو خوبیاں بھی برائی نظر آتی ہیں چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر مطیعان خدا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں رفضی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا یہ ہی کہ بیدین دینداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان قدرشناس کو مقتدیان عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہل بیت بتائیں **اقول** - ایسی پیرزادی کی ساتھ یہ سلوک کیا ابوبکر نے کہ اسکا حق غصب کیا اور اسکا گھر جلانے کے واسطے آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے عمر کو بھیجا اسیکو ارادت اور صدق و صفا اور جاں نثاری اور الفت و محبت اور خدمتگزاری کہتے ہونگے اور کلام اللہ میں کہیں ابوبکر کا نام نہیں لکھا ہے اور نہ ان امور پر اقوال عترت دلالت کرتے ہیں اور وفاداری اور جاں نثاری تو یہ تھی کہ رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کسی نے تعریف بھی کی ہے تو وہ انکی فضیلت دینی پر دلالت نہیں کرتی اور کلام اللہ میں تو جیسے کہ تعریف مجمل ہے لوگونکی ایسے ہی مذمت بھی ہے اور ابوبکر بدلائل خارجیہ اس تعریف سے خارج ہیں اور حکم خدا کو ابوبکر نے ہرگز نہیں سمجھا ایک شخص جاہل تھا احکام خداوندی کو کیا جانتا تھا اور شیعہ جو کچھ کہتے ہیں موافق حکم خدا کے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن میں جا بجا ظالموں پر لعنت کرتا ہے اور اہل بیت کی دوستی اور متابعت میں انکے دشمنوں کو برا کہتے ہیں کچھ شیعوں کے ان ظالموں نے جاگیر نہیں چھینی ہے کہ جسکے عوض میں انکو برا کہیں انکے بزرگوں کے حقوق جو غصب کئے ہیں سو اسواسطے انکے غاصبوں کو برا کہتے ہیں اور اس برائی کی کہنے میں ایذا اٹھاتے ہیں اور انکی دوستی کی جہت سے مجروح اور مقتول ہوتے ہیں اور ملامت عوام کالانعام اور دشنام ہائے خفیہ نافرجام انکی دوستی میں اپنے سر پر اٹھاتے ہیں پر زور ہے اہل سنت کی عقل پر کہ انکو اہل بیت سے یہ دوستی بری ہی نظر آتی ہے چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر مطیعان خدا پر تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں ناصبی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا یہ ہی کہ بیدین دینداروں پر بیدینی کی تہمت لگائیں اور مخلصان قدرشناس اور دوستان آل خیر الناس کو مقتدیان ابلیس خبیث دشمن اہل بیت بتائیں **قال الشیخ الاشعری** اگر قدرشناسوں سے حد سے گزر جانیوالی ٹہر جایا کریں اور قدرشناس دشمن سمجھے جایا کریں تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے محب اور رسول اللہ صلعم اور آپکی امت حضرت عیسیٰ کی دشمن ہونی چاہئیں غور کرکے اگر دیکھیں مفرط فی المحبت اسکا محب نہیں جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے نصاریٰ جو دعوی محبت حضرت عیسیٰ کرتے ہیں تو حقیقت میں انسے محبت نہیں کرتے کیونکہ مدار انکی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معلوم البتہ انکے خیال میں تھی اپنی تصویر خیالی کو عیسیٰ جانتے ہیں اور اسی سے محبت رکھتے ہیں حضرت عیسیٰ کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے بر طرف رکھا ہے ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں ائمہ اہل بیت سے محبت نہیں اور محبان قدرشناس کو دشمن اہل بیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول اللہ صلعم اور انکی امت کو دشمن عیسیٰ سمجھتے ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے بیان کیا ہے بالکل غلط اور بیجا ہے اور خلفائے ثلاثہ ہرگز قدرشناس اہل بیت میں سے نہ تھے اگر قدرشناس ہوتے تو انکو کیوں آزار پہنچاتے اور شیعہ کسی امام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں جانتے ہیں بلکہ بندۂ خدا اور مخلوق اسکا جانتے ہیں اور حضرت علی نے خود فرمایا ہے کہ میرے مقدمہ میں افراط اور تفریط کرنیوالے دونوں جہنمی ہیں اور شیعہ جو بعد رسول خدا صلعم کے افضل سب سے اور ائمہ اور پیشوا اپنے انکو سمجھتے ہیں اور سوائے انکے اور کسیکو اپنا امام نہیں سمجھتے اسکو افراط محبت نہیں کہتے ہیں اگر یہی افراط محبت ہے تو اہل سنت جو بعد رسول خدا کے ابوبکر کو افضل الناس جانتے ہیں اور وجود بت پرستی سابقہ کے اور خلیفہ اور امام حق سمجھتے ہیں چاہئے کہ یہ بھی افراط محبت میں داخل ہو اور شیعوں کی کیا تخصیص ہے اور اسصورت میں چاہئے کہ اہل سنت مثل نصاریٰ کے ہو جائیں خلفا کی محبت میں اور شیعہ جو اہل بیت سے محبت کامل رکھتے ہیں کہ اصول و فروع میں سب میں انکی پیروی کرتے ہیں حسب حدیث ثقلین کے اسکو شیخ افراط محبت کہتا ہے اور محبت واجبی کو نسبت غالیوں میں سے ہے اور تفریط کی اہل سنت میں سے اور بعضی انمیں سے ناصبی و خوارج کی راہ چلتے ہیں اور حضرت علی کے فضائل کی توضیح اور تضعیف کرنیوالے تو اکثر انمیں ہیں اس شیخ نجدی کے نزدیک محبت سنت صحیح اہل بیت کیساتھ اسوقت ہوگی جبکہ خلفائے ثلاثہ کو انسے افضل اور اولی جانیں اور اہل بیت کو مثل عوام الناس کے سمجھیں یہ تو شیعوں سے ہرگز نہو سکیگا وہ تو انکو بعد رسول خدا صلعم کے سب سے افضل جانینگے چاہے انکی محبت کو خیالی کہو چاہے حد سے گزر جانیوالی کہو **قال الشیخ الاشعری** دشمنی اہل بیت تو اسی کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ رسول اللہ صلعم کو تو آپکی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے حالانکہ کلام اللہ اور احادیث کلینی وغیرہ اور اقوال حضرت امیر سب اسبات پر شاہد ہیں اور حضرت عائشہ محبوبہ بلکہ ممدوحہ جناب کبریا کو جنکی طہارت اور بزرگی میں سورۂ نور میں آیات متعددہ موجود ہیں اور سوائے انکے اور بیبیوں کو جو بشہادت آیۂ کریمہ وازواجہ امہاتہم تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الاخیار اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی کی بیٹی حضرت زبیر کو جو سوا اسکے اور بھی پاس رکھتی ہیں اور حضرت سید الشہدا شہید کربلا رضی اللہ عنہا کے داماد مصعب بن زبیر اور حضرت عمر فاروق

داماد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت زید شہید فرزند سعید حضرت امام ہمام زین العابدین اور سوا انکے اور اقربا رسول اللہ صلعم اور اولاد امجاد ائمہ اطہار کو بوجہ شہادت لعنت غیرت
اور اہل سنت داخل ہیں شیعہ کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور دشنام ہائے نافرجام دیتے ہیں چنانچہ اوپر کچھ کچھ گذرا پھر ان بیچاؤں کو غیرت نہیں آتی کہ صحابہ کو دشمن اہل بیت بتاتے
ہیں **اقول** جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو اہل بیت میں سے شمار نکیا تو ہم انکو اہل بیت میں کیونکر سمجھیں حضرت نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام
کو عبا میں لیکر فرمایا کہ ہؤلاء اہلبیتی یعنی یہ میرے اہل بیت میری ہیں سوا انکے اور ان دونوں کو عبا میں لیکر اسطرح نفرمایا تو تو ہی انصاف کر کہ پھر یہ اہل بیت میں سے کیونکر محسوب
ہوں اور انکا حضرت کے نطفہ سے ہونا ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں لیکن تو بار بار اسیکو لکھتا ہے اور بکلام اللہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرت کے نطفہ سے تھیں چنانچہ انکے ذکر میں گذرا ہے اور حضرت
امیر کا قول بھی اسپر دلالت نہیں کرتا ہے اور کلینی میں اگرچہ اس مضمون کی روایت ہے لیکن وہ اور روایتوں کے مخالف ہے اسواسطے اور روایتوں کے موافق کہا کہ ان روایتوں کی ترجیح پائی
جاتی تھی کلینی کی روایت پر اور کلینی کی روایت کے موافق بھی کہیں اگرچہ مرحوم ہے کہ وہ دونوں بھی حضرت کے نطفہ سے تھیں تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے
لکھ چکے ہیں اور حضرت عائشہ جنکو تم محبوبہ رسولخدا صلعم کہتے ہو جسوقت کہ وہ حضرت علیؑ سے لڑیں اور ہزاروں مومنین کو قتل کروائیں اور خدا تعالی کی عدول حکمی کریں جیساکہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں تو ہم انکو کیونکر اچھا جانیں اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا یا علی لا یبغضک الا منافق اور ممدوحہ
خدا تعالی وہ ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالی نے قرآن میں انکی مذمت کی ہے جسوقت کہ انہوں نے افشای راز رسولخدا صلعم کیا چنانچہ فرماتا ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور عائشہ اور حفصہ کو
دونوں کو مشابہت دی ہے زن نوح اور زن لوط علیہم السلام سے جو کہ کافر تھیں اور وہ آیتیں سورہ نور کی اگر فرض کیا جائے کہ انکی ہی شان میں تھیں تو وہ کچھ مدح پر دلالت نہیں
کرتی ہیں بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسطح وغیرہ نے جو انکو متہم بزنا و بدکاری کیا تھا وہ ایسے نہیں ہیں اور تہمت لگانیوالے جھوٹے ہیں اور امہات مومنین ہم سب ہی
جانتے ہیں کہ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں اور نکاح انکا کسی مومن سے جائز نہیں اور اگر وہ خدا کے اور رسولخدا کے نافرمانی کرینگے بیشک سزاوار مذمت کے ہونگی گو بمنزلہ ماؤں کے ہیں
اور حضرت عباس عم رسول افضل الناس صلعم ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں اور معلوم نہیں صلی اللہ علیہ و علی آلہ الجبار القہار کے کیا معنی ہیں کہ خدا تعالی کی صفات کو آل
کی صفات ٹھیرایا ہے یعنی بکتا جاتا ہے اور لوگوں پر طعن کرتا ہے اور زبیر گو حضرت کی پھوپی کے بیٹے ہیں لیکن جسوقت حضرت علی کی بیعت کو توڑ کر انسے جنگ اختیار کی اور ہزاروں مومنین
قتل کروائے تو بموجب حدیث یا علی حربک حربی کے رسولخدا صلعم محاربہ کرنیوالوں کی زمرہ میں داخل ہوئے اور پھر ہم انکو کیونکر اچھا جانیں ابولہب تو زیادہ حضرت کے قریب ہی تھے اور
ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں استیعاب سے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی ہے پھر ہم ان دشمنان علی کو اچھا کیونکر جانیں اور مصعب بن زبیر کو جو لکھا ہے یہ کس شمار میں ہے
اور انکو کوئی کیا کہتا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت سکینہ سے انکا نکاح ہوا تھا اس میں بھی اختلاف ہے اور مشہور ہماری یہاں تو یہ ہے کہ حضرت سکینہ تین چار برس کی عمر میں قیدخانہ میں یزید کے
انتقال کر گئیں تھیں پھر نکاح کہاں اور عمر بن الخطاب سے حضرت زہرا کی دختر کا نکاح نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ام کلثوم مادر زید جو کہ عمر کے زوجہ تھی وہ ابوبکر کی دختر تھی اسمار کے شکم سے چنانچہ
ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور حضرت زید شہید ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے تھیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور جتنی کہ یہ گذری ہیں کافر تو ہم انمیں سے کسیکو نہیں جانتے
ہیں بلکہ سب کو مسلمان جانتے ہیں لیکن انسے ایسے افعال شنیعہ صادر ہوئے ہیں کہ نجات انکی مشکل ہے اور اسی لئے ہم دعا بد انکے حق میں کرتے ہیں اور جو کسی نے انکو کافر کہا ہے تو وہ کفر تاویلی
ہے نہ کفر حقیقی اور کفر تاویلی کی جہت سے اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور سوای انکے اولاد ائمہ علیہم السلام میں سے اور جو کوئی ایسا ہے کہ اُسنے کسی خلیفہ سے جعلی کسی امام کے کہا کر باعث امام
کے زہر دلوا دیا ہوا ہے اسکو اچھا نہیں جانتے اور باقی سب کو مسلمان جانتے ہیں اور غیرت تو اہل سنت میں نہیں ہے کہ بعضے صحابہ کی عداوت اور بے مروتی نسبت با اہل بیت علیہم السلام
اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں اور پھر انکی صفائی بیان کئے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ سے عداوت ہوتی تو اہل سنت
میں سے ابوبکر صدیق کا کوئی نام بھی نہ لیتا مثل خوارج کوئی فاطمہ کو تعظیم یاد ہی نکرتا بلکہ الٹی نعوذ باللہ جیسے شیعہ اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہیں تبرا کیا کرتے **اقول** یہ حق کا انکے غصب
کرنا عداوت پر دلالت کرتا ہے یا محبت پر تو ہی کہدے اور عداوت ابوبکر کی اسیقدر تھی کہ اہل بیت میں سے کوئی سر نہ اٹھانے پائے اور ہمیشہ یہ دبے ہوئے اور دست نگر ہمارے رہیں اور خلافت
کا نام نہ لیویں اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ ایسا ہو کہ انمیں کسی طرح کی قوت پہنچے اور دعوی خلافت کا کریں اور یہ تیرا لکھنا کہ اگر ابوبکر کو فاطمہ زہرا سے عداوت ہوتی تو کوئی ابوبکر کا نام
بھی نہ لیتا اور فاطمہ کی تعظیم نکرتے بالکل غلط ہے تمکو تو اس بات کا لحاظ ہی نہیں ہے معاویہ قطع نظر اسکی کہ وہ حضرت علی سے جنگ کرتا رہتا تھا اور ہزاروں مومنین اُسنے قتل کروا دیے
لیکن جبتک زندہ رہا حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا اور عداوت کی باتیں کرتا رہا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا جسپر دلالت کرتے ہیں روایتیں تمہاری کتابوں کی مگر تم جیسے کہ حضرت
علی کو کہتے ہو کہ وہ خلیفہ تھے ایسے ہی معاویہ کو خلیفہ حق و امام صادق کہتے ہو جیساکہ صواعق محرقہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے بلکہ یزید کو خلیفہ حق جانتے ہو اور دوازدہ خلفا میں
داخل کرتے ہو جیساکہ تاریخ الخلفا اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور فتح الباری وغیرہ میں مذکور ہے باوجودیکہ اسنے قتل کروایا فرزند رسول الثقلین کو اور ہتک کی اسکے حرم محترم کا

کیا اور مدینہ منورہ کو تاملہ کیا اور مسجد نبوی کی بے ادبی کی اور امام غزالی تو اُسکو مومنین کاملین میں سے جانتے ہیں تمہارا تو ڈھنگ ہی نرالا ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ معاویہ نے
جو ایسے ایسے کار نالایق کئے میں کیا تم اُسکا نام نہیں لیتے ہو یا حضرت علی کو تعظیم یاد نہیں کرتے ہو اور باوجود اس عداوت قلبی کے کیا تم معاویہ پر تبرا کرتے ہو ایسا ہی حال ابوبکر اور فاطمہ
کا ہے تو جھوٹی باتیں کسواسطے لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپکا یہ کہنا کہ واہی بر دینداری اہل سنت الخ انصاف سے فرمائیے صحیح
ہے یا ہمارا یہ کہنا کہ واہی بر دینداری و عقل و ہوشیاری شیعہ نعوذ باللہ مولوی عمار علی صاحب کہ صحابہ کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نکی بلکہ خدا کی شہادت
اور ائمہ اطہار کی گواہی کو رد کیا اہل بیت رسول اللہ صلعم میں جسکو یوں سمجھا کہ اسکا گوشہ عاطفت صحابہ کی طرف مائل ہے اُسیکو کافر اور مرتد جو جانا اسکو کہا اگر عذر نامعقول تقیہ کا ہے
تو حضرت علی و حسنین اور امام زین العابدین اور محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم و علی آبائہم و متبعیہم اجمعین کی بھی خبر تھی کہ یہ ان بزرگواروں نے صحابہ کبار کی تعریفیں کیا لکھی کی ہے خصوصاً حضرت علی و حسنین
رضی اللہ عنہم کہ ہمیشہ ہمدم و معاون اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ اصحاب کبار خصوصاً اصحاب ثلاثہ کے رہے پھر یہ جو بات کا فرق پوچھتی ہیں کہ فاطمہ سے تو گواہ طلب کئے اور جابر سے کیوں نہ طلب کئے اب اسکی کوئی پوچھے کیا سبب ہے
کہ حضرت علیؓ و دیگر بعض ائمہ کے تعریفونکو اور معاونتونکو اور موافقتونکو تو تقیہ پر محمول کرتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عباسؓ وغیرہم کے ابوبکر صدیق کے ساتھ موافقتوں اور انکی حق میں
انکی تعریفونکو تقیہ پر کیوں نہیں محمول کرتے یا مثل حضرت عباس اور حضرت عمر اور حضرت زید شہید حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کے اقوال و احوال کو نفاق اور ریا سے خالی خالی
کیوں نہیں سمجھتے **اقول** مولوی صاحب کا کہنا سب صحیح ہے اور درست ہے اسواسطے کہ تمنے جابر کا صدق قرآن اور حدیث سے ثابت کر کے کہا کہ جابر جھوٹ نہیں کہہ سکتا وہ رسول خدا
صلعم کا صحابی ہے اسواسطے بے طلب گواہ اسکو دیدیا اور فاطمہ زہرا کو مثل جابر کبھی راست گو نجانا یہانتک کہ اُن سے گواہ طلب کئے پھر کیا ہووے تمہاری دینداری کہ تمنے جابر کی برابر
بھی فاطمہ زہرا کو نجانا اور یہ وہ مقدمہ ہے کہ جسکا جواب تجھ سے کچھ بھی نہو سکا اور جو کچھ تونے کہا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اُسکا جواب ہم دے آئے ہیں او صحابہ کو ہم سب کو اپنا بزرگ جانتے
ہیں سوائے غاصبان حق اور موذیان آل رسول کے اور انکے حق میں کوئی شہادت خدا کی اور گواہی ائمہ اطہار کی نہیں اور اہل بیت میں سے انکی طرف کسیکا گوشہ عاطفت نہیں تھا
اور اگر تھا تو تونے کیوں نہیں لکھا اور تقیہ کا عذر نامعقول نہیں ہے بلکہ بحکم خدا اور رسول خدا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں سب لکھا ہے اور پہلے اسسے تقیہ کے ذکر میں ہم مفصل
لکھ چکے ہیں اور تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہے کہ جناب امیر قاتلان عثمان سے خوف قتل کا رکھتے تھے اور عبارت تحفہ الله وانا معه قبیل تقیہ سے تھی کہ بنا بر ضرورت عمل میں لائی مثل
ہذہ اختی حق میں حضرت سارہ کے کہ حضرت ابراہیم سے سرزد ہوئی اور وہ ضرورت خوف بلوا اور فتنہ اور فساد کے تھی قاتلان عثمان سے لشکر میں بلکہ خوف یہ تھا کہ قصد حضرت امیر
کے قتل کا کریں تقیہ نہیں تو کیا ہے ایسا ہی حال حضرت امیر کا ثلثہ سے اور انکی ہمراہیوں سے تھا اور حال دیگر ائمہ کا ثلثہ کے معتقدین سے اور جو کچھ کہ اس شیخ نے روایتیں تعریف
ثلثہ کے ان حضرات سے لکھی ہیں وہ ایسی تعریفیں نہیں ہیں کہ جسکی سند ہو اور انکو ہم رد کر آئے ہیں اور نہج البلاغۃ میں بلکہ بعض کتب اہل سنت میں ثلثہ کی مذمت کرنا بھی
حضرت امیر کے لکھا ہے اور معلوم نہیں ہمدم و معاون ثلثہ کے یہ حضرات کیا رہے ہیں البتہ جو امر کہ موجب ترقی اسلام کا ہوتا تھا اُس میں شریک ہوجاتے تھے اور مشورہ نیک دیتے تھے
نہ ثلثہ کی خاطر سے بلکہ ترقی اسلام کے واسطے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہنا موافق اس روایت مسلم کے ہے کہ جو رسول خدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے پیشوا اور ائمہ ہونگے کہ وہ میری
ہدایت اور سنت پر نہونگے انکی تو پیروی کرنا اگرچہ مال تیرا لوٹا جائے اور پشت تیری زخمی ہو اور یہی حال حضرت عباسؓ کا ہے ابوبکر اور عمر کے ساتھ اور ابوبکر اور عمر تو آپس میں دو تن
اور ایک جان تھے مقابلہ میں حضرت علی کے اور ابوبکر نے عمر سے گٹھ کر اور اُسی کی کمک سے خلافت کو غصب کیا ہے اُس عہدہ پر کہ میں مرونگا تو اپنے مرنے سے پہلے تجھکو خلافت کر جاؤنگا اور
یہی کیا ہر چند لوگوں نے غل مچایا اور ابوبکر سے کہا کہ تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا کہ جو ایسے بدمزاج کو ہمپر خلیفہ کریگا لیکن ابوبکر نے کسیکا کہنا نہ مانا اور عمر کو خلیفہ کر دیا انکی
موافقتیں ایسی کیونکر ہو سکتی ہیں جو تقیہ پر محمول ہوں کہ یہ حقیقت میں متفق اور متحد تھے اور حضرت علی اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی بعضی تعریفیں تقیہ پر اسواسطے محمول ہیں کہ اکثر مقامات میں انہوں نے انکی مذمت کی ہے چنانچہ
ہے اور بعضے مقام میں جو کوئی روایت بظاہر مدح پر دلالت کرتی ہوگی وہ تقیہ پر محمول ہوگی جیسا کہ دستور ہے اور مذمت کرنا حضرت علی کا ثلاثہ کی اور افسوس کرنا خلافت کے جاتے رہنے کا اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہے کچھ شیعہ ہی اسمیں متفرد نہیں ہیں
اور تقیہ کو نفاق کہنا کام بے دینوں کا ہے اسواسطے کہ تقیہ پر کلام اللہ کی آیتیں دلالت کرتی ہیں اور نفاق کی مذمت اسمیں لکھی ہے اور نفاق اسکو کہتے ہیں کہ جو دل میں کفر ہو اور ظاہر میں اقرار اسلام کا کرے اور تقیہ میں ایمان
دل میں رہتا ہے اور اظہار میں خلاف ایمان کے ہوتا ہے جیسا کہ عمار یاسر سے وقوع میں آیا چنانچہ بیضاوی میں الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر میں لکھا ہے اور رسول خدا صلعم نے عمار سے یہی فرمایا کہ اگر وہ تجھسے کہلائیں تو پھر کہہ پس تقیہ کرنا
خدا کا حکم بجا لانا ہے اور ہم تو موافق حکم خدا کے چلتے ہیں اور تم اگر حکم خدا کو نہیں پسند کرتے ہو اور نہیں مانتے تو اپنا سر کھاؤ ہمکو اس سے کیا **قال الشیخ الاشعری** نیز کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ تمنے مانا
حضرت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت ام ایمن وغیرہما کی گواہی کے موافق عمل نکیا لیکن وہ حکم خداوندی سے مجبور تھے خداوند کریم کا حکم یہی ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ
ہونی چاہئیں حضرات شیعہ جو خدا کی اس شہادت کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ایک حضرت فاطمہ ہی نہتی بلکہ آپکی کئی بیٹیاں تھیں تسلیم نہیں کرتے اور علی ہذا القیاس
حضرت علی کا اسی تعدد بنات میں ہمصفیر خداوندی ہونا جو شیعوں کے نزدیک سچا نہوا اور انکا کہا مقبول پڑا تو کیا بلا پیغمبر آئی یہاں تو یہ عذر بھی نتھا خدا تعالی ہی حضرت علی

دونو ملکر تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں سے زیادہ ہی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی تو قابل سند ہو اور حضرت علی اور جناب کبریائی کے قابل نہ ہو اقول ہم تو یہ کہتے ہیں کہ گواہ طلب کرنے ہی نہ چاہئیں تھے کہ یہ موقع گواہوں کی طلب کرنیکا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی کی اور ام ایمن کی گواہی قبول کی اسواسطے کہتے ہیں کہ جابر کا تو تنہا کا قول قبول کر لیا اور حضرت فاطمہ کا قول مع حضرت علی اور ام ایمن کے قبول نکیا اور انکی گواہوں کو بھی رد کیا اگر نصاب بینہ سے کم تھی تو کیا تھا دعوی تو ابو بکر ہی پر تھا کسی اور پر نہ تھا اگر قبول کر لیتے تو کچھ قباحت نہ تھی لیکن انکو تو دینا منظور نہ تھا اور گواہوں کا ایک بہانہ تھا اسے مجبوری کسی طرح نہ تھی اور خدا تعالی کی شہادت اس امر پر ہرگز نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تھیں اور نہ حضرت علی کا قول اس پر دلالت کرتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور بنات کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اسواسطے آیا ہے کہ عرب کی بیٹیوں کو اور متبنی کو بھی اپنی بیٹا بیٹی کہتے ہیں اور زینب رسول خدا صلعم کی بیٹی نہ تھی بلکہ متبنی تھی اور جسوقت حضرت نے انکی زوجہ زینب سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے طعن کیا کہ اپنی بیٹی کی زوجہ سے نکاح کر لیا اور قرآن سے یہ قصہ ثابت ہے اور حضرت اسمعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا اور وہ چچا ہے انکے چنانچہ فرمایا کہ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ چچا کو خدا تعالی باپ بولا ایسے ہی متبنی اور زوجہ کی اولاد اپنی اولاد کہلاتی ہے اسواسطے خدا تعالی نے بنات فرمایا اور کبھی توسع کے واسطے ایک شخص کے واسطے جمع کا بھی لفظ لاتے ہیں جیسا کہ آیت مباہلہ میں نسائنا ونسائکم میں مراد نساء کے لفظ سے کہ جمع کا لفظ ہے حضرت فاطمہ تنہا مراد ہیں ایسے ہی بناتک میں حضرت فاطمہ کے واسطے جمع کا لفظ فرمایا ہو اور پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے ہیں پس شہادت خدا تعالی کی اور حضرت علی کا قول اس امر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ سوا حضرت فاطمہ کے اور بھی کوئی دختر جناب رسول خدا کی نطفہ سے تھی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے بعضی روایت میں ہے کہ حضرت کے نطفہ سے رقیہ و ام کلثوم بھی تھیں اور بعضی میں ہے کہ حضرت کے نطفہ کی نہ تھیں اور ترجیح اس روایت کو بھی ہے اور ہمنے اس روایت کو کہ وہ حضرت کے نطفہ سے تھیں تسلیم کیا اب تو اپنی بات کو تسلیم کرا اور کہہ کہ ابوبکر نے گواہی حضرت علی اور ام ایمن کی جو رد کی تو نہایت بیجا اور بے انصافی کی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر مولوی صاحب کی خاطر سے اس طوفان ہی کو تسلیم کریں کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین چاروں نے گواہی دی تھی تب بھی نظر اسکی کہ اب بھی تعداد مقررہ شہادت کو یہ شہادت نہیں پہنچی اور شیعونکو جائے دم زدن نہیں شیعہ اسکا کیا جواب بنائینگے کہ مدایح صحابہ سے کلام اللہ تو مشحون تھا ہی اقوال عترت طاہرہ اور ملفوظات ائمہ اطہار بھی انکی صفت ثنا سے مملو ہیں اور اماموں سے ایک آدھ نہیں بلکہ تین چار قول تو احقر نے بھی اس رسالہ میں نقل کئے ہیں پھر باوجود یکہ اسکی گواہی میں عدد ائمہ اطہار ہی دو سے بڑھ گیا خدا تو درکنار اعتبار نہیں کرتے اب رد شہادت اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں وائے بر دینداری شیعہ کہ صحابہ کی عداوت میں نہ خدا کا اعتبار کیا نہ ائمہ اطہار کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا خیال کیا نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دھیان پہ الٹے چور کوتوال کو ڈانٹیں اور الٹی نکٹی ناک والونکو ہنسے مولوی عمار علی اور انکے ہم مذہب ابوبکر صدیق پر طعن کریں جنکی بزرگی کا خدا ہی گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں ان روایات کی سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسلئے انکی تکرار میں تقصیر کی ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نظر آئے بلکہ پلٹ کر دیکھ لیں **اقول** مدائح صحابہ سے البتہ قرآن مشحون ہے لیکن ثلثہ کی کوئی مدح قرآن میں نہیں ہے وہ اس مدح سے خارج ہو گئے ظلم کرنیکے سبب سے جیسے کہ قرآن میں کل مومنین کی مدح ہے اور وعدہ مغفرت انکے واسطے ہے اور بعضے بعد جناب رسول خدا صلعم کے باوجود اس مدح کے مرتد ہو گئے چنانچہ دلالت کرتے ہیں اس پر روایات کتب اہل سنت ایسے ہی حال خلفاء ثلثہ کا ہے اور اس مدح مجمل سے جو کہ قرآن میں ہے کچھ فائدہ نہیں ہے جبتک کہ تا دم واپسین ایمان پر قائم نرہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور معلوم نہیں وہ اقوال عترت اور ملفوظات ائمہ اطہار کون سے ہیں اگر راست گو تھا تو وہ اقوال انکے تو نے کیوں نہیں لکھے اور تین چار قول جو تو نے پہلے اس سے لکھے ہیں وہ کسی کام کے نہیں ہیں اور ہمنے انکو رد کر دیا ہے اور اعتبار ہم کیونکر کریں تو تو جو کچھ کہتا ہے وہ سب غلط ہے اور رد شہادت تو اسوقت ہوتی کہ شہادت وقوع میں آئی ہوتی اور ہم اسکو نہ مانتے پس قول تیرا کہ وائے بر دینداری شیعہ الخ سب غلط ہو گیا اور مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وائے بر دینداری اہل سنت الخ اسکی نقل ضرور ہو سکتا اور خدا کے فرمانے پر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ائمہ اطہار کے ارشاد پر ہمارا ایمان ہے اور نہایت معتبر جانتے ہیں لیکن تو جو ایک جھوٹ بات لکھی اسکو ہم کیونکر معتبر جانیں اور یہ بات تیری ہی صادق آتی ہے کہ ثلثہ کی دوستی میں خدا کا اعتبار اور نہ رسول خدا صلعم کا اور نہ ائمہ اطہار کے فرمانے کا خیال اور نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دھیان اور سر لگانے ہو ہماری جیسا کہ الٹا چور کوتوال کو پکڑے اور الٹی نکٹے ناک والوں کو ہنسیں اور مولوی عمار علیہ الرحمہ اور انکے ہم مذہب ابوبکر پر کسواسطے طعن نہ کریں کہ جو حق علی کا اور فاطمہ زہرا جگر گوشہ رسول خدا کا غصب کرے جسکی مذمت کا کلام اللہ گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں غصب کے حق فاطمہ زہرا کے سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسواسطے انکی تکرار میں تقصیر کے ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نظر نہ آئیں بلکہ پلٹ کر دیکھ لیں **قال الشیخ الاشعری** کیا ستم ہے کہ ایک روایت موضوع بے سند میں جسکا اعتبار کسی طرح نہیں ہو سکتا

اور نہ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں اُسکا نشان ہی یہ دیکھ لیا ہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کیے اور آپکی بات بے گواہوں نمانے آپ پھر گواہوں پر
بھی دعوی کو انکے مسترد کیا تو ان سب اخوان الشیاطین کا وظیفہ ہی یہ ہوگیا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جھوٹا جانا حالانکہ
اوس روایت تکذیب اور سوء ظن کی بوتک نہیں آتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہی کہ بسبب پابندی قانون خداوندی حکم موافق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دیسکے اور
آپ اپنی آیات قرآنی اور شہادت ائمہ ربانی کو جو بطرق متواترہ باسانیدہ معتبرہ ثابت ہوتی ہیں اور کسیطرح لایق اعراض و انکار نہیں بہر صورت قابل اعتبار میں سمجھ
کئے بیٹھے ہیں تو زبان تک نہیں لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار کے لیے باتفاق ایک زن بھی کفایت کرتی ہے نصاب شہادت کی حاجت نہیں چہ جای کہ
تواتر و تکاثر **اقول** پہلے لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ لے اور بعد اُسکے اس روایت کا موضوع اور بے سند ہونا زبان سے نکال کیسا بیہودہ ہے کہ یہ ایک مطلب کو دس دس
بارہ بارہ دفعہ لکھتا ہی اور رسالہ کو بیفائدہ بڑہاے چلا جاتا ہی تاکہ لوگ جانیں کہ اسنے بہت کچھ لکھا ہی اور اس طوالت پر اسکو کچھ فائدہ نہوا کہ جو کچھ اُسنے بکا تھا سب رد ہوگیا
اور جو روایت کہ پچیس تیس کتابوں میں اہل سنت کی ہی اُسکو بے سند کہتا ہی ایسا ہی دروغگو کوئی ہوگا سارا مدار اسکا دروغ پر ہے یہیں سے اسکے سب باتوں کو قیاس کرنا چاہئے
اور اخوان الشیاطین تم تو ہو کہ اپنی کتابوں میں تمنے یہ لکھا ہی اور ہم تو تمہاری علما کے لکھنے سے کہتے ہیں کہ جابر کا تو صدق ثابت کرکے اُسکے قول کو بیگواہوں کے تسلیم کرلیا اور انکا
قول تسلیم نہ کیا اور انکے ہی واسطے پابندی ہوئی قانون خداوندی کی اور آیات قرآنی کے اور ائمہ ربانی کی کوئی شہادت نہیں پائی جاتی تو غلط کہتا ہی اور اگر تیری کتابوں میں
جو کچھ لکھا ہی تو اُسکا کیا اعتبار ہی اور نہ تیرا تو اتر قابل اعتبار کرنیکے قابل ہی **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور حسبقدر لکھا گیا گو قلیل لیکن اہل فہم کو کافی ہے
اس لیے عرض رسا ہوں کہ اگر بالفرض بفرض محال روایت ہبہ اور قضیہ طلب گواہان صحیح بھی ہو تب دامن حال صدیق اکبر لوث خطا اور آلودگی جفا سے صاف و مصفی ہی سعدا
روایت منہج الکرامت ابن مطہر حلی سے یہ بات تو صاف ہی معلوم ہوگئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہیں لیگئے باقی رہا اُن سے گواہوں کا مانگنا اور حضرت جابر سے
گواہوں کا نہ مانگنا تو اول تو وجوہ متعددہ اسکی مرقوم ہو چکی اہل فہم سمجھتے ہیں کہ وہ وجوہ کیسے برجستہ اور ایک سے ایک چڑھتے ہوئے ہیں **اقول** ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ بیان کرتا
ہوا چلا گیا ہے اور مفید مطلب ایک بات بھی نہیں لکھی اہل فہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہی لغو لکھا ہی اور روایت ہبہ کو محال لکھتا ہی جو اسکی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے یہ ایسا ہی جیسے کہ
کسی ڈوم کے تیر لگا تھا اُسنے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو بھلا جو چیز کہ کتابوں میں لکھی گئی ہی اُسکا وقوع محال کیونکر ہوگا اور ابوبکر کا دامن حال لوث خطا اور آلودگی جفا سے
ہرگز صاف نہوگا اسواسطے کہ فدک کا غصب کرنا ثابت ہوگیا ہے اور روایت منہج الکرامت سے گناہ حق تلفی ابوبکر سے دفع نہیں ہوا بلکہ اُس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ گناہ حق تلفی
میں ابوبکر اور عمر دونوں شریک ہیں اور حضرت فاطمہ سے گواہوں کی طلب کرنیکی اور حضرت جابر سے طلب نہ کرنیکی وجوہ جو لکھی ہیں ہم اُنکو باطل کر آئے ہیں اور وہ وجوہ کسی کام کی نہیں
ہیں برجستہ ہونا تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں ابوبکر صدیق کچھ معصوم نتھے امام مجتہد تھے اور مجتہد سے اہل سنت کے نزدیک خطا بھی ہوجاتی ہے بلکہ مجتہد تو مجتہد
انبیا سے اجتہاد میں خطا ہوجاتی ہی اور یہ بات تو شیعوں کو بھی چار ناچار ماننی پڑیگی کیونکہ سورہ انبیاء میں رکوع و نوحا اذ نادی من قبل کی شروع ہی میں ایک کھیتی کے
تنازع کا جو مقدمہ حضرت داؤد کے دربار میں پیش ہوا تھا مذکور ہی سو اس قصہ میں جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی رائے مختلف ہوئی اور خدا نے حضرت سلیمان کے
رائے کو پسند کیا چنانچہ فرماتے ہیں ففہمنا ہا سلیمان یعنی ہمنے سمجھا دیا وہ فیصلہ سلیمان کو تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد سے جو بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم ہیں اجتہاد میں
غلطی ہوئی سو اسیطرح حضرات شیعہ اگر ابوبکر صدیق کو بعذر غلطی اجتہاد معذور رکھیں اور یوں سمجھیں کہ ابوبکر صدیق نے یا حضرت جابر سے گواہوں کی نہ طلب کرنے میں غلطی کی
یا حضرت فاطمہ سے گواہوں کے طلب کرنیمیں غلطی کہائی تو کیا نقصان ہی بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ جسکے خدا اور ائمہ تعریف کریں اُسکے برا کہنے سے بچینگے **اقول** جو کچھ ابوبکر نے کیا وہ
خطای اجتہادی ہرگز نتھی کہ مقابلہ میں کلام اللہ کے اجتہاد باطل ہی اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ کوئی زبردست سینہ زوری سے کسیکا مال دبا بیٹھے تو وہ اُسکے اجتہاد پر محمول ہو خوب اجتہاد
ہے اہل سنت کا کہ لوگوں کا مال کہا جانیکو خوب قانون ایجاد کیا ہی اور اگر اس ظلم کو اجتہاد کہتے ہیں تو شیعہ جو خلفاء ثلثہ پر تبرا کرتے ہیں یہ بھی ایک اجتہاد اُنکا ہی اسواسطے کہ خواہ مخواہ
تو اُنکو برا کہتے ہی نہیں ہیں بلکہ روایات سے ثابت کرکے کہتے ہیں انتہائی کار یہ ہے کہ اُن سے اس اجتہاد میں خطا ہوگی تو بھی مستحق ایک اجر کے تو ہونگے پھر تم اُنکو برائیوں کہتے ہو اور
طرفہ ماجرا یہ ہی کہ ثلثہ سے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو اسواسطے انبیاء کو بھی خطاکار مقرر کردیا ہی یہ کہتے کو کہ اُنسے کیا خطا ہوئی ہی دیکھو انبیاء سے بھی خطائیں ہوئی ہیں تو اور ثلثہ کے عیوب
کو تو ایسا چھپاتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہی اور جو کسی پیغمبر سے ترک اولی وقوع میں آیا ہے اُسکو بکمال بشاشت ظاہر کرتے ہیں یہانتک کہ ایک کتاب لکھی ہی اور نام اُسکا
تخطیۃ الانبیاء رکہا ہی اور تخطیۃ الخلفاء کوئی کتاب لکھی جیسے کہ شیعہ ثلثہ کی خطائیں نکالتے ہیں ایسی ہی یہ انبیاء کی خطائیں نکالتے ہیں اور جیسے کہ یہ ثلثہ کی خطاؤں کا
جواب دیتے ہیں ایسے ہی شیعہ انبیاء کی خطاؤں کا جو کہ یہ نکالتے ہیں جواب دیتے ہیں اور بھلا انبیاء کو اجتہاد کی کیا احتیاج تھی جس وقت کہ حق تعالی وحی کا نازل کرنیوالا موجود ہو

اجتہاد تو وہ کریں کہ جو حکم دینی میں مجاز ہوں خدا کی طرف سے اپنی رائے سے حکم دینی کا اور رائے سے حکم دینے کا کہیں حکم ہی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اور اگر انبیا کو حکم اجتہاد کا
ہوتا تو جناب رسول خدا صلعم وحی کے منتظر کاہیکو رہتے دیکھو تفسیروں میں جو وہی کہ اگر کسی نے کچھ حضرت سے پوچھا ہے تو حضرت نے اگر اسکا حکم معلوم نہیں ہوا ہے تو کچھ جواب نہیں دیا ہے بلکہ منتظر وحی کے رہے ہیں
جب وحی نازل ہوئی ہے تو جواب دیا ہے اور اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو اپنی رائے اور قیاس سے کہدیتے اور اگر انبیا کے اجتہاد میں خطا ہوتی تو انکے قول کا کیا اعتبار ہوتا اور انکی بات کی
ساری پت جاتی رہتی اور جسوقت کہ انکو وحی سے یقینی امر کا حاصل ہونا ممکن ہو تو وہ اجتہاد کے ظنی بات پر کیوں عمل کرینگے کسیکی عقل میں بھی آتا ہے یقینی کو چھوڑ کر ظنی کی
طرف جانا اور تماشا یہ ہے کہ انبیا کے اجتہاد میں صواب ہی نہیں بلکہ خطا بھی ہوتی ہے چنانچہ کہتا ہے کہ مجتہد تو مجتہد انبیا سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے اور حضرت داؤد اور حضرت
سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام کا جو قصہ ہے اس میں حضرت داؤد نے ہرگز اجتہاد نہیں کیا اور نہ اسمیں انسے خطا سرزد ہوئی ہے بلکہ حضرت داؤد نے جو حکم دیا تھا وہ بھی موافق
وحی کے تھا کہ انبیاء سابقین کا وہ حکم تھا اور اسیطرح پہلے سے چلا آتا تھا حضرت داؤد نے اپنی رائے سے اجتہاد کر کے نہیں کہا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالیٰ
نے اسطرح سے تفہیم کیا تھا جس طرح سے کہ انہوں نے حکم دیا یہ حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اور حضرت داؤد کا حکم منسوخ ہوگا اور اکثر ایسا ہوتا رہا ہے اور بعد
اسکے جو قرآن میں ہے وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے حکم موافق وحی کے تھے اور یہ قصہ ایک شخص کا ہے کہ اسکی زراعت کو کسی شخص کے
گوسپندیں کھا گئی تھیں اور وہ اپنا قصہ واسطے فیصلہ کے حضرت داؤد کے پاس لیگئی تھی اور تفسیروں میں مفصل اسکا ذکر ہے اور فہمنا کا یہ مطلب کیونکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے سلیمان
کی رائے کو پسند کیا معلوم نہیں کہاں سے گھتا ہے اسکا مطلب تو یہ ہے کہ ہمنے تعلیم کیا اور سمجھا دیا وہ حکم سلیمان کو جو حکم کہ انسے دیا تھا اور دیکھو طرفہ بات یہ ہے کہ کہتا ہے کہ داؤد نبی اور معصوم تھے
انسے غلطی ہوئی بھلا یہ ہو سکتا ہے اجتماع ضدین کہ معصوم ہو کر غلطی کرے یہ غلطی حضرت داؤد کی ابوبکر کی خاطر سے نکالی ہے اس لئے کہ گو پیغمبر پر حرف آئے لیکن ابوبکر پر کوئی
حرف نہ آئے اور ابوبکر کیونکر معذور ہو سکتے ہیں کہ یہ غلطی ان سے عمداً سرزد ہوئی ہے کہ اگر اہلبیت کے پاس فدک رہیگا تو انکو ایک قوت ہم پہنچی گی انکا دست نگر ہی رہنا اچھا ہے اور فدک کے
ضبط کرنیکو ایک بہانہ گواہوں کا تھا ورنہ گواہوں کی طلب کرنیکی کچھ احتیاج ہی نتھی جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اور جابر سے گواہ طلب نکرنے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ جابر سے
تو گواہ اس سبب سے طلب نہ کئے کہ وہ صحابی پیغمبر کا تھا جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور فاطمہ زہرا کیا جھوٹی تھیں اور جابر کی برابر بھی وہ صدق میں نتھیں کہ ان سے گواہ طلب
کئے اور خدا اور ائمہ نے انکی تعریف ہرگز نہیں کی ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یوں ہی ناک سیدہی نہیں ہوتی تو نہ سہی حضرت ابوبکر صدیق
سے نعوذ باللہ اول مرتبہ میں نیت بد ہی تھی اور اس سبب سے ٹالتے تھے کہیں گواہ طلب کئے کہیں جھوٹی روایت خدا کے نبی والوں کو پکڑے بنالی تھی لیکن روایت منہج الکرامت ابن
مطہر حلی اسبات پر شاہد ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وعظ اور پند سے انہوں نے فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس گناہ سے توبہ کی کیونکہ وعظ
سبب جو کوئی کسی گناہ سے باز آئے تو وہ توبہ ہی ہوتی ہے تو بہ کے اور کچھ سر سینگ نہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ یعنی توبہ کرنیوالا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کا
نکرنیوالا یعنے جیسے وہ عذاب خداوندی سے ناجی ہے ایسے ہی یہ بھی ناجی ہے معہذا اگر توبہ نکرتے جب کچھ اندیشہ نتھا کیونکہ بشارات آیات مذکورۃ الصدر انکے ساتھ خداوند
صادق القول نے وعدہ مغفرت گناہان کر لیا ہے مومنوں کو یہانتک کچھ نہیں کیونکہ انکی اصطلاح کے موافق ابوبکر صدیق ولی ہیں نبی نہیں جو معصوم ہونا ضروری ہو
اقول ابوبکر کی نیت ہمیشہ بد رہی ہے کبھی درست ہی نہوتی اور منہج الکرامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے فدک کا کاغذ لکھا اور عمر نے ابوبکر کے ہاتھ میں سے وہ کاغذ لیکر
پھاڑ ڈالا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور ابوبکر نے سامنے عمر کے دم نمارا اور اس پھاڑ ڈالنے کو تسلیم کیا اور عمر کی رائے کو پسند کر کے پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ اپنی توڑ ڈالی
اور اس سے پہلے ہی سختی اور بے انصافی پر آگئی اور یہ عمر کے کاغذ پھاڑ ڈالنے کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بھی مثل انسان العیون اور تذکرہ سبط ابن جوزی کے لکھا ہوا ہے اس سے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فدک مال فقرا نتھا اسواسطے کہ اگر مال فقرا ہوتا تو ابوبکر حضرت فاطمہ کو کاغذ لکھ کر کاہیکو دیتے اور جسوقت ندینا منظور ہوا تو روایت لانورث کی بنالی سو توبہ تو
اپنی ابوبکر نے توڑ ڈالی عمر کے کہنے سے اور پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ کرنیوالوں میں محسوب نہوئی اور شہادت انکی واسطے کوئی نہیں ہے اور وعدہ مغفرت تو قرآن میں سب مومنین کے واسطے
ہے اگر تا دم واپسین اپنے ایمان پر قایم رہے اور حال یہ ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہو گئے تھے اور اہل سنت باوجود ایسے صدور لغو خفیہ کے اگر کسیکو بے سند ولی کیا بلکہ نبی
بھی بنا دیں تو انسے بعید نہیں ہے اسواسطے کہ معاویہ کہ جسکو جناب رسولخدا صلعم نے لعنت کی ہے اور حضرت علی کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا ہے خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں اور
انکی اصطلاح تو یہ ہے کہ یزید بھی انکی نزدیک مومنین کاملین سے ہیں تھا جیسا کہ امام غزالی لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو کہ دشمنان اہلبیت ہیں وہ انکے نزدیک بہت اچھے ہیں **قال
الشیخ الاشعری** ۔ یہ مشکل تو شیعوں کو ہے شیعہ اور اخوان جنہی صحیفہ کاملہ حضرت سجاد زین العابدین دیکھا ہے یا سنا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت سجاد جو موافق عقیدہ شیعہ معصوم
ہیں اور دست برد شیطان سے مطمئن اپنے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ وَضَعْفِ الْيَقِينِ وَإِنِّي أَشْكُو سُوءَ مُجَاوَرَتِهِ لِي وَطَاعَةَ نَفْسِي لَهُ یعنی شیطان نے

میری باگ پکڑلی ہی بدگمانی اور ضعف یقین میں اور مجھے شکایت ہے اُسکے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے مطیع شیطان ہوجانیکی فقط اب الناس یہ ہے کہ امام کی یہ بات جھوٹی تو ہو ہی نہیں سکتی خاص کر شیعوں کے نزدیک نہیں تو کافر ہوجائیں پھر جو شیطان کے حضرت امام زین العباد پر یہ چیرہ دستی ہی تو اسکا کیا جواب اُنکے لئے تو کلام اللہ میں کوئی ایسا وعدہ بھی نہیں جسکو سنکر اُنکو جنتی ہونیکا یقین ہوجائے اور کسی طرح کا احتمال باقی نہ رہے گو شیعہ بجای خود اُنکو معصوم و مغفور اور ہم محفوظ و مغفور سمجھتے ہیں معہذا سوء ظن اور ضعف یقین اور طاعت نفس ایسے الفاظ ہیں کہ خطاء فی الاجتہاد پر بھی منطبق نہیں ہو سکتے علی ہذا القیاس نہج البلاغۃ میں جو مجموعہ خطب حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ہے اُس میں ایسے ایسے مضامین مندرج ہیں اور اُنسے بڑھ کر یہ ہی کہ کلام اللہ میں بہت سے انبیاء کی نسبت تذکرہ خطا ہے حضرت آدمؑ اور حضرت یونسؑ کا قصہ مشہور و معروف ہے سو ان سبکے مقابلہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے ارادہ غصب بہت ہی تھوڑا ہے کیونکہ وہ معصوم نتھے اے پروردگار بے نیاز اس سراپا نیاز اور اخلاص کی جان تو آگاہ ہی کہ کسقدر میرے دل میں بہ نسبت حضرت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار اخلاص و اعتقاد اور محبت اور نیاز ہے یہ جو کچھ لکھا جاتا ہی باین نظر نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کے مقابلہ میں لکھا جاتا ہی **اقول** کلام امام زین العابدین کا ازراہ کسر نفس اور عجز اور تواضع کی ہی کمال خشوع اور خضوع کے ساتھ کہ جسقدر احسانات اُسکے ہیں اُنکی شکر کی استطاعت میں نہیں رکھتا ہوں اور گناہوں کو وسوسہ شیطان کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں سو اسواسطے امام نے ایسا فرمایا اور اس عجز اور انکساری کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا وقوع میں آیا ہو اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں اگر وقوع میں نہیں آیا تو کیا جھوٹ کہا ہی اسواسطے کہ آدمی گناہ نہیں کرتا ہی اور پھر درگاہ خدا میں ظاہر کرتا ہی کہ میں بڑا گنہگار ہوں جیسا کہ طریقہ انبیاء اور مقربان درگاہ خدا کا ہی اور خدا کی درگاہ میں تعلّی اور گستاخی کا کلام نہیں کرتے ہیں جیسے کہ عثمان ہارونی نے کہا کہ فلانے کو بیٹا دی نہیں تو سونٹا ماروں گا یا خدا سے روٹھکر اور ڈاڑھی منڈاکر بت خانہ میں جا بیٹھے جیسا کہ اہل سنت کی اولیاء کا طریقہ ہی اور یا کہنا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں خدا ہوں پاکی میری یاد کرو مجھکو کہ کیا بڑی ہی شان میری جیسا کہ بایزید بسطامی نے کہا تھا اور درگاہ خدا میں تو کلمات عجز چاہئیں اور اقرار گناہ ہو گا گو گناہ وقوع میں نہ آئی ہوں ایسے کلمات پر اعتراض نہیں بلکہ یہ کلمات تو قابل مدح کے ہیں جناب رسولخدا صلعم گناہوں سے اپنے استغفار کیا کرتے تھے اور حال یہ ہے کہ وہ معصوم تھے اول عمر سے آخر تک پھر یہ ہو سکتا ہی کہ کوئی کہے کہ وہ حضرت تو جھوٹ بول سکتے ہی نتھے گناہ کیا کرتے ہونگے جو استغفار کرتے ہیں کوئی مسلمان تو کوئی کہنے کا نہیں سوائے تیرے کہ تو سب انبیاء کو خاطی لکھتا ہی ابوبکر کی رعایت سے اور حضرت سجاد سے بھی یہ کلمات مقام مناجات میں سرزد ہوئی ہیں اپنی قصور شکر اور عبادت میں اور سب جانتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تھے اور اسیواسطے اُنکا لقب سجاد اور عابد اور زین العابدین ہو گیا ہی اور جو از راہ عاجزی کے اُنہوں نے اپنی پروردگار کے سامنے عرض کی تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ جھوٹ تو کہتے ہی ہونگے حضرت عمر کہتے تھے کہ واللہ انا من المنافقین چنانچہ بخاری میں لکھا ہی سو جانیئے کہ منافق ہونا اُنکا واقع ہو جائے اور یہ کلمہ لوگوں کے سامنے کہتے نہ خدا کے سامنے اور قسم کھا کہ کہتے کہ قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ عاجزی اور کسر نفس کی جہت سے بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ انکسار کی جہت سے اپنے تئیں گنہگار اور خطا کار کہتے ہیں اور کافر اور منافق اپنے تئیں کوئی نہیں کہتا ہی اور حضرت سجاد نے کسر نفسی سے ایسا کہا تھا لیکن حضرت سجاد نے کسیکا حق غصب نہیں کیا تھا اور ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی زلات جو قرآن میں مرقوم ہیں ویسے نہیں ہیں کہ اُنہوں نے کسی کی حق تلفی کی ہو اور وہ تو معصوم تھے سبکے نزدیک اور ایسے ہی حضرت علی اور حضرت سجاد ہمارے نزدیک معصوم ہیں اُنکے قول میں اور فعل میں تاویل کی جائیگی اور ابوبکر کسیکی نزدیک معصوم نتھے کہ اُنکے قول اور فعل میں تاویل ہو چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہی کہ غیر معصوم کے باب میں تاویل نہیں ہو سکتی اور غصب فدک بہت بڑا سخت گناہ ہی کہ حق الناس ہے اسکی خطا کو انبیاء کی خطاؤں سے کیا نسبت کہ وہ ایسی نہیں ہیں اور پھر اُنمیں گنجایش تاویل کی ہی اور ابوبکر کی خطا میں گنجایش تاویل کی نہیں ہے اور ابوبکر کے واسطے جنتی ہونیکا یقینی وعدہ کونسا ہی کیا ابوبکر کا نام لکھا ہی قرآن میں اور قرآن میں وعدہ یقینی ہوتا تو دس یاروں کی قطعی جنتی ہونیکی روایت کی وضع کرنیکی حاجت کیوں ہوتی قرآن سے تو جنتی ہونا اُنکا ثابت ہی تھا اور اگر صحابہ سے بالاجمال وعدہ جنتی ہونیکا کیا ہی تو مطلق مومنین سے بھی وعدہ ہی قیامت تک جو کہ ایمان لائے اور حضرت سجاد مومنین میں داخل ہی تھے اور بعد اسکے جو کچھ عذر لکھا ہے اپنی براءت کے واسطے یہ نہایت پوچ اور بیجا ہی قطع نظر حضرت امیر اور حضرت سجاد کے کہ انبیاء کو تو یہ لوگ کبھی معصوم ہی کہنے لگتے ہیں لیکن ابوبکر کی رعایت کے واسطے اُنکو بھی نچھوڑا آخر کار اُنکو خطا کار ٹھہرایا اور مشہور اور معروف کا حوالہ دیا اور حال یہ ہی کہ ہم اُس میں اُنکے شریک نہیں ہیں اور جو امر کہ اُنسے صادر ہوا ہے ہم اُسکو خطا نہیں کہتے ہیں اور یہ ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو خاطی ٹھہراتے ہیں نعوذ باللہ ایسے مذہب سے جو خطا کرنیوالوں کی خاطر سے معصوموں اور بے خطاؤں کو خطا کار ٹھہرائیں اور کفریات کی باتیں بیان کرکے آتش جہنم کو اپنے واسطے مہیا کریں **قال الشیخ الاشعری** - اب آگے سنیئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب لکھتے ہیں اور اب اور سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جانا کہ ابوبکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اس معصومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر صلعم کی بیٹی ہوں مجھکو اُن حضرت کا مال ارث میں پہنچتا ہی اور فدک میرے باپ کا

مال ہی مجھے دیدی جسوقت ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کی خلاف بنا کر کہا کہ میں نے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہے وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیاء کا مال سب صدقہ ہے کسیکو انکے وارثوں میں سے نہیں پہنچتا
اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے ہے دوسرے یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وارثوں میں بیٹی سے نہ اپنی بیبیوں میں کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم
خدا کا جو انکے واسطے تھا اسکو چھپا رکھا اور ایک شخص اجنبی سے کہ اسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا صلعم کی وراثت میں نہتا اسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے نکہا انتہی بلفظہ **اقول** جو کچھ
مولویصاحب نے وراثت کے باب میں لکھا ہے نہایت سستی ہے جیسے دعوی فدک کا مضمون نہایت مثل اور کستوار تھا اور دعوی ہبہ میں اس شیخ نجدی نے بہت ہاتھ اور پاؤں مارے لیکن جو اسکا قول اس سے نہو سکا اور جو کچھ اس
نے لکھا تھا ہمنے وہ سب ذکر دیا اور بعد اسکے باب میں جو کچھ اس نے لکھا ہے اسکو بھی انشاء اللہ تعالی رد کئے دیتا ہوں اور اسکی زبان درازیوں اور بیہودہ گوئیوں کو خاک میں ملائے دیتا ہوں منتظر رہنا چاہئے
قال الشیخ الاشعری مولویصاحب تو فرما چکے اب ہماری بھی سنیئے قدما فریب باز ان شیعہ بجہد راست فدک کے سابق میں ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتے تھے جب اہل سنت سے جوابات معقول
اس اعتراض کے ان نامعقولوں نے سنے اور مجال دم زدن باقی نرہی تو انکے لواحق نے روایات ہبہ تراش کر بنگ دیگر طعن شروع کیا اور اس دعوی کے ثبوت تک پہنچانیکے بہت سے حیلے
کئے یہانتک کہ کتب غیر مشہورہ اہل سنت میں بھی الحاق کیا اور سنی بنکر طالب علمان اہل سنت کو دھوکا دیا اور اس روایت کو روایت کیا لیکن یہ فریب بھی نچلا اور بسبب وضوح کذب آیت
مذکورہ اور گھلجانے حال راویان روایت اور غیر معتبرہ اور غیر مشہورہ ہونے ان کتب کے جنمیں یہ روایت پائی جاتی ہے اول تو یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گئی دویم خدا ساز دروغ واضعان
روایت کام آیا اور بمقتضائے مثل مشہور دروغگو را حافظہ نباشد روایت تو بنائی پر بنانی نہ آئی یہ بھول گئی کہ ہبہ بے قبض موہوب مفید ملک نہیں اور نیز ایک مرد اور ایک عورت اور ایک عورت دو لڑکے
مدعی ثابت نہیں ہو سکتا بہر حال انہوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی لیکن قربان جائیے خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر شناسی اور طرفداری کے کہ ابوبکر صدیق کی طعن سے بری
کرنیکی پہلی ہی وہ تدبیریں کری جسکے سبب شیعو نکو طعن کرکے بجز غوغا اور شور غوغا مچانے اور کچھ حاصل نہو خداوند کریم نے تو گواہی کی اعتبار کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے
قید لگادی اور جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات نے تادم آخر اپنا تصرف رکھا اسلئے ناچار ہو کر شیعیان خراب طینت کو مکر اپنی عاقبت کی خرابی کرنیکا فکر ہوا
وصیت کی روایت تراشی مگر پھر وہی بات ہے کہ جھوٹی بات پاؤں نہیں چلتی یہ نہ سمجھے کہ وصیت تو اس مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو جب میراث جاری ہی نہیں تو وصیت کے
کیا معنی **اقول** جو کچھ پہلے لکھ چکا ہے یہ شیخ اور ہم اسکو رد کر چکے ہیں پھر اسی کا ذکر کرتا ہے اور اپنی تقویم پارینہ کو بار بار پیش کرتا ہے اسکے فریب و مکاری کو دیکھنا چاہئے کہتا ہے کہ بوجہ وراثت
فدک شیعہ طعن کیا کرتے تھے اور اسکا جواب پایا تو روایات ہبہ تراشی کیسا دروغگو ہے کہ کوئی بھی سچی بات دروغ سے خالی ہے اسواسطے کہ یہ طعن ہبہ فدک کا جدید نہیں ہے بلکہ دعوی ہبہ اور
دعوی میراث کے دونو اعتراض قدیم سے چلے آتے ہیں سید مرتضی علیہ الرحمۃ کہ جنکو نوسو برس کا زمانہ ہوا رد میں قاضی عبد الجبار کے کتاب شافی انکی موجود ہے اور ہبہ فدک کے مقدمہ میں علیہ الرحمۃ
نے اقوال قاضی کے رد کئے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ انکے بعد یہ اعتراض تراشا ہے اور حال یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ اعتراض چلے آئے ہیں اور اہل سنت سے آجتک جواب انکا نہو سکا کبھی مقدمہ میں لیکن اپنی
کتابونکی روایتونکا انکار کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں بھلا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور ہم سب کو رد کر چکے ہیں اور پھر بکے جاتا ہے اور
کہتا ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں الحاق کر دیا ہے بھلا تفسیر در منثور اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ جن میں روایت ہبہ کرنیکی اور دعوی ہبہ کی ہے کیا
مشہور نہیں ہیں کیسا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ نجدی اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں نے الحاق کر دیا ہے کہ یہ روایت ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہے اور میں اسکے جواب میں کئی مرتبہ لکھ چکا
ہوں کہ جس نے یہ روایت ان کتابوں میں داخل کی ہے آپ اور انکے اہل مذہب سب لعنت کرو اور جب اسقدر کتابوں میں روایت موجود ہو تو ہرگز غیر معتبر نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شیعہ
نے دھوکا دیکر یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں داخل کر دی ہوتی تو کوئی سنی تو کہتا کہ یہ روایت شیعوں کی داخل کی ہوئی ہے مگر کسی نے ایسا نہیں لکھا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب سے کچھ اسکا
جواب نہ آیا تو نصر اللہ کابلی متعصب کی پیروی کی انہوں نے ایسا لکھا ہے اور انکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے اور ہبہ اگرچہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے لیکن حضرت فاطمہ کا قبضہ تو فدک پر موجود تھا اور
رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور اگر ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ تو اس پر نہوا ہو
اور پھر دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا ہو کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے اور پھر بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں تم جانتے ہو کہ جیسے کہ خلفاء ثلاثہ جاہل تھے مسائل میں
ایسے ہی فاطمہ بھی ہونگی اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہبہ کا تو گواہوں سے طلب کرنیکی اسوقت احتیاج ہی نتھی بلکہ بمجرد دعوے کے دینا چاہئے تھا جیسا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے اور معلوم ہوا تیری نزدیک فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ خدای عظیم اور رسول کریم نے قدر شناسی اور طرفداری ابوبکر کے واسطے اور اسکے اوپر سے طعن کے دفع کرنیکو قید دو مرد یا ایک مرد
اور دو عورت کی لگادی اور حضرت نے اپنے قبضہ میں تا دم آخر رکھا اور حال یہ ہے کہ ابوبکر سے طعن دفع ہی نہیں ہو سکتا اور وہ اس غصب سے بری نہیں ہو سکتے آخرت میں بیشک اس سے مواخذہ ہوگا
اسواسطے کہ وہ فاطمہ اور علی دونوں کو صادق جانتے تھے اور حیلہ شرعی کو مکر کرکے گو فاطمہ زہرا کو غصب کیا لیکن جسوقت خدا کہیگا کہ دعوی فاطمہ زہرا کا تیرے اوپر تھا اور تو اسکو راست گو بھی جانتا تھا پھر اسکو
کیوں نہ دیا اور گواہ اس سے کسواسطے طلب کئے کیا مدعی علیہ تیرے سوا کوئی اور شخص تھا کہ اسکے اطمینان کے واسطے تو نے گواہ طلب کئے تو اسوقت خلیفہ صاحب کیا جواب دینگے اور ان خرافات کے

دیکھنا چاہئے کہ اپنی عاقبت کے خراب کرنیکے واسطے ایک اور طوفان کھڑا کیا ہے کہ وصیت کا اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کرکے شیعوں کیطرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک کے دینے کی وصیت کی تھی لیکن ابوبکر نے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور حال یہ ہے کہ کسی کتاب میں ہمارے یہ طعن نہیں لکھا ہے معلوم نہیں مولوی عبدالعزیز صاحب کو کون امر باعث ہوا اس طعن کے ایجاد کرنیکا اور انکی پیروی سے بے سند اور بے تحقیق یہ شیخ بھی لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ وصیت تو اسی مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو باطل ہے اسکو قول صاحب صواعق محرقہ کا جواب میں اس اعتراض کے کہ علی کو خچر اور تلوار رسولخدا صلعم کی اسواسطے ابوبکر نے دیئے کہ وہ تو حلال تھی چنانچہ لکھتے ہیں صواعق محرقہ میں کہ وعلی الثالث انہ لم یدفع ذلک لعلی میراثاً فلا صدقة لما مر بل بطریق الوصیة منہ الیہ علیہ ما ود حاصل یہ ہے کہ اور جواب تیسرے اعتراض سے یہ ہے کہ نہیں دفع کیا واسطے علی کی یعنی نہیں دیا علی کو خچر اور تلوار ابوبکر نے باعتبار صدقہ کے اور نہ میراث کے جیسا کہ گزرا ہے بلکہ بطریق وصیت کے رسولخدا صلعم کیطرف سے طرف علی کی جیسا کہ وارد ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ جب سطور سے بھی قافیہ تنگ ہوا تو علماء شیعہ کو سخت دشواری پیش آئی کہ نہ طعن کیے بن پڑی اور نہ چپ سے کام چلے ہے اگر طعن کریں تو کس منہ سے کریں اور خاموش بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام شیعہ کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر ہضم کریں ناچار باقیماندگان شیعہ نے اپنے متقدمین کے انہیں گونہ ہائے شتر مذکورة الصدر کو کمی بیشی کرکے زبان پر رکھا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ کریمہ اسمی بہ زاد علی صاحب میں ایسا کیا ہے لیکن بحکم مثل مشہور عیب کہ بنکو ہنر چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ مضامین مندرجہ رقیمہ کو جو فی الجملہ بطرز جدید ہیں اپنے آپ تراشتے ہوں یہ بات کہ کہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے قبضہ کی تحریر لگائی کہیں حضرت علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی کے ساتھ حسنین رضوان اللہ علیہم کی گواہی بڑھائی کہیں ہبہ اور میراث دونوں کی نسبت بترتیب کور دعوی کرنیکا دعوی کیا کہیں حضرت عمر کے کاغذ پھاڑ ڈالنے کا بزعم خود الزام دیا کسی بڑی مکار یکتائے روزگار کی چالاکی نظر آتی ہے یہ مولوی صاحب بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست اور نیز بغرض فروغ مذہب لا سر دروغ ان بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی سنی واقفکار کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھک بھول جاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھپنا جھپٹی میں فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور بہت سے جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جاوینگے لیکن بفضلہ تعالی مذہب اہل سنت میں قوت اور کیوں نہو سچی بات سچی ہی ہوتی ہے کہ علماء تو ایک طرف اطفال الحقر ہیچمدان بھی جوابات دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کا جو کچھ حال ہوا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہو چکا اسی پر اس اعتراض کو بھی قیاس کر لیجئے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **اقول** واضح ہو کہ ہم لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کیا اور دیدیا اور بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر نے وہ فاطمہ زہرا سے چھین لیا اور انکے قبضہ سے نکالکر اپنے قبضہ میں کر لیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ابوبکر سے کہ میرے باپ نے یہ مجھ کو دیا ہے تو مجھ سے کیوں چھینتا ہے اسوقت ابوبکر نے کہا کہ اگر تمکو تمہارے باپ نے دیا ہے تو اسکا گواہ کون ہے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی اسکی دی تو ابوبکر نے کہا کہ گواہ پورے نہوئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئیں اور یہاں ایک مرد اور دو لڑکے اور ایک عورت ہے اور فدک کو ضبط کر لیا اور جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اس مقدمہ میں بہت کہا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو کاغذ فدک کی واگذاشت کا لکھدیا لیکن عمر نے وہ کاغذ دیکھا اور پڑھا تو اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کو بھی رای عمر کی پسند آئی اور حضرت فاطمہ فدک سے محروم ہو گئیں یہ سب اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے جسکو شیخ لکھتا ہے کہ کہیں یوں کہتے ہیں اور کہیں یوں کہتے ہیں اور شیعہ انکی کتابوں کے لکھے ہوئے کے موافق ان پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ شیعوں کے ایسے اعتراض ہیں کہ ہرگز اہل سنت سے دفع نہیں ہو سکتے اور جو کچھ جواب میں لکھتے ہیں وہ کافی نہیں ہے مولوی عبدالعزیز صاحب نے ہر چند کوشش کی جواب دینے میں اور ہاتھ پاؤں مارے اور ایسے ہی مقدموں میں ایک کتاب لکھی اور نام اسکا تحفہ رکھا لیکن شیعوں کے علماء نے اسکو بالکل رد کر دیا اور ایسے جواب دندان شکن لکھے کہ پھر اہل سنت کے علماء کو یارا اسکے جواب کا نہوا اور جب قافیہ ان کا تنگ ہوا اور علماء اہل سنت کو دشواری پیش آئی کہ نہ جواب لکھے بن پڑے ہے اور نہ چپ سے کام چلے ہے اگر پھر جواب لکھیں تو کس منہ سے لکھیں کہ کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور خاموش ہو بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام اہل سنت کو کیا منہ دکھلائیں اور نذر و نیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر ہضم کریں تو کٹھ ملا اور ٹلو والے جو کہ نیم ملا خطرہ ایمان ہیں انہیں گونہ ہائے شتر مذکورة الصدر کو جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھ گئے تھے کم و بیش کرکے زبان پر دھرا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو اس شیخ نجدی نے بھی ایسا ہی کیا اور ان اعتراضوں کے دفع کرنیکا ارادہ کیا لیکن بحکم مثل مشہور عیب کہ بنکو ہنر چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ انکے تراشتے ہوئے یہ مضامین ہوں کہیں تو انکار کرتا ہے روایتوں کا کہ ہماری کتابوں میں یہ روایتیں نہیں ہیں اور جب اس سے بن نہیں پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابیں مثل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یہ کسی بڑے مکار یکتائے روزگار کی چالاکی ہے یہ شیخ بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست اور نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ اور بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں اپنے جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی شیعہ واقف کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب پوچھک بھول جاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھپنا جھپٹی میں کہ ابوبکر نے فدک کو فاطمہ زہرا سے چھینا ہے ابن حجر سنا دمیں ابوبکر کی فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور

ہے کہ جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جاوینگے لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب شیعہ میں تو ہے اور کیوں نہو سچی بات سچی ہی ہوتی ہے کہ علماء شیعہ تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی
جوابات دنداں شکن سے سنیوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کے جواب کا جو کچھ خاکا اڑا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہو چکا اسی پر اس اعتراض کے جواب کو بھی
قیاس کرنا چاہیئے ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا ۞ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یہ جواب اس اعتراض کا الحال پسند نہیں جاتا تو سنیے مولوی صاحب یوں تقریر فرماتے
ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایک جھوٹی حدیث خلاف کلام اللہ کے بنا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رد کر دیا
مخدوم من سچا آدمی سچی بات کو مان لیا کرتا ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اگر ہمکو ہٹ دھرمی مد نظر ہوتی تو اس روایت کو کتابوں میں سے
بھی حذف کر دیتے فقط انکار تو درکنار کوئی موضوع روایت تو تھی ہی نہیں جو بعذر عدم اعتبار پیچھا چھڑا لیتے اور اتنی بات منصفوں کے نزدیک ہمارے اس دعوے کے صدق کی بابت کہ روایت مذکور جب
ہے کفایت کرتی ہے برخلاف مکارم ہمارے مولوی عمار علی صاحب کے ہمرنگ تحفہ کہ نہج البلاغت اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابوں میں حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں ہونا
ثابت اور متحقق ہو اور پھر انکی بیٹیاں ہونے سے انکار کر جائیں والشیٔ بالشیٔ یُذکر میں چنانچہ مذکور ہوا اگر مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ حدیث خلاف کلام اللہ بنالی خلاف واقع ہے اتفاقاً تو اتنی
بات سے سمجھ گئے ہونگے کہ شیعوں کو کلام اللہ سے کیا سروکار جس قوم میں کلام اللہ کا چرچا ہی نہو وہ کلام اللہ کو کیا سمجھیں جو یہ سمجھیں کہ فلانی بات کلام اللہ کے موافق ہے فلانی مخالف اگر علم الیقین
عین الیقین کے برابر نہیں ہوتا اسلئے اتنی گزارش کرنی پڑی کہ علماء شیعہ خصوصاً مولوی صاحب اپنے قصور فہم سے ناچار ہیں ورنہ کلام اللہ اور حدیث معلوم جسکی تحقیقات کا ہمنے اوپر ہی عہدہ
کیا ہے باہم مخالف نہیں بلکہ موافق کیا متعلق ہیں **اقول** جیسے کہ تمنے پہلے اعتراض کا جواب پایا ہے ایسے ہی اس کا جواب دو گے کہ جس سے معترض کی تسکین خاطر ہو اور مولوی صاحب نے
طلب میراث میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب قطعی اور راست ہے اور تو ہرگز سچا نہیں ہے جو روایت کہ تیری کتابوں میں ہو اسکا انکار کرے یا کہے کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت الحاق کر دی ہے
اور اگر سچا ہوتا تو اس روایت کو راست جانتا پہلی روایت کو کہ جسکا انکار کرتے ہو کیا اپنی کتابوں میں سے اسکو حذف کر دیا ہے جو اس روایت کو حذف کرتے لکھنے والے تو لکھکر اپنے ہاتھ کاٹ گئے
اور اگر دعوی میراث کی روایت موضوع نہیں تو اس دعوے کے ہٹانے کی روایت تو موضوع ہے اور ایسی روایت موضوع کے بہانے سے روایت دعوی میراث کو تم سچا کہتے ہو اور اس روایت
موضوع کی اعانت سے اپنا پیچھا چھڑایا ورنہ روایت دعوی ہبہ اور روایت دعوی میراث کی صداقت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں امر وقوع میں آئے ہیں اور ہم خود کہتے ہیں کہ خداوند کریم ہمارے مولوی صاحب کو
ہمرنگ تحفہ دروغگو کے نکرے اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کے مقدمہ میں انہوں نے کچھ دروغ نہیں لکھا ہے بلکہ لے اس مقام کو اور دروغگو تیرے امام اعظم ابو حنیفہ کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تو قرآن
میں لکھے کہ مشرکین نجس ہیں چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ اور ابو حنیفہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے کہیں کہ مشرکین پاک ہیں اور خدا کے قول کو جھوٹا ٹھہرائیں اور تماشا یہ ہے کہ مومنین کو یہ
بتلائیں کہ انکے وضو اور غسل کا ٹپکا ہوا پانی نجس ہے اور رسول خدا صلعم تو دو نمازوں کو مغرب و عشا کو جمع کریں اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کریں اور سورہ کے پہلے بسم اللہ کہیں اور ابو حنیفہ
خلاف اسکے حکم دیویں اور انکی پیروی ہی سب مقلدین انکی ایسا ہی کریں یہانتک کہ امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد لکھتے ہیں کہ شخص ابو حنیفہ بر المرا تھا اور پھر انکی پیروی کرتے ہیں اور
روایت لانورث بیشک مخالف کلام اللہ کے ہے لو شیعونکو کلام اللہ سے کام کیوں نہیں ہے کلام اللہ انکا ایمان ہے اور اسی پر انکا عمل ہے اور تعریف کلام اللہ کی احکام پر عمل کرنے کی ہے اور واسطے ثواب
کے اسکی تلاوت کرنی ہے سو شیعوں میں یہ بات موجود ہے اور اسکے لفظوں کو مثل طوطے کے یاد کرنے سے کیا فائدہ ہے اور تمام تو سنیوں کو کلام اللہ سے نہیں ہے بلکہ خدا اور رسول خدا سے بھی انکو کام نہیں ہے
وہ تو ثلاثہ کو سمجھتے ہیں اور کسیکو نہیں سمجھتے اور شیعہ کلام اللہ کو اپنا ہادی سمجھتے ہیں اور کلام اللہ کا انمیں چرچا رہتا ہے لیکن آجکل سب سچ کی ہوتے ہیں سنیوں میں کیا سب آدمی تلاوت ہی قرآن کی
کیا کرتے ہیں اور شیعوں میں کلام اللہ کا چرچا ہے تو اس روایت موضوع لانورث کو مخالف کلام اللہ کے کہتے ہیں اور بیشک اس روایت کے موضوع ہونے میں کسیطرحکا تردد نہیں ہے **قال الشیخ
الاشعری** مزید توضیح کے لئے اول یہی تقریر مخالفہ ایسی طرح بیان کیجے جس سے شیعہ اور علماء شیعہ بھی ممنون احسان ہوں بعد ازاں اثبات موافقت سے انکو یہ شرم دلائے کہ سر بگریباں ہوں
مخدوم من ظاہر مولوی صاحب اور وکیے تیروں کے بھروسے اینٹے پھرتے ہیں جسقدر کہیں سن ابی ہی کہدی ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ دو باتیں انکی مفید مطلب ہیں ہیں
منہ پر مہر لگا کر بیٹھ رہے انکو لازم تھا کہ اول اثبات مخالفت کرتے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب ہوتے پر کس نامعقول نے انکو طرز مناظرہ سکھلایا کہ دعوی بلا دلیل پیش کرتے ہیں انصاف کی رو سے
تو اسکے جواب میں ہمکو فقط لانسلم کفایت کرتا ہے یعنی اتنا بہت ہے کہ ہم یوں کہدیں کہ ہم نہیں مانتے اور اگر ہم بھی بے دلیل ایسے ہی دعوے کرنے لگیں بلکہ تمام عقائد اہل سنت کو بلا دلیل
پیش کرنے لگیں تو کوئی پوچھے مولوی صاحب کے پاس کیا جواب ہے معہذا ہم تو نہیں کہہ سکتے پر اگر کوئی ناصبی یا خارجی بہ نسبت ان روایات کے جو فضائل ائمہ اور استحقاق امامت وغیرہ خصوصیات میں ہے
شیعہ حضرات شیعہ اماموں سے نقل کرتے ہیں یوں کہنے لگیں کہ اپنے مطلب کے لیے اماموں نے یا شیعوں نے خلاف قرآن یہ باتیں گھڑ لیں تو پھر بجز اسکے کہ مولوی صاحب اپنی زبان کو منہ میں سمیٹ کر بیٹھ رہیں اور
کیا کر سکیں گے **اقول** جو تقریر کہ تم لکھو گے مخالفت میں روایت موضوعہ کے قرآن سے اسمیں تمہارا کیا احسان ہے وہ تو پہلے ہی سے ہمکو معلوم ہے اور صاحب تحفہ نے شیعوں کی کتابوں
ہی سے اسکو نقل کیا ہے اور موافقت اسکی قرآن سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تم جو لکھتے ہو کیا اپنے گھر سے لکھتے ہو تم مولوی عبد العزیز صاحب کے فضلہ خوار ہو یہی سطور ہی سنتے ہی اور کتاب کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مولوی صاحب نے کسی خارجی سے کب مناظرہ کیا تھا کہ تفصیل مخالفت کو بیان کرکے بھیجتے اور نہ انکا ارادہ مناظرہ کرنے کا کسی سے تھا اُنکے مذہب کے آدمی ذکر وہ بھی خواندہ
تھا مین چار باتین جو اُس نے پوچھی تھیں اُسکی سمجھ کے موافق تھوڑا سا مجملاً لکھ بھیجا اُنکو کیا خبر تھی کہ یہ خط ایک ناصبی کے پاس پہنچیگا ورنہ مفصل اور بطور مناظرہ کے لکھتے اور مولوی صاحب خواستگار اُسکے
جواب کے کب ہوئے تھے جو تو لکھتا ہے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب کے ہوتے البتہ اُسمین یہ لکھا تھا کہ اہل سنت سے اسکی صحت کرا لو کہ یہ باتیں اُنکی کتابوں میں ہیں یا نہیں تو تونے اسی پر اکتفا کیا
ہوتا کہ ہماری کتابوں میں یہ باتیں نہیں ہیں اس قدر بکھیڑا کیوں کیا اور اپنی اوقات کو کیوں ضائع کیا بلکہ تونے لا نسلم ہی کہدیا ہوتا یہاں کسکو آرزو تھی ایسے وردنگلوں سے ہو وہ بحثے والے سے
مناظرہ کرنیکی کہ تو ہی اپنی سمجھو کہ کلمہ لکھتا چلا جاتا ہے اور نواصب اور خوارج کو تم کیوں بدنام کرتے ہو تم خود کیا نہیں کہتے ہو تم بھی مثل نواصب کے ہو اسقدر فرق ہے کہ وہ علانیہ بُرا کہتے ہیں اور تم آنحضرت
کی تنقیص اور تضعیف کرتے ہو اور نواصب بھی تم میں سے ہیں کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن ہمارا احسان کو دیکھیو کہ اول اسقدر رسائی ذہن شیعہ ہی کا کچھ ایسے
بھی بڑھکر تقریر مخالفت تحریر میں لاتے ہیں واضح رہے کہ نہایت کوشش کرکے علماء شیعہ نے یہ بات نکالی ہے کہ حدیث ابوبکر صدیق جسکا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد
فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث ہی نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہے باوجودیکہ اُسکے راوی فقط ابوبکر صدیق ہی ہیں کلام اللہ کے مخالف ہے اور جو حدیث کلام اللہ کے مخالف ہو
اگر بالفرض اُسکے راوی بہت سے بھی ہوں تب غلط ہے چہ جائیکہ ایک راوی بالخصوص اہل سنت جماعت کے نزدیک کہ اُنکے نزدیک کلام اللہ میزان صحت معیار صدق و کذب اخبار ہے تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حدیث مذکور اس آیت کے مخالف ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ جس سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا نکلتا ہے کیونکہ
اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمکو پہلے سے ہی کہدیتا ہے کہ تمہاری اولاد میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ملا کرے سو رسول اللہ صلعم جیسے اور احکام صوم صلوٰۃ حج زکوٰۃ میں شریک ہیں ایسے ہی اس حکم
میں بھی امت کے شریک ہیں کیونکہ اس آیت میں نبی غیر نبی کی تخصیص نہیں پھر یوں کہنا کہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وارث نہیں اس آیت کا تکذیب کرنا ہے دوسرے اور روایت وَهَبْ لِیْ
مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ کے جیسے اور انبیاء کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی نکلتا ہے مخالف اور مناقض ہے کیونکہ پہلے کا ترجمہ تو یہ ہے کہ وارث
ہوئے حضرت سلیمان حضرت داؤد کے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جناب باری تعالیٰ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ الٰہی مجھکو اپنے پاس سے ایک بیٹا عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور
اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو فقط سو اول آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو نبی تھے اُنکے ترکہ میں میراث جاری ہوئی اور دوسری آیت سے گو یہ بات تصریح نہیں نکلتی لیکن اولاً تو
حضرت زکریا جو مشہور نبی ہیں ایسے قدیمی حکم کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہے تصور میں نہیں آتا کہ جو حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر اُنکے زمانہ تک برابر معمول بہا ہو اُنکو ہرچند اب تک معلوم نہوا ہو اور
نہ اس باب میں کوئی وحی آئی ہو حالانکہ زمانہ پیری موت کا مقدمہ ہوتا ہے ایسے وقت میں لازم ہے کہ جو جو بات نبی کی مسائل متعلق ہوں اُنکی اطلاع کی جاتی تاکہ اُسکے موافق وصیت کر جاتے ورنہ جو بات
نبی ہی کو معلوم نہو تو پھر اوروں کو کیا معلوم ہوگی ایسے با اینہمہ جیسے حضرت نوح نے بیٹے کی نجات کی دعا کی جواب میں بطور تنبیہ و عتاب اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا مرضی
جناب رب تعالیٰ کے خلاف تھی حضرت زکریا کی اس التجا کے جواب میں بشارت قبول دعا کا پہنچانا اور کچھ تنبیہ و عتاب نہیں کیا اسبات کا وہم جاتا کہ یہ عتاب اسی سبب سے ہوا
کہ حضرت زکریا نے وراثت کیوں نام لیا بہرحال ان آیات سے اتنا ثابت ہوا کہ انبیاء کے مال میں بھی میراث جاری ہوتی ہے پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلعم علی العموم سب انبیاء کو شامل کرکے
فرماتے ہیں کہ ہماری گروہ کا کوئی وارث نہیں تاکہ اگر صحیح ہو بلکہ ان دو آیتوں سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ جو بعضی روایات حدیث مذکور میں لفظ لا نورث بھی آیا ہے یعنی ہم بھی کسیکے
وارث نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت یحییٰ اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی بالاتفاق نبی ہیں جب وہ دونوں اپنے والد کے وارث ہوئے تو یہ بات کہ کوئی نبی کسیکا وارث ہی نہیں ہوتا
سراسر غلط نکلی یہ ہے تقریر مخالفت کلام اللہ و حدیث مذکور اس سے بہتر شاید شیعہ بھی تقریر نکر سکیں **اقول** اگرچہ شیعوں کی تقریر لکھی ہے لیکن پھر بھی بعض امور باقی رہ گئے ہیں وہ
لکھنے میں نہیں آئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے لکھے جائینگے **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری بھی تحقیق صحیح و تنقیح فصیح کے ترانہ عقل آشنا کیطرف متوجہ ہو جئے کہ انشاء اللہ کیا
دلکشا اور راحت افزا ہے جس کے کان میں پڑتے ہی اطمینان ہو جائے ظاہر کی مخالفت کا خلجان انشاء اللہ تعالیٰ ایسی طرح دور ہو کہ پھر کبھی دھیان بھی نہ آئے یہ ترتیب بات موافقت
کی بات تحریر میں آتی ہے لیکن چونکہ باریک مضامین بے تمہید کے ادا نہیں ہو سکتے اسلئے اول یہ گزارش ہے کہ ہرچند کلام اللہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خدا ہی کا تصنیف ہے
اور اسی وجہ سے اُسکو کلام اللہ کہتے ہیں لیکن مراسلات اور خطوط بنی آدم کلام ربانی بھی دو قسم پر ہے ایک تو جیسے کوئی منشی اپنی طرف سے کسیکو خط لکھے یا کوئی شخص کسی قاصد کو پیام دیکر
بھیجے تو اس صورت میں عبارت بھی اُسی منشی اور اُسی شخص کی ہوتی ہے اور وہ خط اور وہ پیام بھی اُسی کیطرف سے ہوتا ہے خط رسال اور پیامبر فقط مثل ہوا ہوتے ہیں کہ ایک کے منہ کی آواز
دوسرے کے کان تک پہنچا دیتے ہیں اس قسم کا تو اکثر کلام اللہ ہے امثال کے لکھنے کی کچھ حاجت نہیں یعنی جیسے خدا کا تصنیف ہے ویسے ہی خدا کیطرف سے امت کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یا دونوں کو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو اکثر تو عبارات ایسی ہیں نشان دہی اور تحریر مثال کی کچھ ضرورت نہیں ہے پر شاید شیعہ سب لکھے نہ سمجھیں اسلئے یہ ایک دو مثال کافی وافی مرقوم ہیں
یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ الخ پہلی آیت میں بے تخصیص کسی نیک و بد کی سب بندوں کو یہ حکم ہے کہ لے میرے بندو دوسرے آیت میں بنی اسرائیل کو

سنایا جاتا ہے کہ اے گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمت یاد کرو اور دو آیتیں باقی انہیں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب ہے بہر حال جیسے یہ عبارات خدا کی تصنیف کی
ہوئی ہیں ایسے ہی انکے مضامین بھی خدا ہی کیطرف سے ہیں اور کا پیام سلام نقل نہیں فرماتے دوسری یہ صورت ہے کہ جیسے لکھنا پڑھنا جاننے والے کسی ایسے جاہل کا خط جسے فارسی آتی
فارسی خط لکھدیا کرتے ہیں تو عبارت اُس منشی ہی کی ہوتی ہے کوئی نادان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبارت اس مرد جاہل کی ہے پر مضمون اُس جاہل ہی کا ہوتا ہے اور خط بھی اُسیکا
گنا جاتا ہے یا جیسے کسیکو کوئی شخص کچھ تلقین کرے کہ تو اپنی فلانے مطلب کے لئے فلانے سے یوں کہیو جیسے مختاروں اور وکیلوں کو مسودہ دیا کرتے ہیں تو گو عبارت تلقین کرنیوالی
کی بنائی ہوئی ہوتی ہے پر اُسکا مضمون کہنے والے یا عرضی والے کا سمجھا جاتا ہے ایسے ہی کلام اللہ میں بعض بعض عبارات ایسے ہیں کہ وہ بھی خدا کی ہی بنائی ہوئی ہیں لیکن انکے
مضامین بندوں کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں قل یا ایہا الکافرون اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور سوا اسکے جہاں لفظ قل یا تو اول میں ہے اور پھر بعد میں
ایسے الفاظ ہیں کہ جسکے ملاحظہ سے یوں معلوم ہو کہ متکلم مخاطب ہو مثلاً قل اعوذ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتا ہوں میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم جناب سرور
کائنات ہیں تو بعد قل کے جتنی عبارت ہے اُس سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے سمجھنی چاہئے لیکن جیسے زبانی تلقین میں تو اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ تلقین کرنیوالا
یوں کہے کہ تو یوں کہیو عرضی کے مسودہ میں اسکی ضرورت نہیں کہ اُسکے اول میں یوں لکھدیں کہ تو یوں کہیو بلکہ مسودہ کر کے یوں ہی حوالہ کر دیتے ہیں ایسے ہی کلام پاک خداوند کریم میں
بھی بعضی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کیطرف علی العموم فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف سے ہیں لیکن اُنکے اول میں قل تو لوا نہیں بلکہ بمنزلہ مسودہ وکلا اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یا سب کے طرف سے تصنیف کر کے اُنکے حوالہ کر دیا ہے چنانچہ سورہ فاتحہ اس قسم کی ہے خاص کر ایاک نعبد سے لیکر آخر سورہ تک جسکا یہ مضمون ہے کہ ہم تیری
ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں سیدھی راہ چلا الخ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں ہی کی طرف سے بنا کر اُنکے حوالہ کر دی ہے تاکہ وقت حضور دربار خداوندی
یعنی وقت نماز کے خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں ورنہ اگر خدا کی طرف سے کہئیے تو خداوند تعالی شانہ سے زیادہ کون ہے جو خداوند کریم اُسکی عبادت کرے اور اُس سے مدد کا
خواستگار ہو اور پھر کونسی جناب باری تعالی بے راہی پر ہیں جو سیدھی راہ کی آرزو ہے **اقول** کچہریوں کی تحریروں سے کلام اللہ کو کیا مناسبت ہے کہ جو اُسپر قیاس کیا جائے اور باوجود
اس قیاس مع الفارق کے پھر نہیں بن سکتا اسواسطے کہ پہلی صورت میں اگر کوئی کسیکو خط لکھے تو وہ اُسیکا کہلاتا ہے یہ تو کلام خدا پر منطبق ہو سکتا ہے اور دوسری صورت کہ جسمیں
یہ ہے کہ کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھوائے تو مضمون اُسکا اُس جاہل ہی کا ہوتا ہے یہ منطبق نہیں ہوتا اسواسطے کہ رسول خدا صلعم کسی مضمون کو اپنی طرف سے نہیں لکھواتے ہیں کہ وہ
انکا مضمون کہلائے اور نہ خدا تعالی نے کہیں فرمایا ہے کہ ہم تیری طرف سے لکھکر بھیجتے ہیں بلکہ خدا تعالی جو کچھ بھیجتا ہے وہ اُسیکا مضمون ہے موافق قل کل من عند اللہ کے اور رسول خدا
نے خدا تعالی کو کبھی لکھکر بھیجا ہے کہ تو میری طرف سے ایسا لکھدے بلکہ جو حکم کہ جناب رسول خدا صلعم کو معلوم نہوتا تھا تو خدا سے پوچھتے تھے اور خدا تعالی فرما دیتا تھا تب حکم خدا تعالی کی طرف ہوگا یا رسول خدا صلعم
کی طرف سے رسول خدا تو اُس حکم کو سنا دینگے خدا کی طرف سے اُسکے بندوں کو اور اگر کوئی کسیکا پیغام لیکر کسیکو سنانیکو جائے تو کوئی دیوانہ بھی یہ نہ کہیگا کہ یہ سنانے والے کی طرف سے ہے بلکہ یہ کہینگے
کہ فلانے کی طرف سے ہے اور یہ اُس پیغام کو سناتا ہے سو جو حکم کسی امر کا ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے نہ پیغمبر کیطرف سے پیغمبر تو اُسکے حکم کا سنانیوالا ہے اور اگر خدا کی طرف سے نہو تو معلوم
ہوا کہ اس شرع کا مقرر کرنیوالا خدا نہیں ہے بلکہ رسول خدا صلعم ہیں کہ اپنی طرف سے لوگوں کو احکام پہنچاتے ہیں اور خدا کی طرف اُسکو منسوب کیا ہے کہ خدا یوں حکم دیتا ہے جیسے کہ
ہیں۔ کفار حضرت کو یہی کہتے تھے کہ تو نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور خدا تعالی نے اس زعم کے رد میں فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل الخ چنانچہ بعد اسکے اسکو ہم لکھینگے اور لکھ آئے
ہیں کہ مضمون لکھانیوالا ہی کا کہلاتا ہے لیکن جو کچھ خدا تعالی پیغمبر کے پاس بھیجتا ہے وہ خدا ہی کا مضمون کہلاتا ہے نہ پیغمبر خدا کا پھر پیغمبر کیطرف سے کیسے ہو جائیگا اور آیت تو کلام
اللہ ایسی ہے جیسے کہ کوئی امیر لوگوں کو کہے کہ امیر المومنین یا مو کہ اسمیں اور اُس میں کچھ فرق نہیں ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ غائب کے صیغہ میں بیان کرنے سے
خدا کیطرف سے نہو بلکہ رسول خدا کی طرف سے ہو جائے اور تو بڑا جاہل ہے اور کلام عرب سے واقف نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جو کوئی کسیکو تلقین کرے کہ تو اپنے فلانے مطلب کو
یوں کہیو تو البتہ اُس کہنے والے کی طرف نہوگا اور اگر کہے کہ تو ہمارے مطلب کو فلانے سے یوں کہیو تو اُس تلقین کرنیوالے کا مطلب ہوگا لیکن معلوم نہیں اس سے کیا حاصل ہے اور
قل یا ایہا الکافرون وغیرہ میں ابتدا قل سے آخر تک تو ظاہر ہے کہ خدا کیطرف سے ہے اور قل کے بعد بھی خدا ہی کیطرف سے ہے اور کسیکی طرف سے نہیں اسواسطے کہ یہ واسطے تعلیم بندوں کے ہے کہ تم اسطرح
کہو اور یہ ہے خدا کی طرف سے اور متکلم قل اعوذ کے رسول خدا صلعم نہیں ہیں اور قل اعوذ یا قل کے بعد بھی متکلم اُسوقت ہونگے کہ جسوقت زبان سے اعوذ کہینگے اور اس میں خطاب تو رسول خدا صلعم کی
طرف ہے لیکن مراد سب مومنین ہیں کہ تم اعوذ کہو اسکا مطلب ہے یہی ثابت نہیں ہے گو قل کی بعد کی عبارت کو ہم رسول خدا صلعم کیطرف سے سمجھیں لیکن یہی سوچنا ہے کہ بوقت قل کے بعد آوے اور اگر قل کا لفظ نہو تو پھر تو احتمال
رسول خدا کیطرف سے ہونیکا ہرگز نہیں ہے اور کلام اللہ کا قیاس عرضی لکھنے والے پر اور مسودہ وکلا پر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ کلام اللہ کا جو کہ مضمون ہے وہ خدا کیطرف سے ہے اور عرضی لکھنیوالوں اور مسودہ کرنیوالوں کا جو کہ مضمون
ہے وہ لوگوں ہی کیطرف سے ہے اور خدا کا کلام کہ بندوں کیطرف سے کہنے والا کافر ہے علاوہ اسکے ایاک نعبد وایاک نستعین بھی بندوں کیطرف سے نہیں ہے بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے کہ وہ اسی تعلیم بندوں کی

فرمایا ہے کہ تم یوں کہا کرو اور سوا اسکے احکام خدا کا قیاس اس مناجات پر کیونکر ہو سکتا ہے کہ اگر مناجات بندہ کی طرف سے ہو تو حکم حلال و حرام ہی بندہ کی طرف سے ہو جائے
قال الشیخ الرشید یہی نسبت آیات مقدمہ میں جناب متوجہ ہو کر سننے کہ آیت یوصیکم اللہ بلکہ ابتداء سورہ نساء سے لیکر یہاں تک بلکہ عجب نہیں تمام سورہ کے سورہ بمنزلہ سورۃ
فاتحہ کے جناب باری تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ فرما دی ہے تاکہ آپ بجائے خود لوگوں کو اسطرح سے سمجھا دیں دلیل اسبات
کی کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کی گئی ہے خدا کی طرف سے نہیں ہے یہ ہے کہ یوصیکم اللہ فرمایا اوصیکم یا عباد اوصیکم مثلاً نفرمایا اگر خدا کی طرف سے بندوں کی خطاب
میں آیت ہوتی تو لازم تھا کہ یا عباد اوصیکم مثلاً فرماتے یہ عبارت جواب موجود ہے صاف اسی پر دلالت کرتا ہے کہ متکلم اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب امتی آپ
اپنی طرف آن الفاظ کے یہ آیہ میں خداوند کریم کا حوالہ دیکر احکام میراث تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ معنے اسکے یہی ہیں پہلے سے تمہیں خدا تعالی نے آگہی دی ہے کہ تمہاری اولاد میں
بیٹو ملو و بیٹیوں کی بارہ بلا ایسی بات ہے کہ جیسے سر رشتہ دار جج یا کلکٹر کا حکم اہل مقدمہ کے سنا نیکے وقت کہا کرتے ہیں کہ صاحب تمہاری لنسبت یہ حکم دیتے ہیں اور اگر حاکم خود کلام کیا کرتا ہے
تو اہل مقدمہ کے نام یا لقب سے جیسے چودہری یا شیخ جی لیکار کر مثلاً کہا کرتا ہے کہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں یا ہمارا تمہارے لئے یہ حکم ہے مثلاً نہ یہ کہ اپنا نام لیکر یوں کہے کہ تمہیں فلاں شخص
یوں کہتا ہے پس درصورتیکہ یا عباد اوصیکم نفرمایا جسکا یہ مطلب ہوتا کہ اے میری بندو میں تمہیں کہے دوں ہوں بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ اللہ تمہیں کہے ہے تو بالیقین معلوم
ہو گیا کہ جیسے سورہ فاتحہ سب کی طرف تو بنائی ایسے ہی یہ آیت رسول اللہ کی طرف سے بنا دی ہے تاکہ امت ایسے اس طرح سے باتیں کریں اور ظاہر ہے کہ جب سر رشتہ دار کسی اہل مقدمہ کو
کوئی حکم سنایا کرتا ہے تو اس حکم سے اپنے آپکا رجع ہوتا ہے یہاں تک کہ سوا سر رشتہ دار جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں اگر اسوقت موجود ہوں اور سبھی کو یوں کہے کہ حاکم تمہارے لئے یوں
فرماتے ہیں تب بھی اسوقت کی گفتگو سے کوئی یوں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سر رشتہ دار بھی اس حکم میں داخل ہے علے ہذا القیاس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو اس
حکم کے سنانے میں احکم الحاکمین کے سامنے بہ نسبت ہمارے بمنزلہ سر رشتہ دار کے ہیں اس حکم سے خارج سمجھنا چاہئے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ حکم فقط امتیوں کے لئے ہے اور حدیث لانورث ما ترکناہ
صدقہ اس دقیقہ مخفی کے سمجھا دینے کے لئے اس آیت کی تفسیر ہے **اقول** واہ کیا خوب لکھا ہے کہ خدا تعالی کو تو کلکٹر ٹھیرایا ہے اور رسول خدا صلعم کو سر رشتہ دار اس کا معلوم ہوتا ہے
کہ آپنے مختاروں و وکلا کے زمرہ میں نوکری بہت کی ہے اور کچہریوں ہی میں اپنی اوقات بسر کی ہے اسقدر بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کجا احکام خدا اور کجا احکام کلکٹر اسکا قیاس اسپر کر کے
اپنے دین سے تم خارج ہو گئے اور قرآن کے معانی میں جو تمنے تحریف کی اور یہ لکھا کہ یہ آیت خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسول خدا کی طرف سے ہے اور اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو یا عباد اوصیکم
کہتا اس لکھنے سے تم علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہو گئے ۔ اور فتوی تمہاری کفر کا اس رسالہ کے آخر میں لکھا جائیگا اور اس صورت میں تمہارے جواب کے رد کرنیکی احتیاج نہ تھی لیکن
واسطے واضح کرنے تمہاری جہالت اور بے بصیرتی کے لکھا جاتا ہے اور ایک امر جو کہ تمہاری جہالت اور کفر پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ تم تمام سورہ نساء کو کہتے ہو کہ یہ خدا کی طرف سے
نہیں ہے بلکہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ اور رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے بھیجنے والے اور طور کے بلند کرنیوالے جناب
رسول خدا صلعم ہیں اور ایسا اعتقاد کفر محض ہے اور لازم آتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم متکلم اور مخاطب دونوں ہو جائیں چنانچہ فرماتا ہے فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اور اس شخص کی
عقل جاتی رہی ہے کہ آیت یوصیکم اللہ کو مثل سورہ فاتحہ کے کہتا ہے سورہ فاتحہ تو بمنزلہ دعا کے ہے کہ واسطے تعلیم بندوں کے نازل کی ہے کہ تم یوں کہا کرو اور جناب رسول خدا بھی
ان بندوں میں شریک ہیں اور آیۃ یوصیکم اللہ میں ایک حکم ہے خدا کی طرف سے سب بندوں کو اور سورہ فاتحہ میں تو ایاک نعبد و ایاک نستعین دلالت کرتا ہے کہ بندہ اس طرح سے کہا کریں
اور آیت مذکورہ میں کیا چیز ہے کہ جو دلالت کرے اس امر پر کہ رسول خدا صلعم اس طرح سے کہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے واسطے یہ سورہ تصنیف کر کے نہیں بھیجا ہے کہ وہ مضمون تو رسول خدا
صلعم کا ہو اور خدا تعالی نے اسکے مضمون کا مسودہ کر کے بھیجدیا ہو بلکہ وہ مضمون بھی خدا تعالی ہی کا ہے اور اس جاہل کو دھوکا اس سبب سے ہوا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے حکم کو متکلم کے صیغہ
میں بیان نہیں کیا بلکہ غایب کے صیغہ میں بیان کیا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ خدا تعالی اپنے تئیں جیسے کہ متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا ہے ایسے ہی غایب کے صیغہ میں بیان کرتا ہے اور یہ ایسا
ہے جیسے کہ کوئی اَمِیْرُ اَنَا اٰمُرُكَ کی جگہ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاْمُرُكَ کا کہے اور یہ عین محاورہ عرب کا ہے چنانچہ علم معانی میں گزرا ہے اسنے مطول و مختصر معانی کو نہیں دیکھا ورنہ ایسی بیہودہ
بات نہ کہتا اور یہ ایک بیہودہ بات جو لکھا ہے کہ اگر یہ آیت خدا کی طرف ہوتی تو یا عباد اوصیکم کہا جاتا اس سے قطع نظر اسکے کہ خدا کے کلام کو اصلاح دیکر کافر ہوتا ہے موافق فتاوی علماء
اہل سنت کی اسطرح کی تو سینکڑوں آیتیں ہیں کہ انکے اول میں یا عباد کا لفظ نہیں ہے اور وہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور اگر کوئی انکو خدا کی طرف نہ کہے تو علماء فریقین کے نزدیک وہ کافر ہے جیسے کہ تحکیم و تمتیکم اور یہ بھی
ضرور نہیں ہے کہ خدا تعالی متکلم ہی کے صیغہ میں بیان کرے بلکہ موافق محاورہ عرب کے سب طرح سے درست ہے چاہے متکلم کے صیغہ سے بیان کرے چاہے غائب کے صیغہ سے جیسے کہ علم معانی میں مذکور ہے اور یہ نہیں ہے کہ اگر خدا تعالی اپنے
کسی حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ تو اسکی طرف سے ہو اور جو غایب کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہو اور خدا کی طرف سے نہ ہو لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا جاوے اللہ ہے کے سامنے
رونا اپنے دین کا کھونا ہے پس معلوم ہوا کہ ہر حکم خدا کی طرف سے ہے خواہ متکلم کے صیغہ میں ہو خواہ غایب کے صیغہ میں ۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اور رسول خدا صلعم

ہے محکوم اُس حکم کے ہیں مگر بعضے حکم میں بدلیل متفق علیہ فریقین رسولخدا مستثنے ہیں اور رسولخدا صلعم کی طرف سے قرآن میں کوئی حکم نہیں ہے اور جو کوئی اسکا قائل ہے کہ رسولخدا
صلعم کی طرف سے بھی حکم ہیں وہ سب مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے چنانچہ فتوی سے علمائے اہل سنت کے معلوم ہوتا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم ایک حکم کو خداتعالے
کیطرف منسوب کرکے اور اپنی طرف سے بناکر لوگوں کو سنائیں کہ خدا تمکو یوں وصیت کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ خداتعالی فرماتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا
مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ یعنی اور اگر افترا کرتا ہمپر محمد صلعم بعضی باتونکو تو البتہ پکڑتے ہم اُس سے دست راست اُسکا پھر البتہ کاٹتے ہم اُس سے دل کی رگ کو اور اگر کوئی کہے
رسولخدا صلعم نے اپنی طرف سے یہ حکم بناکر خدا کی طرف منسوب نہیں کیا ہے بلکہ پہلے سے یہ حکم نازل ہو لیا تھا تو ہم کہیں گے قرآن موجود ہے دیکھ لو سوائے اس مقام کی کسی آیت میں تو نہیں ہے کہ تو میرے
بندوں کو اسطرح سے کہنا کہ خدا تمکو وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد میں اور اگر سوائے قرآن کے کسی اور وحی سے معلوم ہوا تھا تو وہ حدیث قدسی تھی اسکو درج قرآن نکرتے بلکہ زبانی بیان کر دیتے
اور کلکٹر گو اپنا نام لیکر اہل مقدمہ کو نہیں سناتا ہے کہ بلوٹن صاحب تمکو یہ حکم دیتے ہیں لیکن خداتعالی اپنا نام لیکر فرماتا ہے کہ اللہ تمکو یہ حکم دیتا ہے اور خداتعالی کا یہ حکم ہے لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا
جائے اور اگر تو اسکے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے تو کسی دوسرے عربی داں واقف علم معانی و بیان سے پوچھ کہ مطول یا مختصر معانی میں مسندالیہ کی بحث میں کیا لکھا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ صاف
دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ مخاطب اسکے جناب رسولخدا صلعم اور تمام آدمی اُمت کے ہیں اسواسطے کہ اسکو جبرئیل علیہ السلام آسمانوں سے لیکر آئے ہیں تو سب کے ہی واسطے لیکر آئے ہیں مع پیغمبر کے اور پہلے
حضرت جبرئیل نے رسولخدا صلعم کیطرف خطاب کرکے مع جمیع امت کے یوصیکم اللہ فرمایا ہے تو رسولخدا صلعم بھی اس حکم میں شریک ہیں اور جسوقت پہلے سب سے جبرئیل نے یوصیکم اللہ کہا تو چاہئے کہ موافق
اعتقاد و سمجھ اس شیخ کے یہ آیت حضرت جبرئیل کی طرف سے ہو کہ خداتعالی نے اُنکے واسطے تصنیف کرکے بھیجا ہو اور جناب رسولخدا تو جبرئیل کے بعد ہیں وہ پہلے جبرئیل کے واسطے ہو تو بعد اُسکے رسولخدا صلعم کے
واسطے ہو اور جبرئیل کیطرف سے ہوتا تو باطل ہے کہ وہ رسول محض ہیں ایسے ہی رسولخدا کیطرف بھی ہونا باطل ہے کہ وہ بھی رسول محض ہیں اور جو ہے خدا کیطرف سے ہے اور اگر رسولخدا صلعم نے جو لوگونکو یہ حکم خدا سنایا ہے
اس جہت سے رسولخدا کیطرف سے یہ آیت ہوگئی تو چاہئے کہ بعد رسولخدا کے جو واعظ اس حکم کو سناوے تو وہ حکم اُسکی ہی طرف سے ہو جاوے اور وہ اُس حکم سے خارج ہو اور یہ مضمون کہ خدا نے رسولخدا کے واسطے آیتونکو
تصنیف کرکے بھیجا ہے کہ وہ آیتیں خدا کیطرف سے تو بندوں کو نہیں ہیں بلکہ رسولخدا کیطرف سے آیتیں انکو ہیں کسی روایت میں نہیں آیا ہے اس شیخ نے اس مضمون کو اپنے دل سے تراشا ہے اور اسیواسطے علمائے
اہل سنت نے اسکے کفر کا فتوی دیا ہے اور اگر اس آیت سے پہلے قل کا لفظ ہوتا تو ایک وہم ہوتا تھا کہ رسولخدا کیطرف سے ہو لیکن یہ بھی سب جگہ صحیح نہیں ہے جیسے کہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا اور
قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ اگر بعد قل کے بھی رسولخدا صلعم کیطرف سے ہو تو لازم آئے کہ سب آدمی رسولخدا صلعم کے بندے ہیں اور قرآن میں لہذا ایسا آیا ہے کہ بعضے قاریوں نے
نعلم متکلم کو یعلم غائب کا صیغہ پڑھا ہے اور ضمیر اسکی خدا کیطرف پھیرتی ہے لیکن جانتا ہے کہ متکلم کے صیغہ ہونے میں وہ حکم خدا کیطرف سے ہے اور غائب کا صیغہ ہونے میں وہ ہی حکم خدا کیطرف سے ہو نہ کہ رسولخدا
کیطرف سے ہو جائے واہ کیا خوب ہزلیات تراشتے ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ سے پہلے آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ جو ہے دیکھو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا
ماں باپ کے ترکہ میں حصہ ہے اور خصوصیت ست کی عورتوں کی نہیں ہے اور موافق قول اس شیخ نجدی کے آیہ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ چاہئے کہ صحیح نہو اور نہ خدا
کی طرف سے ہو اور نہ پیغمبر کیطرف سے ہو یہ آیت اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِي چاہئے تھا اور اگر رسولخدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ کی جگہ أَنَا أَدْعُوكُمْ
ہوتا کسطرح کا جاہل اور کودن یہ شخص ہے کہ عرب کے محاورہ سے تو واقف نہیں ہے اور شیعوں سے گفتگو کرنیکو موجود ہو گیا اور معانی اور بیان سے اگر کچھ اطلاع رکھتا تو خداتعالی کو کلمہ نہ ٹھیراتا اور قرآن مجید
میں اسکو بھی ہم واضح کرینگے اور آیہ یوصیکم اللہ مثل سورۂ فاتحہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کلکٹر کا حکم مقدمہ والوں ہی کے واسطے ہو اور سررشتہ دار ہر حکم سے خارج ہو
بلکہ کلکٹر اپنی طرف سے واسطے انتظام اور مصلحت عام کی علے العموم بھی اکثر حکم دیا کرتا ہے اور اسمیں سررشتہ دار بھی محکوم ہوتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے پس معلوم ہوا کہ جیسے سررشتہ دار بعض حکموں سے
خارج نہیں ہوتا ہے ایسی ہی رسولخدا صلعم بھی اس حکم سے خارج نہیں ہیں اور کلکٹر اور سررشتہ دار کی مثال یہاں کچھ مناسب نہیں ہے بلکہ اسطرح سے مثال دینی چاہئے کہ ایک بادشاہ جلیل القدر
اور اسکا ایک وزیر بھی صاحب منزلت بزرگ ہو اور وہ بادشاہ اپنی رعیت پر مع وزیر کے کوئی حکم تجویز کرکے بھیجے وزیر کے پاس کہ یہ حکم لوگونکو سناوے تو وہ اگر لوگونکو سنائیگا بھی اور خود بھی عمل
شریک ہوگا اور لوگوں سے کہیگا کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے جناب رسولخدا صلعم تیرے نزدیک گو منزلہ سررشتہ دار کلکٹر کے ہیں لیکن جیسے کہ سررشتہ دار عملہ کو احکام ترجمہ کرکے سناتا ہے [illegible]
اور وہ احکام سرکاری ہیں انسے خارج نہیں ہوتا ہے ایسے ہی رسولخدا صلعم احکام خدا کے لوگونکو سناتے ہیں لیکن اُس سے خارج نہیں ہوتے ہیں اور حکم جناب رسولخدا صلعم اور تمام امت کے واسطے ہے اور روایت
نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناه صدقة مخالف ہے آیہ یُوصِيكُمُ اللَّهُ اور آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ کی اور انصاف تو اور شے ہے اور تعصب اور شے ہے یہ شیخ
ازراہ تعصب اپنے مذہب کی دلیلیں اپنے دل سے تراش کر لکھتا ہے خواہ حق ہوں خواہ ناحق ہوں اور اگر انصاف و حق چاہتا ہے تو یہ ہے کہ روایت لا نورث بالکل جھوٹی ہے اسواسطے کہ اگر یہ روایت ثابت
ہوتی تو خداتعالی نے جیسے کہ وراثت اولاد کی قرآن میں بیان کی ہے ایسے ہی یہ بھی بیان کر دیتا کہ انبیا کا ترکہ کسیکو نہیں پہنچتا ہے خواہ تو اسی آیت میں سے مستثنے کر دیتا خواہ دوسری جگہ بیان کر دیتا
کیا خدا کو علم نہ تھا کہ اسکے بیان کرنے میں نزاع واقع ہوگا اور لوگ گمراہ ہو جائیں گے میں اسکو بھی کھولکر واضح کرکے لکھدوں کہ میرے بندوں میں جھگڑا نہو اور جسوقت کہ اسکو نہ لکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ

کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور ایسے ہی حدیث ثقلین جو کہ متفق علیہ فریقین ہے اس سے بھی روایت لا نورث کا دروغ ہونا معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ روایت ثقلین کی خطاب میں ابوبکر عمر وغیرہ سبھی صحابہ داخل ہیں اور اہل الثقلین میں افضل سب سے حضرت علی ہیں اور انہوں نے روایت لا نورث کو تسلیم نہیں کیا ہے اور ابوبکر سے اسمیں گفتگو کی ہے اور ابوبکر اور عمر دونوں کو کاذب و خائن جانا ہے **قال الشیخ الاشعری** پر شیعہ بسبب کم فہمی اور نہایت کجی طبیعت کے باعث تغییر کو تبدیل اور تغییر سمجھتے ہیں اور آیہ میں تخالف جانتے ہیں قصور تو اپنا اور طعن ابوبکر صدیق کی ذمہ اس تقریر کے بعد تو یقین یوں ہے شیعہ اپنے دل میں پشیمان ہو کر مومن خاں کا یہ مصرع پڑھیں گے ؏ میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ۔ الغرض فدرہ بلا بر حدیث مذکور اور آیہ معلوم میں تخالف نہیں بلکہ حدیث مذکور آیہ معلوم کی تفسیر ہے اور سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اہل فہم سمجھتے ہیں اور کم فہم نہ سمجھیں تو اپنا سر کھائیں اور اس حکم سے اور سوا اسکے جو حکم کہ ایسے ہی عبارات میں مندرج ہے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں ہاں جیسے کبھی سررشتہ دار کی نسبت بھی یہی حکم کمنون خاطر ہوتا ہے تو آگے پیچھے اسکو متعینہ کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے بھی یہی حکم ہے مثلاً کسی ضلع میں کوئی کلکٹر ہو اور اسی ضلع کا رہنے والا کوئی مالگذار اسکی کچہری کا سررشتہ دار ہو اور بہ نسبت مالگذاروں کے کوئی حکم صادر ہو اور وہ سررشتہ دار مالگذاروں کو یوں حکم سنائے کہ تمہارے لئے یہ حکم ہوا ہے تو گو ان الفاظ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ سررشتہ دار کیلئے بھی یہی حکم ہے لیکن اتنی وجہ کہ سابق خلوت جلوت میں اسکو یہ بات متحقق ہو کہ سب مالگذاروں کے لئے ایک ہی حکم ہے وہ سررشتہ دار بھی وقت تعمیل حکم اسی حکم کا پابند رہیگا سو اگر بعض احکام میں مثل صوم صلوۃ و حج و زکوۃ رسول اللہ صلعم بھی شریک ہوں اور پھر بالفرض وہ بھی ایسے ہی الفاظ سے کلام اللہ میں ادا ہوئے ہیں کہ موافق تقریر مسطور رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہونے چاہئیں تو کسی اور قرینہ اور خطاب نہانی سے آپکو اپنا شمول اس حکم میں معلوم مگر جو نکہ اس حکم میں یہ متحقق ہو گیا ہو کہ میں حکم میراث سے خارج ہوں بلکہ بالخصوص اسبات میں میرے لئے اور حکم ہے تو بایں نظر کہ مبادا صوم و صلوۃ کا اشتراک دیکھکر باقی ماندگان یہ سمجھ جائیں کہ گو اس آیت سے آپکا شمول اس حکم میں معلوم نہیں لیکن کیا عجب کہ مثل صوم صلوۃ اس حکم میں بھی کبھی وحی جدید کے باعث آپ شریک ہو گئے ہوں اور یہ سمجھکر اموال متروکہ جو بصیغہ وراثت اعزا اقارب وزمرہ کسیکو دیا نہیں گیا تھا تقسیم کر لیں اور تصرف غیر واجبی سے انجام کار دین و دنیا کی خرابی اٹھائیں **اقول** جو کہ بھی تیری مرضی کی موافق کہے وہ تو سمجھدار ہے اور جو کوئی تیرے بیہودہ کلام کو نہ مانے وہ تیری نزدیک کم فہم ہے اور وہ کونسا عقل کا دشمن ہے کہ جو روایت مصنوع ابوبکر کو جو مخالف مضمون آیت کے ہے اسکو اس آیت کی تفسیر کہدیگا اور ہم قصور فہم تمہارا نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ تو جان بوجھکر ابوبکر کی محافظت کے واسطے اسکی عیب سے بیجا تاویلیں ایجاد کرتا ہے اور اپنی اس بیجا گفتگو سے ارادہ الزام دینے کا کرتا ہے لیکن ہم الزام کب کھا سکتے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ آیت قرآن اور روایت ابوبکر میں بالکل مخالفت ہے اور یہ روایت تفسیر اس آیت کی ہرگز نہیں ہو سکتی ہر چند تو ہاتھ پاؤں مارے اور یہ بھی غلط ہے کہ سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اور اگر کوئی بعضی روایت کلام اللہ کی بعضی آیت کی تفسیر ہوئی تو ہوا کرو لیکن یہ روایت ہرگز تفسیر اس آیت کی نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حکم سے خارج نہیں ہیں مگر جو حکم کہ حضرت کی شان کے مخالف ہو اور یا کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ حضرت اسکی شامل نہیں ہیں اور جسوقت کہ حکم عام حاکم کیطرف سے صادر ہو مثلاً کہ جو کوئی کسیکا مال چرائیگا تو وہ قید ہوگا تو گو سررشتہ دار اس حکم کو سناتا ہے لیکن اس حکم کا وہ بھی محکوم رہیگا اور آگے پیچھے کہنے کی اور اسکو جتلانے کی کچھ احتیاج نہیں ہے جسوقت یہ حکم حاکم کی زبان سے سنیگا اسیوقت اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مجھکو بھی یہی حکم ہے اور سب آدمی سمجھ جائینگے کہ سررشتہ دار بھی اس حکم سے خارج نہیں ہے ایسے ہی اگر حکم عام دربار پروردگار سے بندوں پر جاری ہو اور وہ حکم حضرت صلعم کے مرتبہ کے مخالف نہیں ہے تو وہ حضرت بھی اسمیں شریک ہونگے الفاظ اس حکم کی کیسے ہی ہوں اور کسی اور قرینہ اور خطاب سے شامل کرنیکی احتیاج نہیں ہے جیسے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اور وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ اور اگر جناب رسولخدا صلعم اس حکم میں شریک نہیں ہیں تو قرآن یا حدیث سے اسکی سند لانی چاہئے اور بے سند تو ہر ایک شخص اپنی بات کے بنانیکو جھوٹے قصے بنا سکتا ہے مگر خصم اسکو کب تسلیم کرتا ہے اور جناب رسولخدا صلعم کو ہرگز یہ متحقق نہیں ہوا ہے کہ میں حکم میراث سے خارج ہو گیا ہوں بلکہ اپنے تئیں اس حکم کی شریک جانتے تھے اور سوائے اس حکم کے اور کوئی حکم حضرت کے واسطے نہیں ہے اور وہ کون دیوانہ ہے کہ جو یہ سمجھیگا کہ حضرت اس حکم میں شریک نہیں ہیں بلکہ مثل حکم صوم و صلوۃ اس حکم میں بھی حضرت کو شریک جانینگے اور وحی جدید کی احتیاج نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ تخصیص کہ رسول اللہ صلعم کا مال بعد وفات میراث میں نہیں آ سکتا کچھ نئی تخصیص نہیں ہے بہت سے حکم ایسے ہیں جسمیں امت کے لئے کچھ حکم ہے اور رسول اللہ صلعم کیلئے کچھ اور حکم تہجد بشہادت شروع سورہ مزمل اور آیہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک رسول اللہ صلعم پر باتفاق اکثر امت فرض تھا اور باقی تمام امت پر فرض نہیں صوم وصال آپکے حق میں موجب ثواب تھا باقی تمام امت کیلئے ممنوع اگر کوئی عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کو ہبہ کر دیے تو آپکو وہ حلال تھی اوروں کے لئے وہ حلال نہیں آپکے ذمہ مہر اور عورتوں کے حق میں عدل یعنی سوتے لیٹنے میں برابری نہانی فرض نہ تھی گو آپنے تمام عمر عدل ہی سے گزاری اور مہر بھی دیا اور باقی تمام امت پر یہ دونوں باتیں ضروری ہیں سب امت کے لئے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے چنانچہ اسی سورت کے شروع میں اس تعداد کا ذکر ہے اور باتفاق اہل اثنا عشریہ بلکہ اکثر فرقہائے شیعہ و سنی اسکے یہی معنی ہیں کہ چار تک اجازت ہے آگے اجازت نہیں چنانچہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حکم سے خارج ہیں آپکے حق میں سب جانتے ہیں کہ قید نہ تھی اور اس حکم سے آپکے خارج ہونیکی وجہ بھی یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا کیطرف سے نہیں بلکہ بمنزلہ آیہ یوصیکم اللہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہے

اقول تو اپنی خوشی ہی تخصیص کہتا ہی بے سند تخصیص کیونکر ہو سکتی ہی اب اس آیت میں اور بعض احکام میں جو جناب رسول خدا صلعم خاص ہیں انکے واسطے اسناد اور دلائل شرعیہ موجود ہیں
اور روایات میں وارد ہوا ہی اور اس آیت کی تخصیص کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو خاص صاحب ہے اور اپنے فائدہ کیواسطے روایت بنا کر کہتا ہی اگر سوا اسکے کوئی دوسرا شخص کہنے والا ہوتا تو البتہ کچھ
گنجائش ہوتی اور جسقدر خصائص حضرت صلعم کے بیان کئے گئے ہیں انکی سندیں موجود ہیں اور جو کچھ خصوصیتیں جانب خدا سے حاصل ہو گئی ہیں انسے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ جس چیز میں حضرت کے واسطے
خصوصیت نہیں ہے اسمیں بھی وہ حضرت خاص ہو جائیں اور اہل سنت کی کتاب و نیز خصائص رسول خدا صلعم کی لکھے ہیں انمیں کہیں یہ خصوصیت نہیں لکھی ہی کہ پیغمبر خدا کا مال بعد وفات کے صدقہ ہوتا
ہی اور وارث انکو نہیں پہنچتا ہی اور اگر ایسے ہی بے دلیل آنحضرت کو خاص کرنا منظور ہی تو نماز و روزہ میں بھی انکو خاص کر دو اور کہو کہ آنحضرت پر نماز و روزہ واجب تھا مگر امت پر واجب ہے اور اگر جناب
رسول خدا صلعم چار عورتوں کے حکم سے خارج ہیں کہ زیادہ بھی کر سکتے ہیں مع جب حکم خدا تو کیا ضرور ہی کہ بحکم خدا میراث کے حکم سے بھی خارج ہو جائیں اور اسمیں بھی اور اسمیں بھی سب ہیں حکم خدا ہی اور
سب خدا ہی کیطرف سے ہے کہ وہی احکام کا جاری کرنیوالا ہی نہ اور کوئی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ یعنی نہیں ہے حکم مگر واسطے خدا کی اور جناب رسول خدا صلعم تو واسطہ میں خدا تعالیٰ کے احکام کے
پہنچانیکا جیسے کہ جبرئیلؑ واسطہ ہیں احکام کے پہنچانیکا سو حضرت جبرئیل کو احکام پہنچانیکے سبب سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ احکام جبرئیل کیطرف سے ہیں نہ خدا کیطرف سے ایسے ہی رسول خدا صلعم کو نہیں کہہ سکتے البتہ فرق
یہ ہی کہ جبرئیل مکلف ان احکام کے نہیں ہیں اور جناب رسول خدا صلعم مکلف بھی ہیں اور بعضے احکام تو ایسے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم انمیں شریک امت کے نہیں ہیں اور اکثر ایسے ہیں کہ جنمیں خود بھی شریک
ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ عالی قدر اپنے وزیر کے پاس احکام علی العموم جاری کرنیکے واسطے بھیجے کہ بعضے احکام تو ایسے ہوں کہ انمیں وزیر شریک ہو اور بعضے ایسے ہوں کہ اُنسے خارج ہو لیکن جس حکم سے کہ خارج ہو اسکی اطلاع بھی کر دے
اور آیہ مذکورہ میں اور سوا اسکے اور کسی آیت میں یہ حکم نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم کو اطلاع کر دی ہو کہ تو اس حکم سے خارج ہی اور جناب اگر ہوتا کہ اگر رسول خدا اس حکم سے خارج تھے تو جیسے کہ خدا تعالیٰ نے اولاد کی
میراث کا حکم بیان کیا تھا یہ بھی بیان کر دیتا کہ پیغمبر اس حکم سے خارج ہی **قال الشیخ الاشعری** جیسے کچہری کی عرضی نویس کیو عرضی لکھدیتے ہیں وہ عرضی لکھوانیوالے کی ہی سمجھی جاتی ہی اور
عرضی نویس کے کوئی نہیں کہتا ہی ایسے ہی اس حساب سے ان احکام کو رسول خدا صلعم کے احکام یعنی وعظ و پند سمجھنا چاہئیے کیونکہ اس تعلق کے ذکر سے کچھ ہی پہلے شروع میں سورہ کے اسطرح خطاب ہے یا اَیُّھَا النَّاسُ
اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی اے لوگو ڈرو تم اپنے ایسے رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہی فقط سو یہ کلام اور یہ خطاب ظاہر ہی کہ خدا کیطرف سے بندوں کو ہو ہی نہیں سکتا ورنہ یوں فرماتے
یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم یعنی اے لوگو مجھ سے ڈرو اسلئے کہ میں تمہارا وہ رب ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے فقط اب نہ ہو یہ کلام اور یہ خطاب رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہو اور مخاطب اس بندہ کی امتی ہوں
تو لاجرم یہ احکام بھی نسبت انہیں کے ہونگے **اقول** جو کوئی کسی سے عرضی لکھوائیگا تو وہ عرضی البتہ اس لکھوانیوالے ہی کی کہلائیگی اور اس لکھنے والے کی کوئی نہ کہیگا لیکن قرآن شریف کو رسول خدا صلعم نے
نہیں لکھوایا ہی اور نہ قرآن شریف تھوڑا یا بہت رسول خدا صلعم کا مضمون ہے کہ انہوں نے اسکو خدا تعالیٰ سے لکھوایا ہو سو اسلئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ
نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا یعنی نہیں جانتا تھا تو کہ کیا ہی کتاب اور نہ ایمان اور لیکن ہمنے کر دیا ہی اسکو نور کہ راہ دکھلاتے ہیں ہم اُس سے جسکو چاہتے ہیں بندوں میں سے فقط رسول خدا صلعم جانتے ہی نہ تھے
پہلے اس سے کہ قرآن کیا چیز ہی پھر انکا مضمون وہ کیونکر ہو جائیگا اور خدا تو فرماتا ہی کہ ہمنے اسکو نور واسطے ہدایت کے کر دیا ہی اور یہ کودن جاہل کہتا ہی کہ وہ خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسول خدا کیطرف سے ہی
بھلا خلاف مذہب کل مسلمانوں کے یہ کیونکر ہو سکتا ہی پس معلوم ہوا کہ وہ خدا تعالیٰ کا مضمون ہے اور خدا تعالیٰ ہی کیطرف سے ہی اور خدا تعالیٰ ہی اُسکا ایک عبارت میں نازل کر بھیجنے والا ہی واسطے مصلحت بندوں کے
اور جناب رسول خدا صلعم ان مضامین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسکے بندوں کو سنانیوالے ہیں سو یہ احکام رسول خدا صلعم کیطرف سے نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی حکم جناب رسول خدا صلعم کیطرف سے نہیں ہے جو حکم کہ قرآن میں ہے وہ خدا ہی کیطرف سے
ہی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ وہ حضرت تو پہنچانیوالے احکام خدا کی ہیں اور آیہ یا ایہا الناس اتقوا اللہ خدا تعالیٰ ہی کیطرف سے ہی اور خدا تعالیٰ ہی کیطرف سے اُسکے بندوں کو خطاب ہے اور جو کوئی یہ کہتا ہی کہ یہ
کلام اور خطاب خدا کیطرف سے اسکے بندوں کو ہو ہی نہیں سکتا ورنہ یوں فرماتا کہ یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم وہ شخص نزدیک علماء اہل سنت کے کافر ہی اور فتوی اسکے کفر کا ہمارے پاس موجود ہی اور پانچ
علماء دہلی کی اُسپر مہر ہی وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی آخر میں لکھا جائیگا اور یہ شیخ جاہل اور کلام عرب سے ناواقف جو ہی تو جس حکم کو خدا تعالیٰ نے غائب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اسکو کہتا ہی کہ یہ خدا
کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسول خدا کیطرف سے ہی اور اگر خدا کیطرف سے ہوتا تو متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا اور حال یہ ہے کہ یہ عین محاورہ عرب کا ہی کہ متکلم اور غائب کو کی صیغہ میں بیان کرتے ہیں اور امیر جو کہ مصنف خطبہ ہوتا
کہتا ہی کہ یا ایہا الناس اطیعوا امیرکم اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ اطیعونی ہی کہی اور کتابوں کے خطبوں میں لکھتے ہیں کہ اما بعد فیقول فلاں بن فلاں وغیرہ ضرور نہیں ہے کہ متکلم کا صیغہ کہی اور اگر نہ کہی تو وہ اسکی
طرف سے نہو بلکہ دوسرے کیطرف سے ہو جبکہ اسکو پڑھتا ہی اور مظہر کو مقام مضمر کے لانا عین محاورہ عرب کا ہی اور اسنے مختصر معانی میں مسند الیہ کی بحث میں جسجگہ کہ مظہر کو مقام مضمر کی لاتے ہیں وہ مقام نہیں پڑھا ہی اور قول
خلفاء کا اسمیں مثال لکھی ہی کہ امیر المومنین امیرک کو انا آمرک کی جگہ کہتے ہیں اور یہ شعر حضرت علی کا مختصر معانی میں لکھا ہی الٰہی عبدک العاصی اتاک ٭ مقرا بالذنوب وقد دعاک ٭ دیکھو یہاں غائب
کا صیغہ آیا ہی کہ انا العاصی اتیتک نتھا اور عبدک العاصی کہا اور یہی حال آیہ یوصیکم اللہ کا ہی اور ایسے ہی حال ہر آیت قرآن کا ہی جسجگہ کہ ضمیر متکلم کی جگہ اللہ یا رب کا لفظ آیا ہی اور یہ شیخ بسبب
جہالت کے ناواقف ہونیکے محاورات کلام عرب سے اگر خدا تعالیٰ نے غائب کے صیغہ میں اپنا ذکر کیا تو کہتا ہی کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نہیں ہے اب واضح ہو گیا کہ جسقدر قرآن شریف میں آیتیں ہیں سب وہ سب
خدا کیطرف سے ہیں اور رسول خدا صلعم کیطرف سے ایک بھی آیت نہیں ہے اور جو کوئی ایسا کہے وہ کافر ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس سے نازل کرے اسکی طرف سے تو نہو اور جو کوئی پڑھکر

پڑھ کر سنائے یا اُسکی طرف سے ہوجائے اور اگر یہی ہے تو چاہیئے کہ وعظ وغیرہ سوائے رسولخدا صلعم کے جو احکام خدا کو سناتے ہیں اُنکی ہی طرف سے قرآن ہوجائے اور خدا کی طرف سے نہو
اور جو کوئی سنائے وہ اُس حکم میں شریک نہو اور جسوقت کوئی وعظ کلام اللہ کو پڑھ کر احکام خدا لوگوں کو سناتا ہے تو کوئی یہ نہ کہیگا کہ رسولخدا صلعم کا حکم سناتا ہے بلکہ یہہ کہیگا کہ خدا کا
کلام پڑھتا ہے اور اُسی کا حکم سناتا ہے البتہ جو کوئی حدیث کو پڑھکر سنائیگا تو کہینگے کہ یہ رسولخدا صلعم کا کلام پڑھ کر حضرت کا حکم سناتا ہے اور کوئی قرآن کی آیت اگر ہوگی تو اُسکو
قال اللہ تعالی لکھینگے اور قال رسول اللہ لکھینگے اسواسطے کہ وہ اگر رسولخدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو قال رسول اللہ لکھتے اور یہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ یہ سب خدا ہی کی طرف سے قرآن کی آیتیں
ہیں اور اس شیخ نے آیت یا ایھا الناس اتقوا کو جو لکھا ہے کہ اسمیں اگر ضمیر متکلم کی ہوتی تو یہ خدا کی طرف سے ہوتی اور ضمیر متکلم کی جو اسمیں نہیں ہے تو اسواسطے یہ رسولخدا صلعم کی
طرف سے ہے یہ قول اُسکا نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ اسی سورہ میں لکھا ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اُسکے قول کے موافق یہ آیت نہ خدا کی طرف سے ہوسکتی ہے نہ رسولخدا کی
طرف سے اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعونی واطیعوا الرسول ہونا چاہیئے تھا اور اگر رسولخدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعوا اللہ و اطیعونی ہوتا جب ان دونوں کی طرف
یہ آیت نہوئی تو کوئی اور شخص پیدا کرنا چاہیئے جسکی طرف سے یہ آیت ہو اور اسطرح کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جیسے کہ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یہ آیت رسولخدا کی طرف سے تو ہو ہی نہیں سکتی اسواسطے کہ خطاب اُن حضرت کی طرف ہے اور موافق
اعتقاد اس شیخ کے خدا کی طرف سے بھی یہ آیت نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو ولکنی اھدی من اشاء ہوتا اس شیخ کے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی
کہ اپنا نام لیا اور ولکنی اھدی کی جگہہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ کہا اور کلکٹر تو یوں نہیں کہتا ہے اپنا نام لیکر کلکٹر صاحب تمکو یہ حکم دیتا ہے اور خدا تعالی نے جو اپنا نام لیا اور
کہا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ تو اس شیخ نجدی کے نزدیک خدا تعالی سے بڑی غلطی ہوئی کہ مثل کلکٹر کے اپنا نام لیکر یہ کہنا چاہیئے تھا **قال الشیخ الاشعری** بیماردار جو بحکم حکیم حاذق
بیمار کو نصیحت کرنے میں یہ تو دوا پی لے اور یا پرہیزی مت کر کیسکے نزدیک یہ بیمار نہ غیر کے لئے لازم نہیں کہ بیماردار خود بھی دوا پیئے اور پرہیز کرے بلکہ سب کے نزدیک بیماردار ان احکام
سے خارج ہے ایسے ہی جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ جو ہم بیماروں کے لئے بمنزلہ بیماردار کے ہیں بحکم حکیم مطلق یہ احکام مندرجہ ذیل یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الی آخر السورت
سب مومنوں کو سناتے ہیں تو لاجرم آپ ان احکام سے خارج ہیں اور اگر کسی حکم میں شریک بھی ہیں تو اُسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُس بیماردار کو بھی حفظ صحت کیواسطے یا اور کسی مصلحت کی رعایت
کے لئے وہ تمام دوا یا پرہیز و دوہی بتلاد جو اُس بیمار کے نسخہ اور پرہیز میں داخل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تمام سورہ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوصیکم اللہ تک جتنے احکام
مذکور ہیں وہ سب بتبعیت اُمتیہ اُن کے صادر ہوئے ہیں اسمیں سے اگر کسی حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک اُمت ہیں تو کسی اور اشارہ کنایہ وحی غیر کے سبب ہیں اور
یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ تمام سورہ نہیں تو آخر رکوع مذکور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عبارت بنائی گئی ہے بالجملہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات
اکثر احکام سے مستثنے ہیں اور عورات ان فہمیدہ سوا ان امثلہ مذکورہ کے دنیا کے کاروبار میں سے اُسکی بہت مثالیں نکال سکتے ہیں مثلاً افسر بہ نسبت عوام ملازموں کے بہت احکام میں مستثنے ہوتا ہے
اور بہت احکام اُسکے لئے مخصوص ہوتے ہیں جیسا ساہی دیتی میں افسروں کو معاف ہوتا ہے پھر پالنا اور حکم بولنا اور انتظام کرنا اور موجودات لینی اور امور نہ ورنی احکام بالادست کو اطلاع
کرنی افسروں کے ذمہ ہوتی ہے الحاصل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مثل حکم تعداد منکوحات اس حکم سے خارج ہوئے تو یہہ آیت اور وہ حدیث باہم مخالف نہوئی موافق اور متعلق
ہی نکلی **اقول** مثال یہاں جاری نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ جیسے کہ رسولخدا صلعم بمنزلہ بیماردار کے ہیں ایسے ہی بیماروں میں بھی داخل ہیں کہ جیسے کہ اور لوگ مکلف شرع کے ہیں ایسی ہی حضرت
بھی ہیں اور ایسی خارج ہو نہیں سکتے اور جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کو یہاں بیماردار فرض کیا ہے اور باقیوں کو بیمار اسطرح سے تو خدا کے حکم کے سنانیوالے وعظ وغیرہ سب بیماردار ہوجاتے ہیں چاہیئے کہ وہ بھی احکام
خدا سے خارج ہوں اور وہ تو کسی طرح خارج نہیں ہیں اسیطرح جناب رسولخدا صلعم خارج نہیں ہوسکتے اور اگر خارج ہیں تو کسی اور اشارہ سے خارج ہیں جو کہ شرع میں مقبول ہے جسکو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور اگر سنانیکی جہت سے
رسولخدا صلعم منزلہ بیماردار کے ہوجائیں تو کسی سنانیوالے منزلہ بیماردار کے ہوجائینگے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حضرت بیماروں میں بھی داخل ہیں مثل اور لوگوں کے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حضرت
اس حکم عام سے تو خارج ہوں اور کسی دلیل یا اشارہ کنایہ سے اسمیں داخل ہوں بلکہ اس حکم عام میں داخل ہیں اور کسی اور دلیل خارجی سے بعضے حکموں سے مستثنے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورہ جناب رسولخدا صلعم
کیواسطے نہیں سنائی گیا ہے بلکہ خدا تعالی نے یہ احکام خود اپنی ذات سے تجویز کر کے واسطے سنانے بندوں کے رسولخدا صلعم کے پاس بھیجے ہیں اور خود بھی حضرت ان احکام میں شریک ہیں اور اگر کسی حکم سے مستثنے ہیں تو
دلیل منقول شرع سے مستثنے ہیں جسکو سب مسلمان مانتے ہیں اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سورہ رسولخدا کیطرف سے بنایا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک تو رسولخدا کی طرف سے
عبارت بنائی گئی ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ بعض قرآن تو خدا کیطرف سے ہو اور بعض قرآن رسولخدا صلعم کیطرف سے نہ کسی روایت میں ہے نہ اصول فقہ کی کسی کتاب میں اور نہ معانی اور بیان کی کسی کتاب میں اسکا
ذکر ہے خدا تعالی ہی کے بیان سے ثابت ہے کہ تمام قرآن خدا ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرماتا ہے تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ اور کہیں تلک آیات الرسول نہیں فرمایا پھر رسولخدا صلعم کیطرف سے کیونکر ہوسکتی ہے اور اگر رسولخدا
مکلف نہیں اور ان احکام قرآنیہ میں امت کے شریک نہیں ہیں تو اُن حضرت پر احکام کے جاری کرنیکا کوئی دوسرا قرآن ہوگا پس معلوم ہوا کہ خدا کا دوسرا قرآن نہیں یہ ایک پیغمبر کیواسطے اور دوسرا امت کے واسطے اور ایسے

یہ تو لکھا کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک رسول خدا صلعم کے واسطے بنایا گیا ہے اور باقی کو نہ لکھا کہ کسواسطے بنایا گیا ہے شاید اسکے نزدیک ابوبکر کے واسطے بنایا گیا ہو اور افسر سپاہیوں کا جو اکثر احکام سے
مستثنے ہوتا ہے وہ بادشاہ کے حکم سے مستثنے ہوتا ہے اور بادشاہ اُسکو کہدیتا ہے کہ تو فلانے فلانے حکم میں شریک نہیں ہے اور بے حکم بادشاہ کے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر مستثنے نہیں
ہوتا ہے ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم میں کہ جس حکم میں خدا تعالی نے اُنکو مستثنے کردیا ہے اُس میں وہ مستثنے ہیں اور آیت یوصیکم اللہ میں خدا تعالی نے اُن حضرت کو مستثنے نہیں کیا ہے
کہ کسی دوسری جگہہ فرمایا ہو کہ تو میراث کے حکم میں داخل نہیں ہے، اور حکم تعدد منکوحات میں جو وہ حضرت داخل نہیں ہیں تو خارج کے اشارہ سے جو منقول ہے اور سب مسلمان
اُسکو تسلیم کرتے ہیں ورنہ اطلاق اُن حضرت کے داخل ہونے ہی کو چاہتا ہے اور اس حکم سے خارج ہونا اُن حضرت کا کہ جبکا مخصص منقول ہے تقاضا اس امر کا نہیں کرتا ہے کہ میراث کے حکم سے
بھی کہ جبکا مخصص غیر منقول ہے خارج ہو جائیں اور جس وقت خارج نہوئے تو آیت یوصیکم اللہ میں اور روایت نحن معاشر الانبیاء میں مخالفت لازم ہوگئی **قال الشیخ الاشعری**
ہاں مخالفت ایسے کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی والدہ کے یعنی وارثوں کو بعضے ترکہ کا حصہ نہیں دیا بلکہ خود اپنے آپ سب لے لیا ہے جیسے شمشیر اور مصحف اور انگشتری
اور پوشاک بدنی سو جن روایتوں کی سند سے اماموں نے اُنکو حصہ نہیں دیا اول تو فقط اُنہیں کی روایت سے ہے اور کوئی اُسکا راوی نہیں دوسری یہ بات آیہ یوصیکم اللہ کے برطور مخالف تطبیق کے
صورت نہیں اب اگر بالفرض یہ حدیث غلط بھی ہو اور ابوبکر صدیق نے بنالی ہو تب مضمون صحیح ہی نکلا حکم بہرحال یہی ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میراث جاری
ہونیکا حکم نہیں اور اس لئے اب ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ اس حدیث کی صحت کی دلائل جمع کر کے پیش کریں یا کوئی اور وجہ درباره تطبیق حدیث مذکور اور آیت یوصیکم اللہ بیان کریں
یا اس حدیث میں اور روایات باقیہ میں موافقت ثابت کر کے شبہ تخالف کو دور کریں کیونکہ کلام فدک میں میراث جاری ہونے میں تھی سو اُسکے طرف سے اطمینان ہوگئی **اقول** اگر اماموں نے
بعضے وارثوں کو اشیاء مذکورہ نہیں دیں تو اس سے مخالفت آیہ مذکورہ کے لازم نہیں آتی کہ اشیاء مذکورہ مورث کے نماز اور روزہ کے عوض میں اُسکے فرزند اکبر کو دیے گئے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا
نماز اور روزہ جو کہ اُس سے فوت ہو گیا تھا بجا لاوے اور اُسکی عوض میں اشیاء مذکورہ کو لیوے اور بے وجہ نہیں ہے، اور اسکے دینے کی وجہ یہ ہے کہ حق الناس کہ جو کسی کے ذمہ ہوتا ہے تو بعد مرنے کے اُسکی
جائداد میں سے دلوایا جاتا ہے اور نماز روزہ جو حق اللہ ہے اور مرنیوالے کے ذمہ رہ گیا ہے تو اسکا بھی ادا کروانا چاہیئے تاکہ وہ بری الذمہ ہو جاوے سو اُسکی یہ صورت مقرر ہوئی ہے کہ فرزند اکبر کے ذمہ اُسے
رکہا ہے اور عوض میں اُسکے یہ چیزیں مقرر کی ہیں کہ جو علاوہ ہیں اور اکثر فروخت نہیں ہوتی ہیں بلکہ آدمی اُنکو اپنے پاس ہی رکھتا ہے سو یہ اشیاء جو دی گئی ہیں مفت اور بے وجہ نہیں
دی گئی ہیں بخلاف روایت ابوبکر کے کہ اُس میں بلاوجہ حق رسول خدا صلعم کے وارثوں کا مقطوع ہوا ہے اور نہایت کار یہ ہے کہ بعضی اشیاء جو کہ علاوہ ہیں اُنمیں اماموں نے حصہ نہیں
دیا سو وہ موافق حکم شرع کے ہے کہ اُس مقدمہ میں حکم ہے اور اسیواسطے وارثوں نے اُسپر اعتراض نہیں کیا اور نہ کچھ تکرار کیا کہ وہ پہلے سے اس حکم کو سنے ہوئے تھے اور امام کو وہ معصوم بھی
جانتے تھے بخلاف حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ اُنہوں نے ابوبکر کی روایت لانورث کو تسلیم ہی نہیں کیا اور ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو جانا کہ اُسپر غصہ ہوئیں اور تمام
عمر ابوبکر سے کلام نکیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں حضرت علی نے اور حضرت عباس نے پھر دعوی کیا اگر ابوبکر کو اُس روایت میں راست گو جانتے تو پھر دعوی کرتے اور ابوبکر کو اور عمر کو دونوں
کو خائن اور کاذب اور غادر اور آثم کیوں سمجھتے اس میں اور اُس میں بڑا فرق ہے اور روایت لانورث میں جو صاحب کہ پیغمبر خدا کے مال متروک کے صدقہ ہونیکے مدعی ہیں وہی اُسکے
راوی ہیں اور کوئی شخص نہیں ہے اور سوا اُنکے اور کسی شخص نے اُس روایت کو بیان نہیں کیا ہے اور اگر کوئی اور بھی اُسکا راوی ہوتا تو حضرت فاطمہ ابوبکر کے قول کو تسلیم کر لیتیں
اس جہت سے کہ سوای مدعی صدقہ اور بھی اُسکے راوی ہیں اور اس تحریر سے ہماری ثابت ہو گیا کہ اماموں کا امر آیت کے مطابق ہے اور روایت لانورث ساختہ اور پرداختہ ابوبکر کے
مخالف ہے اور اُسکی صحیح ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور اُسکا مضمون ہرگز صحیح نہیں نکلا بلکہ غلط نکلا اور فدک میں میراث کے جاری ہونیکی کوئی ایسی وجہ پیدا نہوئی کہ جس سے
اطمینان حاصل ہو اور احتمالات سے کام نہیں چلتا ہے اور روایت لانورث کی صحت کی ایک بھی دلیل نہیں ہے چہ جائیکہ دلائل کہ اُنکو تم پیش کرو اور تطبیق تو کسی وجہ سے روایت مذکور
کی آیت مسطورہ سے نہیں ہو سکتی اور ایسی تمنے دونوں کے موافقت میں سعی کی اور ایسے مضامین خلاف اعتقاد اہل اسلام کے اپنی طبیعت سے تمنے ایجاد کئے کہ علمائے اہل سنت کی
سرکار سے تمہارے کفر کا حکم جاری ہوا اور تمہارے حق میں اُنہوں نے کفر کا فتوی دیا اور وہ فتوی آخر میں اس مختصر کے مرقوم ہوگا ملاحظہ کر لینا **قال الشیخ الاشعری** لیکن تا ہم باین نظر کہ اولیاء
کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری اور اُنکی بدگوئیوں کی دندان شکنی میں اسی نظر خداوند تعالی و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور توقع دعا، شفاعت اولیاء و مقربان خدا ہے میں خاص الخاص ابوبکر
صدیق کہ سر افسر مقربان و سر لشکر اولیاء ہیں اسلئے اس آیت سے مطابقت کی ہے ایک اور وجہ مرقوم ہے اور تطبیق آیات باقیہ بھی معروض خدمت اہل انصاف ہے از آنجا کہ بطور شیعہ و سنی کچھ بیان ثبوت
علامات صحت حدیث مذکور بھی انشاء اللہ تعالی کیا جائیگا سو اول آیہ یوصیکم اللہ کے ساتھ مطابقت کی ایک اور وجہ لیجئے اگر بطور مذکور جس سے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستثنے ہونا اس حکم سے معلوم ہو جائے
یہ حکم بیان نہونا بلکہ ایسے الفاظ ہوتے کہ جیسے باعتبار الفاظ کے عموم خطاب سے سمجھا جاتا ہے یا کوئی عقل کا اندھا انہیں الفاظ کو یوں کہنے لگے کہ عموم پر دلالت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلعم بھی بہر نہج اس حکم میں
شامل ہیں تب بر تقدیر صحت حدیث مذکور کوئی دشواری نہیں ہے بہت ہوگا تو آیہ مذکور کی تخصیص لازم آئیگی مخالفت پھر بھی نہیں مخالفت تعارض اور تناقض کو کہتے ہیں تخصیص کی صورت

رستہ نکالی صورت ہو جائیگی مثلاً کوئی یوں کہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا تو اس کلام کے اول و آخر میں کوئی نادان بھی تعارض نہیں سمجھتا حالانکہ یوں کہنا کہ سب آئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زید بھی آیا یہ کہنا کہ زید نہیں آیا اسکے مخالف ہے سو اسکے سوا کہ یہی کہا ہے کہ آخر کلام اول کلام کی مخصص ہو گئی باقی کوئی یوں کہے کہ اس مثال پر توجب قیاس کیا جائے کہ جیسے اس کلام میں جملہ مخصصہ سابقہ لگا ہوا ہے ایسے ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیت کے متصل آگے پیچھے لگا ہوتا سو اسکا جواب یہ ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسی کلام میں کہ سب آئے مگر زید نہیں آیا اگر زید کی تخصیص تو لفظی ہے باقی اور جو لاکھوں کی تخصیص اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ لفظوں میں کہاں ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اس قسم کے کلام کا کبھی کو اتفاق پڑتا ہی ہے اور اتنا ظاہر ہے تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور ساری روئے زمین کے رہنے والوں کا آنا بھی مقصود نہیں ہوتا ہے ایک بستی کے یا ایک گروہ کے یا ایک محل خاص کے آدمی مراد ہوتے ہیں سو یہ تخصیص کونسے لفظ سے نکل آئی

اقول۔ اولیائے کرام و مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری تو اسوقت ہوتی جسوقت تم فاطمہ زہرا کی حمایت کرتے کہ وہ دختر نیک اختر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ کی ہیں اور انکے حقوق کے غاصبوں کو اور رنج و آزار پہنچانے والوں کو جھوٹا ٹھیراتے اور تمنے تو بالعکس اسکے کیا ہے کہ فاطمہ زہرا کو جھوٹا اور خاطی مقرر کیا اور جو کہ غاصب انکے حقوق کے ہیں اور جنہوں نے انکو آزار پہنچائے ہیں اور تکلیفیں دی ہیں انپر آنچ نہیں آنے دیتے اور ان آزاروں کو اور انکے عیبوں کو انکی اصلاح حال بدمآل میں ایسا چھپاتے ہو کہ جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور میاں ابوبکر صاحب جنکو تم اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے گمان کرتے ہو وہ ہیں کہ جنکے حق میں خدا تعالی نے نازل کیا تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے انکی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ نہیں جانتا میں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے دین میں اور انکے اور انکے بھائی کے حق میں اشارہ کرکے فرمایا کہ بعد میرے تم پیشوا اور امام ہونگے کہ وہ میری ہدایت و سنت پر نہونگے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ تم حرص کروگے امارت کی اور وہ تمہارے واسطے ندامت ہو جائیگی چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے ایسے آدمی اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے کیونکر ہونگے اور مقربان درگاہ خدا میں سے تو جناب رسول خدا صلعم ہیں جو بجائے بھی افسر ہوئے اس شیخ کے نزدیک اور بمطابقت اس روایت کو تو روایت مذکورہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تخصیص کی ایک وجہ تو ابتی ہے اور مثال اسکی اس طرح سے دی ہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا اسمیں تو تخصیص پائی جاتی ہے مگر وہ روایت ابوبکر کی نحن معاشر الانبیاء الخ مخصص آیہ یوصیکم اللہ کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول ہی نہیں فرمایا چنانچہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیر آیہ یوصیکم اللہ میں لکھا ہے کہ چوتھی تخصیصات اس آیت میں سے یہ ہے کہ مذہب اکثر مجتہدین کا یہ ہے کہ انبیاء نہیں میراث چھوڑتے ہیں اور شیعوں نے خلاف کیا ہے اسمیں روایت کی گئی ہے کہ جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے میراث طلب کی تو اسکو منع کیا اور حجت پکڑی اسپر اپنے قول سے نحن معاشر الانبیاء لا نورث سو اسوقت حضرت فاطمہ نے حجت پکڑی عموم قول اللہ للذکر مثل حظ الانثیین سے اور گویا کہ اشارہ کیا فاطمہ زہرا نے اس امر کیطرف کہ عموم قرآن کا خاص کرنا جایز نہیں ہے خبر واحد سے اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور خبر صدقہ کی متاخر ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ عندنا یعنی ہم حنفیوں کے نزدیک تخصیص کلام مستقل سے نہیں ہوتی بلکہ وہ نسخ ہوتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ قرآن کی ہو اور انکے نزدیک نسخ کتاب اللہ کا خبر واحد سے جایز نہیں ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ کتاب منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے پس دعوی جو تخصیص کا کیا تھا آیہ مذکورہ میں وہ باطل ہوا اور عموم آیت کا باقی رہا اور اس سے یہ بھی باطل ہوا کہ جو کہتا ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسواسطے کہ مخصص اگر عام کے متصل نہوگا بلکہ بعد میں عام کے ہوگا وہ ناسخ کہلائیگا نہ مخصص اور مخصص جبتک کہ ظاہر نہو وہ مخصص ہی نہیں ہے اور آنا اگرچہ تمام زمین کے آدمیوں کا مراد نہیں ہوتا بلکہ ایک بستی یا قوم کے آدمی مراد ہوتے ہیں اور اسمیں اگرچہ ایسے لاکھوں کی تخصیص ہے کہ وہ لفظوں میں کو نہیں ہیں مگر یہاں عقل مخصص انکی ہے کہ مراد تمام روئے زمین کے آدمی نہیں ہو سکتے ہیں عقل کے نزدیک اور آیہ مذکورہ میں کوئی تخصیص نہیں سمجھی جاتی جبتک کہ خدا یا اسکے اسکی تخصیص بیان نکرے اور عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے کہ آیت کی تخصیص کرے جبتک شارع سے کوئی تخصیص متصل عام کی منقول نہو اور تمنے اپنے مطلب کے ثابت کرنیکو ایک مثال جو بیان کی ہے وہ تو اس آیت میں جاری نہیں ہو سکتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اسپر اگر تسکین نہو تو اب ایسی مثال لیجئے کہ پھر کسیکو مجال دم زدنی نرہے اول یہ کہ سورہ نسا میں یہ حکم ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ یعنی نکاح کرو عورتوں سے جسقدر تمہاری مرضی ہو دو دو تین تین چار چار فقط اب صاف یہ ہے کہ باتفاق سنی و شیعہ سوا امامیہ اثنا عشریہ کے معنی یہی ہیں کہ چار نہایت درجہ ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے سو اگر یوصیکم اللہ عام ہے اور رسول اللہ صلعم اور غیر کو سب کو شامل ہے تو فانکحوا ما طاب لکم بھی عام ہے اور سب کو شامل ہے کوئی لفظ ایسا جس سے رسول اللہ صلعم کا اس سے مستثنے ہونا ثابت ہو اسکے بیچ میں پس و پیش میں نہیں ہے پھر جیسے کلام منفصل سے اس آیت کو تخصیص کرکے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیہ یوصیکم اللہ کو مخصوص کرکے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا اور اگر یوں کہو کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیت ہی سے کی گئی سورۂ احزاب کی یہ آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ تک اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جایز ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لئے تیری عورتیں جنکے تو مہر دیچکا اور جو باندیاں تیری ملک میں آگئی ہیں اس لوٹ میں سے جو اللہ نے دلوادی ہیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی جنہوں نے وطن چھوڑ دیا تیرے ساتھ میں اور جو کوئی عورت ہو مسلمان اگر بخشے اپنی جان کو اور نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لا لے نری تجھکو ہوا اور مسلمانوں کے فقط سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ کی اجازت ہی نہیں تو اتنی کیوں گنائیں سو جیسے فانکحوا کی تخصیص اس آیت سے ہو گئی ایسی ہی کوئی آیت بتلاؤ جو آیہ یوصیکم اللہ کے تخصیص اور رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونے پر دلالت کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم بیجا کا ہے جیسے روا ہو گیا کہ کلام منفصل بھی ہو تو آیت ہی ہو عقل سلیم آیت اور خبر آیت اس بات میں تو دونوں یکساں
نظر آتے ہیں **اقول** تخصیص آیت مذکورہ کی تو موافق مذہب شیعوں کے ہو سکتی ہے نہ موافق مذہب سنیوں کے اسواسطے کہ شیعہ تو اس روایت ہی کو نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ
ابوبکر نے یہ روایت بنالی ہے اور اہل سنت کے نزدیک سو اسواسطے تخصیص نہیں ہو سکتی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خبر واحد سے آیت کتاب اللہ خاص نہیں ہو سکتی اسکے سوا سے قول کا جواب یہ ہے گیا اور آیہ
فانکحوا ما طاب لکم من النساء کا حکم البتہ عام ہے سب کو شامل ہے لیکن آیہ سے خاص ہو گئی ہے دوسرے حکم سے اور آیہ یوصیکم اللہ کا کوئی مخصص نہیں ہے اور روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ خبر واحد ہے
اس سے کیونکر تخصیص ہو سکیگی آیت کی اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ آیت کا مضمون ثابت ہی چاہیے اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہ کریگی کہ یقینی امر کو ظنی خاص کردے سو وہ بھی موضوع اور کذب **قال
الشیخ الاشعری** اور عقل سلیم کی نہ ہونیکے عذر سے جواب مسلم نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو آیہ فانکحوا کا مخصوص ہونا آیہ انا احللنا سے مسلم نہیں کیونکہ مقام دعوی میں لازم ہے کہ ایسی دلیل پیش کیجائے جسمیں خلاف
دعوی کا احتمال نہو اور اس آیت میں احتمال ہے کہ بمنزلہ واحل لکم ما وراء ذلکم اس امر کیواسطے نازل ہوئی ہو کہ تمہارے لیے اس اس قسم کی عورتیں حلال ہیں نہ یہ کہ جتنی چاہو نکاح کرو جیسے واحل لکم ما وراء ذلکم کے یہ معنی ہیں
کہ سوائے محرمات مذکورہ سب قسم کی عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ مہروں سے انکے ساتھ نکاح کرو سو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سوائے محرمات مذکورہ جسقدر چاہو ان سے نکاح کرو اور سوا اس احتمال کی یہ بات ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ نساء سے پہلے
نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں نوع اول میں ترتیب نزول سورتہائے قرآنی میں ایک حدیث متصل نقل کی ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے سو اب تک یہ فانکحوا نازل ہوئی ہی تھی جو آیہ انا احللنا
نازل ہوئی اور جبتک آیہ فانکحوا نازل نہیں ہوئی تھی تب تک نکاح کے باب میں رسول اللہ صلعم کی کیا تخصیص ہے کسیکی بھی کوئی قید عدد نہ تھی پھر کیا ضرورت تھی کہ جو اس آیت کو نازل کر کے یہ
اطلاع کی گئی کہ تمہارے لئے جتنے نکاح کرو درست ہیں اس صورت میں لا محالہ یوں ہی کہا جائیگا کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص کسی مدعی حجی سے ہوئی اور اگر یوں کہئے کہ ترتیب مذکور باعتبار نواسخ سورہ ہے یہ کیا لازم ہے
کہ سورۂ احزاب کی تمام آیتیں سورۂ نساء کی تمام آیتوں سے پہلے ہی نازل ہوئی ہیں چنانچہ مشار الیہ کچھ لیا ہی واضح ہوتا ہے سو ہر چند یہ احتمال ہمیں ساکت نہیں کر سکتا اسلئے کہ مدافعت ان احتمالات کی ہمارے
ذمہ نہیں ہم کس بات کے مدعی ہیں جو احتمالات مخالفت کو رفع کریں ہاں اس احتمال کا دفعیہ کہ شاید ساری ہی احزاب یا فقط آیہ انا احللنا ساری سورۂ نساء یا فقط فانکحوا سے پہلے نازل ہوئی ہو
انکو ضرور ہے تاکہ انکا دعوی تخصیص ثابت ہو **اقول** عقل سلیم تو تجہ میں نہیں ہے کہ بیجا گفتگو کرتا ہے اور ہمارا یہ قول نہیں ہے کہ آیہ فانکحوا آیہ انا احللنا ہی سے خاص ہو گئی ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے
ہیں کہ اس آیت کی تخصیص میں تو کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ رسولخدا صلعم کی چار بیبیوں سے زیادہ تھیں پھر کسی وجہ سے تو تخصیص پائی ہے گو اسکا مخصص تمکو
معلوم نہو اور اگر آیہ انا احللنا کو اس آیت کا ہم مخصص سمجھیں تو بھی ہو سکتا ہے اور احل لکم میں ہرگز یہ احتمال معتبر نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے اس اس قسم کی عورتیں ہوں اسواسطے
کہ تفسیر قرآن کی احتمالوں سے نہیں ہوتی ہے تفسیر وہ ہے کہ جو حدیث میں آئی ہو یا مفسرین اسکو لکھ گئے ہیں اور اتقان کا جو حوالہ دیا ہے کہ اسمیں نزول سورۂ احزاب کا پہلے سورہ نساء
سے لکھا ہے یہ امر بھی قابل اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ آجتک یہ تو تحقیق ہی نہیں ہوا کہ مکی سورت کونسی ہے اور مدنی سورت کونسی ہے جو سورت قرآن کی ہے اسمیں اختلاف ہے کسیکے نزدیک تو مکی
ہے اور کسیکے نزدیک وہ ہی سورت مدنی ہے اور عثمان کو تو سورتوں کی ترتیب معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کہ کونسی سورت پہلے نازل ہوئی ہے اور کونسی اسکے بعد نازل ہوئی ہے اگر معلوم ہوتا
تو موافق ترتیب نزول کی جمع کرتے اور اگر انکو معلوم نہوتا کسی اور کو تو معلوم ہوتا اس سے دریافت کر لیتے لیکن کسیکو معلوم ہی نہ تھا اور اسی جہت سے مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں اور مکی
آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں سو ہو سکتا ہے کہ آیہ فانکحوا پہلے نازل ہوئی ہو آیہ انا احللنا سے اور تم مدعی کیوں نہیں ہو آخر دعوی کرتے ہی ہو کہ یہ قرآن جو ہے جسکو کلام اللہ کہتے ہیں خدا کیطرف سے
نہیں ہے بلکہ جناب رسولخدا صلعم کی طرف سے امت پر ہے اور خدا تعالی نے پیغمبر خدا کیطرف سے تصنیف کر کے پیغمبر خدا کے پاس بھیجا یا ہے اور یہ احکام جو جاری ہوتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں اور نہ احکام
قرآنی میں خدا تعالی کو کچھ دخل ہے خدا تعالی تو کاتب لکھا ہے جیسے کوئی عرضی کسی سے لکھواتا ہے تو وہ عرضی لکھوانے والے کی ہوتی ہے نہ لکھنے والے کی ایسے ہی سارا قرآن مطلب تو رسولخدا کا ہے اور اللہ تعالی
نے وہ مطلب اپنا خدا تعالی سے لکھوا لیا ہے اور علماء اہل سنت نے تمہاری اس تحریر پر تمہارے کفر کا فتوی لکھا ہے اور وہ آخر میں اس کتاب کے ہمنے لکھدیا ہے سو اس دعوے کے اثبات کے لئے تم احتمالات
بے سند اپنی رائے سے نکالتے ہو جیسے کہ تم نے ایک احتمال سے ساتھ ختم المرسلین مقرر کر دیے جسپر علماء اہل سنت کی تم پر لتاڑ ہوئی اور سورۂ نساء کا بعد سورۂ احزاب کے نازل ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں
ہے عثمان نے سورۂ نساء کو سورۂ احزاب سے پہلے کسواسطے لکھا ہے ہمکو کفایت کرتا ہے رفع احتمالات کے لئے فعل تمہارے پیر نابالغ کا اب ہم عثمان کے فعل کو چھوڑ کر جو کہ خلیفہ اہل سنت کے نزدیک ہے اتقان
والے کے لکھنے کو کیونکر معتبر جانیں **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہماری چشم پوشی دیکھیے کہ ہم اس سے بھی درگزر کر کے آیہ یوصیکم اللہ کی مخصص بھی آیت ہی بتلاتے ہیں وہ حشر جو بشہادت
حدیث مشار الیہ سورۂ نساء سے بعد میں نازل ہوئی ہے اسمیں یہ آیت موجود ہے مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ
وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ مطلب یہ ہے کہ جو مال بطور فئی کے خداوند کریم نے اپنے رسول کریم رسول اللہ صلعم کو دلوایا بستیوں والوں سے یعنی بے لڑے بھڑے فتح ہو گئی تو وہ اللہ کے واسطے اور
رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے لئے ہے تاکہ نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے فقط علماء اہل سنت و منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ
مال فئی کی تقسیم جناب باریتعالی نے چھ حصوں پر کی سو بعض علماء کا تو یہی قول ہے کہ چھ حصوں پر تقسیم کرکے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جاوے پر اکثر امت کا مذہب

یہ ہے کہ مال فئے کے پانچ ہی حصہ ہیں لیکن چونکہ عبارت فللہ وللرسول الخ جو یہاں ہیں ہو بہو وہی عبارت ہے جو پارہ دہم کے شروع میں مصرف خمس کے بیان کے لئے وارد ہوئی ہے اور شیعوں کا اسجگہ پانچ حصوں پر تقسیم کرنا بالیقین معلوم ہے تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہاں بھی شیعوں کے نزدیک یہی تقسیم ہوگی سو اس مذہب کے موافق ذکر خدا کی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جو چیز خداوند کریم کے ارشاد کے باعث اسکی رضا کے موافق خرچ کی جاتی ہے تو اسکو خدا کے ساتھ اور نیز انکے ساتھ جو موافق ارشاد خداوندی اسکے مصرف مقرر ہوئے ہیں ایک نسبت حاصل ہو جاتی ہے خدا کے ساتھ تو یہ نسبت کہ اسکی راہ میں خرچ ہوئی اور اہل مصرف کے ساتھ یہ نسبت کہ انکے لئے مقرر ہوئی تو اسکو خدا کی طرف بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ عرف میں یہ ہو گیا ہے کہ جو چیز بہ نیت ثواب یا کسی ہیں اسکو خدا کی طرف کہا کرتے ہیں اور اہل مصرف کے واسطے بھی چنانچہ عرف میں انکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور بولا کرتے ہیں کہ فلانی چیز فقیروں کے یا مسکینوں کے واسطے ہے مثلاً تو اس صورت میں حاصل یہ ہوا کہ مال فئے خدا کے واسطے ہے اور فلانی فلانی قسم کے آدمیوں کے واسطے یعنی خدا کی رضامندی کے لئے انکو دیا جائے اور ضرورت اس کہنے کی یہ ہوئی کہ مال فئ تو اسے کہتے ہیں کہ جو کفار کے بنجوت بیں سے بے لڑے بھڑے بسبب رعب لشکر اسلام بطور صلح اہل اسلام کے قبضہ میں آ جائے سو یہ مال حقیقت میں تو جناب باری تعالی نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں واصل کر دیا چونکہ بظاہر اسکا باعث رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب میں فی الجملہ جمعیت لشکر کو مداخلت ہے تو لشکریوں کو اسمیں طمع ہو سکتی تھی اسلئے یوں ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑے بھڑے ہمنے اپنے رسول کو دلوا دیا ہے اسمیں تمہیں جانفشانی کی نوبت نہیں آئی کہ کسی قسم کی مشقت نہیں پڑی سو مناسب یوں ہے اسکو خدا تعالی کے واسطے چھوڑ دو تاکہ مصارف مذکورہ میں صرف ہو لیکن پہلی آیت میں جو یہ جملہ ہے فما اوجفتم سے یہاں تک قدیر تک اس جملہ کے مناسب یوں ہے کہ یوں کہیے کہ جب خداوند کریم نے تمہاری بے سعی و کوشش کے یہ مال اپنے رسول کو دلوا دیا تو اسمیں تمہارا کچھ حق نہیں جیسا مال غنیمت بسبب اسکے کہ بظاہر تمہاری جانفشانیوں کے باعث رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آیا تھا تم پر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایسے ہی جو مال فقط خدا کی عنایت سے ہاتھ آئی وہ خدا کا ہو جاتا ہے اور جو لوگ اللہ والے ہیں اور خدا کے نام پر بیٹھے ہیں یہ خدا کے نام کا مال انکو ملنا چاہئے بہرحال لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا ویسا ہی لفظ فللہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبض و تصرف مالکانہ نہیں یعنی متولیانہ ہے یعنی آپ خازن اور امین ہیں مالک نہیں ورنہ اس مصرف کے مقرر کرنیکے کیا معنی مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے اور اگر بالفرض مال فئے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوا اور ایک قدر معین کے لئے ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو جیسے زکوۃ کے لئے جو ایک حصہ معین ہے فقرا اور مساکین وغیرھم کو مقرر کر دیا ہے تو قطع نظر اسکے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیت ظاہر البطلان ہے اسکے یہ معنی ہونگے کہ نعوذ باللہ سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات جو باتفاق سارے معصومین ہیں اس بہانے بار حقوق مندرجہ آیت اپنے سر پر لینگے سو اسکے قائل ہونیکی جرأت شیعوں ہی سے نظر آتی ہے اہل سنت کو ایسی بات کہنے کا اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا باقی رہانے کے اندر نے کا مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا سو اس صورت میں اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس صورت میں صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کو اصل میں بانٹ کر دینی چاہئے الغرض رسولخدا صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت نہیں پھر نہ معلوم کس وجہ سے روایت ہبہ فدک کو علمائے شیعہ صحیح سمجھتے ہیں یا فدک کو تہا مستحق وراثت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر زبان طعن دراز کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اگر پہلے سے عذر جہل تھا تو البتہ عذر معقول ہے لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات ومضمون آیت سراپا ہدایت کے توبہ و استغفار میں کیا توقف ہے **اقول** آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ ہرگز مخصص آیہ یوصیکم اللہ کا نہیں ہے خواہ سورہ نساء سورہ حشر سے بعد نازل ہوا ہو یا پہلے اور رسولخدا صلعم اپنے حصے کے مالک تھے اور فدک حضرت کے حصہ ہی میں آیا تھا چنانچہ معلوم ہوگا اور تجھکو کیا خبر ہے کہ سورہ نساء سورہ حشر سے پہلے نازل ہوا ہے عثمان کے لکھنے سے کہتا ہے اس نے تو سورتوں اور آیتوں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے کہ جو نزول میں پہلے ہے اسکو بعد میں کر دیا ہے اور پہلے سے یہ شخص کہتا چلا آتا تھا کہ ہم ثابت کرینگے کہ فدک رسولخدا کا مملوک مال نہ تھا اور اب بعد وعدہ اس نے اپنے نزدیک اگرچہ ثابت کر دکھایا لیکن رسولخدا صلعم کا مال مملوک نہ ہونے میں اسکو نہ معلوم ہوا کہ اسمیں کیا قباحت ہے اسمیں اسنے ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس کو بلکہ سب علماء اہل سنت کو جھوٹا ٹھیرایا ابوبکر اور عمر کو تو اسواسطے کہ انہوں نے فدک کو پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر کہا تھا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وارث جو کوئی ہوتا ہے وہ مورث کے مال مملوک کا وارث ہوتا ہے نہ غیر مملوک کا اور صدقہ انکا مال اسوقت ہوتا ہے کہ جب جائیں اور بعد اپنے چھوڑ جائیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے فدک کو پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر دعوی وراثت کا کیا تھا اور علی اور عباس کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے عمر کی خلافت میں دعوی پیغمبر خدا کے ترکہ کی وراثت کا کیا تھا اور عمر نے انکو وہی جواب دیا تھا جو ابوبکر نے فاطمہ کو جواب دیا تھا کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور سب علماء کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ سب لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا وہ بھی رسولخدا کی ملک ٹھیراتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا غرض یہ ہے کہ اسنے وہ لکھا ہے کہ جسکا کوئی قائل نہیں ہے اور یہ شخص سزاوار تھا ابوبکر کی تابعی کے واسطے اسکو وہ سوجھی کہ جو ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی اگر یہ ابوبکر کے زمانہ میں ہوتا تو ابوبکر کو تعلیم کر دیتا کہ تم فاطمہ زہرا سے اگر وہ رسولخدا کی وراثت کا دعوی کریں تو صاف کہدو کہ پیغمبر خدا نے کوئی مال اپنا نہیں چھوڑا اور نہ وہ کسی چیز کے مالک تھے تم کسکی وراثت کا دعوی کرتی ہو تو اس صورت میں ابوبکر کو جھوٹی روایت مخالف کلام اللہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہ ہوتی اور روایت کے بنانے سے بدنام اور مطعون خلایق نہ ہوتے اور مال فئے جو کہ بدون جنگ کرنیکے ہاتھ آتا ہے اگر لوگ وہاں کے جلاء وطن ہو جائیں یا صلح کر لیں تو وہ موافق حکم خدا کی ہے

حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک حصہ تو خدا کا اور ایک حصہ پیغمبر خدا کا اور جو حصہ کہ خدا کا ہے اسکو بھی رسولخدا صلعم اپنی مصلحت کے موافق خرچ کرتے ہیں۔ اور ایک حصہ جناب رسولخدا صلعم کے قریبوں کا کہ وہ حضرت کی اہل بیت کو پہنچتا ہے اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے یتیموں کا اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے مساکین کا اور ایک حصہ آل محمد کے مسافروں کا سو ہمارے مذہب کے موافق تو اس طرح سے ہے اور بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد رسولخدا صلعم کے قریب ہیں اور حضرت سجادؑ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اور مخالفین کے علماء آنسے کل آدمیوں کے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر مراد لیتے ہیں اور فدک بھی اموال فے میں سے ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے پاس آ گیا تھا اور حضرت ہی کی ملک میں قرار پایا تھا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خالص رسولخدا صلعم کے واسطے تہا اور اسی پر صلح ہوئی تھی کہ وہ رسولخدا صلعم کے واسطے ہو اور باقی کی چیزیں جو ہیں انمیں سب شریک ہوں اور حضرت صلعم کی خالص ملک تھی تو حضرت فاطمہ نے دعویٰ ہبہ اور وراثت کا کیا تھا اور جناب رسولخدا صلعم ہی کی ملک خالص جانکر ابوبکر نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور فدک کا خالص اسواسطے رسولخدا صلعم کی ہونا اہل سنت کی کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ فدک ایک قریہ ہے حجاز میں سے کہ درمیان اسکے اور مدینہ کے دو منزل کا فاصلہ ہے اور بعضی تین منزل کہتے ہیں فتح کیا تھا اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر سنہ ۷ میں صلح کی راہ سے اور یہ اسطرح سے ہے کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے خیبر پر نزول اجلال فرمایا اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور تین قلعے باقی رہگئے تھے کہ انکے باشندوں پر تنگی اور دشواری بہت ہوگئی ان قلعوں والوں نے رسولخدا صلعم کو کہلا بھیجا کہ ہم یہاں سے نکلکر جلاوطن ہو جائیں حضرت نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ نکلگئے اور فدک کے باشندوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ ہم سے فدک کی نصف اثمار اور اموال پر صلح کر لو حضرت نے قبول کیا پس فدک ان چیزوں میں سے تہا کہ بدون دوڑانے گھوڑوں اور اونٹوں کے ہاتھ آیا تھا اور وہ خالص رسولخدا صلعم کا تھا اور اسمیں چشمے اور درخت خرما بہت تھے اور وہ فدک وہ ہے کہ فاطمہ زہرا نے کہا تھا کہ رسولخدا صلعم نے مجھکو بخشا ہے اور ابوبکر نے کہا کہ میں اس پر گواہ چاہتا ہوں اور اسکا ایک قصہ ہے فقط اور مقصد اقصیٰ میں لکھا ہے کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول صلعم کہ چون خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آن نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ میفرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت خویشان من کیستند و حق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم بادہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وے حجتے نوشت و این تیقہ بود کہ بعد از وفات رسولخدا صلعم پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت کہ این کتاب رسولخدا است کہ برای من و حسن و حسین نوشتہ است اس سے معلوم ہوا کہ مصالحہ اسیر ہوا تھا کہ فدک خاص رسولخدا صلعم کے واسطے ہو اور جو کہ حق خدا اور رسول تہا اسمیں اسکے مالک بہی رسولخدا صلعم تھے پس جسوقت معلوم ہوا کہ وہ خالص رسولخدا کا تھا تو جو کچھ اس نے اپنی رائے سے ایک بات تراش کر لکھی ہے وہ سب باطل ہے اور جو آدمی کہ کوئی چیز کسیکو دیتا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ واسطے خوشنودی خدا کے ہے اور مال فے جو ہے سو وہ تو خدا تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے اسمیں خدا تعالیٰ نے حصے مقرر کر دیے ہیں اور ایک حصہ بنا رکھا ہے کہ اسکو جناب رسولخدا امور خیر میں صرف کریں اور مال فے کو کوئی آدمی اپنے گھر سے کسیکو نہیں دیتا ہے کہ جو اسمیں قصد ہو کہ واسطے رضائے خدا کے دیتا ہوں وہ تو بخشش ہے خدا کی جانب سے اور تو فے کے مال کے اور خمس کے پانچ حصے کہاں سے کہتا ہے قرآن میں تو دونوں کے چھ حصے لکھے ہیں پانچ حصے خلاف ارشاد خدا کے کوئی کیونکر کہدیگا مگر دشمنان اہل بیت نے بعد وفات رسولخدا صلعم کے ایک حصہ حضرت کے قریبوں کا البتہ خمس میں سے موقوف کر دیا تھا اور مال فے دینے میں یہ ارادہ نہیں ہوتا ہے کہ بنام خدا چاہئے جیسا کہ خیرات و صدقہ میں ارادہ ہوتا ہے بلکہ اسمیں تو یہ لحاظ ہوتا ہے کہ وجب [illegible] رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف ثابت ہوا لیکن فلدہ سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ قبض و تصرف مالکانہ رسولخدا کا کسقدر مال میں بھی نہیں تھا آخر ان حضرت کا بھی تو حصہ تہا اپنے حصہ میں تو تصرف مالکانہ ہی ہوگا اور فلدہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہوا کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا بھی ہے جیسے کہ رسولخدا کا اور قریبوں اور یتیموں وغیرہ کا ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا لیکن ہم تو اوپر لکھ چکے ہیں کہ فدک خالص رسولخدا صلعم کا مال تھا اسمیں کوئی شریک انکا نہ تھا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خالص حضرت رسولخدا کا حق جانکر اسکا دعویٰ کیا تھا اور اگر رسولخدا صلعم غیروں کے حصوں کے متولی تھے تو اپنے حصہ کے تو مالک تھے کہ جسمیں فدک وغیرہ تھا اور اپنے حصہ کا حضرت کو اختیار مالکانہ ہی تہا اور جو حصہ کہ حضرت کا تہا اسکو اپنے تصرف میں لائے اور باقی کی اسامیوں کا حصہ انکو پہنچا دیا اور آیت سے یہی ثابت ہے کہ اسمیں چھ حصے خدا تعالیٰ نے مقرر کر دیے ہیں اور رسولخدا صلعم نے وہ حصے تقسیم کر کے پہنچا دیے کسیکا حصہ اپنے ذمہ باقی نہیں لگایا اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت حقوق مندرجہ آیت اپنی سر پر لیگئے اور یہ بہی تجھکو کہاں سے معلوم ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم کر کے ذوی القربیٰ وغیرہ کو نہیں دیا اور مال فے کچھ تنہا فدک تو تہا ہی نہیں کہ اسکے بھی ٹکڑے کر کے تقسیم کرتے مال فے تو کثرت سے تھا اسمیں سے ایک فدک بھی تہا اور اگر مال فے میں کسی چیز کے مالک نہوں بلکہ متولی اسکے ہوں اور لوگونکو تقسیم کر کے نہ دیویں اور مر جائیں وہ مشغول الذمہ جہان سے گئے ہوں لیکن یہ بات ثابت کرنا چاہئے کہ حضرت نے کسیکو کچھ نہیں دیا اور لوگونکا بار اپنی گردن پر دہر کر چلے گئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ تو حصے مقرر کرے لوگوں کے اور رسولخدا صلعم ارشاد خدا کو لغو جانکر اسکی تقسیم مستحقین پر اسکی نکریں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے تقسیم کر دیا تھا مال فے کو اور اپنے حصہ کے خود مالک ہوئے تہے اور حضرت کے ہی حصہ میں سے ایک فدک بھی تھا اور یہ موافق مذہب اہل سنت کے ہے اور یہی اہل سنت لکھتے ہیں کہ فدک خالص رسولخدا صلعم کا مال تہا اور ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس نے اسکو رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے اور روایت ہبہ فدک کو اور دعویٰ وراثت فدک کو علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں شیعونکو تو کسواسطے لکھتا ہے کہ وہ ہی کہتے ہیں اور اسیواسطے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی اپنی زمانہ میں

فدک کو غصب کیا تھا اسواسطے شیعہ انکو غاصب کہتے ہیں او رانپر طعن کرتے ہیں وطعن کرنمیں اپنی تئیں ماجور او رمثاب جانتے ہیں اور عاقبت کو تو اپنی تو ہی خراب کرتا ہے حضرت فاطمہ زہرا کے غاصبوں کی حمایت کرنے سے وجاہل تیری ملانہ تھی کہ جو عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور ہم تو جاہل نہیں ہیں اور باوجود اسکے جو کچھ یہ کہتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں اور تو یہی تجھکو کرنی چاہئے کہ تو اپنے علماء کی تحریر کے خلاف لکھتا ہے اور مخالف حکم خدا کے بکتا ہے او رکلام خدا میں تاویلیں بیجا کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر قریہ فدک نفس رسول اللہ صلعم کے قبض تصرف میں آیا ہوتا یا بعد ادائے قدر واجب منجملہ اراضی وسیعہ او رقریات کثیرہ قریہ فدک خاص رسول اللہ صلعم کے پاس رہجاتا تو البتہ درصورت احتمال مفروض فی المجلس جای گفتگو تھی لیکن شیعہ ہی فرمائیں کہ فدک کا کافی ہونا اور پھر غیر منقسم ہونا کسکے نزدیک مسلم نہیں بلکہ انصاف سے دیکھیے تو اس قسم کی تقسیم بھی مفید مطلب شیعہ نہیں کیونکہ بالفرض اگر قریات سو ہوتے تو ہر ہر قریہ لوگوں سے جدی جدی صلح واقع ہوئی تھی کسی ایک کی سلطنت بھی نہ تھی جو فقط اس سے صلح کرنی کافی ہو اور کفتنی ہوجاتی سو اس صورت میں تھا کہ ہر قریہ میں سے تقسیم کر کے حقوق واجبہ ادا کرتے کیونکہ لفظ ما جو فللہ میں ہے عموم و شمول اقراری پر دلالت کرتا ہے مثل غنیمت ہر شے کو جدا گانہ تقسیم کرنا چاہئے تھا اور اگر کوئی عقل کا اندھا اور تعصب کا پورا سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے فدک کو کسی غنیمت کا حصہ خمس کہکے سنیوں کی سامنے آنکھیں کرنیکا ارادہ کرے تب بھی موافق مثل شہو ہر کجا کہ رسید یم آسمان پیداست وہی خرابی کی خرابی برسر رہیگی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارت سے مال فے میں سوای رسول اللہ صلعم کے اصناف اربعہ ذوی القربے وغیرہ کے حقوق کا تعلق ثابت ہوتا ہے وہی الفاظ بعینہا خمس کے مصرف کے بیان کے لیے جناب باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہے اگر علماء شیعہ کو بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے بحکم المرء یقیس علی نفسہ اس گفتار میں میری طرف دروغ کا احتمال ہو تو کلام اللہ تو ہر جا موجود ہی سیپارہ دہم کے پہلی آیت کو مطالعہ کر دیکھیں جہاں خمس تو مال غنیمت میں سے ملتا ہے سو اگر بالفرض فدک جنگ وجدال سے فتح ہوا ہوتا تو چار خمس تو پھر بھی غانمین کے ہوتے علے ہذا القیاس سوا خمس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کہئے تو جو حال اور مجاہدین کا ہے وہی رسول اللہ صلعم کا سو اسیطرح ساری فدک کے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونیکی کوئی صورت نہیں یہی احتمال نہیں کہ فدک کسی قریہ کے اس حصہ معین کا نام ہے جو بعد ادائے حقوق واجبہ بچ گیا تھا کیونکہ بالاتفاق اہل لغت صاحب قاموس وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے علماء شیعہ کو اسمیں کلام نہیں اور جاہلوں سے اپنی کلام نہیں بہرحال قبل اثبات اس بات کے کہ بعد تقسیم اراضی کثیرہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہ گیا تھا یہ احتمال ہے کہ اراضی فی بلکہ اراضی خمس بھی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مثل خیال محال مجانین پریشان ہی رہیگا **اقول** جس روز سے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہے اور بعد ان حضرت کے فدک میں نزاع واقع ہوئی ہے اس روز سے سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ فدک مال مملوک رسول اللہ صلعم کا تھا اور رسولخدا صلعم کے ملک ہونیکی جہت سے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ یہ میری باپ کا مال ہے مجھکو ارث میں پہنچتا ہے اور اگر فدک رسولخدا صلعم کا مملوکہ نہوتا تو حضرت فاطمہ وراثت کا دعوی کاہیکو کرتیں اور اگر فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نہوتا تو ابوبکر کیوں کہتے کہ پیغمبر کے مال متروک میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور پہلے اس سے اس شیخ نجدی نے بھی اس کتاب میں کئی جگہہ لکھا ہے کہ فدک پر رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف مالکانہ تھا اور اب کہ دروغگو را حافظہ نباشد کہتا ہے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک ہی نہ تھا اور ملک نہونیکی احتمالات واہیہ لکھتا چلا جاتا ہے اور اس سے کوئی پوچھے کہ رسولخدا صلعم کے پاس کسو جہہ سے فدک آیا جو فاطمہ زہرا نے اسکا دعوی کیا تیرے نزدیک رسولخدا صلعم کی ملک تو تھا ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مال فی تھا اور اسمیں کئی فریق کے حقوق تھے معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے اسکو ان فریق پر تقسیم نکیا اور انکے حقوق غصب کر کے اپنے پاس رکھ چھوڑے اور بے ادائے حقوق رحلت فرما گئے سو یہ عقیدہ تو تمہارا ہی ہے ہمارا نہیں ہے اور یا یہ کہ حضرت نے اسکو غصب نہیں کیا بلکہ اسکا محاصل سب فریق کو پہنچا دیتے تھے تو وہ صدقہ کیونکر ہوا وہ تو مملوک ان فریقوں کا تھا کہ خداتعالی نے انکو دیا تھا اور صدقہ وہ ہے کہ جو کسیکی ملک ہو یا کوئی آدمی اپنے مال میں سے کسیکو کچھ راہ خدا میں دے پھر معلوم نہیں رسولخدا صلعم کے پاس فدک کیسے آیا اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے پاس خالص ہو کر انکے حصہ میں آیا تھا اور فدک کی تقسیم کر کے سب فریق کو پہنچانیکی احتیاج نہیں ہے کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور اگر ہر قریہ کی جدی جدی صلح ہوئی تھی تو رسولخدا صلعم نے فدک کی صلح خاص اپنی ذات کے واسطے کی تھی چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ہے اور اس سے پہلے ہم اسکی نقل کر چکے ہیں اور رسولخدا صلعم کو اختیار تھا حصوں کے دینے میں جسقدر چاہا دیا اور جسقدر چاہا خود لیا اور فدک کو بھی آپ ہی لیا اور اسمیں کسیکو حکم کرنیکا نتھا اسواسطے کہ خداتعالی فی ہی کے ذکر میں فرماتا ہے وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا یعنی جو کچھ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اور جس چیز سے تمکو منع کرے تو تم باز رہو پس رسولخدا صلعم کو اختیار تھا انہوں نے مال فی میں سے فدک کو لیا اور انکو اور چیزوں میں سے جسقدر چاہا دیا اور یہ ضرور نہیں کہ ایک ایک بگیہ کو تقسیم کریں اور ہر ایک قریہ کے ٹکڑے ہوں سو اسواسطے کہ جسوقت پچاس ساٹھ گاؤں ہوتے ہیں تو شرکا ان دیہات کے حصہ کر لیتے میں اپنی رضامندی سے اور یہاں تو رسولخدا ہی کو اختیار تھا دینے کا جسقدر چاہا دیا اور دوسرے شرکا کو کچھ دخل نتھا بموجب اس آیت کے اور جب شرکا نے دیہات کو تقسیم کیا یا رسولخدا نے تقسیم کر کے دیئے تو کسیکے پاس دس گاؤں آئے اور کسیکے پاس بارہ گاؤں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک گاؤں کے ٹکڑے ہوں اور خداتعالے نے جو فرمایا ہے کہ جو چیز کہ خداتعالی نے فی کی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی کی ہر چیز کے ٹکڑے کر کے تقسیم کرو بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ اسمیں فلانے فلانے کا حصہ ہے اور سب اسمیں شریک ہیں اگر اسکے حقدار اپنی رضامندی سے اس کل کے چھ حصہ کر کے

ہر ایک شخص اپنا اپنا حصہ وصول کر لے تو کیا موافق حکم خدا کے ہوگا اور یہاں تو رسولخدا صلعم کی رضامندی پر تھا جیسے چاہا ویسے دیا اور فدک کو خود لیا اور اگر یہی ہے کہ جو چیز کہ فی کی ہو کوئی چیز ہو اُسکے ٹکڑے ہی چاہئیں تو اس صورت میں ہر ایک درخت کے بھی ٹکڑے کر کے تقسیم کرنی چاہئے اور ہر مکان کے ٹکڑے ہی کرنے چاہئیں اور ہر جامہ کے ٹکڑے کرنے چاہئیں علی ہذا القیاس اور حاصل یہ کہ مال فی ہے اور اسمیں سب کا حصہ ہے اسکو کوئی عاقل بھی پسند نہ کریگا اور اسکو یہ خبر نہیں کہ رسولخدا صلعم کی مرضی پر موقوف ہے اگر قرآن یاد ہوتا تو جانتا اور فدک کو خمس میں سے تو کوئی شیعہ بھی نہیں کہتا ہے بلکہ مال فی میں سے کہتے ہیں خمس کا ذکر نہایت بیجا ہے اور اگر فدک خمس میں سے فرض کیا جاوے اور دیہات کثرت سے ہوں کہ خمس کے بہت دیہات ہوں تو اسمیں بھی یہی صورت ممکن ہے اور رسولخدا صلعم سارے فدک کے مالک ہو سکتے ہیں لیکن ہم فدک کو خمس میں سے تو کہتے ہی نہیں ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے ملک تھا اور حضرت فاطمہ نے ہر لئے رسولخدا صلعم کی ملک قرار دیکر اُس میں دعوی وراثت کیا تھا اور مال فی میں سے رسولخدا صلعم کے حصہ میں وہ آیا تھا **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کسی عقل کے دشمن کو اس احتمال کے بطلان کے حقیقت میں خلجان رہے اسیواسطے ہمکو بھی لازم ہے کہ اس احتمال کے بطلان کے وجوہ جن سے مال فی ہی ثابت ہو جاے بیان کر کے ابوبکر صدیق کی برات بلکہ حقانیت اور علماء شیعہ کی خوش فہمی کو آشکار کر دکھلائیں سو اوّل تو احتمال کے بطلان کے لئے کہ فدک جو منجملہ اراضی فی ہے مملوک رسولخدا صلی اللہ علیہ سلم تھا اور ان مصارف معلومہ کا مقرر کر دینا بعینہٖ ایسا ہی جیسے اموال مملوکہ میں قدر زکوۃ کے لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر فرمایا ہے قطع نظر اسکے کہ ادنیٰ عربی داں کو بھی یہ وہم نہیں گزر سکتا چنانچہ ظاہر ہے یہی ایک لفظ فللہ کافی ہے کیونکہ مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا اموال فی کا اس لفظ سے ظاہر باہر ہے چنانچہ بمطالعہ کنان تقریر مسطور بالا بر انشاءاللہ تعالی مخفی نر ہیگا دوسرے اگر لفظ ما افاء اللہ علی رسولہ تملیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے تو پھر فللرسول کہنے کی کیا حاجت تھی بلکہ مثل وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ یہاں بھی جسقدر خداوندکریم کو مدنظر ہوتا کہ اُسکی راہ میں خرچ کیا جاے اُسکی تعیین فرما کر فللہ ہی کے بعد ولذی القربیٰ والیتامیٰ الخ فرمادیتے فللرسول نہ فرماتے اور اگر یوں کہئے کہ لفظ ما افاء اللہ سے تو تملیک نہیں ثابت ہوتے پر فللرسول تملیک پر دلالت کرتا ہے تو البتہ یہ بات نادانوں کے نزدیک داناؤں کی سی بات ہے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ اگر فللرسول میں لام تملیک کے لئے ہو تو لاجرم فللہ ولذی القربیٰ کا لام بھی تملیک ہی کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس جگہ تملیک کے اسکے ہو ہی نہیں سکتے کہ جس جس کی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اُسکی ملک میں نہ ہو بلکہ بعد افاءت یعنی مسلط کر دینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصناف مندرجہ آیہ مال فی کے مالک ہوئے ہوں کیونکہ اول تو یہ بات ظاہر ہے کہ قبل افاءۃ اموال فی میں کفار کے سب تصرفات مثل بیع و شرا و ہبہ وغیرہ کے سب کے نزدیک صحیح ہیں معہذا اگر وہ قبل افاءت مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کر لیں تو بہ نسبت اموال کوئی اُنکا مزاحم حال نہو اس سے معلوم ہوا کہ قبل افاءت کفار ہی مالک تھے دوسرے فاء تعقیب خود اس بات پر شاید ہے کہ اگر لام للرسول وغیرہ سے ملکیت ثابت ہوتی ہے تو اُسکا خداوندکریم مالک الملک خالق ارض و سما کا پہلے سے نہ مالک ہونا شیعوں کے نزدیک ہو تو ہو سکے کیونکہ پہلے سے مالک نہونیکی وجہ اگر ہو تو یہ ہو کہ اموال فی قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسپر قابض ہوں کفار کے مملوک تھے اور ایک شئے کے تمام اہل ایک وقت میں دو مالک نہیں ہو سکتے پھر خداوندکریم کو بھی کسطرح مالک کہئیے لیکن یہ استبعاد جبھی ہو سکے ہے کہ مالک خداوندکریم ہو یا مالک کفار ہو سو شیعہ بر رنگ معتزلہ جیسے بندہ مخلوق کو کہ افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں ایسی ہی اگر ملک میں بھی خالق اور مخلوق کو برابر سمجھنے لگیں تو کون روکتا ہے عقیدہ غلط سے بجز عقل کے اور کوئی نہیں روک سکتا سو وہ پہلے ہی نصیب دشمنان ہو اہل سنت جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کی ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں تو اُنکو مالک الملک کے ملک اور بندوں کے خصوصاً کفار کے ملک کے اجتماع میں کوئی محال نہیں نظر آتا **اقول** عقل کا دشمن تو تو ہے کہ جو خلاف قرآن اور خلاف تحریر جمیع علماء کے کہتا ہے اور فدک کا مال فے میں سے ہونا ثابت ہے اور ابوبکر کی برات کسی طرح سے نہیں ہو سکتے کہ اُنہوں نے جسکا وہ حق تھا اُس کو نہ دیا اور فدک کے مملوک رسول اللہ صلعم ہونے میں بھی کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور مال فے کے خداتعالیٰ نے کئی حصہ مقرر کئے ہیں اُن میں سے ایک حصہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور حضرت کے حصہ میں فدک بھی داخل ہے کہ حضرت نے مصالحہ کر کے خود اُسکو لیا تھا اور اپنے حصہ کے حضرت مالک تھے اور ایتام اور فقراء کو جو حضرت نے زیادہ اپنے حصہ میں سے نہیں دیا بلکہ بموجب ارشاد خداوندی وہ بھی مستحق مال فے کے تھے اور فللہ کے لفظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک مال فے کے موافق اپنے حصہ کے نہوں جس عربی داں سے چاہے پوچھ لے اور للہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہے کہ جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربیٰ کا حصہ ہے ایسے ہی خدا ہی تعالیٰ نے اُس میں سے ایک حصہ اپنا مقرر کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امور خیر میں اُس کو صرف کریں اور یہ کہاں ثابت ہے اس سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فے کے مالک نہیں ہو سکتے یہ شخص بڑا بیباک ہے اور دیکھو کس طرح سے قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم مال فے کے کسی طرح مالک نہ تھے اور حال یہ ہے کہ خداتعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ یعنی وہ چیز کہ مالک ہوا ہے ہاتھ تیرا اُس میں سے کہ فے کیا ہے خدا نے تجھ پر دیکھو قرآن میں تو خدا ہی تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک مال فے کا کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ مالک ہی نہ تھے اور

ا جو کچھ اس شیخ نے پہلے اس سے لکھا تھا وہ بھی بیجا تھا اور اُس سب کا ہم جواب دے آئے ہیں اور لفظ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اُس پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالی نے مال فی رسولخدا صلعم کو عطا کیا کہ وہ حضرت کے تحت قبض و اختیار میں ہو گیا لیکن خدا تعالی نے اُسکے حصے مقرر کئے ہیں کہ وہ فلانے اور فلانے کے حصے میں سو لخدا صلعم ہر ایک حصہ دار کو عنایت کر دیں اور للرسول کہنے کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ اُس میں رسول صلعم بھی شریک ہیں اور اُنکا بھی حصہ اُس میں ہے سو حضرت نے اپنا حصہ اُسمیں سے کیا کہ جس میں فدک بھی ہے اور اپنی اُس کے مالک ہوئے اور وللرسول خدا تعالی کیوں نفرماتا کہ اُس میں حصہ رسول اللہ صلعم کا بھی تھا اور جس جس کا حصہ تھا سب کا ذکر کر دیا اور رسولخدا صلعم نے جس جس کو اُسمیں سے دیا بعد وصول کے ہر ایک اپنے حصہ کا مالک ہو گیا اور اسی طرح جسقدر رسولخدا صلعم نے لیا وہ اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور اگر اپنے اپنے حصہ کے یہ لوگ مالک نہوئے تو پھر کسواسطے اُنکو دیا تھا کیا اُنکے پاس امانت رکھا تھا اور اگر نہیں دیا تو تعمیل حکم خدا کی نہی اور البتہ للرسول پر اور ولذی القربٰی پر سب پر لام تملیک کا ہے اور ملک تو سب حصہ داروں کی اُسی وقت ثابت ہو گئی جسوقت کہ خدا تعالی نے فرمایا کہ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى کو وصول بعد اُسکے ہوا اور قبل افاءۃ اگرچہ وہ کفار کے تصرف میں تھا لیکن بعد افاءۃ مملوک رسول خدا صلعم اور ذوالقربٰی وغیرہ کا ہو گیا اور اگر قبل افاءۃ وہ مسلمان ہو جاتے تو پھر کیا اُسمیں کلام تھا وہ ہی اُسکے مالک رہتے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل افاءت کفار اُسکے مالک نتھے بڑا کودن ہے یہ جو ایسے مہمل گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فا تعقیب کے اسبات پر شاہد ہے اور یہ اُسمیں سے کہاں نکلتا ہے کہ پہلے سے خدا مالک نہو خدا تعالی تو مالک سب چیز کا ہے اور اُسی نے یہ عطا کیا ہے مسلمانوں کا رعب اُن یہودیوں کے دل میں ڈالکر اور اُسنے بھی پہلے اس سے کفار کو دی تھا اور مالک کر دیا تھا اور اب کفار سے چھین کر مسلمانوں کو دیدیا اُسکا مالک نہونا کہاں سے لازم آیا مالک کرنیوالا کافروں کا اور مسلمانوں کا تو وہ ہے اور اُسی نے اُسکے حصہ مقرر کرکے ہر ایک حصہ دار کو اُسکا مالک کر دیا ہے اور یا افاء اللہ کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا نے دیا ہے اپنی پیغمبر کو جو کہ مالک سب چیز کا ہے اور بعد دینے کے اُسکی تقسیم اسطرح سے ہے کہ وہ فلانے اور فلانیکے واسطے ہے کہ وہ اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو جائیں اور جب دیا تو جسکو دیا اُسکو مالک کر دیا اور خدا تعالی کے مالک کر دینے سے وہ مالک ہو گئے جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی غلام کو جاگیر بخشتے کہ وہ اُسکے مالک ہو جائیں اور کھائیں اور پئیں لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ بخشنے سے پہلے بادشاہ کہ وہ مالک نتھے اور ہی بادشاہ تو پہلے ہی مالک تھا اور اب بھی مالک ہے کہ اُسکے تحت تصرف میں سے کہیں نہیں جا سکتے اور اگر خدا تعالی کا مالک نہونا سمجھا جائے تو یہہ موافق سمجھ ان کج دل کی ہے اور شیعوں کے نزدیک ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی اس کودن ہی کے نزدیک ہے کہ جب کفار مالک ہوئی قبل فاءت تو خدا تعالی مالک نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ایک چیز کے دو مالک نہیں ہو سکتے اور اسنے خدا تعالی کو بھی سب کے ہی برابر مقرر کیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا کہ دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہیں ہوتا ہے اور خدا تعالی اس شیخ نجدی کے نزدیک ہم پلہ کفار بھی ہے اور معتزلہ تو تم میں سے ہی ہیں کہ وہ ثلثہ کی خلافت کو مثل تمہاری معتبر جانتے ہیں اور ہم دونوں سے بیزار ہیں اسواسطے کہ معتزلہ تو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر قادر مستقل ہے اور تم اشعریہ کہتے ہو کہ بندہ کو کسی طرح کا دخل نہیں ہے وہ تو مثل پتھر کے ہی اور ہم یہ کہتے ہیں کہ لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین یعنی نہ تو بندہ مجبور ہے اور نہ یہ کہ وہ بالکل مالک اور قادر ہے اپنے فعل کا کہ خدا تعالی کو اُسکے فعل میں کسی طرحکا دخل نہو بلکہ درمیان جبر و تفویض کے ہے اور اگر معتزلہ بندہ کو خالق فعال اختیاریہ کا قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں تو تم ہر سگ و خوک کو خدا سمجھتے ہو اور خالق تو فعل کا وہ ہی ہوتا ہے کہ جو اُس فعل کو اپنی اختیار سے صادر کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فعل کو کرے تو کوئی اور نام دہرے دوسرے کے کسینے سچ کہا ہے الاشعریۃ لاشوریۃ اور بعضے مرتبہ یہ طائفہ کسبیہ اشعریہ لاشوریہ کسب کو دخل دیتی ہیں اور کہتے ہیں کہ کرتا تو ہی خدا ہی لیکن کسب بندہ کا ہے اسواسطے بندہ ماخوذ ہوگا یہ بھی خوب بات ہے کہ کرے تو کوئی اور پکڑا جائے کوئی اور وہ شیعہ ہی ہیں کہ جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کے ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں اور اہل سنت ملک میں خالق اور مخلوق کو برابر جانتے ہیں بلکہ انکے بڑے اپنے تئیں خدا کہتے تھے چنانچہ بایزید بسطامی کہتا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی اور کہتا تھا کہ لا الہ الا انا فاعبدونی **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ تملیک بمعنی مذکور نہو بلکہ مقصود فقط بیان ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل سنت فللہ وللرسول کے یہ معنی ہوں کہ مالک حقیقی خداوند مالک الملک ہے اور مالک مجازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیکن لذی القربٰی الخ کے لام سے جو ذوالقربٰی و یتامی وغیرہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اُسکا کیا جواب معہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذی القربٰی وغیرہ ہر ایک کو مثل خداوند مالک الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اموال فی کا مالک کہئے چنانچہ بظاہر للرسول اور لذی القربٰی کا عطف للہ ہی پر ہے اور وہ اسی بات کو مقتضی ہے تب تو اسکے محال ہونے میں کلام ہی نہیں اور اگر یوں کہئے کہ ذی القربٰی کا عطف للرسول پر ہے اور یہ دونوں معطوف معطوف علیہ ملکر للہ پر معطوف ہیں تب اس سے بھی کیا کم کہئے کہ اموال فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہو سو یہ بات اول تو یوں کسی مسلمان کے دھیان میں نہیں آ سکتی کہ اس صورت میں لازم تھا کہ جیسے غنیمت غانمین پر تقسیم کیجاتی تھی اموال فی اصناف معلومہ پر تقسیم کئے جاتے تاکہ ہر کوئی اپنی حسب دلخواہ اُسمیں تصرف کرتا ضرورت ہوتی تو کسیکے ہاتھ بیچ دیتا نہیں تو آپ رکھتا یا کسیکو دیدیتا سو یہہ وبال کسکی گردن پر رہا کہ مالکان اشیاء کو دخل نملا سو اہل سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو درکنار اُنکے خدام کی طرف بھی یہ وہم نہیں آ سکتا کہ ایسے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے ہوں ہاں شیعہ کہیں تو اُنسے بھی دور نہیں اُنکی اور خرافات کو دیکھئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں **اقول** ملکیت کے جو معنے ہیں وہ ہی ہیں اور تفریق کرنی مالک حقیقی اور مجازی کے

کچھ احتیاج نہیں ہے خدا تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کسی کی ملک ہے اور اُسکے قبضہ میں ہے خدا تعالی تو اُسکا بھی مالک ہے کہ اُسنے ہی اپنی قدرت اور فضل سے وہ دی ہے اور اپنی اپنی حصہ کے رسول اللہ صلعم بھی مالک ہیں اور ذوی القربی بھی مالک ہیں جو کچھ کہ رسول خدا صلعم نے اُنکو دیا ہے اور ذوالقربی کے مالک ہو نہیں کیا قباحت ہے کہ جو تو اُنکے مالک ہونیکا جواب پوچھتا ہے اور خدا کی برابر کسیکو کوئی مالک نہیں سمجھتا ہے اور نہ تمام اموال کا کوئی مالک رسول خدا صلعم کو کہتا ہے ذوالقربی کو تو کوئی کیوں کہیگا البتہ اپنے اپنے حصہ کے سب مالک ہیں اور رسول خدا صلعم حصوں کے تقسیم کرنیوالے ہیں جسقدر جسکو چاہا دیا اور آیت میں خدا تعالی نے حصوں کو کھولدیا ہے کہ فی میں سے فلانے فلانے کو پہنچے اور ایک حصہ خدا تعالی کا ہو کہ وہ اُمور خیر میں صرف کیا جائے اب جسکو چاہو معطوف ٹھیراؤ اور جسکو چاہو معطوف علیہ۔ للہ کے لام سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالی تمام اموال کا مالک ہے تا کہ للرسول اور ذی القربی کا اُسپر عطف کریں تو وہ بھی تمام اموال کے مالک ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ ایک حصہ خدا کے واسطے ہے مال فی میں سے اور ایک ایک حصہ رسول خدا اور ذی القربی کے واسطے اور یہی عطف سے سمجھا جاتا ہے تیرے باتیں بنانیسے اور قرآن میں تحریف کرنیسے مطلب تیرا حاصل نہیں ہوتا دیواروں میں ٹکریں مار اور اپنے سر کو تو پھوڑ جو چاہے سو کر لیکن ابوبکر پر سے یہ طعن دفع نہیں ہوسکتا ہے اور بصورت خدا تعالی نے مال فی سب اصناف میں مشترک کر دیا ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے اور اگر کوئی مسلمان اُسکو مشترک کہے تو کیا گناہ ہے جب ثبوت کہ رسول خدا صلعم نے سب اصناف پر اُسکو تقسیم کر دیا ہو اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ رسول خدا صلعم نے اُسکو تقسیم نہیں کیا تقسیم نکرنے میں تو بڑی قباحت تھی خدا تعالی نے تو حکم دیا کہ وہ مال فلانے فلانے کے واسطے ہے اور رسول خدا لوگوں کے حصوں کو دبا رکھتے اور کسیکو نہ دیتے تو ایسا حق تلفی لوگوں کی متصور تھی سو یہ تمہارا ہی عقیدہ ہے کہ مثل ابوبکر کے رسول خدا صلعم حق لوگوں کا اُٹھا دیا تم قائل ہو اس امر کے کہ تقسیم نہیں کیا اور ہمارے نزدیک تو تقسیم کرنا اُسکا ثابت ہے اور یہ تو تم ہی کہتے ہو کہ تقسیم نہیں کیا اور یہ ظلم عظیم رسول خدا صلعم پر روا رکھتے ہو اور اگر تم ایسا کہو تو تمسے کچھ دور بھی نہیں تمہاری اور خرافات کو ٹٹولیئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں

قال الشیخ الاشعری دوسرے اگر تقسیم بھی وقوع میں آتی تب یہ بات تصور میں نہیں آسکتی کہ شرکا غیر معین میں ایک چیز مشترک ہو کیونکہ تو ایک تعداد معین ہوتی ہے انکو غنیمت میں شریک کہنا تو زیبا ہے ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کا کوئی عدد معین کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا اور معلوم بھی ہو تو سب کو اُنکا حق پہنچانا بندوں سے محال ہے معہذا اصل زمین کا دینا تو ایک طرف اراضی فدک کی آمدنی بھی تمام ذوی القربی اور تمام جہان کے یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو نہیں پہنچی نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور اگر ان اصناف اربعہ کو اہل اسلام ہی میں منحصر رکھے کلام کیجئے تب بھی شیعوں کا قافیہ تنگ ہیگا اور اگر بالفرض بفرض محال مقصود جناب باری تعالی فللہ سے تو یہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باری تعالی ہے اور فللرسول سے یہ مطلب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ولذی القربی الخ بیان مصرف کیلئے ہو تو اس سے اہل سنت کو سوا اسکے کہ اس صورت میں خدا کی طرف حرف عائد ہوگا چنانچہ معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک جو اس صورت میں فقط برائے نام ہی ہوگئی اگر بالفرض بطور وراثت وارثوں کی طرف منتقل بھی ہو جائیگی تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی طرف منتقل ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل کا یا آمدنی کا خرچ کرنا ضرور ہی تھا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بدستور رہیگا اور اگر بالفرض حال منتقل بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اصناف اربعہ کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں سے کچھ تعلق نہیں سو ابوبکر صدیق نے جو حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں یا تو اُسکی یہ تھی کہ اُنکی طلبگاری بھی یہی بات تھی کہ تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو جو بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں آیا تھا مثل اور املاک ہر قسم کے تصرف کی قابل سمجھکر فقط اپنی گذران کیلئے طلب نہ تھیں بطور تولیت نہیں مانگتی تھیں ورنہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کے کیا معنی معہذا روایت نہج السالکین جسکا ترجمہ تو مذکور ہوچکا اور عبارت بھی انشاء اللہ قریب ہی مذکور ہوگی اس دعوی کیلئے دلیل کامل ہے اہل فہم اُس روایت سے آپ سمجھ جائینگے کہ ابوبکر صدیق کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کا اپنے صرف کیلئے طلب فرماتے تھیں ورنہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اسلئے طلب فرماتے ہیں کہ مصرف مذکور میں صرف کریں تو ابوبکر صدیق یوں کیوں عذر کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کے مان لیا کرتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فہم مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق کے بات آگئی اور صدیق اکبر کو اسم باسمی صدیق صادق پایا یہ گمان پہلے سے تھا کہ ابوبکر صدیق آپ خورد برد کر لینگے اس کام کے انتظام رکھنے میں خلجان دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور اُنکا قول مسلم رکھا اور فدک کی آمدنی کے صرف کا انتظام اور اہتمام ابوبکر صدیق کے سپرد اللہ اور راضی ہوگئیں چنانچہ ناظران روایت مذکور پر مخفی نہ رہیگا تسپر بھی شیعہ نمانیں تو اور کیا کہا جائے کہ ان ناملوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اتباع سے غرض نہیں صحابہ کی عداوت کیلئے اہل بیت کے نام کو آڑ کر رکھا ہے۔

اقول بے شک تقسیم وقوع میں آگئی تھی اور رسول خدا صلعم نے سب کو پہنچا دیا تھا سو ہمارے مذہب کے موافق تو کسیطرح کی دشواری نہیں ہے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک مراد ذوی القربی سے رسول خدا صلعم کے قریب ہیں کہ وہ اہل بیت حضرت کے ہیں اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل سے بھی مراد آل محمد کے یتیم اور مساکین اور ابن سبیل ہیں تو اُنکے پہنچانے میں کچھ دشواری نہ تھی اور موافق مذہب اہل سنت کے بھی کہ وہ سب مسلمانوں کے قریبا اور یتیم اور مساکین مراد لیتے ہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ ہر صنف کے آدمیوں کو اصناف مذکورہ میں سے جسقدر آدمیوں کو دینا ممکن ہے پہنچا سکتے ہیں اگرچہ ہر صنف کے دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کو پہنچے

اس صورت میں ہر صنف کو پہنچا دینا صادق آجائیگا اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ ہر صنف کے کل افراد کو پہنچایا جائے جیسے کہ زکوٰۃ اور خمس کے دینے کا حکم ہے کہ اس قسم کے آدمیوں کو دینا چاہیے سو جسقدر
آدمیوں کو دینا ممکن ہوگا دیوینگے اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی کل آدمیوں کو دینا چاہیے یا خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ تم قریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو تو اس سے
مراد یہ نہیں ہے کہ روے زمین پر جسقدر کہ قریب اور یتیم اور مسکین اور مسافر ہیں انکو دو کہ کوئی آدمی بھی انمیں سے باقی نرہے اور ایسے ہی انما الصدقات للفقراء والمساکین میں یہ مراد نہیں ہے کہ تمام روے
زمین کے فقرا اور مساکین کو دو اسواسطے کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ فے فلانے فلانے کے واسطے ہے سو انکے واسطے ہوئی تو انکو دینا
ضرور ہوگا جسقدر آدمی کہ ہم پہنچیں اور اگر کسیکو ندیویں تو حق تلفی کرنیوالے ٹھیرینگے اور ایسا وہم تو حضرت کیطرف ہوئی نہیں سکتا بہرحال دینا ہی ہوگا اور جب دیوینگے تو جسقدر آدمیوں کا دینا
ممکن ہوگا دیوینگے کیا تیرے نزدیک کلام خدا کا لغو ہے کہ اسکا کچھ مطلب ہی نہیں ہے تیرے نزدیک تو مال فے کی تقسیم کا قابل ہے اور نہ عدم تقسیم کا معلوم ہوا کہ اس آیت کے مطلب میں تیرا فہم
نہایت تنگ ہے نہ تو تجھسے یہ بن پڑتا ہے کہ تو کہے کہ مال فے تقسیم ہوگیا ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تقسیم نہیں ہوا حق تو منحرف ہے اس سے تو نے کچھ کر دی بھولا ہوا ہے اور جناب باری تعالی کا ہرگز یہ مقصود نہیں ہے
کہ فللہ سے مراد مالک حقیقی خدا تعالی ہے اور فللرسول سے مالک مجازی رسول خدا مراد ہیں اور مابعد اسکا بیان مصرف کے لئے ہے اور یہ کون کہتا ہے بلکہ مقصود اس سب سے یہ ہے کہ مال فے کے چھ حصہ کرکے دینا چاہیے
ایک حصہ خدا کا کہ رسول خدا صلعم امور خیر میں اسکو صرف کریں اور ایک حصہ رسول خدا کا اور ایک حصہ قریبوں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا لیکن رسول خدا صلعم کو اختیار
تھا جسقدر چاہا دیا اور جیسے کہ دنیا میں مالک ہوتے ہیں موافق شرع کے اپنی چیز کے ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم بھی اپنے حصہ کے مالک تھے مال فے میں برائے نام کیونکر تھے اور جس طرح سے کہ سارے
آدمی برائے نام مالک ہیں دنیا میں اپنی چیز کے کہ کل کو یہیں چھوڑ کر چلے جاینگے اسطرح سے تو حضرت بھی برائے نام تھے لیکن یہاں اس سے بحث ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ اصناف باقیہ کے وارث رسول خدا
صلعم کے وارث ہیں ہم تو یہ نہیں کہتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کے تو وارث وہ ہی ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور اصناف باقیہ کے وارث وہ ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور رسول خدا صلعم نے تو مال فے
اپنے زمانہ میں سب حصہ داروں کو دیدیا تھا اور جو کچھ حضرت کے پاس تھا یعنی فدک وغیرہ جو کہ زہرا علیہا السلام کو ہبہ کیا تھا وہ حضرت کے قبض و تصرف میں ہبہ کرنے سے پہلے تھا اور اصناف اربعہ کا حق تو انکی
وارثوں کو منتقل ہوگیا تھا اور رسول خدا صلعم کے حصہ میں جو فدک تھا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو رسول خدا صلعم نے بخشا تھا وہ ابوبکر نے ضبط کر لیا تھا اور اصناف اربعہ کا حصہ رسول خدا صلعم کے وارثوں کو
کا ہبہ ہو چکیگا البتہ رسول خدا صلعم کا حصہ فدک وغیرہ وہ حضرت کے وارثوں کو پہنچا ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ فدک کو ابوبکر سے طلب کرتی تھیں پہلی دفعہ میں تو اس طرح سے کہ مجھکو میرے باپ نے یہ
ہبہ کیا ہے مجھکو دیدے جب ابوبکر نے ندیا تو پھر اس مطلوب سے دعوی وراثت کا کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کا مال ہے مجھکو ارث میں پہنچتا ہے مجھکو دیدے ابوبکر نے ایک روایت بناکر کہا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا
ہے اس سبب سے حضرت فاطمہ کو فدک ندیا اور حضرت فاطمہ نے اپنی چیز جانکر اور رسول خدا صلعم کا مال جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا اور میراث کا مال طلب کیا تھا اگر ارث کے واسطے مال غیر مال رسول اللہ
ہے سے طلب نہیں کیا تھا اور میراث کے طلب سے ارث کی مال ہی سے ہوتی ہے نہ غیر مال موروث میں اور ابوبکر نے جو لا نورث کہا تھا کیا سمجھ کر کہا تھا اسیواسطے کہا تھا کہ پیغمبر کے مال متروک میں میراث جاری نہیں
ہوتی اور تو ابوبکر کے خلاف کسوجہ سے کہتا ہے کہ دعوی میراث کے کیا معنی اور معراج السالکین کا تو میں پہلے اس سے جواب دے چکا ہوں کہ معراج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے جسمیں روایت ہو نصر اللہ کابلی
نے یہ ذکر کیا ہے ایک روایت بناکر اور معراج السالکین مفروض کا حوالہ دیکر شیعوں کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اسکی پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے اور انکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے سو روایت ایسی
نہیں ہوسکتی اور اہل فہم اس جھوٹی روایت سے کیا سمجھیں گے اور حضرت فاطمہ نے اپنا استحقاق جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا بطریق خیرات ابوبکر سے طلب نہیں کرتی تھیں اسیواسطے ابوبکر نے لا نورث انکی
جواب میں کہا اور جبکہ دعوی کیا تو کہا کہ اپنے گواہ لاؤ اور اگر رسول خدا صلعم کا مال نہوتا تو ابوبکر ایسا کیوں کہتے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے حضرت کو دیکھا ہے تو کیا ضرور ہے
کہ وہ مال رسول خدا کا نہو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مال کو انہیں صرف کرتے ہوں یا ابوبکر کے دیکھنے کے بعد حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ ہم علی اور فاطمہ اور حسنین اور عباس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے
ہیں کہ بعضے تو انمیں سے مدعی ہیں اور بعضے گواہ ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کی فہم میں ابوبکر کی بات طرح سے آئی تھی کہ ابوبکر جھوٹ کہتا ہے اپنی طرف سے ایک بات بناکر اور ناراض ہوگئیں ابوبکر سے یہانتک کہ تا دم واپسیں
ابوبکر سے کلام نکیا اور روایت معراج السالکین کی وضعی ہے اور کسی گنتی میں شمار نہیں ہے یہ شیخ جھوٹی روایت پر بناکر کے کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اسم بامسمے صادق پایا اور اپنے ستر کہنے میں غلطیاں سمجھا تو
ابوبکر کا عذر قبول کیا اور راضی ہوگئیں اگر ابوبکر کو صادق جانتیں اور اس سے راضی ہوتیں تو ابوبکر پر غصہ کاہیکو ہوتیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور روایت معراج السالکین کی تو جھوٹی ہے کیا شیعوں کو
جھوٹی روایت سے الزام دیتے ہو لو نادان اہل تو تم ہو کہ جھوٹی روایتیں بناکر شیعوں کے سر تھوپتے ہو اور شیعوں کو تو ہمیشہ اتباع علی اور فاطمہ زہرا منظور ہے اور اسیواسطے خلفاء ثلاثہ کو اچھا نہیں جانتے ہیں کہ علی اور فاطمہ زہرا کا
حق انہوں نے ندیا اور سواے اسکے اور کوئی وجہ عداوت کی نہیں ہے تم بھی اسکو جانتے ہو **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر بفرض محال فللہ سے تو یہ مراد ہو کہ مالک حقیقی خداے کریم ہے اور فللرسول کا
یہ مطلب ہے کہ مالک مجازی رسول اللہ صلعم اور لذی القربی الخ کے یہ معنی ہوں کہ ان مصارف میں صرف کیا جاے تو اہل سنت کو تو اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں ملک فدک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بطور وراثت حضرت فاطمہ زہرا کو پہنچی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کیطرف سے خرچ کرنیکے داروغہ تھے برضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی کو مصارف معلومہ میں صرف کرتے تھے پھر یوں
کی اس طول تسلی سے شیعوں کو کیا فائدہ آئیگا الٹی بیطرح کی خرابیاں اور جوابدہیاں سر پر پڑینگی اول تو نعوذ باللہ لازم آئیگا کہ خداوند کریم نے باوجود ثبوت اس تملیک میں رسول اللہ صلعم سے تعزر

اور محبوب کے ساتھ وہ معاملہ کیا جیسے کہا کرتے ہیں گھر بار سب تیرا ہی پر کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا سبحان اللہ جو بات مخلوق کے حق میں بھی معیوب ہو وہ شیعوں کو اس صورت میں جناب باری کی نسبت تجویز کرنی پڑیگی دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے اعجاز کا شہرہ اور بوجہ فصاحت و بلاغت اور خوبی عبارت و مضامین جناب باریتعالی کو یوں عوی کرنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی ایسی کوئی ایک سورت ہی لے آؤ زیادہ نہیں تو انا اعطینا کے برابر ہی اس صورت میں محض بیجا اور بیموقع ہو جائیگا مضمون لیا کچھ مالک تو کر دیا پر اختیار ذرہ برابر نہ دیا اور عبارت ایسی کچھ کہ معنی مقصود سے کچھ لگاؤ نہیں اگر اس توجیہ اس موقع میں یوں کہا جائے المعنی فی بطن الشاعر تو بیموقع نہو بلکہ انصاف دیکھیے تو خلاف مقصود پر البتہ دلالت موجود ہے قرینہ عطف سے للرسول لذی القربے سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہی ہاں اگر کوئی اور قرینہ اس سے اقوی اسکے معارض ہو جاتا جیسے للہ میں جو دہی تو کچھ مضائقہ بھی نہ تھا اسی لئے۔ سوا اسکے کہ بطور احوال میری زبان پر آگیا آجتک کسی نے اُسکا یہ مطلب ہی نہ سمجھا اور باینہمہ قرآن مبین ہی ہاں تیرے للہ کے لام کو اگر تملیک کے لئے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ تملیک وہاں ہوا کرتی ہی جہاں پہلے سے ملک نہو تو یہ مسلم لیکن لذی القربے الخ لام کے بیچ کیوں نہیں ذی القربی وغیرہ تو کچھ ہم پایہ خدا اور شریک موجودات نہیں جو مالک حقیقی اور مالک قدیم انکو کہا جائے اور تملیک بمعنی مذکور کی گنجایش نہو جو تھی یہ کہ اگر رسول صلعم کی ملک مثل ملک جملہ بنی آدم ہی اور آپ اس قسم کی ملک کے قابل ہیں تو قرینہ عطف یوں تقاضا کرتا ہی کہ جو بات للرسول کے لام کے سمجھ ثابت ہو وہی لذی القربے کے لام سے ثابت ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر مثل ملک خداوندی رسول اللہ صلعم کی ملک بھی عوام کی ملک سے ممتاز ہی اور ایک نوع جدا گانہ ہی تو ہم یوں کہتے ہیں کہ جیسے باریتعالی کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی رسول اللہ صلعم کی ملک میں بھی وراثت جاری نہیں ہوسکتی **اقول** فللہ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہو ورنہ للرسول سے یہ مراد ہی کہ مالک مجازی رسولخدا صلعم ہوں بلکہ یہ مراد ہی تو ہی کہ مال خمس میں ایک حصہ خدا کا ہی کہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور ایک حصہ رسولخدا صلعم کا ہی کہ وہ اپنے حصہ کے مالک ہوں جسقدر چاہیں اور ایسے ہی ذی القربی وغیرہ کا حصہ ہے اور بموجب حکم خدا جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام فدک کی وارث ہیں اور ابوبکر حضرت فاطمہ کیطرف سے دار نوعہ نہیں ہوسکتے کہ وہ تو اُسکے غاصب تھے اور از راہ تعدی اور تمردی فاطمہ زہرا کو فدک نہ دیا اور حضرت زہرا نے ابوبکر سے ناراض ہو کر اس دنیا سے رحلت کی ہے دار وغگی ابوبکر کی کیونکر ثابت ہو اور شیعوں پر کوئی خرابی عائد نہیں ہوتی ہی کہ تو جو کچھ معنی للہ اور للرسول کی تجویز کرتا ہی شیعہ اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ رسولخدا صلعم کو ایسا مالک جانتے ہیں کہ گھر بار تیرا ہے لیکن کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا یہ تیرا ہی عقیدہ ہی اور نہ ہم ایسے معنی کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات لازم آئی اور کلام اللہ کے اعجاز اور فصاحت اور بلاغت میں خلل آئی اور لام للہ کا البتہ تملیک کے واسطے ہی لیکن مراد اس سے یہ ہی کہ مال خمس میں ایک حصہ خدا کا ہی کہ اُسکو امور خیر میں صرف کریں اور لام تملیک میں بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ پہلے ہی ملک نہو خدا تعالی لمن الملک الیوم کے جواب میں فرمائیگا کہ للہ الواحد القہار یا یہ کہ خدا تعالی نے فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض کیا پہلے اس سے خدا تعالی کی یہ ملک نہتا اور زمانے سے پہلے کیا آسمان و زمین کسی کی ملک میں نتھی اور ذی القربی کی بہی لام تملیک کے واسطے ہی اور مراد اس سے بھی یہی ہی کہ ایک حصہ انکا بھی ہی انکو دینا چاہئے اور رسولخدا صلعم کی ملک البتہ ایسی ہی جیسے اور آدمیوں کی ملک ہے اور اس خمس کے مملوک ہونے میں سب کا حال برابر ہی مگر رسولخدا صلعم آپ اختیار ہی اسکے تقسیم کرنیوالے ہیں ان اصناف مذکورہ کو جسطرح چاہیں دیں اور خدا تعالی تو مالک ہر چیز کا ہی اسکی اپنی بندونکو مال فی دلوایا اور ایک حصہ اسمیں اپنا مقرر کیا امور خیر میں صرف کرنیکے واسطے اور حصہ مقرر کئے حصہ خدا کا خدا مالک ہے اُسکو راہ نیک میں صرف کروانا ہی اور ایسے ہی جناب رسولخدا صلعم اور سوائے انکے اور ذی القربی وغیرہ اپنے حصہ کے مالک ہیں جو چاہیں کریں اور اس ملک میں سب برابر ہیں اور باریتعالی کی ملک یعنی جو حصہ اُسنے اپنا مقرر کیا ہی وہ صدقہ ہی اور صدقہ میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی اور رسولخدا صلعم کا حصہ اور دوسروں کا حصہ صدقہ نہیں ہی اور وراثت مردہ کے مال میں جاری ہوتی ہی اور خدا تعالی موت سے پاک ہی اور رسولخدا صلعم کی موت آچکی کہ وہ اس جہان سے رحلت کر گئے انکے مال میں البتہ وراثت جاری ہوگی اور ملک سے موت کے بعد مال میں وراثت جاری ہوتی ہی کہ سب آدمیوں کے پاس جو کچھ ہی وہ مال خدا کا ہی اور جو کوئی مر جاتا ہی تو بعد اسکے دوسرا شخص اسکا وارث ہوتا ہی اور جو کوئی وارث ہوتا ہی اسکی شان سے موت ہو بھی ہی اور اللہ تعالی کا وارث ہونا تو قرآن سے ہی ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہی نحن الوارثون پس جاری ہی کہ اسکے مال میں وراثت جاری **بقال الشیخ الاشعری** اور یہ بات قرین قیاس بھی ہی اول تو بہ کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپکی ملک زائل ہونے ہی نہیں پاتی جو وارثوں کی ملک اسکی قائم مقام ہو بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چند روز کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں تو ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں وہ اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں ہو جاتے ایسے ہی رسول اللہ صلعم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے ہیں اور آپ بدستور اپنی اشیاء اموال کے مالک کوئی مالک نہیں ہو گیا اور حدیث لا نورث ماترکناہ صدقہ جو ابوبکر صدیق سے اس حدیث کی لم بھی معلوم ہوتی ہی کہ ان تا بقید حیات ہیں پر شیعہ سمجھیں تو کیا کیجے اور اگر شیعہ یا اور کوئی رسول اللہ صلعم کے زندہ ہونیکا نہ مانے تو

اقول ماشاء اللہ کیا وجہ معقول پیدا کی ہی اپنے ذہن نارسا سے کہ آجتک کسی عالم کو علماء اہل سنت میں سے ایسی حرف سوجھی تھی کہ جسکا مسلمانوں میں سے۔ شیعہ سنی کوئی قائل نہیں ہے اگر شیخ الوبکر کے زمانہ میں سوجھتا تو انکی اتنی تلیقی کرنے کی نہ تھا اور آنکو روایت لا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور جسوقت فاطمہ زہرا نے وراثت کا دعوی کیا تہم ابوبکر یہی کہدیتا کہ فاطمہ زہرا ایسی کہد رسولخدا صلعم بلکہ تمام انبیاء زندہ ہیں اور کوئی اُنمیں سے مرا نہیں ہے تم ارث کس کے مال میں سے لیتی ہو اور طلب کرتی ہو اس شخص کو کلام اللہ بھی یاد نہیں ہے ورنہ ایسی بات نکہتا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی کل نفس ذائقۃ الموت اسمیں تخصیص کسیکی نفس کی نہیں ہے نبی اور غیر نبی کی اور اگر پیغمبر کے واسطے موت نہوتی تو خدا تعالی اُنکو مستثنے کر دیتا اس آیت میں سے یا اور کہیں دوسری جگہ فرماتا بلکہ خدا تعالی نے تو تصریح کر دی ہی رسولخدا صلعم کی موت کی کہ وہ بھی مرینگے چنانچہ فرماتا ہی کہ انک میت وانہم میتون اور اسیطرح جسوقت کہ حضرت صلعم نے وفات پائی تو حضرت عمر نے بھی بسبب جہالت کے فرمایا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم مرے نہیں ہیں

گمان انکو یہ تہا کہ پیغمبر مرتا نہیں ہے اُسوقت ابوبکر نے عمر کو سمجھایا اور کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ پیغمبر کو موت نہ آئے خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَیِّتُوْنَ تب عمر نے کہا کہ گویا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں اسکے جواب میں لکھا ہے کہ ان حضرت کی وفات کے صدمہ سے عمر کے ہوش بجا نہ رہے تھے اسواسطے بیہوشی میں انکی زبان سے نکل گیا تھا کہ پیغمبر خدا مرے نہیں ہیں انہوں نے بھی حضرت کے مرنے کا اقرار کیا اور یہ شیخ انکار کرتا ہے برخلاف اعتقاد کل اہل اسلام اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بوقت [illegible] ملک الموت واسطے قبض کرنے روح مطہر کے بصورت اعرابی بنکر آئے اور دولت سرا پر حاضر ہو کر اجازت طلب کی اور بعد اجازت حاصل ہونے کے تو واسطے قبض روح کے داخل ہوئے اور درجہ قبض کرنے میں مشغول ہوئے اور لکھا ہے کہ یہانتک مولود شریف جو پڑھتے ہیں تو اسمیں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ملک الموت روح اقدس قبض کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے نکلنے میں نہایت تکلیف ہوتی ہے کیا امت کے لوگوں کی بھی روح ایسی ہی سختی سے قبض کریگا جو کچھ سختی کرنی ہے مجھپر کر اور امت کے لوگوں کی ارواح آسانی سے قبض کرنا اور بعد اسکے روح اقدس کو قبض کیا اور ان حضرت کا مرنا تو یہانتک مشہور ہو گیا ہے کہ بارہ وفات میں مقرر ہو گئی ہے اور دہلی میں اُن دنوں میں قدم شریف پر بڑا ہجوم ہوتا ہے یہانتک کہ جس مہینے میں حضرت نے وفات پائی ہے اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات کا مہینا ہو گیا سو وفات تو حضرت کی اور قبض ہونا روح اقدس کا قرآن اور حدیث اور کتب تواریخ سے ثابت ہے اب وہ حضرت جو کو غنیمہ قبر میں مدفون ہیں تو معلوم ہوا کہ دوسری مرتبہ حضرت زندہ ہوئے نہیں اور یہ کہ رجعت کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زندہ ہونا یہ مذہب شیعوں کا ہے نہ اہل سنت کا لیکن مرنیکے بعد زندہ ہونا وراثت کو مانع نہیں ہے کہ وہ مرنیکے بعد ہی ثابت ہو جائیگا اور بعد اسکے اگر پھر زندہ ہو بیٹھے تو بولو کہ اور اگر مثل شہدا کے زندہ ہیں کہ عالم برزخ میں کھاتے پیتے ہیں تو اس زندگی کا حکم موت کا سا ہے اور میراث کا اس زندگی سے پہنچنا چاہئے ورثہ کو کہ جو مثل زندگان دنیا کے احکام روزہ نماز وغیرہ کے مکلف ہیں اور روایت لانورث تو بیشک دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ صدقہ ہے اور اسکا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور زندہ رہنے پر حضرت کے کہاں دلالت کرتی ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری وجہ یہ کہ انبیا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی حقیقت شناسی ہر دم بلحاظ خداوند کریم مالک الملک کی ملکیت کو دیکھتے رہتے ہیں اور اسکا مالک ہونا ہروقت انکی نظر میں ہے اسلئے اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں بلکہ جیسے کوئی کسیکے گھر دعوت کھانے جاتا ہے اور اس کھانے کو بمنزلہ [illegible] کھانا کھلانیوالے کے کھلانیوالا ہی کی ملک سمجھتا ہے بخاص اس کھانے کی نسبت جو اسکے سامنے رکھا جاتا ہے فقط کھالینے کی اجازت سمجھتا ہے نہ یہ کہ اپنا سمجھکر کسیکو دیدے یا بیچ ڈالے یا اپنے لواحق کو لیجائے بلکہ اپنے لئے بھی لیجانا ممنوع جانتا ہے نہیں تو عرف و شرع میں اس بات کو معیوب کوئی نہ سمجھتا ایسا ہی انبیا بھی اُن اشیا کو جو انکے قبضہ میں بطور ملک ظاہر کے آجاتی ہیں اپنی ملک نہیں سمجھتے بلکہ ملک مالک الملک سمجھکر بمنزلہ مہمان یاد رکھتے کہ جو کچھ اُس سے کہا گیا کہا یا باقی مالک خانہ کا ہے جو کچھ کام آیا کام میں لائے باقی کو خدا کی ملک سمجھکر اس دار دنیا سے کھڑے ہوتے ہیں پھر جب انکے نزدیک متاع ترکہ انکی چیز نہ ہوئی تو یہ قبض حین حیات اور استعمال بمنزلہ قبض طعام دعوت اور استعمال مال مستعار ہوگا اور انکے عندیہ میں وارثوں کو اسمیں سے کچھ حق نہ پہنچیگا اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور یہ بات کہ اگر انبیا کا مقبوضہ انکی ملک ہی نہیں تو انکی بیع وشرا کیا ہے کہ نافذ نہو کر کسی نادان ہی کے دل میں کھٹکے تو کھٹکے کیونکہ جیسے بحث ہوتی ہے بسا اوقات اہل دنیا بھی انکو اسباب کی اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لینا خداوند کریم تو درکنار یاران بیتکلف تو اجازت کے بھی محتاج نہیں ہوتے دوستوں کی چیز میں اجازت ہی سمجھتے ہیں لیکن اس اجازت کو ملک کوئی نہیں سمجھتا یہانتک کہ اسکے وارث بھی اسکے مستحق ہو جائیں الحاصل انبیا کی حقیقت شناسی اسی بات کو مقتضی ہے کہ اپنے مقبوضہ کی نسبت اپنے آپکو مالک نسمجھیں اور اسکو منجانب اللہ سمجھکر اور ملک خداوند کریم جانکر حسب ضرورت اپنی کام میں لاتے ہیں باقی رہے عوام اور سوا انبیا کے ہر چند کیسے ہی باکمال کیوں نہوں بمنزلہ عوام ہی کے ہیں انکو انبیا کے مقابلہ میں بمنزلہ اطفال اور مجانین کے بڑوں کی زیادہ عقلمندوں کے مقابلہ میں سمجھنا چاہئے یعنی جیسے اطفال بے تمیز اور مجنونان اطفال شیرہ دعوت یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر انکے پلے پڑ جائے اپنی سمجھکر اگر مالک بھی انسے لینے لگے تو غل مچا دیتے ہیں اور رونے دھونے لگتے ہیں اور مالکان سیر چشم چشم پوشی کر کے چپ رہتے ہیں اور اسکا کہا نکو بیجانے دیتے ہیں اگر ان اشیا کو انہیں کے پاس چھوڑ جاتے ہیں ایسے ہی عوام بھی اس متاع دنیا کو جو حقیقت میں ملک مالک الملک مالک حقیقی کی ہے انکے پاس مستعار ہے گو زبان سے خدا کی کہی جائیں پر دل سے اپنی ہی سمجھتے ہیں اور اگر کسی ایک آدمی نے دل سے بھی خدا ہی کی سمجھا تو اول تو پورا پورا سمجھنا کہاں دوسرے کسیکو کیا معلوم دلکی بات سوا خدا کے کون جانتا ہے جو انکے مال میں وراثت جاری نہ کی جاوے مثل نبوت اگر انکے اندر بھی اسکی کوئی علامت ہوتی تو یہاں بھی یہی سلیقہ خداوند اکرم الاکرمین نے براہ چشم پوشی انکی متروکہ کو انہیں کی ملک قرار دیکر بقدر رشتہ انکے پسماندوں کو تقسیم کر دیا الغرض ان وجوہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک انبیا بزعم ملک خدا قابل وراثت نہو یہ وجہ غلط ہیں تو ہوا کرو شاید کوئی اور ہی وجہ ہو مدعیان وراثت کو بھی تسلی ہی رہیگی **اقول** ایسی پوچ اور واہی باتوں سے کچھ کام نہیں چلتا ہے بھلا اس دلیل بات کو کون عقلمند پسند کریگا اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ ایسی بات ہے کہ جسپر اطفال و مجانین بھی ہنستے ہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے کہ انبیا خاصکر رسولخدا صلعم اپنی ملک کو ملک ہی نہیں سمجھتے ہیں اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ صورت ہے کہ ملک تو انکی حقیقت میں ہے لیکن اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں دوسری ایک یہ صورت ہے کہ وہ انکی ملک ہی نہیں ہے اور یہ صورت کہ اپنی ملک کو ملک نہیں سمجھتے ہیں تو کچھ مخصوص انبیا کے واسطے نہیں ہے تمام بندگان خدا بھی سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب بمنزلہ مستعار کے ہے اور ہم اسکو یہیں چھوڑ جائینگے اگر یہ ہمارا ہوتا تو ہمارے ہمراہ جاتا اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے کہ آدمی دنیا میں بمنزلہ مہمان کے ہے اور جو کچھ اسکے پاس ہے عاریت ہے اور اگر آپکی ملک کے واسطے ایسا نہیں کہہ سکتے تو معترض ہونگا حضرت اعلی الخصوص وہ لوگ کہ جنکو اہل سنت اولیاء اللہ کہتے ہیں اور انہوں نے ذات خدا میں اپنے تئیں واصل کر دیا ہے یہانتک کہ اپنے تئیں خدا

کہنے لگتے ہیں تو لوگ بھی اہل سنت کے نزدیک ایسے ہی ہیں بلکہ انبیاء سے بڑھکر ہیں اس مقدمہ میں کہ اپنی چیز کو اپنی ملک نہیں جانتے ہیں اور جو کچھ اس نے انبیاء کی خاصکر ہمارے پیغمبر کے اوصاف میں لکھا ہے
سب اہل بیت پر صادق آتا ہے چاہئے کہ انکا بھی کوئی وارث نہو اور اپنی ملک کو یہ سمجھیں کہ یہ میری ملک نہیں ہے اس سمجھنے سے جو امور کہ مترتب ہیں ملکیت پر اسکی ملک سے زائل نہیں ہوسکتی ہیں ملک کا
ملک ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کا جو کہ حقیقت میں ملک ہے ملک سمجھنا اور بات ہے اور اگر رسول خدا کسی چیز کے مالک نہوں تو اختیار کرنا حضرت کا لازم آوے اور مالک ہونا حضرت کا کلام اللہ سے ثابت ہے اسواسطے
کہ حضرت اپنی لونڈیوں کو تصرف میں لاتے ہیں ملک ہونیکی جہت سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ بموجب حکم خدا تعالی لونڈیوں کو
ملک ہونیکی جہت سے تصرف میں لائے اور اگر حضرت کی ملک نہوتی اور تصرف میں لاتے تو مرتکب حرام کے ہوتے پس جس وقت کہ ملک ہونیکی جہت سے متصرف ہوئے تو ملک حضرت کی ثابت ہوئی اور بندہ
جو حضرت آزاد کرتے تھے اگر وہ ملک حضرت کی نہوتی تو کچھ ثواب نہوتا اور آزاد کرنا انکا لغو ہوتا اور یہ ایسا ہوتا کہ جیسے کوئی حلوائی کی دکان پر دادا کی فاتحہ دلوائے اور راہ خدا میں جو حضرت دیدیتے تھے
اگر وہ مال حضرت کا نہوتا تو ثواب حضرت کو کاہیکو ہوتا ثواب تو اپنی چیز کے دینے کا ہوتا ہے پس جس وقت کہ حضرت کی چیزوں کا ملک حضرت کی ہونا ثابت ہوا تو جو کچھ کہ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ
سب مال حضرت کا اور مملوک اور مقبوض انکا تھا انبیاء کو اپنی چیز کا بیچنا اور خریدنا اس امر پر محمول ہو کہ دوستوں کو لیاقت اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لیا کرو یہ بات
ایک مہمل اور پوچ ہے کہ اسکو کون عقلمند قبول کریگا اور یہ تو مومنین کے واسطے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خدا تعالی کے بڑے دوست ہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
اس صورت میں چاہئے کہ انکی بھی دنیا میں کوئی ملک نہو اور خرید و فروخت کی انکو اجازت ہو اور یہ کسی آیت اور روایت میں آیا بھی نہیں ہے کہ خدا تعالی نے حضرت کو فرمایا ہو کہ جو کچھ تیرے
پاس ہے یہ تیرا نہیں ہے لیکن ہمنے تجھکو اجازت بیچنے خریدنے کی دیدی ہے اور اگر بالفرض یہ حکم ہوگا تو سب آدمیوں کے واسطے ہوگا اور ہر چند کوئی دوست یکتا دنیا میں ہو یہانتک کہ بھائی بہن ہوں
تو بھی بے اجازت کسیکی چیز کو خرید و فروخت نہیں کر سکتے ہیں کہ یہ شرع میں درست ہی نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کریگا تو گنہگار رہیگا جبتک کہ مالک معاف نکرے اور سوائے انبیاء کے ہزاروں مقربان
درگاہ خدا بھی سوائے مرتبہ نبوت کے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ انبیاء اور وہ اولیاء ایسے نہیں ہوتے ہیں کہ اگر غیر کی چیز پلے پڑجاوے تو اسکو دبا رکھیں جیسے ابوبکر نے فدک کو دبا رکھا اور مالک طلب
کریں تو غل مچائیں اور رونے لگیں اور اسکو دیویں نہیں بعض تو بھی اس امر میں مثل انبیاء کے ہیں چاہئے کہ یہ بھی اپنی چیز کے مالک نہوں اور انکے اموال متروکہ میں وراثت جاری نہو اور میں
پوچھتا ہوں کہ جناب رسول خدا صلعم جو کسی سے قرض لیتے تھے تو وہ حضرت کی ملک ہوجاتا تھا یا نہیں اگر وہ ملک ہوجاتا تھا تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت
مال غیر میں بیجا تصرف کرتے تھے اور اگر ملک حضرت کی نہوتا تھا تو حضرت علی کو اپنے قرض کے ادا کرنیکی وصیت کسواسطے کی تھی جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے
قرض رسول خدا کا ادا کیا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے سب پوچ ہے اور قابل توجہ کے نہیں ہے کہ انبیاء اور ماسوا انبیاء میں فرق نکالا ہے یہ کلام پاگلوں اور مجانین کا سا ہے اور جو وجوہ واہیہ
لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ورثہ انبیاء میں بیشک وراثت جاری ہوتی ہے اور کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ جس سے انبیاء کے ترکہ میں وراثت کا جاری نہونا ثابت ہو ہر چند اہل سنت
سر اپنا پھوڑیں اور دیواروں سے ٹکریں ماریں اور مدعیان وراثت کو یہ مشکل نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الفضہ للرسول ہے ایسی ملک کو ثابت کرنا جو برائے نام ہو اہل سنت
کو تو کچھ مضر نہیں پر شیعہ سنا تو سمجھ لیں نہ کوئی اجنبی ایسی معقول باتوں پر کیا کہیگا الفضہ لاہل البیت فہم۔ نہ یہ لام ما یحوا لذی القربی سے ملکیت اور استحقاق معنا
مندرجہ آیت مثل لام للذکر مثل حظ الانثیین یا لام لکم رؤس اموالکم جو پہلا ملکیت اور دوسرا استحقاق پر دلالت کرتا ہے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہاں اگر مثل لام اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ
لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسٰكِيْنِ بیان مصرف کے لیے کہا جائے تو البتہ قرین عقل اور شیعوں کے نزدیک بھی واجب التسلیم معلوم ہوتا ہے اول تو ہمیں کچھ خرابی نہیں ہے نقل و عقل اسے تسلیم رکھتی ہے اور بوجہ
بے عقلی اگر عقل کی بات کے تسلیم کرنے میں شیعوں کو کچھ عذر ہو تو آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ جو بعینہا آیہ ما افاء اللہ کے مطابق اتفاقات سے شیعوں کے نزدیک لام بیان مصرف
کے لیے ہے چنانچہ ابوالقاسم صاحب شرائع الاحکام نے جو ملقب بمحقق ہے اور سوا اسکے اور علماء امامیہ نے اسبات کو تصریح کہا ہے بلکہ اسکی سبب اماموں سے بھی سندیں بیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ جو کوئی کسی چیز کا مصرف ہوتا ہے اگر مالک مال اسکو نہ دے تو اہل مصرف اسکی دادخواہ نہیں ہوتے بالجملہ اہل مصرف قبل عطا مالک نہیں ہوتے اسلئے فقراء وغیرہ کو زکوۃ اور صدقات کا مالک
قبل عطا کوئی نہیں سمجھتا تو اس صورت میں لام ملکیت اور استحقاق پر دلالت نکریگا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک وغیرہ اراضی کا تقسیم کرنا ضروری نہ
سمجھا بلکہ آمدنی کو تقسیم فرماتے رہے اگر لام للرسول وغیرہ ملکیت اور استحقاق پر دلالت کرتی تو قرینہ لفظ ما افاء اللہ کا اسبات کو مقتضی تہا کہ اصل زمین کو بانٹ کر مستحقوں کو حوالہ فرماتے کیونکہ اصل
زمین مصداق ما افاء اللہ ہو سکتی ہے نہ آمدنی چنانچہ ظاہر ہے **اقول** شیعہ تو رسول خدا صلعم کی ایسی ملک نہیں کہتے ہیں تو ہی اپنی طرف سے ایجاد کیے کہتا ہے اگر مضر ہوگا تو تیرے واسطے ہوگا کہ تو ہر
احتمال کا موجد ہے اور تجہی پر اجنبی طعن کریگا جو تو نے احتمالات نکالنے کا اور شیعہ تو رسول خدا صلعم کی ملک کامل کے قائل ہیں بموجب ارشاد خدا تعالی کے نہ ایسی ملک کے جو برائے نام ہو اور لام للرسول و
لذی القربی ہے جیسے کہ مصرف مال سے ثابت ہے ایسی ہی ملکیت اور استحقاق بھی ثابت ہے کہ خدا تعالی نے مال فئ انکو عطا کیا ہے اور اسکا مالک کیا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عطا تو کرے اور مالک
نکرے بدون مالک کرنیکے عطا کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عطا لغو ہے اور لغو خدا تعالی پر محال ہے اور جب خدا تعالی نے عطا کیا تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسول خدا ارشاد خدا کو لغو جانیں اور تقسیم کر

اہل مصرف کو نہ پہنچائیں یا ان والے کے نزدیک یہی حال ہے اور اگر اہل مصرف کو نہ دیویں تو البتہ وہ دعوی کریں کہ خدا تعالی تو ہم کو عطا کر چکا اور فرمایا کہ فلانے اور فلانے کے واسطے یہ ہے آپ ہمکو کس واسطے نہیں دیتے ہیں اور حال عطای خدا کا مثل حال زکوۃ کے نہیں ہے کہ وہ بخشش خاص ہے اور یہ خیرات بندہ ہے اور اگر مال خمس اور زکوۃ امام کے پاس جمع ہو جاوے اور اہل مصرف کو نہ دیوے تو اہل مصرف البتہ دعوی کرینگے اور اگر سارا مال آپ ہی خورد و برد کر جاوے مثل عثمان کے تو البتہ اسکو مطعون کرینگے جیسا کہ صحابہ نے عثمان کو مطعون کیا یہاں تک کہ مروا ڈالا اور زکوۃ اور خمس میں اہل مصرف اگرچہ قبل عطا مالک نہیں تھے ہو لیکن مال فے میں بمجرد نزول آیت کے مالک ہو گئے گو ابھی قابض نہیں ہوئے اور جب خدا نے بخشدیا اور فرمایا کہ یہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے تو انکو مالک ہی اسکا سمجھیں گے اور اس صورت میں لام للرسول اور لذی القربی کا ملکیت اور استحقاق پر اور بیان مصرف پر دونو پر دلالت کریگا سو اسیواسطے رسولخدا صلعم نے اراضی فے ہی کو تقسیم کیا نہ اسکی آمدنی کو اور تقسیم کرنا اراضی فے کا ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں اور جسوقت خدا تعالی نے اراضی کو فے کیا ہو اور فرمایا ہو کہ وہ فلانے اور فلانے کیواسطے ہے تو یہ کب ہو سکتا ہے کہ رسولخدا صلعم اراضی کو تو نہ دیویں اور آمدنی اسکی دیویں اور اگر آمدنی ہی دینی منظور ہوتی تو خدا تعالی آمدنی کو فے کرنے کا حکم کرتا اراضی کو کیوں فرماتا کہ خدا تعالی نے اراضی فے کی ہے فلانے اور فلانے کیواسطے اور مصداق ما افاء اللہ کا جو اراضی تھی تو رسولخدا صلعم نے اراضی ہی کو تقسیم کیا اور آمدنی کا تقسیم کرنا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے بلکہ اہل سنت کی کتابوں سے ہی تقسیم اراضی ہی ظاہر ہوتی ہے کہ فدک حضرت صلعم کے حصہ میں آیا اور اگر فدک حضرت کے حصہ میں آیا ہوتا اور مال فے تقسیم نہ ہوتا تو فدک خاص کے دعوی کرنے کی حضرت فاطمہ کو کوئی وجہ ہی نہ تھی بلکہ کل مال فے کا دعوی کرتیں کہ کل مال فے حضرت کے قبضہ میں تھا یا بعض غیر معین کا دعوی کرتیں فدک کی کیا تخصیص تھی **قال الشیخ الاشعری** اگر شیعہ کسی عقل کو دخل دیں تو یہ شیعہ ان کریں کہ ہمنے ما بیان مصرف سے ملکیت اور استحقاق ثابت نہیں مانا تا وقتیکہ اہل مصرف کو کچھ عطا نہ کیا جاوے انکی ملک میں نہیں آیا لیکن لفظ ما افاء اللہ اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ اصناف مندرجہ یہ مصرف اہل زمین ہوں تو اس صورت میں لازم تھا کہ رسولخدا صلعم زمین کو تقسیم فرماتے آمدنی کا تقسیم کرنا بظاہر برخلاف آیہ ہے یہ سوال خیالی کیا علما کی گزارش یہ ہے کہ اس قسم کے شبہ کا جواب اہل سنت تو انشاء اللہ تعالی بطور معقول دینے نکلیں گے لیکن شیعہ اتنا تو سمجھیں کہ یہ اعتراض اہل سنت پر نہیں بلکہ صاحب شرع سرور کائنات خلاصہ موجودات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیمات پر ہے سو اس صورت میں انہیں مذہب کے بھی خبر نہیں ایسے شبہ کا جواب ہماری طرف سے تو یہی شعر مشہور ہے ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی + با اینہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کر کے نہ دینا ہمیں تو ایمان کے لئے کہ یہ افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم نہیں ہم تو بے دلیل اسکو صحیح سمجھتے ہیں لیکن یہ سمجھو تمکہ ابوبکر صدیق وغیرہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرفداری میں ہمکو اتنا بکھیڑا کرنا پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری اور حمایت کیونکر نہ کرینگے **اقول** یہ بات تو ہم نہیں کہتے ہیں تو ہی عقل کا اور نقل دونو کا دشمن ہے کہ جو ایسی بات کہتا ہے اور اپنی عقل ناقص سے خلاف نقل ایک واہی خیال ایجاد کر کے کہتا ہے اور پھر اسکے جواب دینے میں مستعد ہوتا ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اہل مصرف اپنا اپنا حصہ لیکر مالک و قابض ہو گئے اور رسولخدا صلعم نے اپنے حصہ میں فدک بھی لیا اور اسکا مصالحہ کر کے فدک اول پر آمدنی کا حصہ مقرر کر دیا چنانچہ ہم مقصد اقصی وغیرہ کتب اہل سنت سے لکھ آئے ہیں لیکن آمدنی کا تقسیم کرنا تو تو ہی کہتا ہے ہم نہیں کہتے ہیں اور ہمارا اعتراض جناب رسولخدا صلعم پر اسوقت ہوتا کہ اگر ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نکیا ہوتا تو ہی کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نہیں کیا اور حال یہ ہے کہ لفظ ما افاء اللہ کا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زمین تقسیم کر کے سب کو دیجاوے اور جب تقسیم حضرت نے نہ کی تو اعتراض تیرا رسولخدا صلعم پر ہو گیا تو ہی اپنی فکر کر کہ تو ایمان سے خارج ہو گیا اور تیری ہی خبر نہیں ہے اور تو تقسیم کر دینے کا مقر اسواسطے نہیں ہوتا ہے کہ اسمیں ابوبکر کی خیر نہیں ہے ورنہ تیرا قول جاتا ہے کہ زمین فے تقسیم ہو گئی ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور خاص فدک کو جناب رسولخدا صلعم کیوں تقسیم کرتے فدک تو حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ ہم اول بحث میں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اور تو رسولخدا صلعم کا حامی کیونکر ہوگا تو نے تو اپنی رائے سے شبہ پیدا کر کے اُن حضرت پر اعتراض جما دیا ہے اور ابوبکر کی طرفداری میں تم نے اپنا ایمان برباد کیا اور پھر مطلب تیرا حاصل نہوا

قال الشیخ الاشعری اگر شیعوں کو خلفاء کا بغض اور خدا کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس بات کا طعن ہے کہ اس آیت سے تو آمدنی کا مصارف مندرجہ آیت میں صرف کرنا معلوم نہیں ہوتا اگر اہل مصرف کا دینا اس آیت سے نکلتا ہے تو اصل زمین کا نکلتا ہے پھر آپنے اصل زمین ہی کیوں نہ تقسیم فرمائی تا کہ سب نہیں تو کچھ تو رسول اللہ صلعم کے حصہ میں آتا اور حضرت فاطمہ زہرا کا بہ نسبت فدک دعوی وراثت صحیح ہو جاتا اور یہ طعن جو ابوبکر پر بوجہ مدینے میراث کے ہم کرتے تھے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر حسب زعم شیعہ پلٹ کر نہ آتا کیونکہ وہ معصوم تھیں اور معصوم سے یہ بات کہ جو اپنی مورث کی چیز ہی نہو اس میں دعوی وراثت کا کرے اس اہتمام سے کہ شیعوں سے سب ہی نے سنا ہوگا ہرگز تصور میں نہیں آ سکتا اور ایک شے اگر مالک اہل مصرف میں سے کسی ایک کو اس غرض سے عطا کرے کہ اسقدر اوروں کو دیکر باقی جو بچے اسکو اپنے آپ کھیلوے تو اور لینا دینا تا وقتیکہ وکیل نے تقسیم نکیا ہے تقسیم نکرے اسقدر میں کہ جسقدر بعد تقسیم اسکے پاس باقی رہجائیگا اسکے لئے موجب ملک نہیں ہو سکتا اور وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ اشیاء مشترکہ میں باتفاق فریقین بے قبض موجب ملک نہیں ہو سکتا اور قبض بے تقسیم متصور نہیں تو اس صورت میں یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ آخر رسول اللہ صلعم قابض تو تھے ہی اگر اور کوئی اصناف مندرجہ آیت میں سے بانوجہ مالک نہیں ہو سکتا کہ اہل مصرف قبل عطا اور قبل قبض مالک نہیں ہوا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب پر قابض تھے ہی اپنا حصہ بھی اُس میں آگیا بہرحال کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونیکی نہیں نکلتی جو دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صحیح ہوا **اقول** شیعوں کا تو یہ قول ہی نہیں ہے کہ آمدنی مصارف پر صرف ہوتے تھے بلکہ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ زمین ہی کو تقسیم کر دیا تھا اور فدک کو آپ لیا تھا اور اگر ہم فرض کریں کہ آمدنی کو وہ حضرت تقسیم کرتے ہونگے

تو سوا آپکے اپنے اور اصناف میں تقسیم کرتے ہونگے اور اپنے واسطے تو فدک کو مستثنی کر کے خود لے لیا تھا جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اور اول تو آیت فے سے ثابت ہے کہ خدا تعالی نے
فے چند اصناف کو عطا کیا اور فرمایا کہ فلانے فلانے کے واسطے ہے سو وہ بمجرد نزول آیت کے اُسکے مالک ہوگئے گو ابھی قبضہ میں ہر ایک کے نہیں آیا اور جب رسولخدا صلعم نے تقسیم کر کے ہر صنف کو اُسمیں سے
عطا کیا تو وہ قابض بھی ہوگئے اور باقی کا مال فے جس میں فدک تھا اُسکو اپنے قبضہ میں اپنا حصہ قرار دیکر اپنے پاس رکھا وہ حضرت کی ملک کیونکر نہیں ہو سکتا اور دوسری حضرت فاطمہ
اور علی اور عباس کے دعوی کرنے سے اور ابوبکر کے لا نورث کہنے سے ثابت ہوا کہ فدک جناب رسولخدا صلعم کی ملک میں آگیا تھا اسواسطے کہ وراثت غیر ملک مورث میں نہیں ہو سکتی پس دعوی حضرت
فاطمہ صحیح ہوا اور ابوبکر نے جو فاطمہ کو نہ دیا تو وہ مورد طعن ہوگئے اور تو جو کہتا ہے کہ اراضی فے کو تقسیم نہیں کیا تھا باوجودیکہ آیت سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین تقسیم کیجائے اور رسولخدا صلعم نے زمین
تقسیم نہ کی تو یہ تیرا اعتراض اُنپر ہوا اور جب حضرت نے تقسیم نفرمائی تو فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور جب فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور فاطمہ زہرا نے وراثت کا جھوٹا دعوی کیا کہ جو چیز پیغمبر کی
تھی اُسکا دعوی کیا تو یہ اعتراض تیرا حضرت فاطمہ پر ہوا کہ بیجا دعوی کیا اور ہماری طرف سے تو یہ اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہم تو تقسیم اراضی کی اور ملکیت رسولخدا صلعم کی دونوں کے
قائل ہیں اور جناب رسولخدا صلعم نے سب اصناف کو تقسیم کیا اور بعد تقسیم کے جو کچھ بچ رہا وہ سب اُن حضرت کا ہے اسواسطے کہ جسوقت سبکو دیچکے تو سوا آپکی ذات کے اور کون باقی رہا ہے
کہ اُسکا حق حضرت کے ذمہ ہو اور اُسکو دیویں اور دینے میں بھی حضرت کو اختیار تھا جسقدر چاہا دیا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی
جو کچھ دیویں تمکو رسولخدا تو بس لیلو اُسکو اور جس چیز سے منع کریں تمکو تو بس باز رہو اور کچھ تکرار نکرو سو حضرت نے جسقدر چاہا اصناف کو دیا اور بعد دینے کے وہ باقی حضرت کا مملوک ہے اور
مشترک کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے اور اہل مصرف کو بھی پہنچا جسقدر کہ پہنچا اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے کہ جس میں فدک بھی تھا موافق روایات فریقین کی اور دعوی حضرت
فاطمہ کا وراثت فدک کا صحیح ہوا اور اگر تیرے نزدیک حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ جو چیز رسولخدا صلعم کی تھی اُسمیں دعوی کیا سو یہ تیرے نزدیک ہے اور تیرے سوا اور کوئی بشر قائل اسکا
نہیں ہے اور ابوبکر نے بھی حضرت کی ملک ہی قائم رکھی تھی جسوقت کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وراثت ملک ہی میں مورث کی جاری ہوتی ہے نہ غیر ملک میں اور سب علماء
اہل سنت بھی لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک مملوک رسولخدا صلعم کا تھا لیکن پیغمبر کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور تو جو بے سند اور بے دلیل خلاف تحریر سب علماء کے لکھتا ہے تیرے قول
واہی کو کون مانتا ہے اور تو کس شمار میں ہے کہ تیرے قول کو کوئی پسند کرے اور ملکیت رسولخدا صلعم کی ہم ابتدا سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں پھر دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا صحیح کیوں نہو

قال الشیخ الاشعری بالجملہ ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ شیعوں کے اطوار سے یوں ٹپکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس تقسیم نکرنے میں اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سے حرف ہوا ایک تو بظاہر خلاف آیت کیا دوسرے اس تقسیم نکرنیکی بدولت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
کی معصومیت بالکل ہی تہامنی مشکل ہوگئی اسلئے ہمیں بھی اپنا ما فی الضمیر عرض کرنا ضرور پڑا تاکہ بسبب فداری جناب سالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دامان رحمت خداوندی
میں ہمیں بھی جگہہ ملی اور شیعے جواب دندان شکن سنکر اپنے کردار کو پہنچیں جناب من شیعوں کا ایسے مقاموں میں الٹا قطع نظر اسکے کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتے ہیں اپنی
مذہب پر کرتے ہیں اس مثل مشہور کا مصداق ہوجاتا ہے سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است کیونکہ ما افاء اللہ الخ جملہ اسمیہ کلام بلغا اور فصحا میں موجب دوام و ثبوت ہوتا ہے اور کوئی
لشبہ بمقتضای بشریہ اس قاعدہ کی رعایت میں چوک جائے تو چوک جائے خداوند علیم نہیں چوک سکتا مگر اس صورت میں لازم ہے کہ للہ اور للرسول ولذی القربی ہونیکی صفت ما افاء
سے زائل و منفک نہو اور یاں صفت موصوف ہونے سے اُسکی ذات میں کچھ انکار نہو سو یہ بات جبھی بن پڑتی ہے کہ اموال فے کو جیسا نچہ مرقوم ہوچکا وقف کہا جائے کیونکہ وقف کو
دائما للہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اہل مصرف کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں باقی رہا جملہ انما الصدقات للفقراء الخ ہر چند وہ بھی جملہ اسمیہ ہے لیکن اہل دانش و فہم پر مخفی نہوگا کہ صدقہ ہونا کسی
چیز کا خود ایک آنی بات ہے یعنی کوئی ایک آن و حد کے لئے اس صفت کو اپنے موصوف سے ارتباط پیدا ہوتا ہے اور مثل حرکات سریع الزوال ہونے میں اپنی موصوف سے جدا ہوجاتی ہے کیونکہ
اس صفت کے وجود کے یہی معنی ہیں کہ قدر مقرر کے اُسکو دیجو ورنہ قبل دینے کے صدقہ نہیں ولا تمام احکام صدقات مثل ادای فرض و حصول ثواب و اطفاء غضب رب وغیرہ دیئے پر اُسپر
مرتب ہوا کریں اور جب دیچکے جبھی وہ صفت صدقہ ہونیکی اُس سے زائل ہوجاتی ہے اسلئے اگر کوئی محتاج فقیر مسکین مال زکوۃ کسی اہل نصاب سے لیکر کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دیدے تو کچھ
ممنوع نہیں ہے بالجملہ صدقہ ہونیکی صفت کا وقت عطا اور قبض ہی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ ایک آن کی بات ہے سو اس آن تک اُسکا للفقراء ہونا نہیں کیا بعد میں اگر فقراء وغیرہ
اُسکو کسیکو ہبہ کر دیں یا بیچ ڈالیں تو وہ صدقہ ہی نہیں جو پھر بھی فقراء کا استحقاق باقی رہے **اقول** اس مقام میں تصدق مراد نہیں ہے کہ تصدق بندہ کے انفاق کو کہتے ہیں اور مال فے
عطیہ ہے خدا کی طرف سے کہ اُس نے اہل کتاب کے دلوں میں رسولخدا صلعم کا رعب ڈالکر اُنکو اُنکے گھروں سے جلاوطن کر دیا ہے اور خاص کر دیا ہے اُنکے اموال کو ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کو اور اُنکی اہل بیت کو اور اُس میں سے رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہیں اور وہ حصہ اُنکا مملوک اُنکا ہے اُسکے باب میں جو چاہیں کریں اور مال فے کے تقسیم ہونیکی شیعہ ہرگز قائل نہیں ہیں تو
جھوٹ لکھہ کر اپنے گھر کو کسواسطے انگاروں سے بھرتا ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اُن حضرت صلعم نے تقسیم کر دیا تھا اور خلاف آیت کے حضرت نے ہرگز نہیں کیا ہے اور تقسیم ہونا تو اسکا اہل سنت کی

کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں یہہ خلاف آیت کے کیونکر ہوا اور بعد آیت فے کے جو آیت ہے وہ بھی تقسیم ہونے ہی پر دلالت کرتی ہے اور تقسیم ہونے ہی کی جہت سے حضرت فاطمہ کے پاس فدک آیا اور اُسکی مالک ہو گئیں اور جب مالک ہو گئیں تو دعوی کرنا اُنکا صحیح اور درست ہے بعد ضبط کرنے ابوبکر کے پہلے تو دعوی ہبہ کا اور پھر دعوی وراثت کا اور اس جہت سے اُنکی معصومیت میں کچھہ خلل نہ آیا اور ابوبکر نے اُنکو نہ دیا تو ابوبکر غاصب ٹھہرے اور اہل سنت کو مشکل ہوئی کہ اُنہوں نے جواب دندان شکن پایا اور ابوبکر کی طرفداری میں رسول خدا صلعم کو ناراض کیا اور نادان سے نادان کی بھی عقل میں نہیں آتا ہے کہ مال فے میں رسول خدا صلعم کے ملک میں نہ آیا ہو اور پھر حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہو اور ما افاء اللہ الخ اگرچہ جملہ اسمیہ ہے ما موصولہ کی جہت سے مگر یہاں دوام پر دلالت اُسوقت تک کرتا ہے کہ جب تک وصف فیئیۃ اُس میں موجود ہے اور جب تقسیم ہو گیا مال فے تو دوام اُسکا جاتا رہا بسبب جاتے رہنے وصف فیئیۃ کے جیسے کہ انما الصدقات میں ہے کہ جب مال صدقہ فقرا کو دیدیا تو دوام صدقہ کا جو فقرا کے واسطے تھا اُسمیں سے جاتا رہا اب فقیر اُس مال میں سے اگر کسی تونگر کو کچھہ دیوے تو جائز ہے اور تونگر کے واسطے وہ صدقہ نہیں اور مال فے کے مقدمہ میں خدا تعالی حکم کرتا ہے کہ جو کچھہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مال فے دیا ہے وہ فلانے فلانے کے واسطے ہے اُنکو دیا جاوے اور اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ جو کچھہ اُسمیں سے پیغمبر تمکو دیوے لیلو اور جو کچھہ منع کرے تو اس سے باز رہو سو رسول خدا صلعم نے خدا کا حصہ تو امور خیر میں صرف کیا اور اپنا حصہ فدک وغیرہ لیکر اُسپر قابض ہو گئے اور باقی کے فریق کے بھی حصے پہنچا دیئے اور یہی مراد ہے اس آیت سے اور جملہ ما افاء اللہ الخ اگرچہ ما موصولہ کی جہت سے جملہ اسمیہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے صلہ کی جہت سے اور موصول اور صلہ ملکر حدوث اور تجدد فیئیۃ پر دلالت کرتے ہیں فللہ وللرسول الخ موصول کی جہت سے خبر اُسکے واقع ہوا ہے اور ما وہ اسم ہے اور معنی اُسکے صلہ کے ملکر حدوث کے ہو گئے ہیں یعنی جو کچھہ احادث فے کیا ہے خدا تعالی نے اپنے رسول پر وہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے اور جبتک وہ مال تقسیم کر دیا اور حصہ دار اُسکے مالک ہو گئے تو وہ اُسکو جو چاہیں کریں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ للہ وللرسول ولذی القربی ہونیکی صفت اُس مال میں ہمیشہ موجود ہو بلکہ جیسے کہ صدقہ کہ جب فقرا کو دیدیا تو وہ صدقہ ہونے سے جاتا رہا ایسے ہی مال فے جب اُسکے مستحقونکو دیدیا تو وہ فے ہونے سے جاتا رہا اور یہ جو لکھا ہے کہ للہ اور للرسول ہونیکی صفت ما افاء اللہ سے زائل نہو سو یہ جبھی تک ہے کہ تقسیم نہیں ہوا ہے اور وصف عنوانی اُسکا باقی ہے اور جب تقسیم ہو گیا تو یہہ صفت اُسمیں سے جاتی رہی مثل صدقہ کے کہ جب وہ فقیر کو دیدیا تو وصف تصدق اُسمیں سے جاتا رہا اور مال فے کے وقف ہونیکی کوئی سبیل نہیں ہے اسواسطے کہ اُس مال کو خدا تعالی نے بخشش کر کے اُن صاحبونکو مالک اُسکا کر دیا ہے وقف سے یہاں کیا علاقہ ہے اور وقف تو وہ ہے کہ کسیکی ملک نہو اور مال فے کا دوسری جگہ خدا تعالی قرآن شریف میں مملوک ہونا فرماتا ہے کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ اور یہ شیخ نجدی قرآن میں تحریف کر کے معانی قرآن کو فاسد کرتا ہے اور للہ جو آیت فے میں آیا ہے تو اسواسطے لکھتا ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے جیسے کہ وقف کہ وہ کسیکی ملک نہیں ہوتا اور فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور فے کے مال کو شیخ فی سبیل اللہ مقرر کر کے لکھتا ہے کہ یہ وقف ہے اور وقف کو انما اللہ کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ للہ سے یہاں یہ مراد نہیں ہے اور اگر للہ سے مراد بنام خدا ہو تو چاہیئے کہ للرسول سے مراد بنام رسول ہو اور ولذی القربی سے مراد بنام ذی القربی ہو بلکہ للہ سے تو یہاں مراد ہے کہ واسطے خدا کے یعنی ایک حصہ خدا کے واسطے بھی ہے جیسا کہ اوروں کے واسطے ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے اور باقی کے اہل نصرف اپنے حصہ کو تصرف میں لاتے ہیں اور اسی پر آیت دلالت کرتی ہے اور اگر للہ سے یہ مراد ہو کہ فی سبیل اللہ یہ مال ہے تو چاہیئے کہ للرسول اور ولذی القربی سے مراد فی سبیل الرسول و فی سبیل ذی القربی ہو اور صدقہ کو آنی کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ مال زکوۃ میں نصاب پر جب حول گذر جاوے تو زکوۃ کو مال میں سے اپنے نکالنا چاہیئے اور جب نکال لیا اور اپنے مال میں سے اُسکو علیحدہ کر لیا تو وہ صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ فقرا کو نہ پہنچے اور جبتک فقیر بہم نہ پہنچے ایک ماہ یا دو ماہ مثلاً تو وہ مال صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ رکھا رہے اور خود آیت انما الصدقات دلالت کرتی ہے کہ دینے سے پہلے صدقہ ہو لیا ہے یعنی صدقہ کہ جو تمنے راہ خدا میں دینے کے واسطے نکالا ہے وہ واسطے فقیروں کے ہے سو پہلی مال کا نام صدقہ ہو لیا کہ جو راہ خدا میں دینے کو نکالا ہے اور بعد اُسکے وہ دیا گیا ہے البتہ دینے کی اُسکی ایک آن ہے کہ وہ ایک آن میں دیا جاتا ہے اور اُسکے صدقہ ہونیکی ایک آن نہیں ہے اور حصول ثواب اور اطفاء غضب رب صدقہ دینے پر مترتب ہے نہ مال کے صدقہ ہونے پر اور جیسے کہ جملہ ما افاء اللہ دوام پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی جملہ انما الصدقات بھی دلالت کرتا ہے بلکہ اُسمیں تو جو کچھہ تجدد بھی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ تو صاف صاف ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے چاہیئے کہ مال صدقہ بھی ہمیشہ کو جب تک کہ دنیا میں ہے اور مستحقونکو دیدیا ہے تو بوصف تصدق ہی باقی رہے لیکن یہ نہیں جانتا یہ شخص کہ دوام اُنکا جبھی تک ہے کہ اُنکے مستحقونکو نہیں پہنچا ہے اور جب مال فے اور صدقہ اپنے اپنے مصرف میں آ گیا تو پھر وہ ثبوت اور دوام کہاں باقی رہا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ قضیہ بھی دوام ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اُسکے دائمہ ہونے سے ہمیں کیا انکار ہے پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہے کہ دوام کے یہ معنی ہیں کہ محمول وقت وجود موضوع حقیقی تک اُسکے ساتھہ مربوط رہے مگر موضوع حقیقی کا پہچاننا ہر کسیکا کام نہیں ان باتوں کے لئے حقائق شناس معانی سنج چاہیئے جسکو خداوند کریم علیم بقدر بصیرت عنایت فرمائے کہ مناط حکم اور مدار ارتباط موضوع و محمول و سیاق کلام کو دریافت کر سکے اُسکا یہ کام ہے سو جملہ ما افاء اللہ میں موضوع مصداق ما ہے اور اُس سے مراد خود اراضی ہیں اور صفت افادت تعیین اور تفہیم اور دفع ابہام کے لئے ہے اس لئے للہ وغیرہ ہونا جو مضمون خبر ہے اُسکی ذات کے ساتھہ دائم رہیگا اور موافق اصطلاح اہل منطق یہ قضیہ دائمہ ہوگا اور جملہ انما الصدقات وغیرہ میں موضوع حقیقی صفت تصدق ہے ذات اموال نہیں ہے جو اسکی نظیر ہے کیونکہ یہ جملہ اگرچہ جملے خبریہ ہیں اہل فہم کے نزدیک انشائیہ ہیں مطمح نظر ان مقالات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ فقط اسلئے ہے کہ یہ صفت

بغیر اس موصوف کے متحقق نہیں ہو سکتے سو اس جملہ میں دوام محمول ثابت ہے اور موافق اصطلاح اہل منطق اسکو عرفیہ عامہ کہتے ہیں اور قضیہ ما افاء اللہ اگرچہ انشائیہ ہے پر اس قضیہ میں صفت فارت ملحوظ نظر نہیں ورنہ جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ انفقتم کا حاصل تصدقوا اور انفقوا ہے اس جملہ کا خلاصہ فیئوا ہوتا ہے **اقول** البتہ یہ قضایا دائمہ عرفیہ ہیں لیکن جبتک کہ وصف عنوانی انکی موضوع میں موجود ہے تو محمول ذات موضوع کو ثابت ہے اور جب وصف عنوانی جاتا رہیگا تو محمول موضوع کو ثابت نہوگا جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ہے کہ تحرک الاصابع کا انسان کو اسوقت تک ثابت ہے کہ جبتک وہ کاتب ہے اور اگر وہ کاتب نہوگا تو تحرک اصابع بھی اسکو ثابت نہوگا اور موضوع حقیقی تو انما الصدقات میں مال صدقہ ہے کہ جسکو وصف تصدق لاحق ہوگیا ہے نہ وصف تصدق کہ وہ موضوع اسکا نہیں ہے اسواسطے کہ فقرا کو مال تصدق دیا جاتا ہے نہ وصف تصدق اور صفت تصدقوا میں بھی رفع ابہام کے واسطے ہے ورنہ اموال سب برابر ہیں اور یہ جو فرق نکالا ہے کہ افارت میں تو موضوع حقیقی مال فے ہے اور انما الصدقات میں وصف تصدق ہے یہ فرق صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں موضوع حقیقی مال ہی ہے اور انما الصدقات للفقراء میں وصف تصدق ہرگز موضوع حقیقی نہیں ہو سکتا کیا فقرا کو وصف تصدق دیا جاتا ہے جو وہ موضوع مقرر ہو اور فقرا اور مساکین کے واسطے مال تصدق ہی ہوتا ہے نہ صفت تصدق کی جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ذات کاتب کی کہ وہ انسان ہے متحرک الاصابع ہے نہ صفت کتابت کی اور جملہ ما افاء اللہ میں البتہ مصداق لفظ ما کا موضوع ہے کہ وہ اراضی مفائیہ ہیں لیکن مطلق زمین بلکہ موصوف بافاءت کہ جسکو خدا تعالی نے فے کیا ہے وہ ہمیشہ خدا اور رسول اور ذی القربی وغیرہ کے واسطے تہے جبتک کہ اسمیں وصف عنوانی اسکا کہ فیئہ ہے اسمیں باقی ہے اور جسوقت کہ مال فے کے حصہ داروں نے بعد تقسیم اسکو اپنے قبضہ میں کر کے فروخت کیا یا ہبہ کیا تو وہ وصف فارت اسمیں سے جاتا رہا اور ثابت ہونا محمول کا واسطے اسکے ضرور نہیں ہے اور ملحوظ نظر تصدق میں اور افارت میں دونوں جگہ مال ہی ہے مگر موصوف بتصدق اور افارت نہ صرف تصدق اور افارت اور تاویل کر کے جملوں خبریوں کو طرف جملوں انشائیوں کے لیجانیکی کچھ حاجت نہیں ہے اور کوئی وجہ وجیہ ہے اور درصورت فرض جملہ ما افاء اللہ کا خلاصہ فیئوا کیونکر ہو سکتا ہے جمع کا صیغہ جیسے کہ تصدقوا و انفاق میں کہ کل مومنین مراد ہیں تصدقوا اور انفقوا جمع کا صیغہ ہو سکتا ہے اور فے کرنیوالا تو تنہا خدا ہی یہاں تو واحد کا صیغہ افی بسکون الہمزہ چاہیئے نہ جمع کا صیغہ اور اگر مال فے میں رسولخدا صلعم کیطرف خطاب ہو کہ مال فے دے تو فلاں اور فلانے کو تو وہاں بھی واحد کا صیغہ چاہیئے نہ جمع کا صیغہ اور سوا اسکے یہ ہے کہ تصدق اور انفاق فعل بندوں کا ہے اور افارت فعل خدا کا اور فعل خدا کا قیاس کہ وہ واحد یکتا ہے افعال بندوں پر کہ وہ متعدد ہیں نہیں ہو سکتا ہے کہ اگر بندوں کے واسطے تصدقوا اور انفقوا کہا جائے تو خدا کے واسطے فیئوا کہا جائے **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر کو منکر اہل فہم کو تامل نہ ہیگا کہ فعل جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات میں مطابق آیت ہے باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معصوم ہو کر ایسی غلطی کرنی سو اہل سنت کے نزدیک سوا انبیا کسیکی معصومیت مسلم ہی نہیں دوسرے کسی مقدمہ خاص میں معصوم سے غلط فہمی ہو اور غیر معصوم ہونے کچھ محال نہیں چنانچہ مضامین آیت محمد رسول اللہ کی تفسیر میں اسکی تحقیق گذر چکی ہے اور بیسیوں نظیریں اسکی کلام اللہ اور حدیث میں موجود ہیں منجملہ اسکے کہیتی کے قضیہ میں حضرت داود کا غلطی کہانا حالانکہ نبی ہو چکے تہے اور حضرت سلیمان کا حق بات کا سمجھ جانا حالانکہ جبتک نبی ہوئے تہے اور نہ موافق اصطلاح شیعہ امام تہے اس دعوی کے لئے دلیل کافی ہے مگر شیعوں کو کلام اللہ یاد ہو یعنی معنی ففہمناہا سلیمان کا فہم نہو تو اہل سنت کا کیا قصور ہے اس جگہ سے ہر کوئی سمجھ گیا ہوگا کہ اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ ایسے اماموں کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں کے اقرار موافق خطا کرتے ہیں ایسا ہے جیسے اندہا آفتاب کو بے نور بتلائے اور جیسے اندہا آفتاب کو بے نور نہیں کہتا اپنی آنکھوں کو بے نور کہتا ہے شیعی بھی اہل سنت کا قصور نہیں بتلاتے اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہیں **اقول** یہ تقریر تو تیری تجھکو کچھ مفید نہوئی اور رسولخدا صلعم کے افعال تو مطابق آیات کے ہیں اور حضرت کا اراضی فے کو تقسیم کر کے ہر ایک حصہ دار کو حصہ پہنچانا یہ بھی مطابق آیت کے ہے لیکن فعل حضرت کا معلوم نہیں کونسا ہے کہ جو تیرے دعوی کے مطابق ہے اور ہر چند فاطمہ زہرا تمہارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ جھوٹی ہیں لیکن اس مقدمہ میں حضرت فاطمہ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اگر فاطمہ زہرا ہی تنہا مدعی ہوتیں تو تم یہ احتمال نکال سکتے تہے کہ فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا کہ باوجود اس علم کے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک نہیں ہے اور پھر اسمیں دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر نے حدیث بیان کی لا نورث تو نہ مانا یہانتک کہ غصہ میں ہو گئیں لیکن حضرت علی نے کہ جو اقضی امت تہے اور حضرت عباس نے بعد ابوبکر کی باوجود سننے روایت لانورث کے پھر دعوی وراثت کیا عمر کے زمانہ میں عمر سے اور عمر نے کہا تم دونو ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تہے اور مجھکو بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اگر فاطمہ زہرا غلطی پر تہیں تو حضرت علی اور حضرت عباس نے پھر دعوی کیوں کیا اور ابوبکر کے لانورث کو کیوں تسلیم کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی نہیں ہوئی یہ ارث کے طلب کرنے میں اور دعوی انکا سچا تہا اور ابوبکر روایت لانورث میں جہوٹے تہے اور اگر سچے ہوتے تو حضرت علی انکے قول کو تسلیم کر لیتے اور پھر دعوی وراثت پیغمبر کا عمر سے نہ کرتے کیا حضرت علی اور حضرت عباس کو ابوبکر سے عداوت تہی کہ باوجود سننے روایت لانورث کے عمر کے زمانہ میں پھر انہوں نے دعوی کیا عمر سے اور فاطمہ زہرا کو تمہارے علما گو معصوم نہیں جانتے لیکن محفوظ تو جانتے ہیں گناہوں سے اور جب تحفظ تطہیر تک خاطی کیونکر ہو سکتی ہیں کہ عمداً جھوٹا دعوی کریں اس چیز میں جو رسولخدا صلعم کی ملک نہتی اور جو کہ حضرت علی کو معلوم تہا وہ ابوبکر اور عمر کو ہرگز معلوم نہتا اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تہا کہ اقضاکم علی اور حضرت علی خود فرماتے تہے کہ سلونی قبل ان تفقدونی اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے تہے کہ میں جانتا ہوں قرآن کی ہر آیت کے نزول کو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو اور زمین سخت پر نازل ہوئی یا زمین نرم پر اور کسواسطے نازل ہوئی اور کسکے مقدمہ میں نازل ہوئی پس جسوقت کہ ایسا شخص دعوی کرے اور ابوبکر کو جھوٹا جانے تو فاطمہ سے کیونکر غلطی ہوئی کہ سب ورثہ رسولخدا صلعم متفق تہے اس دعوی میں اور ابوبکر کو کاذب و خائن و آثم جانتے

فے کو مملوک رسول اللہ صلعم کہیں تو یہ ترتیب اور توقف تو درکنار وجود خبر بھی اپنی ذات سے ضرور نہوگا گو بوجہ معصومیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور میں جنکی آپ مامور تھے قصور ممکن نہو
ہاں کہ مصرف کہیں تو پھر یہ ترتیب اور توقف اظہر من الشمس ہے چنانچہ توجیہات ذکر اللہ سے جو مذکور ہو چکی ہیں آپ پر عیاں ہے معہذا اگر مقصود شارع یہی ہوتا کہ اراضی فی مملوک رسول خدا صلعم ہیں
اور للہ اور لذی القربی باین غرض فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے ذی القربی وغیرہ کو دینا چاہئے تو لاجرم فللرسول وللہ ولذی القربی الخ فرماتے اس صورت میں گویا آیہ
مصداق المعنی فی بطن الشاعر تو ہوتی لیکن بلا سے یہ ترتیب اور توقف جو مدلول فا ہے درست ہو جاتا اور معنے کو کسیکی سمجھ میں آتے فی حد ذاتہ تو صحیح ہو جاتے فصاحت و بلاغت بلکہ پاس اعتبار
قواعد زبان وادای صحت عبارت بھی نسہی لیکن اتنی غلطی تو نہوتی کہ برعکس معنی مقصود دلالت کرے **اقول** یہ چوتھی دلیل بھی پوچ اور واہی ہے بلکہ بعینہ محض ہے کہ اسکا کچھ ماحصل
نہیں ہے اور ما افاء اللہ کہ جو مبتدا ہے البتہ متضمن معنی شرط ہے اور للہ وغیرہ ہونیکا ترتب بھی فاءت و تسلیط ہی ہے لیکن افاءت اور تسلیط وقوع میں آگئی تھی کہ اہل فدک وغیرہ رسول خدا صلعم
کے رعب سے اپنے اموال کو چھوڑ کر نکل گئے اور حقتعالی نے وہ مال انکے رسول خدا کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ فلانی اور فلانے کیواسطے ہے اور جسوقت کہ افاءت کہ وہ شرط ہے وقوع میں آئی تو وہ مال سب مصارف کے
واسطے ہو گیا بموجب حکم خدا اور یہی خبر ہے کہ وہ مال فلانے اور فلانیکے واسطے ہے اور یہی مشروط ہے اور رسول خدا صلعم کو پہلے افاءت سے تو ہم مالک مال فی کا نہیں کہتے ہیں کل کا نہ بعض کا بلکہ کہتے ہیں کہ
حقتعالی نے کل مال رسول خدا صلعم کے سپرد کیا اور اسکے بعد آیہ فی نازل کرکے ایک حصہ کا مالک بھی چھ حصوں میں سے رسول خدا صلعم کو کیا اور رسول خدا صلعم کو تو ہم ایک مصرف ہی مال فی کا
کہتے ہیں اور مصرف ہی ہونیکی جہت سے مالک اپنے حصہ کے ہوئے ہیں کہ جسمیں فدک بھی تھا اور مقصود شارع کا آیہ فی کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ کے اموال فی میں رسول خدا صلعم بھی مالک
ہیں اور یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے بلکہ مقصود للہ کہنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا ہے کہ وہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے یہ مراد ہی
نہیں ہے آیہ فی سے اپنی رائے ناقص سے احتمالات واہیہ پیدا کرکے قرآن میں تحریف کرتا ہے کہ جن احتمالات کا کوئی قائل نہیں ہے اور خدا تعالی کو اصلاح دیتا ہے کہ جو لکھتا ہے کہ یوں کہنا
چاہئے تھا اور یوں کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** پانچویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ ضمیر کیلا یکون دولۃ بجانب افاء اللہ راجع ہے اور کیلا یکون
دولۃ علت تعیین مصرف مذکور ہے سو اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ یہ مصرف اس اندیشہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مبادا اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں مگر اس اندیشہ سے جبھی تک بچاؤ
ہو سکتا ہے کہ اراضی فی کو مد خرچ اصناف معلومہ کہا جائے ورنہ اگر مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مملوک کسی دیگر ہوں تو ایک فدنہ ایک اور خرابی بالضرور پیش آئیگی اصناف مندرجہ
آیت اگر خود اغنیاء نہیں تو خداوند بے نیاز کی بھی عادت ہے کہ دولت فقر کو فقط ایک ہی خاندان میں دائم قائم نہیں رہنے دیتا بسا اوقات اولاد اغنیاء فقیر اور پسماندگان فقراء امیر ہو جاتے
ہیں سو بعد وفات رسول اللہ صلعم اور پس از انتقال ذی القربی وغیرہم اگر حسب زعم شیعہ اراضی فی میں وراثت جاری ہو گئی تو بیشک اس سلسلہ میراث میں بہت سے اغنیاء بھی نکلیں گے
اور وہ خرابی جسکی بچاؤ کے لئے یہ مصرف مقرر کیا تھا بحال خود رہ گئی اور یوں کہنا کہ اغنیاء سے مراد حکام یا اغنیاء لشکر ہیں محض تعصب ہے لفظ عام سے بے قرینہ معنی خاص مراد لینے عوام کا بھی
کام نہیں چہ جائیکہ علماء جو خواص امت ہیں ہاں اگر قطع طمع اغنیاء لشکر و افسران فوج کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہو یا حکام جاہلیت اس قسم کی اراضی کو خاص اپنے لئے رکھتے ہوں اور اس
قانون نامعقول کے موقوف کرنے کے لئے یہ مصرف مقرر فرمایا ہو تو در صورت فرض وقوع امور مذکورہ بیشی بریں نیست کہ حکم عام کے لئے شان نزول خاص ہو سو یہ بات اسی جگہ خاص نہیں
بیسیوں آیات و سیکڑوں احادیث کی شان نزول خاص اور حکم عام ہے اور اسکا عموم بالعموم مسلم ہے خاصکر کتب علم اصول میں تصریح صحت امکان خصوص شان اور عموم احکام کو
ہے **اقول** اول تو یہ کہ تو احتمال اپنی طرف سے پیدا کرکے اسکے بطلان کی دلیلیں لکھتا ہے اور ہم اسطرح سے کب کہتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی کہتے
ہیں کہ مال فی ان اصناف کے لئے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ ایسا نہو کہ اراضی فی تحت تصرف اغنیاء آجائیں لیکن یہ بات تقسیم سے پہلے ہے کہ اگر اصناف مذکورہ پر اراضی تقسیم نہو گی تو
اندیشہ اغنیاء کی تصرف میں لانیکا ہے اور جسوقت کہ تقسیم ہو گئیں اور اپنے اپنے حصے سب حقداروں کو پہنچ گئے اور وہ نیز قابض ہو گئے تو فے ہونیکا وصف انمیں سے جاتا رہا اور اب ان زمینوں کا
حکم وہ ہے کہ جو اور اراضی مملوکہ کا حکم ہے اور بعد اسکے اگر انکے وارث اغنیاء ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اب وہ حکم ہی باقی نہیں رہا جیسے کہ مال خمس بنی ہاشم کی سوا اور کسیکو نہیں دیتے
ہیں اور جب دیدیا تو بعد اسکے مال خمس بنی ہاشم سے غیر بنی ہاشم کو پہنچ جائے تو کیا قباحت ہے اور مراد یہی اغنیاء سے اسی زمانہ کے اغنیاء ہیں کہ جو محتاجوں کو نہ دیویں اور خود لیلیویں یا آپ زیادہ لیویں اور محتاجوں کو
تھوڑا دیویں اپنے غلبہ سے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور بین الاغنیاء منکم میں خطاب مومنین کیطرف ہے اس خطاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کے اغنیاء مراد ہیں نہ قیامت تک کے اغنیاء اور بعد اسکے
خدا تعالی فرماتا ہے کہ وما اتکم الرسول فخذوہ یعنی اور جو کچھ کہ دیوے تمکو پیغمبر مال فی اور غنیمت میں سے تو پس لو تم اسکو کہ وہ حق تمہارا ہے وما نہکم عنہ فانتہوا . یعنی اور وہ چیز کہ منع کیا ہے اس نے تمکو اس
سے پس باز رہو اور قرینہ اسکی مثبت ہے تو یہ آیت بھی تقسیم مال فے پر دلالت کرتی ہے کہ فے کے اموال تقسیم ہو گئے اور خدا تعالی نے تنبیہ کردی ہے کہ تقسیم میں جو کچھ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اگر تقسیم مراد نہوتی
تو خدا ایسا کیوں فرماتا اور تقسیم سے مراد بھی تقسیم مال فی ہے کہ اسیکا ذکر ہے نہ پیداوار اراضی فی کی پس جسوقت کہ تقسیم ہو کر لوگوں کو پہنچ گئی تو فیئیت اسکی باقی نہ رہی جیسے کہ صدقہ فقیر کے پاس چلا گیا تو
وصف تصدق اسمیں سے جاتا رہا اور ملک فقیر کی وہ ہو گیا اگر اب فقیر اسمیں سے غنی کو دیوے تو جائز ہے ایسے ہی مال فی میں بعد ملک ہو جانے اصناف مذکورہ کے اگر انکے وارثوں میں سے

بعض غنی ہو جائیں تو کچھ قباحت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ تو مراد اغنیا سے وہ ہیں کہ جو اپنے غلبہ سے اراضی فے کو دبا بیٹھیں اور فقرا جو حقدار ہیں محروم رہیں یا تھوڑا دیویں اور یہ مراد نہیں ہے کہ اصناف مذکورہ کے وارثوں میں کوئی غنی ہو جائے تو اسکو بھی نہ دینا چاہیئے اور اغنیا سے مراد ہماری عام ہے اغنیا کو ہم خاص نہیں کرتے ہیں کہ مراد اُس سے حکام یا اغنیا لشکر ہوں پس بعد اسکے جو کچھ لکھا ہے سب فضول ہے **قال الشیخ الاشعری** چھٹی وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہ ہے کہ اراضی فے کے لئے جن اشخاص اور اصناف کو مقرر فرمایا ہے تو انکو انکے اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصفت رسول کے ذکر فرمایا اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو بوصف یتیم اور مسکنت اور مسافرت یاد فرمایا اور انکے حسب و نسب وغیرہ تشخصات اور تعینات کو ذکر نکیا اور پھر اسکے بعد لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ الخ اور وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ الخ وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ الخ کو جو لِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ سے بدل ہے ماقبل کا ضمیمہ کیا اس سے یوں معلوم ہوا ہے کہ ان اوصاف [illegible] فے سے مصرف ہونے میں دخل ہے اور اراضی کا مصرف ہونا ان اوصاف پر موقوف ہے اور چونکہ زمین باغ ملک مثل منافع اکل و شرب [illegible] پانی وغیرہ جنسی تنقطع انتفاع [illegible] ہلاکت [illegible] نہیں [illegible] وقت انتفاع بدستور بحال قائم اور مقام رہتے ہیں [illegible] الی یوم القیامۃ اراضی فے سے انتفاع انہیں اشخاص کو جائز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہوں [illegible] کہ اراضی ذکر یعنی وقف کہا جاتا اور مصارف مذکورہ میں صرف منافع کی تقسیم نکریں اور اصناف مندرجہ کو اسکا مالک نکردیں [illegible] ہے کہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ محققین کے نزدیک مثل زمانے کی خمس اور فے سے کیا رسول اللہ صلعم کے وقت کے حصہ اور فے میں سے بھی سہم رسول اللہ صلعم ساقط ہوگیا بعد وفات رسول اللہ صلعم [illegible] مثل وصف مسکنت [illegible] وغیرہ دسی میں باقی نہیں رہا **اقول** سو وہ احتمال کہ جو تیرا نکالا ہوا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ باطل ہے اور اسکے بطلان کی دلیل جو تونے لکھی ہے وہ بھی باطل ہے [illegible] وہ احتمال نکالتا ہے کہ جسکو ہم قبول نہیں کرتے ہیں اور پھر اس باطل کے باطل کرنے پر تیار ہوتا ہے اور اراضی فے کے لئے جن اصناف کو مقرر فرمایا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ انکو [illegible] اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے اور انکے حسب و نسب کا کچھ ذکر کیا لیکن جو کہ متصف ان اوصاف سے تھے جناب رسول خدا صلعم نے اراضی فے کو [illegible] تقسیم کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے حصے کے مالک ہوگئے اور انہوں نے اسمیں بیا تصرف کیا اور [illegible] فروخت کیا اور بدل لذی القربی ہے اور اسکے مابعد لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ الخ [illegible] وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِیۡمَانَ الخ اور اسکے بعد وَالَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ یہ علیحدہ جملے ہیں انکو ماقبل سے کچھ علاقہ نہیں ہے اور پہلا [illegible] تعریف میں ہے کہ وہ [illegible] تھے اور دوسرا جملہ تابعین [illegible] بعد مومنین کی تعریف میں ہے قیامت تک جو کہ ہوگا اور مال فے ان لوگوں کے واسطے تھا ملک خاص [illegible] واسطے تھا اور مہاجرین ہی کو جناب رسول خدا صلعم نے دیا [illegible] انکو حاجت زیادہ تھی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ لم یعط الانصار منه شیئا الا ثلثۃ [illegible] گئے انصار مال سے [illegible] انکو حاجت بہت تھی اور حاشیہ میں اسکے لکھا ہے کہ وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ و سہیل بن حنیف [illegible] ہیں [illegible]

[illegible]

پاتے ہیں انصار بیچ سینوں اپنے کے یعنی اپنے نفسوں میں حاجت کو یعنی وہ چیز کہ جس سے حاجت ہی جاتی مثل طلب و حسد اور غیظ سے [illegible] وہ مہاجرین فے وغیرہ میں سے وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اور اختیار کرتے ہیں وہ انصار اپنے نفسوں پر یعنی مقدم رکھتے ہیں مہاجرین کو اپنے نفسوں پر [illegible] ہی مال فے کو [illegible] تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل مال فے سب تقسیم ہوگیا تھا اور یہ شیخ نجدی جو کہتا ہے [illegible] تقسیم نہیں ہوا تھا اور اسکے ہمدنی تقسیم ہوتی تھی سب اسکا کہنا باطل ہوگیا اور فے کی آیت میں آیا تھا کہ مال فے خدا کے واسطے ہے اور انکے واسطے ہے جو موصوف بوصف رسالت اور قرابت اور مسکنت اور مسافرت ہیں سو جناب رسول خدا صلعم نے ان سب پر ہی تقسیم کر دیا کہ یہ اپنے اپنے حصے کے مالک ہوگئے اور اپنا حصہ حضرت نے خود لیا کہ جس میں فدک تھا اور خدا تعالی کا حصہ امور خیر میں صرف کیا اب مال فے میں سے بعد تقسیم کے وصف فیئیہ جاتا رہا اور مال فے کا بعد تقسیم کے وہ حال ہوگیا کہ جو سوائے اسکے اور مال مملوک کا حال ہے چاہیں اسکو فروخت کریں چاہیں ہبہ کریں جیسے کہ مال صدقہ جس وقت کہ فقرا کے پاس پہنچ گیا تو انکو اسمیں اختیار ہے جو چاہیں سو کریں اور باطل ہوا جو کچھ کہ اسکے بعد اسنے لکھا ہے [illegible] منافع اراضی انکے ہلاک ہونے پر موقوف نہیں ہیں اس واسطے کہ جب ان لوگوں پر اصل مال فے تقسیم ہوگیا تو یہ لوگ مال فے کے مالک ہوگئے اور فے یہ اس سبب سے جاتی رہی اب منافع اسکے اگر اراضی فے ان لوگوں کے پاس ہے تو انکے واسطے ہیں اور اگر انہوں نے وہ اراضی کسیکو دیدی ہے بطریق بیع کے یا ہبہ کے تو انکے واسطے ہیں [illegible] اور دوام [illegible] ہمیشہ کا جبھی تک تھا کہ مال فے تقسیم نہوا تھا اور جب تقسیم ہوگیا تو وہ بات ہی جاتی رہی اور وقف کو یہاں کیا تعلق ہے مال فے تو خدا تعالی نے اصناف مذکورہ کو عطا کیا تھا کہ وہ اسکے مالک ہو جائیں سو بعد تقسیم کے وہ اسکے مالک ہوگئے اب اسکو جو چاہیں سو کریں اور جو امر کہ اراضی فے کے وقف ہونے پر موقوف تھا وہ امر باقی ہی نہیں رہا اور قرآن کی ترتیب سے تو مال فے کا تقسیم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اصل زمین کو تقسیم نکریں اور اصناف مندرجہ کو اسکا مالک نکریں کیونکر ہو سکتا ہے وہ مقدمہ ہی باطل ہے جسکے واسطے زمین تقسیم نہونی چاہیئے تھی اور مالکان اول کو اختیار ہے جس وقت کہ اراضی کی حصہ میں

آ گئی تو جس مصرف میں چاہیں اسکو صرف کریں اور اب لحاظ اوصاف مذکورہ کا باقی ہی نہیں رہا ہے اور مال فی اور خمس اگر اس زمانہ میں حاصل ہو تو اُن لوگوں ہی کو دیا جائیگا
جو متصف باوصاف مذکورہ ہیں اور رسولخدا صلعم کا حصہ امام کو پہنچیگا جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم کا سہم ہرگز ساقط نہیں ہوا ہے امام اُنکے قائم مقام ہے
محققین کا نام کیوں بدنام کرتا ہے اور اوصاف مذکورہ کے آدمی سب زمانہ میں موجود ہوتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی زکوۃ اور صدقات واجبہ انکے مصرف ہونیکے لیے
بھی تحقق اوصاف فقر و مسکنت وغیرہا جسکی طرف آیہ انما الصدقات مشیر ہے ضرور ہے مگر چونکہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں چنانچہ ابھی مرقوم ہوا تو وقت تصدق وقت تحقق
اور وجود اوصاف معلومہ ضرور ہوا چونکہ فقراء وغیرہم کو آیہ انما الصدقات میں فقط اُن اموال کا مصرف مقرر کیا ہے جو موصوف بصدقہ ہوں اسلیے بلفظ صدقات تعبیر فرمایا اور اگر قطع نظر از
صفت فقراء وغیرہم کو نفس مال کا مصرف مقرر فرماتے تو مثل انما المخرج من الاموال بنیۃ الصدقۃ یا سوا اسکے اور کوئی ایسی عبارت جس سے مطلق مال کے لئے فقراء وغیرہم کا مصرف ہونا
ثابت ہوتا بیان فرماتے الحاصل آیہ انما الصدقات صفات کو دونوں طرف میں اوصاف تینوں سے ارتباط ہے اور آیہ ما افاء اللہ میں ایک طرف ذات اور دوسری طرف اوصاف ہیں اسلیے زکوۃ میں
دونوں اوصاف کو اور فی میں فقط ایک جانب میں اوصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ صدقات واجبہ کے مصرف ہونے کے لیے وصف فقر چاہیے لیکن یہ کہنا کہ وصف
تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں غلط ہے اسواسطے کہ آدمی اپنے مال میں سے زکوۃ کو نکالکر ایک عرصہ تک رہنے دیتا ہے یہانتک کہ مستحق اُسکا بہم پہنچے اور جبتک وہ مال رکھا رہیگا صدقہ
ہی کہلائیگا کہ یہ مال زکوۃ یا مال صدقہ ہے اور خود انما الصدقات کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس مال صدقہ ہے وہ فقراء کو دو تو پہلے سے موصوف بتصدق ہولیگا اور
اپنے مال میں سے نکالا جائیگا تو فقراء کو دیا جائیگا اور خدا تعالی بھی اُسی مال کو کہتا ہے فقراء کو دو کہ جو پہلے سے موصوف بتصدق ہو لیا ہے اور صدقہ تو اسی وقت سے ہو گیا کہ نیت اُسکی صدقہ ہونے
کی کی تھی ایک آن تو کہاں سے کہتا ہے البتہ اسکے دینے کی ایک آن ہوتی ہے ایسے ہی مال فی کے دینے کی بھی ایک ہی آن ہوتی ہے اور دینے کے وقت وہ مال صدقہ موصوف بتصدق
ہوتا ہے جیسے کہ مال فی وقت دینے کے موصوف بہ فیئیت ہوتا ہے اور جب دیدیا تو یہ دونوں مال انہی وصفوں سے علیحدہ ہو گئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ انما الصدقات میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہے
کہ جو موصوف بصدقہ ہوں جیسے کہ آیہ ما افاء اللہ میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہے کہ جو موصوف بہ فیئیت ہوں اور مطلق مال کا مصرف دونوں آیتوں میں نہیں فرمایا ہے اور جیسے کہ آیہ انما الصدقات
میں دونوں طرف اوصاف ہیں تصدق اور فقر ایسے ہی آیہ ما افاء اللہ میں دونوں طرف اوصاف ہیں فیئیت اور رسالت اور قرابت وغیرہ اسمیں بھی دونوں طرف اوصاف کا ملحوظ رکھنا ہوگا اور
یہ بات نہیں ہے کہ یہاں ایک طرف محض ذات ہو **قال الشیخ الاشعری** ساتویں وجہ احتمال مذکور کے ابطال کی یہ ہے کہ مالک حقیقی تمام مخلوقات اور موجودات کا بالاتفاق
اور بالبداہتہ مالک الملک خداوند کریم ہے اور ہمارا وجود آتکہ ہمارا اتھارا مالک ہونا ایک معنی مجازی ہیں جیسے کوئی شخص اپنے چند مکان چند آدمیوں کو مستعار یا کرایہ پر رہنے کو دیدے اور وہ چند
استحصال اپنے رہنے کے مکان کو محاورہ میں اپنا گھر کہدیا کرتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی مالک حقیقی نے ہماری اشیاء مقبوضہ کو انتفاع کے لیے دے رکھی ہیں اور
ہم انکو اپنی محاورات میں اپنا کہتے ہیں لیکن جیسے مکانات کا مستعیر یا کرایہ دار ہونا عاریۃ لینے اور کرایہ لینے پر منحصر اور موقوف ہے فقط مالک مکان کی ملکیت کفایت نہیں کرتی بلکہ اگر عقد
کرایہ اور عاریۃ ظہور میں آئے تو پھر مالک اصلی ہی کیطرف آ رہیگی ایسے ہی ہمارے مالک ہونے کے لیے بھی اسباب تملیک ظاہری مثل بیع شرا ہبہ وصیت وغیرہا ضرور ہوئی ورنہ تمام موجودات
پھر خدا ہی کی طرف مملوک ہوتے ہیں منسوب ہونگے مگر چونکہ اموال فی مشار الیہا بلفظ ما افاء اللہ میں ان اسباب میں سے فقط غنیمت ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اور اسی کو جناب باری نے
فما اوجفتم سے دفع کر دیا تو یہ اموال سوائے خداوند کریم مالک الملک کے اور کسی کی طرف بطور ملکیت منسوب نہیں ہو سکتی پھر اس صورت میں للرسول ولذی القربی کے معنی بجز بیان مصرف اور کچھ نہیں
ہو سکتی ہے سو یہی مطلب اپنا تھا **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ مالک حقیقی سب چیز کا خدا تعالی ہے لیکن اپنے فضل و کرم سے وہ بندوں کو عطا کر کے مالک کر دیتا ہے کہ وہ اُسمیں جس طرح
چاہیں اپنا تصرف کریں اور خدا تعالی کے مالک حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جو کچھ اُس نے اپنے بندوں کو دیا ہے وہ اُسمیں اپنا تصرف مالکانہ نکریں اور اگر ایسا ہو تو دنیا میں کسی چیز کا
کوئی مالک ہی نہ کہلائے اور اُنکو تصرف کرنا اسمیں جائز نہو اور دیکھو مال غنیمت کہ جو جہاد کرنے سے ہاتھ لگتا ہے اور وہ خدا تعالی نے مجاہدین کے واسطے مباح اور حلال کر دیا ہے تو وہ اُسکے مالک
ہیں جس طرح چاہیں اُسمیں تصرف کریں اور خمس میں بنی ہاشم کا یہی حال ہے اور ایسے ہی مال فی ہے کہ جو بدون جنگ کے ہاتھ آتا ہے اُسکو خدا تعالی نے رسولخدا اور ذوی القربی
وغیرہ کے واسطے مباح کیا ہے اور حکم کیا ہے کہ یہ حق انکا ہے انکو دو اور جب انکو دیا گیا اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا تو مالک ہونیکی جہت سے کیا یا اور کسی جہت سے اور مکان کے عاریت
لینے اور کرایہ لینے کی جو مثال دی ہے اسکو یہاں کیا تعلق ہے کرایہ اور عاریت میں تو کرایہ دار اور مستعیر مالک نہیں ہو سکتا ہے کہ مالک نے اُنکو اُسکا مالک نہیں کر دیا ہے اور مستعیر اور کرایہ دار
مکان عاریت اور کرایہ کو ہرگز اپنا مکان نہیں کہتا ہے بلکہ جنکا مکان ہے اُنکا مکان کہتا ہے اور اپنا مکان تو اُسکو کہتے ہیں کہ جو حقیقت میں اپنا ہے اور خدا تعالی نے جو کچھ بندوں کو
دیا ہے اُس نے اُنکو اُسکا مالک کر دیا ہے اور اسباب ملکیت میں سے ایک ہبہ بھی ہے اور جب خدا تعالی نے مال فی کو بخشا اور ہبہ کیا تو وہ اُسکے مالک ہو گئے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خدا تعالی کی غرض
اس آیت میں بیان مصرف ہی ہے لیکن مراد اُس سے یہی ہے کہ یہ حق انکا ہے انکو دینا چاہئے اور جب انکو دیا تو وہ اُسکے مالک ہو گئے یا نہیں اور اگر مالک نہوئے تو کیا خدا تعالی نے اُنکے

پاس مال فی امانت رکھوایا ہی کہ وہ اُسکی حفاظت کریں کیسا دیوانہ ہی یہ شیخ نجدی کہ پاگلوں اور مجنونوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور یہ نہیں سمجھتا ہی کہ جب ایک چیز کا مصرف مقرر کر دیا
کہ انپر یہ چیز صرف کی جائے تو وہ چیز اہل مصرف کے پاس بھیجنی اور ملاحظہ کرنیکے واسطے رہیگی کہ دیکھو تم اسکو چھونا نہیں کہ یہ تمہاری ملک نہیں ہے یا اسواسطے کہ یہ چیز تمکو ہمنے دی ہے
اسکو جو چاہو سو کرو سو تمام دنیا کی آدمیوں سے اگر پوچھو تو کوئی بھی کہیگا کہ خدا تعالےٰ نے یہ چیز اپنے بندہ کو صورت دیکھنے کیواسطے دی ہی اور مالک اُسکا نہیں کیا ہی بلکہ مالک اُسکا خود
ہی رہا ہی بلکہ یہی کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بندہ کو اسواسطے دی ہی کہ اسکو جو چاہے سو کرے چاہے فروخت کرے چاہے ہبہ کرے اور ہبہ بدون ملکیت کے نہیں ہوسکتا ہی اور اس شیخ
نجدی نے تو خدا تعالیٰ کا مرتبہ بندوں سے بھی پست کر دیا اور اُسکو بخل کیطرف منسوب کیا اسواسطے کہ اگر کوئی آدمی کسیکو کوئی چیز بخشتا ہی تو یہ نہیں کہتا ہی کہ میں نے یہ چیز تجھکو دی تو ہی لیکن
تو اسکا مالک نہیں ہی مالک اسکا میں ہی ہوں چہ جائیکہ خداوند کریم کہ اُسکے فضل و کرم کے برابر کسیکا فضل و کرم نہیں ہی وہ کسی بندہ کو اپنی کوئی چیز عطا کرے اور ازراہ بخل مالک
اُسکا اُسکو نکرے یہ کیونکر ہوسکتا ہی تعالی اللہ عما یقول الظالمون اور حقیقت میں تو خدا ہی مالک سب چیز کا ہی کہ وہ ہی سب کو دیتا ہی لیکن جسکو دیتا ہی اُسکو مالک اُسکا کر دیتا ہی اور للرسول
اور لذی القربی وغیرہ البتہ بیان مصرف کیواسطے ہی ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن جب اہل مصرف کو مال فی دیدیا تو وہ اُسکے مالک ہوگئے اسمیں تیرا مطلب کیونکر ثابت ہوا تو تو کہتا ہی کہ وہ مالک ہی نہیں
ہوئے بلکہ ہمارا مطلب ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ اُن مصرفوں میں سے ایک مصرف رسولخدا صلعم ہیں اور وہ اُس حصہ کے مالک تھے کہ جسمیں فدک بھی تھا **قال الشیخ الاشعری** باطل ان سات
وجوہ سے اراضی فی کا مد خرچ پنج اقسام معلومہ ہونا شامل مولات حواس ہر کس و ناکس واضح اور لائح ہوگیا اور باوجود مد خرچ ہونے کے وجہ طلب کرنی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ عنہا کی اول تو یہ ہی کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا معصوم نہیں اور معصوم بھی ہوں تو معصوم سے غلط فہمی محال نہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور وجہ غلط فہمی کی یہاں ظاہر
بھی ہی کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اراضی فی پر قبض و تصرف حضرت خلاصۂ موجودات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات کا
دیکھا تھا اور اسبات کی تحقیق کہ یہ قسم غنیمت سے یا از جنس فی ہے زنان خانہ نشین اور وہ بھی ایسی زاہدہ کہ دنیا و ما فیہا سے کچھ غرض نہو بہت دشوار ہی خاصکر خیبر اور قری خیبر کی نسبت کہ
فدک بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ بعض قری خیبر عنوۃ یعنی بعد جنگ و جدال اور بعضی قری جیسے فدک صلحاً مفتوح ہوئے ہیں اسلئے یہ نسبت خیبر خاص کی مابین علما اختلاف ہی
کہ آیا خیبر عنوۃ فتح ہوئی ہی یا صلحاً **اقول** ساتوں وجوہ تیری ہمنے باطل کر دیں اور تقسیم ہونا اصل اراضی فی کا نہ مد خرچ کا پنج اقسام معلومہ پر شامل مولات پنج حواس کے ہر کس ناکس پر
واضح اور لائح ہوگیا اور پہلے اس سے ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے میراث کے طلب کرنے میں ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہی گو تمہارے نزدیک وہ معصوم نہوں اور معصوم
سے گو غلطی ہونی محال نہیں ہے لیکن غلطی ممکن ہے وقوع میں نہیں آتی اور اگر ایسی بات ہو کہ معصوم ہوکر غلطی کرے تو وہ معصوم ہی نہیں ہے اور لوگو نکو اُسکی بات کا اعتبار نہوگا
اور جو وجہ کہ پہلے اس سے معصوم کی غلطی کی لکھی ہی ہمنے اُسکو باطل کر دیا ہی اور رد کہ اول تو یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا ہی کے پاس تھا کہ جناب رسولخدا صلعم نے اُنکو ہبہ کیا تھا چنانچہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت فاطمہ نے کل اراضی فی پر قبضہ جناب رسولخدا صلعم کا ہمیشہ نہیں دیکھا ہی بلکہ قبل تقسیم دیکھا ہی اور بعد تقسیم ہر قبضہ ہر ایک حصہ دار کا رہا ہی اور تقسیم
رسولخدا صرف اپنے حصہ کے قابض تھے کہ جسمیں فدک تھا اور وہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا اور غیروں کے حصوں پر حضرت نے اپنا قبضہ اٹھا لیا تھا و نیز حضرت فاطمہ ہر ایک [illegible]
ہوں لیکن ایسی غافل اور بیخبر نتھیں کہ اُنکو فدک کا حال معلوم نہو کہ یہ مال فی ہے یا مال غنیمت سے اور اگر ہم تسلیم کریں کہ فدک مال غنیمت ہی تھا اور ہمیشہ حضرت کے قبضہ میں تھا اور مال
فے نتھا تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہے اور حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ جب فدک حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہوا اور اُنکے ہی قبضہ میں اُسکو حضرت فاطمہ نے ہمیشہ دیکھا ہی
تو وہ مال مملوک حضرت کا تھا اور حضرت فاطمہ نے اپنی پدر عالی مقدار کی ملک میں دعوی میراث کا کیا اور حضرت فاطمہ کو تو غلطی پر کسواسطے کہتا ہی غلطی پر تو تو ہی اور بڑی دلیل فدک کی مملوک
رسولخدا ہونیکی یہ ہی کہ ابوبکر نے ملک رسولخدا اقرار دیکر کہا تھا کہ مال انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی کیا تیرا علم ابوبکر کے علم سے بھی زیادہ ہی کہ ابوبکر تو ملک رسولخدا بیان کرے اور تو کہے
کہ وہ رسولخدا کی ملک ہی نتھا اور فدک کے مقدمہ میں ہرگز اختلاف علما نہیں ہے بلکہ فدک وہ ہی سب کے نزدیک کہ جسکے باشندے مسلمانوں کے رعب سے جلاوطن ہوگئے ہوں **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اراضی فی کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا اہل انصاف پر روشن ہوگیا اگرچہ اہل فہم کو پہلے بھی اسمیں تامل نتھا کیونکہ مال فی جو تعیین مصارف
معلومہ اگرچہ رسول اللہ صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت بھی تھی تو یہی تھی کہ ان اوصاف کا مقرر فرمانا ایسا ہو جیسا کہ زکوۃ اموال مملوکہ اغنیاء کیلئے فقرا وغیرہم کا مقرر کرنا گو یہ بات
فی حد ذاتہ ممکن تھی لیکن قرینہ عطف للرسول اور لذی القربی اسبات کو مقتضی تھا کہ جیسے ذو القربی وغیرہم بالاتفاق مالک اراضی فی نہیں رسول اللہ صلعم بھی مالک نہیں اور اگر
قطع نظر اتفاق اُسکے ذی القربی وغیرہم کو مالک کہا جائے تو بہت سے بہت ہوگا تو اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہوں لیکن وہ ایسا ہو جو
ہیں ایک تو شرکا غیر محدود کا شریک ہو کیونکہ ذی القربی وغیرہم کا کوئی حد و پایان نہیں ہر روز کمی بیشی رہتی ہی خاصکر والذین جاؤا من بعدہم نے تو دائرہ اہل مصرف کو اتنا فراخ
کر دیا ہی کہ قیامت تک کے مومنین کو گھیر لیا ہی دوسرے قبل عطا مال غنیمت بلکہ دین بھی ملک میں نہیں آسکتا اراضی فی جو کسیطرح اُسکے حصول میں اہل مصرف کی بھی کوشش [illegible] کیلئے

فعل کو دخل نہیں محض فضل خداوندی سے ہاتھ لگ گیا ہے کیونکر قبل عطا اور قبل قبض کسی کا مملوک ہو سکے **اقول** اراضی فے کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہونا ہماری تحریر سے اہل انصاف پر بخوبی روشن ہوگیا اور یہ جو لکھتا ہے کہ مملوک نہیں ہوئی یہ کہنا اس شیخ کا باطل ہوگیا اور خود جناب باری عز اسمہ قرآن شریف میں اپنے رسول کو مال فے کا مالک مقرر کرکے خطاب کرتا ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں پھر کسکی مجال ہے کہ یہ کہے کہ جناب رسولخدا صلعم مالک مال فے کے نتھے اور کسیکی فہم میں نہیں آتا ہے کہ جو چیز کہ خدا تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشی ہو حضرت اُسکے مالک نہوں لیا بھی کہیں ہو سکتا ہے اور یہ کون عقل کا دشمن کہتا ہے کہ ذوالقربی وغیرہم اراضی فے کے مالک نہیں تاکہ باعتبار عطف کے رسولخدا صلعم بھی مالک نہوں بلکہ ذوالقربے وغیرہم سب اراضی فے کے مالک ہیں جسقدر کہ اُنکے حصہ میں آئی ہے اور تماشا یہ ہے کہتا ہے یہ بالاتفاق اراضی فے کے مالک نہیں علاوہ تو یہ اتفاق نہیں ہے جیسا یہ پاگل ہے ایسے ہی پاگلوں کا اسپر اتفاق ہوگا جو کہ عقل سے بہرہ نہیں رکھتے ہیں جسوقت مال فے تقسیم ہوگیا اور قرآن مجید میں اسکی تقسیم بتفصیل خبر ہو تو ہر صنف اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور جناب رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے شراکت کہاں باقی رہی ورثہ کا ہرگز غیر محدود نہیں ہیں جو اس زمانہ میں رسولخدا صلعم کے روبرو موجود تھے انپر تقسیم ہوگیا اور وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ کے مومنین مال فے میں ہرگز شریک نہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے تفسیر بیضاوی سے لکھ چکے ہیں بلکہ مال فی خاص سے نے مہاجرین کے ہے یہانتک کہ انصار کے واسطے بھی نہیں ہے اور سب تفسیروں میں اسی طرح لکھا ہے معلوم نہیں کہاں سے کہتا ہے کہ آیہ مذکورہ کی مومنین کو بھی اسمیں شریک کرتا ہے اہل سنت کا تو مذہب نہیں ہے نہیں معلوم کیسے مذہب کا آدمی ہے کہ اہل سنت کے بھی خلاف کہتا ہے اور مال غنیمت با مال فے اگر قبل عطا مالک نہیں ہوسکتا ہے تو بعد عطا تو مملوک ہوجاتا ہے خواہ سعی اور کوشش سے ہاتھ لگے خواہ بے سعی محض فضل و کرم خدا کی سے اور یہی ہمارا دعوی ہے کہ مال فے جو بے سعی کے ہاتھ آیا ہے سب اصناف مذکورہ بعد قبضہ کے اُسکے مالک ہوگئے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل عطا اُسکے مالک ہوئے یہ تو ہمارا دعوی ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اہل عقل پر بادی النظر میں اس عبارت سے اراضی فے کا غیر مملوک ہونا عیاں تھا اور اب سب پر واضح ہوگیا بلکہ اُسکے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ جیسے اس آیت سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ الثا محال ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب یہی ہے تو اتنی تطویل کی ضرورت پڑی نہ عدم ثبوت ملکیت خود طابہ تھا البتہ باین نظر کہ کم فہموں سے مقابلہ ہے عدم ثبوت ملکیت میں گفتگو کرنی ضرور ہی تہی **اقول** اہل عقل کے نزدیک تو بادی الرای میں آیہ فے سے اراضی فی کا مملوک ہونا عیاں تھا اسواسطے کہ جسوقت خدا تعالی نے سارا اراضی فے کے مصارف مقرر کردیئے کہ فلانے فلانے یہہ واسطے مال فے ہے انکو دیدو تو بعد تقسیم کے اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور ہمنے اسکو خوب واضح کردیا ہے اور دوسری آیت جو مالک ہونے رسولخدا صلعم کی ہے اس سے پہلے ہمنے ذکر کردی ہے جواب حصہ کے مالک ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے اور یہ کہنا کہ امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ الثا محال ثابت ہوا ہے یہ ایک بڑے دیوانوں کی سی کہ بے سروپا بکا کرتے ہیں کیا ابوبکر نے ہی ... تو اسنے تو جناب رسولخدا صلعم کی ملک قائم رکھکر فدک کو کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھہ کہ اُس نے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے اور وارث جو کسیکا کوئی ہوتا ہے تو اسکی ملک ہی میں ہوتا ہے اسواسطے اُسکے مال کی وراثت کی نفی کی اور اگر مال پیغمبر کا ملک پیغمبر کی نہو تو اسیقدر کہنا کافی تھا کہ پیغمبر کی ملک میں کوئی مال ہی نہتھا وراثت کسمیں جاری ہو یہ عبارت طویل بنا کر کاہیکو کہتی کہ نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور اگر فدک رسولخدا صلعم کی ملک نہوتا تو حضرت عباس اور حضرت علی کہ جو ایک حکم سے آگاہ تھے اور رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا تھا کہ اقضاکم علی اور وہذہ قضیۃ ولا اباحسن لہا جو کہ انکے حق میں داتر اور سائر ہوگیا ہے عمر کے زمانہ میں دعوی رسولخدا صلعم کی وراثت کا وہ کاہیکو کرتے اور جو کچھہ کہ تونے عدم ملکیت میں تطویل کی ہے وہ سب خاک میں ملگئی اور ہمنے اُسکو باطل کردیا اور عدم ثبوت ملکیت ہرگز ظاہر نتھی بلکہ ملکیت ہی ظاہر تھی اور جو کچھ تونے اس مقدمہ میں گفتگو کی ہے وہ سب ہیچ اور واہی ہے ناحق تونے اوقات اپنی ضائع کی ایسی گفتگو کرکے **قال الشیخ الاشعری** مگر اتنی بات باقی ہے کہ لفظ ما افاء اللہ عام ہے اشیاء منقولہ و غیر منقولہ کو برابر شامل ہے پس اگر ما افاء اللہ کی وجہ وقف ہے تو لاجرم اسباب منقولہ بھی وقف ہوگا سو اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی اول تو یہ کہ حنفیوں کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف ہونا ہی صحیح نہیں دوسرے یہ کہ اموال فے میں سے بہ نسبت اموال منقولہ کے وقف ہونا کسی سے منقول اور مروی نہیں بلکہ اگر تعامل سلف و خلف پر نظر کیجیے تو عیاں ہے کہ منجملہ اموال فے اسباب منقولہ میں تصرفات مالکانہ کرتے تھے بیع و نذر وغیرہ آثار ملکیت جو وقف ہونے پر دلیل کامل ہیں برابر بے تکرار اور انکار مروج رہے ہیں چنانچہ بنی النضیر کے ہتھیار وغیرہ اموال منقولہ جو ہاتھ آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم فرمادیئے تھے اور صراحۃً نہ کنایۃً یوں فرمایا کہ یہ اشیاء وقف ہیں انمیں تصرفات مالکانہ مت کیجو دریہی نسبی کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی حجت نہیں کلام اللہ میں خود موجود ہے مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ مطلب یہ ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لیے وہ باندیاں جنکا تو مالک ہوا ہے اموال فے میں سے اس آیت سے صریح ثابت ہے کہ فے کی باندی غلام مملوک ہوسکتی ہیں وقف نہیں تھے جب ایک چیز کا بھی اموال فے میں سے مملوک ہونا ثابت ہوا تو فلانہ وغیرہ الفاظ آیہ ما افاء اللہ اور الفاظ سیاق و سباق آیہ مذکورہ کے اور جنکو وسیلہ سے وقف ہونا اراضی فے کا ثابت کیا گیا ہے وہ معنی نہونگے جو وقف ہونے پر دلالت کریں نہ کلیہ قضیہ ما افاء اللہ بسبب اس کو مقتضی ہے کہ تمام افراد ما افاء اللہ کا ایک حکم ہے خواہ اسباب منقولہ ہوں خواہ غیر منقولہ ہوں تب وہ موقوف ہوں وقف نہوں تب وہ نہوں اسلئے ہمیں ہے اس خلجان کا رفع کرنا ضرور پڑا سو اول اہل انصاف کی خدمت میں

یہ گزارش ہے کہ واقعی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشیاء منقولہ وقف نہیں ہوسکتی لیکن خداوند کریم و علیم و حکیم کچھ امام ابوحنیفہ کا مقلد نہیں جو اُسکے ذمہ اتباع رائے ابوحنیفہ ضروری ہو اور اگر
اتفاقات سے کوئی بات بظاہر خلاف مذہب حنفی صادر ہوجائے تو اُسکی جوابدہی اُسکے ذمہ پر لازم ہو مگر ایں بریں نیست کہ امام ابوحنیفہ سے خطا ہوئی ہو لیکن شیعہ یہی فرمائیں کہ اہل سنت امام ابوحنیفہ
کو معصوم ہی کب سمجھتے ہیں جو یہ خرابی اُنکے سر پڑے بلکہ اہل سنت کا یہ مقولہ ضرب المثل ہوگیا ہے المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صحیح بھی کہتا ہے ہاں اتنی بات مسلم کہ مرتبہ اجتہاد
کو یہ لازم ہے کہ اکثر صحیح کہا کرے سو اس بات میں اُنسے غلطی ہوگئی ہو تو کیا حرج ہے اُنکے صاحبین وغیرہما کی رائے تو آخر یہی ہے کہ اشیاء منقولہ بھی وقف ہوسکتی ہیں وہ بھی اہل سنت ہی کے پیشوا ہیں
شیعوں کے نہیں اور اگر شیعے اُنکو اپنا پیشوا بنالیں اور طوسی اور رضی و شریف مرتضی و ابوالقاسم محقق وغیرہم کا اتباع چھوڑ دیں تو زہے نصیب اُنکے اور پھر کچھ تکرار نہیں معہذا یہ آیت کچھ معارض
اور مناقض رائے ابوحنیفہ نہیں بلکہ کچھ موافق ہی ہو تو کچھ عجب نہیں **اقول** جو کچھ تو نے لکھا ہے سب ایک ڈھل ہی ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فدک وقف نہیں ہے اگر ہم
اُسکے وقف ہونیکے قائل ہوتے تو اسوقت یہ ذکر کرنا چاہیئے تھا کہ اشیاء منقولہ ابوحنیفہ کے نزدیک اگر وقف نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے آدمی کو چاہیئے کہ گفتگو اُس مقدمہ میں کرے کہ جو خصم کے نزدیک مسلم ہو
اور ابوحنیفہ کا مذہب تو اکثر قرآن اور حدیث کے مخالف ہے اور اپنی رائے سے احادیث کو رد کرتا ہے اسیواسطے امام غزالی نے اور صاحب تاریخ بغداد نے اُسکو گمراہ لکھا ہے اور مال فدک کے وقف نہونے پر آیۃ
مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ دلالت کرتی ہے یہ سب صحیح ہے اور اس آیت سے مال فئی کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا ہی ثابت ہوگیا اور منجملہ مال فئی فدک تھا اور بعد اسکے جو کچھ ایسا جواب لکھیگا
ہم اسکو رد کرینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ خدا تعالی ابوحنیفہ کا مقلد نہیں ہے ہاں صحیح ہے اور اگر ابوحنیفہ جو کچھ کہتا ہے خدا تعالی کے حکم کے مخالف کہتا ہے لیکن خدا تعالی نے بھی تصریح یہ نہیں فرمایا ہے
کہ اشیاء منقولہ میں بھی وقف کرنا درست ہے اور تو ابوحنیفہ سے زیادہ عالم بھی نہیں ہے کہ تیرا قول ابوحنیفہ کے قول سے زیادہ معتبر ہو اور وہ اہل زبان تھا کہ قرآن کو بہ نسبت تیرے اچھا سمجھتا تھا یہ بھی خوب
بات ہے کہ جو کہ اہل زبان ہو اُس سے تو خطا ہو اور تیری رائے صواب پر ہو اور ابوحنیفہ کے معصوم ہونیکے انکار سے کیا فائدہ تم تو معصوم کو بھی غلطی اور خطا پر ثابت کرتے ہو چنانچہ حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام
کو کہتا ہے کہ اُنسے غلطی ہوئی اور شیعہ ایسے گمراہ ہونگے کہ اپنا پیشوا کاہیکو مقرر کرینگے معصوموں کو چھوڑکر اور رائے ابوحنیفہ اگر آیت کے مناقض نہو تو ہمکو اُس سے کیا اور وقف میں ہماری بحث ہی نہیں ہے
کہ ہم اسکو باطل کر آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر اس معما کی شرح مطلوب ہے تو کان دھر کر سنئے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف مدنظر ہو اور میری بیجا انی پر نظر نہو سابق اس آیت کا هُوَ الَّذِیْٓ
اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ سے لیکر لِیُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں تو اب اس صورت میں بجز اموال غیر منقولہ اراضی
و باغات ما افاء اللہ سے مراد نہونگے اور باعتبار خصوص ما سبق کے لفظ ما کا باوجود عموم ذاتی کے مخصوص ہوجانا ایسا شائع و ذائع ہے کہ مبتدی طالب علم جانتے ہیں اطفال کافیہ خواں بھی سمجھتے ہیں کہ الاسم ما دل
علی معنی میں ما سے مراد کلمہ ہے اسلئے مولانا جامی شرح ملا میں کلمہ آگے شرح میں کلمہ ہی لکھتے ہیں المقصد ما افاء اللہ سے علی العموم اموال منقولہ غیر منقولہ سب مراد نہیں فقط اموال غیر منقولہ مراد ہیں چنانچہ
جملہ کے لایکون دولۃ بھی اسیطرف فی الجملہ کھینچتا ہے اسلئے کہ تداول اور دولت کے تو یہ معنی ہیں کہ ایک شی بحال خود باقی رہے اور باینہمہ کسی کسی کے پاس منتقل ہوتی رہے سو یہ بات بجز اموال غیر منقول اور
اور کسی میں بطور کمال متصور نہیں اقسام غذا اور اقسام لباس اور اقسام مرکب سب کے سب بسبب استعمال فنا ہوجاتے ہیں یا فنا ہونے لگتی ہیں اگر چندے کوئی چیز قایم رہی تو کیا قائم رہی یوں تو
کچھ نہ کچھ سب اشیا کو قیام ہے روٹی سالن بھی تھوڑی دیر ٹھیری رہتی ہی ہیں غرض اسکا اتنی قیام سے کیا کام چلتا ہے یہاں تو بشہادت والذین جاؤ من بعدہم قیامت تک کا حساب ہے بہرحال ما افاء اللہ
میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں جو یہ اعتراض … متوقع ہو اور ہمیں فکر جوابدہی ہو ہاں اتنی بات البتہ قابل لحاظ ہے کہ ہمنے مانا اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہی نہیں لیکن اموال منقولہ کا جو
نے حاصل ہو تمہیں کیا حکم ہے مثل اموال غیر منقولہ وقف یعنی مذکور سمجھا جاہیئے یا مثل غنیمت مملوک ہوسکتی ہیں سو اپنی فہم نارسا میں یوں آتا ہے کہ وہ قابل ملک و عطا ہیں اگر اہل فہم بھی جانب ہوں
تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہے ہم اُسکے وقف ہونیکو اگر ثابت ہوجائے تو اپنی کیا بات یعنی وقف نہونے سے بھی زیادہ خوش ہوکر تسلیم کریں اگر وہ بھی وقف ہوجائے تو کچھ اعتراض ہی باقی نرہے **اقول**
ہر چند ہمکو منقول غیر منقول سے کچھ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اموال فدک کے وقف ہونیکے قائل ہیں لیکن یہ شیخ نجدی ایک نئی ایچ جو لیتا ہے اسواسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ جو کہتا ہے کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ سے لیکر لِیُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہے اول تو آیت میں غلطی کی ہے کہ من اہل الکتاب کے لفظ کو کہا
گیا ہے اسواسطے کہ اصل میں آیت اسطرح ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ یہ نتیجہ قرآن کے یاد نہونیکا ہے اور کہتا ہے شیعوں کو کہ اُنکو قرآن یاد نہیں ہوتا۔
اور اپنی خبر نہیں لیتا ہے اور دوسرے یہ کہ ہو الذی سے لیخزی الفاسقین تک کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ما افاء اللہ سے مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں
اور لفظ عام کی البتہ تخصیص ہوسکتی ہے اگر کوئی مخصص اُسکا پایا جائے اور لفظ ما کا افاء اللہ میں کوئی مخصص موجود نہیں ہے اور الاسم ما دل علی معنی میں مخصص ما کا وہ دل علی معنی ہے
ہے اسواسطے کہ معنی پر جو دلالت کریگا وہ کلمہ ہی ہوگا اور سوا کلمہ کے اور کوئی معنی پر دلالت نکریگا اور ما افاء اللہ میں بسبب نہونے اُسکے مخصص کے تعمیم ہی باقی رہیگی لو منقول و غیر منقول پر یہ دلالت
کریگا بعد کیلا یکون دولۃ کا لفظ بھی اس عموم ہی کیطرف کھینچتا ہے کہ ایک شے کا بحال خود باقی رہنا اور کسی کسی کے پاس انتقال کرنا یہ شے منقول میں بھی ہوتا ہے مثل لباس و سواری کے کہ برسوں تک
تک باقی رہتے ہیں اور بعد چند سال کے تو مکانات بھی منہدم ہوجاتے ہیں اور نہ رہینگی تو سوائے ذات خدا کے اور کسیکو نہیں ہے جنکے پاس یہ چیزیں انتقال کرکے جاتے ہیں تو وہ خود ہی باقی نہیں تو آخر وہ بھی …

اموال لباس اور سواری کا حال مثل روٹی اور سالن کے نہیں ہے کہ انکو انپر قیاس کیا جائے اور والذین جاؤا من بعدہم کو اس سے کیا تعلق ہے اس آیت سے لوگوں کے واسطے تو اموال فی کے
نہیں ہیں یہانتک کہ انحصار کیجو اسلئے ہی نہیں ہے مال فی تو خاص مہاجرین کیلئے اصناف مذکورہ کے واسطے ہے چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے بہرحال اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہیں اور
بحث تو کرنا تھا اس امر کی کہ اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ اموال غیر منقولہ اسمیں داخل ہیں اور اب لکھتا ہے کہ بہرحال ما افاء اللہ میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں
ہو اعتراض اس معترض کا قطع ہوا۔ وقف تو کوئی فی بھی اموال فی کلی نہیں ہے نہ اموال منقولہ نہ اموال غیر منقولہ چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور یہ کہنا کہ اموال غیر منقولہ تو وقف ہیں اور
اموال منقولہ قابل تملک اور عطا ہیں بڑی حماقت کی بات ہے کہ پہلے تو اس قول کو ابو حنیفہ کے کہ اشیاء منقولہ وقف نہیں ہو سکتی بلکہ مملوک رہتی ہیں رد کیا تھا اور اب اسکو تسلیم کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ وہ قابل تملک کے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر اب اپنے خیالات کو عرض کرتا ہوں بگوش ہوش وچشم انصاف غور سے سنئے اور ملاحظہ فرمائیے وقف ایسی چیز
ہونی چاہئے کہ بحال خود باقی رہے اور پھر کام آسکے چنانچہ وقف کے معنی یہی ہیں کہ اصل محبوس اور موقوف ہے اور منافع مصارف وقف میں صرف کئے جائیں مصداق کے وقف معنی
مذکور ہو نہیں سکتا بذات اور منافع کی خواہ مخواہ ضرورت ہے کیونکہ للہ اور للرسول، ولذی القربی وغیرہم ہونا بھی صحیح ہو سکتا ہے کہ اصل اللہ تعالی کیلئے رہا اور منافع اوروں کیلئے چنانچہ
مذکور ہو چکا سو یہ بات ہاں ہو سکتی ہے جہاں وہ چیز اور رہے اسکے منافع اور نہ خود منافع میں قابلیت نہیں سو اموال منقولہ میں سے اقسام غذا کا تو منجملہ منافع ہونا ظاہر ہے کیونکہ منافع
کے معنی اس جگہ فقط اتنے ہی ہیں کہ استعمال کامل کے بعد پھر قابل استعمال باقی نہ رہے بلکہ استعمال ہی میں فنا ہو جائے سو اقسام غذا کا منافع ہونا تو ظاہر ہے باقی اسکے اور اسباب
منقولہ مثل اقسام لباس سواری وغیرہا اور ضروریات انسانی کی اگرچہ ایک وجہ سے مثل اشیاء غیر منقولہ خود اصل ہیں اور انکے منافع اور کیونکہ گھوڑا اور چیز ہے اور اسکی منفعت یعنی فائدہ
یعنی سواری اور تخفیف مشقت سفر اور شے علی ہذا القیاس کپڑا اور شے ہے اور اسکا فائدہ یعنی پہننا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا اور زیب و زینت اور شے لیکن غور کیجئے
تو اسقدر فرق ہے کوئی چیز اشیاء ضروریہ انسانی میں سے خالی نہیں اقسام غذا میں بھی یہ بات موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اسکے منافع یعنی کھانا اور مزا آنا اور قوت کا
پیدا ہونا اور شے لیکن اسقدر فرق ہے قابلیت وقفیت پیدا نہیں ہوتی ورنہ جیسے زمین کا وقف ہونا مسلم الثبوت ہے اناج غلہ بھی وقف ہوا کرتے حالانکہ اسکے وقف ہونیکا عقل کے
نزدیک کوئی معنی نہیں وقف ہونیکیلئے ضرور ہے کہ اصل محبوس اور موقوف ہے اور منافع مصرف میں صرف ہوں اور یہاں اصل منافع کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے نقل مشہور ہے جیسے اصل ویسی نسل
بایں ہمہ اگر غلہ بھی وقف ہونیکے قابل ہے تو اراضی موقوفہ کا غلہ بلاشبہ وقف ہو پھر نہ اصل مصرف کو اسکے بیع درست ہو نہ ہبہ نہ اسمیں میراث جاری ہو نہ وصیت حالانکہ جہاں میں اسکا کوئی منکر
ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ غلہ کو من جمیع الوجوہ منافع ہی سمجھ رکھا ہے سو منافع وقف اہل مصرف کے حق میں صدقہ ہوتے ہیں اور صدقہ جسکو کر دیا جائے اسکا مملوک ہو جاتا تو اب اسکی بیع و شرا وغیرہ
میں کچھ دشواری نہیں اور کسیکے نزدیک غلہ وقف بھی ہو سکے تو ہوا کرے یہاں تو کلام اراضی فی میں ہے جنکو ہم نے وقف خداوند کریم کہا ہے سو اراضی فی کا غلہ بالاتفاق وقف نہیں ہوتا
اسیواسطے مملوک اہل مصرف ہو جاتا ہے بالجملہ پیداوار زمین اور علی ہذا القیاس ثمار و اشجار کا وقف نہونا تو ظاہر ہو گیا ہے باقی رہے انواع مراکب اور اقسام لباس وغیرہ انمیں نسبت
غذا کے یہ فرق نکالے تو نکالے کہ غذا استعمال کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے اسلئے وقف نہیں ہو سکتی بخلاف سواری لباس کے کہ یہ چیزیں پہننے وغیرہ سے فنا نہیں ہوتے لیکن بعد غور معلوم
ہوتا ہے کہ یہ فرق بعینہ ایسا ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر کھا لیجے اور باقی کو چھوڑ دیجے سو حاصل اسکا یہ ہوا کہ بقدر استعمال فنا ہو گئی سو کپڑے سواری وغیرہ میں بھی یہ بات موجود ہے
کیونکہ گھوڑا وغیرہ جو جانور سواری میں ہے انکی بہ نسبت ان جانوروں کے جو انکے برابر کھائیں پر سواری میں نہ رہیں بلا اور کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر چندے بسبب مدد بدل ما یتحلل باقی بھی
معلوم ہوں تو اول تو تبدل ما یتحلل ہے یوں کہئے کہ اصل باقی نہیں اور اگر ایسے موافق ہوں اسکو بقائے اصل کہئے تو وہ بقا کہاں جو کسی استعمال کی ہو اور وہ چیز جانور کی زور اور
بدن استعمال ہو کر تو ہیں جان استعمال میں نہیں آتی چنانچہ ضعیفی میں جو قابل استعمال نہیں رہتا تو یہی دو باتیں گھٹ جاتی ہیں علی ہذا القیاس کپڑا بھی استعمال سے تیلا پڑ جاتا ہے
چنانچہ بیلا رنگ یہ مخفی نہوگا اور اسکے تار کمزور ہو جاتے ہیں اور وہی انہیں دو چیزوں پر مدار کار استعمال کا تھا اسیواسطے رفتہ رفتہ بہت استعمال کے باعث قابل استعمال نہیں رہتا سو یہاں بھی وہی
حاصل نکلا کہ منافع بقدر استعمال فنا ہو گئی غایت ما فی الباب کہیں نقصان ایک طرف سے ہوا کہیں چاروں طرف سے شکل بنی رہی کہیں بگڑ گئی لیکن استعمال ہونیکا مضمون دونو جا
برابر ہے باقی رہی شکل صورت کو لیکر کیا جائے اسکو استعمال میں کچھ دخل ہی نہیں عکس آئینہ میں کل صورت موجود ہے مگر چونکہ جسمیت اور زور و طاقت نہیں کوئی صورت استعمال
کی نظر نہیں آتی بالجملہ جن چیزوں سے منافع متعلق ہے وہ چیزیں بقدر استعمال فنا ہو جاتی ہیں اور جو چیزیں بحال خود باقی ہیں انسے منافع کو کچھ تعلق نہیں یہ بات اگر ہے تو زمین ہی سوا اسکے
اور اشیاء غیر منقولہ ہی میں ہے کہ استعمال میں منافع ہی فنا ہوں اور اصل باقی رہے استعمال کی وجہ سے اصل میں کچھ نقصان نہ آئے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اشیاء منقولہ کو
قابل وقف ہی نہ سمجھا اور صاحبین یا کسی اور نے اگر بلحاظ بقائے صورت بعض اشیاء منقولہ انکو قابل وقف سمجھا تو انکی صورت کو اصل منافع اور بقاء صورت کو بمنزلہ بقاء اصل منافع سمجھکر اسکے وقف ہونے
کے قائل ہو گئے ہیں لیکن بعد اس تحقیق کے اہل حق سے توقع یوں ہے کہ رائے امام ابو حنیفہ ہی کو ترجیح دیں اس سے قطع نظر کیجے تو مذہب صاحبین کا غلط ہونا ہر چند ظاہر معلوم نہ ہو کیونکہ بایں خیال

کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیاوی عرف میں مرکب و لباس ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ تا وقتیکہ صورت اور جان باقی ہے قوت اور بدن کی طرف منسوب نہیں ہوتی جو یوں کہئے کہ استعمال میں فنا ہوتے جاتے ہیں دوسری منافع مرکب و لباس وغیرہ منافع کلیہ ہیں کہ اوقات مختلفہ میں اُنکی افراد ظہور میں آتے ہیں اور جیسے ہر ہر فرد بشر انسان کامل ہے جزو انسان نہیں ایسی ہی منافع اشیاء مذکورہ ہی جو اوقات مختلفہ میں حاصل ہوتی ہیں منافع تامہ ہیں اجزاء منافع نہیں اور ظاہر ہے کہ بعض افراد کے فنا ہو جانے سے نوع فنا نہیں ہوتے بلکہ جب تک ایک فرد بھی باقی ہے تو تمام نوع باقی ہے تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ بعض اوقات کے انتفاع سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے پھر وقف کیوں نہو سکیگا کیونکہ بقاء منافع دلیل بقاء اصل ہے بخلاف منافع اقسام غذا کے کہ وہ منافع جزئیہ ہیں کہ جو نفع کہ ایک روٹی سے حاصل ہوتا ہے آدھی سے اسکا آدھا حاصل ہوتا ہے پورا باقی نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ہے ہاں اگر اصل باقی رہتی خیر اگر مذہب ابو حنیفہ اگر حق ہے تو اموال منقولہ کا منجملہ اموال فے وقف نہوتا تو درکنار قابل وقف نہونا ظاہر ہو گیا اور اگر رائے صاحبین صحیح ہے تب بھی مطلب ہاتھ سے نہیں گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام ضرورتات بشری میں سے احتیاج غذا منجملہ ضرورات اصلیہ ہے اور باقی اموال منقولہ تمام ضرورات فرعیہ میں داخل ہیں اگر غذا کے ضرورت نہوتی تو نوکریوں کی تلاش کے لئے سواری کی ضرورت مثلاً نہوتی تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورت غذا کی ضرورت سے پیدا ہوئی پھر سواری کی ضرورت سے مثلاً گہانس دانہ کی ضرورت پیدا ہوتی ہے علی ہذا القیاس جہانتک یہ سلسلہ ضرورت نکا چلیگا تو ما بعد ما قبل کے فرع ہوگا اور حقیقت میں ضرورت اصلی بلکہ ضرورت غذا ہی نکلیگی باقی احتیاج گو کہنے کو اُن اشیاء کی احتیاج ہے لیکن حقیقت میں غذا کی احتیاج ہے تو اس صورت میں یہ خیال کہ وقف رفع ضرورت کے لئے ہوتا ہے اور حقیقت میں ضرورت اگر ہے تو ضرورت غذا ہی ہے تو مصرف وقف میں اس ضرورت کا ہونا ضروری ہوا **اقول** ۔ جسقدر اس شیخ نجدی نے لکھا ہے سب خارج از بحث ہے اور اسقدر وقف کی تحقیق کے مقدمہ میں جو لکھتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے گفتگو تو اموال فے میں ہے اور اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور کلام اللہ کی آیت اور تفسیروں سے ثابت ہو گیا ہے کہ اصل اموال فے بحسب تقسیم ہو گئی مہاجرین پر اگر وقف ہوتی تو بدستور قایم رہتی اور حصے اسکو نہ کئے جاتے اب وقف کی بحث کرنی بیجا ہے اور جو کچھ اسنے وقف کے باب میں غلطی کی ہے اُسکے رد کرنے میں ہمکو کیا فائدہ ہے اسواسطے ہمنے اسکے قول کا تعرض نہیں کیا **قال الشیخ الاشعری** اور کسی اور وقف میں نہیں تو وقف خمس تو رفع احتیاج غذا ہی مقصود ہے چنانچہ جناب رب تعالی عز اسمہ نے بھی لفظ رسول اور مساکین اور فقرا اور ابن السبیل میں اسطرف اشارہ فرمایا اسلئے کہ فقیر اور مسکین کے معنوں میں رزق کی کمی اور کوتاہی معتبر ہے بلکہ لفظ رسول یتامی اور ابن سبیل بھی اسیطرف مشیر ہیں چونکہ رسول تو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باینوجہ کہ رسول ہیں یعنی خدا کی بھیجی ہوئی ہیں خدا کے کام میں لگی ہوئی ہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ حسب دلخواہ کمائیں اور فراغت سے بیٹھکر کہائیں اور جب کمائی نہونیکی وجہ یہ ہوئی کہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو لا جرم مقتضاء قدر شناسی خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان نفقہ بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہئے اسکی بجز صورت اس کے اور کیا ہوگی کہ جو مال خاص خدا کا ہو اور بے منت غیرے حاصل ہوا ہو اس میں سے کچھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا جائے یتیم اور ابن سبیل کا موجب رحم ہونا بھی تو باعتبار اکثر کے بسبب انقطاع اسباب رزق ہو جاتا ہے اور نیز لفظ فقراء میں تو مشکل فوت ہونے پر دلالت ہے سو وہ بوجہ ارتباط بابیست سبکو شامل ہے اور اسلئے سبھی میں فقر کا طور ملحوظ رکھنا ضروری ہوا خواہ ذوی القربیٰ ہوں خواہ اقسام باقیہ بالجملہ مصرف وقف میں احتیاج غذا کا ہونا ضروری ہوا سو اگر انکو اموال منقولہ دیجائیں تو دو طرح رفع احتیاج مذکور میں کام آسکتی ہیں ایک تو یہ کہ بطور مذکور انکو سلسلہ اسباب تحصیل غذا میں داخل کیا جائے مثلاً سواری پر چڑھکر نوکری وغیرہ کے لئے سفر کیا جائے تاکہ کچھ کماکر غذا بہم پہنچائی یا مثلاً ہنڈیا رکابی کچھ کہانے پکانے کے لئے کہا جاوے تاکہ بذریعہ وسیلہ کہانے پکانے کا ہو دوسرے یہ کہ اشیاء مذکورہ کو بیچکر کہا جائے لیکن اگر اتفاق سے پیٹ کو ایسی لگی ہو کہ جان پر بنی ہوئی ہو تو اس صورت میں بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف میں مقتضاء ہے رفع احتیاج کے بدلے انکو احتیاج کا بند کر دینا اور آسائش کے بدلے جو رفع احتیاج اُسکے لئے ہوتی ہے دو تا تکلیف میں ڈالدینا ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہوگی کہ چیز پاس ہو اور پھر اُس سے منتفع نہو سکے خرابی دل پروانہ ترس بر چہ بود کہ شمع را بتابند و سوختن ندہند اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقراء مساکین کے تو مفہوم میں داخل ہے پر یتامی اور ابناء سبیل میں بھی کثیر الوقوع ہے اور چونکہ سبب اس قسم کی احتیاج کا فقراء اور مساکین اور یتامی اور ابناء سبیل کے حق میں بے سر و سامانی معلوم ہوتی ہے تو تعجب اُسکا ارتفاع بجز اسکے متصور نہیں کہ انکو کچھ عطا کیا جائے تاکہ اگر غذا ہو تو خود اس سے ورنہ اُسے بیچکر اپنا پیٹ پالیں سو در صورتیکہ عطا میں انکو اختیار ہے نہو تو انکی طرف سے بہار میں پڑ رہی رکھے منافع مثل پیداوار زمین و اثمار و اشجار اقسام غذا میں ہوتی تو پھر اسکا بیچنا تو درکنار متولی وقف کو انکا دینا ہی کیا ضرور ہوتا بہر حال اموال منقولہ کا وقف ہونا فقراء اور مساکین وغیرہم کو مفید نہیں تو وہی وجہ جس سے مذہب امام ابو حنیفہ موجہ معلوم ہوتا ہے **اقول** یہ بھی جو کچھ کہ اسنے لکھا ہے سب فضول ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں اور اگر یہ لوگ جو کہ مصرف فے کے ہیں محتاج اور نادار اور تنگدست تھے یہ بھی تو تسلیم کیا کہ انکو انکی تنگدستی ہی کی جہت سے خدا تعالی نے انکو مال فے دیا کہ چاہیں اسکو فروخت کریں چاہیں اسکی آمدنی میں گذر اوقات کریں اور جناب رسولخدا صلعم کو فقیر اور محتاج نہیں کہہ سکتے اُنکی عظمت و جلال کے سبب سے اور نہ رسول کا لفظ فقیر ہی پر دلالت کرتا ہے بلکہ بعضی بعضی رسول بادشاہ ہو گئی ہیں اور

ہمارے حضرت صلعم کو احتیاج کسب کر نیکی نہتی غنیمت اور خمس اور فے میں حضرت کا حصہ تھا وہ حضرت کو کفایت کرتا تہا اور خدا تعالی حق میں فرماتا ہے کہ و وجدک عائلا فاغنی یعنی اور پایا تجہکو عیال دار فقیر پس تونگر کر دیا تجہکو اور اُسکے سوا جو کچہہ اس شیخ نے اپنے ذہن ناقص سے ایجاد کرکے لکہا ہی اُسکے رد کرنے میں ہمکو کچہہ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اسکو ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی جاہ یا مکانات کہ انکا وقف ہونا بہی بظاہر رفع احتیاج فقرا و مساکین وغیرہم نہیں ہو سکتا لیکن اموال غیر منقولہ اور اموال منقولہ میں دو فرق ہیں جنکے سبب انکو اموال منقولہ پر قیاس نہیں لیا جاتا ایک تو اموال منقولہ معدن رزق ہی نہیں جو مخرج قوت ہو سکیں بخلاف مکانات کے کہ انکی زمین بہر حال قابل پیداوار ہی اور چونکہ مدار وقفیت کا یہی قابلیت پر ہے پیداوار کا ہونا کچہہ ضرور نہیں ورنہ زمین وقف اگر مزروعہ ہو اور ایک سال یا چند سال کسی سبب سے افتادہ رہے تو اُسکی وقفیت باطل ہو جایا کرے اسلیے مکانات وقف کے زمین ہی قابل وقف رہنگی حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی شے کے کسی وجہ خارجی کے باعث مسدود و مفقود ہو جاے تو جو حکم اُس غرض کی وجہ سے اُسپر متفرع اور مترتب ہوا تہا وہ حکم موقوف نہو جائیگا ویرانوں کے مسجدوں میں گو بالفعل نماز نہیں پڑہی جاتی پر چونکہ قابلیت نماز بدستور باقی ہی تو حکم وقفیت بہی باقی ہی دوسرا فرق یہ ہی کہ گو ضرورت غذا ضرورت اصلی ہی لیکن ضرورت مکان اور ضرورت آب بہی ضرورت اصلی ہی کسی اور ضرورت کی ضرورت سے انکی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ دوپہرہ یہ دونوں ہی مثل غذا زمین سے حاصل ہوتی تو زمین کے وقف کرنیمیں ان تینوں ہی کا لحاظ چاہیئے ان تینوں میں سے کوئی سی بہی کچہہ غذا ہی کی خصوصیت نہیں پر چونکہ باقی اول تو اکثر بے دام و درم کے میسر آ ہی دوسرے تشنگی پیاس غذا کے کہانے سے پیدا ہوتی ہی تو اسوجہ سے گویا پانی کی ضرورت غذا ہی کی ضرورت پر موقوف ہوئی غایت فی الباب اور ضرورتیں تکمیل سلسلہ اسباب غذا ہوں اور یہ داخل سببات غذا تیسرے اکثر غذاؤنکا قیام اور قوام بہی پانی ہی سے ہے تو اسوجہ سے پانی بہی منجملہ اسباب غذا اور مثل اور ضروریات فرعیہ کے فرع غذا ٹہرا تو پانی کی ضرورت کے ارتفاع کی طرف تو ضرورت نہوئی اسلئے نہ آیہ ما افاء الله میں نہ اُسکے صلہ میں اسکی طرف کچہہ اشارہ فرمایا مگر ضرورت مکانات من کل الوجوہ ضرورت اصلی ہی اور پہر بجز مال کثیر کے اُسکی ارتفاع اور اندفاع کی کچہہ صورت نہتی اسلئے اُسکے ضم و فہم کی ضرورت پڑی سو میں جانتا ہوں لفظ اُخرجوا من دیارہم میں اسکی طرف اشارہ ہی لیکن اموال منقولہ میں سے کسی میں قابلیت نہیں کہ بالذات ان ضرور تونکو رفع کرسکے البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے سامان ہیں خواہ بطور سببیت کے جیسے ہنڈیا رکابی وغیرہ سے پکانا کہانا اور گہوڑے پر چڑہ کر نوکری کیجاوے یا بطور بدلیت کے یعنی اموال منقولہ کو بیچکر روٹی مکان پانی بہم پہنچانا لیکن ایسی ضرورت جس میں گہوڑے اور لباس وغیرہا کے بیچنے کی نوبت پہنچی بہ نسبت اُس ضرورت کے کہ یہ اُسکے حق میں منجملہ اسباب ہیں شدید ہی اور پہر باینہمہ اہل مصرف میں موجود ورنہ مصرف ہی کیوں ہوتی تو اموال منقولہ میں اسکی رعایت کرنی ضرور پڑی یعنی مثل پیداوار زمین اموال منقولہ میں ہی بعد عطا کے اہل مصرف کو اختیار دیے تاکہ بیچ کہوچ کر رفع ضرورت کریں بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار کے وہ بہی منقولات میں سے ہی ملک میں اہل مصرف کے کر دینی چاہئیں **اقول** جو کچہہ اسنے قول میں لکہا ہی وہ بہی سب مخمل اور باطل ہی **قال الشیخ الاشعری** اب سبکو معلوم ہو گیا کہ آیہ ما ملکت یمینک مما افاء الله علیک کچہہ ہماری مضر نہیں بلکہ الٹی موید ہی کیونکہ بظاہر من جو مما میں ہے تبعیضیہ ہے سو اس صورت میں ما ملکت یمینک سے دو باتیں معلوم ہو جائینگی ایک تو یہ کہ رسول الله صلعم تمام اموال فے کے مالک نتہے دوسرے جسقدر کے مالک ہوے وہ بجز دسلط ہو جانیکے مالک نہیں ہوتے تہے ورنہ سبہی کے مالک ہوتے کیونکہ سبب ملکیت اس صورت میں تسلط ہی ہوگا سو وہ سبہی میں پایا جاتا تو لاجرم کسی وجہ سے مالک ہوے ہونگے اور وہ بظاہر بجز اسکے کہ بعد تقسیم آپکے قبضہ میں آگیا اور کچہہ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ لفظ یمینک خود قبضہ پر دلالت کرتا ہی ورنہ اگر قبض کی ضرورت نہوتی فقط ملکیت بصیغہ خطاب فرما دیتی لفظ یمینک کی کچہہ حاجت نتہی **اقول** آیت ما ملکت یمینک بالکل تیری مضر ہی اسواسطے کہ تو برابر کہتا چلا آیا ہی کہ رسول خدا صلعم مال فے کے نہ کل کے نہ جزو کے کیسی کے مالک نتہے بلکہ تونے تو یہ کہا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک نتہے تجہکو اس آیت کی کیا خبر نہتی یہ ثمرہ قرآن کے یاد نہونیکا ہی اور من کی تبعیضیہ ہونیکا بہی ہمارا ہی مذہب ہے کہ جناب رسول خدا صلعم بعض اموال فے کے مالک ہوئے تہے اُس مقدار کے کہ جو حصہ حضرت کا تہا اور حضرت کے حصہ ہی میں سے ایک فدک بہی تہا اور یہ تو ہم بہی نہیں کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم تمام اموال فے کے مالک تہے بلکہ اُسیقدر کے مالک تہے جو کہ حضرت کے حصہ میں آیا تہا اور قبضہ میں تو حضرت کی تہا ہیں کل ہی مال فے تہا لیکن بعد تقسیم کے مالک اُسیقدر کے ہوتے جسقدر کہ حصہ میں آیا اور تقسیم کرکے دینے کا حضرت ہی کو اختیار تہا جسقدر چاہا اوروں کو دیا اور باقی کا اپنے پاس رکہا اور اب یہ شیخ حضرت کے مالک ہونیکا اقرار کرتا ہے کہ حضرت بعض مال فے کے مالک ہوتے تہے اور بعد اسکے پہر انکار کریگا جیسا کہ پہلے سے انکار کرتا چلا آتا تہا **قال الشیخ الاشعری** باقی کلام یہ ہے کہ اسمیں کہ قبل قبض مالک تو نتہے پر جیسے قرضخواہ مال مدیون میں بعد ادا غنی اور مال غنیمت میں مستحق ہوتے ہیں اور بوجہ اس استحقاق مدعی بن سکتے ہیں رسول الله صلی الله علیہ وسلم بہی مال فے میں مستحق تہے یا مثل فقرا و مساکین کہ انکو مال اغنیا اور کان زکوۃ میں اس قسم کا استحقاق نہیں ہوتا کہ مدعی ہو سکیں بلکہ قابل اعطا اور مصرف عطا ہوتے ہیں رسول الله صلعم بہی فقط منجملہ مصارف تہے اسلئے اسکی تحقیق بقدر فہم نارسا گزارش ہی جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا ہے ایک استحقاق قوی اور اُسکو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بہی کہتے ہیں دوسرا استحقاق ضعیف اور ہم اسکو استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی اور استحقاق مجازی بہی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ بیان معنی سے انشاء الله ظاہر ہو جائیگا استحقاق قوی میں مستحق کیجانب کوئی امر وجودی ہونا چاہیئے جو منشا استحقاق اور مبدء دعوی بنسکی ورنہ مستحق حقیقہ میں مستحق نہوگا چہ جائیکہ مزاحم ہوگا سو یہ بات دین کی صورت میں تو ظاہر ہی غنیمت میں بہی مخفی نہیں کیونکہ جہاد امر وجودی ہی اور یہی علم معلوم ہوتی ہی کہ مال غنیمت کی تحصیل کو بندونکی

طرف منسوب فرمایا اور یوں فرمایا واعلموا انما غنمتم من شیٔ ورنہ حقیقت میں سب چیزیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں اور استحقاق ضعیف میں فقط مفلسی اور ناداری جو امر عدمی ہے کفایت کرتا ہے لیکن ظاہر ہے
کہ عدم مثبت وجود نہیں ہو سکتا اس شے کا حق جو امر وجودی ہے ناداری سے جو امر عدمی ہے ثابت نہو گا اسیواسطے اگر کوئی کسی مفلس کو کچھ نہ دے تو بہ نسبت اس مفلس کے ظالم نہ گنا جائیگا اور نہ مفلس اسکی نالش
فریاد کر سکیگا ہاں اگر حقوق واجبہ کسی مفلس کو بھی نہ دے تو عند اللہ گنہگار ہو کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا تو ہے بالجملہ ناداری اور مفلسی مثبت حق نہیں فقط موجب قابلیت ہے اور یہ قابلیت تمام نوع
مفلسین میں برابر ہے تو جس کسیکو دیدیگا کام چل جائیگا اسیواسطے محققین کے نزدیک جملہ مصارف المندرجہ آیت انما الصدقات کا احاطہ اور استیعاب ضروری نہیں یعنی یہ لازم نہیں کہ سبھی
اصناف کو دے کیونکہ یہاں مدار کار امر عدمی پر ہے جو ناداری ہے اور وہ سب میں برابر ہے اور یہ بالبداہت مسلم ہے کہ سب اشخاص اصناف مذکورہ کا دینا لازم نہیں سو اگر بالفرض بوجہ مفلسی حق ہوتا تو سب کو دینا ضروری ہوتا اور
جب سب اشخاص کا دینا ضرور نہیں تو سب اصناف کا دینا بھی ضروری نہیں اور اس ناداری کی وجہ سے ان مصارف کا مقرر کرنا اکثر اصناف میں تو ظاہر ہے رہے عاملین اور مولفۃ القلوب
میں ناداری کا ہونا ہی سرے سے ضروری نہیں مدار استحقاق ہونا تو درکنار سو اسکا جواب یہ ہے کہ عاملین کا دینا تو وہ فقرا مساکین وغیرہم کا دینا ہے کیونکہ یہ نہوں تو صدقات کیونکر
وصول ہوں تو گویا یہ انکی نوکر اور اجیر ہیں انکا دینا فقرا مساکین ہی کے کام میں خرچ کرنا ہے گویا انہیں کو دیا فقرا مساکین وغیرہم ہی کو دیا باقی رہے مولفۃ القلوب سو انکا دینا بھی تو سبب
تکثیر صدقات تھا کیونکہ زکوۃ خوشی خاطر سے تو کوئی دیتا ہے البتہ عامل کو اگر سلطان وقت کی پشتی ہو تو وصول ہو سکے ہے سو فتح مکہ سے پہلے پہلے بسبب قلت اہل اسلام [illegible] انکا دینا [illegible] حاجت
تھی اور وقت فتح مکہ گو ظاہر ایک وجہ سے جماعت کثیر ہوگئی تھی لیکن حقیقت کو دیکھئے تو قصہ بدستور تھا کیونکہ مولفۃ القلوب بظاہر مسلمان تھے جب تک ایمان دل میں نہ [illegible] جاتا مگر
چونکہ داد و دہش میں اثر ہے کہ دینے والیکی محبت لینے والیکے جی میں پیدا کر دیتی ہے تو اس تدبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو بیخ ایمان ہے انکے دل میں جم جاتی تھی اور جو بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بکثرت ہو گئے اسواسطے اب مولفۃ القلوب کا سہم ہی ساقط ہو گیا الحاصل مولفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا مساکین وغیرہم کا دینا تھا [illegible] انکا دینا اُنکے حق میں
بمنزلہ تجارت تھا اسواسطے جب اس تجارت میں کچھ نفع نرہا اسکو موقوف کر دیا [illegible] اس زمانہ کے فقرا اور مساکین اسلام فقر و مسکنت کی وجہ سے کفار کی مخالفت ہوتی تھی سو اُنکو کچھ دیکر اپنا
موافق دل کر لینا گویا فقرا اور مساکین ہی کو دینا ہے کیونکہ داد و دہش سے فقرا کا فقر رفع ہو جاتا ہے سو وہی بات یہاں بھی نکلی [illegible] المولفۃ القلوب [illegible]
استحقاق ضعیف میں اسطرف کے جانب فقط امر عدمی ہوتا ہے اسلئے انکی طرف سے دعوی اور طلبگاری نہیں ہو سکتی ہاں خدا کی طرف [illegible] جو امر وجودی ہے منشا استحقاق ہوتا ہے اسلئے
خدا کی طرف سے مطالبہ اور مواخذہ رہتا ہے اور زکوۃ حق خداوندی کہتے ہیں گو فقرا مساکین کی طرف مجاز منسوب کرتے ہیں **اقول** [illegible] مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں [illegible]
مال [illegible] بعد اسکے انہی حضرت کے مالک ہوگئے اور حضرت ہی کے حصہ میں فدک بھی آیا تھا جسکا دعوی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا تھا اور خدا تعالی کی بخشش میں استحقاق
کیا دخل [illegible] جسکو چاہے دیوے اور جو کچھ استحقاق کی تحقیق میں ہے بعد اسکے جو [illegible] فائدہ [illegible] **قال الشیخ الاشعری** [illegible]
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] استحقاق [illegible] بطلان [illegible] کفار کی جانب آتا تھا [illegible]
نہیں [illegible] احتمال تھا سو [illegible] خدا تعالی نے [illegible] دفع کر دیا تو اب [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] استحقاق [illegible]
بن نہیں پڑتی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے مال فئ کی تحصیل کو بندوں سے منسوب نہیں فرمایا [illegible] افاء اللہ [illegible]
کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا سہم ساقط ہو گیا چنانچہ مذہب [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تجویز [illegible]
دلیل نہیں [illegible] فقط افادہ [illegible] خداوند کریم کو اس مال کو [illegible] قبضہ سے نکالکر رسول اللہ صلعم تک پہنچا [illegible] ملکیت [illegible] ملکیت [illegible] استحقاق [illegible]
نہیں تو بجز اسکے کہ رسول اللہ صلعم بنجملہ مصارف مال فئ ہوں [illegible] **اقول** خدا تعالی کی بخشش کے واسطے استحقاق [illegible] نہیں جسکو چاہے اپنے [illegible] امر وجودی [illegible]
یؤتیہ من یشاء [illegible] جسکو چاہے بادشاہی دیتا ہے اور کسیکو نبوت عطا کرتا ہے کیا استحقاق ان لوگوں کا درگاہ خدا میں موجود تھا وہ جسکو دینا چاہتا ہے استحقاق ہو یا نہ ہو جب کسیکو بادشاہی دینی
چاہتا ہے تو اُسکے سامان مہیا کر دیتا ہے جسکے وسیلہ سے بادشاہ ہو جاتے ہیں ایسے ہی [illegible] سامان پیدا کر دیا وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر نکل گئے یا صلح کر لی اور اُنکے اموال خدا تعالی نے اپنے
خاص بندوں کو عطا کئے استحقاق کی دو قسم بیان کرنی قوی اور ضعیف یہ بھی ایجاد فقیر ہے اور اگر اسطرح سے ہو بھی تو آدمیوں کی بخشش میں ہوگا نہ خدا تعالی کی بخشش میں اور اگر استحقاق
ضعیف رسول خدا صلعم کے واسطے مقرر کیا جائے تیری مزعوم کے موافق تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں اور مال غنیمت کو جو خداوند تعالی نے بندوں کی طرف منسوب کیا اسواسطے کہ وہ انہوں نے
لوٹ کر جمع کیا تھا اور مال فئ انہوں نے جمع نہیں کیا تھا بلکہ وہ محض تفضل خدا سے تھا اسواسطے خدا تعالی نے اسکو اپنی طرف منسوب کیا کہ وہ بے مشقت کسی آدمی کے ہاتھ آیا تھا اور بعد وفات
جناب رسول خدا صلعم کے سہم حضرت کا ساقط نہیں ہوا ہے اور شیعہ کے نزدیک سہم رسول خدا صلعم کا امام کے واسطے نہیں کہتی ہیں [illegible] یہاں روایتیں [illegible] مضمون کی ہیں [illegible] مل ہوتی
ہیں اور تفصیل انکی روایتوں میں ہے اور یہی مذہب بعضے اہل سنت کا ہے کہ سہم رسول خدا صلعم کا بعد اُن حضرت کے واسطے امام کے ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے آیت فئ کی تفسیر میں

وبصرف الآن سہم الرسول الی الامام علی قول یعنی اور صرف کیا جائے اب حصہ رسول صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور
لشکر کے صرف میں کیا جائے اور اب حصہ رسول صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور لشکر کے صرف میں کیا جائے اور بعضی کہتے ہیں کہ
مصالح مسلمین میں صرف کیا جائے چنانچہ یہی تفسیر بیضاوی میں پہلے قول کے بعد لکھا ہے الی العساکر والثغور علی قول والی مصالح المسلمین علی قول لیکن یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ سہم حضرت
کا بعد حضرت کے ساقط ہو گیا ہے اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو مال کفار کا حضرت تک پہنچا دیا ہے اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوئی لیکن جس وقت خدا تعالی نے اس میں
حضرت کا حصہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ فللہ وللرسول و حضرت نے اپنا حصہ اس میں سے بعد تقسیم کے لیا تو حضرت اپنے اس حصہ کے مالک ہو گئے اور یہی مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ سے ثابت ہے اور استحقاق
کو کچھ دخل نہیں ہے خدا تعالی کی بخشش ہیں اور ہم بھی حضرت کو ایک مصرف مال فے کا کہتے ہیں اور اسی واسطے حضرت مال کے موافق اپنے حصہ کے مالک ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
بہرحال آیت وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ میں اگر افاءہ بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو تو در صورتیکہ من جو اس میں تبعیضیہ ہو ہمارے مخالف نہیں بلکہ موید ہے اور اگر برخلاف ظاہر من کو بیانیہ کہئے
تو پھر اس میں مضائقہ نہ ہوگا جو عموم پر دلالت کرے اور تمام فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ موصوف ہوگا ورنہ لازم آئے کہ مال فے ما ملکت میں منحصر ہو اور سوا ما ملکت کے کچھ نہ ہو یہ سارا جھگڑا
تو اس صورت میں ہے کہ افاءہ فے معنی اصطلاحی سے مشتق ہو اور در صورتیکہ افاءہ بمعنی اعادہ اور رد کے ہو اور حاصل یہ ہو کہ خداوند کریم نے اپنے مال کو کفار سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
ڈالا ہے تو بہت سے مال ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس آیت میں کوئی دستاویز نہ ہوگی کیونکہ یہ معنی غنیمت اور فے میں دونوں میں بن پڑتے ہیں اور حق دیکھئے تو یہی بات معلوم
ہوتی ہے کیونکہ منشاء و مبدا اس اصطلاح کا اگر ہے تو آیت سورہ حشر یعنی ما افاء اللہ علی رسولہ ہے مگر سورہ احزاب جس میں آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ ہے سورہ حشر سے پہلے نازل ہو چکی
تھی چنانچہ اتقان میں ابن ضریس کی روایت جو در باب ترتیب نزول سور تہائے قرآنی نقل کی ہے اس میں ترتیب مشرح مذکور ہے معہذا سورہ حشر میں بھی خود افاء بمعنی اصطلاحی نہیں
بلکہ معنی لغوی مراد ہیں کیونکہ افاءہ بمعنی اصطلاحی یہ ہیں کہ جنگ و جدال کی نوبت نہ آئی سو یہ بات رہے قتل و قتال اور بے جنگ و جدال مال ہاتھ آ جائے یہ تو فما اوجفتم سے ماخوذ ہے اگر افاءہ
کے مفہوم میں یہ بات داخل ہوتی تو فما اوجفتم کی کیا حاجت تھی پر جب لفظ کثرۃ الاستعمال ہو گیا تو اختصار کے لئے سارے جملہ مَآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ الخ
معنی ایک فے میں بھر لئے جیسے جہاد میں تمام جاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ کے معنے داخل کر لئے ہیں الغرض جب آیت سورہ حشر میں جو ماخذ اصطلاح مذکور ہے خود افاءت بمعنی لغوی ہو تو
آیت احزاب سے پہلے نازل ہو چکی اس میں افاء بمعنی اصطلاحی کیونکر ہوگا **اقول** خواہ فے آیت ما ملکت یمینک مما افاء اللہ میں معنی اصطلاحی ہو خواہ معنی لغوی اور من جو اس میں خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ
تیری واسطے ہر طرح سے مضر ہے اس واسطے کہ تو تو ابتدا سے کہتا چلا آتا ہے کہ رسول صلعم مال فے کے مالک تھے نہ کل کے نہ جزو کے اور اس آیت سے حضرت کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اگرچہ بعضی ہی مال کی ہو اور فے
پر کیا مقر ہے تو تو یہ کہتا ہے کہ جناب رسول صلعم کسی چیز کے دنیا میں مالک ہی نہ تھے اور ہم تو من کو تبعیضیہ ہی کہتے ہیں اور یہ ہمارا دعوی نہیں ہے کہ کل مال فے مملوک رسول صلعم تھا بلکہ ہم تو اس
مال کو مملوک حضرت کا کہتے ہیں کہ جو حضرت کے حصہ میں آیا تھا اور اس میں فدک بھی تھا اور اگر معنی لغوی مراد ہوں فے کے کہ خدا تعالی نے اپنے مال کو کفار سے پھیر کر رسول صلعم کے ہاتھوں
ڈال دیا ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ملکیت جناب رسول صلعم کی ما ملکت کے لفظ سے ثابت ہے اور سوائے اس کے آیت ما افاء اللہ سے حضرت کی ملکیت ثابت ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت ما افاء اللہ
پہلے نازل ہوئی ہے آیت ما ملکت یمینک کا ساتھ اس واسطے کہ جب حضرت مالک ہوئے ہیں حکم سے آیت ما افاء اللہ کے تو بعد اس کے حق تعالی نے فرمایا کہ ما ملکت یمینک اور اتقان میں اگر یہ لکھا ہے کہ سورہ
احزاب سورہ حشر سے پہلے نازل ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب آیتیں بھی سورہ احزاب کی سورہ حشر کے سب آیتوں سے پہلے نازل ہوئی ہوں اس واسطے کہ اکثر کی سورتوں میں آیات مدینہ
داخل ہیں اور وہ آیات مدینہ کی آیتوں سے جو کہ مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں نزول میں کیونکر مقدم ہوں گے اور سورہ حشر میں بھی مراد فے سے معنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی ہی مراد ہیں
وہاں بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے نہ تیرا اس واسطے کہ اس وقت یہ معنی ہونگے کہ خدا تعالی نے جو کچھ اعادہ کیا ہے اور رد کیا ہے اپنے رسول صلعم پر کہ وہ لائق اسکے تھا کہ اسکے واسطے وہ ہو اس واسطے کہ پیدا
کیا ہے خدا تعالی نے آدمیوں کو اپنی عبادت کے واسطے اور جو کچھ اور پیدا کیا ہے وہ انکے واسطے ہے تاکہ وسیلہ ڈھونڈیں وہ اسکے ساتھ طرف طاعت اسکی کے پس لائق ہے وہ کہ ہووے واسطے فرمان برداروں
کے اور یہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جس وقت کہ وہ مال انکے واسطے ہوا تو وہ مالک ہوئے اس مال کے اور آیہ ما ملکت یمینک ہرگز پہلے نازل نہیں ہوئی ہے آیہ ما افاء اللہ سے
جس سے یہ لازم آئے کہ سورہ حشر میں افاء معنی لغوی مراد ہو تو اس سے پہلے کی آیت میں معنی اصطلاحی کیونکر مراد ہونگے اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ جہاں چاہیں ہم معنی لغوی یا
اصطلاحی مراد لیویں اور مطلب ہمارا ہر طرح سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جملہ مراتب متعلقہ آیہ ما افاء اللہ سے فراغت پائی اور ہر فہمیدہ غیر فہمیدہ کے نزدیک
یہ بات متحقق ہو گئی کہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھا نہ اس میں ہبہ کی قابلیت ورنہ اس میں میراث جاری ہو سکی اور یہ بھی متیقن ہو گیا کہ روایت ہبہ فدک جو شیعوں کے
نزدیک باب غصب فدک دلیل کامل ہے محض افترا اور بہتان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصور میں نہیں آ سکتا کہ مال غیر مملوک کو دیدہ و دانستہ کسی کو بطور ہبہ حوالہ کر دیں ہاں اگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ سمجھنے کا احتمال ہوتا تو یوں بھی سہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کلام... اور کلام اللہ کے دقایق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے ہم جیسے سمجھا

تو کلام اللہ کے اشارات سمجھ جائیں اور رسول اللہ صلعم نہ سمجھیں سمجھ میں نہیں آتی مگر شیعوں کے نزدیک یہ بات ہو تو ہو بایں ہمہ اگر رسول اللہ صلعم نہ سمجھتے کوئی امتی سمجھتے تو یوں بھی
کہہ سکتے کہ اجتہاد تھا کچھ وحی تو تھی ہی نہیں جو غلطی نہ ہو سکے یہاں تو یہ صورت کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر تنبہ نہ ہوئی ہو اس صورت میں اگر
بالفرض والتقدیر بفرض محال نقل کفر کفر نباشد آپ کلام اللہ سے اس اشارہ کو کہ فدک جو منجملہ فے ہے مملوک نہیں سمجھے ہوتے اور اسوجہ سے براہ غلطی ہبہ بھی کر دیتے تب لازم تھا کہ وحی ربانی
سے اصلاح اور تصحیح ہو جاتی اور فدک کو مسترد فرماتے **اقول** الحمد للہ کہ جو احتمالات واہیہ کہ اس شیخ نجدی نے آیۂ ما افاء اللہ میں پیدا کئے تھے ہم نے انکے باطل کرنے سے فراغت پائی اور آئندہ
جو کچھ یہ لکھیگا اسکو بھی ہم باطل کرینگے اور اب ہر فہمیدہ اور غیر فہمیدہ پر متحقق اور واضح ہو گیا کہ فدک بیشک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اسیواسطے کہ فدک جناب سرور کائنات
کی ملک میں تھا تو حضرت نے اسکو بنام فاطمہ زہرا علیہا السلام ہبہ کیا تھا چنانچہ ہبہ کرنا اسکا اہل سنت کی بھی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ جسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور بعد وفات
جناب رسالتمآب صلعم کے ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے اور حضرت فاطمہ سے فدک کو انہوں نے چھین لیا تو اس مظلومہ نے دعوی میراث کا کیا کہ میں رسول خدا کی بیٹی ہوں مجھکو میراث [illegible] پہنچتا ہے سو وقت
خلیفہ جیسا نے ایک روایت بنا کر کہا کہ پیغمبر خدا صلعم کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ روایت ہبہ فدک جو ہے وہ اہل سنت کی اور شیعوں دونوں کی کتابوں میں جو ہے افترا اور بہتان کیونکر
ہو سکتا ہے افترا اور بہتان تو وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے ایسی کوئی بات بنائے کہ وہ کتابوں میں نہ ہو اور جب معتبر کتابوں میں بڑے معتبرین علماء نے اسکو لکھا ہو تو وہ افترا
کیونکر ہو جائیگا اور فدک کہ جو مال فیٔ میں سے ہے اسکا ہم مملوک رسول خدا صلعم ہونا ثابت کر آئے ہیں اور قرآن سے ثابت ہے کہ مال فیٔ مملوک رسول خدا صلعم بھی تھا چنانچہ آیہ ما افاء اللہ ہی سے
ثابت ہے اور دوسری آیت مال فیٔ کی مملوک رسول خدا صلعم کے ہونے کی یہ آیت ہے وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلے اس سے ہم اس آیت کو تین چار مرتبہ لکھ چکے ہیں جب قرآن
سے ثابت ہوا کہ مال فیٔ مملوک رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا تو پھر حضرت نے ہبہ کیا تو اپنا مال مملوک ہبہ کیا اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مملوک کو ہبہ نہیں کر سکتے ہیں لیکن جبکہ ہبہ کیا جیسا
وہ کتابوں میں لکھا ہے تو وہ مملوک ہی حضرت کا تھا اور غیر مملوک ہوتا تو کیونکر ہبہ کرتے اور کلام اللہ سے تو ہرگز یہ بات پیدا نہیں ہوتی ہے کہ مال فیٔ مملوک رسول خدا صلعم نہ تھا بلکہ مملوک ہونا ثابت ہے
اور وہ حضرت اپنا مملوک ہونا ہی سمجھے ہوئے تھے بموجب حکم خدا اسیواسطے ہبہ کیا لیکن تیرے نزدیک جناب رسول خدا صلعم البتہ قرآن کو سمجھے ہوئے نہ تھے تیری رائے کے مخالف ہبہ کیا
اور جو احتمالات باطلہ کہ تو نے نکالے ہیں انپر عمل نہ کیا اور تمکو دعوی ہے قرآن کے سمجھنے کا جسکو نہ ابوبکر سمجھا اور جسکی حقیقت کے نہ پہنچنے سے تہتر فرقے ہو گئے چنانچہ کہتا ہے کہ
پیغمبر ان قرآن کے اشارات کو سمجھے تو وہ کیوں نہ سمجھتے ہونگے تو رسول خدا کے سمجھنے کا ایک احتمال ہی ہو سکتا ہے کہ شاید سمجھے ہی ہوں اور تو جو دعوی کرتا ہے کہ میں قرآن کے اشارات کو خوب
سمجھا ہوں ہر چند یہ گفتگو پاگلوں اور دیوانوں کی سی ہے لیکن تو نے کوئی آیت اس مضمون کی نہ نکالی کہ جو تصریح مال فیٔ کے ملک رسول خدا نہ ہونے پر دلالت کرے احتمالات واہیہ
نکالکر حق کو باطل کرتا ہے ایسے ایسے احتمالات تو دہریے اور ملحدین بھی اپنی طرف سے پیدا کر کے وحدانیت خدا کے قائل نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ بھی انکے احتمالات بہت مضبوط ہیں کہ انکا دفع
کرنا مشکل ہوتا ہے اور تیرے احتمالات ایسے واہی اور سست ہیں مثل نسج عنکبوت کے کہ تھوڑے سے اشارہ میں پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور اجتہاد کے واسطے امتی کی کیا تخصیص ہے
تیرے نزدیک تو انبیاء بھی اجتہاد کرتے تھے اور انسے اجتہاد میں غلطی ہوتی تھی جیسے تیرے نزدیک حضرت داؤد سے غلطی ہوئی سو جناب ختم المرسلین نے جو غیر مملوک کو ہبہ کیا تو انسے
غلطی ہوئی اور یہی تیرے دل میں ہے اور یہ ایک احتمالی بات ہے کہ تصور میں نہیں آسکتا [illegible] البتہ [illegible] ہبہ کر دیتے صاف صاف کیوں
نہیں کہتا کہ ان حضرت سے بھی غلطی ہوئی جیسے کہ حضرت داؤد سے غلطی ہوئی اور یہی ہوا ہو تیرے نزدیک کہ حضرت نے بعد اس کے متنبہ ہو کر ابوبکر سے کہا
یعنی معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث اور مال فے کا مملوک ہونا تو کلام اللہ میں لکھا ہے مملوک نہ ہونے کو کلام اللہ سے کیونکر سمجھتے تاکہ اس کو نہ سمجھکر غلطی سے
ہبہ کر دیتے اور احتیاج اس کے اصلاح کی وحی ربانی سے ہوتی مال فے کے مملوک ہونے ہی کو کلام اللہ سے سمجھ کر ہبہ کیا تھا اور تو جو کچھ کہتا ہے الٹی ہی
کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر شیعہ اتنی گنجایش پاکر سنیوں کے نزدیک ممکن ہے کہ نبی سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام
سے باوجود نبوت حکم میں غلطی ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود نبی نہ ہونے کے صحیح سمجھ جانا چنانچہ سورۂ انبیاء میں آیۂ وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ
مذکور ہے اسبات پر شاہد بھی ہے اپنے مذہب سے دست بردار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق کی ضد میں یوں کہنے لگیں کہ فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونا بشہادت
کلام اللہ مسلم لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ فدک کو ہبہ بھی ضرور ہی کیا ہے ہبہ ہو تو یہ ہو کہ بوجہ غلطی اجتہاد کلام اللہ کا یہ اشارہ نہ سمجھا ہو سو اسکا جواب اول تو یہ ہے
کہ اتنی دور جانے اور اسقدر تکلیف کرنیکی کیا ضرورت ہے اس سے سہل ترکیب میں بتائے دیتا ہوں جسمیں مذہب کو بھی آنچ نہ آئے اور بات کی بات بنی رہے یعنی جناب
یوں ہے کہ یہ بات نعوذ باللہ خدا ہی کے ذمہ لگائی اور اسبات میں بھی بدستور دیگر اغلاط خداوندی نعوذ باللہ منہا بداء کے قائل ہو جائیں اور رسول اللہ صلعم کو اس لوث سے بچائیے
کیونکہ یہ بزرگی تو اسلاف شیعہ نے خدا ہی کے لئے تجویز کر رکھی ہے اور رہا انبیاء کچھ حاصل بھی نہیں سنیوں کے نزدیک اگر نبی کی نسبت اغلاط فہمی کا امکان ہے اور

نزدیک کیا۔ وہ بھی خدا ہی کی بنی کہیں ہیں تو وہ اسماعت کے بھی قائل ہیں کہ وحی سے اسکی اصلاح ضروری ہے **اقول** خود ہی اپنی طرف سے یہ شیخ نجدی ایک ایک سوال
بنا بنا کر لایا اور پھر اسکا جواب تراشتا ہے کہ حسب شیعہ پیغمبر بدل دیے اور انبیاء علیہم السلام کو غلط گو ٹھیراتا ہے نعوذ باللہ منہ جب پیغمبر سے غلطی ہوئی تو وہ کیونکر قابل اعتبار کے رہا
وہ تو ایک بازاری آدمی ہوا اور یہ جھوٹا اسکا جھوٹا ہوا کہ اغلاط سے بری ہے اور حضرت داؤد پر تہمت و افترا کرتے ہیں کہ اُنسے غلطی ہوئی اور حال یہ ہے کہ اُنسے ہرگز غلطی نہیں ہوئی
بلکہ نہ ہونے سے بھی موافق حکم خدا کے جو پہلے سے چلا آتا تھا حکم دیا اور اب خدا تعالیٰ نے اُس حکم کے عوض حکم حضرت سلیمان کو تعلیم کرکے اُس حکم کو منسوخ کر دیا اور شیعہ ایسا لوچ سوال
کیوں کرینگے جیسا کہ تونے لکھا ہے اور کلام اللہ سے تو مال فی کا مملوک ہونا ثابت ہے اور آپکی کلام اللہ گواہی دیتا ہے اور شیعہ ایسے بیہودہ نہیں ہیں کہ کلام اللہ تو فی کے مملوک ہونیکی گواہی
دیتا ہے اور وہ کہنے لگیں کہ مال فی مملوک رسول خدا صلعم نہیں ہے جیسے کہ تو بیہودہ باولوں کی سی گفتگو کرتا ہے کہ کلام اللہ سے تو مال فی کا مملوک ہونا ثابت ہے چنانچہ تو بھی پہلے اس آیہ ماملکت
یمینک مما افاء اللہ کے ذکر میں کہہ آیا ہے اور پھر مملوک ہونیکا انکار کرتا ہے اور حضرت نے ہبہ بیشک کیا لیکن غلطی سے نہیں کیا بلکہ اپنے ملک کا جو کلام اللہ سے ثابت ہے ہبہ کیا اور انبیاء کی
غلطی کا تو ہی معتقد ہے تو ہی اسمیں گرفتار رہ اور ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے ہم انبیاء کو سب عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور یہ جواب بدا سے جو تونے دیا ہے بدا کا یہاں کیا محل ہے اور بدا کے معنی جو
اپنی طرف سے تجویز کرکے ہماری طرف منسوب کرتا ہے ہم ہرگز ایسے بدا کے قائل نہیں ہیں ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی اور نہ اُسکو کسی امر میں جاہل جانتے ہیں
بلکہ اسوا اس کے ابتدا سے انتہا تک کلیات و جزئیات اور ما کان و ما یکون کا عالم جانتے ہیں کافی میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ
اور دوسری روایت میں ہے کہ ان اللہ لم یبد لہ من جہل اور اسی طرح سے کئی روایتیں ہیں اور جو کچھ تونے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے بدا کے مقدمہ میں لکھا ہے دیکھ لے
کیسے جواب دندان شکن اُسکے دیے ہیں اور جو کچھ تو بدا کے مقدمہ میں افترا کرتا ہے سب کذب و بہتان ہے اور جھوٹے پر خدا لعنت کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال فدک کے
ہبہ ہونیکی کوئی صورت نہیں جو روایت ہبہ کو ملانے اور اُس سے فاطمہ زہرا کو مالک جانے غرض ہبہ کا باطل ہونا روشن ہوگیا اور کیونکر روشن نہو ہبہ کے لیے ملک واہب تقدم ہے
سو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت اراضی فی کے جنمیں سے فدک بھی ہے مالک نہونا ثابت ہوگیا اور علی ہذا القیاس فدک میں میراث کا جاری ہو سکنا نہو سکنا بھی بخوبی واضح
ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ اگر آیہ یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہے اور خطاب عام ہے خاص امت ہی کو نہیں تب بھی نسبت
ابوبکر صدیق کوئی حرف عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ آیہ ما افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی نسبت فدک وغیرہ اموال فی کی مخصص ہے چنانچہ واضح ہو چکا بلکہ غور سے دیکھیے تو تخصیص
کہنے کی بھی کچھ حاجت نہیں تخصیص ہو تو یہ معنی ہوں کہ آیہ یوصیکم اللہ سے بہ نسبت فدک بھی یہی حکم نکلتا تھا لیکن مثل استثنا آیہ مذکور یا کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا
کر دیا ہے سو یہ بات یہاں کوسوں پاس کو نہیں پھٹکتی کیونکہ آیہ یوصیکم اللہ اگر متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل بھی ہوگی تو اُس متروکہ کو شامل ہوگی جو مملوک نبوی ہو کیونکہ میراث
تو اشیاء مملوک موروث میں جاری ہوتی ہے فدک جب وقف ہوا تو مملوک ہی نہیں تو عموم آیہ یوصیکم اللہ میں داخل کیونکر ہوا اگر آیت نہوتی تو البتہ درصورت تسلیم عموم خطاب اسکی ضرورت
پڑتی کہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کو مخصص کہیے لیکن بحمد اللہ اسکی ضرورت ہی نہوئی **اقول** ہبہ ہونا فدک کا کتب فریقین سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے مفصل مذکور ہو لیا چاہے تو اسکو
مان یا نہ مان اور جب ہبہ ہونا ثابت ہوگیا تو بیشک حضرت فاطمہ زہرا اُسکی مالک تھیں اور وہ اُنکی ملک میں ہوگیا اور ابوبکر نے جو اُن سے چھین لیا تو وہ غاصب ٹھیرے اور یہ کہنا تیرا ثابت
ہونا ہبہ سب پر روشن کر دیا اور کیونکر روشن نہو کہ جب فریقین کے علماء اُسکے ہبہ ہونیکو لکھتے ہیں اور ہبہ کرنیکو جو موہوب کا ملک واہب ہونا چاہیے سو کلام اللہ سے ثابت ہے کہ مال فی جسمیں فدک بھی
تھا وہ مملوک رسول خدا صلعم تھا چنانچہ ہم اُسکو ثابت کر آئے ہیں اور بہ مال فی کا مملوک رسول خدا صلعم نہونا ہرگز ثابت نہیں ہے اور جو احتمالات کہ اس شیخ نے اسکے مملوک نہونے میں بیجا کیے
تھے ہم ان سب کو باطل کر دیا ہے اور جب فدک کا مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو میراث بھی اسمیں جاری ہو سکتی ہے اور اُسکے جاری ہونیکو ہم ثابت کر چکے اور آیہ یوصیکم اللہ رسول خدا صلعم کو اور امت کو دونوں کو
برابر شامل ہے کہ خطاب اسکا عام ہے اور جب ان حضرت کیطرف بھی خطاب ہوا اور ابوبکر نے وارثوں کو اُنکے ترکہ میں سے نہ دیا تو ابوبکر کے غاصب ہونے میں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اور آیہ ما افاء اللہ سے
ہرگز تخصیص اُس آیت کی نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فی مملوک رسول خدا صلعم تھا اور نہ کوئی اور مخصص اُسکا پایا جاتا ہے اور نہ کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا کر دیا ہے
بلکہ کل ترکہ میں ان حضرت کے میراث جاری ہوگی اور آیہ یوصیکم اللہ اسی متروکہ کو ان حضرت کے شامل ہے کہ جو مملوک حضرت کا ہے اور فدک بھی مملوک حضرت کا تھا چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور ابوبکر کا قول لا نورث سے بھی یہی ثابت ہے کہ فدک
مملوک حضرت کا تھا اور مال فی کو وقف ہونیکا کوئی قائل نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات تراش کر جو چاہتا ہے سو کہتا ہے اور کیونکر وقف ہو وہ مال کہ جسکا مملوک ہونا قرآن سے ثابت ہے اور جب مملوک ہوا تو بیشک آیہ یوصیکم اللہ میں داخل ہوگا
اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم تکثیر سواد وجوہ رفع مخالفت آیہ مذکورہ حدیث مسطور کے لیے ماسوا اُس تقریر کے جو درباره تخصیص گزر چکی ہے اسقدر اور مرقوم ہے کہ آیہ یوصیکم اللہ میں
کچھ بھی تخصیص نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ باتفاق فریقین اور بہت سی تخصیصیں ہوئی ہیں چنانچہ کافر وارث نہیں ہوتا غلام وارث نہیں
ہوتا قاتل موروث وارث نہیں باایں ہمہ ان تخصیصات پر کلام اللہ کا کوئی لفظ آیہ مذکورہ سے متصل ہو یا منفصل دلالت نہیں کرتا بجز اسکے نہیں کہہ سکتے کہ احادیث مخصص ہوئی ہوں پھر

بھی ایسے ہی حدیث ما ترکناہ صدقہ نے کیا قصور کیا ہے کہ مخصص نہیں ہو سکے اگر یہ حدیث آیت مذکور کی باین معنی مخالف کہتے ہو کہ مخصص ہے تو جو حدیثیں اور تخصیصوں پر دلالت کرتی ہیں بدرجہ اولیٰ مخالف
ہونگی اسواسطے نہ کوئی لفظ اس آیت میں اُنکی موید ہے جیسا کہ قرینہ غلبت یوصی ہے خصوص خطاب کم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مذکور ہوا مضمون حدیث ما ترکناہ کا موید ہے اور نہ کوئی دوسری آیت ان
احادیث کے مساعد ملتی ہے جیسا کہ آیت ما افاء اللہ حدیث مذکور کے مساعد ہے **اقول** کیا فائدہ ہے بیان کثیر وجوہ رفع مخالفت آیت مذکورہ سے جب تک کہ ایک وجہ بھی مفید نہو اور روایت ما ترکناہ صدقہ
ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہے بلکہ مخالف اُسکے ہے اور کافر اور غلام اور قاتل مورث کو جو میراث نہیں پہنچتی یہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اسواسطے انکو مانع میراث ہم جانتے ہیں اور وارث خاندان نبوت کا
کوئی مانع ثابت نہیں ہوا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول نہیں فرمایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے تفسیر میں آیت یوصیکم اللہ الخ کے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے روایت نحن معاشر الانبیاء
تو عموم للذکر مثل حظ الانثیین سے تمسک کیا اور اسمیں اشارہ ہوا طرف اس امر کے کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کی مخصص نہیں ہو سکتی اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن
عام کی ہو اور جو بعد تک متاخر ہے ناسخ ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ کلام مستقبل حنفیوں کی نزدیک مخصص نہیں ہو سکتا بلکہ ناسخ ہوتا ہے اور صاحب تلویح نے فوائد قیود تعریف تخصیص میں لکھا ہے کہ خرج بہ التخصیص
لانہ یکون متراخیا یعنی پس نکلگئی تخصیص اسواسطے کہ وہ متراخی نہیں ہوتے ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ کتاب خدا ہو جاوے اور خبر واحد ناسخ کتاب خدا ہو نہیں سکتی چنانچہ تلویح میں ہے
لعدم التراخی ان الکتاب لا ینسخ بخبر الواحد یعنی واسطے نہونے نزاع کے اس امر میں کہ تحقیق کتاب خدا منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے اور اگر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اُسوقت تمہاری نزدیک غلطی
ہوئی تھی تو حضرت علی کہ جو عالم تھے سب مسائل کے انہوں نے حضرت فاطمہ کو آگاہ کیوں نہ کر دیا کہ ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں وہ صحیح ہے تم رنج نکرو اور ابوبکر سے کلام نکرو یہانتک کہ خود بھی مع حضرت عباس
کے بعد اُسکے عمر کے زمانہ میں دعوی میراث کا کیا اور روایت نحن معاشر الانبیاء کو مخصص آیت مذکورہ کا نجانا کیا یہ بھی غلطی پر تھے تعجب ہے کہ جو لوگ کہ مصداق آیت تطہیر کے ہوں وہ تو غلطی پر ہوں
اور جو شخص کہ جائز الخطا ہو وہ حق پر ہو اور جب کہ روایت ما ترکناہ صدقہ مخصص نہوئی تو بیشک مخالف آیت مذکورہ کی ہوگی اور سوائے اُسکے جسقدر کہ حدیثیں تم نے لکھی ہیں کہ مخالف نہیں ہو سکتے
کہ مخصص مخالف نہیں ہوتا ہے اور روایت مذکورہ مخصص جو نہیں ہے اسواسطے اسکو ہم مخالف آیت مسطورہ کے کہتے ہیں اور قرینہ غلبت کا ہرگز خصوص خطاب کم پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ خطاب کم عام
ہے اور نہ آیت ما افاء اللہ موید روایت موضوعہ مذکورہ کی ہے جیسے کہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر آیت ما افاء اللہ سے بھی قطع نظر کیجیے اور حدیث مذکور میں
خطاب اور نفسہ یا حدیث دیکھئے تب بھی پیش بریں نیست کہ حدیث مذکور آیت مسطور کے مخصص ہوگی مخالفت کہاں اور اگر تخصیص بھی مخالفت کہلاتی ہے تو ایسے مخالفت شیعہ بھی کہنے کے نزدیک
درست ہے تکرار کی کیا بات ہے ہاں مخالفت اس کو کہتے ہیں کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اصلی اولاد کے اولاد کو میراث دیجائے جیسے کہ شیعہ کہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں حالانکہ اولاد کی اولاد بلاشبہ
اولاد ہی میں داخل ہے اور خود جناب باریتعالی بھی فرماتے ہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اولاد کو میراث دلانے کے باب میں خود جناب باریتعالی وصیت فرماتے ہیں پھر
جب اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہوتی تو انکی وراثت آپ ثابت ہو گئی اور اگر اولاد کی اولاد اولاد ہونے میں بھی حضرات شیعہ کو سند ہی کی ضرورت ہے اور بے سند اور بے دلیل ایسے مضامین
نہیں سمجھ سکتے تو لیجیے سند بھی موجود ہے کلام اللہ میں اولاد کی اولاد بھی کو آیت مباہلہ یعنی ندع ابناءنا وابناءکم میں ابناءنا فرمایا اسلئے کہ باتفاق فریقین ابناءنا سے حضرت حسنین علیہما
مراد ہیں حالانکہ وہ دونوں صاحبزادے رسول اللہ صلعم کے تھے بیٹی کی بیٹی تھے دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد تھی انکو خداوند کریم
بار بار بنی اسرائیل کہتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کے معنے یعنی اولاد یعقوب ہیں اسلئے کہ بنی معنی اولاد اور اسرائیل دوسرا نام حضرت یعقوب ہیں اور ظاہر ہے کہ سب لوگ اسزمانے میں بنی اسرائیل حضرت
یعقوب کے بیٹے تو تھے ہی نہیں اولاد کی اولاد تھی وہ بھی کئی پشتوں کے بعد علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آدمیونکو خداوند کریم اس آیت میں بنی آدم یا بنی آدم
لا یفتننکم الشیطان اور نیز اور آیت میں بنی آدم فرماتا ہے حالانکہ حضرت آدم کا بیٹا جو کہ تھا اُسکے تو کہیں دنیا کے پردے پر ہی نہ تھا پس یہ اولاد کی اولاد ہوئی **اقول** روایت
لا نورث جسکو تم حدیث کہتے ہو ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ابھی پہلے قول میں ہم لکھ چکے ہیں اور جب مخصص نہیں ہے تو مخالف ہوگی اور اولاد کی اولاد کو شیعہ قائم مقام
اولاد کی جانتے ہیں اس حال میں کہ ماں باپ میت کے خواہ زندہ ہوں خواہ مر گئے ہوں چنانچہ شرائع الاسلام میں لکھا ہے و اولاد الاولاد یقومون مقام آبائهم عند عدمهم فی مقاسمة الابوین یعنی
اگر میت کے ماں اور باپ موجود ہوں اور اسکی اولاد زندہ ہوگی بلکہ اُسکی اولاد کی اولاد زندہ ہوگی تو اولاد کی اولاد اپنی ماں و باپ کی قائم مقام ہو کر اپنے ماں اور باپ کا حصہ میت کے ماں اور باپ کے ہمراہ پائینگے
اور یہی مذہب کل امامیہ کا ہے مگر ابن بابویہ تنہا کا یہ قول ہے کہ میت کے ماں باپ کی ہوتی اُسکی اولاد کی اولاد کو نہ دیا جائے سو جو روایت کہ اس مضمون کی ہے وہ ابن بابویہ کے خلاف مقصود کے اسمیں سے سمجھے
ہیں اور علماء نے اُنکو جواب دیا ہے اور اُنکے قول کو قابل اعتبار نہیں جانا ہے چنانچہ شرائع الاسلام میں لکھا ہے و شرط ابن بابویہ فی توریثهم عدم الابوین و هو متروک سو یہ قول ابن بابویہ کا
متروک لکھا ہے اور کسیکا اسپر عمل نہیں ہے اور یہ شیخ دروغگو کہتا ہے کہ شیعہ کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں کوئی جانے کہ سب شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے اور سوائے اسکے سننا چاہیے کہ ابن بابویہ یہ کہتے
ہیں کہ میت کے ماں باپ کے ہوتے اُسکی اولاد کی اولاد کو میراث اُسکی زندگی اور یہ نہیں کہتے ہیں وہ کہ اولاد کی اولاد اولاد ہی نہیں ہوتی جیسے کہ شیخ لکھتا ہے کہ حسنین کو دیکھو ابناء رسول اللہ صلعم
فرمایا اور حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا یا حضرت صلعم کے زمانے کے آدمیونکو بنی آدم کہا کوئی اُس سے پوچھے کہ اسے یہ کس نے کہا ہے کہ اولاد کی اولاد اولاد نہیں ہوتی یہ تو ابن بابویہ نے

بھی نہیں کہا ہے آدمی کو چاہئے کہ پہلے بات کو سمجھنے کا سلیقہ پیدا کرے تب گفتگو کرے اور بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور ضائع کرنے سیاہی کے اور بنی آدم کی جو مثال دی ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ اولاد آدم کل سب آدمی آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہو جاوے اور یہ نہایت لغو بات ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری مخالفت یہ کہتے ہیں کہ بیوی کو زمین و زر زمین کی قیمت سے میراث نہیں دیتے اور علی ہذا القیاس برادران و ہمشیرزادگان مادری کو مقتول کی دیت میں سے میراث نہیں دیتے اور دیتے قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں سے میراث دیں بشرطیکہ خطا سے یا شبہ خطا سے قتل کیا ہو حالانکہ نصوص قرآنی زوجہ اور بہنوں اور بھائیوں کی توریث میں عام ہے زمین کی اور اسکی قیمت کی اور دیت کی کچھ تخصیص نہیں اور اسیطرح حدیث القاتل لا یرث بھی جس سے قاتل کا محروم ہونا ثابت ہوتا ہے عام ہے عمد اور خطا کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے باایں ہمہ اور بھی سنیئے بیٹے بڑے کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک میت کی بدون عوض دلاتے ہیں اور رسالات میں شیعہ بعض ائمہ سے بھی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کے ترکہ میں ان اشیاء میں سے اور وارثوں کو حصہ نہیں دیا بلا عوض سب کا سب آپ ہی رکھا اور یہ اس روایت کا راوی سوا شیعہ اور کوئی نہیں حالانکہ یہ روایت مخالف قرآن ہے اگر عذر عصمت ائمہ ہے اور یوں کہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے اور امام سے ظلم و ستم و خطا نہیں ہوتی جو کچھ انہوں نے کیا صحیح ہی کیا ہوگا ہم نہ سمجھیں تو کیا ہوا اول تو اہل سنت کسیکو سوائے انبیاء معصوم ہی نہیں سمجھتے جو انکے سامنے یہ عذر چل جائے اور مسلم کہ فعل معصوم میں خطا نہیں ہوسکتی لیکن بالاتفاق قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے کیونکہ افعال میں تو یہ بھی احتمال ہے کہ خاص اسی کے لئے ہو آخر بیسیوں احکام رسولخدا صلعم کے ساتھ مخصوص تھے منجملہ انکے دربارہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چار کی قید نہ تھی معلوم ہو چکی صوم وصال کا آپکے لیے جائز ہونا اوروں کے لئے نہ ہونا سب کو معلوم علی ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور کچھ انکا ذکر ہو چکا اور قول میں یہ احتمال نہیں ہوتا اگر اسمیں کسی وجہ سے کوئی تخصیص بھی ہوتی ہے تو کسی ایک وجہ ہی کی ہوتی ہے **اقول** یہ مخالفت نہیں ہے اور مخالفت اسوقت میں ہو کہ زوجہ بالکل محروم الارث ہے جیسے ابو بکر نے اولاد رسولخدا صلعم کو محروم الارث کردیا کہ کسی شی کے حضرت کے ترکہ میں سے مستحق ہی نہیں ہیں اور زوجہ کا حصہ کہ مقرر ہے وہ پاتی ہے مگر زمین میں سے اسمیں اختلاف ہے اور مذہب سید مرتضی علیہ الرحمۃ کا یہ ہے کہ زمین کی قیمت لے کے اسمیں سے حصہ زوجہ کا دیا جاتا ہے اور امام مالک کے نزدیک احد الزوجین دوسرے کی دیت میں سے حصہ نہیں پاتا ہے چنانچہ شرح منظومہ میں لکھا ہے اور نصوص قرآنیہ عام ہیں کچھ فرق دیت وغیرہ دیت کا نہیں ہے اور اگر زوجہ کو نہیں دیتے ہیں تو اس زوجہ کو ہمارے یہاں نہیں دیتے ہیں کہ جو میت سے اولاد نہ رکھتی ہو وہ البتہ اصل زمین میں سے حصہ نہ پائیگی نہ ہر زوجہ اور حکمت اسکے زمین کے نہ پانے میں یہ ہے کہ وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ میت کے وارثوں کے دشمنوں و حاسدوں سے نکاح کر لیتی ہے اور شوہر اسکا جو اس زمین میں رہتا ہے یا اور کوئی فائدہ اس سے حاصل کرتا ہے تو میت کے وارثوں کو رنج ہوتا ہے کہ ہمارے مورث کا مال اغیار برتتے ہیں اور میت کے برادران و ہمشیرزادگان مادری کو دیت میں سے نہ پہنچنے کا قول سب شیعوں کا نہیں ہے بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ کا قول ہے اور لحاظ اکثر کے قول کی طرف ہوتا ہے اور قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں اگر خطا سے قتل کیا ہے تو البتہ وارث کرتے ہیں کہ اسمیں اسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ اگر دیکھیں تو اسپر ظلم ہے اور منع میراث سے اسوقت ہوتا ہے جو عمداً ظلم سے قتل کرے اور اہل سنت کے بھی بعضے علما یہی کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا چنانچہ منہج وغیرہ میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر و بعضے بصریین کہتے ہیں کہ قاتل مطلق میت کا ہے عمد ہو یا غیر عمد اور امام مالک کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا نہ قتل عمد میں اور نصوص قرآنی اگرچہ عام ہیں لیکن عام کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ **وما من عام الا وقد خص** اور روایت لا نورث کر یطرح سے مخصص نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم پہلے اس بیان کر چکے اور بیٹے بڑے کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک جو دیتے ہیں تو بلا عوض نہیں دیتے یا تو اسکے حصہ میں سے قیمت ان چیزوں کی وضع کر لیتے ہیں چنانچہ مذہب سید مرتضی و ابن جنید علیہما الرحمۃ کا یہی ہے اور اگر بدوں وضع کرنے قیمت کے دیتے ہیں جیسے کہ بعضے کہتے ہیں تب بھی مفت نہیں دیتے بلکہ میت کے ذمہ جو نماز و روزہ رہ گیا ہے اسکو بڑا بیٹا ادا کرے اسکے عوض میں دیتے ہیں اور یہ بھی اوقات دیتے ہیں کہ یہ چیزیں ترکہ میں ہوں اور اگر یہی ترکہ ہو تو کچھ نہیں دیتے اور اگر بیٹا اکبر سفیہ و فاسد الرای ہو یا فرزند اکبر دختر ہو تو اسکو کچھ نہیں دیتے ان چیزوں میں سے اور بلا عوض ہرگز نہیں دیتے اور اگر کسی امام نے ایسا کیا ہے کہ ان چیزوں میں سے اور وارثوں کو نہیں دیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم بیان کر چکے کہ بلا عوض نہیں دیا ہے اور بعض اشیا کے مستثنٰی ہونے سے محروم الارث ہونا لازم نہیں آتا جس سے مخالفت آیت کی لازم آئی و مخالفت آیت کی تو اسوقت ہوتی کہ جسوقت کچھ نہ دیا ہوتا جیسے کہ اولاد رسول مقبول کو کچھ نہ دیا گیا اور جن وارثوں کو امام علیہ السلام نے اشیاء مذکورہ سے محروم رکھا انہوں نے فعل امام کو ستم نہ کہا کہ انہوں نے رسولخدا صلعم سے یا کسی امام سابق سے اس حکم کو سنا ہوگا اور وہ امام کو معصوم بھی جانتے تھے گو تم معصوم نہ جانو اور اگر بالفرض اسمیں ظلم ہوا ہوتا تو وہ اس مقدمہ میں البتہ گفتگو کرتے لیکن انہوں نے دم نہ مارا اور سمجھا کہ حکم شرع کا اسی طرح سے ہے اور حضرت فاطمہ تو ابوبکر کو نہ معصوم جانتی تھیں اور نہ اس قول لا نورث میں انکو راست گو سمجھتی تھیں اور امام علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس حکم کے موافق کیا کہ جو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے چلا آتا تھا اسمیں ظلم کو کیا دخل ہے اور ابوبکر کا قول اگر موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہوتا تو حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت عباس اسکو تسلیم کرتے اور معصوم تو تم انبیاء کو بھی نہیں جانتے ہو بلکہ غلطیاں و خطا کرتے سمجھتے ہو اور ہمنے تسلیم کیا کہ قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے لیکن تمکو اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** بہر حال قول بعض ائمہ اگر وہ بالفرض معصوم بھی ہیں تو کہیں اتنے ہیں جتنے رسول اللہ صلعم

قابل اتباع اور اقتدا ہوا چنانچہ شیعوں کے نزدیک علی العموم یہ حکم جاری ہی ہر شخص ناکس کو یہ مقام حاصل ہو کہ مصحف انگشتری وغیرہ ترکہ پدری میں سے بدون عوض کے لے تو قول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لانورث ما ترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی لائق اتباع ہوا اور جب ان امور کو بھی لحاظ کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب نہیں اور ابوبکر نے خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی اور آجکل کے شیعہ جو روایت مذکور پر عمل کرتے ہیں نہیں سنتا تو کہاں نصوص انکے زبان کی ... لانورث ما ترکناہ صدقۃ ایک جنبہ سے بیّن
خطاب بھی ہو سکتے ہیں اسکا مخصص ہونا بالساطاہر نہیں کیونکہ اسکے سوا احتمال ہی نہو بلکہ قرینہ عقل بعد غور کے یہ اور بیّن ہوتا ہے بخلاف روایت شیعہ کے وہ مخصص کیا مخالف ہے کیونکہ تخصیص
کے لئے کوئی وجہ چاہئے یہاں بجز دھینگا دھینگی اور کچھ نہیں غرض ان امور کے لحاظ سے روایت شیعہ روایت ابوبکر صدیق کا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی **اقول** بیشک ائمہ معصوم اقتدا و اتباع
میں مثل رسولخدا صلعم ہیں اسواسطے کہ علم انکا وہ ہی کہ جو علم رسولخدا صلعم تھا او سینہ بسینہ ان حضرت سے انکو پہنچا ہی اور جناب رسولخدا صلعم نے اسیواسطے انکی پیروی کا حکم دیا ہی اور فرمایا ہے
انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کلام اللہ و عترتی اہل بیتی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا میں دو چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں اگر انسے تمسک کروگے تو بعد
میرے گمراہ نہوگے ایک تو کلام اللہ ہی اور دوسرے عترت میری کہ وہ اہل بیت میرے ہیں اب ہمکو انکی پیروی کا موجب ارشاد حضرت کے واجب ہے اور ہمکو کسی قول میں انکی تکرار کرنا
نہیں ہے کہ ایسا کیوں فرمایا اول تو یہ کہ مصحف وغیرہ انہوں نے بدون عوض لیا نہیں ہے جیسا کہ ہم نے لکھا دوسرے یہ کہ رسولخدا صلعم نے جو انکی پیروی کا حکم کیا ہے ہم انکے قول و فعل کو حق
جانتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوں کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کوئی کام کرتے تو حضرت صلعم انکی پیروی کا حکم نکرتے اور قول جناب رسولخدا صلعم البتہ اولی ہی اگر حضرت کا قول ہو ورنہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ
رسولخدا صلعم کا قول ہی نہیں ہے یہ ایسی بات ہے کہ بنیا تو دیتا ہی نہیں اور اسکو لینے والا کہتا ہی کہ پورا تولو اسے پہلے اسکو رسولخدا صلعم کا قول ہونا تو ثابت کرلے تب ہی کچھ لکھیو اور اگر یہ رسولخدا
صلعم کا قول ہووے کہ جسکو نہ حضرت فاطمہ نے تسلیم کیا نہ حضرت علی نے نہ حضرت عباس نے اور جو کچھ صاحب خانہ کو معلوم ہوتا ہے وہ دوسرے کو نہیں معلوم ہوتا ہے حضرت علی کہ جو بعد رسولخدا صلعم کے
سب امت سے زیادہ عالم تھے اور ثلاثہ ہر ایک مشکل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے ان پر یہ حکم کیونکر پوشیدہ رہتا اور اگر حضرت علی نے جناب رسولخدا سے یہ سنا تھا تو ابوبکر سے کہہ دیا تھا اگر حق تھا تو اسکو تسلیم
کیا ہوتا اور بعد سننے کے بھی پھر کیوں ابوبکر سے دعوی کیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں ... مع عباس کے کیوں دعوی کیا ... دونوں ابوبکر کو کاذب و خائن ... ہی جانتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے جناب رسولخدا صلعم سے ہرگز ہرگز روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ نہیں سنی ہی ... گمان غلطی کا حضرت فاطمہ کی بابت غلطی ... نہیں
ہوئی اسواسطے کہ خداتعالی فرماتا ہی وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی ڈرا اپنے قرابتداروں کو ... رسولخدا صلعم نے ... حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو
آگاہ کر دیا ہوگا اور اس سے بھی خبر کر دی ہوگی کہ ... ترکہ میں ... اور اگر ... تو علی ... فاطمہ
شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی وہ دیدہ و دانستہ ایسا جھوٹا دعوی کریں یہاں تو احتمال کو بھی گنجائش نہیں ہے ... دعوی کیا اور حضرت ... حق ...
پس جب ابوبکر اس روایت میں راست گو نکلے تو انکی روایت نہ بیّن خطاب ہوئی نہ مخصص ہوئی اور روایت شیعہ کہ مخالف قرآن نہیں ... خواص لیا ...
ہے اور قول و فعل معصوم کا ہمکو موجب ارشاد رسولخدا صلعم کی ہدایت آیا ... پیروی کے واسطے اور انکی وجہ بھی ... اور معلوم ہی کہ بعض ... استثنا ... اور ابوبکر نے تو کل ... سے
محروم رکھا مخالف یہ ہی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہم پوچھتے ہیں کہ ائمہ نے بارہ تخصیص کیا ہی اگر رسول اللہ صلعم کا کوئی فعل و قول ہی تو ابوبکر نے ... ہی رسولخدا صلعم
ہی کے قول سے تخصیص کی تھی کہ فدک دبا تو وہ چنگیز خان اور قانون انگریزی کا حوالہ نہیں یا تھا اور ابوبکر صدیق کی جانب تو تعصب ہے کہ انہوں نے ... رسول اللہ صلعم ...
راوی بیچ میں تھا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسباب میں کچھ علاقہ نہیں ... کلام اللہ کے مخالف ... معصوم کے تو معنی یہی ہیں ...
کے خلاف اس سے نہو سکے دوسرے اسپر بھی کتنا انکا امت کے لئے بھی یہی حکم مخالف یا اور ... بیان ... برابر ... کیونکہ کلام ... تخصیص و مخالفت ...
صورت میں مخالفت کہیں نہیں اسمیں کوئی کیوں نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... کلام اللہ کے مخالف ... بات کیوں نہو ... نہیں علی ہذا القیاس ...
مسطور جو بحوالہ مذہب شیعہ مرقوم ہوئی ہیں اور واقع میں تخصیصات نہیں مخالفات ... ظاہر ہی ایک طرف ... اور حدیث ابوبکر کو ...
اسکی چسپیدگی اور مخالفات شیعہ کی منافرت کو ملحوظ رکھکے دونوں کو تولیے کہ کس طرف پلہ جھکتا ہے **اقول** اول تو یہاں تخصیص کی احتیاج نہیں ہے اسلئے ...
بلکہ عوض میں ایک چیز کر دی گئی ہی مفت نہیں دیگئی ہی اور اگر ہم تخصیص ہی کے قائل ہوں تو ... حکم ... حضرت صلعم ... ابوبکر ...
نہیں سنا تھا بلکہ خود بنا لیا تھا اور اگر سنتے تو اہل بیت علیہم السلام اسکو تسلیم کرتے ... رسولخدا صلعم ...
چنانچہ کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہی اور رسولخدا صلعم سے علاقہ کیوں نہیں ہے ... ارشاد حضرت کے ... قابل اعتبار نہیں ... ثابت ہونا چاہئے کہ حضرت نے ایسا فرمایا تھا ... کلام اللہ کے
خلاف ہرگز نہیگا اور نہ امت کو مخالف کلام اللہ کے حکم دیگا اور تخصیص کو مخالفت کیطرح سے نہیں ... تخصیص ... تخصیصات شیعہ ...

مدینہ علم سے منقول ہیں وہ روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کی تخصیص میں بیان کرنا بڑی حماقت کی بات ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا ہی نہیں ہے تخصیص تو سوقت
ہوتی کہ جسوقت رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہو جبکہ ایسا فرمانا اس جہت سے ثابت ہے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت عباس وغیرہ نے اسکو تسلیم نہیں کیا اس صورت میں ابوبکر کی جھوٹی روایت غیبوں کی
بات سے تخصیص نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی ایسا کریگا تو نادم ہوگا اور روایت ابوبکر کی بالکل جھوٹی ہے اسلئے کہ اہل بیت علیہم السلام نے اسکو قبول نہیں کیا
اور شیعوں کی تخصیصات کو کسی طرح سے مخالفت نہیں ہے آیہ مذکورہ اس طرح کی تخصیص سے ہوتی ہیں اور اگر ابوبکر کی روایت راست ہوتی تو اسکو بھی مخصص آیہ مذکورہ کا کہہ سکتے تھے لیکن
وہ تو سرے سے راست ہی نہیں ہے اور اگر راست ہو تو حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہو سکتی کہ انکے نزدیک شرط تخصیص کی یہ ہے کہ مقارن عام کے ہو اور خبر صدقہ مقارن آیہ مذکورہ کی ہی نہیں
اور روایت ابوبکر یہ لانورث کو یہ وجہ بھی باطل کرتی ہے کہ رسولخدا صلعم مقروض اور مدیون بھی ہوتے تھے چنانچہ حضرت علی کو فرماتے تھے انت قاضی دینی اور جس وقت مال حضرت کا صدقہ ہوا تو دنیا مشغول اللہ
ہو گئے اور عیال کے بعد کیا مال تو کوئی لیوے اور قرض ادا کوئی اور کرے بلکہ یہ فرماتے کہ جو کوئی یہ مال لیوے وہ سب قرض ادا کرے اور معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے کفن کے بھی محتاج ہونگے اور تبرعا کسیکے ذمہ نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری الحاصل یہ ہر سخن سے شیعوں کی سخن فہمی اور ہر قدم پر ان بزرگواران کی عقل و نقل سے مناسبت معلوم ہوتی جاتی ہے ہر ہر بات پر گرفت کرنیمیں بھی تھکا
جاتا ہوں اور نہ شرم آتی ہے کہ ان حیاؤں کو الزام دیئے کہاں تک شرمائے اسلئے باقی امور کا جواب لکھنے جی ڈرتا ہے اور یوں خیال آتا ہے کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر سطر پر معلوم
ہو گئی تو اہل انصاف اسی سے سمجھ جائینگے اور بھی ایسی ہی کل کلامیں ہونگی لیکن یقین سے اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے گو اتنی تقریروں سے جو مرقوم ہو چکیں مولوی عمار علی صاحب کے خط کے معلوم
ایسے امور باقیہ کا غلط ہونا بھی متیقن اور متحقق ہو گیا لیکن عین الیقین کو یہ تردد ہوگا کہ دیکھئے انکے غلط ہونیکی کیا کیا وجوہ ہوں اسلئے باوجود قلت فرصت و کثرت ضروریات اور بھی حرکت
کرنی پڑی **اقول** ہر ہر سخن سے سخن فہمی شیعوں کی اور عقل و نقل سے مناسبت صحیح اور درست ہے اور اہل سنت میں ایک فرقہ اشعریہ ہے کہ جسکو اشعری لاشعور کہتے ہیں اور یہ شیخ احمق
بھی اسی فرقہ بے شعور میں سے ہے کہ سفیہوں و دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور اپنی بیہودہ پاگلوں کی سی باتوں کو الزام دینا سمجھتا ہے اور میرا ارادہ ایسی بیہودہ باتوں کے جواب لکھنے کا نہ تھا
لیکن امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے اسکے پیر بزرگ معاویہ بن ابی سفیان سے جنگ کی تھی اسلئے میں بھی انکی پیروی سے اسکے مرید کا مقابلہ بکراہت کرتا ہوں اور جو کچھ اس نے
لکھا ہے وہ کیا لکھا ہے اور جو کچھ آگے کو لکھیگا وہ بھی ایسا ہی بیہودہ لکھیگا کہ جسکا جواب بدون تکلف بن آئیگا اور جس بات کا جواب ہو چکا ہے جیسا کہ آگے ہم اسے ہی کر جاتا ہے اور ایسا بیجا ہے کہ کسیطرح
شرماتا نہیں ہے اور جھوٹی کتابوں کی جھوٹے جھوٹے حوالے دیتا ہے اور شیعوں کی جیسی خوش فہمی ہے تیرا جی ہی جانتا ہے مگر تیری خوش فہمی ہمارے لکھنے سے شیخ کیا اہل سنت کے منصف ہیں انکو
معلوم ہو جائیگی کہ یہ شیخ دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کا بعد اسکے اس مقدمہ میں کوئی مضمون ہی نہیں ہے وہ امور باقیہ کونسے ہیں کہ جنکو تو غلط کہتا ہے اور
مولوی صاحب موصوف نے بعد اسکی اپنے خط میں کب لکھا ہے کہ روایت لانورث خلاف ہے آیہ وھب لی من لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے مگر تیرا کار اور عادت تیری جھوٹ لکھنے کی ہے جھوٹ
لکھتا چلا جا اور بعد مرنے کے داخل جہنم ہو جا رحمت خدا سے تو محروم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** اسلئے بقدر مناسبت بارہ مخالفت حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ اور آیہ وھب لی
من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے اپنی مافی الضمیر کو قلم کے نیچے کھینچتا ہوں اول قابل لحاظ یہ بات ہے کہ جب آیہ یوصیکم اللہ خطاب مخصوص امت کے لیے ہوا
تو اس عام بیٹا ہی کی اہل سنت کو کچھ ضرورت نہیں اور کسیکی مال میں میراث جاری ہو کہ نہ ہو رسول اللہ صلعم کے مال میں تو وراثت جاری ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رسول اللہ صلعم اس حکم میں
داخل ہی نہیں ہیں اسیطرح جب آیہ ما افاء اللہ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہو گیا تو جھگڑا ہی تمام ہو گیا اب اگر کوئی کہیں سے خاص رسول اللہ صلعم ہی کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی ثابت
کرے تب بھی فدک میں تو میراث جاری ہو ہی نہیں سکتی القصہ اگر بوجہ مخالفت ظاہری کہ جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ میں ظاہر بینوں کو معلوم ہوتی ہے حدیث مذکور غلط ہی ہو جائے تو کچھ
حرج نہیں اول تو رسول اللہ صلعم باشارہ آیہ یوصیکم اللہ ہی اس حکم سے مستثنے ہیں پھر اگر اور انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہی بھی ہو تو ہوا کرو کلام تو رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں ہے غایت
ما فی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اسکے غلط ہونے سے فدک نہیں مل سکتا ہاں آیہ یوصیکم اللہ اگر غلط ہو جائے تو البتہ شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو دوسرے اگر رسول اللہ صلعم کے
ترکہ میں بھی میراث جاری ہو تب جس چیز میں تنازع ہے یعنی فدک میں بشہادت آیہ ما افاء اللہ میراث جاری نہیں ہو سکتی اب اگر مخالفت مابین حدیث و آیات کے ثابت بھی ہو گئی تو حدیث
ہی غلط ہو جاوے شیعوں کا مطلب تو ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر آیہ ما افاء اللہ پر شیعہ خط لا کھینچ دیں یا آیات پر خط تنسیخ کھینچ جائیں تو کیوں نہیں بہرحال بغرض اثبات برات حضرت صدیق اکبر یعنی بایں
غرض کہ فدک کا نہ دینا موافق حکم نبوی تھا ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ حدیث مذکور [illegible] اتفاق ثابت کیجئے اور مخالفت جو بظاہر نظر آتی ہے اسکو باطل کر کے حدیث مذکور ثابت کریں
اسباب مع اشارہ یوصیکم اللہ اور آیات ما افاء اللہ کافی ہے [illegible] **اقول** روایت لانورث کی مخالفت کا ذکر آیہ وھب لی من
لدنک ولیا اور آیہ وورث سلیمان داؤد سے مولوی صاحب کے خط میں نہ تھا ایسے اپنی طرف سے [illegible] امور باقیہ کا غلط ہونا متیقن ہو جائیگا اور یہ مخالفت روایت مذکورہ
کی ان دونوں آیتوں سے ایسے ہی کہ یہ بھی روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کے [illegible] پر دلالت کرتی ہے اور شیخ اس مخالفت کے دفع کرنیمیں جو کچھ کوشش کریگا اسکو ہم باطل کرینگے

جیسا کہ ہم ابتدا سے باطل کرتے چلے آئے ہیں وہاب سنئے اول لحاظ کے لفظ سے آخر تک پھر ان امور کا اعادہ کیا جنکو کہ ہم باطل کر آئے ہیں اور ناظرین تحریر کا حال پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اسکے اقوال کے رد میں اور ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب ہی طرف جناب رسولخدا صلعم کے اور تمام امت کے ہے اور رسولخدا صلعم اس خطاب سے خارج نہیں ہیں اور یہ کہنا اسکا کہ مخصوص امت کیطرف خطاب ہی باطل اور بیجا ہے اور میراث جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں بھی بیشک جاری ہوتی ہی بموجب حکم آیت یوصیکم کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور روایت لا نورث باطل ہی خواہ احتیاج ہو اہل سنت کو طرف اسکے خواہ نہو اور یہ بھی ہم اسکے اقوال کے ابطال میں ثابت کر آئے ہیں کہ فدک کا مملوک رسولخدا صلعم ہونا آیت ما افاء اللہ عنہ ہی سے ثابت ہے اور اسی آیت کے حکم سے رسولخدا صلعم فدک کے مالک ہوئے ہیں اور اسی جہت سے حضرت فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا پہلے تو ہبہ کا اور بعد اسکے وراثت کا اور ابوبکر نے اس مطالبہ کو رد کیا اور یہ کہتا ہی کہ جھگڑا ہی تمام ہو گیا اور فدک میں بیشک میراث جاری ہی کہ وہ مال فے میں داخل تھا اور جناب رسولخدا صلعم موافق اپنے حصہ کے مال فے کے مالک تھے اور اسی میراث فدک ہی تھا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ جو کہتا ہی کہ حدیث مذکور کو غلط ہو جائے یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے غلط ہونے سے ابوبکر غلط ہوئے جاتے ہیں اور قابل خلافت کے نہیں ہتے اول تو وہ کون عقل کا اندھا ہے کہ جو رسولخدا صلعم کو آیت یوصیکم اللہ کے خطاب سے مستثنے جانیگا کہ خطاب تو عام ہوا اور بیوجہ اسکو خاص سمجھے اور پہلے اس سے جو اس شخص نے اسکے مذہب میں دیوانوں اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہے اور حضرت کے مستثنے ہونیکی وجوہ لکھے ہیں کبھی تو لکھتا ہی کہ رسولخدا صلعم زندہ ہیں اور اپنی قبر کے گوشہ میں بیٹھے ہیں بھلا زندوں کا کون وارث ہو سکتا ہی اور کبھی لکھتا ہی کہ رسولخدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک ہی نتھے اور دنیا میں کوئی چیز انکی مملوک نتھی پھر انکا کون وارث ہوا اور کبھی لکھتا ہی کہ خدا تعالی تو مثل بادشاہ کے ہی اور رسولخدا صلعم مثل نائب کے اور سر رشتہ دار کے کلکٹر کا حکم لوگوں کو سناتا ہی تو وہ خود اس حکم میں شریک نہیں ہوتا ایسے ہی رسولخدا صلعم جو حکم خدا سناتے تھے تو وہ خود اس حکم میں شریک نہوتے تھے اور سوا اسکے جو کچھ لکھا ہی ہم اس سب کو باطل کر چکے ہیں اور اگر اور انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہوئی ہی تو ابوبکر جھوٹے ٹھہرے کہ انہوں نے انکے ترکہ میں میراث کے جاری ہونیکا انکار کیا ہی اور اپنی طرف سے نحن معاشر الانبیاء بنا کر رسولخدا صلعم پر افترا کیا کہ انکی طرف اس روایت دروغ کو منسوب کیا قابل خلافت نرہے اور کلام تو جناب رسولخدا کے اور سب انبیاء کے ترکہ میں ہے اور سب ترکہ میں میراث جاری ہوئی ہی جیسے کہ جناب رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جاری ہوئی ہی اور حدیث مذکور غلط ہوئی تو ابوبکر مفتری ٹھہرے اور حکم من کذب علی متعمدا کے داخل ہوا اور قابل خلافت کے نہوئی بلکہ خلافت کبھی غاصب ہوئے اور فدک بیشک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا اور دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہو جیسا کہ ہم لکھ چکے اور آیت یوصیکم اللہ کی جہت سے تو شیعہ کہتے ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کو میراث میں پہنچا تھا اور ابوبکر نے انکو نہ دیا اور شیخ الٹا کہتا ہی کہ یہ آیت غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کو فدک میراث میں پہنچا ہی اس آیت کے حکم سے پہنچا ہی یا کسی اور آیت کے حکم سے تیری گرہ کے واسطے تو خرابی اس آیت ہی کے سلامت ہونے میں ہی اور ابوبکر غاصب ٹھہرے ہیں تیرے نزدیک اس آیت کا غلط ہونا چاہیئے تاکہ ابوبکر کی نجات ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث جاری ہوگی تو فدک میں پہلے ہوگی اور بشہادت آیت ما افاء اللہ ہی فدک میں میراث جاری ہوگی کہ اس آیت کے حکم سے فدک رسولخدا صلعم کے ملک میں آیا تھا اور آیت یوصیکم اللہ کے حکم سے اسمیں میراث جاری ہوئی اور روایت مذکورہ لا نورث مخالفت آیت کے جہت سے غلط ہوئی تو ابوبکر کاذب اور خائن ٹھہرے اور شیعوں کا مطلب تو فضل خدا سے ہر طرح سے ثابت ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں اور آیت ما افاء اللہ ہی کی جہت سے شیعوں کا مطلب ثابت ہے اور تیرا مطلب باطل ہے تو نے بیجا اسپر خط لا کا کھینچنا چاہیئے کہ جس میں ابوبکر کی نجات ہو کیا مکار ہی کبھی تو کہتا ہی کہ آیت یوصیکم اللہ غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اور کبھی لکھتا ہی کہ شیعہ آیت ما افاء اللہ پر خط لا کھینچیں اور حال یہ ہے کہ شیعوں کا مطلب ان دونوں آیتوں ہی سے ثابت ہوتا ہی اور شیعہ ان دونوں آیتوں کی جہت سے ہی کہتے ہیں اور ابوبکر کو غاصب ٹھہراتے ہیں اہل سنت ابوبکر کی غاصبیت کے دفع کرنے میں اپنے ایمان کو برباد و ضایع کرتے ہیں اور ہر چند [illegible] اور آیت یوصیکم اللہ اور آیت ما افاء اللہ کے اشارہ سے ابوبکر غاصب ٹھہرتے ہیں آیت اور روایت میں تطبیق چاہی ہی موافقت پیدا کرنی چاہی ہی [illegible] گفتگو کرلے **قال الشیخ الاشعری** اس لیئے نظر بر تقدم و تاخر آیات اول در باب مخالفت حدیث و آیت [illegible] اس آیت میں وراثت مال مراد ہی اور اس وجہ سے حدیث کو اس آیت کے مخالف کہتے ہیں تو دو حال سے خالی نہیں آل یعقوب سے یا تو خود ذات با برکات حضرت یعقوب علیہ السلام [illegible] محاورات عرب میں اکثر پایا جاتا ہی کہ آل فلانی بولتے ہیں اور اس سے خود وہی شخص مراد ہوتا ہی یا حقیقی معنی مقصود ہوں یعنی آل یعقوب سے اولاد یعقوب مراد ہو اول صورت میں لازم آئیگا کہ تا دم دعا مال مذکور مال حضرت یعقوب جنکی انتقال کو دو ہزار برس سے زیادہ ہو چکے تھے بجنسہ غیر منقسم رہا ہوا ہو اور آگے حضرت زکریا کو یقین [illegible] وفات سے پہلے بھی اور بھی تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ اگر تقسیم ہو لیا ہوتا یا بعد اس دعا کے قبل وفات حضرت زکریا کے تقسیم ہو جاتا تو پھر جملہ یرث من آل یعقوب کے زیادہ کرنیکی [illegible] اس صورت میں وہ مال حضرت زکریا کا ہو چکا اب حضرت یعقوب کا نہ رہا [illegible] حضرت یحیی وارث تو جس طرح سے حضرت زکریا ہی کے وارث کہلائینگے حضرت یعقوب کے وارث نہ کہلائینگے اس صورت میں لاجرم جملہ یرث من آل یعقوب غلط ہو جائیگا اور بے لغو جدا رہیگا کیونکہ حضرت زکریا کی نسبت تو وراثت پر دلالت موجود تھی یرث من آل یعقوب [illegible] بہرحال اس صورت

[illegible] رسالت سے [illegible] حضرت یعقوبؑ کا مال غیر منقسم رہا سو ایسی بات دیوانوں کے سننے کی ہے عاقلوں کے کانوں میں تو اسنے معقول بات نہیں [illegible] ان کو ہدیہ کردہ [illegible] رسالت سے زیادہ [illegible] مال باوجود [illegible] کثرت اولاد کے شاید کبھی نہوئی ہو غیر منقسم تھا۔ **اقول** البتہ وراثت سے اس آیت میں مراد وراثت الحق ہی ہے اہل سنت کی تفسیروں میں بھی لکھا ہے [illegible] معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے وقال الحسن معناه يرثني مالي ويرث من آل يعقوب النبوة یعنی کہا حسن نے معنی اسکے یہ ہیں کہ وارث ہووے میرے مال کا اور وارث ہووے اولاد یعقوب سے نبوت کا اور تفسیر کبیر میں مذکور ہے واختلفوا في المراد بالميراث على وجوه احدها ان المراد بالميراث في الموضعين هو وراثة المال وهذا قول ابن عباس والحسن والضحاك یعنی اور اختلاف کیا ہے انہوں نے اہیں [illegible] میراث کے کئی وجود پر ایک ان وجوہ کا یہ ہے کہ تحقیق مراد ساتھ میراث کے دونوں جگہ میں وراثت مال ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن اور ضحاک [illegible] ہے اور اسی طرح تفسیر لباب میں ہے اور لغت اور شرع میں دونوں میں ارث اسکو کہتے ہیں کہ جو انتقال کریں موت سے طرف وارث کے یعنی جو مال متوفی کے وارثوں کو جو چیز [illegible] خواہ جنس [illegible] اقسام مال میت سے ہو اسکو ارث کہتے ہیں اور مال کے غیر مثل علم اور نبوت کے ارث کا استعمال نہیں ہوتا اگر بطریق مجاز [illegible] کے [illegible] طرف [illegible] جانا اور علم اور نبوت میں اسکا استعمال کرنا بدون دلیل کے ہرگز جائز نہیں اور دوسری یہ کہ حضرت زکریا نے کہا کہ واجعله رب رضیا یعنی اور کر دے تو اسکو اے پروردگار [illegible] پسندیدہ اسی قول [illegible] انتہی نہ [illegible] ہمیشہ وہ یہ [illegible] پس اگر مراد وراثت سے وراثت علم و نبوت ہو [illegible] مقصود حضرت زکریا کا یہ ہو کہ یہ علم و نبوت اسکو وراثت میں نہیں تو بعد وقت وہ نبی ہوا تو تمام [illegible] اس میں [illegible] پسندیدہ ہوا اور جب نبی ہو گیا تو پھر اسکے واسطے دعا نہیں کرنی کے بالکل بیکار اور بعد حصول نبوت کے فقرہ واجعله رب رضیا [illegible] ایسا ہی ہے جیسے [illegible] اسکو [illegible] بغیر ہوا تو پسندیدہ [illegible] دعا کرنی کیا فائدہ رکھتی ہے اور کہا حضرت زکریا نے کہ وانی خفت الموالی من ورائی اور ابن عباس نے [illegible] آئی ہے [illegible] یعنی بھائی بہن اور [illegible] نزدیک عصبہ ہیں و کلبی کے نزدیک ورثہ ہیں یہ سب مفسرین اہل سنت [illegible] بیان کرتے ہیں پس وارث کو جو طلب کیا واسطے [illegible] اپنے [illegible] موت کے خوف وراثت مال بدنے [illegible] اور وراثت نبوت میں ہرگز نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ حضرت زکریا [illegible] جانتے تھے [illegible] نبوت [illegible] تعالیٰ [illegible] اور اسکے لائق ہو اور جو کوئی اسکی لیاقت نہیں رکھتا اسکو ہرگز نہیں دیتا اور یہ بات ہرگز معقول نہیں ہو سکتی کہ حضرت زکریا [illegible] ایسا [illegible] تعالیٰ [illegible] نبوت [illegible] استحقاق نبوت کا [illegible] قریبوں میں سے کوئی مستحق نبوت کا ہو اور خدا تعالیٰ اسکو ہی کرتا تو نبوت [illegible] ایسی [illegible] حضرت زکریا کا دعا کرنا لغو تھا اور کیا وجہ تھی حضرت زکریا کو خوف کرنے کی پس معلوم ہوا کہ مراد وراثت سے یہاں وراثت مال ہے کہ قریب موالی اگر وارث ہو جائیں تو مال کو [illegible] حال [illegible] میں [illegible] خوف تھا حضرت زکریا کو اسی جہت سے دعا کی اور مراد آل یعقوب سے اولاد یعقوب ہے نہ ذات یعقوب اور یعقوب زکریا کے بھائی کا نام تھا یا عمران بن ماثان کے بھائی کا نام تھا جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے نہ حضرت یعقوب پیغمبر کہ جنکو دو ہزار برس کا عرصہ ہوا خبر تو یہ نہیں جو چاہتا ہے تحقیق لکھ دیتا اور عمران حضرت مریم کے باپ ہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آل یعقوب سے مراد ذات یعقوب ہو اور [illegible] میں ایک بولتی [illegible] جو لکھا جاتا ہے [illegible] لکھ دیتا ہے اور پھر اس واہی بات کا جواب دیتا ہے پس جو وقت کہ آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب نہ ہوئے تو جو کچھ اسنے بعد اسکے اسپر بنا کرکے لکھا ہے وہ سب باطل ہے۔ **وقال الشیخ الاشعری** اگر آل یعقوب سے معنی حقیقی مقصود ہوں اور اولاد یعقوب مراد ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے وارث ہوں جو تعداد میں لکھو کھا ہیں [illegible] اور پھر باینہمہ حضرت یحییٰ تمام احیاء اور اموات سے ایسا رشتہ و قرابت رکھتے ہوں جو موجب وراثت ہوئے [illegible] بھی ضرور ہوا [illegible] بنی اسرائیل میں جو زندہ ہوں وہ لاجرم حضرت یحییٰ کے سامنے مر ہی جائیں تا کہ وراثت جو حضرت زکریا ہی اور یرث من آل یعقوب سے لالت کرتا ہے ظہور میں آئے سو یہ بات پہلی بات سے بھی کچھ بڑھ گئی ہوئی ہے بجز اسکے کہ ان عبارات کے یہ معنی لینے کو دیوانگی اور ابلہ ہوں [illegible] ایسے ماقل عالم کے تو تصور میں بات نہیں آ سکتی ایسے امور وجود میں آئیں اور پھر کوئی نادان بھی ایسے نامعقول تمنائیں کرے چہ جائیکہ حضرت زکریا انبیاء کی تیزی ذہن اور سلامت عقل سب جانتے ہیں اور پھر باینہمہ کیا زیبا تھا کہ جناب باری تعالیٰ ایسی جو پوزیا تو انکو اپنے ایسے کلام پاک میں نقل فرماتا کہ جسکی بلاغت و متانت کا شہرہ آسمان سے زمین تک پہنچا غایت مافی الباب کوئی بات کو بناکر تو یوں بنا لیتے کہ من کل واحد من آل یعقوب اگر فرماتے تو یہ اعتراض ہو سکتا اور فقط من آل یعقوب سے تو سب بنی اسرائیل کے مال کی وراثت لازم نہیں آتی اگر اہل انصاف سمجھتے ہیں کہ اگر یہ معنی ہوں کہ بنی اسرائیل میں سے ہر فرد بشر کے وراثت مراد لینی ضرور نہیں ایک دو کی وراثت بھی کافی ہے تو اتنی بات تو یرثنی میں موجود تھی اسقدر عبارت بڑھانے سے کیا حاصل ہوا معہذا ایسے مواقع میں بحکم محاورہ تمام افراد ہی مراد ہوتے ہیں۔ **اقول** البتہ آل یعقوب سے مراد اولاد یعقوب ہے نہ حضرت یعقوب لیکن آدمی کو چاہئے کہ دوسرے شخص کے مطلب کو دریافت کرلے تب ارادہ گفتگو کا کرے اور جو کچھ کہ دوسرا شخص کہتا ہے اسکو تو سمجھے نہیں اور اپنی طرف سے لڑنے کو ہوں کرنے لگے یہ طریقہ گفتگو کا نہیں ہے اور معنی صحیح اس آیت کے یہ ہیں کہ لفظ من آیت من آل یعقوب میں تبعیضیہ ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے پروردگار میرے بخش تو مجھکو اپنے پاس سے ایک ولی کہ وارث ہو میرا اور بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ چچا اسکا ہو یا ماموں اسکا یا خالہ یا پھوپھی اسکے اور سوائے اسکے جسکا کہ وارث ہو سکتا ہے نہ تمام بنی اسرائیل اسکو تو سب جانتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کل بنی اسرائیل کے

وارث نہیں ہو سکتی ایسی پوچ باتوں کی کہنے سے کیا فائدہ ہے اور یہ بھی خوب بات ہے کہ اپنی طرف سے ایک بات پوچ تو ایجاد کری شیعوں کی طرف منسوب کر دیا کہ شیعہ جس کے قائل نہیں ہیں اور پھر اس
پوچ بات اپنی ساختہ اور پرداختہ پر اعتراض کرنے لگے یہ اس شیخ نجدی کا ہی کام ہے اور عاقل تو ایسا کام نہیں کر سکتا اور اگر من کو تبعیضیہ کہئے یا کہ بیانیہ کہئے اور وراثت سے مراد وراثت
علم یا نبوت ہو جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہے تو اس صورت میں بھی معنی یہ ہونگے کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے علم کے وارث ہوں و یہ درست نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بنی اسرائیل کا علم کیسا
تھا اگر بعضوں کا علم ہدایت کا تھا تو بعضوں کا علم گمراہی کا بھی تھا ایسی دعا حضرت زکریا ہرگز نہ کرتے کہ مجھکو ایسا فرزند عطا کر کہ سب بنی اسرائیل کے علم کا وارث ہو خواہ ہدایت کا
علم ہو خواہ ضلالت کا علم بلکہ من تبعیضیہ ہے اس صورت میں یہی مراد ہے یعنی عطا کر مجھکو ایسا فرزند کہ وہ وارث ہو بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ انبیا علیہم السلام ہیں لیکن مراد وراثت
اس آیت میں وراثت مالی ہے نہ وراثت علمی چنانچہ ہم پہلے اسکے اہل سنت کی تفاسیر سے نقل کر چکے ہیں و خود آیت وراثت مالی پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے ہی وَاِنِّیْ خِفْتُ
الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ سو خوف موالی سے دل کا ہوتا ہے کہ وہ اسکو خوردہ برد کریں خوف علم کا اور وراثت علم و نبوت مراد ہوتی اور خوف احکام شرع کی تبدیل و خراب کر دینے کا ہوتا تو موالی کا
ذکر کیا خصوصیت تھی بلکہ کہتے کہ میں ان لوگوں کا خوف کرتا ہوں کہ جو اشرار ہیں خواہ موالی ہوں خواہ انکے غیر ہوں و حسن بصری نے جو وراثت مالی مراد لی ہے سو اسی آیت سے استدلال کیا ہے
چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے اور کہتا ہے حسن بصری کہ اگر وراثت نبوت مراد ہوتی تو حضرت زکریا انی خفت الموالی نہ کہتے اور ہرگز علم نبوت کا بدون مدد خدا جاری
نہیں ہو سکتا ہے اور حضرت زکریا جو جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ موافق حکمت اور مصلحت کے [illegible] تو انکے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف ایسا گمان کریں کہ نبوت ایسے شخص کو دیگا
جو کہ تبدیل احکام و شرائع کرے [illegible] وراثت علم و نبوت کسیطرح سے مراد نہیں ہو سکتی اور مفصل جواب تو ہم لکھ چکے اور جسوقت کہ لفظ من سے من آل یعقوب میں مراد من تبعیضیہ ہوا تو جو
کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ سب باطل ہے کیا اسواسطے کہ مراد ہماری من سے من بیانیہ نہیں جیسے کہ ہم لکھ چکے تا کہ اعتراض ہوتا اور مراد لفظ من اگر بیانیہ ہو تو بھی مضائقہ نہیں
ہے اسواسطے کہ یعقوب حضرت زکریا کے بھائی کا نام تھا [illegible] تو یرثنی کا [illegible] خوف تھا حضرت زکریا کو [illegible] حضرت یعقوب بن اسحاق مراد لینی جیسا کہ بعضی روایات اہل سنت میں [illegible] منقول ہے
ثابت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الثقہ شیعوں کا اس آیت کو وراثت مالی پر حمل کرنے کو [illegible] حضرت صدیق [illegible] واسطے حضرت صدیق کے
طعن کرنا بعینہ ایسا ہے جیسے [illegible] والوں [illegible] اعلیٰ فہم و فراست [illegible] تو [illegible] عقل سے [illegible] نہیں ہے
مولیٰ معنی حضرت زکریا نے مقام عاجزی لفظ فرمائی ہیں کہ تو [illegible] فرزند [illegible] تب [illegible] اور [illegible] آپ وارث ہو [illegible]
فرزند ہو تا ہے جو قابلیت وراثت رکھتا ہو اور اگر [illegible] کے قید سے یہ غرض ہو کہ ایسے اوصاف [illegible] مانع وراثت ہوں مثلاً [illegible] قائل [illegible] قائل
کے وارث میت نہیں ہوتے تب بھی اس کی کچھ حاجت نہ تھی اسلئے [illegible] اسکے [illegible] معنی ہیں [illegible] تو [illegible] موافق ہو باقی رہا یہ احتمال [illegible]
کی قید اسلئے بڑھائی کہ مبادا فرزند تو عطا ہو لیکن سامنے ہی مر جائے تو یہ احتمال اسی کو روا ہے جو نعوذ باللہ خداوند علیم کو فہیم نہ سمجھے [illegible] الفاظ [illegible] میں انی خفت الموالی من
ورائی جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ مجھے اپنے بعد کا اندیشہ ہے اس اندیشہ کے سبب طلب کی ہوں سو اس [illegible] بات [illegible] اولی [illegible] تو ایسا ملے جو [illegible] معنا
لفظ ولی کو اسے ہی کہئے جو ولیعہد و خلیفہ ہو [illegible] حضرت زکریا کے [illegible] **اقول** وراثت مالی شیعہ ہی نہیں کہتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی [illegible]
جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے اور ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں وراثت مالی کو اور وراثت علم و نبوت کسیطرح نہیں ہو سکتی [illegible] آیات [illegible]
تیرے نزدیک تو ابن عباس و ضحاک و حسن بصری اور شعبی وغیرہ علماء اہل سنت ہونگے جو وراثت مالی کے قائل ہیں [illegible] فہم [illegible] علماء [illegible]
اُنہوں نے وراثت مالی تجویز کی اور تجھ جاہل کو ان کی رائے کے موافق نہ کہا اور شیعہ تو وہ کہتے ہیں [illegible] احتمالات [illegible] ولی [illegible]
مراد ہے اور ولی کی کہنے سے یہ غرض ہرگز نہ تھی اور نہ ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فرزند پیدا ہوا لیکن [illegible] جاتا ہے اسلئے حضرت زکریا نے [illegible] وارث
ہو سکے کہ بعد میرے بھی وہ زندہ رہے اور جس صاف کی چیز آدمی کو مطلوب ہوتی ہے اور اسکے حق میں ہے اسی طرح اپنے مرضی کی حاجت طلب کرتا ہے اور خدا تعالیٰ تو [illegible]
کا عالم ہے اور جانتا ہے کہ اسکو ایسے وصف کا مطلوب ہے لیکن دعا میں سب اوصاف [illegible] اور اوصاف کا ذکر [illegible] اور اسے وہی طلب ہے اور خدا تعالیٰ [illegible]
کے عطا کرے تو پھر تکرار نہیں کر سکتے اگر تکرار کریں تو خدا تعالیٰ فرماتے کہ تو نے ان اوصاف کا طلب کیا تھا حضرت یوسف نے کہا کہ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ خدا تعالیٰ نے دعا
قبول کی اور قید خانہ میں بھجوا دیا جب تکلیف ہوئی قید خانہ میں تو اُسکی شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے تم سے عافیت کو کب طلب کیا تھا قید خانہ چاہا تھا قید خانہ دیا اور
بیضاوی میں لکھا ہے کہ یوسف کو اول عافیت طلب کرنی چاہئے تھی اور خدا تعالیٰ کیا نہیں جانتا تھا کہ یوسف کے دل میں عافیت کو چاہتا ہے لیکن صرف قید خانہ کو چاہا تھا خدا تعالیٰ
نے قید خانہ دیدیا اور عافیت کو نہیں چاہا تھا عافیت نہ دی اور فرزند کا سامنے ہی مر جانا کیا ممکن نہیں ہے انہوں نے تو فرزند ہی طلب کیا تھا اور اگر فرزند موافق دعا کے پیدا ہو کر

اپنے سے پہلے ہی مر جاتا تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا اور اسمیں نعوذ باللہ کہنے کی کیا بات ہے دعا موافق طلب کے مستجاب ہوتی ہے یا موافق اُسکے جو دل میں ہے اور خوف موالی کیواسطے اسی
طرح کی دعا کرنی مناسب تھی کہ جسمیں اُس فرزند کی درازی عمر بھی ہو تاکہ باپ کے مال کو موالی تک پہنچنے نہ دے اور خود ہی اُسکا مالک ہو جاوے اور حضرت زکریا کو جو خوف موالی کا تھا کہ ایسا نہو کہ
میرا مال اُنکو جا پہنچے اسواسطے اُنہوں نے یہ دعا کی کہ ایسا فرزند عطا کر کہ جو اُسکو میرا مال پہنچے اور موالی کو نہ پہنچے یہ لفظ لغو کسیطرح سے نہیں ہو سکتا ہے اور بعد کے اندیشہ کیواسطے جیسا فرزند چاہیئے
تھا کہ پیدا ہو اور وارث بھی ہو ویسا ہی حضرت زکریا نے طلب کیا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ کے مطابق جو دعا کے پہلے گزرا ہے اور اگر صرف ولیا کہتے اور یرثنی نہ کہتے تو اُسکے مطابق نہ ہوتا
اور ولی کو لفظ سے اول تو ولیعہد کے ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ولیعہد ہی مراد ہو تو کیا ولیعہد باپ کے سامنے نہیں مرتا ہے دیکھو مرزا شبو جو ولیعہد بہادر شاہ بادشاہ کے تھے اپنے باپ سے پہلے
ہی مر گئے اور باپ کے وارث نہونے پائے کیا فائدہ ہوا ولیعہد بننے سے جب باپ سے پہلے ہی مر گئے اور میراث باپ کی نہ پانے پائے **قال الشیخ الاشعری** اور اِن سب خرابیوں سے قطع نظر کیجیے
وراثت مال کی نہونیکی ایک یہی وجہ بہت ہے کہ اس صورت میں حضرت زکریا کے منصب نبوت کو بٹا لگتا ہے مال کا اتنا خیال کہ جیتے جی تو تھا ہی مرنے کے بعد کا بھی ابھی سے بندوبست ہے اور وہ
بھی اسقدر کہ خدا سے بھی کچھ شرم نہیں یہانتک کہ جناب باری ہی سے یہ التجا ہے کہ اسکے برتنے کے لیے فرزند عنایت کر یہ درجہ کی دنیاداروں و محبان دنیا کا کام ہے نہ کہ انبیا کا اور انہیں
سے بھی حضرت زکریا کا جو آزادگی اور وارستگی میں مشہور تھے استغفر اللہ شیعہ بھی کہ اسقدر بیہودہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ انبیا کو بھی نہیں چھوڑتے انبیا کی یہ لوگ کیا قدر جانیں
اُنکی ہمت بلند کے سامنے تو تمام متاع دنیا مینگنی کی برابر ہے اُنمیں سے پھر حضرت زکریا جیسے بے تعلق و ملک متعدد قلیل متاع دنیا کے لیے اسقدر کیا بندوبست کیسا اور وہ اتنا کچھ کہ خدا تک نوبت
پہنچی اور بھی اس اہتمام سے کہ اول تمام مراتب بے استحقاق کے جس سے خواہ مخواہ دعا قبول ہی کرنی پڑے بیان کیے جائیں من بعد تمہید مطلب سے تو یہ بھی انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال
بیقراری و بیتابی اور ضرورت فرزند ثابت ہو جاوے تاکہ کچھ توقف نہو سبحان اللہ نبی نہ ہوئے دنیادار ہو گئے اتنی دور کی تو اُنہیں بھی نہیں سوجھتی جنکے رگ و پے میں محبت دنیا رچی ہوئی ہے
اور غضب روز اسی بیان گیان میں ہیں تیز ہیں علاوہ بریں حضرت زکریا کو یہ اندیشہ کہ انکے بنی اعمام انکے مال کو انکے بعد بیجا اور بے موقع صرف کریں تو اول تو یہ کہ یہ اندیشہ ہی بیجا کیونکہ نقل
مشہور ہے آپ موئے جگ پرلو مرے کے بعد کوئی سیاہ کرو یا سفید مردہ کو کیا اندیشہ بعد مُردن کوئی مواخذہ کی صورت ہی نہیں دوسرے خدا سے عرض کرنیکی کیا ضرورت تھی اس اندیشہ
کی تدبیر اور تدبیر بھی وہ عمدہ کہ در صورت قبولیت علاوہ بات ہرگز نہیں خود انکے ہاتھ میں موجود تھی یعنی اپنے ہاتھ سے تمام اموال خدا کی راہ میں لٹا جاتے جو اس خوف سے بھی نجات ہو جاتی اور
ذریعہ ترقی درجات آخرت بھی میسر آتا فرزند اگر نیک بھی ہو اور اُس نے مال کو خدا کی راہ میں صرف بھی کیا تو مردہ کو کیا وہ مال اب فرزند کا ہوا تو ثواب دینے دلانے کا اُسکو ہوگا باقی رہی یہ
بات کہ مال کو ایک دفعہ لٹا دینے میں اندیشہ تھا کہ اگر بعد اتفاق حیات طویل باقی نکلی تو اپنا گزارہ مشکل ہے اسکی یہ صورت ہے کہ اگر کسی ایسی ہی بے صبری و رعایت اسباب کی پابندی تھی اور
باوجود نبوت توکل شعار نہ تھا تو انبیا کو انکی موت کی اطلاع ہو جاتی ہے وقت اطلاع موت سب دے ڈالا جاتی اور وارثان بد وضع کے لیے کچھ نہ چھوڑتے القصہ نظر بر وجوہ مذکورہ ولی
سے لڑکا لیا سے وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی **اقول** وراثت مال ادلیں میں کچھ خرابی نہیں ہے اگر خرابی ہے تو وراثت علم و نبوت میں ہے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں بلکہ وراثت
علم بن سکتی ہی نہیں اور وراثت مالی میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جو کچھ اس ورق میں لکھا ہے وہ احتمالات ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر وراثت مالی مراد ہو تو حضرت زکریا کی نبوت کو بٹا لگتا ہے
یہ ایک واہی سی بات ہے اگر کوئی یہ کہے کہ میرا کچھ مال میرے بعد باقی رہجائے تو وہ مصرف نیک میں صرف ہو اور بدچلن آدمی اُسپر قابو پاکر اُسکو مصرف بد میں اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے
پائیں اور خدا سے درخواست کرے اپنی اس آرزو کی تو اسمیں بٹا لگنے کی کونسی بات ہے اور دنیاداروں کی کونسی صورت ہے لا۔ یہ تو عین دینداری ہے کہ مال مصرف نیک میں صرف ہو اور حرام میں
صرف ہونے سے محفوظ رہے اگرچہ امر خلاف تقدیر ہو اور غیر مرضی خدا کے ہو تو کہنا دعا سے عالم نے مال کی بیجا ضائع کرنیکو حکم بھی نہیں دیا ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ اپنے موقع پر صرف ہو اور اسمیں نبی اور
غیر نبی سب برابر ہیں یہ بات ہرگز ہرگز دنیاداروں کی سی نہیں ہے اور ابن عباس و حسن بصری و ضحاک وغیرہ مفسرین اہل سنت جو وراثت مالی کے قائل ہیں چنانچہ تفسیر کبیر اور
معالم التنزیل وغیرہ میں لکھا ہے انکو ان قباحتوں کی کیا خبر نہ تھی جو تو اپنی طرف سے ایسی باتیں ٹھہراتا ہے اور خیال بنی اعمام کے بیجا خرچ کرنیکا کیوں نہو جس وقت کہ حضرت زکریا کے متعلقین
جو کہ کسب کرنے سے قاصر ہوں اور عورتیں کہ جنکی مال میں سے روزی باقی ہیں علی الخصوص راضی کی حاصل ہیں تو وہ سب محروم رہجائیں اور اشرار اسکو خورد و برد کر جائیں اور
پسماندوں کا خیال نہیں ہوتا ہے تو یہ وصیت کسواسطے مقرر ہوئی ہے اور مال کو مرنے سے پہلے ایک دفعہ ہی لٹا دینا بھی پسندیدہ نہیں ہے بلکہ اُسکا باقی رکھنا اس جہت سے کہ جو آمین جو
کہ کسب کرنے سے عاجز ہیں ہمیشہ روزی باقی رہیں یہ بہتر ہے اور اسیواسطے فرزند سعید طلب کیا کہ وہ اس مال کو ہمیشہ راہ خدا میں صرف کرتا رہے اور بے سہارے والوں کو پہنچاتا رہے جیسا
کہ میں پہنچاتا ہوں تو یہ موجب تضاعف حسنات کا ہے اور جو کچھ کہ موصی کی وصیت کے موافق محتاجوں کو علی الدوام پہنچتا رہے تو کیا وصیت کرنیوالے کو ثواب نہو گا کیا اُسکا ثواب بھی وارث
ہی کو ہوگا یہ بات نہیں ہے بلکہ اُسکا ثواب وصیت کرنیوالے ہی کو ہوگا اس ارادہ سے مال کی باقی رکھنے میں کہ ہمیشہ عاجزوں کو پہنچتا رہے اور زیادہ ثواب ہے مال کی ایک دفعہ ہی
لٹا دینے سے پس معلوم ہوا کہ وراثت سے مراد وراثت مالی ہے نہ وراثت علم و نبوت **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد میں بھی بحکم قرائن عقلیہ

ارادہ وراثت مال ممنوع ہی مگر شاید شیعوں کو یہ عذر ہو کہ یہاں عقل ہی مدار دین ہی تو البتہ یہ عذر معقول خیر اگر شیعہ انصاف کریں تو اسقدر اور معروض ہی کہ باتفاق مورخین اور اجماع اہل تواریخ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے ایک حضرت سلیمان اور اٹھارہ اور سب کے سب ہی وارث ہوتے اگر ہوتے حالانکہ بطور خصوصیت جناب باری تعالی کا یوں فرمانا کہ حضرت داؤد کی حضرت سلیمان وارث ہوئے اسبات کو مقتضی ہی کہ حضرت داؤد کو وارث فقط حضرت سلیمان ہی تھے اور بھائیوں کی شرکت نہ تھی اور نیز یہ بھی کھلی ہی بات ہے کہ سب بیٹے باپ کے مال کو وارث ہوا کرتے ہیں پھر اسبات کے بیان کرنے سے کیا حاصل نکلا جو جناب باری تعالی نے اس قصہ کو یاد فرمایا ایسی لغو بیہودہ باتیں خداوند متین کے کلام میں نہیں ہو سکتیں علاوہ بریں ایسی بات کے بیان کرنے میں جس میں تمام عالم شریک ہوں کیا بزرگی نکلی جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں اسکو درج فرمایا اور بمقام تعریف میں چنانچہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے ذکر کیا القصہ بوجوہ مذکورہ یہاں بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی جب یہ دلائل واضحہ اس سے اطمینان ہوا کہ ہر چہ بادا باد وراثت مالی تو مراد نہیں تو یہ تردد ہوا کہ پھر اور کونسی وراثت مراد ہوگی اسبات کے اطمینان کے لیے اول تو حضرات ائمہ کیطرف رجوع کیا اودہر سے یہ جواب ملا ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ورث سلیمان یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے چنانچہ روایت امام جعفر صادقؑ کے حوالہ سے امام المحدثین شیعہ حضرت کلینی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے سنیوں کی کتابوں میں ایسی ویسی باتیں ہوتیں تو شیعوں کے لئے گنجائش انکار بھی تھی بہرحال اس روایت سے عیاں ہے کہ آیہ و ورث سلیمان میں تو وراثت علمی اور وراثت منصب نبوت مراد ہے وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم کو حضرت سلیمان سے کیا قرابت تھی جو اسکے وسیلہ سے جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کی ترکہ میں سے ملا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں ملتا علاوہ مال ملا تو کب ملا بجز اسکے کچھ نہیں کہ ایسی میراث جو حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کو پہنچی اور حضرت سلیمان سے رسول اللہ صلعم کو پہنچی بجز میراث نبوت اور میراث علم کے اور کچھ نہیں **اقول** آیہ و ورث سلیمان میں بحکم قرائن عقلیہ و نقلیہ یہی ثابت ہے کہ مراد وراثت سے وراثت علمی ہے نہ وراثت مالی اور اگر اشعریہ لاشعوریہ بسبب نہ ہونے عقل کے نہ سمجھیں تو عذر انکا بجا ہے کہ وہ عقل سے معذور ہیں اور حضرت داؤد کے انیس فرزند ہونے پر ہرگز اجماع اہل تواریخ نہیں ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس مضمون کو طرف کتب یہود و نصاری اور بعض مسلمین کے منسوب کیا ہے اور دعوی اجماع کا اسپر نہیں کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ فی کتب الیہود والنصاری ان بنی داؤد کانوا تسعۃ عشر و قال بعض المسلمین ایضا یعنی کتب یہود و نصاری میں ہے کہ فرزند داؤد کے انیس تھے اور بعض مسلمانوں نے بھی یہی کہا ہے لیکن کتب یہود و نصاری اور بعض مسلمین کا جو حوالہ دیا ہے اسکی صحت کی کیا دلیل ہے اور قرآن سے یہ دلالت پاتا ہے کہ حضرت داؤد کے سوائے سلیمان کے اور کوئی فرزند نہ تھا چنانچہ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور کسی فرزند کی پیدائش کا ذکر نہ کیا اور اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے تو ہو سکتا ہے کہ بعد حضرت داؤد کے انمیں سے کوئی باقی نرہا ہو سوائے سلیمان کے اسیواسطے خدا تعالی نے حضرت سلیمان تنہا کی وراثت کا ذکر کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شرع میں وراثت نبی کی خاص نبی ہی کیواسطے ہوتی ہو علاوہ سو اسکے کہ یہ قول اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ابوبکر نے کہا نحن معاشر الانبیاء لانورث و سوائے اسکے یہ کہ سلیمان کی وراثت کا ذکر اوروں کی عدم وراثت پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ بھی وارث ہوئے ہوں اور اگر ایسا ہی ہے کہ حضرت سلیمان کی وراثت کا ذکر اور فرزندوں کی نفی وراثت پر دلالت کرتا ہے تو چاہیے کہ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور فرزندوں کی عدم وجود پر دلالت کرے کہ اسمیں تو سوائے حضرت سلیمان کے کسیکی پیدائش کا ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ سوای حضرت سلیمان کے اور کوئی فرزند حضرت داؤد کے نہ تھا اسواسطے انکی ہی وراثت کا ذکر کیا یہ ہیں وجوہ حضرت سلیمان تنہا کی ذکر کرنیکی وراثت میں اور سوائے ان وجوہ کے ذکر حضرت سلیمان تنہا کا واسطے اہتمام شان سلیمان کے بھی ہو سکتا ہے سوائے باقیوں کی اور روایت کافی کلینی کی جو بیان کی ہے یہ روایت اس آیت کی تفسیر اور تاویل میں واقع نہیں ہوئی ہے اور غایت ما فی الباب یہ ہے کہ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور لفظ میراث کا غیر اموال میں بھی بولا جاتا ہے سو اسکا کوئی منکر نہیں ہے اور کلام تو اسمیں ہے کہ لفظ میراث وقت اطلاق بدون قرینہ کے غیر میراث اموال میں مستعمل نہیں ہوتا اور روایت میں قرینہ میراث علمی کا موجود ہے اور آیت میں نہیں ہے اسیواسطے حضرت علی نے آیہ و ورث سلیمان داؤد اور آیہ یرثنی و یرث من آل یعقوب سے استدلال کیا جس وقت ابوبکر نے کہا کہ نحن معاشر الانبیاء لانورث چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے اور کنز العمال میں لکھا ہے عن ابی جعفر قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء عباس بن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معھما علی فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فقال علی و ورث سلیمان داود وقال زکریا یرثنی و یرث من آل یعقوب قال ابوبکر ھو ھکذا وانت واللہ تعلم مثل ما اعلم فقال علی ھذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا یعنی ابو جعفر سے روایت ہے کہا آئی فاطمہ طرف ابوبکر کی طلب کرتی تھی میراث اپنی اور آیا عباس پسر عبد المطلب طلب کرتا تھا میراث اپنی اور آیا ہمراہ ان دونوں کے علی پس کہا ابوبکر نے کہ کہا ہے رسول خدا صلعم نے نہیں میراث کیجاتے ہیں ہم جو کچھ کہ چھوڑا ہے ہم نے وہ صدقہ ہے پس کہا علی نے کہ خدا فرماتا ہے و ورث سلیمان داؤد اور کہا زکریا نے یرثنی و یرث من آل یعقوب کہا ابوبکر نے کہ وہ اسی طرح ہے اور تو قسم ہے خدا کی جانتا ہے جیسا کہ میں جانتا ہوں پس کہا علی نے یہ کتاب خدا کی .... ناطق ہے پس خاموش ہوئے اور پھر گئے **قال الشیخ الاشعری** علاوہ ازیں خود کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق دونوں اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جملہ ورث سے میراث علمی مراد ہے میراث مالی مراد نہیں چنانچہ عربی داں پر پوشیدہ نہیں باینہمہ بندہ بھی ماقبل مابعد دونوں کو لکھکر اطمینان کئے دیتا ہے کلام سابق تو یہ

لقد اتینا داؤد و سلیمان علماً وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین جسکے جملہ ورث سلیمان سے ملکر یہ معنی ہوئے کہ یا تحقیق داؤد اور سلیمان کو ایک علم اور کہا ان دونوں نے
شکر اس اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمکو اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور کلام لاحق یہ ہے وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اور مجموعہ کے ملکر یہ
معنی ہوئے کہ وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور کہا وہ لوگو ہمکو سکھائی ہے یعنی خدا نے گفتگو پرندوں کی فقط اب دیکھئے کہ جب جملۂ ورث جملۂ ولقد آتینا پر معطوف ہو اور جملۂ وقال ورث پر معطوف
ہو اور پھر ان دونوں تینوں معطوف اور معطوف علیہ کے ایک دوسرے پر معطوف ہونیکو لحاظ کریں تو درصورتیکہ جملۂ وقال جملۂ ورث پر معطوف ہو تو اس ارتباط سے آپ یہ بات نکلتی ہے
کہ ورث میں وراثت علمی مراد ہے ورنہ بے علاقہ دو جملہ میں عطف کے کیا معنی جس نے مختصر معانی اور مطول کی بحث فصل وصل کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر وراثت سے وراثت
علمی مراد نہو بلکہ مالی ہو پھر عطف کے جواز کی کوئی صورت نہیں چہ جائیکہ موجب فصاحت بلاغت ہو اور ظاہر بھی تو ہے اس صورت میں ان دونوں تینوں جملوں میں عطف کا ہونا بعینہ ایسا ہے کہ
جیسا زاغ کے ساتھ طوطی کو ایک قفس میں بند کر دیجے اور جملۂ ورث جو مابین اپنے ماقبل اور مابعد کو داخل ہے اسکی یہ صورت ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں بیاہ میں بیچ کا لیکھا ایسے غیر مربوط
کلام دیوانوں کے ہوتے ہیں خداوند تعالی شانہ کی شان رفیع سے یہ بات محال ہے کہ ایسی ناموزوں گفتگو کرے **اقول** کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق ہرگز دلالت نہیں کرتی
اس امر پر کہ جملۂ ورث سے میراث علمی مراد ہے بلکہ اسمیں وراثت مطلق کا ذکر ہے اور مطلق بدون قرینہ کے وراثت مالی پر دلالت کریگا جو کہ معنی حقیقی ہیں اور پہلے جملہ میں تو خدا تعالی فرما چکا
تھا کہ ہمنے داؤد اور سلیمان کو علم دیا ہے اور بعد اسکے داؤد سے وارث ہونے علم کے کیا معنی ہیں علم تو انکو حاصل ہو چکا تھا ایسا کلام پوچ خدا تعالی کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ ورث میں وراثت علم مراد نہیں ہے البتہ اگر خدا تعالی داؤد کے لفظ پر اقتصار اور بس کرتا اور سلیمان کے لفظ کا ذکر نہ کرتا اور کہتا کہ وَلَقَدْ آتَیْنَا دَاوُدَ عِلْماً اور بعد اسکے کہتا کہ وَوَرِثَ
سُلَیْمَانُ تو اس صورت میں وراثت علمی مراد ہو سکتی تھی اور ایسے ہی مابعد کی آیت قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ کا حال ہے کہ اس آیت میں لازم نہیں آتا ہے کہ آیہ ورث
سلیمان داؤد میں بھی وراثت علمی مراد ہو سو سلئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے وراثت مال مراد ہو اور بعد اسکے حکایت قول سلیمان کی کہ جو متضمن تعلیم زبان طیر ہی کی ہو اور اس سے اشارہ ہو
طرف اس امر کے کہ فضیلت علم اور مال دونوں کی حضرت سلیمان کو حاصل تھی اور یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک لفظ سے جو مراد کہ معطوف میں ہو وہ ہی معطوف علیہ میں ہو ورنہ عطف ہی جائز
نہو اور مختصر معانی اور مطول میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جو تو کہتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معطوف کے معنے کچھ ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ اور یہ تو ہے ہی دونو جملوں کو اتحاد معنی لازم نہیں ہے بلکہ
ایک ایسا لفظ ہو کہ اسکے دو معنی ہوں تو اسکے لفظ سے تو ایک معنی مراد لے سکتے ہیں اور اسکی طرف جو کوئی ضمیر پھیریں تو اس سے دوسرے معنی مراد لے سکتے ہیں چہ جائیکہ معطوف اور معطوف علیہ
کہ انکو اتحاد فی المعنی لازم ہی نہیں ہے اور یہ عین محاورہ عرب ہے اور یہ کلام نہایت موزوں ہے اور دیوانوں کا سا کلام نہیں ہے دیوانہ تو ہے کہ جو معقول کو غیر معقول کہتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ
رایت عیناً و بعثت علیناً تو اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ جو پہلے عین کے معنی ہیں وہ ہی دوسرے عین کے بھی معنی ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ پہلے عین سے مراد آفتاب ہو اور دوسرے عین سے مراد زر ہو اور صاحب
بیضاوی نے ورث سلیمان کی تفسیر میں وراثت میں جیسے کہ علم کو لکھا ہے ایسے ہی ملک کو بھی لکھا ہے اور تردید کر کے لکھا ہے کہ وورث سلیمان داؤد النبوۃ او العلم او الملک اب فرمائیے
کہ ملک کو مال کہیں گے یا نہیں اور حضرت سلیمان کے مال داؤد کے وارث ہونیکی بھی روایتیں بہت ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیہ اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصَّافِنَاتُ الْجِیَادُ کی
تفسیر میں جو کہ سورۂ ص میں ہے یہ لکھا ہے کہ انہ علیہ السلام غزا دمشق ونصیبین واصاب الف فرس وقیل اصابہا ابوہ من العمالقۃ فورثہا منہ یعنی اور روایت کی گئی
کہ تحقیق اس سلیمان علیہ السلام نے جہاد کیا دمشق اور نصیبین پر اور پہنچا ہزار گھوڑوں کو اور کہا گیا ہے کہ پہنچا انکو باپ انکا عمالقہ سے پس وارث ہوا وہ سلیمان ان گھوڑوں کا اس داؤد سے
اور کشاف میں بھی اسی آیت کے ذیل میں اور یہی تفسیر معالم التنزیل و بحر المعانی میں عبارت جو کہ بیضاوی میں لکھی ہے اور ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے کہ وورث سلیمٰن
من ابیہ الف فرس الخ یعنی اور وارث ہوا سلیمان باپ اپنے سے ہزار گھوڑوں کا اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ وہ گھوڑے موروثی تھے وراثت مالی حضرت سلیمان کی ثابت ہوئی
اور روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث وضع کی ہوئی ابوبکر کی باطل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر ایسے مواقع میں محاورات عرب میں لفظ وراثت نہ بولا کرتے تو
فی الجملہ جائے تامل تھی مگر شیعوں کو شاید خبر نہو پر حافظان کلام ربانی کو معلوم ہے کہ محاورات ساکنان عرب تو درکنار خود کلام ربانی میں جو ارباب فصاحت بلاغت کے نزدیک ع
زبان میں کوئی کتاب یا کوئی عبارت اسکے ہمسنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی بہت مواقع میں وراثت علمی مراد ہے یہاں تک کہ وراثت مالی کا کوئی احتمال بھی نہیں ہو سکتا
فرماتے ہیں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا جسکا یہ مطلب ہے کہ پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جنکو چھانٹ لیا دوسری جا ارشاد ہے فَخَلَفَ
مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْکِتَابَ اس سے بھی وہی وراثت کتاب یعنی علم کتاب مراد ہے مگر شاید خوش فہمان شیعہ کو یہاں یہ احتمال ہو کہ کتاب بھی تو مال ہے اور شاید وراثت مالی ہی یہاں بھی
تو گو اس احتمال کے دفع کے لئے کاغذ کو سیاہ کرنا ہمیں اپنی ہنسی کا اندیشہ ہے مگر بلحاظ قدر فہم شیعہ ناچار کچھ اشارہ ضروری ہوا اسلئے معروض ہے کہ اول آیہ میں تو بعد عبادنا کے فمنہم ظالم لنفسہ
اور دوسری آیت میں بعد کتاب کے یاخذون عرض ہذا الادنی ہے سو تفریع فمنہم سے تو یوں ظاہر ہے کہ عطاء کتاب کے بعد باعتبار عمل کے انکی تین حال ہو گئی کوئی ظالم ہوا کوئی مقتصد کوئی

سو عمل علم پر متفرع ہو سکتی ہے نہ کہ اوراق اور جلد کتاب پر اور یا خذون کا الخ یہ مطلب ہے کہ انکو کتاب کیا ملی دنیا ہی کمانے لگے یعنی رشوت لیکر امرا کی مرضی کے موافق مسئلے غلط بتانے
لگے چنانچہ قرینہ الم یؤخذ علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق اسبات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ رشوت لیکر غلط مسائل بتانے بے علم کی نہیں ہو سکتے بہرحال اکثر مواضع
میں لفظ وراثت سے وراثت علمی مراد ہے سو اس استبعاد کی بھی گنجائش نہیں کہ میراث کو علم سے کیا علاقہ **اقول** پہلے آدمی گفتگو کرنے کا سلیقہ پیدا کر لے اور دوسرے کے کلام کو سمجھ لے اسوقت
گفتگو کرے لو بے سمجھے ہی بہاں بہاں کرنے لگے تو اس سے کیا فائدہ ہے تمام قول اسکا لغو ہے اور حقیقت میں اس نے بیفائدہ کاغذ ہی کو سیاہ کیا ہے ورنہ شیعوں کا تو دعویٰ ہی نہیں ہے شیعہ
کب کہتے ہیں کہ وراثت کا استعمال علم میں نہیں ہوتا یہ تو انکا دعویٰ ہی نہیں ہے اور کیونکر ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بدیہی بات کا انکار کریں جو کہ کلام اللہ میں آئی ہو جیسا کہ تو بدیہی
بات کا انکار کرتا ہے شیعوں کا تو دعویٰ یہ ہے کہ مطلق وراثت بدون قرینہ کے وراثت مالی میں مستعمل ہوتی ہے جو کہ معنی حقیقی اسکے ہیں اور اگر کوئی قرینہ علم کا یا اور کسی چیز کا پایا
جائے تو اسمیں مستعمل ہوتی ہے اور یہ معنی ... مجازی ہیں اور اورثنا الکتاب میں قرینہ وراثت علمی کا موجود ہے اسواسطے معنی مجازی مراد ہونگے اور آیہ ورث سلیمان میں کوئی
قرینہ نہیں ہے اور ما قبل اور ما بعد کی آیت میں وراثت علمی مراد لینی کو یہ لازم نہیں ہے کہ آیہ ورث سلیمان میں بھی وراثت علمی مراد ہو اکثر ہوتا ہے کہ معطوف کے کچھ
معنی ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ معنی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** ہاں تا مد کسی عربی خواں عمامہ بند شیعہ کے جی میں یہ کھٹکے
کہ وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہیں اور لغت کے معنی حقیقی چھوڑ کر بے ضرورت معنی مجازی لینے درست نہیں لیکن اگر یہ ضرورت ہوتی تو نقصان
بھی نتہا اسلئے گزارش یہ ہے کہ معنی معروف وراثت کا معنی حقیقی ہونا اور علم میں مجازاً مستعمل ہونا ہے اول تو مسلم نہیں علم میں بھی نقل وراثت اپنے معنی ہی میں
رہتی ہے الغرض وراثت کے معنی حقیقی دونو کو عام ہیں اور بظاہر اسکے معنی قائم مقام ہونیکے قریب ہیں بلکہ اگر معنی حاوی اور مسلط ہو جانے کے کہیے تو اور بھی انسب اور اولیٰ
ہے چنانچہ ظاہر ہو جائیگا پر بسبب کثرت استعمال کے عرف فقہا میں معنی معروف میں خاص ہو گیا ہے ورنہ حقیقت وراثت کا اطلاق وراثت علم و وراثت منصب و تو پر بولنا
ہے صحیح اور درست ہے جیسا کہ وراثت مال پر اور دلیل اثبات کی کہ یہی معنی وراثت مال بطور لفظ معروف ہو گیا ہے ورنہ اصلی معنی قریب قریب قائم مقام ہونے یا حاوی اور
مسلط ہو جانے کی ہیں عام ہے کہ بطور معروف ہو یا بطور دیگر یہ ہے کہ بعض ایسے موقع میں کلام اللہ میں یہ الفاظ مستعمل ہوا ہے کہ وہاں وراثت علمی ہو سکی کیونکہ جو چیز میراث
میں ملی ہے وہ مال ہے اور نہ میراث بطور معروف ہو سکے اسلئے کہ جن کی یہ آیت پہنچی ہم ان سے رشتہ داری تو درکنار قرابت دینی بھی نہ تھی بلکہ یہ مسلمان تو وہ کافر جسسے میراث بطور معروف
پہنچتی بھی نہ پہنچتی ہاں اگر معنی قائم مقام ہونے اور نیابت منصب کے کہا جاوے ... واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق
الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا جسکے معنی یہ ہیں اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے مشرق اور مغرب کا اس زمین کا جس میں ہم نے برکت دی ... اس آیت میں لفظ اورثنا
جنکو زمین دلائی وہ بنی اسرائیل تھے اور جن سے دلائی وہ فرعون اور قوم فرعون تھی ان میں قرابت نسبی تو کیا تھی ... اسلام و ایمان ہی نہ تھی بلکہ یہ مسلمان تھے
تو وہ کافر اگر بالفرض آپس میں ایسی رشتہ داری بھی ہوتی تب ظاہر یہ ہے کہ اس شریعت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی میراث نہ پہنچتی ہوگی بجز اسکے کہ میراث
سے مراد قائم مقام ہونا اور وراثت منصب مراد ہو اور کوئی صورت نہیں ہے اس صورت میں وراثت علمی ہے جو معنی مجازی لیتے اور یوں کہیے کہ معنی حقیقی وراثت مالی ہے
سب جانتے ہیں کہ وراثت میں جو چیز ملی وہ زمین ہے جو اصل مال ہے اور نہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ وراثت کے معنی معروف ہے **اقول** بیشک وراثت علمی وراثت مجازی
ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہے اسواسطے کہ لغت اور شرع سے دونو سے یہی ثابت ہے شرح میں لکھا ہے میراث ... میں کہ میراث مالیکہ از مردہ بہ زندہ رسد ...
شرع میں بھی میراث اسی معنی میں مستعمل ہے دیکھ لے فقہ کی کتابوں کو اور میراث کے یہ معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں کہ وہ چیز کہ علم مردہ کا کسی کو پہنچے اور اگر تو بدیہی بات کو
تسلیم نکرے تو تیرے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے جو کہ منصف اور سمجھدار ہیں وہ تو تسلیم ہی کرینگے اور اگر تو خدا کا بھی انکار کرے تو اسکا کچھ نقصان نہیں ہے ... شکوۃ
حاشیہ کشاف میں آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وراثت انتقال کرنے اندوختہ کو طرف تیرے غیر تیری سے بغیر عقد کے کہتے
ہیں اور بعد اسکے کہتا ہے کہ اس اندوختہ کو موروث اور میراث اور ارث اور تراث بولتے ہیں اور کہا جاتا ہے ورثت مالا عن زید و ورثت زیدا و ورث سلیمان داؤد وقال
وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اب دیکھ تو وراثت کیا معنی لکھے ہیں اور علم میں بے قرینہ کے ہرگز وراثت اپنے معنی حقیقی پر مستعمل نہیں ہے اور نہ وہ معنی حقیقی ہیں اور نہ وہ
قائم مقام ہونے اور حاوی اور مسلط ہونے کے معنی میں ہے اور نہ کسی اہل لغت اور شرع نے اسکو لکھا ہے اور اگر ایسے معنی ہونیکا کہیں احتمال ہوگا تو وہ معنی بھی مجازی ہونگے
کہ جو خلاف لغت کے ہیں اور لغت میں تو اسکے معنی زندہ کو مردہ کا مال پہنچنے کے ہی ہیں اور یہی معنی حقیقی ہیں اور جو استعمال فقہا کا ہے وہ بھی اسی سبب سے اور وراثت کا اطلاق
وراثت علم اور وراثت منصب پر ہرگز مثل اطلاق وراثت مال کے نہیں ہے اسواسطے کہ اول میں اطلاق مجازی ہے اور ثانی میں اطلاق حقیقی ہے اور یہ تو کہہ چکے کہ سوا اس

معنی حقیقی لئے جس معنی میں کہ وراثت کا لفظ مستعمل ہوگا وہ معنی مجازی ہونگے اور اپنے دعوی کی سند میں جو آیت لایا ہی وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ معنی حقیقی ہیں وراثت کے یعنی وراثت کا مال اسمیں ظاہر ہی اور کچھ تردد اس میں نہیں ہی اسواسطے کہ بعد ہلاک ہونے فرعونیوں کے بنی اسرائیل انکے سب مال کے مالک ہوئے زمین کے اور باغ کے اور مکان کے اور سوا اسکے سب چیزوں کے کہ مُردوں کا مال زندوں کو پہنچا یہی معنی لغت میں ہیں اور رشتہ داری کی قید نہیں ہے اگرچہ شرع میں لحاظ رشتہ کا ہے اور مسلمان کے مال کے واسطے دونہ کافر کے مال کے واسطے اور اس میں معنی حقیقی لغوی موجود ہیں اور اگر رشتہ نہیں ہے تو نہو اور مسلمان کا مال میراث میں البتہ کافر کو نہیں پہنچتا ہی اور یہ کہاں ہی کہ کافر کا مال وراثت میں مسلمان کو نہیں پہنچتا اپنی طرف سے جو چاہتا ہی سو لکھتا اور مراد مشارق و مغارب ارض سے زمین شام ہی جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی سو اس سبب سے بنی اسرائیل وارث ہوئے اور قائم مقام ہونا اور حاوی اور مسلط ہونا وراثت کے معنے نہیں ہیں بلکہ وراثت کو لازم ہی کہ جب کوئی وارث ہوتا ہی تو اپنے مورث کے قائم مقام ہوتا ہی اور جائداد پر اسکے حاوی اور مسلط ہوتا ہی اور نہ اس جگہ وراثت علمی ہی اور نہ وراثت منصب بلکہ وراثت مالی ہی کہ بنی اسرائیل فرعونیوں کے اور عمالقہ کے مال کے مالک ہوگئے بعد انکے مرنیکے **قال الشيخ الاشعري** على هذا القياس اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ میں بھی یہ معنی ہیں کہ بیشک زمین اللہ کی ہی وارث کردے ہے جسے چاہی اپنے بندوں میں سے اور آخر بھلا ڈرنیوالوں ہی کا ہی یعنی وراثت بمعنی قائم مقام ہونے کے ہی الغرض ان مواقع میں تو وراثت ظاہر میں بمعنی قائم مقام ہونے کے ہی اور غور سے دیکھئے تو حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہے کیونکہ آیہ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا میں جو کہ یہ معنی ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار رہیگا فقط بمعنی حاوی اور مسلط ہوجانے کے اور معنی مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ یہاں قائم مقام ہونیکی بھی گنجائش نہیں اسلئے کہ جنت پہلے کسی اور کی قبضہ میں کب تھی جو پرہیزگاروں کو انکے قائم مقام کیا اور جنت لوان سے چھین لیا اور مجازاً میراث حضرت آدم علیہ السلام کہئے تو قطع نظر اسکے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجازی کیوں لیجائیں اسکا کیا جواب ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو جنت میں موجود ہونگے سو باپ کے ہوتے اولاد کے وارث ہونیکے کیا معنی بہرحال ایسے معنی عام جو تمام مواقع میں برابر صحیح ہوجائیں یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ وراثت سے حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہو اور جب ایک معنی عام حقیقی بن سکیں جو سب مواقع میں صحیح ہوجائیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسکے قائل ہوں کہ بعض مواقع میں معنی حقیقی لیجئے اور بعض مواقع میں معنی مجازی کیونکہ جیسا بے ضرورت معنے حقیقی چھوڑکر معنی مجازی مراد لینے درست نہیں ایسا ہی بے ضرورت اس کا قائل ہونا کب درست ہے کہ ایک جا معنی حقیقی لیں اور ایک جا معنی مجازی ہاں اگر معنی عام کے حقیقی ہونیکی کوئی صورت نہو تو یوں ہی سہی معہذا قانون میراث لاریب قدیم سے قانون شریعت ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت میں کچھ کچھ اسکے قواعد ہیں اگر یہ بات سوم دنیا میں سے ہوتی تو تب یہ بات ہوتی تو اس صورت میں میراث مالی معنی شرعی ہوئی اور وضع لغت اصطلاح شریعت سے ہر قرن میں مقدم سمجھی جاتی ہی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہو خواہ کسی اور نبی کا اور ظاہر ہے کہ اصطلاحات اقسام معنی حقیقی میں سے نہیں ہوتے بلکہ اقسام منقولات میں سے ہوتے ہیں تولاجرم معنی حقیقی اور ہی ہونگے سو اگر وہ ہی ہوں جنکی میں عرض کیئے تو بہتر ورنہ جو کچھ ہوں ہی ہی ہمارا تو اتنا مطلب ہے کہ وراثت بمعنی معروف معنی حقیقی نہیں معنی اصطلاحی ہی **اقول** اس آیت میں بھی معنی حقیقی یعنی وراثت مال مراد ہی اسواسطے کہ خدا تعالی ایک شخص کو موت دیکر دوسرے کو اسکا وارث کردیتا ہی جو کہ مستحق وراثت کا ہی اور مورث کے مال کا وارث کو مالک کردیتا ہی بعد موت ۔۔۔ میں مراد ہی معنی حقیقی وراثت سے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ میں معنی مجازی مراد ہیں سو اسطے کہ اصل میں معنی وراثت کے یہ ہیں کہ انتقال مال مردہ کا طرف وارث کی اور وارث کو اسکے مال کا مالک کردینا سو اس آیت میں وراثت کا لفظ مالک کردینے پر دلالت کردیتا ہی جو کچھ کہ جزو معنی ہیں اور کل معنی پر دلالت نہیں کرتا ہی جو بلحاظ انتقال مال کا بھی ہو سو یہاں اطلاق وراثت کا جزو معنی پر ہی کہ وہ مالک کردیتا ہی اور یہی مجاز ہے یعنی یہ وہ جنتیں ہیں کہ مالک کرینگے ہم اپنے بندوں میں سے اسکو جو پرہیزگار رہوگا فقط اور اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ وراثت کا لفظ تملیک اور استحقاق میں مستعمل ہوتا ہی اور بعضے کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی وارث ہونگے دوزخیوں کے مکانوں کی جو کہ بہشت میں ہیں اگر اعمال نیک کرتے تو انہیں پہنچتے وہ مکان انکی خدا تعالی متقیوں کو دیدیگا کہ وہ وارث انکے ہوجائینگے اور یہ معنی حقیقی معنی کے قریب ہیں کہ اس میں انتقال بھی ہے دوزخیوں سے طرف متقیوں کے اور دوزخی بمنزلہ مردوں کے ہیں اور جو کوئی مالک ہوگا وہ حاوی اور مسلط بھی ہوگا لیکن بعد مالک ہونیکے ورنہ حاوی اور مسلط تو بے ملک بھی ہوجاتا ہی قہر اور غلبہ سے اسواسطے مراد وراثت سے یہاں مالک ہونا ہی نہ بطور اباحت کے اور قائم مقام ہونیکے معنی یہاں صحیح نہیں ہوسکتے ہیں اور حضرت آدم کی میراث بھی نہیں ہے اور جو معنی اسکے مناسب ہیں وہ ہم کہہ چکے اور اگر یہاں معنی حقیقی درست نہو سکیں گے تو معنی مجازی مراد ہونگے اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر مقام میں معنی حقیقی ہوتے ہیں اور معنی عام حاوی ہوجانا اور

مسلط ہونا وراثت کے معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں بے سند ان معنی کا کیسے اعتبار کیا جائے نادر شاہ دہلی میں آکر حاوی اور مسلط ہوگیا اور محمد شاہ بادشاہ کو اُس نے مغلوب کر دیا تو چاہیئے کہ محمد شاہ کی زندگی ہی میں نادر شاہ کو کہنے لگیں کہ محمد شاہ کا وارث ہوگیا اور ایسا کوئی بھی نہ کہیگا اور معنی حقیقی تو وہ ہیں کہ اہل زبان نے وضع کیئے ہیں بھلا معنی حقیقی کسی اور شخص کے بنانے سے بھی بن سکتے ہیں کیونکر ہوسکتا ہی کہ ہندی آدمی عربی لفظ کے معنی اپنی طرف سے تجویز کریں اُسکے حقیقی معنی تو وہ ہی ہیں جو واضع زبان عرب نے تجویز کئے ہیں اور مقامات مختلف ہوتے ہیں کہیں تو معنے حقیقی مراد ہوتے ہیں ہاں معنی مجازی کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور کسی مقام میں معنی حقیقی نہیں بن سکتے وہاں معنی مجازی ہی مراد ہوتے ہیں لیکن اُسکے واسطے کوئی قرینہ بھی ہوتا ہی جیسے کہ کوئی کہے کہ میں نے صحرا میں ایک شیر کو دیکھا کہ ایک گائے کو مار کر اُسکا ہو پی گیا اور گوشت اُسکا کھا گیا تو یہاں شیر کے معنی حقیقی ہی مراد ہوں گے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے بازار میں ایک شیر کو دیکھا کہ وہ عطار کی دکان پر کھڑا ہوا دوائیں خرید کرتا تھا تو یہاں معنی مجازی ہونگے اور مراد شیر سے کوئی آدمی ہوگا اور معنی عام ہونگے تو کوئی صورت نہیں ہے اسواسطے کہ معنی میراث کے لغت میں اُس چیز کے لئے ہیں کہ جو مُردہ سے کسیکو پہنچے مال کی قسم میں سے اور یہ میراث کا وہ لفظ ہے کہ اُسکے معنی جو کہ لغت میں ہیں وہ ہی اصطلاح میں اہل شرع کے ہیں اصطلاح اور لغت میں کچھ فرق نہیں ہے اور معنی حقیقی وہ ہی ہیں جو کہ لغت میں لکھے ہیں **قال الشیخ الاشعری** - اب سنئے اگر جو اصطلاح کے پھر اصطلاح بھی ایسی غالب نہیں کہ معنی حقیقی پر ترجیح ہو کیونکہ کلام اللہ میں اکثر مواقع میں معنی اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا بہت سے کم ایسے مواقع ہیں کہ جہاں وہاں معنی اصطلاحی کا احتمال ہو اور تلاش کیجئے تو بجز اُن آیتوں کے جو متمسک شیعہ ہیں اور کوئی آیت نہ نکلی اور یہ ظاہر ہے کہ اُن آیتوں میں ہی احتمال تو محتمل ہے اور پھر احتمال بھی ایسا کہ غور سے دیکھئے تو وہ احتمال ہی محال ہی چنانچہ بخوبی واضح ہوچکا پھر کونسی ضرورت ہی کہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی منقول مراد لیتے ہاں اگر خدا تعالی کی خود اصطلاح مقرر کی ہوئی ہوتی اور مثل صوم صلوۃ معنی اصلی مراد نہ ہوا کرتی تو ایک بات بھی تھی اس تقریر آخر سے متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی اور وراثت بمعنی معروف دونوں معنی مجازی ہیں یعنی معنی غیر حقیقی ہیں اور مسلّم نا کہ وراثت بمعنی معروف وراثت حقیقی ہے اور وراثت علمی وراثت مجازی لیکن مجاز متعارف اور مشہور ہے ایسا استعمالات قرآن میں یہانتک کہ حقیقت معنی حقیقی کی برابری کرے دیکھیئے چنانچہ دو آیتیں اس بات کی شاہد مذکور بھی ہوچکی ہیں ایک ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ الخ دوسری فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں وراثت علمی پر بے تکلف دلالت کرتی ہیں کچھ تامل اور توقف کی نوبت نہیں پہنچتی اور یہی مجاز متعارف کے معنے ہیں کہ ایسا مجاز حقیقت سے کم نہیں ہوتا جو یوں کہا جائے کہ بے ضرورت معنی مجازی مراد لینے درست نہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تب بھی بات ہاتھ سے کہیں نہیں گئی اس لئے کہ اسمیں تو کسیکو کلام نہیں رہا جو قرآن کے معنے مجازی کے مراد لینے میں کچھ دشواری ہی نہیں بلکہ وقت قرائن ... معنی حقیقی کا ... دینا اور معنی مجازی کا مراد لینا ضرور ہوجاتا ہے نہیں تو معنی مجازی کے استعمال کی کوئی صورت ہی نہ ہو سوا اسکے تو حدیث کلینی ... معنی حقیقی ... معنی مجازی کے مراد لینے کی کوئی علاوہ ... قرائن عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہو پھر اب بھی معنی مجازی ... نہوں تو پھر اب ... **اقول** ... معنی لغوی جو میراث کے وہ ہی اصطلاحی ہیں اور کلام اللہ میں بھی یہ معنی موجود ہیں اور کچھ ضرورت نہیں ہے ... جہاں اُسکا موقع ہو گا وہاں ہوں گے اور سوائے آیات متمسکہ شیعہ اور جگہ بھی یہ معنی آئے ہیں چنانچہ فرماتا ہی خدا تعالی سورہ نساء میں کہ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ اور بعد اسکے فرماتا ہے وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ ... اور آخر میں فرماتا ہے وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ جا بجا کہ وراثت کا ذکر تھا وہاں خدا تعالی نے فرما دیا اور سارے قرآن میں کہیں ... نہیں ... یہ آیہ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں ہم کہتے ہیں صرف احتمال ہی نہیں بلکہ جو معنی کہ واقع میں سلف میں ... ہم کہتے ہیں ... احتمال کا بعید ... جو احتمال کہ تو نے نکالے تھے ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور جو کہ اُن آیتوں میں ہم کہتے ہیں وہ ہی معنی حقیقی ہیں ... معنی منقول ... لغت اور اصطلاح کا اتحاد ہے اور ہماری تحریر سے معلوم ہوگیا کہ وراثت علمی معنی مجازی ہیں اور وراثت مالی جسکا یہ معنی معروف لیتا ہے معنی حقیقی ہیں اور استعمال لفظ ... مطلق کا علم میں بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف اور مشہور نہیں ہے اور دونوں آیتوں میں میراث کا مقید ہونا کتاب کے ساتھ صریح موجود ہے اور وہ قرینہ ... وراثت علم ... اکلام ... مطلق میں ہے کہ جو بدون قرینہ کے ہو وہاں بیشک معنی حقیقی ہی مراد ہونگے اور مجاز معنی حقیقی کے برابر شہرت میں اُس وقت ہوتا ہے جسوقت اسمیں کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ ہو اور یہی مجاز استعمال میں حقیقت سے کم ہوتا کہ جسمیں کوئی قرینہ پایا جائے اور یہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ مجاز کا کہیں استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ جس جگہ قرینہ پایا جائیگا وہاں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کا ہی استعمال کرینگے لیکن آیہ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں کوئی قرینہ نہیں ہے کہ جسکے سبب سے وراثت علمی کے معنی مجازی ہیں مراد لئے جائیں اور حدیث کلینی میں صریح قرینہ مجاز کا موجود ہے وہاں معنی حقیقی کیونکر مراد لئے جائینگے اور اس حدیث میں ہم معنی مجازی کا ہرگز انکار نہیں ہے ؛

قال الشیخ الاشعری اور با انہمہ اور ایک ایسی دلیل ہے جس سے وراثت مالی کا آیت ورث میں بلکہ آیت وہب لی الخ میں بھی مراد نہونا اور وراثت علمی کا دونوں آیتوں میں مراد ہونا بتصریح ثابت ہوجاوے اور شیعوں کو بھی اُسکے انکار میں مجال دم زدن نہو ہمارے پاس موجود ہے یعنی سوائے روایت مذکورہ کے ایک دوسری روایت کلینی ہی کی ہے جسکو شیعوں کو بھی بسر و چشم ہی رکھنا پڑیگی اور درباب مطلب مذکور روایت سابق سے زیادہ کافی وافی ہی پیش نظر ہے بغرض دندان شکنی شیعہ اُس روایت کو زیب اوراق کرتا ہوں روی محمد بن یعقوب الرازی فی الکافی عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام انہ قال ان العلماء ورثة الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوا و فی نسخة لم یورثوا درهما ولا دینارا و انما اورثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ بشیء منها فقد اخذ بحظ وافر مطلب یہ ہے کہ محمد بن یعقوب رازی یعنی علامہ کلینی کافی میں ابو البختری کے واسطہ سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں چھوڑا اور ایک نسخہ میں یوں ہی کہ میراث میں نہیں پایا کوئی درہم اور نہ کوئی دینار اُنہوں نے جو میراث میں چھوڑا ہی تو چند باتیں ہیں اپنی باتوں میں سے چھوڑ گئے ہیں سو جس نے کچھ اُنکی باتوں میں سے لیا تو اُس نے بڑا ہی کامل حصہ لیا انتہی اس روایت سے بتصریح معلوم ہوگیا کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اُنکے علم کی البتہ علماء وارث ہوتے ہیں بعینہ یہی مطلب اُس حدیث کا ہے جو اہل سنت حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں اگر اُس روایت کو مولوی عمار علی صاحب اور دیگر علماء شیعہ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ روایت بدرجہ اولیٰ جھوٹی ہی مگر باین لحاظ کہ وہ روایت صدیق ہے تو یہ روایت صادق ہے اور جھوٹوں کو سچوں کی بات کب پسند آتی ہے اس روایت کو جھوٹا بتلانے لگیں تو کیا عجب ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق سے بھی برگشتہ ہوجائیں اور کلینی کو بھی تبرا کر کے اُنکے کردار کو پہنچائیں لیکن اسبات میں اُنکو جب مشکل ہو کہ دین سے غرض ہو اگر دین سے غرض ہوتی تو صدیق اکبر سے ہی کیوں بگاڑتے بہرحال وہ تسلیم کریں نہ کریں حضرت امام ہمام جعفر صادق کا قول ہماری نزدیک صادق ہی اور اُنکی بات ہمارے سر اور آنکھوں پر الحاصل بشہادت کلمہ انما جو باقرار شیعہ بھی مفید حصر ہے چنانچہ آیت انما ولیکم اللہ سے بزعم خود اسی بھروسہ لڑتے ہیں یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء نے سوا علم اور احادیث کی کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی تو اس صورت میں لاجرم دونوں آیتوں میں میراث علمی ہی مراد ہوگی باقی شیعوں کو اس بات کا اختیار ہی کہ اُسکی معنی حقیقی کہکے تعبیر کریں یا معنی مجازی اُسکا نام رکھیں اگر معنی حقیقی کہیں تو فبہا اور نہ مجاز کہیں اور مجاز بھی مجاز متعارف تب بھی اُنہیں مرحبا اور اگر ہماری ضد میں مجاز غیر مشہور و غیر متعارف کے قائل ہوں تب بھی کچھ اندیشہ نہیں چشم ما روشن دل ما شاد اس لئے کہ باوجود اسقدر ہجوم قرائن صارفہ کے جو درباب مراد نہونے وراثت مال مذکور ہوئی اور باوجود اسقدر کثرت وجوہ ارادہ وراثت علمی کے جو مسطور ہوئیں اگر وراثت علمی مراد ہو گو نوع وراثت مجازی ہی سہی تب عین حق و صواب ہے بلکہ اگر بالعکس ہو خطاء فاحش و غلطی میں اور قواعد دلالت کی رو سے تجویز جائز **اقول** ایسی کوئی دلیل نہیں ہی کہ جس سے وراثت مالی کہ آیہ وورث سلیمان میں اور آیت ہب لی میں مراد نہونا ثابت ہو اور وراثت علمی ثابت ہو اور روایت کلینی کی جو لکھی ہے اول تو یہ ہی کہ راوی اُسکا ابو البختری ہی کہ جو سنی ہے اور ابو بکر کے مریدوں میں سے ہے چنانچہ ملا صدرا نے شرح کافی کلینی میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ابو البختری وهب بن وهب روی عن ابی عبداللہ وکان کذابا عامیا الا ان له احادیث عن جعفر بن محمد کلها لا یوثق بها وله احادیث مع الرشید فی الکذب یعنی ابو البختری بن وہب نے روایت کی ہے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اور تھا وہ دروغ گو عامی مگر اُس کی پاس حدیثیں جعفر بن محمد کے تھیں کہ وہ کل قابل اعتماد کے نہ تھیں اور اُسکے پاس حدیثیں تھیں ہمراہ رشید کے جھوٹ میں اور دوسرے یہ کہ اس شیخ کا مطلب بھی اُس سے ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ اُس میں ذکر علماء کی وراثت کا ہی نہ انکی غیر کی وراثت کا کہ علم میں علماء ہی وارث انبیاء کے ہوتے ہیں نہ غیر انکی اور نفی اسمیں درہم اور دینار کی وراثت کی ہی نہ زمین وغیرہ کی کہ انبیاء مورث درہم و دینار کے نہیں ہوتے ہیں نہ یہ کہ زمین کی بھی مورث نہوں اور سبب اسکا یہ ہی کہ درہم اور دینار کے جو جمع کرنا اُنکا مذموم ہے اور حب دنیا پر دلالت کرتا ہی اُسکو بعد اپنے انبیاء علیہم السلام نہیں چھوڑتے ہیں تا کہ اُسکے مورث ہوں لیکن درہم و دینار کا مورث نہونا اسپر دلالت نہیں کرتا ہی کہ زمین وغیرہ کی بھی مورث نہوں اور ہمارا کلام زمین میں ہے اور اُسکی نفی وراثت روایت میں مذکور نہیں ہے اور حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام واسطے علماء کے سوا علم کے چیز دیگر قسم درہم و دینار سے میراث نہیں چھوڑتے ہیں بلکہ کلمہ انما اگرچہ حصر کے واسطے ہی لیکن وہ حصر واسطے علماء کی ہی اسواسطے کہ اُنکی ہی وراثت کا ذکر ہی اس صورت میں معنی اُسکی یہ ہونگے کہ نہیں وراثت کیجاتی ہے بین انبیاء علیہم السلام سے علماء کے مگر احادیث کہ علماء جو وارث ہوتے ہیں تو انکی احادیث کے وارث ہوتے ہیں اور چیز کی اور سوا علماء کی اور کسی کی وراثت کا ذکر نہیں ہے اول کہ ذکر کے قرینہ سے اور اس آیت کی شرح میں ایک اور وجہ ہمارے علماء نے لکھی ہی کہ جسکے سبب سے اس روایت پر کسی طرح سے اعتراض نہیں ہو سکتا اور حصر بھی کلمہ انما میں حقیقی ہی باقی رہتا ہی اور وہ یہ ہی کہ لم یورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور ایسے ہی اورثوا کے بعد کہ جو علماء کی طرف راجع ہی اور محذوف ہونا ضمیر مفعول کا کلام فصحاء عرب میں بلکہ کلام ربانی میں بہت آیا ہی جیسے کہ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ اور مختصر معانی میں دو شعر حضرت علی کے لکھے ہیں الٰہی عبدک العاصی اتاک مقرا بالذنوب وقد دعاک + فان تغفر فانت لذاک اهل وان تطرد فمن یرحم سواک اور جیسے کہ اصطفی کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی ایسے ہی ان شعروں میں تغفر اور تطرد اور یرحم کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہی اور یہی لم یورثوا اور اورثوا کا حال ہی کہ انکے بعد بھی ضمیر مفعول کی محذوف ہی اس صورت میں یہ روایت اسطرح سے ہوگی کہ ان العلماء ورثة الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوهم درهما ولا دینارا وانما اورثوهم احادیث من احادیثهم یعنی تحقیق علماء وارث انبیاء علیہم السلام کے ہیں اور

یہ اس سبب سے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں دیا ہے اُن علماء کو درہم کو اور نہ دینار کو اور سوائے اسکے نہیں کہ میراث میں دیا ہے اُنکو احادیث کو احادیث اپنی میں سے سو جس نے اُنکی باتوں میں سے لیا تو حصہ پورا لیا اب معنی اس حدیث کے بہت درست ہوگئے کہ کسی طرح سے گنجایش اعتراض کی اس حدیث پر باقی نہ رہی اور اس حدیث میں اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ میں رات اور دن کا فرق معلوم ہوگیا اور حصر اضافی بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ آیہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ میں ہے اور حالانکہ سوا اشیاء مذکورہ کے اور بہت چیزیں حرام ہیں اور ایسا ہی اس روایت میں بھی حصر بہ نسبت بعض کی ہے اور قرینہ بعض کے ہونیکا اسمیں موجود ہے اور آیۂ انما ولیکم اللہ میں کوئی قرینہ حصر اضافی کا نہیں ہے بلکہ وہاں حصر حقیقی مراد ہے اسواسطے کہ ہماری کتابوں میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ ہر امام نے دوازدہ ائمہ علیہم السلام میں سے اپنے اپنے زمانہ میں حالت رکوع میں سائل کو انگشتری دی ہے اس صورت میں اگر مراد آیہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ میں حصر حقیقی ہوگی تو بھی کوئی اس حصر سے خارج نہ ہوگا اور اس روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء مطلق مال کے مورث نہیں ہوتے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ درہم اور دینار کے مورث نہیں ہوتے ہیں زمین اور سوائے اسکے اور اسباب اور آلات اور ثوب کے کہ جنکا میراث اہل بیت میں ہونا ثابت ہے اور روایت ابوبکر میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے یہ روایت مثل اُس روایت کے کیونکر ہوگی کہ یہ روایت در صورت تسلیم جھوٹی نہیں ہے اور روایت ابوبکر کی جھوٹی ہے کہ اُسکو اہل بیت علیہم السلام نے اور حضرت عباس نے تسلیم نہیں کیا ہے اور اس روایت کو ہم نے تسلیم کر لیا کیسے ہی ہو اور جواب اُسکا دیدیا اور اگر ہم مضمون صحیح بیدالبحرین تسلیم کرکے بلکہ جھوٹا ہی کہیں روایت کلینی کو بسبب مخالف ہونے کتاب خدا کے اور روایت کرنے سنی کی تو ہمارا کیا نقصان ہے اور تم اگر روایت ماترکناہ صدقہ کو جھوٹا کہو تو ابوبکر کی خیر نہیں ہے اور اپنے مذہب سے ہاتھ اٹھاؤ اور ہم امام جعفر صادق علیہ السلام سے برگشتہ کیونکر ہو سکتے ہیں کہ مدار ہمارے مذہب کا اُنکی روایتوں پر ہے اور جواب اُس روایت کا ہم دیچکے اور برگشتہ تو تُم ہو کہ تمہاری اصول میں اُنکا اعتبار ہے نہ فروع میں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہمکو برگشتہ ہونیکو تو کس واسطے کہتا ہے ہمکو اس روایت کا یقین ہی نہیں ہے کہ اُن حضرت نے ایسا فرمایا ہو اگر برگشتہ ہونیکو کہتا ہے تو ابو البختری سے برگشتہ ہونیکو کہہ کہ جسنے یہ روایت کی ہے اور وہ تیرا پیر بھائی ہے اور دین سے غرض تمکو نہیں ہے کہ ابوبکر کے عیوب کی اصلاح میں دین اپنا کھوتے ہو اور اگر یہ روایت واقع میں صحیح بھی ہو تو تیرا مطلب اُس سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ہم لکھ چکے اور انما جو کلمہ حصر کا ہے اُسکا جواب بھی ہم دے آئے ابتدا میں جا دیکھ لے اور آیت انما ولیکم اللہ میں جو کلمہ حصر ہے اُسکا حال بھی ہم بیان کر چکے اور یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوئی اور روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی بلکہ ثابت ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے سوائے احادیث کے اور کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور جب وہ ثابت نہ ہوا تو دونوں آیتوں میں وراثت علمی مراد نہ ہوگی کہ آیتوں میں مطلق وراثت کا ذکر ہے اور روایت میں قرینہ علم کا موجود ہے اسواسطے روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور اگر مجاز متعارف بھی تسلیم کیا جائے اُس میں بسبب قرینہ کے تو ہوا کرے اُس میں ہمارا کیا نقصان ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بدون قرینہ کے معنی حقیقی مراد ہونگے ہمارا تو کلام اُن دونوں آیتوں میں ہے کہ اُن میں کوئی قرینہ وراثت علمی کا نہیں ہے اور اگر اور آیتوں میں اور روایتوں میں قرینہ کے سبب سے مجازاً وراثت علمی مراد ہوگی مجاز متعارف ہی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہے

قال الشیخ الاشعری بہرحال آیت وورث میں جیسے بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد نہ ہونا ثابت اور متحقق ہوگیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی مراد ہے علیٰ ہذا القیاس جیسے قرائن و دلائل مسطورہ بالا سے متیقن ہوگیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مالی مراد نہیں اب بشہادت روایت ثانی کلینی یہ ثابت ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وراثت علمی مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے اور بعد ادائے شہادت اس روایت کے ہمکو حاجت کچھ نہ رہی کہ کچھ قرائن اس بات کے بھی ذکر کئے جاویں کہ آیت وہب لی میں بھی بدستور آیہ وورث وراثت علمی ہی مراد ہے کیونکہ روایت مذکورہ سے پیشتر شیعوں کے نقیض اور کونسی دلیل دندان شکن ہوگی اس روایت سے ذکر نہیں شیعوں کی وہی مثال ہوگئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر

اقول آیہ وورث سلیمان میں بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد ہونا ثابت ہوگیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی اس آیت میں مراد نہیں علیٰ ہذا القیاس جیسے دلائل و قرائن مسطورہ سے متیقن ہوگیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ میں وراثت مال مراد ہے اب روایت کلینی سے بھی ثابت ہوگیا کہ آیت مذکورہ میں وراثت علمی مراد نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے اور ہم اسکو ثابت کر آئے ہیں اور اس روایت سے شہادت اس امر کی ہرگز نہیں ادا ہوئی کہ آیت وہب لی اور آیت وورث سلیمان میں وراثت علمی مراد ہو بلکہ وراثت مالی بدستور ثابت ہے اسواسطے کہ روایات اہل سنت صاف صاف وراثت مالی پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم تفسیر کبیر اور تفسیر معالم التنزیل سے لکھ چکے ہیں کہ ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک اور شعبی وغیرہ جو کہ مفسرین اہل سنت ہیں انکے نزدیک وراثت مالی مراد ہے اور بیضاوی اور کشاف اور کنز العمال سے ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت سلیمان کو حضرت داؤد سے وراثت میں گھوڑے پہنچے ان روایتوں کی بیان کرنے میں سنیوں کی وہی مثل ہوگئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر اور روایت کلینی جسکا راوی ایک سنی ناصبی ہے باوجود اسکے پھر بھی اُس سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہ ہو

قال الشیخ الاشعری مگر بنظر مزید تحقیق و خوشنودی اہل سنت و شیعیان شیعہ کچھ قدر قلیل اور بھی چھیڑ چھاڑ سہی اسلئے عرض ہے اگر لفظ ولی اور جملہ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا کو جو آیت فہب لی من لدنک ولیا سے متصل ہے پہلے وائم کہئے

بنظر غور دیکھا جائے تو بیان ہو جائے کہ مقصد حضرت زکریا علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام فقط طلبگاری جانشین اور خواستگاری خلیفہ نیک آئین تھے اس دعا کے وقت جسکا اس
سورہ مریم میں قصہ مذکور ہے تمنا عطاء فرزند تھے کو کسی اور وقت میں ہی دعا مانگی ہو اسواسطے کہ لفظ ولی باتفاق اہل لغت بمعنی فرزند ہرگز نہیں آتا البتہ بمعنی ولیعہد اور
جانشین آتا ہے اور اسپر لفظ موالی من ورائی کا قرینہ خود اسی پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ ولی مثل لفظ مولی بمعنی متعدد آتا ہے لیکن یہاں یہی معنی مراد ہیں کیونکہ موالی کے ساتھ لفظ من ورائی
جو لگا ہوا ہے وہ بتلے سکے کہ موالی سے معنی مذکور ہی مراد ہوں سمجھ نہیں ہو سکتا اطمینان کیلئے ترجمہ مرقوم ہے اعنی اپنی بنی اعمام اور اپنے اقرباء سے اندیشہ ہے یعنی یہہ ڈر ہے کہ وہ لوگ منصب خلافت
نبوت کے لایق نہیں اگر یہ لوگ میرے جانشین ہوئے تو ان سے حمایت احکام خداوندی تو معلوم الٹی تبدیل اور تحریف کا کھٹکا ہے اور اپنی اولاد ہونیکی توقع نہیں جو یہی امید ہو کہ شاید
کوئی فرزند لایق فائق پیدا ہو جائے کیونکہ میری عورت بانجھ ہے اسلئے یہ عرض ہے کہ مجھے ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور اسکو اپنی مرضی
موافق کر دے غرض ظاہر ہے کہ سیاق میں موالی کے معنی بجز قایمان مقام اور خلفا کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تو لاجرم ولی بھی جو اس مادہ سے مشتق ہے بمعنی ولیعہد اور جانشین ہی ہوگا اور اگر بفرض محال
ولی بمعنی فرزند بھی ہو تو موالی بھی بمعنی فرزندان ہونگا اور ظاہر ہے کہ حضرت زکریا کے اول تو فرزند تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو پھر تمنا فرزند کس لئے تھی وراثت کے قابل سبھی فرزند ہوتے ہیں نیک ہوں یا بد باقی
رہا مضمون پسندیدہ الٰہی ہونیکا اگر بالفرض بفرض محال کوئی فرزند بد اطوار ہی تھا اور اسلئے دوسرے فرزند نیک کے طلبگاری تھی تو اسکے حق میں دعا کیوں نہ فرمائی اور موالی کے لئے
جو دعا نفرمائی تو پھر وجہ کیا تمام برادری بلا تمام کنبہ کے ساتھ آدمی کو ایسی نہیں ہوتی جو انکی خواہ مخواہ دعا ایسی تہ دل سے نکلی یہ معاملہ اگر ہوتا ہے تو اپنی ہی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اسکو
بد اطوار دیکھے تو خواہ مخواہ جی پر شبہ جائے اور اصلاح کی دعا بے اختیار دل سے نکلے سیعونکہ ہی اتنا تو یقیناً معلوم ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کے وقت تک کوئی فرزند تھا نیک نہ بد
تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہیں جو بظاہر انکے جانشین ہونیکا دھیان تھا کیونکہ بظاہر یہی کی طلبگاری کی علت ہے کیونکہ حاصل معنی بظاہر یہ ہیں کہ میرے تو فرزند ہو ہی نہیں سکتا
اس لئے کوئی جانشین ہی سہی اور جب جانشین کوئی غیر ہو تو پھر وراثت مندرجہ آیت بجز وراثت علمی اور وراثت منصبی کے صحیح نہوگی اور یہ بھی نسہی جب ولی بمعنی جانشین ہوا تو
وراثت وراثت علمی ہی مراد ہوگی وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور پھر دعا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ جیسے محبان دنیا اور اہل دنیا فرزند اور خلف رشید کے طلبگار ہوتے ہیں ایسے ہی ارباب علم و فضل
اور مرشدان صاحب کمال کو خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہے بلکہ ایسے لوگوں سے تمنا فرزند البتہ مستبعد ہے **اقول** یہ شیخ پہلے اس سے لکھ چکا تھا اور اسیکا پھر اعادہ کیا
کہ جسکا جواب سنکر اہل سنت پشیمان اور شیعہ خوش ہوں اور عبث قرآن میں تحریف کرتا چلا جاتا ہے اور فضول اور بے فائدہ مضمون سے کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے کہ جو سنیوں کے
مذہب کے موافق ہو نہ شیعوں کے قلندروں کا سا کلام ہے کہ جسمیں ایک قلندر ہے کہ جو جہالت سے ڈاڑھی کے واسطے سند لاتا ہے کہا کہ قرآن میں آیا ہے کلا سوف تعلمون یعنی اپنی کلہ صاف کرو ایسا ہی اسکا
کلام ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت زکریا کو تمنا عطا فرزند نہ تھی یہہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور مخالف ہے تحریر جمیع مفسرین کے بلکہ تمنا انکو فرزند ہی کی تھی اور اسیواسطے دعا کی تھی اور جب
فرزند پیدا ہوگا تو وہ بعد مرنیکے جانشین بھی ہووے ہی گا لیکن دعا جانشین کیلئے طلب کرنیکی نہ تھی بلکہ طلب فرزند ہی کی دعا تھی چنانچہ بیضاوی میں نداء خفیا کی تفسیر میں لکھا ہے لئلا یلام
علیٰ طلب الولد فی ایان الکبر یعنی تاکہ نہ ملامت کیا جائے طلب فرزند پر بیچ وقت بڑھاپے کے اس سے طلب فرزند معلوم ہوا اور ولم اکن بدعائک رب شقیا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وتنبیہ علی ان المدعو
لہ وان لم یکن معتادا یعنی اور تنبیہ ہے اسپر کہ طلب کی گئی چیز اگرچہ نہ تھی باعتبار عادت کے اور عادت میں بوڑھے آدمیوں سے فرزند کا وجود میں آنا نہیں ہے اور حاشیہ میں مدعو
لہ مراد فرزند ہے انتہیٰ اور ولیا کی تفسیر میں لکھا ہے من صلبی یعنی ولی مجھکو عطا کر میرے صلب سے اور بعد اسکے خداتعالیٰ فرماتا ہے یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ یعنی
اے زکریا خوشخبری دیتے ہیں ہم تجھکو ایک لڑکے کی کہ نام اسکا یحییٰ ہے اب جو کہ برابر فرزند کا ذکر چلا آتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ تمنا عطاء فرزند کی نہ تھی اور اگر جانشین ہی طلب کرنا منظور
تھا تو جانشین تو ہر کوئی ہو سکتا ہے اگر وہ قابل جانشینی کے ہو اور پھر یوں کہا کہ ولیا من صلبی جیسا کہ بیضاوی میں ہے اور یہ نہ کہا کہ سر میرا سفید ہوگیا ہے اور زوجہ میری
بانجھ ہے اور بڑھاپے سے سوکھ جانیکو تو اسواسطے کہا کہ ایسی حالت میں میرے کیونکر فرزند پیدا ہو تو خداتعالیٰ نے فرمایا کہ ہو علیّ ہین وہ مجھپر آسان ہے کہ میں نے تجھکو پیدا کر دیا تھا جبکہ تو
کوئی چیز نہ تھا اب فرمائے کہ یہ فرزند کی خواستگاری کی دعا ہے یا کسی جانشین کی کہ میرے فرزند تو پیدا ہی نہوگا بسبب بانجھ ہونے زوجہ کے کوئی جانشین ہی عطا کر دے کسیکے عقل میں
بھی یہ آتا ہے اور اگر جانشین طلب کرنا منظور تھا تو بہتیرے آدمی ہونگے کسیکو قابل پاکر جانشین کر دیا ہوتا اور اگر کوئی اس قابل نہ تھا تو مناسب یہ تھا کہ کسیکے اصلاح کی دعا کی ہوتی
اپنی قریبوں میں سے یہ کیوں کہیں کہ غش تو اسکو اور تعجب ہے کہ حضرت زکریا کو تو اپنے مابعد کا یہ خیال ہوا کہ اصلاح امت کے واسطے اور جاری احکام خدا کے واسطے خلیفہ اور جانشین طلب
کیا اور پیغمبر آخر الزمان کہ جنکے بعد کوئی پیغمبر ہوگا اور خود وہ حضرت بھی جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی ہی نہوگا تو پھر کوئی جانشین اور خلیفہ خداتعالیٰ سے طلب نکیا کہ جو اصلاح امت کے
کرتا رہتا اور احکام خدا کے جاری کرنے میں کبھی غلطی نکرتا اور دوسرونکی طرف نہ دیکھتا کہ یہ کچھ درستی کر دی اسکو بھی امت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو چاہیں خلیفہ کر دیں کیا یہی
ہو اگر ایسا ہی ہے تو حضرت زکریا کچھ پیغمبر آخر الزمان سے تو زیادہ نہ تھے انہوں نے بھی اپنے جانشین کو امت ہی کی رائے پر چھوڑ دیا ہوتا جسکو چاہتے خلیفہ کرتے کیا ہی تو ایسی عاجزی سے

طلب جانشین کے واسطے کیوں دُعا کے پہلا خیال میں ہی آتا ہے کہ افضل المرسلین جنکا دین قیامت تک رہیگا اپنے جانشین کو خدا تعالیٰ سے طلب نکریں اور حضرت زکریا علیہ السلام جنکی اُمت کے تہوڑے سے آدمی ہونگے اور چند روز کی نبوت تھی وہ اپنے بعد کے واسطے جانشین طلب کرے اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ دوم یہ اور لفظ ولی کے معنی اگرچہ لغت میں پسر کے نہیں لکھی ہیں لیکن ولی کا لفظ شامل پسر کو بھی ہے اسواسطے کہ ولی اُسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنیکے جسکا امر کسی کے نزدیک اور پیوستہ ہو وہ ولی اُسکا ہوتا ہے اور وہ وارث اُسکا ہی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں — آیۂ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ للولی الذی یلی امرہ بعد وفاتہ وہو الوارث اور زیادہ وارث اور جس سے کہ نزدیک مرنیوالے کا ہوتا ہے پسر سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہوتا ہے اسواسطے ولی سے مراد یہاں پسر ہی ہے اور نہ ولیعہد بہادر اور من ورائی کا قرینہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریا کے پسر پیدا ہونا چاہیے باپ کا وارث ہو کر انکی جائداد پر قابض ہو جائے تاکہ بنی اعمام وغیرہ اُنکی جائداد کو خورد برد نکرنے پائیں اور بیجا اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے پائیں یہی اسکا مطلب ہے اور بہت صحیح اور درست ہے اور ترجمہ جو اس آیت کا کیا ہے وہ صحیح نہیں کیا اول تو یہ کہ منصب خلافت کا کچھ خوف ہی نتھا اسلئے کہ یہ خود تو خلیفہ ہو ہی نہیں جاتا لوگوں کے کئے سے ہوتا ہے موافق مذہب اہل سنت کے جیسا کہ ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ کر لیا پھر حضرت زکریا کو اسکی کیا فکر تھی بعد اُنکے لوگ خود کسیکو چہانٹ کر لیتے جو کہ تبدیل احکام کی نکرتا کیا ابوبکر نے تبدیل احکام کئی تہے جو وہ کرتا اور مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہے کہ کسی پیغمبر نے خلیفہ اپنا مقرر نہیں کیا ہے بلکہ اُمت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ حضرت زکریا نے خلیفہ اور جانشین طلب کیا تھا اور جو وقت کہ وہ ولی ہو اور جانشین پیغمبر کا ہوا تو یا تو پیغمبر ہوگا یا غیر پیغمبر کہ بسبب وراثت علم پیغمبر کے مستجمع جمیع صفات حمیدہ اور فضائل پسندیدہ ہوگا پھر بعد اُسکے رضیا ہونیکی دعا کرنی اور کہنا کہ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا کیا معنی رکہتی کہ یہ لغو اور بیفائدہ ہوجاتا ہے اور تبدیل احکام کے لئے خصوصیت بنی اعمام کی کیا ہے جو شریر ہوگا وہ بدلے گا ایسا کہنا چاہئے تھا کہ میں اشرار اُمت سے ڈرتا ہوں اور اگر خدا تعالیٰ کسیکو خلیفہ کر دیتا تو کیا بنی اعمام وغیرہ تبدیل احکام نہیں کرسکتے تھے اُنکو کون مانع تھا اور کس نے فرمانبرداری کی حضرت زکریا اور یحییٰ کے یہاں تک کہ ظالموں نے دونوں باپ بیٹوں کو قتل کر ڈالا اور آخر جانشین طلب کیا تھا وہ کون تھا بیٹا تو حضرت زکریا کا نہ تھا اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہے کہ فرزند کے طلب کرنیکی دعا نتھی اور خدا تعالیٰ نے دی تو وہ چیز دی کہ جسکی آرزو نتھی پھر دعا اُنکی کیونکر مستجاب ہوئی کہ اُنہوں نے فرزند کا غیر طلب کیا تھا نہ فرزند اور دیا خدا تعالیٰ نے فرزند اور حال یہ کہ خدا تعالیٰ سے فرزند ہی طلب کیا تھا نہ کوئی جانشین چنانچہ سورہ آل عمران میں بھی خدا تعالیٰ نے حضرت زکریا کی دعا کا ذکر کیا ہے اور اُس دعا میں تصریح طلب اولاد کا ذکر ہے چنانچہ فرماتا ہے رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً یعنی اور بخش تو مجھکو اولاد پاکیزہ اور اگر خدا تعالیٰ کسیکو پیغمبر کا جانشین کرے تو کیا وہ موافق مرضی خدا کے نہوگا جو اُسکے کہنے کی احتیاج ہوئی کہ اپنی مرضی کے موافق ہی اُسے کر اور موالی کے معنی ہرگز قرابتمندان مقام کے نہیں ہیں اس مقام میں اور یہ کسی نے نہیں لکھا ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ حضرت زکریا کے دعا سے پہلے فرزند تھا فرزند ہوتا تو دعا کیوں کرتے اور جو لکھا ہے کہ موالی کے لئے جو دعا نفرمائی اسوجہ سے یہ سب غلط ہے دعا ہر ایک کے واسطے ہوسکتی ہے بلکہ موالی ہی کی اصلاح کی دعا کرنی چاہئے تھی اُنکی جانشینی نہ ؛ بیان تھا یہ کہ اگر موالی میں تو خدا تعالیٰ کسیکو حضرت زکریا کی دعا سے لائق جانشینی کے نہیں کر سکتا تھا اور اُنکی غیر کو کرسکتا تھا یہ ترجیح بلا مرجح کیونکر درست ہوا اور اسکی کیا وجہ ہے کہ غیر کی طلبگاری ہو اور اُنکی طلبگاری نہو اور ہرگز ظاہر معنی کا یہ نہیں ہے کہ فرزند تو میرے نہیں ہوسکتا کوئی جانشین ہی سہی قرآن میں کیوں تحریف کرتا ہے کیا حضرت زکریا خدا کی قدرت کے منکر تھے جو ایسا گمان کرتے اور کہتے کہ فرزند تو میرے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ کہا کہ میں بوڑہا ہوں اور زوجہ میری بانجھ ہے فرزند میرے کیونکر ہو کہ خلاف عادت ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھپر یہ آسان ہے اور غیر جانشین کو نہ تو حضرت زکریا نے طلب کیا نہ خدا تعالیٰ نے کوئی غیر اُنکو دیا بلکہ فرزند طلب کیا تھا سو خدا تعالیٰ نے فرزند عطا کیا اور فرزند کا طلب کرنا ہم مفصل پہلے اس سے ابتدا میں لکھ چکے ہیں اور جب فرزند کا طلب کرنا ثابت ہوا اور وارث ہونیکے واسطے تو وراثت مالی مراد ہوگی اور جو کہ جانشین ہوگا آخر میں وہ فرزند ہی تھا نہ غیر فرزند اور ارباب علم وفضل کو طلب فرزند ممنوع نہیں ہے نہ مذموم ہے بلکہ حدیث میں آیا ہے حضرت صلعم نے فرمایا کہ کثرت سے نکاح کرو تاکہ اُمت میری بڑہے اور زیادہ ہو اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ فانکحوا الایامی منکم کیا طلب اولاد کے لئے فرماتا ہے یا مزہ حاصل کرنیکے واسطے شاید حضرت زکریا کی اُمت میں طلب اولاد کا حکم نہو اور تعجب ہے ارباب علم وفضل اور مرشدان صاحب کمال کو تمنا خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی ہو اور رسول اللہ صلعم جو سب سے افضل تھے اور دین بھی اُنکا قیامت تک تھا اور لوگوں کے گمراہ ہوجانیکا بھی ظن تھا وہ کوئی اپنا جانشین طلب نکرے اور لوگوں کی رائے پر چھوڑ دے کہ وہ جہلا کو جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کر دیں قال الشیخ الاشعری اور یہ جو بعض واسطے واقعے میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں بجائے ولی لفظ ذریت جو باتفاق بمعنی اولاد ہے کلام اللہ میں منقول ہے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ سورہ مریم میں بھی اس دعا سے اولاد ہی مطلوب ہو اسلئے کہ مکرر دعا کا اتفاق ہوا ہو سورہ مریم میں جس دعا کا ذکر ہے اُس وقت تک بسبب اسکے کہ اولاد کی طرف سے مایوس تھے جانشین ہی کی تمنا ہو مگر کچھ تو اس سبب سے کہ مایوس کو اُس ہی چیز کی تمنا ہوتی جسکی طرف سے مایوس ہو نہیں تو مایوس ہی کیوں ہو خداوند کریم ارحم الراحمین قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے بوجہ خاطرداری حضرت زکریا اسکی تمنا پوری کردی کچھ اس وجہ سے مدنظر رحمت وقدرت خداوندی عطائے فرزند ہوا ہو کہ اس دعا کے بعد قبل قبولیت جب حضرت مریم کو دیکھا ہو کہ بے سبب خداوند کریم اُنکو بہیجتا ہے تو اُنکو بھی اُمید ہوئی ہو کہ مجھے بھی فرزند عنایت ہو جاتا تو ایسے ارحم الراحمین قدیر کے رحمت اور قدرت سے کیا بعید ہے اسلئے اُسوقت خاص فرزند ہی کی دعا کی ہو اور خداوند مجیب الدعوات نے قبول فرمائی ہو بہر حال

اگر دعاؤں کا اتفاق ہوا ہوا اول بسبب نہونے سامان تولد کے فقط جانشین ہی کی دعا کے ہو بعد میں یوں سمجھ کر کہ سامان کی خدا کو ضرورت نہیں اس بات کی دعا کی ہو کہ جانشین بھی ملے تو فرزند ہی ملے لیکن جس آیت میں کلام ہے اُس آیت میں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ دعا فرزند ہی اُسمیں مقصود ہے اور باینہمہ جس جگہہ لفظ ذریت ہے وہاں بھی اگر اولاد معنوی یعنی خلیفہ راشد اور مرید کامل اور شاگرد رشید مراد ہو تو کیا قباحت ہے آخر شاگردوں اور مریدوں کو فرزند بولا ہی کرتے ہیں **اقول** بے شک سورۂ آل عمران میں اور سورۂ مریم میں دونوں سورتوں میں ایک ہی مطلب ہے اور دونوں جگہہ طلب فرزند مراد ہے اور یہی مذہب سب مسلمانوں کا ہے مگر تو البتہ سب مسلمانوں کی مخالف کہتا ہے تبلا کہ سب مسلمانوں کا مذہب صحیح ہوا یا تیرا قول واہی اور دونوں سورتوں میں خداتعالی نے اُسی ایک قصہ طلب فرزند کو ذکر کیا ہے جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کا ایک قصہ کئی جگہہ قرآن میں ذکر کیا ہے اور وہ ہی ایک دعا تھی حضرت زکریا کی حضرت مریم کا حال دیکھ کر اور یہ کہ وہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی وہ دعا کہ جسکی تو شاہد ہے تفسیریں مسلمانوں کی اور جو مضمون دعا کا سورۂ آل عمران میں ہے وہ ہی سورۂ مریم میں ہے مگر اُس میں ذریت کا لفظ فرمایا ہے اور اسمیں ولی کا کہ جو اپنے نطفہ سے ہو جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے اور حضرت زکریا اولاد سے مایوس ہرگز نہتھے مایوس تو ادنی مومن بھی نہیں ہوتا ہے رحمت خدا سے چہ جائیکہ پیغمبر اسواسطے کہ خداتعالی فرماتا ہے کہ. لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ یعنی نہیں نا اُمید ہوتے ہیں رحمت خدا سے مگر قوم کفار کیا حضرت زکریا کو بھی تو نے کافروں میں سے مقرر کیا ہے البتہ اسقدر جانتے تھے وہ کہ موافق عادت کے نہیں ہے اس عمر میں اولاد کا ہونا لیکن جب حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو جانا کہ قدرت خدا سے یہ بھی بعید نہیں ہے۔ اور مایوس ہرگز نہتھے اور مایوس اُسکو کہتے ہیں کہ بالکل اُمید منقطع ہو جاوے اور حضرت زکریا سے یہ بات بہت بعید تھی اور مایوس ہوتی تو دعا طلب فرزند کیوں کرتے آخر خدا کو قادر جانتے تھے تو دعا کی گو بے موسم میوے دیکھ کر کی تھی اور وہ ایک ہی دعا تھی حضرت زکریا کی طلب فرزند کے دونوں سورتوں میں جو کہ خداتعالی نے قبول فرمائی اور دعا کی مکرر ہونیکا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو احتمالات واہیہ تو نے نکالی ہیں سب باطل ہیں سامان تولد کا ہونا اور سامان تولد کا نہونا اور سامان تولد کے خدا کو کیا ضرورت تھی اور یہ کیا کہ پہلے تو اُسکو نسمجھے اور بعد میں سمجھے پہلے کیا قدرت خدا کے معتقد نتھے اور جس آیت میں کلام ہے بیشک اُسمیں دعا طلب فرزند تھی جیسا کہ اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے اور اگر تو تسلیم نہیں کرتا ہے تو کون ہے اور کس شمار میں ہے کس شخص پر سند کہ بہا کیتی پہلے اپنا اعتبار پیدا کیجو اُسوقت ایسا کلمہ زبان سے نکالیو آپ بھی علماء غیر معتبرین کی ریس کرنے لگے ایکی بھی ہی نقل ہے کہ جیسے مینڈک کو مچھر کی جا بیجا کوئی کہتا ہے کہ مینڈک نے کہا ہے تو ایک نعل جڑ دے مچھر نے کہا کہ مجھکو بھی بابا پہنا دے اور دیکھو الٹی بات کو کہتا ہے کہ ذریت سے مراد خلیفہ راشد اور مرید کامل ہے بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے خداتعالی تو فرماتا ہے کہ ہمنے تجکو خوشخبری یحییٰ کی دی جو کہ حضرت زکریا کے فرزند تھے اور یہ کہتا ہے کہ مراد اُس سے مرید کامل ہو کیا خداتعالی حضرت زکریا کی دعا کو نہ سمجھا تھا کہ اُنہوں نے طلب تو کیا کچھہ اور خدا نے دیا کچھہ۔ اور حضرت زکریا نے جو کہا کہ ہم تو سن رسیدہ ہو گئے ہیں ہمارے لڑکا کیونکر پیدا ہو تو کیا وہ مرید ہے حضرت زکریا کی زوجہ کی شکم سے پیدا ہوتا جو ایسا کہا البتہ یہ کہنا چاہیے کہ حضرت زکریا کے تو مرید طلب کئے تھے مگر خداتعالی نے اُنکی دعا قبول نکی اور ایک فرزند کہ جسکی آرزو اور طلب نتھی وہ دیدیا جسکو چاہتے تھے اگرچہ فرزند عزیز تر ہے مگر موافق آرزو کی نتھا +

قال الشیخ الاشعری اور فرزند ناخلف کو کہا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا نہیں ہے بلکہ خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بوجہ ناخلفی یوں کہا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں اور وجہ ایسی بیان فرمائی کہ یعنی بد اطوار ہو اجس سے یوں معلوم ہو جاتا ہے کہ جو نیک اطوار ہیں وہ سب بمنزلہ برادر اور فرزند ہیں بلکہ سورۂ ہود میں جو حضرت نوح کا قصہ مذکور ہے تو اُس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب متبعان نوح کو اہل نوح فرمایا جس سے ایک دفعہ تو یوں سمجھ میں آئے کہ حضرت نوح کی کنبہ کے لوگ مراد ہیں اسلیے کہ حضرت نوح کو یہ حکم ہوا تھا کہ جب طوفان کی آمد ہو تم کشتی میں سب قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا چڑھا لیجو اور اپنی اہل کو چڑھا لیجو ظاہر ہے کہ جانوروں کے اور اہل و عیال کی چڑھانیکو تو فرمایا اور سوا انکے اور مسلمانوں کی چڑھانے کو نفرمایا اور یہ سب جانتے ہیں کہ خداوند کریم سے منجملہ محالات ہے کہ جانوروں کے بچاؤ کی تدبیر تو کی جائے اور مسلمانوں کے بچاؤ کا سامان نکیا جائے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب مسلمانوں کو اہل و عیال نوح ہی میں شمار کر لیا ہے القصہ جب متبع اور مرید داخل اہل و عیال ہوئے اور فرزند ناخلف اہل و عیال سے خارج ہوئے تو ہو سکتے ہے کہ ذریت سے مرید اور متبع ہی مراد ہو چنانچہ عرب کے محاورات میں بھی زمرہ کے لوگوں کو آل اور ذریت کہہ دیا کرتے ہیں مگر انصاف یوں ہی ہے کہ سورۂ آل عمران میں جو دعا زکریا علیہ السلام میں لفظ ذریت واقع ہے تو وہاں اولاد ہی مراد ہے پر اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورۂ مریم میں بھی لفظ ولی سے اولاد ہی مراد ہو ہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سوای انجیاء کے اسباب میں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا ہی نہیں کی تو ٹھکانے کی بات ہے پر مغائرت الفاظ یعنی یہاں اور الفاظ کا ہونا اور وہاں اور سیاق پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا پھر کیا ضرور ہے کہ فرزند مجہول پر محمول کیجئے البتہ اگر بجز فرزند کے مراد لینی معنی صحیح نہو سکیں تو ایک بات بھی ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالعکس ہے فرزند کو مراد لینے میں صحت معنی زائل ہو جاتی ہے تو عجب نہیں چنانچہ عرض ہو چکا کہ جملہ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا اسیطرف مشیر ہے اور اگر یوں کہیے کہ اس سیاق سے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ وجہ دعا معلوم ہو جائے اور اسبات کی بابت میں کہ اندیشہ زبیر کہ اولاد موجب فتنہ ہے اس جلالت قدر پر کیا مناسب تھا کہ ایسی تمنا ناز یبا کو زبان پر لائے دوم جملہ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا سے مثل جملہ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا کے جو اپنی بڑھاپے پر بھی دلالت کرتا ہے اپنا عجز اور بے سر و سامانی ثابت ہو جائے تاکہ باعث جوش رحمت اور موجب حرکت قدرت ہو نہ یہ کہ بوجہ بے سر و سامانی قطع امید مقصود ہے تو قطع نظر

اسکی کہ ہمنے جو معنی بیان کئے ان معنی سے عمدہ نہیں تو کم تو کسیطرح نہیں اور ہمکو لا نسلم کہنے کی اس سبب سے پھر بھی گنجایش ہے اس سے تو بات ہاری ہی نہیں کہ ولی بمعنی فرزند تو ہو ہی نہیں سکتا اگرچہ اسکا مصداق فرزند ہی کیوں نہو غرض بہرحال یہ لفظ بمعنی ولیعہد اور جانشین ہے اور جب بمعنی ولیعہد اور جانشین ہوا تو وراثت سے وہی وراثت مقصود ہوگی جو ولیعہد اور جانشین کو سزاوار ہے تاکہ لفظ ولی کے اختیار کرنیکا بھی فائدہ معلوم ہو اور وہ ظاہر ہے کہ یہی وراثت منصب اور وراثت علم ہے نہ وراثت مالی بطور معروف جیسے بدلائل قرآن مرقوم بالا آیہ فہب لی الخ میں وراثت مالی کا مراد نہونا معلوم ہو چکا تھا اب بشہادت روایت کلینی و قرائن مذکورہ یہی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اور وراثت منصب ہی منصود ہے اور وہ خلجان جو دربارہ تخالف ہر دو آیہ مشار الیہا و حدیث ما ترکناہ صدقۃ ظاہر بنیان حدیث کلام اللہ میں کھٹکتا تھا بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور بہر نہج اطمینان کامل ہو گئی کہ حدیث مذکور آیتوں کی مخالف ہی نہیں جو اس وجہ سے اسکو غلط کہا جائے اور دشمنان صدیق اکبر کی وہی گو در صورت غلط ہونے حدیث مذکور کی بھی شیعوں کا اہل سنت پر کچھ دباؤ نہیں ہو سکتا چنانچہ بحوالہ اشارہ یوصیکم اللہ اور ہدایت آیہ ما افاء اللہ مرقوم ہو چکا بلکہ اُلٹی شیعوں کو اپنی دین نظر آئے کہ اُس حدیث کی مصداق انکی حدیثیں بھی نکلیں اور نیز اب اسکی کسیطرح حاجت نہیں کہ حبلی اس حدیث کا مخالف ہونا ثابت ہو گیا ویسی ہی قطع نظر مخالف ہونیکی فی حد ذاتہ اُسکا صحیح ہونا بھی صحیح ہو جائے **اقول** فرزند نا خلف کو یہ کون کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر کہا تو اپنی زوجہ پر اُس نے تہمت زنا کی کی اور مستحق عذاب نار ہوا اور دوسری نزل سنیے کہ خدا تعالی پر یہ بہتان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نوح کے بیٹے کے حق میں خدا تعالی نے کہا نوح سے کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اب بیچارہ دین میں تو کامل ہو گیا خدا پر تہمت کر کے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے نوح یہ تیرا بیٹا نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ تیری اہل میں سے نہیں ہے یعنی مومنین میں سے نہیں ہے اور مومن اور کافر میں جبکہ ولایت منقطع ہو جاتی ہے تو کافر مومن کی اہل میں سے نہیں ہوتا ہے اسواسطے فرمایا کہ تیری اہل میں سے یعنے تیری دین والوں میں سے نہیں ہے اور سبب ہے کہ بعد اسکی اسکی علت کو بیان کیا کہ انہ عمل غیر صالح اور یہ کہاں کہا ہے خدا نے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور مومنین اگرچہ بمنزلہ فرزند کے ہوتے ہیں لیکن جس وقت کوئی یہ کہے کہ الٰہی مجھکو فرزند عطا کر تو اُس سے یہ مراد نہو گی کہ مجھکو مرید یا امام یا محتل ورنہ کوئی اس سے ایسا سمجھیگا اور اگر خدا تعالی نے جو آیت میں فرمایا تو اہل نوح فرمایا ہے فرزندان نوح نہیں فرمایا ہے اور اہل تو آدمی کے ہمراہیوں کو کہتے ہی ہیں لیکن ہمراہیوں کو اولاد نہیں کہتے ہیں اور اگر سب مسلمانوں کو اہل نوح کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے اہل تو انکو کہتے ہی ہیں کہ انکے دین پر وہ تھے لیکن فرزندان نوح انکو نہیں کہا ہے تاکہ مرید اور متبع پر اطلاق فرزند کا صحیح آوے اور ذریت سے مراد مرید اور متبع ہو جاوے اور عرب کے محاورات میں اگر بالفرض و تسلیم زمرہ کو کبھی آل اور ذریت لکھتے ہیں تو ہو جاوین کو بولتے ہونگے اور اگر کوئی مرید بھی خدا تعالی سے طلب کرے تو یہ ہرگز نہ کہیگا کہ الٰہی مجھکو اولاد اور ذریت بخش اور اگر ذریت کا لفظ کہیگا تو اُس سے اولاد ہی مراد ہو گی نہ مرید اور خدا تعالی نے جو قرآن میں ذریت آدم اور ذریت نوح فرمایا ہے وہاں اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور انصاف یہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ انصاف یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں سورہ آل عمران اور سورہ مریم کی اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور سوائے ایکبار کے حضرت زکریا نے دعا ہی نہیں کی تھی وہ ہی ایک دعا ہے کہ جو حضرت مریم کے پاس میوے موسم بے موسم دیکھکر دعا کی تھی کہ خدا تعالی کی قدرت سے بعید نہیں ہے کہ ہمکو بھی وقت خلاف عادت کے اولاد دیوے اور بعض الفاظ میں دعاؤں کی مغایرت ہونی دلیل چند بار کی دعا کی نہیں ہو سکتی وہ ہی ایک قصہ حضرت موسیٰ کا ہے کہ کئی جگہ قرآن میں مذکور ہے اور الفاظ میں اُسکی مغایرت بھی ہے اور ولی کو سب مفسرون نے فرزند پر محمول کیا ہے اور اسی امر کا قرینہ بھی ہے اور تمام مفسرین تیری طرح بائولے نہیے جو صحت معنی اولاد کو چھوڑ کر جو کہ مرید کے مراد لینے میں ہیں معنی غلط اختیار کرتے اور مرقوم بھی ہو چکا ہے کہ جملہ ... ان عاقر ... دلیل کی طرف تنبیہ ہے اور حضرت زکریا کو کسی بات کا اندیشہ نتھا دعا کرنے میں اور طلب اولاد موجب فتنہ بھی نہیں تھی کہ انہوں نے تو اولاد طیبہ طلب کی تھی اور اپنا بڑھاپا اور زوجہ کا بانجھ ہونا جو حضرت زکریا نے بیان کیا تو اسواسطے کہ رحمت خدا جوش میں آئے قطع اُمید کے واسطے نہیں تو پہلا اس سے حقیقت ہے کہ حضرت زکریا مایوس ہو گئے تھے اور قطع اُمید کر دی تھی رحمت خدا سے اور جس چیز پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہو اُسکو لا نسلم نہیں کہہ سکتے اور اگر تو لا الٰہ الا اللہ کو بھی لا نسلم کہے تو تیری زبان کس نے پکڑی ہے اور بیشک مراد ولی سے فرزند ہے اور جب فرزند مراد ہوا تو وراثت مالی مراد ہو گی اور انجام کو وہ فرزند ولیعہد اور جانشین بھی ہوگا لیکن طلب نبی کی تھی اور وقت دعا کے ولیعہد ملحوظ نتھی جیسا کہ آیہ فہب لی میں دلائل و قرائن مرقوم ہو چکا کہ وراثت مالی مراد ہے اور روایت کلینی سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ اُن آیتوں میں بھی وراثت علمی مراد ہے اور مخالفت روایت ما ترکناہ صدقۃ کے دونوں آیتوں سے ہنوز باقی ہے اور وہ مخالفت ہرگز رفع نہیں ہوئی اور اپنے دل میں جا ہو اطمینان کر لو لیکن واقع میں وہ مخالفت کہیں نہیں گئی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کا غلط اور جھوٹ ہونا بسبب سے پھر شیعوں کا دباؤ اہل سنت پر ہے اس مقدمہ میں کیونکر جائیگا چنانچہ آیہ یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ کے ذکر میں مرقوم ہو چکا اور سنیوں کو اپنے دن نظر آئے کہ روایت ما ترکناہ صدقۃ مکذب آیات قرآنیہ ہیں اور شیعوں کی کتابوں میں کوئی روایت مصداق اُس روایت موضوعہ کی نہیں ہے اور جس روایت کا اُس نے حوالہ دیا ہے اُسکے معنی نہیں سمجھا اور اُس روایت ما ترکناہ صدقۃ کے مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک نہیں ہے وہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی **قال الشیخ الاشعری** مگر بنظر اثبات و اظہار صدق صدیق اکبر کچھ اسباب میں بھی رقم طرازی ضرور ہے اس لئے اول تو یہ معروض ہے کہ اس جگہ یہ عذر بیجا ہے کہ اس حدیث کا راوی ایک ہی شخص ہے کیونکہ یہ بات تو وہاں

دیکھی جاتی ہی کہ جہاں خود نہ سنا ہو اور درصورتیکہ کوئی شخص اپنے کانوں سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لی تو اُسکی لئے وہ اپنا ایک سننا لاکھوں کی خبر دینے سے زیادہ ہوگا کیونکہ راویوں کی کثرت کی جو روایت میں ضرورت ہوتی ہی تو اس لئے ہوتی ہی کہ جھوٹ ہونیکا وہم جاتا رہی اور جب اپنے کانوں سے سن لیا تو پھر جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رہتا جو اُسکی رفع دفع کی ضرورت ہو بلکہ لاکھوں کے بیان سے گو یقین حاصل ہو جائے پر ایسی تسلی اور اسقدر اطمینان نہیں ہوتا جسقدر دیکھنے سے ہوتا ہی کلکتہ دلی لندن مکہ مدینہ کے ہونے میں گو ہمیں اس وجہ سے شبہ نہیں کہ ہزاروں لاکھوں بیان کرتے ہیں لیکن دیکھنے میں جو بات ہے وہ سننے میں نہیں اسلئے مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ جب دیکھنے کی چیزوں میں یہ حال ہی کہ اوروں کا کہا اگرچہ لکھوکہا کیوں نہوں اپنے دیکھنے کی برابر نہیں تو سننے کی باتوں میں بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ اوروں کی خبر اور روایت اگرچہ لکھوکہا کیوں نہوں اپنے کان کے سننے کی برابر نہیں ہو سکتا چنانچہ اظہر من الشمس ہے پھر جب ابوبکر صدیق اپنے کان سے ایک حکم سن چکے ہوں تو اُنپر یہ اعتراض کرنا کہ جس روایت پر اُنہوں نے عمل کیا بجز اُنکے اُسکا اور کوئی راوی نہیں علماء شیعہ کے کمال سلامت عقل اور خوبی فہم پر دلالت کرتا ہی اتنی بات تو ہر ادنی اعلے جانتا ہی کہ حدیث نبوی اُس شخص کے حق میں جس نے اپنے آپ بلاواسطے سنی ہو یقین بلکہ عین الیقین ہے اُس کو اُس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے سے سنے یا نہ سنے اس لئے اجماع اصولین شیعہ و سنی اس بات پر ہی کہ خبر کا متواتر و غیر متواتر اور واحد اور مشہور وغیرہ ہونا بنسبت اُنہیں لوگوں کے ہے جنہوں نے نبی کو دیکھا اپنے آپ اُنکی بات سُنی بلکہ اوروں کے واسطے سے اُنکی باتیں سنی کہ نہ اُنکے حق میں جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکھا اور بگوش خود اُنکے کلام سنے ایسے لوگوں کے حق میں جنہوں نے پیغمبر صلعم کی بات اپنے کانوں سے سن لی ہی رسول اللہ صلعم کی حدیث متواتر سے بڑھکر ہی سو ابوبکر صدیق نے اپنے سننے کے موافق آپ عمل کیا تھا کسی دوسرے کی گردن پر تو جبر ہی نہیں کیا غرض یہ اعتراض تو بہر حال بیجا ہاں بے اعتقادی کی وجہ سے اُنکی بات کا اعتبار نکرو تو یہ دوسری بات ہی بلکہ اُسکو اعتراض سے کیا علاقہ معہذا کلموا الناس علے قدر عقولہم ہم اُسی راہ پر چلتے ہیں جس راہ شیعہ چلیں اگر کثرت راویوں ہی سے حدیث ہوتی ہی اپنے سننے سے نہیں ہوتی تو سنیے جیسے روایات کے غلط ہونیکی دو صورتوں میں ایک یہ کہ اُسکی راوی کذاب و مفتری ہوں دوسرے یہ کہ اُسکے معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح ہوں ایسی ہی صحت روایات کی بھی یہ دو ہی صورتیں سمجھنی چاہئیں ایک تو یہ کہ اُسکے راوی صادق ثقہ دیندار ہوں دوسرے یہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اُسکے معنوں کے موید ہوں اور عقل اُسکی مدلول کے مساعد ہو علی ہذا القیاس جیسے راویوں کی قلت اور روایات صحیحہ کے مخالفت سے بقدر مخالفت اعتبار کی بھی قلت ہوتی ہی چنانچہ سب جانتے ہیں ایسی ہی کثرت روایات و ناقلان اخبار اور موافقت اخبار و روایات صحیحہ سے بقدر موافقت اعتبار کو بھی ترقی اور زیادتی ہوتی ہی اس لئے دونوں قسم کی صحت کی وجوہ اور دونوں قسم کی وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی **اقول** صدق ابوبکر کا سننا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا جسوقت کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے اُنکو کاذب سمجھا ہو بقول عمر چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اور بیفائدہ اور فضول بحث کرکے کاغذ کو سیاہ کرتا ہی کبھی تو کہتا ہی کہ سنا ہوا مثل دیکھنے کے کب ہوتا ہی اور کبھی راویوں کی کثرت اور قلت کی بحث کرتا چلا جاتا ہی اس سے تو ہم کو کچھ بحث ہی نہیں ہے بلکہ یہ روایت خود بنائی ہی اور جناب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کے ایسا کیوں فرماتے اور اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہوتا تو حضرت فاطمہ اُسکے کہنے کو رد کیوں کرتیں اور اگر حضرت فاطمہ سے تمہارے زعم میں غلطی ہوئی تھی تو بعد اُسکے تو سمجھ جاتیں اور چھ مہینے جو زندہ رہیں اور تا دم واپسیں ابوبکر سے کلام نکیا اس عرصہ میں حضرت علی تو اُنکو سمجھاتے اور کہتے کہ خلیفہ رسول سچ کہتا ہی تم خفا مت ہو لیکن حضرت علی نے بھی اس روایت کو تسلیم نکیا اور پھر عمر کے زمانہ میں عمر سے دعوی میراث کا کیا پہلے تم رسولخدا صلعم سے اس روایت کا سننا ثابت کرلو اسوقت کہو کہ ابوبکر نے اپنی سنے ہوئے پر عمل کیا اُنکا اپنا سننا غیر سے سننے کی برابر نہیں ہوتا ہی سو ابوبکر نے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی نہیں ہے اور اپنی طرف سے روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے گلے پر چھری رکھی ہی اور اپنی سنے ہوئے پر عمل اُسوقت کیا جاتا ہی کہ جسوقت مظنہ بدگمانی اور تہمت کا نہو اور بے اعتقادی کی جہت سے یہ بات نہیں ہے بلکہ واقع میں ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی نہیں ہی چنانچہ ثابت ہے اور راویوں کی تو قلت اور کثرت سے یہاں کچھ بحث ہی نہیں ہے اور ابوبکر اُس روایت میں بیشک کاذب ہیں اور روایت اُنکی مخالف ہی قرآن کے اور ابوبکر اس روایت میں صادق نہیں ہیں اور نہ آیت قرآنی اُسکی صحت کے موید ہے اور جب قرآن ہی کے مخالف ہوئے تو وہ روایت ایسی کونسی ہوگی کہ جو اُسکی صحت کے موید ہوگی بلکہ جو روایت کہ اُسکی موید ہوگی وہ بھی کاذب ہی ہوگی **قال الشیخ الاشعری** راویوں کی کثرت کا تو یہ حال ہی کہ ابوبکر ہی اسکے راوی نہیں کوئی دس بارہ راوی ہیں اور وہ بھی ایسے ایسے کہ اُنکی نانی آسمان و زمین نے بھی کم دیکھی سنی ہونگی اور یہ جو علماء شیعہ فرماتے ہیں اور مولوی عمار علی صاحب بھی اُسے ہی گاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک سے فقط ایسی روایت کو سنا کر جواب بتلایا کہ اُسکا راوی ایک آدمی کے سوا یعنی اپنے آپکے اور کوئی نتھا دروغ محض اور سراسر بہتان ہی اس لئے کہ اہل سنت کی کتابوں میں حدیث بروایت زبیر بن العوام اور حذیفہ بن الیمان و ابو داؤد و ابوہریرہ و عباس و علی و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عایشہ ام المومنین و عمر بن الخطاب و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین صحیح و ثابت ہوئی ہی اگر حضرت عایشہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اسباب میں شیعوں کو اعتبار نتھا تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ وغیرہم نے کیا تقصیر کی ہی جو اُنکا بھی اعتبار جاتا رہا مگر شیعوں کے نزدیک اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ حق کہہ گذرے اور وہ بھی ایسی مقدمہ میں جسمیں حق کہے سے مدعیان محبت شیعہ سراپا عداوت کی بات بہکی پڑتی ہی مگر بنظر خیر خواہی شیعہ باتباع آیت کلا نمد ہولاء علماء شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ سنیوں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک اپنی ہاتھ سے کیوں کاٹتے ہو یہ بھی خبر ہی کہ معصوم کے قول کے ماننے سے شیعہ پھر شیعہ نہیں رہتا بزعم خود کافر ہو جاتا ہی

درصورتیکہ حضرت علی کا اس روایت میں نام آگیا پھر توجی چاہے یا نچاہے ماننا ہی چاہئے علی ہذا القیاس حضرت حذیفہ کی بات سمجھنی کیونکہ اگر وہ معصوم نتھے تو در باب روایت معصوم ہی تھے اسواسطے کہ ملا عبد اللہ مشہدی نے اظہار الحق میں انہیں حضرت حذیفہ کے حق میں پیغمبر خدا صلعم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے ما حدثکم بہ حذیفۃ فصدقوہ یعنی جو کچھ حذیفہ تمسے کہا کرے اُسے سچ ہی سمجھو اور سچ ہی کہو اور کسیکو تامل ہوکہ اور ہوں تو ہوں حضرت علی اسکے راوی ہونگے تو اپنی تصدیق کے لئے اصح الکتب اہل سنت سے وہ حدیث ناظرین کے پیش نظر کرتا ہوں جس سے بالخصوص حضرت علی کا بنسبت اس حدیث کے راوی ہونا ثابت ہوجائے اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب قال بمحضر من الصحابۃ فیہم علی والعباس و عثمان و عبد الرحمن بن عوف والزبیر بن العوام و سعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا اللہم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالوا اللہم نعم حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مالک بن اوس بن الحدثان النصری کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ تحقیق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع میں جس میں حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے یوں فرمایا کہ میں تمہیں اُس خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان و زمین قایم ہیں کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اُن سب نے کہا ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے پھر حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے اُن دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فقط **اقول** سوای ابوبکر کے کوئی اس روایت ما ترکناہ صدقہ کا راوی نہیں ہے یعنے ایک بھی راوی نہیں ہے چہ جائیکہ دس بارہ اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے ہرگز انہوں نے یہ روایت نہیں کی ہے اور علماء شیعہ اور مولوی عمار علی صاحب جو فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت سنا کر حضرت فاطمہ کو فدک ندیا اور اُس روایت کا راوی سوائے ابوبکر کے کوئی نہیں ہے یہ بات دروغ اور بہتان نہیں ہے بلکہ راست اور صحیح ہے اور کتب فریقین اسکی شاہد ہیں تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد منہم علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور ایسا ہی ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی اختلاف کیا میراث میں اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس نپایا نزدیک کسیکے اس امر سے علم کو پس کہا ابوبکر نے کہ سنا ہے میں نے رسول خدا صلعم کو فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑا ہے ہمنے وہ صدقہ ہے اور شرح مختصر الاصول عضدی میں جس جگہہ کہ بیان کیا ہے جواز تعبد کو خبر واحد کے ساتھ وہاں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ روایت ابوبکر سے ہے نہ اور کسی سے اور مولوی عبد العلی نے شرح مسلم میں بھی یہی لکھا ہے اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں بھی لکھا ہے خوف طوالت سے عبارتیں اُنکی کتابوں کی نقل نہیں کی اور امام غزالی نے منخول میں اور مولوی نظام الدین پدر مولوی عبد العلی نے صبح صادق شرح منار میں بھی لکھا ہے اور سوای اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ سوا ابوبکر کے کوئی راوی اس روایت ما ترکناہ صدقہ کا نہیں ہے اور بخاری سے جو روایت لکھی ہے وہ روایت بناتی کی بالکل [illegible] اور ساختہ اور پرداختہ بخاری کے ہے اور اسی [illegible] کے [illegible] چنانچہ کذب اسکا ظاہر ہو جائیگا اور تتمہ اُس روایت کا مناقض اللہم نعم کے چنانچہ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ کہا عمر نے جب وفات پائی رسول خدا صلعم نے پس کہا ابوبکر نے کہ میں خلیفہ رسول اللہ صلعم کا ہوں اور قبضہ کیا اُسپر ابوبکر نے اور عمل کیا جس طرح سے کہ رسول خدا صلعم عمل کرتے تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف منہ کرکے کہا کہ تم اس وقت ذکر کرتے ہو ابوبکر ایسا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو اسکے حق میں اور حال یہ ہے کہ قسم ہے خدا کی وہ سچا اور نیک اور تابع حق کے تھا یہ پچھلا فقرہ جو عمر نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ باعتقاد عمر حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر کو صادق اور نیک اور تابع حق نہیں جانتے تھے ورنہ اسکے کہنے کی کیا احتیاج تھی اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے سوا علی اور عباس اور حذیفہ کے مثل زبیر اور ابوہریرہ اور عثمان اور عبد الرحمن اور سعد بن وقاص اور عایشہ اور ابوبکر اور عمر کے ہماری نزدیک کسیکی بھی قدر اور منزلت نہیں ہے مثل عوام الناس کے ہم اُنکو جانتے ہیں چہ جائیکہ ایسے ہوں کہ انکا کانا زمین و آسمان نے ندیکھا ہو اور پھر امر واقعی یہ ہے کہ انہوں نے ہرگز ایسا بیان نہیں کیا ہے علی الخصوص حضرت علی کہ کئی مرتبہ وہ اس روایت بکری کی تکذیب کرچکے ہیں اور ابوبکر کو جھوٹا قرار دیچکے ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھہ چکے ہیں کنز العمال وغیرہ سے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ کے روبرو ما ترکناہ صدقہ کو روایت کیا تو حضرت علی نے اسکے رد میں آیت وورث سلیمان داؤد اور آیت فہب لی من لدنک ولیا یرثنی سے استدلال کیا اور روایت بکری کو کاذب جانا اور ہمیشہ ابوبکر کو بلکہ عمر کو بھی کاذب جانتے رہے اور دعوی میراث رسول خدا صلعم کا عمر کے زمانہ میں بھی کیا اور عمر نے کہا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جسوقت عمر نے ان دونوں سے یہ کہا تو ان دونوں نے کچھہ عذر نکیا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ علی اور عباس دونوں اس مقدمہ میں اپنے مخالف کو یعنی ابوبکر اور عمر کو ظالم جانتے تھے اور جمع الجوامع میں سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن جلندی نے رسول خدا صلعم کے پاس ہدیہ بھیجا اور اُن حضرت صلعم نے وفات

بالی تہی ابوبکر کے پاس وہ ہدیہ لیگیا حضرت علی کو دی اور کہا کہ یہ ہدیہ ابن حلبندری کا ہی کہ جو رسولخدا صلعم کیواسطے بہیجا ہی یہ فدک نہیں ہے تو کسواسطے لیتا ہی اور عسقلانی نے لسان المیزان میں ترجمہ محمد عبد اللہ میں لکھا ہی کہ واعظ لغی نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ ایکروز فاطمہ زہرا گریہ اور بکا کرتی تہیں حضرت علی نے کہا کہ کیوں روتی ہو کیا مینے تمسے فدک کو چہین لیا ہی یا مینے تمہارا حق غصب کیا ہے یا مینے تمکو کوئی اذیت پہونچائی ہی پس کیونکر حضرت علی کو راوی اُس روایت موضوعہ کا کہا جائے اور جب علی نے یہ روایت نہیں کی ہی تو معلوم ہوا کہ کسی نے یہ روایت نہیں کی ہی اور نہ عمر نے کسی سے پوچہا ہی اُس روایت ماترکناہ صدقہ کو اور عثمان کو جو راوی اس روایت کا لکھا ہی یہ بہی غلط ہی اسواسطے کہ عثمان تو ازواج رسولخدا صلعم کی طرف سے وکیل ہوکر ثمن کا یعنی آٹھویں حصہ کا تقاضا کرنے گئے تہے عائشہ نے جواب میں کہا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی لانورث ماترکناہ صدقہ چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہی اگر یہہ روایت راست ہوتے تو عثمان اُنکی وکالت کیوں قبول کرتے بلکہ کہتے کہ مینے رسولخدا صلعم سے سنا ہی کہ اُنکا مال کسیکو نہیں پہنچتا ہی اور ازواج حضرت سے اختصاص رکہتی تہیں اُنہوں نے بہی اس روایت کو نہ سنا یہاں تک کہ عثمان کو وکیل کیا اپنے حصہ کے طلب میں اور اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو فدک کو مروان خاص کے جاگیر میں کیوں کردیتے مال فقرا کو چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے فدک کو مروان کے جاگیر میں کردیا تہا اور باقی کے آدمیوں نے اگر درست فرض اللہم نعم کہا تو یہ سب ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے تہے انکی روایتوں کا کیا اعتبار ہی لیکن سنا رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں ہے اور اگر یہہ روایت راست ہوتی تو جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا تہا اور ابوبکر نے اُنکے جواب میں ماترکناہ صدقہ کہا تہا تو کوئی تو اُن آدمیوں میں سے اسکی شہادت ادا کرتا اور کہتا کہ مینے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی لیکن کسی نے بہی اسوقت نکہا اُسوقت یہ جماعت کہاں گئی تہی یہانتک کہ حضرت فاطمہ غضبناک ہوئیں ابوبکر پر اور تمام عمر کلام نکیا کسی نے بہی نکہا کہ ای دختر رسولخدا ابوبکر سچ کہتے ہیں تمہارے باپ نے ایسا ہی فرمایا تہا مگر کسیکی زبان سے نہ نکلا اور ابن ابی الحدید نے بہی ایسا ہی لکہا ہی چنانچہ بیان کیا ہی شرح نہج البلاغہ میں کہ این کانت ہذہ الروایات ایام ابوبکر و ما نقل ان احدا من ہؤلاء یوم خصومۃ فاطمۃ روی من ہذا شیئا یعنی کہاں تہیں یہ روایتیں زمانہ میں ابوبکر کے اور نہیں نقل کی گئی ہی کہ تحقیق کسی نے ان لوگوں میں سے جن کے نام اس روایت میں لکہی ہیں روز نزاع فاطمہ اور ابوبکر اسمیں سے کچھ بہی روایت کی ہو اسی جہت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ روایت موضوع ہی اور سراسر موضوعیت اس سے ٹپکتی ہی ایسی روایت موضوعہ کو شیعوں کے پیش کرنا کہ جسکو اہل سنت کی بہی علماء نے پسند نکیا ہو بڑی حماقت کی بات ہی اور حضرت علی کہ معصوم ہیں اور حضرت حذیفہ کہ بڑے ثقہ ہیں اُنکے قول کو ہم البتہ بسر و چشم قبول کرتے ہیں لیکن اُنہوں نے تو ایسا فرمایا ہی نہیں ہے اُنکی طرف بدروغ منسوب کردیا ہی چنانچہ اُس روایت کی کذب سے ظاہر ہی اور ناک تو اپنی شیعونکی ضد میں سنی ہی کاٹتے ہیں کہ ایسے ایسے بزرگوں کی طرف دروغ اور افترا کو منسوب کرتے ہیں خصوصاً حضرت علی کی طرف کہ جو ایسے دروغ سے بمراحل دور پڑے ہیں اور اگر تم کوئی جہوٹ معصوم کی طرف منسوب کرو تو شیعہ اُس جہوٹی بات کو کیونکر تسلیم کریں کیسی باتیں جعل اور فریب کے لکہتا ہی کوئی جانے کہ حضرت علی نے ایسا ہی فرمایا ہوگا اور حذیفہ کو اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہی تو کیا عجب ہے حذیفہ تو بیشک راست گو ہیں لیکن جس نے کہ حذیفہ سے یہ روایت کی ہی وہ تو راست گو نہیں ہے وہ بہی ابوبکر کے مریدوں میں سے ہی اور صدیق حذیفہ سے لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایت اُنہوں نے بیان بہی کی ہو اور ابوبکر بہی اس روایت میں راست گو ہوں پس جو روایت کہ نجاسے سے لکہی ہی اور حضرت علی کو بہی اُسکے راویوں میں سے لکہا ہی سب غلط ہی اور کوئی امر اُسکا پایہ اعتبار میں نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت علی نے اس حدیث کو روایت کیا ہی اور وہ بہی یوں نہیں بقسم روایت کیا ہی سو اگر اس روایت کی تسلیم میں عذر تہا کہ اس حدیث کے ایک ہی راوی ہیں خود ابوبکر صدیق اور جس حدیث کا کل ایک ہی راوی ہو اور پہر کلام اللہ کی بہی مخالف ہو تو اُس پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں تو پہر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے کلام اللہ کو چہوڑ کر ایک اپنی ہی روایت پر عمل کیا تو قطع نظر اسکی کہ جہاں علمار شیعہ مخالفت سمجہتے ہیں وہاں مخالفت نہیں موافقت ہی فقط اپنی سمجہ کا قصور ہے چنانچہ ظاہر ہو چکا اور پہر قطع نظر اس سے کہ یہ یک روایت اور زیادہ کی روایت کا فرق وہاں ہی جہاں اُس روایت کو مردی عنہ سے اپنے کانوں نہ سنا ہو اور درصورتیکہ اپنے کانوں سن لیا ہو تو گو یہہ سننے والا ایک ہی ہو پر لاکہوں کے بیان سے زیادہ ہی بفضلہ تعالی یہ عذر بہی مرتفع ہوگیا کیونکہ اس روایت کے اسقدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اسقدر راوی ہونگی اور پہر اُنمیں بہی اکثر وہ لوگ جو مبشر بالجنت ہیں اور پہر اُنمیں سے بہی ایک حضرت علی تو ایسے ہیں کہ اُن اکیلوں کی روایت لاکہوں کے برابر ہی خصوصاً شیعوں کے نزدیک کہ اُنکے نزدیک اُنکی روایت کا غلط ہونا محال ہی چہ جائیکہ موکد بالقسم ہو بہرحال شیعوں کے طور پر تو اس روایت کے صحت و اعتبار اس روایت کا اعتبار کلام اللہ کی صحت اور اعتبار سے کم نہیں پہر ابوبکر صدیق سے کب ہو سکے ہی کہ ایسی روایت پر عمل نکریں اور اُسکا اعتبار نکریں اور اہل سنت کے طور پر خود ظاہر ہی کہ اسکے سب راوی بڑے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ایک کا کہنا ہی ہزاروں کے کہنے کی برابر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بہی اسدرجہ کے معتبر اور صحیح ہی کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابری کرتی ہی کیونکہ یہ جماعت کی جماعت جسکا مذکور ہوا قطع نظر اسکے کہ ایک جماعت کثیر ہے اُنمیں ایک ایک ایسا ہی کہ اُسکا کہنا مفید یقین اور خبر متواتر کی برابری کرے چہ جائیکہ سب کے مجموعہ کو لحاظ کیجے **اقول** یہ روایت

جھوٹی ہی چنانچہ ہم ثابت کر آئے اور حضرت علی نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا قسم سے سنئے قسم اور ہم اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ سوا ابوبکر کے کوئی روایت لا نورث کا راوی تھا اور بیشک یہ روایت مخالف کلام اللہ کی ہے اور ایسی روایت پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور جو منصف ہوگا اسکو مخالف ہی سمجھیگا شیعہ تو کیا سمجھیگا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہو چکا اور ابوبکر نے ہرگز اس روایت کو اپنے کانوں سے نہیں سنا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ خود بنالی ہے حضرت فاطمہ کے دعوی کے رد کرنیکو چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور سوا ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ہے اور صحیح بخاری میں جو چند لوگوں کے نام لکھے ہیں ان لوگوں نے ہرگز روایت نہیں کی ہے اور نہ عمر بن خطاب نے اس روایت کو ان لوگوں سے پوچھا ہے ایک ناصبی نے یہ روایت بنا کر عمر کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ اُنسے فلانے اور فلانے سے پوچھا تو اُنہوں نے اس روایت کا اقرار کیا اور واقع میں اس طرح سے نہیں ہے اور وہ لوگ گو معتبر یا بلحجہ ہیں اہل سنت کے نزدیک لیکن اس روایت کو اُنہوں نے روایت نہیں کیا ہے اور نہ حضرت علی نے روایت کیا ہے گو انکی اور روایت صحیحہ لاکھوں کی روایت کے برابر ہے اور شیعوں کے نزدیک یہ روایت ایسی ہی جیسے انجیل میں تین خدا ہونیکی روایت ہے اور کلام اللہ سے اس جھوٹی روایت کو کیا نسبت ہے اور مثل کلام اللہ کے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا کہیں راست کی برابر بھی دروغ کا اعتبار ہو سکتا ہے اور ابوبکر نے آخر یہ جھوٹی روایت بنا کر اُس پر عمل کیا ہے اور اہل سنت کے نزدیک اگرچہ یہ لوگ جلیل القدر ہیں لیکن یہ روایت اُنہوں نے نہیں کی ہے کہ کذب اس روایت کا واضح ہو گیا ہے اور ضعیف ہے یہ روایت نہیں ہے بلکہ ضعیف سے بھی مرتبہ میں کمتر ہے چہ جائیکہ قطعیت کیا راوی اسکا مالک بن اوس معصوم تھا جو اسکو قطع کہا جائے بلکہ تمہارے نزدیک تو معصوم سے بھی غلطی ہوتی ہے اور جماعت مذکورہ میں سے تو کسینے اسکو روایت ہی نہیں کیا مالک بن اوس نے روایت کیا ہے اور اُس جماعت کا نام لکھ دیا ہے اس جماعت کو تو کسواسطے کہتا ہے کہ اُنہوں نے روایت کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ بوجہ کثرت روات و صدق و دیانت راویان تو صحتِ اعتبار حدیث ما ترکناہ صدقۃ کا یہ حال ہے کہ اول تو اس آیت کے اسقدر راوی ہیں کہ اکثر روایات کے اسقدر راوی ہونگے اور پھر وہ بھی ایسے ایسے جلیل القدر صحابی اور اگر بوجہ موافقت آیات و احادیث دیکھئے تو آیات کا تو یہ حال ہے کہ خود آیت یوصیکم اللہ ہے جسکے مخالفت کے بھروسہ علماء شیعہ بہت کودتے تھے اسکے موافق ہی مخالف نہیں چنانچہ اس طرح سے مرقوم ہو چکا ہے کہ ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نہ رہیگا اور اگر کسیکو مخالفت معلوم ہوگی تو ایسے عقل کے اندھوں سے یہ ڈر ہے کہ جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ اور صدقات کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اُن احادیث کو بدرجہ اولی آیہ انما الصدقات للفقراء والمساکین کے مخالف سمجھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کا طعن کرنے لگیں کہ نعوذ باللہ خلاف کلام اللہ عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا فقر و فاقہ مشہور معروف ہے اور تمنا یہ دعا کرنا کہ الٰہی مجھکو جیتے جی اور مرتے دم تک مسکین ہی رکھ اور قیامت کو زمرہ مساکین ہی میں اُٹھائیو سب کو معلوم ہے اور جب آپ فقیر اور بلکہ فخر الفقراء والمساکین ہوئے تو آپکو زکوۃ و صدقات کا لینا بدرجہ اولی درست ہوا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیہ انما الصدقات میں کوئی اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کا نہیں پایا بخلاف آیہ یوصیکم اللہ کے کہ اسمیں خطاب امت کے ساتھ مخصوص ہونا جو بقرینہ غلبہ صیغہ یوصی سمجھا جاتا ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حکم سے مخصوص ہونے پر شاہد کامل ہے اور جب باتفاق فریقین وہ احادیث جو زکوۃ وصدقات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں انما الصدقات کے مخالف نہوئی بلکہ موافق ہوئی تو حدیث ما ترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی موافق ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلعم کا حکم میراث سے مخصوص ہونا سیاق سورہ یعنی شروع سورہ سے تو معلوم ہو ہی تھا چنانچہ مرقوم ہو چکا خود آیہ یوصیکم اللہ سے بھی مفہوم و معلوم ہوتا ہے بخلاف آیہ انما الصدقات کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اُسکے حکم سے مخصوص ہونا اگر معلوم ہو تو بتکلف ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو انما الصدقات سے بفاصلہ چند آیہ مقدم ہے معلوم ہو کیونکہ ماحصل اسکا یہ ہے کہ بعض منافقین میں سے وہ لوگ ہیں کہ اے پیغمبر تجھپر زکوۃ بانٹنے میں طعن کرتے ہیں اگر انہیں بھی مل جائے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو غصہ میں بھر جائیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تقسیم زکوۃ تھا پھر جو انما الصدقات فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ حق فقرا اور مساکین ہے منافقین کے باپ کا اسمیں اجارہ نہیں القصہ جب رسول اللہ صلعم کے منصب تقسیم اور فقراء و مساکین کے مصرف ہونے اور منافقین کے مستحق نہونے کو لحاظ کیا جاتا تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہیں ورنہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص کسی مسکین کو کچھ دیکر یوں کہے کہ اسکو مساکین پر تقسیم کر دینا اغنیاء کو نہ دینا تو گو وہ مسکین بھی جسکو وکیل تقسیم کیا ہے مسکین ہے لیکن بحکم شہادت فہم عرف وہ شخص اس حکم سے خارج ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آیہ واعلموا انما غنمتم من شیء میں اور آیت ما افاء اللہ میں فللرسول شمول کہنے کی ضرورت ہوئی القصہ آیہ انما الصدقات سے رسول اللہ صلعم کا مخصوص ہونا فقط ایک آیت ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو جملہ منفصل اور قرینہ خارجی ہے بدقت اور تکلف سمجھ میں آتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ سے آپکا خصوص ہونا بے تکلف قرینہ داخلی خارجی دونوں سے سمجھ میں آتا ہے تو اگر وہ احادیث جنسے رسول اللہ صلعم پر زکوۃ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے آیہ انما الصدقات کے مخالف نہیں موافق ہیں تو حدیث ما ترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ سے زیادہ تر موافق ہوگی علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد اور آیہ فہب لی من لدنک سے بھی حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ مخالف نہیں موافق ہے کیونکہ ان آیات میں میراث علمی اور میراث منصبی مراد ہے میراث مالی مراد نہیں چنانچہ بدلائل واضحہ واضح ہو گیا اور حدیث ما ترکناہ صدقۃ میں میراث مالی مراد ہے میراث علمی مراد نہیں باقی رہی احادیث سے موافقت سو اسکا حال یہ ہے کہ اہل سنت کی نزدیک تو یہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ اس درجہ کو صحیح ہے کہ اُسکی صحت کے دریافت کرنیکے لیے کسی اور صحیح حدیث کی موافقت کی ضرورت نہیں

بلکہ اور حدیثوں کی صحت کی میزان اور معیار اسکو کہنا زیبا ہی باینہمہ یہی حدیث کئی طریقوں سے یعنی سندوں سے مروی ہی اور وہ سب کی سب صحیح ہیں اور یہی معنی ہیں حافظ ذ
صحیحہ کے موافق ہونیکے کیونکہ حدیث کی صحت باعتبار سند صحت سے ہوتی ہی اور حدیث کا تعدد باعتبار تعدد سند کی ہوتا ہے اگر متن یعنی ایک عبارت کئی سندوں سے مروی ہو تو اس
حدیث کو بھی ایک حدیث نہیں کہتے ہیں اُسکی تعداد بمقدار تعداد اسانید کی ہوگی اور جب وہ ایک حدیث نہوئی بلکہ متعدد ہوئی تو بایں وجہ کہ متن ایک ہی ہی ایک دوسرے کے موافق ہوگی
اور چونکہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کا یہی حال ہی بلکہ بعض بعض الفاظ میں بھی فرق ہی گو معنی باہم موافق ہی ہوں بیشک انکو ایسی چند حدیثیں کہینگے کہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور
پھر جب سندیں صحیح ہوئیں تو یوں کہہ سکیں ہیں کہ یہ حدیث احادیث صحیحہ اہل سنت کے موافق ہی **اقول** سوائے ابوبکر کے کوئی بھی راوی روایت ما ترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے
اور سوائے اُسکے ایک روایت موضوعہ مالک بن اوس کی جو کہ صحیح بخاری میں لکھی ہی اُسکا بھی موضوع ہونا ہم بیان کر چکے وہ اور کونسا راوی اس روایت کا ہی جھوٹ کیوں لکھتا ہے
اور جبکہ اور کوئی راوی نہو اور اہل بیت علیہم السلام نے اُس روایت کو تسلیم نکیا تو اس روایت کے دروغ ہونے میں کیا کلام ہی اور آیہ یوصیکم اللہ ہی کی جہت سے تو وہ روایت غلط ٹھہری
ہی کہ اس روایت کے مخالف ہے اور موافقت کا دعوی تو کہانسے کرتا ہی اور جو احتمالات موافقت کے تونے اپنی طبیعت سے ایجاد کئے تھے ہمنے اُن سب کو رد اور باطل کردیا ہی اور جن روایات
حکم سے جناب رسولخدا صلعم انما الصدقات للفقراء سے مستثنے ہوئی ہی وہ روایتیں متواترات میں سے ہیں اور کل مسلمانوں کا اتفاق ہی حضرت کے مستثنے ہونے پر اور عقل کا اندھا تو تو ہی کہ
روایت بکری کو اُن روایات کے برابر کرتا ہی یہ روایت بکری جسکو واقفان سو شرع نے جھوٹا ٹھہرادیا ہی اور ایک شخص کی روایت کہ جو خواہش نفس کے موافق ہی وہ اُن روایتوں کی
کہ جو کثرت سے ہیں اور سب مسلمانوں کا اتفاق اُنپر ہی کیونکر برابر ہو جائیگی اور اگر حضرت نے ہضماً لنفسہ اپنے تئیں فقیر کہا تو اس سے کیا ہوتا ہی خدا تعالی نے تو حضرت کو خاص کرکے فقیر کہیں
نہیں فرمایا ہو اگر حضرت کی تخصیص کے واسطے آیہ انما الصدقات میں اشارہ نہیں ہے تو متواترات اور اتفاق اہل اسلام حضرت کے مستثنے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ
میں سے حضرت کو کسی نے خاص نہیں کیا ہی اور قرینہ غیبت کا حضرت کے خاص ہونے پر دلالت کرتا ہی اسطرح کا کلام اللہ میں بہت آیا ہی کہ خطاب عام سب کی طرف ہے پیغمبر کے اور غیر پیغمبر
کی طرف اور اسی طرح آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب عام ہی اور جو کچھ تونے حضرت کے مخصوص ہو جانیکی مقدمہ میں لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور جو احادیث کہ زکوۃ اور صدقات کے حرام ہونیکی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں اُنپر اتفاق کل مسلمانوں کا ہی اسواسطے وہ روایتیں آیہ انما الصدقات کے مخالف نہونگی اور اگر ابوبکر کی روایت کو جانتے ہیں کہ یہ روایت ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے
نہیں سنی ہی بلکہ خود بنالی ہی اسواسطے یہ روایت اس آیت کے موافق نہیں ہو سکتی بلکہ مخالف ہی ہیگی اور جناب رسولخدا صلعم کا مخصوص ہونا حکم میراث سے شرع سے ہی ہرگز ثابت
نہیں ہوا اور جو کچھ تونے لکھا تھا وہ باطل ہوگیا اور نہ آیہ یوصیکم اللہ سے مفہوم و معلوم ہوتا ہی اور آیہ انما الصدقات کی حکم سے جناب رسولخدا صلعم کا مستثنے ہونا متواترات سے اور اعتقاد اور مسلمات
جمیع اہل اسلام سے ثابت ہے نہ آیہ ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے اسکا عبث ذکر کیا ہی اسکو کیا تعلق ہی کہ حضرت کا مخصوص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے کچھ اسی آیہ ومنہم من یلمزک سے
ثابت نہیں اور بہت سی روایتیں ہیں اور حضرت کا خاص ہونا آیہ یوصیکم اللہ کے حکم سے کسی قرینہ خارجی یا داخلی سے ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے رسولخدا صلعم کا خاص ہونا
آیہ انما الصدقات کے حکم سے ثابت ہے وہ احادیث مسلمات میں سے ہیں اور روایت ما ترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ کے موافق نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف اسکی ہی اور ایسے ہی آیہ وورث سلیمان داود
اور آیہ فہب لی کی مخالف ہی کیونکہ ان آیتوں میں وراثت مالی مراد ہی نہ وراثت علمی و منصبی چنانچہ پہلے اس سے بدلائل ثابت ہو لیا ہی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ سے البتہ وراثت مالی حرام
اور یہ روایت اسطرح سے البتہ صحیح ہی کہ ابوبکر نے بیان کی ہی اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے لیکن جناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت نہیں سُنی تھی بلکہ خود بنالی تھی اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی وہ سب
بیکار ہی اسواسطے کہ ہم اس روایت کے مروی ہونیکا کب انکار کرتے ہیں ہم اسی روایت پر تو سارا جھگڑا ہی اور بیشک ابوبکر نے یہ روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے روبرو بیان کی اور حضرت فاطمہ زہرا
یہ روایت سنکر ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور تمام عمر ابوبکر سے کلام نکیا **قال الشیخ للاشعری** مگر اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ اسکی صحت میں اگر شک ہو تو شیعوں کو ہو اسلئے
لازم یوں ہی کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ شیعہ اسکی صحت پر شاہد لائی لہذا معروض خدمت علماء شیعہ بلکہ عوام و خواص امامیہ یہ عرض ہی کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک کتاب کافی
کلینی سے بڑھکر کتب احادیث میں کوئی کتاب معتبر نہیں ہی سو وہ علامہ کلینی ہی کی روایت ہے جو بروایت ابو البختری امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہوا ہی ان العلماء ورثۃ
الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوا و فی نسخۃ لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثہم فمن اخذ بشیء منہا فقد اخذ بحظ وافر اور چونکہ ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا ہی تو مکرر ترجمہ
کے لکھنے کی ضرورت نہیں پر اتنا لکھنا ضرور ہی کہ اس روایت میں بہ نسبت روایت صدیق کے کوئی بات کم نہیں بلکہ اتنی بات زیادہ ہی کہ اس روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے بنظر
بدگمانی شیعہ اسکی وجہ بھی بیان فرمادی ہی کہ انبیاء کے علم کے تو وارث ہوتے ہیں اور اُنکے مال کا کوئی وارث نہیں سو در صورتیکہ نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تب تو مطلب ظاہر ہی کیونکہ حاصل یہ ہوگا
کہ انبیاء کے جو فقط علماء وارث ہیں کوئی اُنکے اموال متروکہ کا وارث نہیں ہوتا وجہ یہی کہ انہوں نے بھی تو کسی کو کچھ درہم و دینار میراث میں نہیں دیا اور اگر نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا
کہ علماء کے وارث الانبیاء ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء نے درہم و دینار کچھ نہیں چھوڑا ہی نہیں جو اسمیں میراث جاری ہو انہوں نے فقط احادیث میراث میں چھوڑی ہیں **اقول** روایت

ما ترکناہ صدقہ کو اس طرح سے ہم صحیح جانتے ہیں کہ ابوبکر نے اسکو روایت کیا ہے مگر جناب رسولخدا صلعم سے اس روایت کو سننا صحیح نہیں ہے اور احادیث صحیحہ شیعہ میں یہ نہیں ہے وہ روایت کہ جو تو بیان کریگا وہ روایت سنی کی ہے کہ اسکا راوی ایک ناصبی ہے اور کتاب کافی شیعوں کے نزدیک البتہ معتبر ہے لیکن روایتیں اسمیں سب طرح کی ہیں معتبر بھی اور ضعیف بھی اور تقیہ کی بھی اور ابوالبختری کی روایت جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ روایت معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ راوی جو اسکا ابوالبختری ہے وہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور درصورت تسلیم یہ روایت ابوبکر کی روایت کے برابر نہیں ہوسکتی اول تو یہ کہ ابوبکر کی روایت میں وراثت مالی مراد ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے فقط نہ نفی اثاث و اراضی اور عقار کی اور ہمارا کلام اراضی میں ہے نہ درہم اور دینار میں اور ابوبکر نے کل مال کی نفی کی ہے کہ پیغمبر کی کسی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا نہ عمامہ کا نہ عبا کا نہ بدن کے کپڑوں کا اور نہ بچھونوں کا نہ سواری کا نہ اثاث البیت کا اور امام جعفر صادق نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ انکے مال کا کوئی وارث نہیں ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انکی زمین کا کوئی وارث نہو اور یہ جو فرمایا ہے کہ علما وارث انبیا کے ہیں تو مراد اس سے یہ ہے کہ انکے علم کے وارث ہیں اور کسی چیز کے سو یہ بات ظاہر ہے کہ علما انکے علم ہی کے وارث ہونگے نہ انکی کسی اور چیز کے اور سوا اس علم کے جو وارث ہونگے وہ انکے ورثہ مالی ہونگے اور اگر انہوں نے درہم و دینار میراث میں نہیں لیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ اور بھی کچھ میراث میں لیا ہو مثل مکانات اور اراضی اور گھوڑوں کی چنانچہ حضرت سلیمان وارث ہوئے حضرت داؤد کے کہ گھوڑے انکی وراثت میں آئے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور کشاف وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر انبیا نے درہم اور دینار نہیں چھوڑا ہے کہ جسمیں میراث جاری ہوتی ہو سوائے درہم و دینار کے اور چیزوں کو تو چھوڑا ہے اراضی وغیرہ کو جسمیں میراث جاری ہے اور جواب اس روایت کا مفصل پہلے اس سے گزر گیا ہے لیکن یہ ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور ہمکو زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی جواب دینا ہوتا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا فدک وغیرہ سو فدک تو رسول اللہ صلعم کی ملک ہی میں نہ تھا جو یوں کہیں کہ فدک چھوڑ کر آپ اس جہان سے تشریف لیگئے چنانچہ بشہادت آیہ ما افاء اللہ بخوبی روشن ہوچکا ہے اور سوا اسکے اور اشیا مثل لباس مرکب مکان کے سو مکان آپکے پاس فقط حجرہاے ازواج مطہرات تھے سو یہ تو آپ ہی کلام اللہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مملوک ازواج ہوچکے تھے اسلئے کہ خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن یعنی اے بیبیو پیغمبر کی تم اپنے گھروں میں ٹھیری رہو اور یوں نہیں فرمایا وقرن فی بیوت النبی یعنی نبی کے گھروں میں ٹھیری رہو تو معلوم ہوا کہ وہ حجرے ازواج کے ہوچکے تھے بوجہ ہبہ مملوک ازواج ہوئے ہوں یا اور کسی وجہ سے اور یہ احتمال کہ سکونت کے گھر کو تمام عالم رہنے والوں کا گھر کہا کرتے ہیں اگرچہ مالک اسکا کوئی اور ہو اور دو گھر کرایہ کے مکانوں کو بھی اپنا گھر کہا کرتے ہیں قطع نظر اسکے کہ مجاز ہو اور بے ضرورت مجازی معنی مراد لینے کی اجازت نہیں اور پھر اس سے قطع نظر کیجیے کہ خدا کو کیا ضرورت ہوئی کہ فی بیوت النبی نہ فرمایا اور یہ فرمایا [illegible] امام کی بات غلط ہوجائیگی ہمکو تو ان معنی کی اپنے طور پر ضرورت نہیں کیونکہ تا حین حیات مملوک رسول اللہ صلعم تو بحکم حدیث لا نورث البتہ وہ صدقہ [illegible] تھیں جیسے آمدنی فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے صرف میں آتی تھی ہمکو تو ان معنی کے کہنے میں تصدیق [illegible] حضرت امام [illegible] مد نظر ہے سو اگر آیہ وقرن فی بیوتکن کے یہ معنی نہیں ہیں تو یہ شیعوں ہی کو دشوار ہے ہمیں کیا اس مکانات بھی وقت وفات آپکے جتنے [illegible] باقی رہا مگر قوت ایمان کی بات تو یوں ہے کہ حضرت امام کے اس حصہ کو لا انبیا ورثوا اور احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں سمجھکر [illegible] رسول اللہ صلعم نے اشیاء مذکورہ کو دنیا میں چھوڑا لیکن شاید کسیکو اپنے جیتے جی ہی دیئے ہوں اور وہ جو انکے پاس موجود تھیں تو بوجہ عاریت ہوں **اقول** فدک البتہ رسولخدا صلعم کا ملک تھا جیسا کہ آیہ ما افاء اللہ سے ظاہر ہے اور اپنی حین حیات میں جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ فرمایا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسکا ذکر پہلے اس سے ہو چکا ہے اور حجرے حضرت کے مملوک ازواج نہوئے تھے بلکہ انکے رہنے کیواسطے دیدیے تھے آخر زوجہ کے رہنے کو کوئی مکان چاہئے اور رہنے کے واسطے دینے سے یہ لازم نہیں ہے کہ رہنے والے کی ملک بھی ہوجاے چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے کہ لا تخرجوهن من بيوتهن یعنی اور نہ نکالو تم انکو گھروں انکے سے دیکھیے یہاں خداتعالی نے ان عورتوں کو جو طلاق دے تم جبتک عدہ انکا تمام نہو تو انکو انکے گھروں سے نہ نکالو تو کیا وہ گھر ان عورتوں کے تھے جنمیں وہ رہتی تھیں بلکہ انکے شوہروں کے گھر تھے جسکو سب جانتے ہیں اور وہ جو ہم تمام ان گھروں میں اپنے شوہروں کے رہتی تھیں سو واسطے انکے گھر فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ گھر ان عورتوں کے مملوک ہوجائیں اور اگر وہ گھر عورتوں کے مملوک ہوں تو انکو گھروں سے انکے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا ہی وقرن فی بیوتکن ہے اور اس محاورہ کی جہت سے فی بیوت النبی کہنے کی کوئی احتیاج نہ تھی اور شیعوں کو کسی طرح کی دشواری نہیں ہے اور نہ بات امام کی غلط ہوتی ہے اور روایت لا نورث بالکل جھوٹی ہے رسولخدا صلعم کا ترکہ صدقہ نہیں ہوسکتا اور آمدنی فدک کی حضرت زہرا کے صرف میں کچھ نہ تھی وہ تو ابوبکر نے ضبط کرلیا تھا اور ازواج کی حجروں کو انسے نہ لیا وہ انکے پاس ہی رہنے دیے اور حدیث حضرت صادق کی کوئی نہیں ہے بلکہ ابوالبختری ناصبی کی ہے اور جواب اسکا ہم کئی مرتبہ دے چکے اور حجرے حضرت کی ازواج کی اور سوائے اسکے سب حضرت کی ملک تھے قبل وفات اور بعد وفات اور مرکب اور لباس وغیرہ بھی جو کچھ حضرت نے چھوڑا وہ حضرت ہی کی ملک تھا اور صدقہ فرض وراثت کو روک نہیں سکتا

کہ انبیاء علیہم السلام علماء کو مورث احادیث و علم ہی کر گئے ہیں اور کسی چیز اور درہم و دینار کو وراثت علماء کے واسطے نہیں چھوڑ گئے تو اس میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے نہ مکانات اور اراضی وغیرہ دیگر اثاث البیت کی اور جو کچھ کہ چھوڑا ہے حضرت نے بعد اپنی سوائے فدک کے اپنے جیتے جی کسی کو دینا ثابت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بوجہ عاریت حضرت کے پاس تھا یہ کسی کی عقل میں ہی آتا ہے اور ہو کسی کو دیتی تو اپنے پاس کیوں رکھتی کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے ۔ **قال الشیخ الاشعری** القصہ اپنی سمجھ میں آنیکے باعث حضرت امام کی بات کی تکذیب نکیجے اور اپنی سمجھ اور عقل کی تغلیط کیجے لیکن اطمینان قلب مومنین کے لئے یہ اشارہ مرقوم ہے کہ لم یورثوا کے یہ معنی نہیں کہ آپ دنیا میں کچھ چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ میراث میں نہیں چھوڑ گئے سو اس صورت میں بجز اسکے نہیں بن پڑتی کہ یہ راوی جسکے راوی ابوبکر صدیق ہیں یعنی لانورث ماترکناہ صدقۃ صحیح ہوا اور حضرت امام نے بوجہ واقعیت اس وصیت کے حصر کرکے فرمایا ہو کہ انبیاء نے بجز احادیث کے میراث میں کچھ نہیں چھوڑا ۔ بہرحال روایت حضرت امام ہمام جعفر صادق روایت صدیق اکبر سے اسباب میں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہے تا کچھ کم نہیں بلکہ یہ بہت زیادہ ہے اول تو آپنے بطور حصر یہ فرمایا کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں حدیث ابوبکر صدیق میں یہ بات نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت امام کے حصر سے دو باتیں معلوم ہوئی اول تو یہ کہ یا تو انبیاء علیہم السلام نے کچھ چھوڑا ہی نہیں یا چھوڑا ہے تو وہ میراث کے قابل نہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور حضرت ابوبکر کی روایت سے فقط اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں معہذا حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث میں اس دعوی کے ساتھ کہ متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں اور حضرت امام نے اسکی دلیل بھی فرما دی اور اپنے دعوی کو موجہ کر دیا سو سنیوں کی طرف سے تو آپکو اطمینان ہی تھا اسوجہ کا اثر جو ساتھ لگایا تو اسوجہ سے لگایا ہو کہ حضرات شیعہ کی طرف سے آپکی خاطر جمع نہ تھی انکے نفاق سے عیاں تھا کہ میری بات سیدھی انگلیوں حضرات شیعہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے اس لئے اپنے دعوی کو موجہ کرکے بیان فرمایا تھا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ حضرت امام کی بات کے نہ ماننے سے گو ایمان ہی خاک میں رل گیا مگر کیا امکان جو اپنیوں سے باز آئیں اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی جاتے ہیں خیر خداوند کریم ہی انکو سمجھیں کہ نہ پیر نہ فقیر کے نہ اصحاب کے نہ اماموں کی بالجملہ جا بجا سے ثابت ہے کہ جنکی آڑ میں اصحاب کرام پر طعن کرتے تھے وہ خود ہمسفیر اصحاب ہیں یہ وہی مثل ہے کہ مدعی سست اور گواہ چست وائے برحال شیعہ کہ اصحاب کو برا کہکے تو نور ایمان ہی کھویا تھا پر ائمہ کی بات نہ ماننے سے ایمان ہی کھو دیا کیونکہ بزعم شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہے خصوصاً جبکہ ایسے معتبر کتابوں کے واسطے سے معلوم ہو جائے جسکا نام کافی کلینی ہے **اقول** حضرت امام کی بات کی تکذیب کسی طرح سے نہیں ہوتی اور جو کچھ کہ مراد امام کی ہے وہ تو سمجھا ہی نہیں ہے اور لم یورثوا کے یہ معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا درہم اور دینار میں کوئی وارث نہیں ہوتا ہے نہ یہ کہ زمین اور مکان وغیرہ کا بھی کوئی وارث نہو اور میراث میں درہم و دینار کو البتہ نہیں چھوڑ گئے کہ جمع کرنا اسکا خست پر دلالت کرتا ہے اور روایت ابوبکر کی یعنی لانورث ماترکناہ صدقۃ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی کہ اس میں نفی وراثت کل متروکہ کی ہے نہ درہم و دینار تنہا کے اور حضرت امام نے نفی وراثت درہم و دینار تنہا کے کی ہے نہ کل متروکہ کی اور امام کی حصر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وراثت علماء کے واسطے بجز احادیث کے انبیاء نے اور کچھ نہیں چھوڑا اور اگر کل متروکہ مراد لیا جائے تو ائمہ کی کل متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو روایت ہی غلط ہوگی اسواسطے کہ اس صورت میں کلام اللہ کی آیتوں کے مخالف ہوگی معلوم ہوا کہ حصر اضافی ہے اور اگر یہ روایت دروغ بھی ہو تو کچھ بعید نہیں ہے اسواسطے کہ یہ روایت ابوالبختری کی ہے جو سنی عامی تھا اور درصورت فرض ابوبکر کی روایت میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے کہ ابوبکر کی روایت میں تو نفی وراثت کل متروکہ کی ہے اور اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے اور یہ اس روایت میں کہاں ہے کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ انبیاء احادیث کے وارث کئے گئے ہیں علماء کے واسطے اور سوائے اسکے اور چیز کے وارث انکے واسطے نہیں کئے گئے ہیں سو واسطے کہ اس روایت میں وراثت علم کا ذکر ہے اسواسطے مراد علم ہی ہوگی اور نفی اس میں درہم و دینار کے وراثت کی ہے اور اسکے سوا اور چیز کی نفی نہیں ہے اور اس روایت میں اسکا تو ذکر ہی نہیں ہے کہ کچھ چھوڑا ہی یا نہیں چھوڑا ہی بلکہ وراثت و عدم وراثت ذکر ہے اور انہوں نے میراث میں احادیث کو جو چھوڑا ہے تو مطلب اس سے یہ ہے کہ علماء کے واسطے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور دلیل حضرت امام نے کوئی نہیں بیان کی ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس روایت کو تسلیم کریں ورنہ یہ روایت ابوالبختری سنی کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کی ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرینگے تو اس روایت میں جو انما کلمہ حصر کا ہے وہ حصر اضافی کی واسطے ہوگا اور پھر اس میں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور اگر حصر حقیقی مراد ہوگا تو لم یورثوا کی اور اورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہوگی کہ وہ علماء کی طرف پھریگی یعنی لم یورثوہم اور مفصل پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں جسجگہ کہ اسنے اس حدیث کا ذکر کیا تھا اور یہ طرہ ابوالبختری کا لگایا ہوا ہے نہ امام کا کہ ابوالبختری کو سنیوں کی طرف سے تو بسبب انکے نفاق کی خاطر جمع ہی تھی لیکن شیعوں کو جانتا تھا کہ یہ بدون ایجاد افترا اور دروغ کے بسبب حسن اعتقاد کے تسلیم نکرینگے اور میری بات کو سیدھی انگلیوں ماننے والی نہیں معلوم ہوتی سو اس لئے اس نے یہ افترا امام علیہ السلام پر کیا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ مفتری کی بات کو نہیں مانتے اور سنیوں نے جو اسکی لکھی ہے کو مانا تو ایمان ہی انکا خاک میں مل گیا اور ابوبکر کی روایت کا کذب قرآن اور حدیث سے دونوں سے ثابت ہو گیا ہے اور اہل سنت وہی گائے جاتے ہیں کہ ابوبکر سچا تھا مگر کیا امکان جو اپنیوں سے باز آئیں خداوند کریم انکو سمجھے نہ پیر کے ہیں نہ فقیر کے نہ خدا کے نہ رسول کے

اصحاب کہے یہ امام کہتے اور ہم اصحاب پر ہرگز طعن نہیں کرتے ہیں بلکہ اُن لوگوں پر کرتے ہیں کہ جو صحابیت کی شرف سے خارج ہو گئے ہیں اور اُن لوگوں کے ہمسفیر امام علیہ السلام ہرگز نہیں ہیں
اور ائمہ علیہ السلام کا فرمانا بسر و چشم ہم قبول کرتے ہیں اگر ثابت ہو جاوے کہ یہ قول امام کا ہے اور اگر کوئی اُن پر افترا کرے تو اُسکو کا ہیکو ہم تسلیم کرینگے اور کافر تو تم ہو گئے ہو ثلثہ کی پیروی میں
اور کلینی میں تو سب طرح کی روایتیں ہیں معتبر اور غیر معتبر اور اس سے زیادہ غیر معتبر کیا ہوگی کہ راوی اسکا سُنی ہے جو کہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور اُس میں یہ بھی روایت ہے کہ حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام خلفاء ثلثہ کو اور معاویہ کو بعد صلوٰۃ واجبہ کے لعنت کیا کرتے تھے اسکو بھی تو تسلیم کرلے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ شہادت
حدیث کلینی مذکور جو صحیح ہی اصح ہے معہذا ایک اور حدیث کلینی ہے جو اُسکی موید ہے چنانچہ وہ بھی مرقوم ہو چکی لیکن بنظر احتیاط اُسے بھی مکرر لکھے دیتا ہوں رواہ الکلینی عن ابی عبداللہ
ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا اس لئے یہاں اسیقدر مرقوم ہونا مناسب ہے کہ اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کی میراث وہ میراث
علم ہے باقی رہا دلیل عقلیہ اور قرائن عقلیہ سے حدیث مذکور کا صحیح ہونا سو اسکا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے مگر بطور یاد دہانید فقط اشارت یہ بات مرقوم ہے کہ اول تو انبیاء اپنی قبور میں زندہ
موجود ہیں اور زندہ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہاں اگر وہ اشیاء اُسکی کام آمدنی نہیں اس لئے وہ اُن اشیاء کو کسی موقع میں صرف کرنیکو کہے تو اُسکی خدام کو لازم ہے کہ اُن اشیاء کو
اُسیطرح صرف کریں سو در صورتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتفاق حیات النبی ہیں گوشہ قبر میں زندہ موجود ہوں اور پھر دلائل اُسپر شاہد ہوں چنانچہ اوراق سابقہ میں مذکور
ہو ملیں تو میراث تو آپکی متروکہ میں جاری نہ ہوگی لیکن آپکے خلیفہ کے ذمہ جو بمنزلہ کارکن ہوئی ہے کیونکہ خلیفہ اسے ہی کہتے ہیں یہ بات لازم ہوگی کہ درباب اموال نبوی جو باشعارات
نبوی رہیں سو چونکہ اشارہ نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تھے اسباب میں یوں معلوم ہوا کہ ما ترکناہ صدقۃ تو اُنکے ذمہ اُسکی تعمیل لازم پڑی اور کوئی ناقد شناس باوجود
دلائل مسطورہ سابق حیات نبوی کو نہ مانے تو اُنکے لئے دوسری ہدایت عقلی موجود ہے اگر ہدایت پر آنا اُنکو منظور ہو وہ یہ ہے کہ انبیاء خدا کے سامنے اپنے آپ کو مالک ہی نہیں سمجھتے تھے وہ
کیونکر نہیں کہ ہمارے متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہماری ملک ہی نہیں خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط مستعار تھا جب ہم ہی نہ رہے تو عاریتاً لیا ہوا بالضرور
یوں ہے کہ جیسے کہ یہ خدا کا مال ہے خدا ہی کی راہ میں صرف ہونا چاہئے مگر چونکہ یہ بات سابق میں مشرحاً بیان ہو چکی ہے تو یہاں اسقدر ہی بہت ہے **اقول** حدیث کلینی کے
شہادت سے روایت ما ترکناہ صدقۃ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور دوسری حدیث کلینی کے جو لکھی ہے ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان
اسکا جواب بھی ہم لکھ چکے ہیں پہلے اس سے لیکن ایک بات کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور اسیطرح سے اس نے کتاب کو طول دیا ہے اور مطلب اسمیں تھوڑا ہی ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہونے کا قرینہ
اُسکا یہاں بھی موجود ہے اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ وراثت علمی ہوتی ہی نہیں ہے جس جگہ کہ قرینہ علم کا موجود ہوگا وہاں البتہ مراد ہوگی سب جگہ اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء وارث علم کے بھی ہوتے ہیں نہ کہ علم کے سوائے اور
کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور اس حدیث کی صحت کا ہم انکار ہی نہیں کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی قبور میں زندہ بیٹھے رہنے کو جو لکھا ہے اسکا جواب پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے
اور یہ ایک دیوانوں کی سی بات ہے بھلا اُس زندگی کو یہاں کیا تعلق ہے اول تو یہ کہ مرنا آپکا اور اس جہان سے چلا جانا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
اور فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور جب حضرت کا مرنا ثابت ہو گیا تو پھر حضرت کو کیونکر زندہ کہا جاوے اور اگر زندہ کہا جاوے تو معلوم ہوا کہ حضرت کو رجعت ہوئی ہے کہ دوبارہ جسم میں
روح داخل ہوئی ہے اور قبر سے [illegible] حیات النبی کے [illegible] معنی ہی نہیں سمجھا [illegible] زندہ ہیں [illegible]
اور چلتے پھرتے ہیں جنت میں اور قبر کے کونہ تاریک میں حضرت کا کیا کام ہے لیکن وہاں بھی حضرت کیواسطے ایک روضہ ہو گیا ہو گا ریاض جنت میں لیکن یہ زندگی بعد مرنے کی
میراث کو مانع نہیں ہے اور اگر وہ حضرت مرے نہیں ہیں اور زندہ قبر میں موجود ہیں تو باہر نکلکر کیوں نہیں فرما دیتے کہ میں نے ابوبکر سے کہدیا تھا کہ میرے ترکہ کا بعد میرے کوئی وارث نہیں ہے وہ
فقراء کا مال ہے اُمت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں اور ہدایت نہیں کرتے اور اگر اُنکے موقع پر صرف کرنیکو کہہ جاتے تو یہ وصیت ہوتی اور ابوبکر کے قول سے ثابت
ہوتا ہے کہ وصیت نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انبیاء کا مال کسیکو میراث میں نہیں پہنچتا ہے اور وصیت تو ثلث مال میں جاری ہوتی ہے لیکن ابوبکر نے تو حضرت فاطمہ کو یہ بھی نہیں دیا
اور ابوبکر کو رسول خدا صلعم نے تو خلیفہ کیا ہی نہیں وہ خلیفہ کیونکر ہو جائیں گے تم نے خلیفہ کیا تھا تم اُنکا خلیفہ اُنکو کہنا چاہئے اور یہ جو لکھا ہے کہ انبیاء آپکو مالک کسی شے کا نہیں سمجھتے تھے یہ
بات بھی غلط ہے اگر مراد اس سے یہ ہے کہ دنیا میں اُنکی کوئی ملک ہی نہ تھی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو کچھ وہ خرید کرتے تھے یا کسیکو دیتے تھے وہ سب غیر جائز ہوا اور لونڈیوں کو جو اپنے تصرف
میں لاتے تھے مرتکب حرام کے ہوئے ہوں کہ مال غیر مملوک میں تصرف کیا اور آزاد کرنا غلاموں کا بھی عبث ہوا اور راہ خدا میں دینا بھی بیکار ہوا کہ ملک غیر میں تصرف کیا اور حال یہ ہے
کہ حضرت کا مالک ہونا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالیٰ کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اور فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى اور غنی ہونا بدون ملک کے محال ہی ہے [illegible] اور
اگر یہ مراد ہے کہ جو چیز ہے وہ خدا کی ہے اور لوگوں کے پاس عاریۃً ہے پھر جائینگے تو سب ہی چھوڑ جائینگے اسطرح سے تو سب بندگان خدا اپنے تئیں مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہے
خدا کا ہے اور ہمارے پاس تو یہ مستعار ہے کچھ خصوصیت انبیاء کی نہیں ہے سب ہی ایسا جانتے ہیں سو اس صورت میں چاہئے کہ کسی آدمی کے ترکہ میں میراث جاری نہ ہو

قال الشیخ الاشعری علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بوجہ ظلم وعناد ہو یا بوجہ حقانیت مگر چونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسمیں سے کچھ نہیں دیا اور علی ہذا القیاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں دیا حالانکہ موافق قانون میراث یہ دونو بیبیاں بھی وارث تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں بلکہ ان سب میں معزز اور ممتاز تو معلوم ہوا کہ یہ نہ دینا محض اتباع امر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا بوجہ عناد وظلم وفساد تھا ورنہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی پر ظلم کرتے تو کرتے اپنی بیٹیوں پر کرتے معہذا جو لوگ غصب کرنیوالے ہوتے ہیں وہ لوگ بندہ ہوا وہوس ہوتے ہیں تارک دنیا اور ... نہیں ہوتے جو لوگوں کے اموال چھین لیں پر بوجہ زہد وتقویٰ وترک دنیا اپنی خواہشات نفسانی کو مار کر بیٹھ رہیں اور انکے ہاتھ نہ لگائیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کو نہ چھیڑا اور اسکے ہاتھ نہ لگایا نہ اپنی خرچ میں لائے نہ اولاد کو نہ اہل وعیال کو دیا تو کیا وجہ پیش آئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فدک کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے **اقول** ازواج کو آٹھواں حصہ پہنچتا تھا حضرت کے ترکہ میں سے اور عائشہ کو بسبب اسکی کہ حضرت صلعم کی نو بیبیاں تھیں بہترواں حصہ پہنچتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے عائشہ سے کہا تبغلت تجملت ولو عشت تفیلت ہولک التسع من الثمن وبالکل تملکت ٭ یعنی خچر پر چڑھی تو اونٹ پر چڑھی تو اور اگر زندہ رہیگی تو ہاتھی پر چڑھیگی تو واسطے تیری نواں حصہ آٹھویں میں سے اور بالکل مالک ہوگئی تو سو ازواج کے تحت میں حجرات تھی ہر ایک ایک حجرہ کی مالک ہوگئی تھی اور ابوبکر نے وہ حجرہ انسے نہیں لئے تھے بلکہ انکے قبضہ ہی میں رہنے دیے تھے پھر انکو کیا چاہئے تھا وہ تو اپنا حصہ پاچکی تھیں فاطمہ ہی بیچاری مظلومہ محروم رہی اور عائشہ اور حفصہ کو کیا احتیاج تھی باوا ان دونو کے مالک ہو رہے تھے لاکھوں روپے کی آمدنی تھی خوب خرچ کرتی تھیں اور عائشہ تو ہر سال دس ہزار درہم پایا کرتی تھی اور ابوبکر اور عمر انکو دیا کرتے تھے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کان ابوبکر وعمر یعطیان عائشۃ فی کل سنۃ عشرۃ آلاف درہم یعنی دیتے تھے ابوبکر اور عمر عائشہ کو ہر سال دس ہزار درہم پھر اسکو کیا پروا تھی اور ایسے ہی حفصہ کا حال ہے اور درصورت فرض اگر حفصہ اور عائشہ مع ترکہ سے محروم رہیں ابوبکر نے فدک کو نہ چھیڑا اور نہ ہاتھ لگایا اور نہ اہل وعیال میں سے کسیکو دیا تو اسکی ابوبکر کو کیا پروا تھی اسکو تو منظور ایذای فاطمہ تھی اور اس مظلومہ کا محروم رکھنا ترکہ رسول خدا صلعم سے تھا کہ وہ مظلومہ مجبور اور محروم رہی اور ایسا نہو کہ ثروت ودولت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں ورنہ اگر اپنی بیٹیوں کو فدک سے محروم رکھا تو اس سے کیا ہوتا ہے وہ اور طرح سے ہزاروں درہم اور دینار پاتی تھیں اور فدک کا نہ دینا انکو اسوجہ سے تھا کہ رسول خدا صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے حکم تو انہوں نے کچھ بھی سنا تھا **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب کو جانے دیجیے ابوبکر کی صدیق کی نسبت تو شاید شیعیان فریب باز بحکم المرء یقیس علی نفسہ کا ہی احتمال کریں بعضاے اعداء اہل بیت کی طرف تو یہ گمان نہوگا سو انکا حال سنیے کہ حضرت امیر المومنین علی سے لیکر آخر تک سات میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ترکہ بطریق میراث تقسیم نہیں ہوا تو حضرت عباس اور انکی اولاد کو اسمیں دخل نہ دیا اُن سب کو کنارہ بابر کیا اور ازواج مطہرات کا بھی حصہ نہ دیا حالانکہ نصف ترکہ کے یہ دونو فریق مالک تھے پس اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی تو بزرگان اہل بیت کیوں ابوبکر صدیق کی راہ ہولیے ابوبکر صدیق اگر مرتکب ظلم شنیع اور جور قبیح تھے تو چنداں تعجب نہ تھا لیکن ان بزرگواروں کو جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں کیا بلا پیش آئی کہ سب کے سب اس ظلم کو روادار ہوئے اسلئے کہ باجماع سیر وتواریخ باتفاق علماء حدیث ثابت اور متحقق ہے کہ متروکہ آنحضرت صلعم خیبر اور فدک وغیرہ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت علی وحضرت عباس کے قبضہ میں تھا لیکن حضرت علی نے انجام کار حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا فقط انہیں کا قبضہ رہا حضرت علی مرتضی کے بعد حضرت امام حسن کے قبضہ میں رہا انکے بعد حضرت امام حسین کے قبضہ میں رہا بعد ازاں حضرت امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کے تحت تصرف میں دونو اُلٹتے پلٹتے رہے انکے بعد حضرت زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا اُسپر تصرف ہوگیا اسکے بعد مروان کے پنجوں پڑگیا پھر برابر مروانیوں کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بادشاہی کی نوبت آئی چونکہ وہ خلیفہ عادل اور بادشاہ انصاف پرور تھے انہوں نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کو مانگنے پر بھی نہ دی ہو میرا اسمیں کیونکر حق ہوسکے انہوں نے پھر حضرت فاطمہ زہرا ہی کی اولاد کو اسکا متولی کردیا پس ائمہ معصومین اور بزرگان اہل بیت کے عملدرآمد سے عیاں ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ وقف ہوتا ہے اسلئے اولاد ائمہ معصومین نے اُن لوگوں کو دخل نہ دیا جو بقانون میراث وارث تھے اور بیقین متحقق ہوگیا الحدیث صدیق اکبر یعنی لا نورث ما ترکنا صدقۃ بالاعتبار صحیح اور درست ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت فاطمہ کو متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دینا ایسا ہی جیسا کہ ائمہ اہل بیت نے ازواج مطہرات وعم بزرگوار اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا بلکہ حضرت صدیق اکبر کی جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نسبت ازواج مطہرات اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے میں ظاہر بینان کم فہم کو مثل خوارج یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نفع کی چیز دیکھ کر نہ دیا کیونکہ فدک وغیرہ گو وقف تھا لیکن خرچ اہل بیت مقدم تھا معہذا طعن وتشنیع کا انکو اندیشہ نہ تھا کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے وارثوں کی کچھ غیر نہ تھی ایسی جگہہ چیز کے بیٹس جانے اور خرچ ہوجانیکو یوں ہی کہا کرتے ہیں کہ گھی کہاں گیا کھچڑی میں لیکن ابوبکر صدیق کی جانب نفع کا تو یہ حال ہے کہ قاعدہ کی رو سے ایک حبہ کی توقع نہ تھی کیونکہ نہ وارث ہوسکیں تھے منجملہ مصارف مندرجہ

ما افاء اللہ تھی کیونکہ آپ کچھ مسکین فقیر نہتے اور بظاہر زمین بھی باتفاق فریقین ایک حبہ تک کا تغلب اسمیں نہیں کیا آئندہ سوائے مردمان فہمیدہ اور عاقلان سنجیدہ کے کسی سی کلمۂ خیر کی توقع نہتی بلکہ اُلٹے عقل کی دشمنوں سے یہ اندیشہ تھا کہ یوں کہیں گے دیکھو رسول اللہ صلعم کی وفات کے ہوتے ہی یہ آنکھیں بدل لیں کہ حضرت فاطمہ کا بھی لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلاکم وکاست ظہور میں آیا غرض کسی طرح کی منفعت کی امید تھی اگر تھی تو تمام عمر کی سوختگی کی امید تھی القصہ گو حضرت صدیق اکبر نے بھی وارثان نبوی کو متروکۂ نبوی بوجہ تعمیل ایماء نبوی نہیں دیا اور ائمہ اہل بیت نے بھی بوجہ مذکور متروکۂ نبوی وارثان نبوی کو نہیں دیا لیکن ابوبکر صدیق کا نہ دینا ایک مجاہدۂ عظیم تھا اور ائمہ اہل بیت کا نہ دینا فقط نہ دینا ہی تھا خصوصاً جبکہ نیازمندی و اخلاص و محبت صدیق اکبر او حقوق اہل بیت خصوصاً حضرت فاطمہ زہراء کو لحاظ کیجئے اور اسپر پھر حضرت فاطمہ کے ایک دفعہ بمقتضاء بشریت ناخوش ہوجانیکو دیکھئے تو مرتبہ شناسان طریقہ پر واضح ہوجائیگا کہ ایسے وقت میں پابند حکم نبوی رہنا ایسے ہی۔ بالایمان مستقیم العقل سراپا اتباع نبوی کا کام ہے جیسے ابوبکر صدیقؓ لیکن شیعوں کی عقل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں حق وباطل کی تمیز کیونکر کریں مگر اسمیں ابوبکر صدیق کا کیا قصور ہے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭ جیسے اندھے کو اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہی ایسے ہی شیعوں کو بسبب عداوت کے اندھے ہوجانے کے باعث خوبیاں بھی برائیاں نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ٭ عیب نماید ہنرش در نظر ٭ الحاصل بقرائن عقلیہ واضح ولائح ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر کا نہ دینا فقط بوجہ اتباع امر نبوی تہا اور حدیث اعنی لانورث ما ترکناہ صدقہ صحیح بلا غبار ہی سوائے اتباع امر نبوی و پیروی حدیث مذکور کسی قسم کا احتمال اُنکی جانب نہیں ہو سکتا اور سابقاً بہت کثرتِ رواۃ اور صدق و دیانت جملہ راویان اور ہجوم قرائن نقلیہ اس حدیث کا اعتبار اور اُسکی صحت معلوم ہو چکی تھی تو اب کسیکو دربارۂ صحت حدیث مذکور کسی وجہ سے مجال دم زدن باقی نرہی اگر کسیکو حوصلہ ہو تو بسم اللہ **اقول** ابوبکر کی فریب بازی میں کیا شک ہے کہ ایک فریب کرکے دختر رسولخدا صلعم کو اُسکی میراث سے محروم رکھا اور پیروی سے ابوبکر کی اہل سنت کی طبیعت میں بھی فریب بازی آگئی ہی اور جو کچھ لکھا ہی اس شیخ نے کہ جب اہل بیت کے ہاتھوں پڑا ترکہ رسولخدا صلعم کا تو عباس کو اور اُنکی اولاد کو محروم رکھا سو اہل بیت کے پاس کسوقت آیا تھا شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرنا چاہئے اور اگر ہم تسلیم بھی کریں تو وجہ اسکی یہ ہی کہ ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھہ نہیں پہنچتا ہی وہ مال مختص ازواج کا تھا اور حضرت عباس نے جو میراث طلب کی تھی محض واسطے حجت و معاونت جناب علی بن ابیطالب و اظہار ظلم اور خیانت ابوبکر کے طلب کی تھی اور اگر فرض کریں ہم کہ اہل بیت جائداد رسولخدا صلعم پر قابض ہوگئی اور حضرت عباس و اُنکی اولاد کو اسمیں سے کچھ ندیا تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہی کہ حضرت عباس محروم الارث تھی اور باقی رہیں ازواج آنحضرت سو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اُنکو نہیں دیا تھا اسکو ثابت کرنا چاہئے اور در صورت تسلیم ہو سکتا ہی کہ حصہ ہر ایک بی بی کا بہتر واسکے حصے ہوتا ہے وہ حجروں میں محسوب ہوگیا ہو اور فدک تو جناب رسولخدا صلعم حضرت فاطمہ کے نام ہبہ کرچکے تھے جیسے کہ کتب فریقین سے ثابت ہے اسمیں سے اور کسیکو کیونکر پہنچتا اور بزرگان اہل بیت ابوبکر کی راہ پر ہرگز نہیں چلے ہیں اور کسیکا حصہ اُنہوں نے نہیں دبایا ہی اور اُنسے ہرگز ایسا ظلم وقوع میں نہیں آیا ہی بمثال ابوبکر کو اسکو ثابت کرنا چاہئے کہ اہل بیت کے پاس آیا اور اُنہوں نے ندیا اور ایک جھوٹ بات اپنی طرف سے کہدینی بے سند اسکو کون مانتا ہی اور یہ جو لکھا ہی کہ اجماع اہل تواریخ اور اتفاق علماء حدیث اسپر ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ رسولخدا صلعم عمر کی زمانہ میں حضرت علی و حضرت عباس کے قبضہ میں تھا بالکل جھوٹ اور غلط ہے اُنکے قبضہ میں ہرگز نتھا ابوبکر نے اسکو قبض کیا اور بدستور عمر کے زمانہ میں اسی طرح عمر کے پاس رہا بھلا عقل میں بھی آتی ہی یہ بات کہ علی اور عباس کے قبضہ میں ہو عمر کے زمانہ میں اگر حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں ہوتا تو وہ دونو عمر کے زمانہ میں عمر سی پھر دعوی اسکا تحصیل حاصل کیوں کرتے جیسا کہ صحیح مسلم کی کتاب جہاد میں لکھا ہی اور ابوبکر اور عمر کو کاذب و ظالم اور خائن آثم کیوں جانتے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ طلب کیا علی اور عباس نے عمر سے میراث کو اور علی اور عباس ظالم اعتقاد کرتے تھے اسکو کہ جو کوئی مخالف تھا اُنکا اس مقدمہ میں یعنی ابوبکر اور عمر اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی اور لکھا ہی صاحب فتح الباری اور ابن ابی الحدید نے کہ بڑی مشکل کی بات ہی اگر علی اور عباس نے رسولخدا صلعم سے لانورث ما ترکناہ صدقہ کو سنا تھا تو پھر عمر سے زمانہ میں عمر کے کس واسطے طلب کیا اس سے معلوم ہوا کہ فدک وغیرہ حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں نتھا اور جو کچھ صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہی بتصریح وہ یہ ہے کہ متروکہ حضرت صلعم کا جو کچھ مدینہ میں تھا وہ تو حضرت علی اور عباس کو دیا اور خیبر اور فدک ندیا چنانچہ عائشہ سے روایت ہے صحیح بخاری میں اور اس روایت میں ہی کہ فاطمہ دختر رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے بعد وفات آنحضرت صلعم کے سوال کیا یہ کہ تقسیم کرے میراث میری جو اسمیں سے کہ فے کیا ہی خدا تعالی نے رسولخدا پر ابوبکر نے یہ سنکر کہا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے لانورث ما ترکناہ صدقہ پس غضب میں ہوئی فاطمہ دختر رسولخدا صلعم ابوبکر پر اور غصہ کیا اُس پر یہہ سنکر اور مہاجرت اختیار کی ابوبکر سی اور اُسکی ملاقات کو ترک کردیا یہانتک کہ مرگئیں اور زندہ رہیں بعد رسولخدا صلعم کے چھ مہینے کہا عائشہ نے کہ فاطمہ سوال کرتی تھیں ابوبکر سی حصہ اپنا اسمیں سے کہ چھوڑا تھا رسولخدا صلعم نے خیبر اور فدک میں سے اور صدقہ اُسکے سی جو مدینہ میں تھا پس انکار کیا ابوبکر نے اسکے دینے کا اور کہا کہ میں ترک نکرونگا کسی چیز کو جو کہ رسولخدا صلعم عمل میں لاتے تھے مگر عمل کرونگا جو کچھ کہ عمل کرتے تھے رسولخدا صلعم میں خوف کرتا ہوں اس سے کہ اُسکے امر میں سے کسی چیز کو ترک کرکے ضائع کردوں لیکن صدقہ اُن حضرت کا جو کہ مدینہ میں تھا عمر نے علی اور عباس کو وہ دیا مگر خیبر اور فدک کہ اُسکو عمر نے اپنی پاس رکھا دیکھو اس روایت میں لکھا ہی کہ عمر نے خیبر اور فدک علی اور عباس کو نہیں دیا بلکہ اپنی پاس رکھا اور یہ لکھتا ہی کہ علی اور عباس کو دیا معلوم نہیں یہ شخص کہاں سے کہتا ہی کہ عمر کے زمانہ میں خیبر اور فدک علی اور عباس کے قبضہ میں تھا اور اجماع کا

علی نے عباس کا قبضہ اُٹھا دیا اور دیکھو صحیح مسلم میں صریح لکھا ہی کہ علی اور عباس نے عمر کے زمانہ میں عمر سے دعوی فدک وغیرہ کا کیا اگر اُنکے قبضہ میں ہوتا تو پھر وہ کیسی دعوی کرتے اور بعد اسکے جو لکھتا ہی کہ حضرت علی کے بعد فلانے اور فلانے کی قبضہ میں ہا اُنکی اولاد میں سے یہ بھی غلط ہی اور ہماری کتابوں میں کہیں مذکور نہیں ہے لیکن قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہی کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا خواہ مستحق جانکر خواہ بطریق تولیت اُسکے مصارف میں تقسیم کرنیکو لیکن یہ کہانسے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام میں سے کسیکو نہیں دیا یہ کہاں لکھا ہی کہ فلانے شخص نے اولاد فاطمہ زہرا میں سے دعوی کیا اور امام محمد باقر نے اُسکو نہ دیا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا اور ابوبکر نے نہ دیا اور جس تفصیل سی کہ اس شیخ نے لکھا ہی اسطرح سے تو اہل سنت کی کتابوں میں بھی نہیں ہے اور جو کچھ اہل سنت کی کتابوں میں ہے وہ اسطرح سی ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ کی حاشیہ میں شرح مقاصد سے نقل کی ہی کہ کتب تواریخ میں اسطرح مذکور ہی کہ فدک جسطرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا پھر جاگیر کر لیا اُسکو مروان نے اور فتح الباری میں لکھا ہی کہ عثمان نے مروان کی جاگیر کر دیا تھا اور اُسی شرح مقاصد میں لکھا ہی کہ مروان نے اپنے فرزند عبد الملک و عبد العزیز کو فدک ہبہ کر دیا پھر خلیفہ ہوا ولید ابن عبد الملک تو ہبہ کیا عمر بن عبد العزیز نے اپنی حصہ کو ولید کو اور سلیمان بن عبد الملک نے بھی اپنا حصہ ولید کو ہبہ کر دیا پس وہ کل ولید کے پاس ہو گیا پھر عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اُسی طرح کر دیا کہ جیسے پہلے سے چلا آتا تھا بعد اُسکے سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو دیدے اُس نے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اور محمد بن عبداللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا تاکہ قیام کریں وہ اُسکے ساتھ اور اُنکے کنبہ کے آدمی کہ اُسمیں سے کھاتے رہیں اور اسی سبب سے مامون شیعہ شمار کیا گیا ہی اب یہ دیکھو تو اسمیں کس امام کا دوازدہ اماموں سے نام لکھا ہی کہ اُسکے پاس فدک رہا جو یہ لکھتا ہی کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں اُنہوں نے کسیکو اولاد فاطمہ میں سے نہ دیا کس طرح کا دروغگو ہی کہ جو کچھ چاہتا ہی بے سر و پا لکھتا ہی اور بعد اسکے جو لکھتا ہی کہ عمر بن عبد العزیز جو بڑا عادل تھا اُس نے کہا جس چیز کو رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو باوجود مانگنے کے نہ دیا یہ روایت پہلے اس سے گزر چکی ہی اور اسکا جواب ہم دے چکے ہیں یہ روایت بالکل غلط ہی اور عقل کا دشمن جو لکھتا ہی کہ اُنہوں نے پھر حضرت فاطمہ کو اُسکا متولی کر دیا یعنی اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کہاں تھیں جو وہ اُنکو متولی فدک کا کرتا اتنی بھی خبر اسکو نہیں ہے اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ معصومین کے عملدرآمد میں فدک ہرگز نہیں آیا اور جو کچھ یہ اپنی طرف سے لکھتا ہی سب جھوٹ ہی اور اگر ہم فرض کریں کہ ائمہ معصومین کے تحت میں فدک رہا ہی تو کہانسے ثابت ہوا کہ اُنہوں نے اور حقداروں کو حصہ نہیں دیا اور یہ غلط ہی کہ اوروں کو دخل نہ دیا اول تو ائمہ معصومین علیہم السلام کا عملدرآمد ہی اُسمیں ثابت نہیں ہے اور در صورت فرض سب کو حصہ بیشک دیا ہوگا اس صورت میں روایت لانورث بالکل باطل ہی اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ کے قبضہ ہی میں فدک نہیں آیا تھا کہ وہ اوروں کو حصہ دیتے اور کسی بعضے امام کے قبضہ میں آیا ہو تو اُس سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اُنہوں نے کسی اور کو نہ دیا ہو اور عباس کو تو ہمارے نزدیک پہنچتا نہیں ہے اور ازواج کی پاس اُنکی حصہ میں حجرے اُنکے تھے اور اگر ازواج اور بنی عم رسول خدا صلعم کو حصہ نہیں دیا تو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے نہیں دیا اور ابوبکر کی طرف کوئی دلیل حق پرستی کی نہیں ہے اور جواب اسکا پہلے اس سے مفصل گزر گیا ہی اور شیعہ تو نواصب اور خوارج کو اُسوقت ہو کہ جسوقت اُنکی قبضہ میں آیا ہو اور اُنہوں نے نہ دیا ہو اور فدک وقت ہرگز نہ تھا اور ایسا ہی نہیں ہی کہ کوئی چیز اُنکے پاس نہیں گئی ہو اور اُنہوں نے اُنکو نہ دی ہو یہ حال تو ابوبکر ہی کا تھا کہ وارثوں کو نہ دیا حضرت کے اور ابوبکر نے فدک کو اپنی نفع کے واسطے ضبط نہیں کیا تھا اُسکو کیا پروا تھی لاکھوں درہم و دینار حاصل ہوتے تھے اُسکو تو فدک نہ دینے سی منظور یہ تھا کہ علی اور فاطمہ کو کسیطرح کی قوت حاصل نہو تاکہ ایک جماعت کھڑی کر کے دعوی خلافت کا کریں اور اگر اپنی نفع کے واسطے ضبط کیا ہو تو بھی بعید نہیں ہے بلکہ ثابت ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ خالص اپنی ہی واسطے فدک کو کر لیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہی کہ اِنَّ فَدَکَ جَعَلَهَا اَبُوْبَکْرٍ لِنَفْسِهٖ خَالِصَةً وَنَقَلَ عَنْ عُمَرَ اَيْضًا یعنی فدک کو ابوبکر نے اپنی ذات کے واسطے خالص کر لیا تھا اور بعد اسکے عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہی پس جو لکھتا ہی کہ ایک حبہ تک کا تغلب ابوبکر نے اسمیں نہیں کیا بالکل غلط ہی اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ باتفاق فریقین لکھتا ہی اور وہ اہل سنت کی نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ شیعہ اور ابوبکر نے بیشک فاطمہ کا کچھ لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلعم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلا کم و کاست ظہور میں آیا اور ابوبکر نے ازراہ تعدی ارثان نبی کو متروکہ نبی نہیں دیا اور ایام نبوی مدینی کیواسطے کچھ نہ تھا اور ائمہ اہل بیت کے پاس متروکہ نبوی کا ہونا ثابت نہیں ہی اور جو کسی بعضی کی پاس آیا تو نہ دینا اُسکا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کا نہ دینا صریح ظلم تھا نہ مجاہدہ عظیم اور ائمہ اہل بیت کا نہ دینا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کو کچھ نیازمندی اور محبت اہل بیت کیے نسبت نہ تھی خصوصاً حضرت فاطمہ کی نسبت کہ اُنکا حق غصب کر لیا اور ناخوش ہونا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سی مقتضای بشریت نہ تھا بلکہ ناخوش ہونا اُنکا حق تھا اسواسطے کہ جانتی تھیں اور اُنکو یقین تھا کہ متروکہ رسول خدا صلعم میں میرا حق ہے اسواسطے دعوی کیا تھا اور اگر مقتضای بشریت ہوتا تو اتنا طول اُنکی ناخوشی کو نہوتا کہ تادم واپسین ناخوش رہیں اور اگر اُنکو معلوم نتھا تو حضرت علی نے اُنکو مطلع کر دیتے اور کہتے کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ اُنکے وارثوں کو نہیں پہنچتا ہی لیکن اُنہوں نے بھی مطلع نکیا یہانتک کہ عمر کے زمانہ میں خود دعوی میراث کا کیا اور مردم شناسان طریقہ پر خوب واضح ہی کہ ایسے وقت میں ابوبکر نے پابندی حکم نبوی کی ہرگز نہیں کی بلکہ اُنکی دختر نیک اختر پر ظلم کیا یہ کام ایماندار کا ہرگز نہیں ہے جو کہ ابوبکر نے کیا اور جو لوگ کی عقل کی آنکھ پھوٹ رہی ہی جو ایسے امر واضح کا انکار کرتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

جیسا مدعی کو

اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی سنیوں کو بسبب محبت ثلاثہ کی اندھے ہو جانیکے باعث برائیاں بھی خوب ہی معلوم ہوتی ہیں ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر ۔ الحاصل بقرائن عقلیہ و دلائل نقلیہ واضح ولائح ہوگیا کہ ابوبکر کا فدک دبا لینا فقط بوجہ ظلم اور تعدی تھا نہ بوجہ اتباع امر نبوی اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر
کی وضع کی ہوئی ہے سوا مخالفت حکم خدا و رسول کی اور کسی قسم کا احتمال انکی طرف نہیں ہو سکتا اور آیات قرآنیہ کے حکم سے اور بسبب نہونے کسی اور راوی کے سوائے ابوبکر کے اس روایت کا موضوع
اور غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تھا تو اب کسیکو دربارہ کذب روایت مذکور کسی وجہ سے مجال دم زدن باقی نہ رہی اگر کسیکو کچھ حوصلہ ہو تو بسم اللہ **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی متحقق
ہوگیا کہ مولوی عمار علی صاحب کا درباب حدیث صحت مذکور یوں رقم فرمانا کہ اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں میں سے نہ بیٹی سے نہ اپنی
بیبیوں میں سے کسی سے کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو انکے واسطے تھا اسکو انہوں نے چھپا رکھا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا
کی وراثت میں نہ تھا اسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نہ کہا ایک سخن ابلہ فریب یا گفتگو ابلہانہ ہے کیونکہ جسے وہ خلاف قرآن کہتے ہیں وہ حقیقت میں موافق قرآن
ہے چنانچہ مفصل معلوم ہو چکا پر سمجھ نہو تو کسیکا کیا قصور ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور جہاں وہ یوں کہتے ہیں کسی دوسرے صحابی سے بھی نہ کہا وہاں سن ہار رہے
تو روایت ہی موجود ہے منجملہ حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ بھی ہیں اور رغد اجانے اور کتنوں نے سنا ہوگا کہ انکی روایت ہی کا اتفاق نہوا لیکن مولوی صاحب کو خبر نہو تو ہمارا
ذمہ نہیں کہ انہیں خبر کیوں نہوئی وہ یوں ہی بیخبری میں لڑتے ہیں یا دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں باقی رہا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں سے کسی سے نہ کہا اگر بسبب بیخبری
کے لکھا ہے تو قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی کسیکو خبر نہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز واقع میں نہو آخر یہ مولوی صاحب کو موجودات اور واقعات میں سے کس کس کی خبر ہے خصوصا موجودات عالم غیب
اور واقعات عالم گزشتہ کی ہرگز کچھ اطلاع نہیں پر اسوجہ سے وہ معدوم نہیں اور غیر واقع نہیں کہلائی جاتی ہاں مولوی صاحب کے ذہن کا سے البتہ امید ہے کہ عدم لاوجود الا ما شاہدت بہر اسمعیل
اور اگر نشہ کی ترنگ میں یہ ترانہ زیب زبان و نقش قرطاس ہوا ہے تو اسکا جواب دکان میفروشاں پر ملیگا **قول** جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے ،، وہ راست ورحق ہے اور یہ بھی متحقق ہوگیا
ہمارے کہنے سے کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر کی بنائی ہوئی ہے اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے یہ گفتگو ابلہ فریب و ابلہانہ نہیں ہے جو شخص منصف ہوگا یہی کہیگا کہ مولوی
صاحب سچ لکھتے ہیں اور ابلہ فریب تیری گفتگو ہے کہ جب تجھکو جواب نہ سکا نہ آیا تو یہ کہکر ٹالا اور ہر چند تو اسکے جواب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن جواب اسکا تجھ سے بن نہیں پڑتا اور
وہ روایت ابوبکر کی موافق قرآن کی ہرگز نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف ہے چنانچہ مفصل پہلے اس سے گزر چکا پر سمجھ نہو نیو نکو تو ہمارا کیا قصور ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور ہاں
بیشک کسی دوسرے صحابی سے وہ روایت بیان نہیں کی ہے اور وہ روایت جو لکھی ہے صحیح بخاری میں سے مالک بن اوس سے اسکا موضوع ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں وہ روایت بالکل جھوٹی ہے
کہاں گئے تھے اس روایت کے راوی جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے دعوے وراثت کا کیا تھا اور ابوبکر سے جواب سنکر
غضبناک میں ہوگئیں کہ تمام عمر اس سے کلام نہ کیا اور جب فاطمہ زہرا علیہا السلام ناراض ہوگئیں ابوبکر سے تو ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام اور
عباس اور عمر اور عثمان اور زبیر اور عبد الرحمن اور سعد بن ابی وقاص جو کہ اس روایت کے راوی ہیں کسی سے بھی نہ کہا کہ اے یا دختر رسولخدا آپ جو خفا ہیں اور غضبناک ہوئی ہیں تم
حلاکر انسے کہدو اور سیر کہنے کی گواہی دو کہ رسولخدا صلعم نے بیشک فرمایا تھا لانورث ماترکناہ صدقۃ لیکن نہ تو ابوبکر نے انمیں سے کسیکو شہادت کی تکلیف دی اور نہ کسی نے یہ جھگڑا سنکر از خود
بیان کیا کیسے رنگو ہیں لوگ اور کیسے سربراہ ہیں ایکے انکی علی الخصوص محمد اسمعیل بخاری ناصبی کہ عداوت میں اہلبیت کی کیسی روایتیں گھڑتا ہے اور اس روایت لانورث کو
رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں سنا ہے نہ ابوبکر نے کسی اور نے لیکن ابوبکر نے یہ روایت وضع کرلی ہے جیسے کہ صاحب بخاری نے وہ روایت مالک بن اوس کی وضع لی ہے اور اہل سنت ہی کی
روایتیں اسکو باطل کرتی ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس کا نام لکھتے ہوئے اسکو شرم نہیں آتی کہ انہوں نے تو عمر کے زمانہ میں بھی دعوی وراثت کا کیا تھا دیکھو نہ جھوٹی گواہی
دیتے اور عائشہ تو خلیفہ صاحب کی دختر نیک اختر تھیں وہ تو اپنے باپ کی ہی سی کہینگی اور حضرت علی اور حضرت عباس کے مقدمہ میں تو محدثین اہل سنت حیران ہیں کہ انہوں نے روایت لانورث
کو سنا تھا تو پھر عمر سے دعوی کسواسطے کیا چنانچہ فتح الباری وغیرہ سے نقل ہو چکی ہے اور مولوی صاحب کیا کسیکو بھی خبر اس روایت کی نہیں ہے سوا ابوبکر کے کوئی سنتا تو کہتا اور جب نہ سنا
تو کون کہے اپنی طرف سے جھوٹ بناکر مثل ابوبکر کے اور ہم بیخبری میں نہیں لڑتے ہیں اور نہ دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں کہ اسکا راوی سوا ابوبکر
کے کوئی نہیں ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اہل سنت کی کتابوں سے اور یہ مقدمہ میراث رسولخدا صلعم کا مثل اور وقائع دنیا کے نہیں ہے کہ جو اسکی خبر نہو سب احکام تو جناب رسولخدا صلعم
نے پہنچا دیے اور اپنی میراث کی کسیکو خبر نہ کی یہ امر عقل میں نہیں آتا ہے اور بموجب حکم آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے حضرت پر واجب تھا فاطمہ زہرا کو اس سے مطلع کرنا کہ بعد پیغمبر دعوی نکریں اور
ابوبکر کون تھے کہ جو انسے کہتے اور اس امر کی حضرت فاطمہ کو ضرور خبر ہونی چاہیے تھی اور تمام دنیا کے وقائع سے کیا مطلب ہے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ ایک واہی بات ہے اسکا جواب کیا ہو
اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ کی اطلاع ہونی چاہیے ہم تو اس امر کو کہتے ہیں جو کہ ضروری ہے **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر حضرت عباس اور حضرت عائشہ وارث نہوتے تو یہی

کہنا تھا کہ اپنے وارثوں میں سے کسی سے کہا اور حضرت علی ہر چند وارث نہ تھے لیکن اول تو وارثوں سے زیادہ مقرب تھے دوسرے وہ حضرت فاطمہ کی جو وارث تھیں وارث تھے یعنی انکی
خبر گیران اور انکی طرف سے لینے دینے والے وہی تھے سو بہ نسبت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سنانیکے انکا سنا دینا اور انکا کہنا زیادہ تر مفید تھا علاوہ بریں اس قسم کے مضمون جو موت کی
خبر دیں قرباء کی حق میں موجب رنج ہوتے ہیں خصوصاً بیٹی کہ اسکو بہ نسبت فرزند اور اکثر اقرباء کے والدین کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اگر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
موافق رائے ناقص مولوی عمار علی صاحب حضرت فاطمہ زہرا سے یہ مضمون فرماتے کہ تمہارے لئے حکم خداوندی یوں ہے کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ میں سے کچھہ لینا تو کچھہ فائدہ تو ہرگز نہ تھا سوائے
اسکے جو کچھہ انکے کہنے سے کام چلتا اس سے زیادہ حضرت علی کے کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا اور انسے کہہ ہی چکے تھے مگر جو نتیجہ یہ مضمون متضمن خبر وحشت اثر وفات سرور عالم صلعم تھا تو مفت
... آلندرد کی خاطر مبارک حضرت زہرا کو ہوتا سو ایسا کونسا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا آزردہ کرنا ثواب تھا یا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا کے دشمن تھے کہ بیوجہ در پے اسباب
انکو رنج و غم میں ڈالدیتے آپ خود جانتے تھے کہ اگر بالفرض و التقدیر میری وفات کے بعد حضرت زہرا نے اطلاع حضرت علی سے ابوبکر صدیق سے جو آپکے نزدیک بالیقین خلیفہ ہونیوالے تھے طالب
میراث ہونگی تو اول تو ابوبکر صدیق دین میں ایسے سست نہیں کہ کسی کے لحاظ و پاس سے حق بات زبان پر نہ لائیں دوسرے حضرت زہرا ایسی ناحق پرست نہیں کہ باوجود سننے حدیث نبوی
کے زبان صدیق صادق سے ہٹ دھرمی کریں اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور اگر بمقتضاء البشریہ جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون پر بخیال بوجہ غلط فہمی معترض ہوئے تھے اور انکو قصور وار
سمجھا تھا مقدمۂ میراث میں حضرت زہرا کو حضرت صدیق اکبر پر کچھ اعتراض ہوگا اور انکا یہ عذر کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے لانورث ما ترکناه صدقة بوجہ غلط فہمی جو مرتبہ بشریت کو
لازم ہے اور انبیاء بھی اس سے چھوٹے ہوئے نہیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگا تو حضرت علی موجود ہیں وہ اس حدیث کو سنا دینگے القصہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ کسی سے اپنے وارثوں میں نہ کہا
سراسر دروغ اور بہتان ہے اقول البتہ حضرت عباس وارث تھے لیکن انسے رسول خدا صلعم نے ہرگز لانورث ما ترکناه صدقة کو نہیں کہا اگر انسے کہتے تو پھر وہ دعوی حضرت عمر کے زمانہ میں کیوں کرتے
جیسا دعوی کرنا انکا صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عائشہ تو ابوبکر کی دختر تھیں وہ تو جو کہیں گی اپنے باپ کے قول کے مطابق کہینگی اور انکو کیا پروا تھی دس ہزار درہم اپنے باپ در چچا سے
پا کر تھیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور حضرت علی اگرچہ حضرت فاطمہ کی طرف سے لینے دینے والے تھے لیکن انہوں نے حضرت فاطمہ کو نہ سمجھایا کہ تم ابوبکر سے کسواسطے خفا ہوتی ہو
ابوبکر جو کچھہ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں سمجھانا تو درکنار بلکہ خود ابوبکر سے گفتگو کی اس مقدمہ میں اور قرآن کی آیتیں سند میں لائے کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ انکے وارثوں کو پہنچتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم اہلسنت
کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور بعد اسکے عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا کیا حضرت عباس کے ہمراہ ہوکر اور انکا سنا دینا مفید تر تھا تو کیوں نہ سنایا حضرت فاطمہ کو اور انکو اس رنج
ابوبکر سے باز کیوں نہ رکھا اور اپنی وفات کے تو جناب رسول خدا صلعم نے علانیہ لوگوں کو خبر دیدی تھی جبکہ حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی ہے اس سے سوا موت کے کیا خبر ہوگی اور اکثر امور کے
مقدمہ میں فرمایا ہے کہ بعد میرے ایسا کرنا اور بعد میرے ایسا ہوگا کیا یہی خبر موجب رنج ہوتی تھی اور سوائے اسکے اور کوئی خبر موجب رنج نہ تھی یہ بات کسیکے عقل میں بھی آتی ہے کہ جو یہ شیخ
نجدی کہتا ہے اور یہ کہنا کہ بعد میرے تم وراثت کا دعوی کرنا اسمیں اسوقت مرنا کیکے کیا بات ہے تاکہ رنج ہو کچھ تو یہ فرمانا ہی نہیں چاہئے تھا کہ میں ابھی مرتا ہوں بلکہ یہ فرماتے کہ بعد میرے
دعوی نہ کرنا سو معلوم نہیں میں کس سن بعد وفات پائیں یا تیس برس بعد اسمیں بعض اہل موت کے آنکی کون صورت ہے جس سے رنج ہو اور مرنا تو ضرور ہی ہے کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں
کہ ایک روز حضرت جنت کو سدھارینگے اور گو رنج ہوتا ہو لیکن پہنچانا حکم خدا کا حضرت پر واجب تھا یہ کیا پوچ بات نکالی ہے موت کے خبر کی اور فاطمہ حضرت فاطمہ سے کہنے کا یہ تھا کہ ابوبکر غاصب
نہ ٹھیرتے اور حضرت علی کے کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا تو انہوں نے کیوں نہ کہا بلکہ خود دعوی وراثت کا کیا اور حکم خدا کے سننے میں حضرت فاطمہ ہرگز آزردہ نہ ہوتیں اچھا ہوا کہ ابوبکر نے انکو آزردہ
کیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا اور حضرت علی کو اطلاع بھی تھی اور پھر کچھہ نہ کہا حضرت فاطمہ سے اور ابوبکر سے ایسے دیندار تھے کہ کچھہ لحاظ نہ کیا اور نہ حق بات کہی بلکہ ایک روایت بنا کر حضرت
فاطمہ کا حق غصب کر لیا اور حضرت زہرا ناحق پرست تو نہ تھیں لیکن ابوبکر کو انہوں نے غاصب جانا اور باوجود سننے روایت لانورث کے زبان ابوبکر سے ایسی ہٹ دھرمی کی کہ تا دم واپسیں
ابوبکر سے کلام نہ کیا اور یہ ہٹ دھرمی انکی بمقتضاء البشریت نہ تھی اگر ایسی ہوتی تو چند روز میں زائل ہو جاتی لیکن چھہ مہینے تک یہی ہٹ دھرمی رہی اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور
حضرت موسیٰ سے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور حضرت ہارون کے ساتھ جو ایسا کیا اور ڈاڑھی انکی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا اس امر
کے ظاہر کرنیکے واسطے تھا کہ جو کچھ قوم بنی اسرائیل سے ظہور میں آیا انکا گوسالہ پرستی کرنا اور ارتداد کہ ایک امر عظیم تھا تاکہ اس حرکت کو حضرت موسیٰ کی دیکھکر قوم کے لوگ جانیں کہ یہ امر بڑا قبیح تھا کہ جو ہم سے
وقوع میں آیا جسکے واسطے حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر ایسی خفگی کی کہ انکی ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تاکہ قوم کے آدمی ہدایت پائیں اور آئندہ کو ایسا نہ کریں اور غلطی حضرت موسیٰ
سے نہیں ہوئی تھی تعجب ہے کہ انبیاء کو معصوم بھی کہتے ہیں اور خاطی بھی ٹھیراتے ہیں ثلاثہ کو عیوب سے بری کرنیکے واسطے کہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسیکا عیب ظاہر ہونے پائے گو انبیاء
کا خاطی اور غلطی پر ہونا ثابت ہو جائے اور حضرت زہرا کو ابوبکر پر اعتراض کیا تھا اپنی میراث کو طلب کرتی تھیں ابوبکر نے جھوٹی روایت لانورث ما ترکناه صدقة بنا کر حضرت فاطمہ کو
جواب دیدیا اور حضرت فاطمہ اور انبیاء علیہم السلام سے کسی سے غلطی نہیں ہوئی ہے ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو کسواسطے غلطی پر کہتا ہے غلطی پر تو ابوبکر ہی تھے اور حضرت علی تو موجود تھے مگر

یہ روایت لا نورث راست تھی تو حضرت علی نے کیوں نہ سنا دیا اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہیں کہا یہ امر راست اور واقعی
ہے اور اس شیخ کا لکھنا بالکل دروغ ہے اگر حضرت اپنے وارثوں میں سے کسی سے کہتے تو کوئی تو گواہی دیتا جسوقت حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعویٰ کیا تھا لیکن کچھ بھی نہ کہا کسی نے
اور حضرت عباس نے تو حضرت علی کے ہمراہ ہو کر دعویٰ ہی کیا تھا وراثت کا اگر رسول خدا صلعم سے روایت لا نورث سنتے تو پھر عمر کی خلافت میں دعویٰ میراث کا عمر سے کاہیکو کرتے +
قال الشیخ الاشعری اور یہ جو اس نے کہی کہ حکم خدا کا چھپا رکھنا اپنے نزدیک سمجھتے ہیں اسکو بجز اسکے کہ دیوانوں کی بکواس کہئے اور کیا کہئے اول تو حضرت فاطمہ سے بظاہر چھپانے
کے کوئی معنی ہی نہیں اسلئے کہ وہ ائمہ اہل بیت سے کسی بات میں کم نتھیں جب ائمہ کو علم ما کان و ما یکون ہو تو حضرت فاطمہ کو بدرجۂ اولیٰ ہوگا کیونکہ انکا رتبہ اکثر ائمہ سے زیادہ ہے
کم نہیں بلکہ یوں کہیں تو زیبا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے انسے کہنے کی حاجت ہی نہ دیکھی کہتے تو انسے جب بے کہے معلوم نہو سکے اور اگر ما کان و ما یکون میں سے احکام کو مستثنے رکھئے
یا حضرت فاطمہ زہرا کو دربارۂ علم ائمہ سے کم کہئے تو اسے چھپانا نہیں کہتے کہ ایک گروہ میں سے دو چار کو بتلایا اور باقیوں کو نہ بتلایا سب جانتے ہیں کہ جو بات دو چار کے کانوں میں پڑتی ہے
پھر چھپی نہیں رہتی نقل مشہور ہے شعر نہاں کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا + خاصکر علم دین کے باب میں کیونکہ درباب رسم تدریس تبلیغ و احکام جو کچھ فضائل و تاکیدیں منقول
ہیں سب کو معلوم ہیں پھر کیا امکان جو ایسی بات چھپی رہے آخر جو احکام خداوندی نازل ہوتے تھے سرور کائنات علیہ افضل الصلوات علی آلہ کونسی خلوت بجانہ ہر سر فرد بشر کے کان میں
کہتے پھرتے تھے یہی ہوتا تھا کہ ایک دو سے آپنے کہا انہوں نے اوروں سے اسی طرح آگے پیچھے سب کو خبر ہو جاتی تھی اور اب تک یوں ہی بتدریج آدمیوں کو خبر ہوتی جاتی ہے ہاں اگر آپ سب کو
کہدیتے کہ دیکھو خبردار اور کسیکو اطلاع نہو تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم خداوندی چھپا رکھا علاوہ بریں عقل کی بات جو تھی وہ آپ کر گزرے یعنی حضرت صدیق اکبر سے جو رکن خلافت تھے
یہ بات واشگاف فرمادی اور ظاہر ہے کہ دینا لینا دونوں ہی کا کام ہے دینے والے کا بھی اور لینے والے کا بھی اگر ان میں سے ایک بھی اپنے کام سے ہٹ بیٹھے تو دوسرے سے کیا ہو سکے دینے والا اگر
دے نہیں تو لینے والا کیونکر لے اور لینے والا اگر لے نہیں تو دینے والا کس طرح دے پھر لینے دینے والوں میں سے اگر ایک کو بھی روک دی تو جس چیز کا بدستور رکھنا منظور ہو وہ بدستور رہیگی سو
بدستور حضرت ابوبکر صدیق کے دینے سے روک دینے میں مطلب حاصل تھا اسلئے حضرت فاطمہ سے کہنے کی ضرورت نہوئی **اقول** ہمارے نزدیک جناب رسول خدا صلعم نے دینی حکم نہیں
چھپا رکھا ہے جو کچھ کہ خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہے سب پہنچا دیا ہے اور اگر یہ حکم نازل ہوتا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا تو اسکو بھی پہنچا دیتے اور اگر ابوبکر ہی سے کہا ہوتا تو بھی مضائقہ تھا
لیکن ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہی نہیں اور اگر کہتے تو ماہران علوم دین اور واقفان احکام شرع متین اور رازدان سید المرسلین اسکو تسلیم کرتے اور اگر کسی اور نے بھی سنا ہوتا تو وقت دعویٰ
فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گواہی دیتا اور چھپانا تو تمہارے مذہب کے موافق لازم آتا ہے کہ حضرت نے ابوبکر سے تو کہدیا کہ جو ایک شخص اجنبی تہا اور اپنے وارثوں سے کہ جنسے کہنا ضروری تہا کہ نزاع نہ
پیچھے بخیرین انسے نہ کہا اور انسے حکم کو چھپا رکھا اور یہ بات دیوانوں کی سی نہیں ہے دیوانہ اور پاگل تو ہے کہ معقول بات کو واسطے اخفاء عیوب لوگوں کے بکر دیوانوں کی سی بات کہتا ہے اور اس سے
تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت فاطمہ سے جو کہا نہیں ہے تو چھپایا ہی ہے اور حضرت فاطمہ کا اگرچہ مرتبہ بڑا تھا لیکن یہ یا ضرور نہیں ہے کہ انکو علم ہی ائمہ معصومین کا سا ہو ائمہ تو قائم مقام پیغمبر کے تھے
انکو سب طرح کا علم چاہئے اور حضرت فاطمہ کیا امام تھیں کہ انکا بھی ایسا ہی حال ہو اور ائمہ معصومین کو تو علم سینہ بسینہ رسول خدا صلعم سے پہنچا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے مرنے سے پہلے حضرت علی کو اپنی چادر میں لیا اور انکو کچھ اسوقت تعلیم کیا لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ تمکو جناب رسول خدا صلعم نے کیا فرمایا کہا کہ اسوقت
مجھکو ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب میں ایک ہزار مسائل تھے اور بعضی روایت میں ہے کہ ایک لاکھ باب تعلیم کئے کہ ہر باب میں ایک لاکھ مسائل تھے اور علم ما کان و ما یکون سے مراد نہیں
ہے کہ بالفعل انکو سب حاضر تھا بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر امر کی علم پر متمکن اور قادر تھے جس چیز کا علم چاہتے خدا تعالیٰ الہام کر دیتا اور تمہارے نزدیک تو مرتبے جلاہے کو جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو علم
ما کان و ما یکون حاصل تھا اور غیب کی باتیں بتاتے تھے اپنے مکاشفہ میں دیکھو تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس کو مولوی جامی کی اور سوا اسکے تصوف کی کتابوں کو اسمیں کیا لکھا ہے اور ائمہ معصومین
سے بھی زیادہ کرامات انمیں بیان کرتے ہیں اور اگر حضرت فاطمہ کو اسکا علم تھا تو وہ ابوبکر سے دعویٰ کاہیکو کرتیں پھر حضرت فاطمہ سے کہنے کی احتیاج کس واسطے نہو کیونکہ انکو معلوم تھا اور یہ جو لکھتا
ہے کہ حضرت فاطمہ کو علم ہر چیز کا تھا اور تو علم ما کان و ما یکون پر جو طعن کرتا ہے یہ باعث عداوت اہل بیت علیہم السلام ہے کہ جو اسلاف سے تجھکو پہنچا ہے ورنہ علم ما کان و ما یکون تو تم سنی لوگ
اور جلاہوں میں بھی ثابت کرتے ہو اور گروہ میں سے دو چار سے حضرت نے ہرگز نہیں کہا تھا بلکہ کسی سے نہیں کہا تھا اگر کہتے تو جسوقت کہ ابوبکر کو حضرت فاطمہ نے جھوٹا ٹھیرایا تھا اسوقت
کوئی تو گواہی دیتا اور نہیں تو عمر اور عثمان اور عبد الرحمان اور سعد وغیرہ میں سے کوئی تو کہتا کہ ہاں رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہے لیکن کسی نے بھی نہ کہا اور نہ کسیکے کان پڑی
اگر کسیکے کان میں پڑتی تو کوئی تو اسوقت کہتا پھر اور چھپانا کسکو کہتے ہیں اور صواعق اور تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی میں لکھا ہے کہ سوائے ابوبکر کے حضرت کی
میراث کا علم کسیکو نہ تھا اور یہ لکھتا ہے کہ اس مضمون کا تذکرہ محفلوں میں ہوا اور بہت شہرت ہوگئی اسکی چنانچہ لکھتا ہے کہ شعر نہاں کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا + اور
علم دین ہی کی تو تھی یہ بات کہ وقت دعویٰ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جسکا پتا نہ لگا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خفا اور آزردہ ہو کر ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرا دیا اور آخر یہ بات چھپی ہی رہی اور

کسی نے بیان کی اُس وقت ہاں ایسا ہی ہوتا تھا کہ خانہ بخانہ ہر بشر رسولخدا سے نہیں کہتے تھے دو چار سے کہتے تھے پھر مشہور ہو جاتا تھا لیکن اسکو تو کسی نے کہا ہی نہیں تھا اگر کہتے تو مشہور ہی ہو جاتا لیکن نہیں کہا کسی نے صرف ابوبکر نے اپنی رائے سے ایجاد کر لیا ہے اور ابوبکر کون تھے جس سے کہتے اور کس نے انکو خلیفہ کیا تھا جس نے انکو خلیفہ کیا تھا اُسکے خلیفہ ہونگے رسولخدا صلعم نے تو اُنکو خلیفہ کیا ہی نہیں ہے کہ انکو خلیفہ اپنا جانکر یہ بات اُنسے کہدیتے اور لینے والے دینے والے کی بات کا یہاں کیا ذکر ہے اور رکدینے کی کیا بات ہے ابوبکر سے تو رسولخدا صلعم نے کہا ہی نہیں ہے اور ابوبکر سے کہنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں تھی وہ تھے کون جو اُنسے کہتے اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تو یہ مقدمہ تھا اُنسے ہی کہنا ضرور تھا جب اُنسے نہ کہا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ ایک جھوٹی روایت بنالی ہے اور اگر یہ روایت راست ہوتی تو حضرت فاطمہ زہرا سے بھی ضرور ہی کہتے اور اگر اُنسے نہ کہتے تو کسی اور سے کہتے کہ مشہور ہو جاتا اور حضرت فاطمہ زہرا دعوی نہ کرنے پاتیں اور اگر دعوی کرتیں تو لوگ اُنکو اس دعوی سے باز رکھتے اور اگر اور کوئی نہوتا تو حضرت علی تو اُنکو باز رکھتے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ مطلب یوں بھی حاصل ہو سکتا تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سے ہی کو یہ حدیث سنا دیتے اور حضرت صدیق اکبر سے یہ بات نفرماتے بلکہ حصول مقصود اس صورت میں بوجہ احسن ہوتا کیونکہ اتنا جھگڑا ہی جواب ہوا تو جواب سکا یہ ہے کہ واقعی حصول مقصود کی یہ بھی ایک صورت تھی لیکن اس صورت میں جواب ظہور میں آیا چند مصلحتیں ایسی ساتھ لگی ہوئی تھیں کہ درصورت مرقومہ ہرگز نہ تھیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ اول تو ایسی وصیتوں کے صدیق اکبر سے فرمانے میں صحت خلافت صدیق اکبر کی طرف اشارہ مدنظر تھا تاکہ حاضرین محفل سمجھ جائیں کہ یہ وصیتیں جو صدیق اکبر کو کی جاتی ہیں تو اپنا جانشین کرنا انہیں ہی مدنظر ہے کسی مصلحت سے بتصریح نہیں فرماتے تو کیا ہوا اور یہ کچھ یہاں ہی اشارہ نہیں ایسے ایسے بلکہ اس سے بڑھ بڑھ کر اور بہت سے اشارہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام بلکہ کلام ربانی میں پائی جاتی ہیں اور اسی سے مولوی عمار علی صاحب کے اس سخن نامعقول کا بھی جواب نکل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجنبی شخص سے جو اُسے کسی طرح رسول اللہ صلعم کی وراثت میں کچھ دخل نتھا یہ فرمایا کہ لانورث ما ترکناہ صدقہ اور حاصل جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو معلوم تھا کہ میرے بعد سررشتہ اختیار صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہوگا اسلئے جو امور ضروریہ خلافت قابل وصیت ہیں وہ انہیں سے کہنے چاہئیں تاکہ اسکے موافق کاربند ہو کر انداز خلافت کو بہ رنگ نبوت کر دیں دوسرے ایسی صورت میں فقط لینے والے کو منع کرنے میں یہ بھی اندیشہ ہے کہ مبادا الطبع النسانی حکم خداوندی کو چھپالے گو بوجہ محفوظیت یا معصومیت حضرت زہرا سے اس موقع خاص میں تو ڈر نہیں مگر قواعد کلیہ شرعیہ میں خاص خاص امور کا اعتبار نہیں ہوتا اسیواسطے اگر کسی قضیہ میں کوئی ولی کامل کہ اُسکی ولایت اور صدق و دیانت پر تمام عالم متفق ہو تن تنہا ثبوت دعوی کی گواہی دے تو گو بیقین کامل ہے کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا ہرگز قبول نہوگی اور اگر ایسے دو آدمی کہ بظاہر پیرایہ عدالت رکھتے ہوں گو قاضی کے نزدیک بھی وہ دونوں ملکر صدق میں اُس ایک کے برابر نہوں بلا تامل مقبول ہوگی وجہ اسکی یہی ہے کہ قواعد کلیہ شرعیہ کچھ بایں وجہ کہ جو اُن قواعد کے لحاظ سے مقصود ہے کسی خاص موقع میں اُنکے لحاظ نکرنے میں وہ مقصود بوجہ احسن اور بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہی نہیں چھوڑ سکتے **اقول** بیشک مطلب اسی طرح حاصل ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنا دیتے یا اور لوگوں کو کہ جس سے مشہور ہو جاتا کہ حضرت نے ایسے فرمایا ہے گو ابوبکر کو بھی سنا دیتے لیکن حضرت نے تو کسی سے ایسا نہیں فرمایا اور سوا ابوبکر کے کسی کی زبان کو یا نہیں کوئی وقت دعوی فاطمہ زہرا کے اور کسی نے بھی ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی اور خلافت کو اس سے کیا تعلق ہے خلیفہ کرنا ابوبکر کا تو حضرت کو منظور ہی نتھا اور اسیواسطے مرض الموت میں مرنے سے پہلے اسامہ بن زید کے مطیعوں میں سے مقرر کرکے ارادہ ابوبکر اور عمر کے نکالدینے کا کیا تھا کہ وقت وفات میری کے یہاں موجود نہوں کہ فساد برپا کریں اور خلیفہ حق کی خلافت میں رخنہ انداز ہوں اور فرمایا جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عن جيش اسامة چنانچہ ملل نحل اور شرح مواقف میں ہے لیکن لعنت خدا کو تو اختیار کیا اور مدینہ کو نہ چھوڑا خلافت کے غصب کرنیکے واسطے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ علی بن ابیطالب کو رسولخدا صلعم خلیفہ کر چکے ہیں خم غدیر پر اور اب پھر علی کی خلافت کی تاکید کرینگے چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت نے چاہا کہ علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ میں لکھوں اور دوات اور قلم طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے واسطے ایک سند لکھدوں کہ بعد میرے گمراہ نہو تم عمر نے یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بکتا ہے اور ہذیان اسکو ہو رہا ہے کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ علی کیواسطے لکھیں گے اسواسطے میں نے منع کیا اور اگر رسولخدا علی کو خلیفہ کرتے تو قریش اُسکی اطاعت ہرگز نکرتے اور کار برہم ہو جاتا اور استیعاب میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ ہاں علی حقدار اور سزاوار خلافت کا ہے لیکن اُسکی طبیعت میں خوش طبعی اور مزاح بہت ہے اسواسطے ہمنے اُسکو نہیں ہونے دیا اور تو ابوبکر کو کہاں سے خلیفہ رسول مقرر کرتا ہے کیا رسولخدا صلعم نے اُنکو خلیفہ کیا تھا خلیفہ تو وہ تھے ہیں جنہوں نے اُنکو خلیفہ کیا تھا اور اگر ابوبکر کو خلیفہ کرنا منظور ہوتا تو کون مانع تھا اور یہ ہی عذر کہ کسی مصلحت سے نکیا یہ ایک پوچ بات ہے دیوانوں کی سی اور عمر کہ جس نے ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اُس نے بھی ابوبکر کی خلافت کو ناگہانی اور اتفاقی سمجھا تھا قابل اطمینان کے نہیں جانتے تھے چنانچہ عمر نے کہا کہ كانت بيعة ابي بكر فلتة وقى الله شرها یعنی تھی

بیعتِ ابوبکر ناگہانی بچا یا خدا نے اُسکے شر سے اور اسکے بعد یہ ہی کہ جو کوئی پھر ارادہ کرے اسکو تو قتل کر دو اور ہمنے فرض کیا کہ اشارہ صحت خلافت کی طرف بھا لیکن صحابہ میں سے
اس اشارہ کو کس نے سنا اور وہ کون تھے حاضرین مجلس جنہوں نے یہ اشارہ سنا تھا سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان سے بھی اُس وقت یہ کلمہ نہ نکلا اور اگر یہ اشارہ صحت خلافت کا تھا تو بیچ
کہتے ہو تمہکو قسم ہی پیر دستگیر کی کہ وقت انعقادِ خلافتِ ابوبکر کسی نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت نے ابوبکر کی صحت خلافت کے واسطے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یا ابوبکر نے دعویٰ کیا تھا
وقت غصب کرنے خلافت کے کہ میں حقدار خلافت کا ہوں کہ حضرت نے میری صحت خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاص مجھ سے ہی حضرت نے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
اور حال یہ ہے کہ اس کا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا بلکہ مہاجرین اور انصار میں یہ گفتگو تھی منا امیر و منکم امیر اور ہمنے فرض کیا کہ صحت خلافت ہی کی اشارہ کے واسطے حضرت نے
ابوبکر سے فرمایا تھا لیکن جیسا ابوبکر سے کہا تھا ایسا ہی فاطمہ زہرا و غیرہا سب وارثوں سے اپنے کہا ہوتا تاکہ یہ جھگڑا نہوتا بلکہ موجب آیہ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ کے واجب تھا رسولخدا
صلعم پر حضرت فاطمہ زہرا پر اسکا ذکر کرنا کہ بے سوجب کسی چیز کا دعویٰ نکریں اور ابوبکر کی خلافت کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں یہ شیخ بالکل جھوٹا ہے
اور بڑا دروغگو ہی اگر کسی جگہ اشارہ ہوتا تو وقت قائم کرنے خلافت ابوبکر کے کوئی تو ذکر کرتا اور نہ ابوبکر نے کوئی دلیل اپنے استحقاق خلافت کی پیش کی جیسے کہ حضرت علی پیش
کرتے تھے اور جو ابوبکر نے کہا تو یہ کہا کہ الائمۃ من قریش اور اپنی خصوصیت کی کوئی بات بیان کی اور مولوی عمار علی صاحب نے تو وہ لکھا ہی کہ آج تک تیرے اسلاف سے جواب صحیح اُسکا
نہیں ہو سکا تیری تو کیا حقیقت ہی اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے سب درست ہے جواب معقول اُسکا تجھ سے ہرگز نہیں ہو سکا صرف احتمالات واہیہ ہی تو نکالتا ہی لیکن جواب تجھ سے
نہو سکا اور رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے ابوبکر خلافت کو غصب کریگا اور میرے وارثوں کو میراث سے محروم کریگا پھر کیوں کہتے اُس غاصب سے اور خلافت تو اُنکی باطل ہی اسکا
ذکر تو عبث تو کرتا ہی اور رہی حضرت فاطمہ تیرے نزدیک بیشک یہی ہی کہ فاطمہ زہرا طمع نفسانیت کی جہت سے طلب کرتی تھیں اور حق اُنکا کچھ نہ تھا اور یہ عذر محفوظیت و معصومیت
کا کسواسطے کرتا ہی تیرے نزدیک فاطمہ زہرا بالکل جھوٹی تھیں اور یہاں گواہی کا کیا ذکر ہی کیا فاطمہ زہرا کوئی شہادت ادا کرتی تھیں یہاں تو ذکر یہ ہی کہ اگر ابوبکر سے کہا تھا تو فاطمہ زہرا
سے بھی کہا ہوتا کہ اُنسے کہنا واجب تھا ابوبکر سے جاننے کہتے چاہیئے ہی نہ تھی اور اگر یہی بات ہے کہ ایک شخص کا قول معتبر نہیں ہے تو ابوبکر تنہا کا قول روایت لا نورث میں کیونکر معتبر ہوا اور کہاں ثابت ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر
ایسا فرمایا تھا اُس وقت کوئی نہ تھے کہ جو کسی کی گواہی ہی قَالَ الشَّيْخُ الْأَشْعَرِي الحاصل گو حضرت فاطمہ کو حدیث مذکور کے سنا دینے میں بزعم شیعہ مقصود اصلی بہ نسبت اسکے زیادہ تر اچھی طرح حاصل ہو جاتا کہ
صدیق اکبر سے فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہی کہ ایسے موقع میں دینے والے کو روکا جائے نہ لینے والے کو اور با اینہمہ یہ کہنا ہی غلط ہی کہ اگر حضرت فاطمہ کو یہ حدیث سنا دیتے
تو جھگڑا نہوتا اور مقصود بوجہ احسن حاصل ہو جاتا کیونکہ اول تو جھگڑے کا ہونا ہی مسلم نہیں چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا یہ فقط شیعوں کی شرارت ہے کہ افسانے بے اصل تو
کوچہ و بازار میں گاتے پھرتے ہیں حاشا و کلا جو یوں ہوا ہو دوسرے اگر کسی قسم کے فی الجملہ انبیاء میں تکرار رنجی دو چار روز کے لئے ہو بھی گئی تو اسے جھگڑا نہیں کہتے ایسے ایسے امور
بھی ہو جاتے ہیں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا قصہ کس کس نے نہیں سنا معہذا جو رنج کہ قریب ہے مبدل بصلح ہو جائے اُسکے ہونیکا کچھ اعتبار نہیں اُسکو عرف میں کان تم نم
سمجھتے ہیں ایسی رنجوں کا اگر کھٹکا ہی ہو تو ہم تو ایسی بندی نہیں کیا کرتے سو باین لحاظ گو نہ صدیق اکبر ایسے نا قدر شناس ہیں کہ حضرت زہرا کے سامنے عذر معذرت نہ لائے
نہ حضرت زہرا ایسی کج طبع ہیں ہر کہ سب ہی ہی نہونگی اسکا دختر پیغمبر خدا نے کچھ لحاظ نکیا ہو الحمد للہ کہ اسی طرح ظہور میں آیا چنانچہ روایت مدارج السالکین حج انشاء اللہ
اب قریب ہے مذکور ہوتی ہی اسبات پر شاہد ہی کہ حضرت صدیق اکبر نے عذر کیا اور حضرت زہرا نے قبول فرمالے اور دل جان اُنسے پھر منزلہ شیر و شکر ہو گئیں تیسرے یوں کہنا کہ
حضرت فاطمہ سے یوں کہدیتے تو جھگڑا نہوتا جب بن سکتا ہی کہ رسول اللہ صلعم عالم الغیب بھی ہوتے بیسیوں آیات اسبات کی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام موجودات میں کسیکو
علم غیب نہیں قُلْ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ اول آیہ سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کا عالم الغیب نہونا اور
دوسرے سے علی العموم ملائکہ اور انبیاء اور جن و انس کا عالم الغیب نہونا ثابت ہی جسے شک ہو ترجمہ کے کلام اللہ جو بہت موجود ہیں نویں سیپارہ کے نصف و ثلث کے مابین اور بیسویں سیپارہ کے
اول رکوع میں آیات مذکورہ کو تلاش کرکے اپنی تسلی کرلے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے امور کا دھیان گمان میں لبا اوقات نہیں آیا کرتا جو یوں کہئے کہ عقل سے معلوم کرکے پیش بندی
کرتے تھے ہاں جو بنی مصلحتیں بیان کیں اور انشاء اللہ کرونگا وہ البتہ لحاظ عقلی کی متقین چنانچہ عاقل سمجھتے ہیں اور حیوان لا یعقل نسمجھیں تو کیا کیجئے تیسری مصلحت یہ ہے کہ جب یہ
سمجھ کر جتنا دو نو کے کہنے سے کام چلتا ہو وتنا ہی ایک سے بھی ایک ہی کے سنا دینے کی تجویز ٹھیرتی تو پھر مناسب یہی ہی کہ ابوبکر صدیق ہی کو دیکھئے کیونکہ فعل عطا اُنہیں سے
ظہور میں آتا باقی حضرت فاطمہ لینے والی تھیں اور ظاہر ہی کہ دینا لینے کی فرع ہی اور دینا اصل ہی اور اصل کے اکھاڑ دینے میں جو کچھ قلع و قمع فساد ہوتا ہی وہ فرع اور شاخ کی
قطع کرنے میں نہیں ہو الحاصل جس فساد کی پیش بندی کیلئے اس حدیث کو سنا دینا مد نظر تھا صدیق اکبر کے کہنے میں تو اُسکی بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور حضرت فاطمہ کے کہدینے
میں گو یا شاخ کو قطع کر دیا یا یوں کہئے کہ پھل نہ لگا سو اسکے اگر حسب گفتار سراپا معقول شیعہ کوئی اور فساد بیچ میں تعلق سے کھڑا ہوتا نظر آئے تو اُسکی مدافعت کے لئے اسکی مدافعت کے

نہیں چھوڑا جاتا یعنی اسباب کا لحاظ مقدم ہے کہ مملوکہ نبوی دستبرد وارثان نہو جائے اسمیں بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **اقول** البتہ مقصود اصلی یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کو سناتے اور ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے نہ سناتے اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ جو تو کہتا ہے اور قاعدہ کلیہ کیا بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ دینے والے ہی کو سنایا جائے اور لینے والے کو نہ سنایا جائے اگر لینے والے کو نہ سنایا جائے اور اسکو خبر نہو اور پھر وہ دینے والے سے دعوی کرے اور دینے والا دینے سے انکار کرے تو متہم بخیانت ہو جاتا ہے اور تنہا دینے والے سے کہنے میں کچھ کام نہیں چلتا ہے اور دینے والے کی عقب گزاری نہیں ہو سکتی ہے اور روکنا لینے والے ہی کا چاہئے نہ دینے والے کا جو بات کہتا ہے الٹی ہی کہتا ہے اور بیشک اگر حضرت فاطمہ سے بھی کہدیتے تو کچھ جھگڑا نہوتا کہ حضرت فاطمہ دعوی ہی سے دست بردار ہو جاتیں اور یہ کہنا کہ اول تو جھگڑا ہونا ہی مسلم نہیں ہے اسکا ثبوت مسلم ہے کہ جب صحیح بخاری اور مسلم اور جامع الاصول وغیرہ صحاح اپنے کو دیکھ ڈالے اور بدون اسکے کام نہیں چلتا ہے جھگڑا تو ایسا ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غضبناک ہو گئیں اور تمام عمر اس سے کلام نہ کیا اگر تکرار ہے تو علماء اہل سنت کی ہے کہ انہوں نے یہ جھگڑے کے مضامین لکھے ہیں اور جو بات کہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اسکو بے اصل کہنا تیرا ہی کام ہے اگر جھوٹ نہ لکھیں اہل سنت تو محافظت انکے دین کی کیونکر ہو اور یہ جو لکھتا ہے کہ چنانچہ معلوم ہو جائیگا وہ بھی ایک افترا اور جھوٹ ہے جسکو یہ لکھیگا اور شکر رنجی دو چار روز کی نہیں ہوئی بلکہ جبتک حضرت فاطمہ زندہ رہیں چھ مہینے تک موافق روایت صحیح بخاری کے ہمیشہ رنج اور غصہ میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نہ کیا یہانتک کہ اس دار ناپائدار سے رحلت کر گئیں اور حضرت موسی اور حضرت ہارون میں کبھی رنج آپسمیں نہیں ہوا ہے تو جھوٹ لکھتا ہے چنانچہ ہم پہلے اسے ثابت کر چکے اور کیونکر اُسنے ایسا امر وقوع میں آئے کہ وہ معصوم تھے اور حضرت فاطمہ کا رنج قریب کیا تا دم واپسیں مبدل نہیں ہوا جسکے شاہد صحیح بخاری ہے اور نہ ابوبکر سے انہوں نے صلح کی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ کے سامنے ابوبکر نے کچھ عذر کیا ہو تو یہ عذر بدتر گناہ سے ہے حق تو انکا غصب کر لیا پھر عذر کے کیا معنی ہاں عذر یہ تھا کہ حق انکا واپس کر دیتے اور مجاج السالکین کا جو حوالہ دیتا ہے شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور اگر کسی ناصبی کی ہو تو اسکا کیا اعتبار ہے بہتیری روایتیں اس مقدمہ میں جھوٹی وضع کی ہیں اور حضرت فاطمہ نے عذر ابوبکر کا ہرگز قبول نہیں کیا ہے یہ تو کہاں سے کہتا ہے کہ پھر مثل شیر و شکر کے مل گئیں تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ایسی غضبناک ہوئیں کہ دم آخر تک ابوبکر سے کبھی کلام نہ کیا اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم اگر حضرت فاطمہ سے کہدیتے تو جھگڑا نہوتا اور ہم خود مقر ہیں اس امر کے کہ رسول خدا صلعم عالم الغیب تھے ان آیتوں کے لکھنے سے کیا فائدہ ہے اور جھگڑا تو اسواسطے ہوا کہ جو امر کہ واجب تھا رسول خدا صلعم پر بموجب آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین کے اسکو نہ پہنچایا کیا اتنی بھی سمجھ رسول خدا صلعم کو تمہارے نزدیک نہتی کہ اگر میں سناؤنگا تو یہ بسبب بے خبری کے دعوی کریگی ہاں اگر حضرت یہ جانتے کہ فاطمہ ابوبکر کو راست گو جانتی ہیں جو وہ کہینگے یہ قبول کر لینگی تو حضرت فاطمہ سے نہ کہتے یہ بات بھی نہیں ہے ابوبکر کو تو حضرت فاطمہ نے دروغگو ہی سمجھا اور جو مصلحتیں کہ آپ نے مذکور کی ہیں اور آئندہ جو کچھ ذکر کروگے ہرگز بلحاظ عقل کے قابل نہیں ہیں پہلی مصلحتیں تو رد ہو گئیں ہیں آئندہ بھی رد ہو جائینگی اور عاقل اسکو سمجھ جائینگے اور حیوان لا یعقل نہ سمجھیں گے اور کام جو کچھ چلتا تھا وہ حضرت فاطمہ کے سنانے سے چلتا تھا ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے نہ سناتے اور روکنا بھی حضرت فاطمہ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ جو دعویدار تھیں کہ دعوی نکرنے پائیں ابوبکر کو کہ انکے روکنے میں کیا فائدہ تھا وہ تو دینے والے تھے انسے ہی کہنے میں اور لینے والے سے نہ کہنے میں صورت جھگڑے کی تھی سو وقوع میں آئی اور معلوم نہیں اسکا کیا مطلب ہے کہ دینا لینے کی فرع ہے اور دینا اصل ہے دینے ہی کو اصل اور فرع دونو مقرر کیا ہے اور لینے کو کچھ بھی نہ ٹھہرایا وہ کیا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ دینا اصل لینے کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لینا ہی اصل ہے کہ کوئی لینے والا پہلے مقرر ہو لیگا تو تب دیا جائیگا اور اصل کے اکھاڑنے میں جو قلع قمع فساد ہوتا ہے وہ فرع کے اکھاڑنے میں نہیں ہوتا سو اس فساد کے دفع کرنے میں اگر حضرت فاطمہ کو سنا دیتے تو بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور ابوبکر کے کہدینے میں گویا شاخ کو اکھاڑا سوا اسکے اگر حسب گفتار نامعقول کوئی اور فساد بیچ میں اتفاق سے کھڑا ہوتا نظر آئے تو اس دینے والے کی جہت سے ہوگا نہ لینے والے کی جہت سے اور اسباب کا لحاظ مقدم ہے کہ مملوکہ نبوی انکے وارثوں کو پہنچے بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قطع نظر اسکے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے کہنے میں سر دست آزار خاطر مبارک حضرت ہی منظر آتا تھا اور مطلب انکے نکہنے میں بھی حاصل ہو سکتا تھا اقتضاء عقلی بھی یوں ہی تھا کہ حضرت فاطمہ سے نہ کہیں اور حضرت صدیق اکبر ہی کی گوش گزار کر دیں کیونکہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو پھر سررشتہ اختیار انہیں کے ہاتھ ہوگا جب متروکہ نبی وارثوں کو نہ ملیگی تو حضرت فاطمہ یا اور کسی وارث کے پاس آنے پائیگا جو وہ اسکو اپنا مملوک سمجھکر تصرف ناجائز کر بیٹھیں اور اسوجہ سے انکو اطلاع کرنی ضرور ہو باقی رہی فقط طلبگاری تو اسمیں تامل و قیتکہ اسباب کی اطلاع نہو کہ ہمارا حق نہیں کچھ گناہ نہیں جو اسکی پیش بندی کی ضرورت ہو معہذا حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہدینا کفایت کرتا تھا اسلئے کہ اگر میراث تقسیم ہوتی تو یہ دونو صاحب بھی کچھ کم نصف کے مالک ہوتے سو اگر میراث تقسیم ہوتی تو سبھی کو برابر تقسیم ہوتی پس لا جرم انکو بھی اطلاع ہوتی سو اگر فاطمہ کو پہلے سے معلوم نہوتا اور نہ ابوبکر صدیق کو خبر ہوتی تب ان دونو کا سننا کافی تھا وقت ضرورت بیشک حال معلوم ہو جاتا اور ان سب کو جانے دو نہ ابوبکر صدیق کا ذکر کرو اور نہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے معلوم ہونیکا کچھ خیال کرو فقط حضرت علی سے فرما دینا ایسا ہی تھا جیسا فاطمہ سے

فرمایا کیونکہ انکی طرف سے کار کن اور خبر گیراں جبتک وہ ہی تھے تو نوصاحبزادے جبتک صغیر السن ہی تھے پر پیغمبر خدا صلعم جانتے تھے کہ اول تو میراث کا لینا کچھ لکھا ہیں گو ڈھونڈنا نہیں جو چھپ چھپا
ہو جائے پھر وہ اسقدر مخفی پر لینے والے اور قبضہ کرنیوالے حضرت علی ہی ہونگے ادھر حضرت عائشہ اور حضرت عباس بھی بہ نسبت حضرت فاطمہ کے کوئی غیر نہ تھے ایک بجائے والدہ دوسرے بجائے دادا اور ظاہر
ہے کہ ایسے قرابتیوں میں بیشتر اتفاق ملاقات رہتا ہے اور اس سبب سے ایکدوسرے کو اسکے نفع و نقصان کی اگر کچھ اطلاع ہوتی ہے تو اطلاع کر دیتا ہے خصوصاً امر دینی کی نفع و نقصان کی باتیں اور وہ بھی ایسی کہ جنکو
چھوڑ دنیا کو طلاق دیئے بیٹھے ہوں ایسے موقع میں اگر بمقتضائے بشری کوئی رنج دنیا میں واقع ہو جاتا ہے تب اسکی نفع و نقصان کی اطلاع کر دیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں اگر کچھ رنج بھی ہو جاتا ہے تو بوجہ محبت
ہوتا ہے بوجہ عناد و بغض نہیں ہوتا جو دوسرے کے نقصان کا روادار ہو چونکہ رنج کی دو طرح کی ہونیکی تحقیق آیہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء کے ذیل میں گزر چکی اسلئے فقط اسی پر اکتفا کرکے معروض کرتا ہوں
کہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے سنانے میں بھی تو نظر آتا تھا کہ لاجرم انکے وسیلہ سے حضرت فاطمہ اور زبیر اور وارثوں کو یعنی ازواج باقیہ کو اطلاع ہو جاویگی شروع میں نہیں وقت طلب یا وقت قبض و تصرف ضرور
ہی یا یہ معلوم ہو جائیگی کیونکہ ایسی باتیں چھپا رانکی تو ہیں ہی نہیں جو کسیکو اطلاع نہو **اقول** حضرت فاطمہ سے کہنے میں ہرگز آزار خاطر انکا نہ تھا ادعیین مناسب ملکیہ واجب تھا اور ابوبکر کو سمیں کیا تعلق تھا
جو آئندہ کہتے تھے وہ کون اور ہرگز عقل کسی عاقل کی بجز تجھ دیوانہ کی اقتضا نہیں کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ سے نکہا جائے فلانہ اس مظلومہ ہی سے کہنا چاہئے تھا تاکہ دعوی کرکے ابوبکر کو غاصب ٹھیراتیں اور خلیفہ البیعہ
کو کسنے کیا ہے رسولخدا نے تو انکو مدینہ سے نکالدینے کا حکم کر دیا تھا اسیواسطے کہ خلافت میں علی کی بجہتیر آخریں زبردستی بسلواید عمر خلیفہ بنکر مختار ہو گئی تو اس سے کیا تو ہی اور ترکہ نبی اور انکی باتیں سیجا
جسکے وہ مستحق تھے ابوبکر کے ظلم سے اور اگر بھیجتا تو تصرف انکا اسمیں بجا تھا کہ وہ مالک اسکے تھے اور حضرت عباس اور عائشہ سے کہدینا اگرچہ کفایت کرتا تھا لیکن حضرت عباس سے کہا نہ عائشہ سے حضرت عباس کہتے تو
وہ عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا عمر سے کاہیکو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو وہ کاذب و خائن کا سیکو بناتے اور عائشہ اگرچہ سنا تھا لیکن اپنی باپ کی لولی لوگی اسکو کب منظور تھا کہ باپ میرا
غاصب مشہور ہو اور سوا اسکے دس ہزار درہم ہر سال روزینہ میں پاتے تھے ابوبکر اور عمر سے وہ ابوبکر کے ہمداستان کیونکر نہو گی اور عائشہ اگرچہ ماں تھی لیکن مادر نامہربان تھیں کہ اپنے
فرزندوں سے عداوت رکھتی تھیں اور حضرت علی کا فرمانا ہے چنداں ایسا ہی تھا جیسا حضرت نے فرمایا لیکن حضرت علی سے تو کہا ہی نہیں تھا حضرت علی تو وہ تھے کہ ہمراہ فاطمہ اور عباس کے
جا کر ابوبکر سے میراث کے مقدمہ میں گفتگو کی اور میراث کے مقدمہ میں آیت وورث سلیمان داؤد اور آیت فهب لی من لدنک ولیا ... سند میں لائے چنانچہ کنز العمال اور طبقات سعد میں اور بعد اسکے
عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی وراثت کا کیا ہمراہ عباس کے جا کر اور عمر نے کہا کہ تم دونوں نے جانا ابوبکر کو کاذب و خائن اور آثم ... چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اگر حضرت علی سنتے تو
پھر کیا باعث تھا میراث کے طلب کرنیکا پس جو کچھ کہ اسپر بناکر کے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت فاطمہ کو رنج ... اسقدر ہوا کہ تادم ... کیا یہ رنج نہیت کا کیونکر ہو سکتا ہے اور محبت کا
ہوتا تو زائل ہو جاتا اور نہ تو حضرت عباس اور عائشہ کو سنایا اور نہ کسی اور وارث کو اطلاع ہوئی اگر اطلاع ہوتی تو دعوی کیوں کرتے **قال الشیخ الاشعری** الی اصل سی چھپا
نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کے سامنے ایک بات فرما دیں اور وہ بات بھی اس قسم کی کہ اسکی تعمیل اگر ہو سکے تو حدیث ... تک نہ ہو سکے ...
کہ سنو نہیں ہے جا و خاص کر حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ کہ دو تو انمیں سے وارث ہیں اور ایک وارث ... کہنا ... بات
وارثان نبوی تھا پیغمبر صلعم نے وارثوں سے چھپا رکھا جہاں ... نہیں ہاں چھپا رکھنا ... امام ...
حضرت زید شہید سے حکم امامت امام محمد باقر نے چھپا رکھا اور پھر حیف یہ ہے کہ حکم بھی ایسا رکھا کہ ... نہ ماننے سے کفر ...
بد بتا و بر حدیث من یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ شیعوں کا بھی عقیدہ ہے اس لئے کہ اسکی معنی شیعوں کے ... میں
بچانے یعنی اسکی امامت کی اسکو خبر نہو تو وہ جاہلیت کا سا مرنا مریگا ایسا مسئلہ جو رکن رکین ایمان تھا چھپا رکھا تھا سو چھپا نا ... کہتے ہیں ... وارث ... کان میں
لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہا اور اگر سند مطلوب ہے تو لیجئے کلینی کی روایت موجود ہے کسی ایسے ویسے رند بازاری کی نہیں روی الکلینی عن ابان قال اخبرنی الاحول ان زید بن علی
بعث الیه و هو مختف قال فاتیته فقال یا ابا جعفر ما تقول ان طرق طارق منا اتخرج معه قال فقلت له ان کان اباک او اخاک خرجت معه قال فقال لی انا
ان اخرج فاجاهد هولاء القوم فاخرج معی فقلت لا افعل جعلت فداک فقال اترغب بنفسک عن نفسی قلت انما هی نفس واحدة فان کان لله فی الارض
حجة فالمتخلف عنک و الخارج معک سواء فقال یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی فی الخوان فیلقمنی البضعة السمینة و یبرد لی اللقمة الحارة حتی تبرد شفقة علی و لم یشفق علی من حر النار
و اذا اخبرک بالدین و لم یخبرنی قال فقلت خاف علیک ان لا تقبل فتدخل النار و اخبرنی فان قبلت نجوت و ان لم اقبل لم یبال ان ادخل النار **علامہ کلینی** ابان سے یوں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا
کہ احول نے مجھ سے یوں نقل کی کہ حضرت زید بن امام زین العابدین نے جس وقت کہ وہ مخفی تھے کسیکو میرے پاس بلانیکو بھیجا تو انہوں نے کہا اے ابو جعفر یہ تو بتاؤ
کہ تیری اسمیں کیا رائے ہے اگر ہماری طرف سے اچانک کوئی بلانیوالا تیرے پاس آوے یعنی ہم اپنی مدد کے لئے تجھے بلوائیں تو اسکے ساتھ ہو کر بلوانے سے تو ہو ہی لیگا
کہ نہیں احول نے کہا میں نے حضرت سے یوں عرض کی کہ بلوانیوالے تمہارے باپ یا تمہارے بھائی یعنی امام محمد باقر ہوتے تو مضائقہ نتھا میں بھی ساتھ ہو دیتا انہوں نے فرمایا میرا ارادہ یوں ہے

کہ میں نکلوں اور اُن لوگوں سے یعنے مروانیوں سے جہاد کروں سو تو بھی میرے ساتھ چل میں نے عرض کی کہ میں آپکے قربان جاؤں مجھ سے ہرگز یہ کام نہوگا انہوں نے فرمایا کیا تو اپنے آپ کو
مجھ سے علیحدہ بچاتا ہے میں نے کہا میں اور تم تو ایک ہی ہیں پر درصورتیکہ روی زمین پر کوئی خدا کی طرف سے حجت یعنے امام موجود ہو تو تمہارے ساتھ رہجانیوالا اور تمہارے ساتھ جانیوالا
دونوں برابر ہیں یعنی امام کے ہوتے تمہارے ساتھ جہاد میں کچھ فائدہ نہیں انہوں نے کہا سن تو ابو جعفر میں اپنے باپ کے ساتھ خوان پر بیٹھا کرتا تھا وہ مجھے چھانٹ چھانٹ کے گوشت
کی موٹی بوٹیاں دیتے تھے اور میرے لئے لقمے ٹھنڈا کرتے تھے یہانتک کہ خوب ٹھنڈا کہانے کے قابل ہو جائے یہ سب تو محبت کے سبب تھا سو بڑے تعجب اور کمال حیف کی بات ہے کہ یہاں تک
اُنکا تو شفقت کرنے میں لحاظ کیا اور دوزخ کی آگ سے بچا نہیں اُنہیں مجھ پر کچھ محبت آئی جو تجھے امام باقر کی امامت کی خبر کردی اور مجھے خبر اصلا نکی احول کہتا ہے میں نے کہا
تم سے یہ خوف ہوا کہ شاید تم نمانو تو اس سبب سے دوزخ میں جاؤ اور مجھے یوں سمجھکر خبر کردی کہ اگر میں نے قبول کیا تو فبہا نجات پائی نہیں تو انکی بلا سے دوزخ میں جاؤنگا تو میں
جاؤنگا انتہی **اقول** دس بارہ کیا ایک آدمی سے بھی جناب رسولخدا صلعم نے نہیں کہا چنانچہ ہم ثابت کر چکے اور تیرے دس بارہ کو باطل کر چکے پھر چھپانا نہوا تو کیا ہوا
اور طشت از بام افتادہ کیسا کہ کسیکو بھی یہ روایت لانورث معلوم تھی کہ کسی نے رسولخدا صلعم سے یہ روایت کبھی نہ سنی تھی ابو بکر نے اپنے دل سے وضع کر لی تھی حضرت فاطمہ کا
حصہ ندینیکو اور دس بار دوبارہ ہر مرتبہ ایک بات کا یہ ذکر کرتا ہے اور بیفائدہ کاغذ کو سیاہ کرتا ہے ہم تو کئی مرتبہ لکھ چکے کہ حضرت علی اور عباس اور عائشہ نے کسی نے اس روایت کو
رسولخدا صلعم سے نہیں سنا بار بار اسکا ذکر کیوں کرتا ہے اور اگر جھک مارتا ہے تو تیری اسلاف نے جھک ماری ہے صاحب صواعق محرقہ اور صاحب تاریخ الخلفاء وغیرہ نے جنہوں نے
لکھا ہے کہ سوائے ابو بکر کے لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور کوئی اس روایت کو نہیں جانتا تھا اور کافی کی روایت کو دیکھ کر جو کہتا ہے کہ چھپانا اسکو کہتے
ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے زید سے حکم امامت امام محمد باقر کو چھپایا اس روایت کے ذکر کرنے سے اس مقام میں کیا فائدہ ہے اور اگر زید سے روایت امامت کو بیان
نہیں کیا تو زید کون تھے کہ خاص اُن سے بیان کرتے ہزاروں آدمی رعیت کے تھے اُنمیں سے ایک زید بھی تھے کچھ زید کی امامت کا تو حکم نہیں تھا کہ اُن سے چھپا رکھا جسکی
امامت کا حکم تھا اُسکو سنا دیا اور کہا نہیں زید سے اس خوف سے کہ اگر قبول نکریگا تو جہنم میں جائیگا اسواسطے اُنکے سامنے ذکر نکیا اور اُن سے کہنے کی خصوصیت کیا تھی سب آدمی
برابر تھے اور انکا یہ مقدمہ بھی نتھا جو اُن سے کہتے اور اگر یہ مقدمہ تھا تو کل مسلمانوں کا تھا بعد اسکے جب امر شایع ہو جاتا تو وہ بھی سن لیتے اگر قبول کرتے فبہا ورنہ مستحق عذاب کے
ہوتے اور موافق روایت من لم یعرف امام زمانہ کے امام کا پہچاننا اور جاننا زید کے ذمہ تھا کہ وہ خود آثار و علامات و خوارق عادات اور شہرت سے امام کو پہچانتے اور اس شیخ نجدی نے
اس روایت کا اوپر کا ٹکڑا تو لکھا ہے اور آخر کو ترک کر دیا کہ اُسمیں لکھا ہے کہ ابو جعفر نے جب وجہ امامت کی ظاہر نکرنیکی زید کے سامنے بیان کی تو زید نے مجھکو معذور رکھا اور
کرامت اور ولایت اور حجت اور امام ہونا امام جعفر صادق کا بیان کیا اور امام جعفر صادق کو امام محمد باقر علیہما السلام نے امام کیا تھا جب انکی امامت کے قائل ہوئے تو امام
محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے پہلے قائل ہوئے لیکن امام زین العابدین کے عدم ذکر نکرنیکی وجہ کو سمجھے نتھے جب ابو جعفر نے سمجھایا تو سمجھے اور پھر ابو جعفر کو معذور رکھا اور امام
زین العابدین علیہ السلام پر یہ واجب نتھا کہ ہر فرد بشر کو سنا دیں کیا اُنہوں نے ہر ایک کو بلاکر سوائے زید کے یہ حکم سنا دیا تھا اور محض زید ہی کو نہیں سنایا بلکہ کسیکو سنایا اور کسیکو
نہ سنایا اور انمیں سے ایک زید بھی تھے کہ خوف مذکور کی رعایت سے انکو خود نہ سنایا بخلاف فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ حضرت کی میراث کا مقدمہ اُنسے ہی تعلق رکھتا تھا یا ازواج
انکو حکم اپنی میراث کا سنا دینا ضرور تھا یا مجمع میں اصحاب کے ذکر کرتے کہ جس سے مشہور ہو جاتا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا جب ایسا ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ دعوی نکرتیں
اور ابوبکر کو غاصب ٹھیراتیں لیکن حضرت نے اپنی میراث کے حال سے کسیکو خبر نہ کی ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت بناکر کہہ دیا کہ پیغمبر کا ترکہ کسی کو نہیں پہنچتا اور امامت کا مقدمہ خاص
زید کا نتھا بلکہ ہزاروں آدمیوں کا تھا اگر ایک فرد سے بسبب کسی مصلحت کے اُسکا ذکر نکیا تو جائے اعتراض نہیں ہے اور حضرت فاطمہ سے ذکر نہ کرنے کی باوجودیکہ خاص وہ
اُنکا ہی مقدمہ تھا کوئی مصلحت نتھی بلکہ ذکر کرنا ہی ضرور تھا اور بعضے علماء اہل سنت کے نزدیک امام زمانہ کا قرآن ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی یہی لکھتے ہیں
اب میں پوچھتا ہوں کہ اس حکم کو کہ امام زمانہ کا قرآن ہے رسولخدا صلعم نے کس سے کہا ہے اُسکو بیان کرو اور جب کہ حضرت نے کسی سے نہیں کہا ہے تو حکم خدا کو حضرت رسولخدا نے
تمام اُمت سے چھپایا اور ظاہر ہے کہ حضرت نے کسی سے نہیں فرمایا اسی واسطے اسمیں اختلاف ہے، اور بعضی کہتے کہ امام زمانہ کا بادشاہ ہے اور عدالت کی اسمیں شرط نہیں ہے اور جامع الرموز
شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے کہ امام میں اسلام کی بھی شرط نہیں ہے اس صورت میں امام زمانہ اہل سنت کے نزدیک انگریز ہو سکتے ہیں اور یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ جو لکھی ہے
اُس سے لازم آتا ہے کہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت فاطمہ موت جاہلیت اور کفر پر مری ہوں اسواسطے کہ پہچانا کیا وہ تو امام زمانہ پر جبتک زندہ رہیں غضب میں رہیں اور امام زمانہ
کو جھوٹا جانا اور چھ مہینے حضرت علی بھی جبتک ابوبکر سے بیعت نہیں کی بے امام رہے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند اس روایت سے بہت سے مضمون مفید مطلب
اہل سنت برآمد ہوتے ہیں لیکن اول تو اس مقام میں اُن سبکا ذکر نا بیموقع ہے دوسرے فرصت ہی کہاں اسلئے فقط اتنی بات گزارش ہے کہ اس روایت سے بتصریح معلوم

ہوا کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ اپنی فرزند ارجمند زید شہید سے امامت حضرت امام محمد باقر کو چھپا لیا حالانکہ اُسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان تھا چنانچہ اس روایت سے بھی ظاہر
ہے اب اہل انصاف سے یہ عرض ہے کہ فدک کو کہ جو منجملہ متاع دنیوی تھا امامت امام وقت کی برابر کہئے جسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان ہے اور پھر حضرت امام زین العابدین کے
دیدہ و دانستہ چھپا لینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں آدمیوں کے سامنے بغرض تبلیغ کہدینے کے مقابل کیجئے اور پھر اسپر لحاظ کیجئے کہ باینہمہ حضرت امام زین العابدین
نے جو امام محمد باقر کی امامت کی حضرت زید شہید کو اطلاع نکی تو اُسمیں کیا نقصان نکلا اور آنحضرت صلعم نے جو حضرت فاطمہ زہرا سے کبھی وراثت سے حدیث لانورث ماترکنا صدقہ
نکہا اور برعم شیعہ فقط صدیق اکبر ہی سے کہا تو کیا ضرر پیش آیا ظاہر ہے کہ بنسبت امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین کے لب کشا نہونے میں انجام یہ نکلا کہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد
حضرت زید شہید بوجہ جہل رکن ایمان یعنی امامت امام وقت چنانچہ روایت مسطور سے ظاہر ہے مستوجب دوام عذاب اور داخل زمرہ کفار ہوئے اگر بذات خود امام زین العابدین فرزند
ارجمند سے یہ بات فرما دیتے تو اُمید قوی تھی کہ حضرت زید تسلیم ہی کر لیتے اشتباہ دروغ احول دروغگو جو فی الحال رہزن ایمان ہوا اس صورت میں ہمیں سے اُٹھ جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فقط ابوبکر صدیق ہی سے حدیث مذکور کو کہا تو خرابی نہ نکلی کیونکہ جو کچھ مقصود تھا وہ حاصل ہی ہو گیا ترکہ نبوی صدقہ ہی رہا بہرحال اُسمیں میراث جاری ہونے نپائی بلکہ اگر بالفرض
والتقدیر سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حدیث کو بوجہ فراموشی مثلاً کسی سے نفرماتے نہ صدیق اکبر سے نہ کسی اور سے تب بھی بریں نسبت کہ نادانستگی میں
وارثان نبوی ترکہ نبویکو جو فی الحقیقت وقف تھا خورد و برد فرماتے سو ہم علماء شیعہ ہی سے استفسار کرتے ہیں اگر کوئی نادانستگی میں مال وقف کو اپنا مال سمجھ کر کہائے تو اُسکے ذمہ کیا
گناہ ہے بہرحال حضرت زین العابدین کے حکم خداوندی کے چھپا لینے سے جو کچھ نقصان نکلا اُسکو ایکطرف رکھئے اور رسول اللہ صلعم کے اس کہنے سے جو مطلب کے حصول میں کچھ حرج نہوا
اور درصورتیکہ اخفار کلی جو کسیطرح کا وارثوں کا نقصان دینی یا دنیوی نتھا اُسکو دوسری طرف رکھئے القصہ ادہر کے تمام لوازم کو ادہر کے تمام لوازم سے تولئے اور پھر بولئے کہ کس طرف یہ جہکتا ہے
اور اخفاء حکم کسطرف ہے اور کسطرف نہیں بہرحال ہر کس و ناکس پر ان تقریروں سے واضح ہو گیا کہ کسیطرح رسول اللہ صلعم سے اخفاء حکم نہیں ہوا اور برعم شیعہ قطعاً او یقیناً حضرت امام زین العابدین نے اخفاء حکم خداوندی کیا لیکن
آفرین ہے مولوی عمار علی کی فہم اور فراست کہ یہی تو خاک سمجھے ہیں اور اسنے نہیں سمجھے بارخدایا انہیں کسنے کہا تھا کہ تم بھی دین و مذہب کی باتوں میں دخل دو جو اتنی عقل و فہم پر اہل سنت سے الجھتے ہیں کوئی ہو تو یقیناً یوں ہی پوچھے آپکو کیوں
اہل سنت سے دست و گریباں ہونیکا ارادہ کیا اُلجھنی کو ملا ہیں آپ تو کچھ خیر ہے صاحب لگایا ہاتھ کسنے آپکی زلف پریشاں کو علماء اہل سنت تو درکنار عوام اہل سنت بھی بمنزلہ لاولد ان
عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسے سمجھ والوں کو بمنزلہ زبان بے تہیار سمجھکر متعرض نہیں ہوا کرتے ہاں درصورتیکہ گریباں گیر ہی ہو جائیں تب بضرورت و ناچاری اُنکے ہاتھ پاؤں
کی خبر لیتے ہیں اسلئے اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجئے گا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگے گی جیسی پکی باتیں ہیں ایسے منہ سے بمعنی تو گوز شتر سے بہا
ہے بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ ہی جائے تو بیش بریں نیست ناک ہی کیکی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلے گا پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہے کہ
بحکم جواب جاہلاں باشد خموشی حقیقت میں قابل جواب ہوتے نہیں جو جواب دیا جائے البتہ خاموش ہو کر بھی جلانا پڑتا ہے پر اس ہیچمدان نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں عالم البتہ بہتیر
بولا کرنے مجھ اس ہیچمدان پر کیا ہوا جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں معہذا اب سر پر آ بنی بوقت گفتن گفتن بوقت خاموشی + اسقدر اوراق کو سیاہ کیا اور آپکے اوراق سے پڑے **اقول**
ہمارے نزدیک رسول اللہ صلعم نے کوئی حکم نہیں چھپایا ہے جو کچھ خدا کے یہاں سے لائے وہ سب امت کو بتا دیا لیکن اہل سنت کے مذہب کے موافق لازم آتا ہے کہ رسول خدا صلعم حکم خدا کا اپنی وارثوں
سے چھپایا اور حضرت امام زین العابدین نے حکم خدا کا نہیں چھپایا ہے بلکہ اُسکو اپنے دوستوں پر ظاہر کر دیا ہے از آنجملہ احول کہ جو راوی اس روایت کا ہے آخر اسنے بھی حضرت امام زین العابدین
ہی سے سنکر بیان کیا ورنہ اُسکو کیا خبر تھی مگر حضرت زید شہید سے اُسوقت ایک مصلحت سے ذکر نہیں کیا کہ اگر دفعۃً سنیگا تو اُسکو حسد ہوگا اور انکار کر کے عاصی ہو جائیگا اور اکثر ایسا
ہوتا ہے حضرت یوسف نے جو خواب اپنا اپنی باپ کے روبرو بیان کیا تو اُنہوں نے حضرت یوسف کو منع کیا کہ تو اپنی بھائیوں سے اس خواب کا ذکر نہ کرنا اسواسطے کہ اس خواب سے ایک مرتبہ پایا جاتا
ہے وہ سنینگے تو حسد کرینگے اور تیرے ساتھ کید کرینگے اور یہی ہوا کہ جب سنا تو حضرت یوسف کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اہل سنت کے نزدیک وہ سب انبیاء تھے اور زید تو کچھ بھی نہ تھے
اسیواسطے حضرت امام زین العابدین نے زید سے ذکر نکیا کہ وہ حسد کر کے مستحق عذاب ہو جائیگا لیکن یہ جانتے تھے کہ جب امامت امام محمد باقر کی مشہور ہو جائیگی اور یہ بھی حسد کو پیچھے
رکھکر طالب حق کا ہوگا تو اُنکی امامت کا قائل ہو جائیگا اور ایسا ہی ہوا اور یہ بڑی شفقت تھی امام زین العابدین کی زید کے حال پر کہ اُنسے ذکر نکیا اور عذاب خدا سے بچایا لیکن ایک دو کے
سامنے ذکر کرنے سے گروہ بھی موافق مصلحت کے ہو تو یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بالکل حکم کو چھپا رکھا ایسی ہی اگر نکہا تو سوای اسکے اوروں سے کہدیا جناب رسول خدا صلعم حکم
خدا کا کیا ہر آدمی کو سناتے تھے ور اگر کسی بعضی کے سامنے ذکر نکیا تو اُس سے یہ لازم نہ آیا کہ حضرت صلعم نے حکم خدا کا چھپا رکھا لیکن روایت لانورث ماترکناہ صدقہ کا تو جناب رسول خدا
نے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا ہے یہ روایت تو ابوبکر نے وضع کر لی ہے اور اگر وہ حضرت ابوبکر سے ذکر کرتے تو حضرت فاطمہ اور علی و عباس اسکو تسلیم کرتے لیکن کسی نے تسلیم نکیا اور
ابوبکر کو اس روایت میں کاذب جانا اور یہاں روایت کلینی سے تصریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ حکم امامت امام محمد باقر کا زید شہید سے پوشیدہ کیا اور کسی

حالت میں پوشیدہ کرنا ہی منظور تھا جیسے کہ حکم اپنی براءت کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا اور جاننا امامت امام زمانہ کا خود مکلف پر ہے کہ وہ آپ تحقیق کرلے علامات امامت و خوارق
عادات سے جیسے کہ پیغمبر کو معلوم کرتے ہیں علامات نبوت سے اور فدک ہرچند متاع دنیا میں سے تھا لیکن دختر رسولخدا صلعم کے حق کا کہا جانا ظلم اور تعدی ہے دین اور ایمان کی بات نہیں ہے
یہ بھی مثل انکار امامت کے ہے اور اسیواسطے حکیم سنائی بھی کہتے ہیں کہ مرا باور نمی آید ز روی اعتقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن پر ہم تو خود کہتے ہیں کہ زید سے حکم امامت کا
چھپانا مصلحت مذکورہ کی سبب سے تھا جیسے کہ روایت لانورث کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا کہ ابوبکر غاصب نہ ٹھیرتے علی اور فاطمہ اور عباس کے نزدیک اور قیاس روایت بکری
کا روایت کلینی پر نہیں ہو سکتا کہ روایت بکری کی چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے اور حکم امامت امام محمد باقر کا حال بالعکس ہے کہ اسکے چھپانے میں تو
نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے کہ اسکے چھپانے میں زید سے تو فائدہ ہے اور ظاہر کرنے میں زید سے نقصان ہے اور ہم کئی مرتبہ کہہ چکے
بار بار کیا پوچھتا ہے کہ رسولخدا صلعم نے جو اپنے وارثوں سے لانورث کا ذکر نہ کیا تو ابوبکر غاصب قرار دیئے گئے اور شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فقط ابوبکر ہی سے کہا یہ تو سنی کہتے ہیں اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں
کہ حضرت نے کسی سے بھی نہیں کہا نہ ابوبکر ہی سے نہ کسی اور سے بلکہ ابوبکر نے یہ روایت وضع کرلی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو اور اگر امام زین العابدین نے زید شہید سے امام محمد باقر کی امامت کا
ذکر نہیں کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ زید شہید اس سے جاہل ہو کر مرے ہوں اور بعد اسکے انکو علم اسکا نہ ہوا ہو سینکڑوں دوست تھے انکے اور سب سے تو اتفاق کبھی کا ملاقات نہ ہوگا یا ہی کہ جن لوگوں نے
نہیں سنا ہو وہ سب جاہل ہی مرے ہوں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے نہیں سنا ہی تو قصور انکا ہے انہوں نے تحقیق کیوں نہیں کیا اور تجھے کیا رسولخدا صلعم نے آکر کہدیا ہے کہ میں نے خبر
ہونا امر ظاہر ہے کہ تجھ سے ہرگز نہیں کہا ہی چاہئے کہ تو بھی نبوت سے جاہل ہو کر مرے اور داخل زمرہ کفار ہو اور اگر تو نے کسی وجہ سے دریافت کرلیا ہی تو بعد اسکے زید نے بھی دریافت کرلیا ہوگا
اور اگر حضرت امام زین العابدین بذات خود فرماتے زید سے تو بیشک زید کو حسد ہوتا اور انکار کرتے اور جو شخص کہ اس روایت کا راوی ہے وہ ہی اس خوف انکار کا بھی راوی ہے
اگر یہ روایت راست ہے تو کل روایت راست ہے اور راوی بھی راست گو ہے اور اگر یہ دروغ ہے تو کل روایت دروغ ہے اور راوی اول تو جو کہ واقعی ہے وہ تو یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے کہا ہی
نہیں ہے بلکہ ابوبکر نے اپنی طرف سے بنالیا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہے اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا ہے تو اسمیں بڑی خرابی ہے چنانچہ کئی مرتبہ
ہم بیان کرچکے اگر ابوبکر کے کہنے کو وارث حضرت کے تسلیم کرلیتے تو مطلب حاصل ہوتا اور جسوقت کہ انہوں نے ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی تو مطلب کہاں حاصل ہوا اور ترکہ رسولخدا
صلعم کا ابوبکر تنہا کے کہنے سے صدقہ نہیں ہو سکتا جسکا مملوک رسولخدا صلعم ہونا قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے اور احکام خدا میں فراموشی کا احتمال رسولخدا صلعم کی طرف نہیں
ہو سکتا کہ وہ کسی حکم کو بھول جائیں اور وارث کو نہ سنائیں پھر فائدہ نبوت کا کیا تھا کہ جو پیغمبر احکام کو بھول جائے وہ تو اسی وقت سنا دیتے تھے جسوقت کہ حکم نازل ہوتا تھا اور
اگر بموافق تیری کہنے کے بھول جاتے تو وارثان نبوی نبی حق کو حضرت کے ترکہ میں سے لیکر کھاتے کہ قرآن کی آیتوں سے حضرت کے ترکہ میں حق انکا ثابت ہے اور ترکہ حضرت کا وقف ہرگز نہ تھا
کہ اسے موجب اسکو خوردہ برد کرتے اور اگر کوئی دیدہ و دانستہ مال وقف کو اپنا مال سمجھکر کھائے تو اسکو گناہ ہوتا ہوگا اور جو کوئی نادانستگی میں کھائے تو اسکے ذمہ کیا گناہ ہے اور ہم اوپر
بیان کرچکے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حکم خدا فقط زید سے چھپانے میں بڑا فائدہ ہوا اور کچھ نقصان نہیں ہے اور رسولخدا صلعم نے اگر بالفرض ابوبکر سے کہا اور اپنے کسی وارث
سے نہیں کہا تو بڑا حرج ہوا کہ اسکو ہم کئی مرتبہ بیان کرچکے اور ہمارے بیان کرنے سے معلوم ہوگیا کہ اپنے وارثوں سے جو حضرت نے نہ فرمایا تو ابوبکر کا غاصب اور خائن ہونا ظاہر ہوگیا
اور اخفا تو دونو طرف ہے لیکن حضرت امام زین العابدین کے اخفا میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کے اپنے وارثوں سے چھپانے میں اور فقط ابوبکر سے کہنے میں بڑی خرابی
ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ کام حضرت صلعم کا اخفاء حکم کا نہ تھا لیکن اہل سنت کی تقریروں سے لازم آتا ہے کہ اخفاء حکم کا کیا اور
امام زین العابدین علیہ السلام کے اخفاء حکم کی زید سے ہم خود مقر ہیں لیکن مناسب انکو اخفاء حکم ہی تھا جیسا کہ ہم بیان کرچکے اور رسولخدا صلعم کو مناسب نہیں تھا کہ اپنے وارثوں سے
حکم کو چھپائیں اور مولوی عمار علی صاحب تو دونوں ہی کو اخفاء سمجھتے ہیں لیکن ایک کو مناسب جانتے ہیں اور دوسرے کو غیر مناسب اور مولوی صاحب ممدوح کا تو ہرگز کسی سے
قصد الجھنے اور مناظرہ کرنیکا نہ تھا ایک شخص نے کہ جو انکا ہم مذہب تھا اور وہ بھی کچھ ایسا پڑھا لکھا نہ تھا تین چار باتیں مولوی صاحب سے دریافت کی تھیں سو انہوں نے اپنی تحقیق کے
موافق جواب اسکا لکھدیا سو معلوم نہیں تو شیطان سمجھیں کہاں سے کود پڑا اور مولوی صاحب کے درپے ہوگیا اور جا بجا انکی مذمت لکھنے لگا اور دست بگریبان ہوگیا ع الجھنے کو بلا
ہیں آپ تو کچھ خیر ہی صاحب • لگایا ہاتھ کس نے آپکی زلف پریشاں کو • علماء شیعہ تو درکنار عوام شیعہ بھی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسی سمجھ والونکو جیسا
کہ تو ہی بمنزلہ زنان ہے. سمجھکر کچھ معترض نہیں ہوتے اگر ذرا منہ لگا کر گریبان گیر ہی ہو جائیں جیسا کہ تو خواہ مخواہ الجھتا ہے تب بضرورت ناچاری انکے ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اور
جواب دندان شکن دیکر انکو سرنگوں کرتے ہیں اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجئے گا کہ آپنے چھیڑ چھاڑ کی تو جواب پایا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو
لگیگی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسی ہی سننا بھی ہی سو تو کوئی شتر بے مہار ہی بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ بھی جاتے تو بیشک بر بنیت ناک ہی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلیگا

پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہیں کہ بحکم جواب جاہلان باشد خموشی ۔ حقیقت میں قابل جواب تو متھے نہیں کہ جواب یا جاتا کہ دیوانوں اور پاگلوں کے سے لغات
ہیں البتہ خاموش ہو کر جی جلانا پڑتا ہی پر اس سمجھ دانے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں علم البتہ نہیں لا آئے مجھے اِس سمجھ دانی پر کیا ہو جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں اسلیے
اوراق کو سیاہ کیا اور آگے جواب میں اسکی بیہودہ باتوں کی اور محنت کرنی پڑی **قال الشیخ الاشعری** سو منصفان بے روی ور یا اور بھی سنیں کہ بعد ازیں مولوی عمار علی صاحب
کچھ ایسا رقم فرماتے ہیں جس سے حضرت فاطمہ زہرا کا مکرر صدیق اکبر کے پاس جاکر میراث کا طلب کرنا اور انکا فدک کو حضرت فاطمہ کے نام لکھدینا اور پھر اتفاق سے حضرت عمر کا آجانا اور انکا
اُس کاغذ کو پھاڑ ڈالنا نکلتا ہی سو اسکا جواب بحکم مثل شہود در شوخی راجز ا باشد دروغے ۔ موافق نقل ہندی گوہ کی دُرھوت یوں چاہئے تھا کہ حضرت فاطمہ یکبار بھی میراث
کی طلب کے لئے صدیق اکبر تک نہیں گئیں چہ جائیکہ دوبارہ مطالبہ کی نوبت آئی ہو اور حضرت صدیق اکبر نے انکے نام جاگیر کا کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے اسے پھاڑ ڈالا ہو وہ شرع
سے لب کشا ہی نہیں ہوئیں مگر چونکہ جھوٹ پھر جھوٹ ہی ابتداءً ہو یا دروغ کی جزا میں معہذا اندازہ کریم جھوٹوں کو سینکڑوں طرح شرماتا ہی چنانچہ ابھی انشاء اللہ تعالیٰ
معلوم ہوئے جاتا ہی سچ بولنا مناسب اور انسب نظر آیا اسلئے گزارش یہ ہی یاد رہے کہ یہ محض دروغ بیفروغ ہی طومار بدلویں سے سچوں کو جھوٹا نہیں کیا کرتے اہل سنت کا قول محکم ایسی
بوچ باتوں سے خلل پذیر نہیں ہو سکتا ہاں یہ جواہر دینا کہ سبط ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی سیرت میں تحریر کیا اور واقدی محدث اہل سنت نے اور برہان الدین حلبی شافعی نے
اپنے سیر میں لکھا ہی محض ایک سخن بلا فریب ہے سادہ لوحان اہل سنت کے گمراہ کرنیکے لئے بحکم اتباع پیشوایان خویش مولوی صاحب بھی یہ چال چلتے ہیں جچ نکہ دربات تنقیح روایات مفید
مطلب شیعہ ایک بحث طویل مرقوم ہو چکی ہی اور اُسکے مکرر بیان کرنے میں بجز دردسر تا نہ کچھ سود نہیں اسلئے مکلف ناظرین ہوں کہ چند اوراق پلٹ کر اسباب میں اپنی تسلی کر لیں
پر اتنا اشارہ یہاں بھی کئے دیتا ہوں کہ اول بڑی دلیل اس بات کی کہ یہ قصہ کہ حضرت فاطمہ مکرر گئیں اور حضرت صدیق اکبر نے فدک کا جاگیر نامہ انکے نام لکھدیا اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا
سراسر دروغ اور بہتان بے اصل ہی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں رقم فرماتے ہیں لما وعظت فاطمة ابابکر فی فدك کتب لها کتابا و رد ها علیها یعنی حضرت فاطمہ نے
جب ابوبکر کو فدک کی مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے نام اُسی لکھدیا اور فدک کو انکے حوالہ کر دیا انتہی ۔ اور ظاہر ہی کہ شیخ مطہر حلی دشمنی صدیق اکبر میں تو یقینا
کے بھی فسر میں اور یار غار کی عداوت میں انسے بھی اول میں مولوی صاحب نے اگر یہ باتیں سیکھی ہیں تو انہیں سے رگ وارو کے بہکانے سے سیکھی ہیں اگر کچھ بھی اسکی اصل ہوتی وہ
کی سن کر دیتے اور سوئی کا بھالا بنا دیتے آخر اتنا بھی تو اسی غرض سے لکھا ہے کہ صدیق اکبر بوجہ غاباری فدک کا دبانا چاہتے تھے پر وعظ و پند کے باعث آخر کار ہاتھ سے چھوڑ اگر اپنی بات
میں سچے ہوتے اور حدیث لانورث ماترکناہ صدقہ صحیح ہوتی تو غلط نہوتی تو وعظ پر متاثر ہونیکی کیا معنے تھے الٹے وہی حضرت فاطمہ کو نصیحت کرتے سو اگر پھاڑ ڈالنے کا قصہ کچھ بھی اصل رکھتا
تو وہ کیا کیا زبان درازیاں کرتے بلکہ شیخ ابن مطہر حلی نے تو اہل سنت کے لئے بہت تخفیف تصدیع کر دی یہانتک کہ اہل انصاف کے نزدیک تو شیعوں کو لازم یوں ہے کہ مثل سچ بن کر ہی
صدیق اکبر کے بھی بدل و جان معتقد ہو جائیں کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ خیر الحمد للہ کہ شیعوں ہی کی روایات سے دروغ مولوی عمار علی صاحب کا ثابت ہو گیا و کفی اللہ
المؤمنین القتال **اقول** جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے لکھا ہی سب سچ ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور یہ دروغ نہیں ہے اسواسطے کہ تقریر
کی کتابوں سے ثابت ہے اور اگر دروغ ہی تو جرم علماء اہل سنت کی گردن پر ہی کہ انہوں نے لکھا ہی اور یہ بھی خوب بات ہی کہ جب آپ سے جواب نہ ہو تو اپنی کتابوں کو بھی جھوٹا ٹھہرا
اگر جواب نہیں آتا تھا تو خاموش ہو رہا ہوتا اپنے علماء کو کسواسطے دروغگو ٹھہراتا ہی اور اگر وہ کی دار و مُوت ہے تو وہ گروہ تیرے علماء کا ہی اُسکے عوض میں ہمکو ان کی مذمت کرنی لازم اگر
تو حضرت فاطمہ کے جانیکا واسطے میراث کی انکار کریگا تو اپنی کتابوں کو بخاری و مسلم اور جامع الاصول وغیرہ کو جھٹلائیگا ہمارا اسمیں کیا نقصان ہی پر تیری ہی اس جھوٹ کی تسلی کون
کرتا ہی کہ تو کسی شمار و قطار ہی میں نہیں ہے اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس اپنا آدمی بھیجنا واسطے طلب میراث کی اور خود جانا ابوبکر کے پاس تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مسند احمد بن حنبل
روایت میں تو یوں ہی کہ ارسلت فاطمة الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ ام اهله فقال لا بل اهله یعنی بھیجا فاطمہ نے ابوبکر کی طرف ابوبکر نے کہا تو وارث ہی رسول خدا صلعم یا اسکے
پس کہا نہیں بلکہ اہل اُسکے وارث ہیں اور بعد اسکے حضرت فاطمہ نے کہا کہاں ہے سہم رسول خدا کا ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہی فرماتے تھے کہ پیغمبر وفات پائے تو وہ ...
کہ جو بعد اُسکے قائم مقام اُسکے ہو اور میں نے مسلمانوں پر اُسکا رد کرنا مناسب جانا حضرت فاطمہ نے فرمایا تو اور جو کچھ تو نے رسول خدا سے سنا ہی زیادہ عالم ہو اور صحیح بخاری میں عائشہ سے روایت
ہے کہ ان فاطمة بنت رسول اللہ ابابکر الصدیق بعد وفات رسول اللہ ان یقسم لها میراثها چنانچہ پہلے بھی یہ روایت گزر گئی ہی اور ابن جریر اور بیہقی اور ابو یعلی نے اس سے روایت
کی ہی چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہی عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمة الی ابی بکر الصدیق فقالت یا خلیفة رسول اللہ انت ورثت رسول اللہ ام اهله قال لا بل اهله قالت فما بال
فقال انی سمعت رسول اللہ یقول اذا اطعم اللہ نبیا طعمة ثم قبضه کانت للذی یلی بعده فلما ولیته رایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعت من رسول اللہ اعلم ثم رجعت
یعنی ابو طفیل سے روایت ہے کہ آئیں فاطمہ زہرا طرف ابوبکر صدیق کی پس کہا ای خلیفہ رسول خدا کے تو وارث ہی رسول خدا کا یا اہل اُسکے کہا ابوبکر نے کہ میں وارث نہیں ہوں بلکہ اہل رسول خدا کے

وارث ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ کیا ہے حال تمسک کا ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جسوقت کھلائے خدا پیغمبر کو کوئی کھانا پھر وفات دے اُسکو تو ہو گا
وہ کھانا اُس شخص کے واسطے کہ جو حاکم ہووے بعد اُسکے جسوقت میں حاکم ہوا تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ رد کردوں میں یعنی تقسیم کردوں میں اُس کھانے کو مسلمانوں پر حضرت فاطمہ نے سنکر
فرمایا کہ تو ہی اور جو کچھ تو نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے زیادہ عالم ہو اور بعینہ یہی روایت ریاض نضرۃ میں ہے لیکن اُسمیں اتنا زیادہ ہے کہ خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ اور یہی ابن
فصل الخطاب میں ہے دو دیکھو ان روایتوں میں حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس جانا اور میراث کا سوال کرنا ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت بڑی طول لانی ہے اسواسطے اُسکو نہیں لکھا اور
وہ مشہور بھی زیادہ ہے اور سوا اسکے ان روایتوں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ وارث رسول خدا صلعم کے اُنکے اہل ہی ہیں چنانچہ ابوبکر نے خود اقرار کیا اور کذب روایت لانورث ما ترکناہ صدقہ
کا واضح ہو گیا اور اس روایت سے بھی کذب اُسکا ثابت ہو گیا کہ عثمان نے فدک مروان تنہا کی جاگیر میں کر دیا تھا اور اگر روایت لانورث سچی ہوتی تو عثمان مروان تنہا کی جاگیر میں اُسکو کیوں
کر آتا اور جاگیر میں اُسکی کر دینا ثابت ہے فتح الباری و مرقاۃ شرح مشکوۃ اور موطا وغیرہ سے اور ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں اسکو اور تو ابتدا سے جھوٹ بولتا چلا آتا ہے لیکن اگر نہیں شرماتا ہے
چنانچہ معلوم ہو گا ایک اور جھوٹ تیرا عنقریب ہے جسکے بہروسے تو مولوی صاحب ممدوح کی تحریر کو جھوٹا ظاہر کریگا اور حقیقت میں جھوٹ تیرا ہی لکھنا ہو گا نہ مولوی صاحب کا اور جو کچھ مولوی صاحب نے
لکھا ہے اُسکے سچے ہونے میں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے کہ وہ اہل سنت کی کتابوں سے ہے اور اسکو جواب جسے اُسکا نہیں آیا ہے اور فرسے تحفہ الزام کاغذ کی پھاڑ ڈالنے کا لگا ہے اور جواب اُسکا اسکو نہیں آیا ہے
تو فریب بازی اور ابلہ فریبی کی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ محض دروغ بیفروغ ہے طومار بندیوں سے سچونکو جھوٹا نہیں کرتے اور جیسا کہ محکم قول اہل سنت کا ہے کہ جھوٹے مضامین سے اسنے کاغذ کو
سیاہ کیا ہے میری تحریر سے سب واضح ہو جائیگا اور اپنی کتابوں کی ہی تحریر کو پوچ کہتا ہے تو یہ جواب کیا ہوا اور یہ حوالہ جو مولوی صاحب نے انکی کتابوں کا دیا ہے کہ تمہاری کتابوں میں یہ لکھا ہے کوئی
عاقل تامل کرے کہ یہ کیا ابلہ فریبی کی بات ہے کیا اسکا جواب یہی ہے جو یہ کہتا ہے اگر یہی بات ہے کہ کتاب کا حوالہ دینا فریبی بات ہو جائے تو ہماری کتابوں کا یہ کاہیکو حوالہ دیتا ہے اب اہل
انصاف کو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اسکا بالکل اسکو جواب نہیں آیا ہے اسواسطے یہ عاجز ہو کر ایسی گفتگو کرتا ہے اور جب جواب اسکا نہ آیا تو پھاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا کہ عمر نے اُسکو پھاڑ ڈالا تھا
ثابت ہوا اور جو کچھ کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہے منصفوں کو اُسکے دیکھنے سے ظاہر ہو جائیگا کہ اسنے فقط احتمالات واہیہ نکالکر کاغذ کو سیاہ کیا ہے اور ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے
اور یہ حضرت فاطمہ کی میراث طلب کرنیکو اور عمر کے کاغذ پھاڑنے کو جو سراسر دروغ اور بہتان کہتا ہے یہ اسکی ابلہ فریبی کی بات ہے جس کسیکو شک ہو ان کتابوں میں دیکھ لے اور اگر کسیکے پاس
کوئی کتاب نہیں ہے نہ لگی تو ہمسے کہے کہ ہم اُسکو دکھلا دیں اور اسی پر گفتگو کو ملی کرے اور یہ وہ شخص ہے کہ جسنے ایسی بات کا انکار کیا تھا جو جیسی کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہے
دعوی ہبہ فدک کا کرنا حضرت فاطمہ زہرا کا ابوبکر سے یہیں سے اسکی گفتگو کا قیاس کر لینا چاہیئے اور عبارت منہج الکرامت کی اسنے پہلے اس سے بھی لکھی تھی اور اب بھی لکھتا ہے
اور اسمیں چالاکی مولوی عبدالعزیز صاحب کے ہی کہ اس عبارت کے اول کو تو لکھا اور آخر کو جو کہ مضر تھا اُسکو نہ لکھا اور یہ شیخ خود تو کچھ جانتا نہیں ہے مولوی صاحب مذکور کی کمر و اُنکی پیروی سے
جو کچھ وہ لکھتے ہیں یہ بھی اُسیطرح لکھتا ہے اور اُسکو خبر نہیں ہے کہ شاہ صاحب نے اسمیں چالاکی کی ہے اور وہ عبارت منہج الکرامت کی یہ ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا
کتابا وردھا علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فخرق الکتاب یعنی جسوقت وعظ کیا فاطمہ نے اور نصیحت کی ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے واسطے فاطمہ کے ایک
نوشتہ اور حوالہ کر دیا فدک کو فاطمہ کے پس باہر نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی فاطمہ سے عمر نے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اُس نوشتہ لکھے ہوئے ابوبکر کو انہی سو چالاکی شاہ صاحب نے یہ کی کہ اس نوشتہ
کی لکھدینے کا تو ذکر کیا اور اُسکے آخر میں جو لکھا ہے کہ عمر نے اُسکو پھاڑ ڈالا اُسکو نہ لکھا دینے کے واسطے اور اُنکی پیروی بھی اس شیخ نے کیا کہ آخر کا فقرہ جسمیں کاغذ کی پھاڑ ڈالنے کا ذکر تھا اُسکو اڑا
دیا ایسی ایسی انکی چالاکیاں بہت ہیں اور یہ روایت منہج الکرامت کے مطابق ہے اُن روایات پھاڑ ڈالنے کاغذ کی جو کہ مولوی عمار علی صاحب نے اہل سنت کی کتابوں سے لکھے ہیں اور ابن مطہر حلی علیہ الرحمۃ
کو بھی اسقدر معلوم ہو گا جو کچھ کہ علماء شیعہ حال اہل ہند نے کتب اہلسنت سے تحقیق کیا ہے محض پیروی ہی انکی نہیں ہے تو جو کہتا تھا کہ اسکی اصل کچھ نہیں ہے اگر سچ ہے تو شیخ ابن مطہر حلی بھی لکھتے ہیں سو
اب اصل تو نے دیکھ لی اُن روایات کتب اہلسنت کی کہ منہج الکرامت تصنیف علامہ حلی علیہ الرحمۃ میں اسیطرح ہے کہ عمر نے کاغذ پھاڑ ڈالا لیکن تجھ باولے کو کیا خبر تھی شاہ صاحب کی کہنی سے تو نے لکھدیا ہے بڑی دور علو
اور حق کے پوشیدہ کرنیوالے تو شاہ صاحب ہیں اور آخر کو ابوبکر نے فدک کو دبا ہی لیا اور عمر کو منع نہ کیا کاغذ کے پھاڑنے سے اور اگر اُسکو منظور ہوتا تو بعد پھاڑنے کی پھر لکھدیتے وہ تو ایسے تابع تھے اُنکے کہ اُنکے کہنے سے
بت پرستی اختیار کر لیتے اور جو کچھ کہ تعدی اہل بیت پر ہوئی ہے اور حقوق اُنکے غصب ہوئے ہیں یہ سب حضرت عمر کی رای سے ہوئے ہیں اور دیکھ لے تو کہ پھاڑ ڈالنے کا ذکر علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے جیسے کہ علماء اہل سنت نے کیا ہے لیکن بان رازی کچھ نہیں کی ہے اور شیخ ابن مطہر حلی نے تو بڑا الزام دیا ہے اہل سنت کو کہ کاغذ کا پھاڑ ڈالنا جو کہ اہلسنت کی
کتابوں میں تھا اُنہوں نے بھی لکھدیا ہے اور عمر نے ابوبکر کی اس فضیحت کے مال لینے کو ضائع کر کے شل فیح کر دیا اور جسوقت کہ ابوبکر عمر کی پیروی میں ایسے ہی ہو گئے جیسے کہ پہلے تھے تو وہ توبہ انکی باقی پر ہے
اور پہلے سے بھی زیادہ گئی اور الحمد للہ جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے سنیوں کی کتابوں سے لکھا تھا وہ ہی علامہ حلی علیہ الرحمۃ کے کلام سے بھی ثابت ہوا اور مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور اس شیخ کا کذب ظاہر ہو گیا والحمد للہ المنعم
المتعال قال الشیخ الاشعری بہر حال جو باتیں مولوی صاحب نے تراشی ہیں مولوی صاحب کے بڑوں کو بھی سوجھی تھیں یہ تازہ الہام ہے مولوی صاحب کو نہیں معہذا فدک محدثین کے نزدیک منجملہ ضیاعین ہے یعنی

زمرہ میں معدود ہی جو جھوٹی حدیثیں بنا کر بیان کرتے ہیں اور ابن جوزی کا حوالہ اسباب میں ہمارے سر آنکھوں پر کیونکہ اُنہوں نے دہوکے بازوں کے فریب سے بچانے کے لئے اُمت محمدی کے لئے ایک کتاب خاص اسی فن میں تصنیف کی ہی کہ فلانی فلانی حدیث موضوع ہے تاکہ کوئی دہوکہ نکھائے سو اُنکی اس کتاب سے نقل کرنا ہمیں اہل سنت کی بات کا اور پختہ کرنا ہی اور اگر بالفرض ایسے استدلال بہی مفید مطلب ہوا کریں اور اسپر نظر نہو کہ خود مصنف کتاب اُس بات کی نسبت جو اُسکے حوالہ سے بیان کیجاتی ہی کیا کہتا ہی تو کل کو ملحدان بیدین کی اس بات کا شیعہ کیا جواب دینگے کہ کلام اللہ میں ان اللہ فقیر موجود ہی یعنی خدا محتاج ہی تو معلوم ہوا کہ خدا محتاج ہی اور اگر یوں کہئے کہ خدا نے یہود کے اس قول کو بطور رد و تکذیب درج کلام اللہ کیا ہے چنانچہ ظاہر ہے تو جواب سبط ابن جوزی کے اس روایت کے درج کرنیکا معلوم ہو گیا ہی بہر حال اس دغابازی کا کیا ٹھکانا ہی کہ عوام اہل سنت کے سامنے یا تو اُن کتابوں کا نام لیتے ہیں جو غیر مقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں یا بوجہ شرارت و چالاکی ایسی کتابوں کا حوالہ دیجاتی ہیں کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں پر اس روایت کو جسکا حوالہ دیتے ہیں بنظر دفع شر دغابازان لکھکر موضوع لکھدیا ہی یہ فرقہ عوام کو دہوکا دینے کے لئے اُنہیں روایات کو پیش نظر کر دیتے ہیں اور اکثر موقع میں اس سے بڑھکر یہ کرتے ہیں کہ ایک بات اپنے جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اول تو یہ کتابیں کہاں پھر اتنے دردسر کی کسکو ضرورت بہر حال مولوی صاحب کا یہ اشارہ کہ حضرت فاطمہ بکر حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے لئے گئیں شاید بایں غرض ہو کہ مکرر سہ کرر جانیمیں اور غلط صحیح غل و شور مچانیمیں کچھ تو ہاتھ پلے پڑجائیگا **اقول** مولوی صاحب نے اپنے جی سے کوئی بات نہیں تراشی ہی بلکہ علما اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور مولوی صاحب کے بڑوں نے بہی یہ لکھا ہی جیسا کہ علامہ حلی کے لکھنے سے معلوم ہوا جب دونوں فرقوں میں یہ روایت موجود ہی تو اسکا انکار نہیں ہو سکتا اور پٹنا کاغذ کا عمر کے ہاتھ سے ثابت ہو گیا اور جواب سکا اس شیخ سے کچھ حاصل نہوا اور جو کچھ لکھا ہی وہ نہایت پوچ ہی اور واقدی کو اس نے پہلے بھی لکھا تھا کہ وہ جھوٹا ہی اور اب بھی لکھتا ہی اور حال یہ ہی کہ وہ اہل سنت کا راوی ہی اور علما اہل سنت اُسکے قول کو سند میں لاتے ہیں خوب بات ہی کہ اپنا مطلب ثابت کرنیکو تو وہ سچا ہو جاتا اور دوسروں کے مطلب کے واسطے اُسکے قول کا اعتبار نہو یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور اگر کسی ایک شخص نے اُسکی روایت کو اپنے مخالف پاکر کاذب لکھا تو سب کے نزدیک تو کاذب نہیں ہو سکتا اور سوا استیعاب کے خطبہ میں اُسکی توثیق لکھی ہوئی ہی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہی چنانچہ روایت غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں و روایت کردہ اند اورا از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی وغیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور واقدی تنہا ہی کی یہ روایت نہیں ہی بلکہ سوائے اُسکے اور لوگ بہی تو روایت کرتے ہیں پھر کیونکر معتبر نہوگی یہ روایت اور ابن جوزی کا یہاں کیا ذکر ہی اُسکا حوالہ کس نے دیا ہے اور اُسکی کتاب میں سے کس نے نقل کیا ہی کہ جو تو لکھتا ہی کہ اہل سنت کی باتوں کا اور پختہ کرنا ہی مولوی صاحب نے تو حوالہ سبط ابن جوزی کی کتاب کا دیا ہی اور اگر ابن جوزی نے کوئی رسالہ احادیث موضوعہ کے باب میں لکھا ہی تو ہمکو اس سے کیا لیکن اس روایت کو جس میں کہ ابوبکر کی نوشتہ کے پہاڑ ڈالنے کا ذکر ہی اور عمر نے اسکو پہاڑ ڈالا ہی اُس نے بہی موضوعات میں سے نہیں لکھا ہی اور سبط ابن جوزی نے اسطرح سے نہیں لکھا جیسے کہ ابن جوزی نے رسالہ احادیث موضوعہ میں لکھا ہی سبط ابن جوزی نے تو اسطرح سے لکھا ہی کہ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں سے اور کلام اللہ میں ان اللہ فقیر یہود کا قول ہی جو خدا تعالی نے نقل کیا ہی اور سبط ابن جوزی کا قول اسطرح کا نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کا قصہ خدا تعالی نے قرآن میں ذکر کیا اور بطور رد اور تکذیب کے سبط ابن جوزی نے اُس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہی جھوٹ کیوں لکھتا ہی اور اگر دغاباز ہونگے تو اہل سنت کی علما ہونگے جنہوں نے یہ روایتیں لکھی ہیں ہمتو نقل کر دیتے ہیں اور جن کتابوں کا نام مولوی صاحب نے لکھا ہی وہ ہرگز غیر مقبول نہیں ہیں اور یہ روایت اُن کتابوں میں موجود ہے اور بنظر دفع شر دغابازان نہیں لکھی ہے اور نہ اُسکو موضوع لکھا ہی اور یہ کتابیں غیر مشہور بہی نہیں ہیں اگر شک ہی تو مولوی حامد حسین صاحب سلمہ اللہ کے کتب خانہ میں جاکر دیکھ لے اور دروغگوئی شیعوں کا کام نہیں ہے [illegible] اُنکے پیرو میں اور جھوٹے اہل سنت ہیں کہ ایک روایت کو موضوع کر کے ایک فرضی کتاب کا حوالہ دیدیا اور لکھا ہی کہ شیعوں کی کتاب ہے جیسے کہ منہاج السالکین مولوی عبد العزیز صاحب نے بہی جوڑا لکھدی اور لکھدیا کہ یہ کتاب شیعوں کی ہی اور اسمیں روایت لکھی ہی کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر راضی ہو گئیں اور حال یہ ہی کہ شیعوں میں کوئی کتاب اس نام کی نہیں ہے اور دعوی بعد کا بہی شاہ صاحب نے انکار کیا کہ دیدہ و دانستہ بہی انکو جھوٹ لکھا اور ان کے ذکر میں کتابوں سے زیادہ کتابوں میں معتبر کا ذکر ہی اور شیخ بہی اُنکی ہی پیروی سے اکثر جھوٹ لکھتا ہی اور جو روایت کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں سے لکھی ہی وہ روایت بہی معتبر ہے اور وہ کتابیں بہی معتبر ہیں جبکہ یہ روایت ہی لیکن جب اُنکے جواب سے عاجز ہوا تو اب طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہی کہ اہل سنت کی آگے اُن کتابوں کا نام لیتے ہیں جو غیر مقبول ہیں اور کبھی لکھتا ہی کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں لیکن اس روایت کو بنظر دفع شر دغابازان لکھکر موضوع لکھدیا ہی اور کبھی لکھتا ہی کہ ایک بات اپنے جی سے تراشکر کسی کتاب غیر مشہور کیطرف منسوب کر دیتے ہیں اور یہ سب جھوٹ ہے جو کچھ کہ اس نے لکھا ہی اسواسطے کہ اگر سچ ہوتا تو ایک بات ہوتی نہ یہ کہ یوں ہی یا یوں ہی یا یوں ہی اور مولوی صاحب نے مکرر جانا حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس واسطے طلب میراث کے اہل سنت کی کتابوں میں سے لکھا ہی اب تو سمجھ لے مکر جانے سے کیا مراد ہی غلط صحیح شور و غل مچانے سے کچھ تو پلے پڑیگا یا سارا حصہ ہاتھ آئیگا یا ابوبکر کچھ بہی نہ دینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر ایک اور مولوی صاحب کی بیہودہ گفتار سنئے مولوی صاحب ایسا رقم فرماتے ہیں کہ حضرت علی وغیرہ صحابہ ابوبکر کو سچا جانتے تھے اس بات میں کہ پیغمبر خدا

ترکہ سب صدقہ ہے تو پھر علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ثانی کی خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر کیوں دعوی کیا چنانچہ عمرؓ نے علی اور عباسؓ کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے اور مجھے بھی تم دونوں کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور میں وہ ہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تھا یہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہوئی ہے اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عثمانؓ کے خلافت میں بھی دعوی کیا تھا پس اگر ابوبکرؓ انکے نزدیک سچا ہوتا تو انکے زمانہ میں ہرگز دعوی نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایت میں بالکل جھوٹا تھا از راہ عداوت روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی و عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس حقیقت کہ علی نے انکو کاذب جانا تو بے شک تم بھی کاذب اور خائن انکو جانیں گے یہی مطلب غصب سے تھا یہاں تلک مولوی صاحب کے خرافات لا یعنی ہوئی اس میں کوئی ایک دو لفظ کا فرق ہوگا پر معنی میں تفاوت نہیں اب ہماری بھی سنیئے اس عبارت سے مولوی صاحب کے دو مطلب ہیں ایک تو یہہ کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس عم خیر ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سچا جانتے تو حضرت عمر کی خلافت میں حضرت عمر سے دعوی نکرتے اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کے زمانہ میں دعوی نکرتے دوسرا یہ ہے کہ جب باقرار حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کا ابوبکر صدیق کو کاذب آثم غادر خائن جاننا صحیح ہوا تو ہم بھی باتباع مرتضوی ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھیں گے سو اول اعتراض کا تو جواب یہ ہے کہ یہہ ایک نئی دغابازی مولوی صاحب کی ہے عوام کے بہکانے کے لئے ایسی ایسی افتراء پردازیاں کرتے ہیں حقیقت میں اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں جو لوگ اصل روایت صحیح مسلم کو دیکھینگے وہ جان جائینگے یہ قصہ دیگر گوں ہے یعنی حضرت عمر کے زمانہ میں جس محفل میں نوبت آئی ہے کہ حضرت عمر نے یوں کہا تھا کہ تم ابوبکر صدیق کو کاذب آثم خائن سمجھتے تھے اس محفل میں نسبت تولیت تکرار تھا نہ نسبت وراثت چنانچہ اس حدیث سے بھی جسکا مضمون کچھ کچھ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کیا اور بروایت مالک بن اوس مروی ہے اور نیز صحیح مسلم ہی کی اور حدیثوں سے یہ بات عیاں ہے لیکن مولوی صاحب یا تو بوجہ بلادت اور غباوت نسمجھا ہو اور یا باتباع پیشوایان قدیم دوسرونکی بات ہضم کر گئے جسقدر سے دہوکا دیسکیں بے قرطاس کیا ہے ہر چند جی یوں چاہتا تھا کہ احادیث مشار الیہا کو تمام و کمال لکھئے لیکن احادیث مشار الیہا کے تمام و کمال لکھنے میں قصہ بہت دور پہنچتا ہے خصوصاً حدیث مالک بن اوس مذکور کہ وہ ایک ہی بہت طویل و عریض ہے اور باینہمہ اکثر مواقع شرح طلب اور ادہر فرصت قلیل اسمیں سبب میں سے مختصر سا قصہ استنباط کر کے اور دو چار جملے بجنسہا لکھ کر متردد ونکی اطمینان کئے دیتا ہوں حدیث عائشہ سے جو اس حدیث سے کچھ آگے صحیح مسلم میں موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں منجملہ ترکہ نبوی صلعم فقط اس زمین کا جو مدینہ کے رقبہ میں اور قرب و جوار میں تھے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تھا خیبر اور فدک کو اپنی تولیت میں رکھا تھا اس حدیث سے جسکا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے خدا کو درمیان دیکر حضرت علی اور عباس سے یہ عہد لیلیا تھا کہ اسمیں وہی کام کیجو جو رسول صلعم کیا کرتے تھے مگر حدیث عائشہ مذکور سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا چنانچہ حدیث مذکور کی یہ الفاظ اسپر شاہد ہیں فاما صدقته بالمدینة فدفعها عمر الی علي و عباس فغلبه علیها علي جسکا یہ حاصل ہے کہ مدینہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اسکو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر دیا سو حضرت علی نے اسکو آباد کیا اور اپنا قبضہ کر لیا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ جب حضرت علی تمام اس زمین پر جو دونوں کی تفویض اور سپردگی میں تھی قابض ہوگئے تو آپس میں دونوں صاحبوں میں جھگڑا پڑا اسکی فیصلہ داد کے لئے یہ صورت پیش آئی کہ یہ دونوں صاحب آپ بھی حضرت عمر کے پاس گئے اور حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بھی کچھ ایک پہلے انکے پاس بھیجا تھا کہ وہ بھی کچھ سہارا لگائیں اور خلیفہ سے کہہ سنکر کچھ صلح کرا دیں اور اسی آنیکو مولوی صاحب دعوی میراث کے لئے آنا سمجھتے ہیں اسلئے کہ وہ حضرت عمر کا اور حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم ابوبکر کو کاذب وغیرہ سمجھتے تھے اسی دفعہ میں پیش آیا ہے چنانچہ ناظران حدیث مذکور پر پوشیدہ نرہیگا الحاصل جب حضرت عمر کے پاس چھئوں صاحب تشریف لائے اور یہ مذکور ہوا تو اول تو حضرت عمر نے ان چھئوں صاحبوں کو قسم دیکر پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقة اور ان صاحبوں نے اقرار کیا کہ بیشک فرمایا ہے بعد ازاں بہت سی گفتگو کی بعد یہ فرمایا ثم جئتماني وانتما جمیع امرکما واحد فقلتما ادفعها الینا فقلت ان شئتم دفعتها الیکم علی ان علیکما عهد الله ان تعملا فیها بالذی کان یعمل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخذتماها بذلك قال اکذلك قالا نعم قال ثم جئتماني لاقضي بینکما ولا والله لا اقضي بینکما بغیر ذلك حتی تقوم الساعة فان عجزتما عنها فردها الی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا کہ پھر تم اور یہ دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں باہم متفق تھے اور تم دونونکی بات ایک تھی سو تم دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ترکہ ہمارے حوالہ کر دیجئے کہا تمہیں منظور ہے تو اس شرط پر دیتا ہوں کہ خدا سے عہد کر لو کہ اس میں وہی کیجو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے سو تم دونوں نے ترکہ مذکور کو اس شرط پر لیا پھر حضرت عمر نے کہا یوں ہی بات ہے ان صاحبوں نے کہا اسیطرح ہے بعد ازاں حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا اب تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تمہارا فیصلہ کر دوں یعنی زمین کو بانٹ کر دونوکو جدا جدا متولی کر دوں یوں نہیں قسم اللہ کی اسکے سوا قیامت تک میں کچھ اور حکم ندونگا اگر تم سے تولیت کا سر انجام نہو سکے تو لاؤ مجھے پھیر دو یہانتک حاصل مطلب تھا **اقول** یہ گفتگو مولوی صاحب کی بیہودہ نہیں ہے انہوں نے تو اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے اگر بیہودہ ہوگی تو علماء اہل سنت ہی ہونگے جنہوں نے ایسا لکھا ہے الخ

مولویصاحب نے جو کچھ لکھا ہی سب تعجب ہی اور مولویصاحب کے تحریر کی بعد جو لکھا ہی کہ اب ہماری بھی سنئی کہ اس عبارت سے مولویصاحب کے دو مطلب ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک مطلب اور بھی ہے
کہ اُس سے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک سمجھا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھا ہی عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم اربع من کن فیہ
کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر × یعنی عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلعم نے چار خصلتیں ایسی ہیں جسمیں وہ چاروں ہونگی تو وہ منافق خالص ہوگا اور جسمیں ایک خصلت اُنمیں سے ہوگی اُسمیں ایک خصلت نفاق کی ہوگی یہانتک کہ ترک کرے اور وہ خصلتیں
یہ ہیں جسوقت امانت اُسکے پاس رکھی جائے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ بولے اور جسوقت عہد کرے تو وفا نکرے اور جسوقت مخاصمہ کرے تو کار بد کرے اور دوسری روایت صحیح
بخاری میں ہی کہ علامات نفاق کی تین خصلتیں ہیں اور ابوہریرہ سے وہ روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا نشانی نفاق کی تین خصلتیں ہیں اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور گمان کرے کہ میں
مسلمان ہوں جسوقت بات کرے جھوٹ بولے اور جسوقت وعدہ کرے خلاف وعدہ کے کرے اور جسوقت امانت کو کسیکی لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اب سمجھنا چاہئے کہ عمر نے حضرت علی اور حضرت
عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم دیکھتے ہو اور بموجب روایات بخاری ومسلم کے یہ علامتیں نفاق کی ہیں تو دونو کا منافق ہونا علی اور عباس کے
نزدیک ثابت ہوا اور اوّل اعتراض کا جواب اس شیخ نے کیا خوب لکھا ہی کہ یہ ایک نئی دغابازی مولویصاحب کی ہی کوئی اس دغاباز سے پوچھے کہ جواب کیا اسطرح ہوتا ہی کہ جو تو کہتا ہی
اور اگر یہ نیا اعتراض ہی کہ تو نے تحفہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اسکو نہیں دیکھا ہی اور ایک مرحد دیکھکر جو نکالا ہی تو کیا یہ اعتراض ہو نہیں جاتا رہیگا اور یہ وہ اعتراض ہی کہ جسکے
جواب میں علماء اہل سنت حیران ہیں اور یقصد دگرگوں نہیں ہے بلکہ جسطرح سے کہ مولویصاحب نے لکھا ہی اُسی طرح ہی چنانچہ معلوم ہوگا اور عمر کی محفل میں جو چند تکرار تولیت کا تھا البتہ کاذب
وخائن کا ذکر جو عمر نے کیا تھا وہ بہ نسبت تولیت کے نہیں تھا بلکہ بہ نسبت دعوی میراث کے تھا چنانچہ اُسی روایت میں مالک بن اوس سے موجود ہے اور تولیت کی تو صورت یہ ہی کہ علی اور عباس موافق
روایات اہل سنت کے جھگڑتے ہوئے عمر کے پاس واسطے فیصلہ کے گئے تھے تا کہ کچھ حکم کر دیں اس صورت میں کہنا عمر کا علی اور عباس کو کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تھے کوئی
وجہ بھی رکھتا ہی یہ فقرہ گئے تو عمر کے پاس تولیت کے فیصلہ کے واسطے اور عمر انکو یہ کہے کہ تم ہمکو ایسا جانتے تھے یہ بات نہیں ہے بلکہ دعوی میراث دونو خلیفوں سے کیا اور اُنکو اپنے حقوق کا غاصب جانکے
اُنسے دعوی میراث کا کیا تب عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو دونو کو کاذب و خائن جانتے ہو اور تولیت کی جہت سے کہنا کہیں عقل میں بھی آتا ہی کیا فریبی اور دغابازی یہ شیخ نجدی کہ جب جواب نہ
آتا ہی تو مطلب کو دگرگوں کر دیتا ہی اور مولویصاحب بلید و غبی نہیں ہیں بلکہ اُنہوں نے خوب سمجھکر لکھا ہی تو کسواسطے دھوکادہی کی باتیں کرکے لوگونکو گمراہ کرتا ہی اور تعجب کی بات ہے دھوکا
تو خود دیتا ہی اور لگاتا ہی مولویصاحب کے سر اور حضرت علی کو جو لکھا ہی کہ وہ عمر کیطرف سے متولّی ہوئی تھے بالکل غلط ہی وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ تولیت کو اختیار کریں جس شخص نے کہ دنیا کو طلاق
دیدی ہو وہ ایسی ردی چیز کا ہیکو اختیار کریگا اور تسپر یہ کہ عباس کے ساتھ مل کے سب دبا بیٹھے علی کی شان سے یہ امر نہایت بعید ہے اپنے چچا پر غلبہ کر ہو اور انکا حق دبا بیٹھیں انکو بھی تب
مثل ثلاثہ کے دغاباز سمجھتے ہیں اور یہ روایت بھی روایت لانورث ہی کی محافظت کے واسطے بنائی ہی اور اُسمیں بدلیا ہی کہ جسطرح رسولخدا صلعم مساکین پر تقسیم کرتے تھے تم بھی ایسا ہی کرنا اور خو
خورد برد نکر جانا اور عائشہ کی اس روایت میں صاف لکھا ہی کہ عمر نے خیبر اور فدک اپنے پاس رکھا تھا اور یہ شیخ کسطرح کا جھوٹا ہی کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہی کہ خیبر اور فدک عمر کے زمانہ میں علی اور
عباس کے قبضہ میں تھا اور صحیح بخاری میں جو یہی روایت عائشہ کی ہی اُسمیں لکھا ہی کہ مدینہ کی زمین تو عمر نے علی او عباس کے سپرد کی اور خیبر اور فدک کو اپنے پاس رکھا اور فقرہ اُسمیں یہ ہے کہ فاما
صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی وعباس فغلبہ علیہا علی جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ علی عباس پر غالب ہوئے کہ اُنکا حصہ بھی دبا بیٹھے اور اُسمیں نہ تھا کہ کس طرح کے روزگاروں میں جو
طرح کی فکر کرتے ہیں اور علی اور عباس دونو جھگڑتے ہوئے اگرچہ موافق روایات اہل سنت کے عمر کے پاس گئے لیکن عثمان اور عبدالرحمن وغیرہ کو انہوں نے عمر کے پاس واسطے سفارش کے
نہیں بھیجا تھا یہ تو غلط لکھتا ہی بلکہ عمر نے خود انکو بلایا تھا مالک کے کہنے سے چنانچہ اسی روایت میں مالک کی موجود ہے اور مولویصاحب نے اس دلیل کو دعوی میراث اسواسطے کہتے ہیں کہ عمر نے اُسوقت
لوگوں سے قسم لیکر گواہی لوائی ہی اس امر کی کہ رسولخدا صلعم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا تھا یہ میراث ہی کی دعوی پر دلالت کرتا ہی نہ تولیت پر اور تولیت کے مقدمہ کو اس سے کیا تعلق ہی
اور بعد اُسکے رسولخدا صلعم کی اُس مال کا ذکر ہی جو مال فی میں سے تھی یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہی نہ تولیت پر اور بعد اسکے یہ لوگوں سے اقرار کرایا ہی روایت لانورث کا یہ بھی دعو
میراث ہی پر دلالت کرتا ہی اور پھر دعوی میراث کو واضح کرکے بیان کیا کہ جسمیں ابوبکر اور عمر کا کاذب ہونا مذکور ہی اور بعد اسکے تولیت کا ذکر ہی حتی جئتنی انت وصاحبک آخر تک اور جو کچھ اس روایت سے
مالک کی ثابت ہے یہ ہی کہ عمر نے لوگونکو بلایا عثمان وغیرہ کو اور علی اور عباس کو بھی بلایا اور عباس نے عمر سے کہا کہ درمیان میرے اور اس کاذب آثم و غادر و خائن کے حکم کر یعنی درمیان
میرے اور علی کے ان الفاظ کو لحاظ کرنا چاہئے کہ حضرت عباس پر کیسی تہمت کی ہی کہ علی کو انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا اور بعد اسکے عمر نے لوگوں سے شہادت طلب کی روایت لانورث
ما ترکناہ صدقۃ کی کہ رسولخدا صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا سب نے کہا ہاں اور یہ سب جھوٹ ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور کسی نے بھی گواہی نہیں دی یہ بالکل جھوٹا فقرہ ہی اور بعد اسکے اموال
فے کا ذکر ہی اور بعد اُسکے پھر گواہی لانورث کا ذکر ہی لیکن ذکر گواہی بالکل موضوع ہی اسواسطے کہ جسوقت اُنہوں نے قسم دی تھا اگر گواہی دی تو پھر اپنی طرف گمان کاذب و خائن جاننے کا کیونکر

ہوتا اور کئی مرتبہ بار بار اس تاب میں اسکا ذکر کرنا بھی اسکے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہی اور کیونکر موضوع نہو کہ جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور ابوبکر نے روایت لانورث سے انکا دعوی باطل کیا تھا تو کسی نے بھی نہ کہا کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور جب سب نے قسم گواہی لی لی تو عمر نے کہا کہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلعم یعنی جسوقت وفات پائی رسول اللہ صلعم نے تو کہا ابوبکر نے میں ہوں خلیفہ رسولخدا صلعم کا فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب هذا میراث امراتہ من ابیہا پس آئے تم دونوں یعنی عباس اور علی کہ طلب کرتا تھا تو اے عباس میراث اپنی بہائی کی بیٹی کی طرف سے اور طلب کرتا تھا یہ علی میراث زوجہ اپنی کی اسکے باپ کی طرف سے تم دونو میراث کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق پس کہا ابوبکر نے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نہیں مورث ہوتے ہیں ہم کہ ہمارا کوئی وارث ہو جو کچھ چھوڑا ہی ہمنے وہ صدقہ ہی پس دیکھا تمنے اسکو جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہی کہ تحقیق وہ البتہ سچا نیک رہنما تابع واسطے حق کے تھا ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق فولیتہا پھر مرگیا ابوبکر اور میں خلیفہ رسولخدا کا اور خلیفہ ابوبکر کا ہوں پس دیکھا تمنے مجھکو بھی جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہی کہ میں البتہ سچا نیک رہنما تابع واسطے حق کی ہوں پس متولی کی گئی تم دیکھو پس صاف ظاہر ہی کہ عمر نے کہا کہ جب رسولخدا نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسولخدا کا اور تم دونو ابوبکر سے میراث طلب کرنے آئے علی تو اپنی زوجہ کی طرف سے اور عباس بھائی کی بیٹی کی طرف سے ہوکر اور ابوبکر نے کہا کہ رسولخدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی تو تمنے اسکو جھوٹا اور خائن جانا اور جب ابوبکر مرگیا اور میں خلیفہ ہوا تو تمنے مجھکو بھی کاذب و خائن جانا اور پھر تم متولی ہوئے اور اپنا جھگڑا لائے دیکھو وہی میراث کا ذکر تھا جسکی عمر نے خبر دی ہی کہ تمنے ابوبکر کو اور مجھکو اسمیں لیا اور ایسا جانا پھر تمکو متولی کر دیا اور اس متولی کرنیکی کیفیت بعد اسکے لکھی ہی اسی روایت میں حتی جئتمانی وهذا وانتما جمیع امرکما واحد اس شیخ نے مع ترجمہ اسکو لکھا ہی سو معلوم ہوا کہ کاذب اور خائن میراث کے مقدمہ میں جانا تھا نہ تولیت کے باب میں اور تولیت کے باب میں کاذب اور خائن جاننے سے کیا علاقہ ہو اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت علی اور عباس تولیت ہی کا جھگڑا لیکر آئے اور اسمیں فیصلہ چاہتے تھے لیکن اسکے درمیان میں عمر نے مال فی کا اور علی اور عباس کے دعوی کرنے میراث کا ابوبکر سے اور اپنے سے ذکر کیا اور کہا کہ تم دونو ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے تھے اور بعد اسکے پھر تولیت کا ذکر کیا ہی جسکی تمہی سے آخر تک لیکن عمر کی تقریر سے میراث کا ثابت ہے اور طالب بھی میراث ہی کے ہوئے تھے نہ تولیت کے اور سب علماء اہل سنت نے میراث ہی کا دعوی سمجہا ہے نہ تولیت کا اور اسکی جواب میں حیران ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں ابن حجر نے لکھا ہی کہ وفی ذلک اشکال شدید وهو ان اصل القصۃ صریح فی ان العباس وعلیا قد علما بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث فان کانا سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ بعد ابی بکر یعنی اور اسمیں ایک مشکل سخت ہے اور وہ یہ ہی کہ اصل قصہ کی ظاہر ہی اسمیں کہ تحقیق عباس اور علی نے جان لیا تھا کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقۃ پس اگر سنا تھا ان دونوں نے پیغمبر خدا صلعم سے تو پس کیونکر طلب کرتے تہے وہ دونوں بعد اسکے عمر سے اور بعد اسکے جواب میں اسکے ابن حجر نے لکھا ہی کہ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اور زیادہ عالم ہی اللہ لیا گیا ہی امر اسمیں اس حدیث پر جو مقدم ہوئی ہی پہلے اسکے حق فاطمہ میں اور تحقیق ہر ایک علی اور فاطمہ اور عباس اعتقاد کرتے تھے اسکا کہ عموم قول لانورث کا خاص کیا گیا ہی بعضی چیزوں کے ساتھ جو بعد اپنے چھوڑتی سوائے بعض کے اور اسیواسطے منسوب کیا عمر نے طرف علی اور عباس کے کہ وہ دونوں اعتقاد کرتے تھے ظلم کو اس شخص کے کہ جو مخالفت کرتے ان دونوں کی اس مقدمہ میں انتہی اس کلام سے ابن حجر کی معلوم ہوا کہ جناب امیر اور عباس ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں ظالم جانتے تھے اور ابوبکر سے مخالفت کرتے تھے اور اگرچہ مخالفت انکی تھی تو ابن حجر نے گمان کیا ہی تخصیص روایت ابوبکر کی تو اسکو ظالم اور فاسق اور خائن کیسواسطے جانتے کہ اعتقاد میں کیا ابوبکر نے اس روایت کو عموم پر حمل کیا انکے نزدیک خاطی فی الاجتہاد ہوں اور خطاء اجتہادی موجب کذب اور اثم اور غدر اور خیانت کا نہیں سمجہا کہ باعث ایک بہرہ تو ابن حجر نے حضرت علی اور عباس نے ابوبکر کو تصریح خلیفہ ثانی کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانا اور باقرار ابن حجر اعتقاد ابوبکر کے ظلم کا کیا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ روایت لانورث کا ذکر کرکے رسولخدا صلعم کیطرف منسوب کر دی ہی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہی وهذا الحدیث یدل صریحا علی انهما جاء ایطلبان المیراث لا الولایۃ وهذا من المشکلات یعنی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی بتصریح اس امر پر کہ تحقیق وہ دونوں آئے تھے کہ طلب کرتے تھے میراث کو نہ تولیت صدقہ کو اور یہ مشکلات میں سے ہی اور اشکال وہ ہی ہی کہ ابوبکر نے تو لانورث کہا تھا اور وہ اسکو جانتے تھے پھر کسواسطے عمر سے میراث طلب کی شاید یہ گمان کرتے ہوں کہ عمر ابوبکر کے حکم کو توڑ ڈالیں گے اور یہ بھی بعید ہے اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ظاہر ان کا لائق نہیں عباس کے اور بعید ہی علی سے کہ اس میں بعض ان اوصاف کا ہو کہ وہ اسطرح گمان کریں یہاں تک کہ کہا کہ اور جسوقت کہ مسدود ہوئی طریقی تاویل کی تو منسوب کرینگے ہم کذب کو طرف راویوں اس روایت کے اب واضح ہوگیا کہ طلب میراث کے مقدمہ میں سب امور پیش آئی اور عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور اثم اور غادر اور خائن جانتے ہو اور باطل ہوا جو کچھ کہ اس شیخ نے لکھا تھا اور اسکی سمجہ کا قصور واضح ہوگیا **قال الشیخ الاشعری** اگر شرح سننا منظور ہی تو سنئے کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس حضرت عمر سے طالب میراث ہوئے تہے اور حضرت عمر نے ترکہ نبوی کو انکی طلب کے موافق انکی حوالہ کر دیا تھا تو اسکی کیا وجہ ہوئی کہ باوجود معصوم ہونیکی حضرت عباس کا حصہ بھی دبا لیا شیعوں کو یہ نقل ہی کہ حضرت علی نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد ایسے دغاباز ہیں کہ اپنا دیکہیں تہے نہ پرایا جو ملگیا ہضم کرلیا شاید معصوم ہونیکی شیعوں کے نزدیک

یہ معنی ہوں کہ کتنا ہی کچھ ظلم وستم کر بیٹھیں اُنکو سب مباح اور معاف ہی انصاف سے دیکھئے تو معتقدان مرتضوی کے لئے یہ حضرت علی کا قبضہ حضرت عباس سے اُٹھا دینا اس بات کے لئے گواہ
عادل ہی کہ اُس ترکہ میں کسیکو میراث نہیں پہنچتی تہی وہ ترکہ وقف تھا سو درصورت وقف ہونیکے اگر متولی ہوں اور ایک دوسرے کا قبضہ اُٹھا دیا تو اُسپر کچھ ظلم نہیں بلکہ بسا اوقات قرین مصلحت
ہوتا ہی اسلئے زمین اور باغ جبتک کسی کے طور پر نہیں ہوتا تب تک تردد کامل نہیں ہوسکتا یعنی ایسی صورت میں اکثر زمین اُفتادہ پڑی رہتی ہی سو افتادہ پڑی رہنے میں بجز اسکے اور کیا
خوبی ہی کہ مساکین وغیرہ اہل مصرف کا حق مارا گیا اظاہر ہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت علی کی رائے اور حضرت عباس کی رائے درباب تردد کچھ مخالف ہوی ہو حضرت علی نے دیکھا کہ اول تو
حضرت عباس کی رائے پر بے تو نقصان اہل مصرف ہے مثلاً جس مزارع کو حضرت عباس دینا چاہتے ہوں وہ نسبت اُس مزارع کے جسے حضرت علی دینا چاہتے ہوں کم محصول اپنے ذمہ
رکھتا ہو یا نادہند دغاباز ہو دوم اُس مخالف رائے میں بندوبست معلوم اسلئے بطور خود اُس ترکہ کو برخلاف رائے حضرت عباس کے اپنے حوالہ کر دیا ہو اور یہ بات حضرت عباس کو گراں گزری ہو اسلئے
حضرت عمر سے اس بات کے خواستگار ہوئی ہوں کہ آدہوں آدہ بانٹ کر دونوں کو جدی جدی زمین کا متولی کر دیں معہذا جو عبارت عربی آخر میں مرقوم ہوئی ہی وہ خود اسی بات پر شاہد ہی
کہ یہ جہگڑا فقط تولیت کا تھا اسلئے کہ اول حضرت عمر کا اسبات پر عہد لیکر دینا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے وہی کیجو خود یہی اسکی دلیل ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو
متولی کر کے دیا تہا ورنہ اس شرط کے کیا معنی اگر میراث میں دیا تہا تو میراث تو وارثونکی ملک ہوتی ہی اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہی ورنہ ہر شخص سے یہ نسبت اراضی مملوکہ کے یہی عہد لیا
جایا کرتا دوم پہر حضرت عمر کا فرمانا کہ قیامت تک اسکی خلاف حکم ندونگا خود اسی بات کو ثابت کرتا ہی کہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی بطور تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر رکھا
تھا بطور میراث ندیا تہا ورنہ مقصود حضرت عباس اور حضرت علی فقط تقسیم کر دینا تہا سو اسمیں حضرت عمر کا کیا نقصان تھا کہ ایک شی مشترک کو فیما بین دو مالکوں کے تقسیم کر دیں اگر بخل کرتے
تو دینے ہی میں کرتے جب دے چکے تو پہر تقسیم میں کیا مشکل تہی ہاں درصورت تولیت یہ اندیشہ تھا کہ ایک بیٹی اور ایک چچا کا میراث میں آدہوں آدہ کا ساجہا ہوتا ہی سو اگر حضرت علی جو
حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے اور حضرت عباس کو آدہوں آدہ بانٹ کر جدا جدا متولی کر دیجے تو مبادا رفتہ رفتہ اگلے قرنوں میں اس تقسیم کو دیکھکر دیکھنے والے یوں سمجھ جائیں کہ
نصف حضرت فاطمہ کی اولاد کا مملوک ہی اور نصف حضرت عباس کی اولاد کا مملوک ہی علاوہ بریں حضرت علی اور حضرت عباس کا قسم کہا کر اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک یوں ارشاد فرمایا ہی کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ اور پہر میراث کا طلب کرنا شیعوں ہی کی سمجھ میں آتا ہوگا اور ان سب سے بڑھکر یہ ہی کہ مولوی صاحب پہلے یوں
رقم فرما چکے ہیں کہ حضرت صدیق نے اپنے نسبت فدک کے معافی کا کاغذ لکھ دیا تہا حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پر جب حضرت ابوبکر کی خلافت میں حاوی ہوں تو اپنی خلافت میں تو بدرجہ اولی
حاوی ہونے چاہئیں پہر حضرت علی اور حضرت عباس نادان تہے نعوذ باللہ کہ باوجود اس قصہ کے معلوم ہونیکے مفت خفیف اور رسوا بننے کے لئے ایسی لغو حرکت اور نامعقول بات کرتی

اقول حضرت علی اور حضرت عباس تو مدعی خیبر اور فدک کے بہی تہے اور موافق روایت عائشہ کے عمر نے اُنکو ندیا سو موافق طلب کے اُنکو عمر نے کہاں دیا اور یہ جو لکھا ہی کہ علی نے غلبہ
کر کے سب آپ ہی لے لیا اور حضرت عباس کو ندیا یہ بالکل غلط ہی علی کی ایسی شان ہرگز نہ تہی یہ سب افترا ہی اُنپر اور یہ طریقہ تو ثلاثہ ہی کا تہا کہ لوگوں کا حق دبا بیٹھیں اور ایسے دغاباز
تہے کہ [illegible] دبا لیا یہی تمہارا دین ہی کہ تمہارے معتقد جاہیں ظلم وستم کریں سب اُنکو مباح ہی اور کتابوں میں اہل سنت کے انکی ظلم وستم سب لکھے ہیں
اور باوجود اسکے اُنہی [illegible] اور اگر فرض کریں ہم کہ حضرت علی نے سب دبا لیا تہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہو کہ اس [illegible] نہیں تہی
ہی بلکہ حق بجانب علی تھا کہ اُنہوں نے سب دبا لیا اسواسطے کہ مذہب حق میں سوا خدا صلعم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کو نہیں پہنچتا ترکہ حضرت کا بعد وضع ہشتم حصہ
ازواج کے تمام حق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہی نصف ترکہ تو فرضا اور باقی کا ردا موجب آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ کے ہی اگر حضرت علی نے کل مال دبا لیا تو اسمیں
قباحت نہیں ہی اور کل دبانے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ وہ وقف ہو جائے اور نہ ہمارے نزدیک تولیت ثابت ہی اسواسطے کہ یہ ایجاد مخالفین کا ہی اور تولیت پر بنا کر کے جو تردد زمین میں اپنی
رائے لگائی ہی سب باطل ہی کہ تولیت سے کچھ واسطے ہی نہیں ہی اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس عمر سے اسبات کے خواستگار ہوئے ہیں کہ ہمکو آدہوں آدہ کر دو اور عبارت اخذ لی اگرچہ تولیت
پر دلالت کرتی ہی لیکن اُسکی ماقبل کی عبارت دعوی وراثت پر دلالت کرتی ہی اور درصورت فرض عہد لیا تو اُس تولیت پر لیا نہ میراث پر اور ہم بہی کہتے ہیں کہ میراث میں تو اُنکا دعوی تہا
ہمارا دعوی یہ کب ہے کہ میراث میں دیا دعوی میراث تو اُنکار روایت لانورث بنا کر رد کر دیا تہا جسکے سبب سے حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر اور عمر کو کاذب و خائن جانا تہا اور اگر عمر
نے ترکہ نبوی حضرت علی اور عباس کو بطور تولیت تمہارے نزدیک دیدیا تو اس سے کیا لازم آتا ہی ہم یہ کب کہتے ہیں کہ بطور میراث کے دیا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دیا ہی نہیں بطور میراث نہ بطور تولیت
دینے کا قول تو تمہارا ہی اور حضرت علی کا اقرار روایت لانورث کا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہی چنانچہ کئی دفعہ ہم لکھ چکے اور اگر حضرت علی کے نزدیک یہ بات ثابت ہوتی تو حضرت
فاطمہ کو دعوی کرنے دیتے اور ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو کرتے چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہی اور اگر حضرت فاطمہ نے نادانستگی میں دعوی کر لیا تہا تو اُنکو ابوبکر سے ناراض ہونے دیتے اور
میراث کا طلب کرنا اُس شہادت کے بعد اُس روایت ہی میں صحیح مسلم کے لکہا ہی کچھ شیعہ ہی اُسکو نہیں کہتے ہیں اور اس سے ہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہادت غلط ہی اور وقوع میں ہرگز نہیں

آئی ہوا رہا پھاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا تو سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں سے ثابت ہی چنانچہ مذکور ہو لیا ہی کہ وہ نوشتہ عمر نے پھاڑ ڈالا اور باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر ابوبکر کی خلافت میں
حاوی تھے تو اپنی خلافت میں تو بہت حاوی ہونگے ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس بھی جانتے تھے کہ عمر ہمکو طلب کرنیسے کچھ نہ دینگے اور پھر جو گئے اور طلب کیا
میراث کو تم سے تو واسطے اتمام حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے مثل ظلم اول کے اور اگر طلب نکرتے تو عمر کا کذب اور خیانت کیونکر ظاہر ہوتا مثل کذب اور خیانت ابوبکر کے یہ کچھ خفت کی بات
نہیں ہے اور اگر خفت بھی ہو تو کچھ پروا نہیں ہے کہ مقصود اصلی تمام کرنا حجت کا اور ظاہر کرنا انکی ظلم کا تھا اور اس سے زیادہ اور کیا خفت ہوگی کہ انکا حق چھین کر انکو مجبور کرکے بٹھا دیا اور آخر
سنیوں ہی کتابوں میں تم سے بھی میراث کا طلب کرنا لکھا ہی ہے **قال الشیخ الاشعری** اس سے تو یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر بالفرض بفرض محال یہ بات وقوع میں آئی بھی ہی تو اول تو
ہے حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا جبکہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی انکے حوالہ کیا تہا محض طلبگاری تولیت کے لئے ہو طلبگاری میراث کی لئے نہو کیونکہ جب بات آنکھوں
دیکھ چکے ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک شخص نے لحاظ نکیا دوسروں کا لکھا یا کاغذ پھاڑ ڈالا ہو وہ ہمارا کیا لحاظ
کرینگے اور وہ بھی اپنی حکومت میں ہم تو دوسرے ہی درجہ میں ہے خیر یہ بات تو غلط ہی کہ ابوبکر صدیق نے کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا پر اتنی بات صحیح ہی کہ اول بار کا حضرت
علی اور حضرت عباس کا آنا ہی محض طلبگاری تولیت کے لئے تہا چنانچہ لفظ ادفع الینا سے یہ بات خود ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ طلب
تولیت میں ان صاحبوں کو کیا فائدہ تہا جو خلجان اپنے سر دہرنا تجویز کیا تو جواب سکا یہ ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال کہ وقف نبوی میں منجملہ مصارف حق اقربائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
مقدم ہی اس سے بچے تو اور کہیں صرف کیا جائے خاص کرنے میں تو اشارہ خداوندی ہی موجود ہے چنانچہ اسلئے ذی القربیٰ کو اوروں سے مقدم ذکر فرمایا اور حدیثوں سے بھی اسطرح کی مضمون
نکلتے ہیں مگر خلیفہ کو اول تو تمام خلافت کا انتظام درپیش ہی فقط اوقاف ہی کا انتظام انکے ذمہ نہیں جو ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہوکر تردد کامل کرائیں معہذا جنکو کچھ اوقاف تو صرف
ہو جسقدر اسکے جی کو لگی ہوئی ہوگی وہ دوسرونکی دل کو کاہیکو لگی ہوئی ہوگی اس لئے حضرت علی اور حضرت عباس خواستگار تولیت ہوئی ہوں اور حضرت عمر نے بھی بلحاظ وجوہ مذکورہ
اور نیز یوں سمجھکر کہ جو حال بنی ہاشم کہ فلانا محتاج ہی فلانا نہیں فلانے کو اسقدر حاجت ہے فلانے کو اسقدر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوگا وہ کسی اور کو کاہیکو
معلوم ہوگا اور یہ اندیشہ باقی ہی نہیں رہا کوئی اس دینے کو میراث کا دینا سمجھے کیونکہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا گھر گھر غل پڑ گیا یہ بات قبول فرمائی ہو اور باینہمہ بنظر احتیاط تقسیم نفرمایا
تاکہ مبادا رفتہ رفتہ بہت زمانوں کے بعد کوئی جاہل یوں سمجھ جائے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس کو مالک سمجھا تھا جب تقسیم کر دیا اگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور تولیت بھی
کسیکو دینا گوارا نکیا کیونکہ حضرت فاطمہ کے طلب میراث کا تازہ قصہ تہا اس قصہ سے سب کے کان پڑ رہے تھے اسوقت اگر بطور تولیت ہی دیتے پر کوئی اس دینے کو بطور میراث سمجھتا لا نورث ما ترکناہ
صدقۃ اگر سنا بھی ہوتا تب کسی دہیان آتا **اقول** اس شرارت کو دیکھئے اس شیخ کے کہ جس امر کا وقوع صحیح مسلم اور ترمذی سے ثابت ہی اور صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہی اور شارح مسلم اور شارح صحیح
بخاری نے اسکے وقوع کا اقرار کرکے اسمیں اشکال پیدا کیا اسکو یہ کہتا ہی کہ بفرض محال یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی آنکھوں کے دیکھی ہوئی چیز کو کہے کہ محال ہی اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ
حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوئے ہیں اور تو جو بار بار تولیت کو پیش کرتا ہی سب غلط ہی اور ہم تو جو بات لکھتے ہیں تیری کتابوں سے لکھتے ہیں اور تو اپنی باپ دادا
کے من جوڑی باتیں ہماری جواب میں بیان کرتا ہی ہم اس واہیات کو کیونکر قبول کرینگے انکا قول تو مثل بول کے ہے اور طلبگاری میراث کی تیری کتابوں سے ثابت ہے اور تمہاری حضرت
عمر کہتے ہیں کہ علی اور عباس نے دعوی میراث کا کیا جسکے مذہب میں کاذب اور خائن ہوئے اور تولیت کے مذہب میں کوئی کاذب اور خائن ہرگز نہیں ہو سکتا ہی خائن اسی وقت ہوگا کہ جسوقت
کسی کا حق دبا بیٹھے گا اور کاغذ کے پھاڑنیکا جواب ہو چکا کہ واسطے تمام کرنے حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے کہ وہی اس غصب کے مغوی ہوئے تھے دوبارہ ان سے بھی دعوی کیا کہ انکا
کفر مثل اول کے وہ بھی غاصب اور ظالم مشہور ہو جائیں اور ابوبکر کا کاغذ لکھدینا اور عمر کا اسکو پھاڑ ڈالنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور تولیت کے طلب میں حضرت علی اور
حضرت عباس کا جانا بالکل غلط ہے غلط کو صحیح کسواسطے کہتا ہی اور تولیت کے قصہ کا موضوع ہونا ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اور طلب تولیت کے فائدہ کی جو وجہ لکھی
ہے اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھی ہے ہم تولیت کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں فائدہ کیسا اور اقربا کے مقدم رکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ جب انکے صرف سے کچھ بچے تو دوسرے کو دیجئے بلکہ سب کے
حصے اسمیں برابر ہیں اور ذکر میں ایک فقرہ مقدم ہووے ہی گا اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے اس جہت سے جو کہ لکھی ہی طالب ہوئے اور لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا غل
ابوبکر کے کہنے سے پڑ گیا ہوگا لیکن سوائے ابوبکر کے اسوقت اور کسی نے بھی نکہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور حقیقت میں ابوبکر نے بطور تولیت بھی دینا گوارا نکیا اس جہت سے کہ
انکے پاس کسی طرح سے پہنچنا مناسب ہی نہیں ہے ایسا نہو کہ میں تو بطور تولیت دوں اور یہ اپنی میراث سمجھ کر اس سے متمتع ہوں اور دعوی اپنی ملکیت کا کر بیٹھیں اور جو
فائدہ کہ بیسے اسکے غصب کرنے میں سوچا تھا وہ جاتا رہے **قال الشیخ الاشعری**۔ اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرانی خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہی جسکو
حضرت عمر غصہ کے باعث بایں الفاظ تعبیر فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے تھے کیونکہ تمام جہان کا دستور ہی اور نیز کلام اللہ اور احادیث سے بھی یہ بات نکلتی ہے

کہ اگر کسی سے کسی موقع میں معاملہ قلبی کے برخلاف کوئی بات ظہور میں آتی ہے تو بطور مبالغہ اُسکے ساتھ معاملہ قلبی کی بھی نفی کر دیا کرتے ہیں مثلاً فیما بین اقربا و احباب اگر کسی سے کسی قسم کی
بے اعتنائی اور بے پروائی کسی وجہ خارجی کے باعث ظاہر ہوتی ہے تو مبالغۃً کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قریب و دوست کیوں ہوئے تھے یا یہ کہ ہمکو اپنا قریب و دوست ہی نہیں سمجھتے سو قرابت
اور رشتہ داری نسبی کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ تو کسی طرح زائل ہو ہی نہیں سکتی چہ جائیکہ بے اعتنائی اور بے پروائی سے اور دوستی کا حال بھی ظاہر ہے کیونکہ بے اعتنائی اور بے پروائی کی جواب
کو شکایت ہوتی ہے تو بوجہ ثبوت محبت اور بقاء اُلفت ہوتی ہے ورنہ اجنبیوں سے کون شکایت کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت علی اور حضرت عباس کیجانب سے فی الجملہ کشیدگی اور گرانیٔ خاطر حضرت
صدیق اکبر سے جسکا ابھی بیان تھا ظہور میں آئی تو یہ گرانیٔ خاطر اور یہ کشیدگی گو بظاہر فی الجملہ اطمینان قلبی اور اعتبار دلی کے مخالف تھی جو ان دونوں کو بہ نسبت صدیق اکبر کے حاصل تھی
کیونکہ اس سے نظر عوام میں بے اعتباری کی بو آتی تھی اس لئے حضرت عمر نے اُس بے اعتباری کو جو اُنکے دلمیں مرکوز تھا نفی کر کے مبالغۃً اُنکی طرف منسوب کیا اور دلیل بات کی کہ یہ کلمہ مبالغۃً
فرمایا تھا بیان حقیقت مدنظر نہ تھا خود ظاہر ہے کیونکہ حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے خود مقر تھے ہنوز تو یوں نہیں کہئے کہ انکی نزدیک صدیق اکبر نے متروکہ نبی دینگا دینگی سے دبا رکھا تھا اور انکے
عقیدہ موافق وہ دغاباز اور خائن کاذب آثم تھے معہذا حضرت عمر کا قرینہ غصب خود اس ارادے سے متحیٰ ہے لیکن آفریں ہے مولوی عمار علی صاحب کے فہم پر اور حسن ہے انہوں نے ایسی تعلیم پائی انکی فہم
کہ ایسی بات کو جو تمام عالم میں مروج ہو اُس زمانہ میں ہے کہ پیشوا شیعہ ہو گذری نہیں سمجھتے کوئی اُنکا مداح بہت بہت توجیہ کری تو یہ کری کہ مولوی صاحب سمجھتے تو ہیں لیکن ابلیس لعین
کی روح کے خوش کرنیکے لئے دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتے ہیں تعجب ہے کہ حضرت عمر کا یہ کہنا تو انہیں یاد رہا کہ تم حضرت صدیق اکبر کو کاذب و آثم غادر خائن سمجھتے تھے اور یہ یاد
نہ رہا کہ انہوں نے اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ ابو بکر صدیق بیشک سچے تھے نیک اطوار ہدایت یافتہ حق کے تابع تھے **اقول** تمام جھوٹ
اور دروغ سے کاغذ کو سیاہ کیا ہے اس شیخ نے سوال تو کچھ ہے اور جواب اُسکا کچھ ہے سوال تو زمین سے ہے اور جواب دیتا ہے آسمان سے اصل اس قصہ کی سننی چاہئے کہ خلیفہ ثانی حضرت علی اور
عباس سے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے وفات پائی اور بعد اُنکے ابو بکر خلیفہ ہوئے تو تم دونوں نے رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابو بکر سے دعوی میراث کا کیا عباس نے تو حضرت کے چچا ہونیکی جہت سے
اور علی نے اپنی زوجہ کیطرف سے کہ وہ دختر تھی رسول اللہ صلعم کی اُسوقت ابو بکر نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب تم نے ابو بکر سے یہ سنا تو اُسکو کاذب و خائن
اور آثم اور غادر جانا اور ایسا ہی معاملہ تم نے میرے ساتھ کیا کہ مجھکو بھی ایسا ہی جانا جو لوگ کہ فہمیدہ اور منصف ہیں وہ سوائے اسکے اور کچھ اس سے نہ سمجھیں گے کہ حضرت علی اور عباس نے جو دعوی میراث
کا کیا اور ابو بکر نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے میرا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس جواب میں اُنہوں نے ابو بکر کو کاذب و خائن جانا ہے یہ پیغمبر خدا صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہے اور خائن جانا ہے ابو بکر کو
اور غادر اور آثم جانا ہے تو اسواسطے کہ رسول خدا صلعم کے ترکہ میں ابو بکر خیانت کر کے بیٹھ رہا اُنکے وارثوں کو نہ دیا اور دغابازی کی اور گناہ … کیا اب کوئی منصف بتلا دے کہ سوائے اسکے اور اسکا
کیا مطلب ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ ابو بکر نے کسیکو بطور تولیت نہیں دیا اسوجہ سے موجب … خاطر علی اور عباس معلوم ہوتے … یہ الفاظ تعیہ فرماتے ہیں اول تو ابو بکر کی
تولیت سے کیا علاوہ ہے ابو بکر کی تولیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے … دوسرے اس گرانی خاطر علی … تولیت … بہت انکی خاطر گراں ہے اور اگر
ابو بکر نے کسیکو متولی نکیا تو علی اور عباس کی خاطر پر یہ گراں کیوں گزرتا وہ کون تھے جو اس جہت سے گراں خاطر ہوتے اور پھر حضرت … کیا قصہ … تھا اور انہوں نے
کیا بات کہی تھی جو حضرت عمر کو اُن پر غصہ آیا انہوں نے تو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہا کہ ابو بکر نے جو کسیکو متولی نہیں کیا تو ملال اسکا ہے اور گرانی خاطر اُنکے عمر کو کیونکر معلوم ہوئی کیا عمر کو علم
غیب تھا کہ اُنکے دل کا حال عمر کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے کوئی ایسا امر بھی نہیں کیا تھا کہ جس سے گرانی خاطر معلوم ہوا اور اگر گرانی خاطر بھی بالفرض تھی تو ابو بکر کا متولی نکرنا تو ایسا امر عظیم
اور گناہ سخت نہ تھا کہ جسکی جہت سے وہ ابو بکر کو کاذب و خائن اور غادر آثم جانتے اور متولی نکرنے میں ابو بکر کاذب کس بات میں ہوا اور خیانت کس چیز کی کی اور متولی نکرنا ایسا کونسا گناہ
ہے جو آثم ٹہرے اور قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ معاملہ میں بیگناہ کو مومنین آپس میں گنہگار بقدر کر دیا کرتے ہیں یہانتک کہ اس پاک اوصاف کو مبالغۃً جھوٹا دغاباز بدکار ٹہرا دیں اور اقربا
اور احباب کسی وجہ خارجی سے آپسمیں تو ایسا کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست کیوں ہوتے تھے لیکن جھوٹا دغاباز جھوٹا نہیں کہتے ہیں اور اگر یہ کہتے ہیں تو اجلاف اور عوام الناس بدتر جو ہیں
ہیں وہ کہتے ہیں کہ ثقہ او متورع چہ جائیکہ خلفاء نبوت اور اگر اجلاف بھی کہتے ہیں تو انکے کہنے کو سوائے تیرے ایسا کون کہتا ہے سیدھی بات جو کچھ کہ ہے کہ علی اور عباس نے میراث کے دبا بیٹھنے کی جہت
سے ابو بکر کو کاذب و خائن کہا تھا جو کہ عبارت حدیث سے پایا جاتا ہے وہ تو کہتا نہیں ہے اور جس بات کو کسی طرح کا تعلق نہیں ہے اور نہ اسکا کچھ ذکر ہے وہ کہتا ہے سوال دیگر جواب دیگر اور
نسب میں تو حضرت علی اور عباس کو ابو بکر اور عمر سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے وہ بنی ہاشم یہ بنی تیم اور بنی عدی اور دوستی کا حال جیسا کہ تھے وہ اُسوقت ظاہر ہو گیا تھا کہ جسوقت
حضرت عمر ابو بکر کے کہنے سے علی اور عباس کے گھر کو جلانیکو لکڑیاں لیگئے تھے اور دوستوں سے شرفا شکایت میں یہ نہیں کہتے ہیں کہ تو بڑا جھوٹا دغاباز بدکار ہے اور شکایت بھی ہوتی ہے تو ایسی سخت
نہیں ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو امر واقعی کے ہوتی ہے نہ غیر واقعی کے اور معلوم نہیں حضرت علی و عباس کی کشیدگی اور گرانی خاطر ابو بکر کیطرف سے عمر نے کس امر میں اور کس وجہ سے دریافت
کرتے تھے اور اگر ابو بکر نے کسیکو متولی نہیں کیا تھا اسوجہ سے وہ گراں خاطر تھے لیکن عمر نے تو موافق روایت اہل سنت کے اُنکو متولی بھی کر دیا تھا پھر عمر کو انہوں نے کاذب اور خائن و غادر

اور آثم کسو تبہ سے سمجہا اُنکی طرف سے تو گران حالونکی مسبہی کوئی نہیں اسواسطے کہ اُنسے تو اُنکو متولی کر دیا تہا حق بات تو یہ ہی کہ ابو بکر اور عمر نے اُنکا جو حق دبالیا تہا اُنہوں نے اسواسطے کاذب
اور خائن اُنکو جانا ہو تو کہتا ہیں ہی ایک لغو واہی بات اپنی جی سے جوڑ کر کہتا ہی اور کاذب و خائن جو جانا تہا اُن دونوں نے ان دونوں کو تو حقیقت میں جانا تہا نہ مبالغۃً اسواسطے
کہ وہ دعوی اپنی حق کا اُنسے کرتے تہے اور یہ دیتے نتہے اسواسطے کاذب و خائن جانتے تہے اور عمر نے بہی مبالغۃً نہیں کہا تہا بلکہ یہ مراد تہی کہ حقیقت میں ہمکو یہ کاذب و خائن جانتے ہیں
بہ حضرت عمر نے صاف صاف یہ لگا ؤ کہولکر کہدیا کہ تم دونوں ابو بکر کو اور مجہکو کاذب و خائن اور آثم اور غادر جانتے ہو اور حدیث ما ترکنا ہ صدقۃ کے علی اور عباس ہرگز منہ تہے بلکہ اُسکی
مُبطل تہے چنانچہ مفصل پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ روایت اُنکے اقرار کے بالکل جہوٹی ہی اور یہ افترا ہی اُنپر اور دہینگا دہینگی سے دبالینی کا ہی ہی حاصل ہی جو کہ کاذب و خائن کہنے سے
حاصل ہی اسمیں اور اُسمیں کچہ فرق نہیں ہے اور حضرت عمر کا غضب اسیواسطے تہا کہ وہ اُنکو کاذب و خائن جانتے تہے اور جو شخص کہ کسیکو جہوٹا دغا باز سمجہیگا اُسکو اُسپر غصہ ضرور آئیگا
یہی وجہ ہی غصہ ہونیکی اور آفریں صد آفریں مولوی عمار علی صاحب پر ہے کہ اُنہوں نے وہ مضمون لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے کہ اہل سنت اُسکے جواب میں ہرچند ہاتہ اور پاؤں
مارتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں لیکن کچہ نہیں بن پڑتا اور اہل سنت کو گنجایش گفتگو کرنیکی نہیں رہی یہانتک کہ نووی نے شرح مسلم میں لکھدیا کہ بجز اسکے کہ ہم اس روایت کے
راویونکو کہیں کہ وہ جہوٹے تہے اور کچہ بہی تاویل نہیں بن پڑتی جب ایسے ماہروں سے جواب نہو سکا تو یہ شیخ بیچارہ کیا جواب دیگا اور جو کچہ اسنے جوابدیا ہی دیکہو موجود ہی کہ وہ اسکا جواب ہے یا کسی اور
مطلب کا اور یہ تو اسکا دستور ہی کہ جب مولوی عمار علی صاحب کے جواب دینے میں عاجز ہوتا ہی تو اُنکی مذمت کرنی لگتا ہی اگر اُنکی عوض میں ہم خلفاء ثلثہ کی مذمت لکہیں تو اُسکا
باعث یہی ہوگا اور جو بات کہ حق ہی جسکو شیعہ کہتی ہیں اُسی شیخ نجدی اُسکو تو بہی خوب سمجہتا ہی لیکن ابلیس لعین کی روح کے خوش کرنیکے لئی تو دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی
کرتا ہی اور حضرت عمر جو ابو بکر کو اور اپنے آپ کو صادق کہتے اور میاں مٹہو کی بولی بولتے تہے اُسکے ذکر سے ہمکو کیا غرض تہی اور اُنکے اس کہنے کو کون راست جانتا ہی **قال**
الشیخ الاشعری الحاصل مولوی صاحب کی کم فہمی یا فریب بازی ہی جو یہی ایسی بیہودہ باتیں فرماتے ہیں کہ کہیں کا سر کہیں کا پاؤں ورنہ معنی مذکور عرف میں ایسی کلام کا
مروج ہو وہ لوگ ہی جانتے ہیں جنکو عقل نہیں چہ جائیکہ اہل عقل اور اگر اسپر بہی اس قسم کے محاورات کی تصحیح کیلئے کلام ربانی ہی کی سند مطلوب ہو تو ہم کو اس کہی درگزر
نہیں اس لئے یہ آیت حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا جو سورہ یوسف کے رکوع اخیر میں موجود ہی گوش گزار ہی اسکے بظاہر یہ معنی ہیں یہانتک کہ جب رسولوں کو
ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں خیال کرنے لگے کہ اُن سے جو کچہ امداد کے باب میں خدا کیطرف سے وعدہ وعید تہے سب جہوٹ تہی ہماری مدد اُنکی لئے آپہنچی مگر سب اہل اسلام جانتے
ہیں کہ انبیاء کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا سے ناامید ہوں اور کیونکر ناامید ہوں اس سورت میں اس رکوع سے پہلے رکوع میں یہ جملہ بہی موجود ہے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا
الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ جسکا یہ مطلب ہے بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پہر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہی کہ رسول ناامید ہوجائیں سو اگر حضرت
عمر کی صدق روایت کے بھروسے باتباع مرتضوی صدیق اکبر کو مولوی صاحب کاذب خائن وغیرہ سمجہتے ہیں تو خداوند کریم تو عمر سے زیادہ ہی سچے ہیں خدا کے فرمانے کی تصدیق کر کے رسولوں کو
خدا کی امداد سے ناامید سمجہکر حسب ارشاد آیت لاییئس نعوذ باللہ کافر سمجہنے لگیں علیٰ ہذا القیاس جو رسولونکی نسبت جو اسی آیت میں مذکور ہی کہ وعدہائے خداوندی میں اُنکو خیال دروغ ہوا تو
اسمیں بہی لازم ہی کہ مولوی صاحب رسولونکی اتباع میں کمرحیت باندہیں سو اول تو اکثر محاورات کلام اللہ سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ خیال باطل جو کسی وجہ سے جی میں جم جاتا ہی اور اُسکا
یقین ہوجاتا ہی اُسکو ظن کہا کرتے ہیں چنانچہ سورہ جاثیہ میں کفار کے اس عقیدہ کی نسبت کہ مرنیکے بعد پہر کوئی اُٹہایا نجائیگا اور لوگوں کا یوں ارشاد ہی کہ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ
یعنی وہ یوں ہی اٹکلوں کی باتیں کرتے ہیں الغرض کفار کو اپنی اس عقیدہ میں شک نتہا مگر چونکہ ایک خیال غلط تہا جناب باری نے اُسکو بلفظ ظن تعبیر فرمایا ایسے ہی اس مضمون میں
سورۂ انشقت میں اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ فرمایا سو اس محاورہ کے موافق اگر ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی لیجیے تب تو مولوی صاحب کو لازم ہی کہ نعوذ باللہ بزعم خود باتباع پیغمبران برگزیدہ خداوند کریم
کی مواعید کو بالیقین جہوٹا سمجہیں اور اگر موافق مشہور ظن کے معنی گمان غالب یا شک سمجہیں تب مناسب یوں ہی کہ رسولونکو تو یوں سمجہیں کہ اُنکو خدا کے کہی کا یقین نتہا اور اسوجہ سے نعوذ باللہ اُنہیں کافر
سمجہیں اور اپنے آپ اُنکا اتباع کر کے دین ایمان کو برباد کریں اور اگر یوں تاویل کیجئے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تہا یہ نسبت خداوند صادق القول نتہا بلکہ نصرت کی دیر ہونے سے یوں سمجہے کہ اگر وعدہ
نصرت وعدہائے خداوندی ہوتے تو لاجرم آن موعدوں کا ظہور ہولیتا اتنی دیر نہ لگتی ہو نہو یہ وساوس شیطانی ہیں وعدہائے خداوندی نہیں تو اس صورت میں اول تو ہمیں کچہ نقصان نہیں جو کچہ
بہ نسبت یاس مرقوم ہو چکا وہی کافی ہی دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں یہ لازم آئیگا کہ انبیاء کو وحی پر اطمینان نہو نعوذ باللہ سو یہ ہم جانتے ہیں شیعہ بہی تسلیم نکریں کیونکہ جب انہیں
یقین نہیں تو پہر کسکو ہوگا تو پہر جائے کہ ایمان ایک معنی بے مصداق ہو جائے کیونکہ ایمان کو یقین لازم ہی پہر اگر اپنی اطمینان اسطرح کرلیجئے کہ اُنکو بمقتضاء بشریت بے اختیار خطرات دل میں
گزرتے تہے اُسکو خداوند کریم نے بلفظ ظن خواہ وہ اپنے معنی میں ہو یا بمعنی یقین مبالغۃً تعبیر کر دیا ہی تو یہی بات ہے جو ہمنے پہلے بیان کی ہی سو حضرت عمر کی بات کو بہی ایسا ہی سمجہو مگر
ہاں اگر یوں کہئے کہ خدا کیطرف بوجہ بداہت کذب احتمال ہو سکتا ہی حضرت عمر کیطرف یہ احتمال نہیں تو البتہ ہمکو مشکل ہی مگر اُسکے لیے بداہت ابطال کی تقریر کیطرف مراجعت ضروری ہی **اقول**

کہ مولوی صاحب کی کم فہمی ہے نہ کچھ فریب بازی ہے جو مضمون کہ صحیح مسلم کی روایت کا ہے وہ تو انہوں نے بیان کر دیا اور فریب بازی تو کرتا ہے کہ جو معنی کہ واقعی اور صحیح ہیں اُس سے اعراض کر کے
ایک مطلب وہ ہی کہ جسکے نہ سر ہے نہ پاؤں اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر کے بیان کرتا ہے کہ جسکو کوئی بھی پسند نہ کریگا اور کلام اللہ کی آیتوں پر بہت سے ملحدوں نے اعتراض کیا ہے اور مسلمانوں نے اُسکا
جواب دیا ہے اگر تو مسلمان ہے تو جواب اُسکا تیری ذمہ ہے اور آیتیں کلام اللہ کی دو طرح کی ہیں محکمات اور متشابہات اور جنکے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور انبیاء ہمارے نزدیک
معصوم ہیں جب ہمارا یہ اعتقاد ہوا تو جو آیت قرآن کی کہ مخالف بشان انبیاء کی ہوگی وہ متشابہات میں سے ہے ہم اُسکی تاویل کرینگے جیسے کہ اور آیات دالہ تجسیم جناب باری عز اسمہ کے تاویل
کرتے ہیں اور حضرت عمر معصوم نہ تھے کہ اُنکے قول میں تاویل کی جائے کہ مبالغۃً فرمایا ہے اُنکے تو ظاہر قول ہی پر عمل کیا جاویگا چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ غیر معصوم کے قول کی تاویل نہیں
ہو سکتی اگر ایسا ہی ہو تو ہر شخص کا کلمۂ کفر تاویل کر کے صحیح کر دیا جائے اور عمر کے قول کی مبالغۃً سمجھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے ایک شخص نے اُنسے دعوی اپنی حق کا کیا اور انہوں نے اُنکے نزدیک
ایک جھوٹی بات بنا کر اُسکے دعوی کو رد کیا تو وہ اُسکے نزدیک کاذب و رخائن ہی ٹھہر یگا اور عمر نے قرائن سے جانکر ہی کہا تھا کہ بیشک یہ کاذب و رخائن ہمکو جانتے ہیں ورنہ یہ کہا کہ علی و ابوبکر سے روایت لانورث ترکنا
صدقۃ کو سن چکے تھے اور بعد اُسکے پھر جو یہ مجھ سے طلب کرنے آئے ہیں تو یہ ہمکو کاذب و رخائن ہی جانتے ہیں اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے اسواسطے عمر نے کہا کہ تم ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی آیت جو بیان
کی ہے حتے اذا استیاس جو معنی کہ اُسکے صحیح ہیں وہ تو کہتا نہیں ہے اُلٹے معنی کہتا ہے جس پر خواہ مخواہ اعتراض ہو اور معنی صحیح اُسکے یہ ہیں کہ تاخیر کی ہمنے عذاب نازل کرنے میں امم سابقہ پر جو کہ ہمارے پیغمبروں کو
جھٹلاتے تھے امتوں سابقہ میں سے حتی اذا استیاس الرسل یہانتک کہ ناامید ہو گئے مرسلین اُنکے ایمان سے بسبب خبر دینے خدا کے رسولوں کو اور رغبت اُن امتوں کی طرف کفر کے وظنوا انہم قد کذبوا
اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا اور یہ روایت ہے عائشہ سے اور حسن بصری سے اور قتادہ سے اور ابو علی جبائی سے جو کہ علماء اہل سنت میں اور ابن عباس اور ابن مسعود اور
سعید بن جبیر اور مجاہد اور ابن زید اور ضحاک اور ابی مسلم سے روایت تخفیف ذال کذبوا کی ہے اور ضمیر ظنوا کی طرف امتوں کے پھرتی ہے یعنی ظن کیا امتوں نے کہ جھوٹ کہا تھا پیغمبروں نے جو کچھ کہ ہمکو خبر کی تھی
اُنہوں نے نصرت کے آنے کی اور عذاب کے نازل ہونیکی اور یہ روایت تخفیف کذبوا کی بیضاوی میں بھی ہے اور بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر طرف امتوں کے پھرتی ہے اور کذبوا کی طرف
رسولوں کے یعنی ظن کیا اُن امتوں نے کہ وہ پیغمبر جھٹلائے گئے اپنے وعدہ میں اور سوا اسکے اور وجوہ بھی لکھی ہیں یعنی اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا تو جاءہم
نصرنا آئی اُن رسولوں کو نصرت ہماری بسبب پہنچنے عذاب کے کفار پر فنجی من نشاء پس نجات دیتے ہیں ہم عذاب سے جسکو چاہتے ہیں ہم کہ وہ مومنین ہیں ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین ○
اور نہیں پھیرا جاتا ہے عذاب ہمارا قوم گنہگاروں سے پس جو کہ اس شیخ نے معنی لکھے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اسواسطے کہ معنی صحیح یہ ہیں کہ ناامید ہو گئے وہ انبیاء اُن قوموں کے ایمان سے بسبب خبر کرنے خدا کے
کہ یہ ایمان نہ لائینگے اور اس جہت سے کہ وہ اپنی کفر پر ایسے مصر تھے کہ پیغمبروں کو اُنکے ایمان نہ لانیکا یقین ہو گیا تھا اب کوئی صورت اعتراض کی اس آیت پر نہیں ہے کہ کوئی کہنے لگے کہ انبیاء رحمت خدا سے کیونکر نا امید
ہو گئے یہ کام تو کفار کا ہے اور جو معنی کہ اس شیخ نے لکھے ہیں سو اپنے مذہب کے موافق لکھے ہیں ان معنی سے نعوذ باللہ انبیاء کا زمرہ کفار میں داخل ہونا لازم ہو گیا اور تماشا یہ ہے کہ خود ہی آیہ فہب لی من لدنک ولیا کے
ذکر میں پہلی اس سے لکھ چکا ہے کہ جب حضرت زکریا مایوس ہو گئے تو طلب فرزند کی دعا کی اور یہاں لکھتا ہے کہ ناامید رحمت خدا سے کفار ہوتے ہیں اور تم تو کہتے ہو کہ انبیاء رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوتے
البتہ تم کہتے ہو اور عمر کو اس روایت میں ہم تو سچا ہی جانتے ہیں کہ خلیفہ رسول جھوٹ [illegible] اور اگر جھوٹ [illegible]
ہیں اور جب جھوٹے ہوئے تو قابل خلافت کے نہ رہے کہ ایسا اتہام دیدہ دانستہ کیا اور خدا تعالی کے راست گو ہونے میں کیا کلام ہے کہ وہ تو اصدق الصادقین ہے اور اُسکے صدق سے بھی [illegible]
نہ پیغمبر اور اس آیت سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا ہے کہ رسولوں کو خیال دروغ آیا ہو یہ بھی اگر ہے تو تمہارے نزدیک ہے نہ ہمارے نزدیک اور شان انبیاء بلند اور بری ہے خیال دروغ اور باطل سے اور کلام اللہ ہرگز ثابت
نہیں ہوتا ہے کہ کسی پیغمبر اور مومن کے جی میں خیال باطل جم جائے اور اگر کسی غیر مومن کے دل میں جم جائے تو اس سے ہمکو کچھ کام نہیں ہے اور نہ کفار کے ظن سے ہمیں کچھ مطلب ہے سو اگر حضرت عمر نے بنا
میں مثل کفار کے خیال باطل جم گیا تھا تو وہ زمرہ کفار میں سے شمار کئے جائینگے نہ مومنین میں سے اسمیں بھی تمہارے ہی واسطے قباحت ہے نہ ہمارے واسطے اور ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی ہم بیان کر چکے اسمیں کچھ قباحت
نہیں ہے اور ہمارے نزدیک کسی پیغمبر نے معاذ اللہ خدا کو جھوٹا نہیں سمجھا ہے اور اُس آیت سے یہ لازم آتا ہے اگر لازم آتا ہے تو تیرے نزدیک لازم آتا ہوگا کہ وعدہ خدا کو جھوٹا ہی سمجھے اپنے نزدیک بہ اتباع علمائے اور اگر ظن کو گمان کے معنی
میں کہیں تو تیرے ہی نزدیک لازم آتا ہے کہ انبیاء کو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا نہ ہمارے نزدیک اور تو ایسے پیغمبروں کے اتباع میں کہ جنکو خدا کے کہے کا یقین نہ تھا اپنے دین و ایمان کو برباد کر اور اگر یوں تاویل
کیجئے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تھا وہ نسبت خدا کے قول کی نہ تھا بلکہ نصرت کی دیر ہونے سے یوں سمجھے تھے سو اسمیں بھی کچھ قباحت ہے وہ تیرے ہی واسطے ہے نہ تو آیت کے اُلٹے ہی معنی بیان کرتا ہے نہ ہمارے واسطے
اور ہمارے نزدیک یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ بمقتضائے بشریت اُنکے دلوں میں خطرات پیدا ہو گئے تھے یہ بھی تیرے ہی نزدیک ہوگا اور عمر کا یہ کہنا کہ تم ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہو بطور خطرات کے خلیفہ صاحب کے
دلمیں نہیں گزرا تھا بلکہ بالیقین جانتے تھے کہ یہ دونوں ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے کہہ چکے اور خدا کی طرف احتمال کذب کا شیعوں کو ہرگز نہیں ہے اور جو کوئی ایسا احتمال کرے اُسکو شیعہ لعنت
کرتے ہیں اور کافر سمجھتے ہیں اور نہ ہمارے یہ معنی مراد لیتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک تو ہر کتا اور سور اور گدہا اور گھوڑا اور آدمی وغیرہ خدا ہے اور بعضے اولیاء اہل سنت نے دعوی خدائی کا کیا ہی تھا چنانچہ بایزید بسطامی
کہتے تھے کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں بزرگتر ہے شان میری اور کہتے تھے کہ لا الہ الا انا فاعبدونی یعنی نہیں معبود ہے کوئی سوائے میرے پس مجکو پرستش کرو تم مجھکو چنانچہ لکھی ہے

بھی اُنکا حال بیان کرتے ہیں ۔ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں لا الہ الا انا فاعبدون ۔ با مریداں آں فقیر محتشم ۔ بایزید آمد کہ یک یزداں منم ۔ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا
چند جوئی در زمین و در سما ۔ اور منصور حلاج تو انا الحق کہا ہی کرتے تھے مشہور و معروف ہے سو احتمال کذب کا شیعہ ان خداوں کی طرف کرتے ہونگے نہ خدائے حقیقی خالق ارض و سما کی طرف کہ
اُسکی طرف ایسا احتمال کرنیوالے کو وہ کافر جانتے ہیں اور عمر کی طرف احتمال صدق اور کذب میں دونوں تمہارے ہی واسطے خرابی ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال انبیاء کی نسبت
خداوند کریم کا یہ فرمانا کہ وہ مایوس ہوگئے یا اُنکو خدا کی نسبت یا وحی کی نسبت احتمال دروغ ہوا بجز اسکے صحیح نہیں ہو سکتا کہ موقع تعریض و عتاب میں مبالغۃً فرما دیا ہے کہ رسول اللہ
صلعم کو عبرت ہو اور آپ ایسے خیالات میں نہ پڑجائیں یا اور کسی وجہ سے مبالغۃً فرما دیا ہو سو ایسے ہی حضرت عمر کے قول مذکور کو بھی سمجھئے بہرحال یہ آیت ہمارے مطلب کے لئے ثبوت کامل ہے اور اسی
قسم کی بہت سی نظیریں اہل فہم کلام اللہ سے نکال سکتے ہیں کہ اگر معنی ظاہری مراد لیجئے اور قرائن صارفہ کا کچھ خیال کیجئے تو دین و ایمان کی کچھ خیر نہیں سو اگر مولوی صاحب کو کچھ ایمان کا ڈر ہے تو بہر حال
محض معنی ظاہری پر جو بے لحاظ قرائن خارجیہ کے متبادر الی الفہم ہیں کچھ لحاظ نہ کریں بلکہ معنی مقصود ربانی پر نظر رکھیں یعنی آیہ حتی اذا استیأس الرسل کے یہ معنی لیں کہ انبیاء کو تو دل
میں تو یقین ہی تھا کہ وعدہائے الٰہی صادق ہیں ایک روز نہ ایک روز بیشک امداد الٰہی آنیوالی ہے غرض دل سے کوئی صورت انقطاع امید اور ظن دروغ کی نہ تھی پر جیسے بمقتضاء بشریت ہمارے
تمہارے دل میں خدا و رسول کی نسبت خیالات فاسد اوپر کے دل میں آجاتے ہیں اور اس سے اعتقاد قلبی میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی انبیاء کے دلوں میں بھی بمقتضاء بشریت بہ نسبت وعدہائے الٰہی خیالات فاسد
بے اختیار گزر جاتے ہیں و خدا نخواستہ اطمینان قلبی میں کچھ فتور نہ تھا کہ جو یوں کہئے کہ وہ واقعی ناامید ہوگئے تھے اور یقین ہو گیا تھا کہ وعدہائے الٰہی محض دروغ تھے یا اُنکے صدق کا یقین نہ رہا تھا مگر چونکہ
اس قسم کے خیالات کی وجہ سے گو تہ دل میں نہوں اور بے اختیار ہی آتے ہوں ظاہر نظر میں یوں ہی کہتے ہیں کہ دل میں اعتقاد ہی نہیں یہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فقط اوپر کے خیالات ہیں
تو خداوند کریم نے بھی برعایت ظاہر بطور مبالغہ متعارف اُن خیالات کو بلفظ ظن و بیقراری اور بے تابی بشری کو جسکے لوازم میں سے یہ خیالات ہیں بلفظ یاس تعبیر فرمایا لیکن اسی طرح اگر حضرت
علی اور حضرت عباس کی نسبت حضرت عمر کا اس فرمانے کو کہ تم صدیق اکبر کو اور مجھکو کاذب و خائن وغیرہ سمجھتے ہو حضرت علی اور حضرت عباس کی کشیدگی و شکایت پر جو بمقتضاء بشریت برخلاف
اعتقاد اور محبت قلبی کی جو تہ دل میں جمی ہوئی تھی اوپر کے دل میں گزرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی محمول کریں تو اس سے زیادہ اور تو کچھ گناہ نہوگا کہ کلام اللہ کی ایک روش اختیار کی اور یہ بات
تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی بھی نہیں تھی احتمال ہے کہ حضرت عمر ہی غلط سمجھ گئے ہوں کہ دونو صاحب کچھ اس قسم کا خیال تہ دل میں یا اوپر کے دل میں کہتے ہیں ہم تو اُسکے یہی معنی سمجھتے ہیں
جو حضرت عباس نے حضرت علی کو بالمواجہہ مجمع عام میں اسی جلسہ میں بعینہ یہی الفاظ کہے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں جسکی حوالہ سے مولوی صاحب حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو
یوں کہنا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہو ثابت کرتے ہیں موجود ہے مگر اُسکو نقل کاہیکو کرتے یہ تو صدیق اکبر ہی کی ضد ہی بہرحال سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ حق بات یہی ہے جو ہمنے
عرض کی ورنہ حاشا و کلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کے دلمیں ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو مگر افسوس یہی ہے کہ مولوی صاحب اپنی تیرہ درونی کے باعث حضرت عمر بھی اگر بلحاظ ظاہر
یوں فرمادیں کہ حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ فرق ہے تو بے تحقیق اعتبار کر لیں اور حضرت خود اپنی زبان مبارک سے قسمیں کھا کھا کر ایسے کمالات جو لگ بھگ مرتبہ نبوت کے ہیں صدیق اکبر کی
تعریف میں بیان فرمائیں اور علی ہذا القیاس اور ائمہ نے چنانچہ سابقاً بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلاً مرقوم ہو چکا ہے لیکن اسپر بھی کیا امکان جو مولوی صاحب کے اور سوا اُنکے اور شیعوں کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ
کیا سمجھ ہے صدیق اکبر کی ہجو کریں تو حضرت عمر بھی معتبر ہو جائیں اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی بھی کہے جاؤ کوئی نہیں سنتا کسی نے سچ کہا ہے کل شیئ یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر شیعوں کے طور پر مولوی صاحب
کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کی تو ہزاروں معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کا ایک طلسم پر دین ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بعد مولوی صاحب کو اپنی اس جرأت اعتراض کی قلعی کھل
گئی ہوگی اقول بجز اسکے کہ جس سے کچھ فائدہ نہیں ہے کاغذ کو سیاہ کئے چلا جاتا ہے اور پیغمبروں کی عیوب نکالتا چلا جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا رحمت خدا سے مایوس ہونا ثابت کرتا چلا جاتا ہے
اور حال یہ ہے کہ وہ رحمت خدا سے مایوس کبھی نہ تھے اور نہ اُنکو خدا کی وحی کی نسبت احتمال دروغ تھا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اپنی رائے سے جو چاہتا ہے گھڑ تراشتا ہے اور بھلا یہاں مبالغہ کو کیا دخل ہے صاف
صاف معنی آیت کے یہیں لیکن تمکو دل ہی کی سمجھ میں آئیں تو اسکا کیا علاج اور نہ عمر کے قول میں کچھ مبالغہ تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسکو لکھ چکے اور اس آیت سے تیرا مطلب ہرگز ثابت نہیں ہے اے شیخ
بلکہ اس آیت کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور آیت میں تحریف کرکے ایک ایسی بات جو اپنی رائے سے پیدا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو خاطی اور مجرم ٹھیراتا ہے عمر کی خاطر سے اور ایک واہی تاویل ایجاد کرکے عمر کو صاف
اور بری کرتا ہے کیونکر ہو سکتا ہے بات کذب و خیانت کی تو جم گئی اور عمر کے قول میں ہرگز تاویل نہیں ہو سکتی کہ تاویل کی اسمیں گنجائش ہی نہیں ہے اور کلام اللہ میں اگرچہ ایسی تعبیر
ہیں کہ ظاہر معنی اُسکے خلاف مقصود کے ہیں لیکن یہ آیت ایسی نہیں ہے اُسکے معنی تو صاف ہیں مگر تو جو اہلبیت علیہم السلام کی پیروی سے برگشتہ ہے اسواسطے اُلٹے معنی تیری سمجھ میں آتے ہیں اور
ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ تم تو آیت کے وہ معنی بیان کرتے ہو جس سے انبیاء علیہم السلام پر طعن وارد ہو اور ہم وہ معنی کہتے ہیں کہ جس سے طعن انبیاء پر نہونے پاوے اور تمہارا دستور ہے
جب کوئی ثلاثہ کی عیوب کا ذکر کرتا ہے تم اسکے عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیوب اور خطاؤں کی ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہو اور انبیاء علیہم السلام رحمت خدا سے ہرگز مایوس
نہوئے تھے بلکہ اُنکو یقین تھا وعدہائے الٰہی کے صادق ہونیکا اور منتظر تھے اُسکے ایفا کے اور مایوسی اُنکو قوموں کی ایمان لانے سے ہوگئے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں

نہ وعدہ وفا ہونے کے تھے اور اوپر کے دل سے اور نیچے کے دل سے سب سے انکو یقین تھا اور جبکہ ہمارے اور تمہارے دلوں میں مقتضاء بشریت خیالات فاسدہ گزرتے ہیں انکے دلوں میں نہیں گزرتے اور اگر انکے دلوں میں بھی گزرتے تو وہ پیغمبر کاہے کو ہوتے اور معصوم کیونکر ہوتے اور ہم میں اور انمیں کیا فرق ہوتا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے یہ تاویل بھی واہی ہے کہ اسکو عاقل ہرگز پسند نکریگا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے حضرت عمر میں جاری نہیں ہوسکتی چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ محبت تو تہ دل میں جمی ہوئی ہو اور اوپر کے دل سے کشیدگی اور شکایت ہو اول تو اس کشیدگی کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کس جہت سے تھی کوئی ایسا ہی امر عظیم ہوگا کہ جسکی جہت سے ایسے کشیدہ ہوئے کہ انکو کاذب و رخائن جانا سوائے غصب حق کے اور کیا چیز ہے اور طلب میراث ہی کا مقدمہ درپیش تھا سوائے اسکے اور کوئی امر تو درپیش نہ تھا اور یہ امر نہیں ہے کہ حضرت عمر انکی کشیدگی اوپر کے دل سے جانتے ہوں بلکہ یہ جانتے تھے کہ یہ ہمکو کاذب اور خائن تہ دل سے جانتے ہیں گو اپنی زبان سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ عمر کو یہ حال انکا اس قرینہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ ابوبکر نے جو روایت لانورث بیان کی تو انہوں نے اسکو تسلیم نکیا اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر پھر میرے پاس میراث طلب کرنے آئے اور اگر ابوبکر کو سچا جانتے تو مجھ سے کیوں طلب کرتے بیشک یہ ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہیں اسواسطے عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم دونو ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی یہ روش نہیں ہے جو کہ تو نے اپنی رائے ناقص سے بیان کی اور اگر حضرت عمر غلط سمجھ گئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ ابوبکر بھی روایت لانورث ما ترکناہ صدقہ کو غلط سمجھے ہوں کہ حضرت کے ارشاد کے خلاف سمجھے ہوں اسواسطے کہ خلاف کلام اللہ کے حضرت ایسا کیوں فرماتے اور اس غلط فہمی پر حق وارثوں کا حضرت کے دبانا چاہیے تھا اور حضرت عباس نے جلسہ عام میں ہرگز ایسا نہیں فرمایا یہ بھی ایک وضعی فقرہ ہے جیسے کہ اقرار روایت لانورث ما ترکناہ صدقہ کا وضعی ہے اور اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو اسکا جواب بھی تمہارے ذمہ ہے کہ تمہاری کتاب کی روایت میں آیا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کو تو اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کچھ غرض ہی نہ تھی وہ کیوں ذکر کرتے لیکن ہمنے پہلے اس سے اسکا بھی ذکر کردیا ہے اس روایت کے بیان کرنے میں اور یہ فقرہ بھی حضرت عمر کے قول کاذب خائن کی رعایت کے لئے بنایا گیا ہے کہ دیکھو حضرت عباس نے بھی علی کو ایسا کہا ہے لیکن ہمکو اس سے کیا ہمارا مطلب تو جس بات سے ہے اسی سے ہے اور صدیق اکبر سے ہمکو خواہ مخواہ کچھ ضد نہیں ہے انہوں نے جو سید المرسلین و خاتم النبیین کی اولاد کا حق دبایا تھا اسواسطے کہتے ہیں اور حضرت علی نے کسی پیغمبر کی اولاد کا حق نہیں چھین لیا تھا جو انکو کچھ کہتے اور اگر حضرت عباس نے بوجہ حضرت علی کو ایسا کہا ہوگا تو وہ گنہگار ہوئے ہونگے ہمکو اس سے کیا اور حضرت علی اور عباس کو بدگمانی ابوبکر کیطرف سے مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے پائی جاتی ہے اور ہم لکھ چکے ہیں اور تو اگر اپنی تیرہ درونی کی جہت سے اسکا انکار کرے تو تیرا انکار پیش نہیں جاتا ہے اور جسوقت حضرت عمر بیان کریں کہ علی کے دلمیں ابوبکر کیطرف سے کچھ فرق ہے تو بیشک ہم اسکا بدون تحقیق کے اعتبار کرینگے کہ وہ دونو یعنی ابوبکر اور عمر آپس میں دو قالب و یک جان تھے جب ایسا شخص اپنے ایسے یار کی بری بات کہیگا تو اسکا کیونکر اعتبار نہوگا کہ سوا اسکے اور وجوہ سے بھی ہمکو یہ بات ثابت ہے اور اگر حضرت خود تعریف میں انکی ایسے کمالوں کو بیان کریں کہ جو لنگ بھگ نبوت کے ہیں تو ایسے بیان ہی سے ہمکو واضح ہو جائیگا کہ یہ وضعی بات ہے اور ان حضرت نے ایسا نہیں فرمایا کہ ہم اور روایات مشہورہ سے انکی بے کمالی کو جانتے ہیں اور جو کچھ کہ اور آئمہ سے روایتیں بیان کی ہیں ہمنے ان سب کو رد کردیا ہے اور جواب انکا دیدیا ہے لیکن تسپر بھی کیا امکان ہے جو اس شیخ کے اور سوا اسکے اور سنیوں کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے کہ ابوبکر کی ہجو اگر حضرت عمر کریں تو وہ غیر معتبر ہو جائیں اور شیعوں کی تعریف اگر جناب رسولخدا صلعم کریں اور بشارت جنت کی دیویں اور فرمائیں کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ تو کبھی جاؤ کوئی بھی نہیں سنتا سچ کہا ہے کل شئی یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر سنیوں کے طور پر اس شیخ کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کے سینکڑوں معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کی ایک طلسم پر بے ایمان ہو بیٹھے اس تقریر کی بو دنی شیخ کو اپنی اس چربوز جواب کی قلعی کھل گئی ہوگی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر باینہمہ بولاوجہ ت سمجھیں اور دلنشین ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا وہ واقعی تھا نہ اسمیں کچھ غلطی ہے نہ اسکے سوا ظاہر معنوں کی اور کوئی معنی تو میری عرض یہ ہے کہ مثل بریں حضرت علی و حضرت عباس کے دلمیں یہی بات ایکدفعہ کو جم گئی ہو کہ صدیق اکبر نے خیانت کی اور جھوٹ بولا کہ رسول اللہ صلعم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا ہے لیکن مولوی صاحب فرمائیں تو یہی کہ اتنا بات سے انکی کیا ہاتھ لگا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دست و گریبان ہونیکا قصہ مشہور و معروف ہے اسکے سبب بجز اسکے کچھ اور ہی تھا کہ حضرت موسیٰ یا نوجہ انکی خلقی یہ بات تھی کہ خلاف مرضی اور مخالف حکم الٰہی دیکھا نہیں اور انکے تن من میں آگ لگی نہیں دیدبرابر اگر کہیں خدا کی نافرمانی نظر پڑ جاتی تھی تو تھامے نہیں تھمتے تھے طور سے لوٹکر جب بچھڑے کی پوجا پاٹ دیکھی ایکدفعہ ہی [illegible] لئے کیا تو کیا حضرت ہارون بھی انکے شریک حال ہوگئے یا انہوں نے بنی اسرائیل کو نہ روکا جو فتنہ دیکھیل گیا بہرحال انکو شریک حال سمجھا یوں سمجھا کہ انہوں نے کسیکو روکا نہیں لیکن اس سمجھ میں اول تو حضرت موسیٰ کو کچھ شک نہیں ہوا تہا نہیں نوبت یہانتک آئی کہ انکے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچے فقط شک اور تردد میں اتنی بے تقیدی تو کم عقل ہی نہیں کرتے چہ جائیکہ حضرت موسیٰ جنکا کمال عقل بالیقین معلوم ہے دوسرے یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی غلط فہمی تھی جو یوں سمجھے ہارون اول تو نبی معصوم تھے ایسے امور میں شریک ہونا یا منع نکرنا انبیا منجملہ محالات ہے دوسرے اگر معصوم نہوتے تب واقع میں انسے کچھ خطا ہوئی تھی بے تحقیق فقط ظاہر حال کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ حضرت ہارون نے دربارہ نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا خود شریک حال ہوگئے حضرت

موسیٰ اپنے آپے سے باہر ہوگئے ورنہ حضرت ہارون بھی طرح بے خطا تھے شریک حال ہونا کجا منع اور زجر و توبیخ میں اُنہوں نے اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی تھی تقدیر سے بات راست نہ آئی اب دیکھئے کہ جب ایک معصوم دوسرے معصوم سے اتنی بدظن ہو جاتے ہوں کہ نوبت بہ شت و مشت کے پہنچی تو حضرت علی اگر فی الجملہ کچھ حضرت ابوبکر کی طرف سے بدگمان ہو جائیں تو کیا حرج ہے اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں کیا دشواری ہے نہ ابوبکر صدیق انکے نزدیک معصوم ہیں جو انکی کذب و خیانت کی منسوب ہونے میں کسی رکن ایمان کا تھا منا شکل پڑ جاوے نہ حضرت علی انکے اعتقاد میں معصوم کہ انکی طرف غلط فہمی کی نسبت کرنے سے کچھ بھی ڈریں اور پھر باایں ہمہ ہنوز یہ بھی متحقق نہیں کہ بالیقین حضرت علی کے جی میں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ گمان فاسد ہو فقط حضرت عمر نے اپنے عندیہ کے موافق وہ بھی مبالغۃً ایک بات کہدی ہے ورنہ حضرت علی کا بہ نسبت حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ اقرار کرنا اور پھر اُس سے بڑھ کر تعریفیں کرنی چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے خود اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ دل مرتضوی لبریز حسن اعتقاد صدیق اکبر تھا اسپر بھی اگر مولوی صاحب بزعم خود باتباع حضرت شیر خدا علی مرتضیٰؓ صدیق اکبر کو کاذب و خائن و غادر و آثم سمجھتے ہیں تو بہ نسبت حضرت ہارون دو قدم آگے بڑھکر اُنکے عصیان اور شراکت شرک کا چھاتی ٹھوک کر اقرار کرینگے کیونکہ اول تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم اور بزعم شیعہ معصوم غلط فہمی سے بری معصوم ورنہ اہل سنت پر یہ طعن کیوں ہوتا کہ انکے امام ابو حنیفہ وغیرہ غلطی کہا سکتے ہیں دوسرے حضرت موسیٰ کا بہ نسبت حضرت ہارون علیہما السلام بالیقین خطا وار سمجھنا بالیقین معلوم ہے تو اس صورت میں کوئی صورت مولوی صاحب کو اس عقیدہ میں کمی کرنے کی نہیں اور حضرت عباس حضرت علی کے بھی بزرگ ہیں دین ہی نہیں نسب ہی کے سہی تھوڑا بہت کچھ اُنکا بھی اتباع چاہئے بہت نہیں تھوڑا ہی سہی معہذا حضرت عباس سے رسول اللہ صلعم کو نہایت محبت تھی چنانچہ بحوالہ قاضی نور اللہ شوشتری مرقوم ہو لیا ہے تو اُنکی بات ہارون تولے پاؤ رتی کے نہیں تو کچھ تو اعتبار رکھتی ہوگی سو جس سند سے مولوی صاحب کو صدیق اکبر کی نسبت حضرت علی کا کاذب سمجھنا کچھ معلوم ہوا ہے اُسی روایت میں حضرت علی مرتضیٰ کو بعینہ اُسی طرح بُرا کہنا اس سے بھی پہلے مذکور ہے بلکہ شاید حضرت عمر نے اُنہیں کی بات سے سمجھا ہو کہ ایسے معاملات میں اتنی رنج میں ایک دوسرے کو کاذب وغیرہ سمجھتے ہیں اسی قیاس پر اُنہوں نے کہدیا کہ تم صدیق اکبر کو ایسا سمجھتے ہو سو بحکم محبوبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگی حضرت علی حضرت عباس کا بھی اقتدا چاہئے اگر عذر بے اعتقادی ہے تو بہت نہیں تھوڑا ہی سہی واہ کیا دین کیا آئین ہے جس مذہب کی ایسے دلائل ہیں وہ خود مذہب کیسا ہوگا قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **اقول** جو کوئی تیری پوچ تقریر کو پسند نکرے وہ تو بلادت کی جہت سے ہو اور جو کوئی پسند کرے وہ تیرے نزدیک خوب سمجھا ہوا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے پسندیدہ وہ ہے کہ جسکو اپنا اور بیگانہ سب پسند کریں اور جو کچھ کہ تو نے لکھا ہے اسکو کوئی بھی پسند نکریگا اور بیشک جو کچھ کہ عمر نے کہا تھا کہ تم ہمکو کاذب اور غادر جانتے ہو یہ سب واقعی تھا اور کچھ غلطی اُسمیں نہیں ہے اور ظاہر معنی اُسکے یہی ہیں اور البتہ حضرت علی اور عباس کے دل میں بات جم گئی تھی ابوبکر اور عمر نے دونوں نے خیانت کی ہے اور روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کے بیان کو ہم پیچ جھوٹے ہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے دست و گریبان ہونیکا قصہ جو ہے اُس میں تیرا کیا مطلب ہے اور تمہارا دستور ہے کہ جب کوئی ابوبکر اور عمر پر اُنکی بداعمالی کی جہت سے طعن کرتا ہے تو تم اُسکی عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیبوں کو ثابت کرتے ہو اور ہم اُسکو دفع کرتے ہیں اسواسطے کہ وہ معصوم ہیں اور معصوم سے بدی کا ظہور میں آنا خلاف عصمت کے ہے نقیضین دونوں ایک جگہہ جمع کیونکر ہوں اور یہ قصہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کا وہ ہے کہ اسمیں کوئی بات گرفت کی نہیں ہے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑکر جو اپنی طرف کو کھینچا تھا اسکو تم کہتے ہو کہ حضرت موسیٰ کا یہ فعل بد تھا کہ ہارون بیگناہ کو غلط فہمی کی جہت سے اپنی طرف کو کھینچا سو حضرت موسیٰ نے جو حضرت ہارون کو اپنی طرف کو پکڑکر کھینچا یہ فعل اُنکا بد تھا اور نہ حضرت موسیٰ کے سمجھنے میں غلطی تھی بلکہ عمداً کھینچا تھا اور جانتے تھے کہ ہارون اسمیں بیگناہ ہے اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے بال پکڑکر اپنی طرف کو بنی اسرائیل کے دکہانیکے واسطے اور اُنپر ظاہر کرنیکے واسطے کھینچا تا کہ وہ جانیں کہ وہ فعل ہمارا گوسالہ پرستی کا بڑا سخت اور نہایت ہی بد تھا کہ جسکے واسطے موسیٰ نے غصہ میں ہوکر اپنے بھائی ہارون بیگناہ کی کہ جسکو پیغمبر بھی کہتا ہے ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑکر کھینچے تا کہ وہ لوگ اس فعل کو موسیٰ سے دیکھکر توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بھی اس مصلحت کو سمجھے ہوئے تھے اسیواسطے اُنہوں نے بھی کہا کہ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ یعنی بس نہ تو مجھپر دشمنوں کو اور حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کے دعا اپنے واسطے تو اس لئے کی کہ میں نے بھائی کے ساتھ مصلحۃً یہ حرکت کی ہے کہ اُسکو کھینچا ہے شاید تیری پسند نہو اور اپنے بھائی کے واسطے اسواسطے مغفرت چاہی کہ اُس نے سختی سے منع نکیا ہوگا وہ حلیم و نرم بہت تھے نرمی سے اُنہوں نے منع کیا ہوگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اسواسطے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ نے غصہ ہوکر کھینچا کہ جس وقت بنی اسرائیل نے یہ حرکت گوسالہ پرستی کی کی ہے تو اُسکو دیکھکر میرے پاس کیوں نہ چلا آیا کہ اُنپر عذاب نازل ہوتا اور اسی واسطے حضرت موسیٰ نے طلب مغفرت کے اپنے واسطے اور اپنے بھائی کے واسطے دعا کی کہ مصلحت سے جو میں نے ہارون کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور بھائی میرا وہاں سے کیوں نہ چلا گیا لیکن وہ پہلے معنی بہتر ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو قصور وار سمجھ کر اپنی طرف کو کھینچا تھا اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ خلاف شرع جو کوئی امر دیکھتے تو انکو بہت غصہ آتا تھا اور آپے سے باہر ہو جاتے تھے یہ سب سچ ہے لیکن یہ سمجھنا حضرت موسیٰ کا نعوذ باللہ کہ ہارون بھی انکے شریک حال ہیں یا اُنہوں نے کسیکو اس حرکت سے روکا نہیں کیونکر درست ہو سکتا ہے اگر ایسا سمجھئے تو یا تو حضرت موسیٰ نبی نہ تھے یا حضرت ہارون پیغمبر نہ تھے بلکہ عوام الناس میں سے تھے اور جو کوئی ایسا گمان کرے اُنکی طرف اُسکو ایمان انبیاء پر نہیں ہے اور وہ شخص ایک افترا کرتا ہے انبیاء علیہم السلام پر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خدا کا رسول بھی جانیں اور پھر یہ بھی

سمجھیں کہ اس نے شرک کو اختیار کیا بڑی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ پیغمبر تو ہو گئی لیکن یہ نہ سمجھے کہ پیغمبری کیا چیز ہے ایسے تو حضرت موسیٰ نادان نہ تھے کہ پیغمبر کو مشرک گوسالہ پرست گمان کریں تمہارے نزدیک ایسا ہی ہوگا مگر ہم تو اس اعتقاد سے پاک ہیں اور بعد اسکے جو کچھہ تو لکھتا ہے کہ اس سمجھنے میں حضرت موسیٰ کو کچھہ شک نہیں رہا تھا یہ کہنا تیرا بالکل غلط ہے بلکہ حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہارون کا اسمیں کچھہ قصور نہیں ہے اور ہارون نے انکو روکا ہوگا کہ وہ پیغمبر ہیں اور اسواسطے وہ پیغمبر ہو کر آئے ہیں کہ لوگوں کو شرک سے منع کریں مگر لوگوں نے انکا کہنا نہ مانا چنانچہ خدا تعالیٰ حضرت ہارون کے قول کو بیان کرتا ہے جو کہ حضرت موسیٰ سے انہوں نے عذر کیا تھا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی اور انکے بال پکڑکر جو حضرت موسیٰ نے کہنچے تو اُسی مصلحت سے کہ ہم بیان کرچکے پہلے اس سے اور حضرت موسیٰ کو شک اور تردد اس میں ہرگز نہ تہا بلکہ یقین تہا کہ ہارون کا اسمیں کچھہ قصور نہیں ہے اور سوا تیرے کوئی نہیں جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ سے غلط فہمی ہوئی اور جس طرح سے تو لکہتا ہے اسطرح وہ سمجھے ہی نہیں تہے بلکہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تہے کہ ہارون اسمیں بالکل بے قصور ہیں اور بیشک حضرت ہارون معصوم تہے اور ایسے امور میں شریک ہونا اور منع نکرنا منجملہ محالات ہے اور یہی حضرت موسیٰ سمجھے ہوئے تہے اور اسی لئے انکو بے قصور جانتے تہے اور ظاہر حال سے حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہی نہ تہے کہ ہارون سے در باب نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا انکے شریک حال ہوئی اور کیونکر شریک ہونیکا گمان کرتے کیا وہ حضرت ہارون کو مشرک جانتے تہے اور حضرت موسیٰ حضرت ہارون سے ہرگز بدظن نہیں ہوئے اور نوبت ہاتہا پائی کی اُسی مصلحت سے پہونچی کہ جو لوگوں کو دکہانیکو ایسا کیا تہا تاکہ اس فعل کو نہایت قبیح سمجھکر اُس سے توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت علی جو ابوبکر کیطرف سے بدگمان ہوئے باعث اُسکا وہی ہے کہ دختر رسول خدا صلعم کا حق دبا بیٹھے اور سوا اسکے بدگمانی اور کس امر کی تہی اور کیا کیا تہا ابوبکر نے حضرت علی کا جو وہ بدگمان ہوتے اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں دشواری کیوں نہیں ہے کہ ایسا ڈاکو اور لٹیرا لوگوں کا مال ظلم سے غصب کرنیوالا خلیفہ اور نایب رسول نہیں ہو سکتا ہے اور اگر یہی حال ہے خلافت رسول کا تو سلام ہے ایسی خلافت کو خوب خلافت مقرر کی ہے جو پٹے دغابازوں کے اور حضرت علی کیطرف ہرگز گمان غلط فہمی کا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ دعوی انکا مدلل تھا اور ابوبکر کیطرف سے حضرت علی کو بیشک گمان فاسد تھا کہ اُسکے قراین اور علامات موجود تہی اور حضرت عمر کا عذر یہ بہی صحیح تہا کہ وہ بہی بیوجہ نہیں کہتے تہے اور مبالغہ نہیں کہتے تہے بلکہ جو کچھہ کہ واقع میں تہا اُسکے موافق کہتے تہے اور اُنکے نزدیک قراین اُسکے موجود تہے کیا تمہارے حضرت عمر ایسے یاوہ گو تہے کہ بیوجہ علی اور عباس پر تہمت کرتے اور اقرار روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کا حضرت علی نے ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم ثابت کر چکے یہ فقرہ بالکل موضوع ہے اور تعریف ابوبکر کی کرنی جیسے کہ ہے وہ خوب معلوم ہے اور جواب اُسکا پہلے اس سے ہم لکہ چکے اور حسن اعتقاد حضرت علی کو جیسا کہ ابوبکر سے تہا وہ خطبہ شقشقیہ سے جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ یہہ کلام جناب امیر کا ہے اور بعض روایت اہل سنت سے خوب واضح ہے اور حضرت ہارون ہرگز شریک بنی اسرائیل کے شرک میں نہ تہے اور نہ حضرت موسیٰ کا اُنکی نسبت ایسا گمان تہا تو انبیاء پر بہتان کرتا ہے اور کیونکر ایسا ہو سکتا ہے کہ پیغمبر شرک کو اختیار کریں یا ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر پر گمان شرک کا کریں پیغمبر ٹہیرے بازاری آدمی ٹہیرے کہ شرک کے دفع کرنیکو تو مبعوث ہو کر آئیں اور پہر خود ہی شرک کرنے لگیں کیا حضرت موسیٰ پیغمبر کچھ غرض سے جاہل تہے جو ایسا گمان حضرت ہارون کی نسبت کرتے اور حضرت موسیٰ بیشک معصوم تہے اور غلط فہمی سے پاک تہے اور غلط فہمی اُن سے ہرگز نہیں ہوئی ہے تیری سمجھہ ہی کی غلطی ہے اور وجہ حضرت ہارون کی اپنی طرف کہینچنے کے ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو ہرگز خطاوار نہیں سمجہا تہا ابوبکر کی خاطر سے تو انکا خطاوار سمجہنا ثابت کرتا ہے اور ہمارے نزدیک یہ کہ انکو ہرگز خطاوار نہیں سمجہا تہا اور جو معنی کہ آیت مذکورہ کے صحیح ہیں اُسکو ہم بیان کر چکے اور حضرت عباس حضرت علی کے البتہ بزرگ ہیں اس جہت سے کہ وہ انکے چچا ہیں اور یہی مسلم ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم حضرت عباس سے محبت رکھتے تہے اور حضرت عباس کی بات کا ہمارے نزدیک اعتبار بہی ہے لیکن حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر ہرگز نہیں کہا ہے یہ جملہ اس میں واسطے رعایت حال عمر کے زیادہ کر دیا ہے یہ کیونکر کہ عباس نے بہی تو علی کو ایسا کہا ہے اور کیونکر اعتبار کیا جائے اسکا کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا کہا ہے حضرت علی نے کیا حضرت عباس کا کوئی حق دبا لیا تہا جو ایسا کہتے اور اگر بروایت اہل سنت دونوں متولی ایک زمین کی ہوئی تہی کہ اُسکا محاصل فقرا پر تقسیم کر دیا کرتے تو متولی ہونیسے مالک اُس زمین کے نہیں ہو گئے تہے کہ عباس کے حق کا دبانا ثابت ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت علی ہی تنہا متولی ہے اور حضرت عباس کو تولیت سے ہٹا دیا اور تولیت ایک عہدہ تہا ہے کسیکی شے مملوک نہیں ہوتی اور حضرت عباس تولیت کے انتظام سے ناواقف ہونگے اور اُنکی شراکت سے ضرر ہوتا ہوگا اسواسطے اُنکو ہٹا دیا ہو گا اس میں کاذب اور خائن کہنے کی کیا صورت ہے اور ہمارے نزدیک تو یہہ تولیت ہی ثابت ہی نہیں ہے یہ بہی ساختہ اور پرداختہ مریدان عمر کا ہے اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر اور عمر کو کاذب جانتے تہے تو اس جہت سے اُنہوں نے کاذب و خائن جانا اور حضرت علی نے حضرت عباس کی کوئی زمین مملوکہ غصب نہیں کرنے تہی اور اُسکے غصب کرنیکی حیلہ کو کوئی روایت نہیں بنالی تہی کہ انہا علی کو کاذب اور خائن کہتے اور عباس نے جو علی کو ایسا بیہودہ کلمہ کہا کاذب اور خائن تو اسکا جواب بہی اہل سنت ہی کے ذمہ ہے کہ انکی کتاب میں لکھا ہے ایسا واہی کلمہ اور ہمارے ذمہ اسکا جواب بہی نہیں ہے کہ ہم تو اس فقرہ کو موضوع ہی جانتے ہیں کہ بپاس خاطر عمر اسکا اضافہ کر دیا ہے اور حضرت عمر نے کاذب اور خائن یہہ سمجھکر نہیں کہا ہے کہ ایسے معاملات میں اینا ہی کہدیا کرتے ہیں بلکہ اپنی علم کے موافق کہا ہے کہ انہوں نے باوجودیکہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کو ابوبکر سے سنا تہا اور پہر جو مجھہ سے طلب کرنے آئے تو بیشک یہ ہمکو

کاذب و خائن جانتی ہیں جو بات کہ راست و صحیح ہو وہ تو کہنا نہیں ہے اور جو کہتا ہو اُلٹی ہی کہتا ہو وہ کیا دین ور کیا آئین ہو جس مذہب کے ایسے لائق ہیں وہ مذہب کیا ہوگا ؎
قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا + **قال الشیخ الاشعری** اب ایک بات شرح طلب باقی ہی مگر اُسکے بیان میں متردد ہوں یا یہ خیال کہ وہ بات شاید کسیکے خیال میں
آجائی تو یہ اندیشہ ہو کہ مبادا کسی متردد کو تردد پیدا ہو یا کسی متعصب کو جای انگشت نہادن ملی اور جب یہ بھی خیال آتا ہو کہ کبھی یوں ہی ہو جاتا ہو کہ روٹی کھائی تو ہیضہ ہوکے مرگئے اور
کھائی تو ہیضہ میں جان ہی گئی اسلئے ڈرتا ہوں کہ شاید کم فہم نہ سمجھیں اور بیٹھے بٹھلائے گمراہ ہوں میں اگر نہ لکھوں تو شاید خبر بھی نہو لیکن یا یہ خیال کہ روٹی کو خداوند کریم نے نفع ہی کیلئے بنایا
ہے نقصان ہو جانا تو اتفاق ہی اسلئے ہیضہ کے اندیشہ سے کوئی کھانا نہیں چھوڑ دیتا میری کلام تو کیا چیز ہے خود کلام ربانی میں کلام ربانی کی نسبت یوں فرماتے ہیں یضل به
کثیرا و یھدی به کثیرا گمراہ کرتا ہی اول ہی ہدایت آسکے بعد پھر جب خداوند کریم نے اپنی بات کو کسی سے نہ چھپایا ہو میں اپنے جی کی بات کو کیوں چھپاؤں جیسے کلام اللہ ربانی اصل
ہدایت کیلئے ہے یوں کوئی اپنی کج فہمی سے بے راہ ہو تو ایسے ہی وہ باتیں جو کلام اللہ و حدیث سے مستنبط ہوئی ہیں اصل میں ہدایت ہی کیلئے ہیں یونہی کوئی بات کے مغز کو نہ سمجھی اور بہک
جای تو اپنا سر کھاؤ بہرحال لکھنا ہی مناسب سمجھکر لکھتا ہوں **اقول** جو کچھ تم لکھ گئے وہ سب پوچ اور واہی ہی اور جواب شیعوں کے اعتراض کا نہیں ہوسکتا ہی دیکھو گے کہ ہم اسکو کس طرح سے رد
کرینگے اور تمہاری دیانت توڑینگے اور کلام ربانی تو بیشک ہدایت کیلئے ہے لیکن تمہارا کلام لوگوں کا گمراہ کرنیوالا ہی اور تم کلام اللہ اور حدیث سے وہ بات استنباط کرتے ہو کہ جسکو کوئی بھی پسند
نہ کرے **قال الشیخ الاشعری** حدیث مالک بن اوس کو میں جسکے بعض مضامین مولوی صاحب نے رقیمہ سیہ میں درج فرمائی ہیں اور اسکو روایت صحیح مسلم کہا ہی یوں مرقوم ہے کہ
حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو اسی جلسہ میں جسمیں یہ دونو صاحب جھگڑتے ہوئے آئے تھے بغرض الزام یوں بھی فرمایا تھا فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک و یطلب ھذا میراث امراته من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة
اسکے بعد یہ ہے فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا حاصل مطلب یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اب میں ہوں رسالتماب کا
ولی اور متولی تو تم دونو آئے تم تو اپنے بھتیجے کی میراث مانگتے تھے اور یہ اپنی بیوی کی طرف سے انکے باپ کی میراث مانگتے تھے یعنی بیوی کی طرف سے انکے باپ کی میراث مانگتے تھے ابو بکر
صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں ارشاد فرمایا ہی لا نورث ما ترکناہ صدقة سو تم انہیں کاذب آثم غادر خائن سمجھا فقط اس سے دو باتیں اہل سنت کی قال کے خلاف
معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقة کو اہل سنت یوں کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس بھی ہیں اور اس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ انہیں خبر
بھی نہتی ورنہ اہل سنت کے اعتقاد کے موافق حضرت علی تو حضرت علی ہیں حضرت عباس کی طرف بھی یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ باوجودیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا ہو
کہ لا نورث ما ترکناہ صدقة پھر طلبگار میراث ہوں دوسرے یہ بات ہے کہ لفظ میراثک اور لفظ میراث امراته اور نیز صدیق اکبر کا یہ جواب دینا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا کہ لا نورث
ما ترکناہ صدقة صاف اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ وہ دونو طالب میراث ہوئے پھر جب ان دونو صاحبوں کو حدیث مذکور کی خبر ہی نہوئی تو اب یوں معلوم ہوتا ہی کہ ان
دونو کا صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھنا اسوجہ سے تھا کہ انہوں نے انکی میراث نہ دی چنانچہ حضرت عمر نے بھی اس دینی ہی کی تفریع میں یہ بیان فرمایا ہی فرایتماہ کاذبا الخ سو
اس صورت میں توجیہ بھی غلط ہوگئی کہ حضرت علی کو صدیق اکبر سے بانیوجہ کچھ کشیدگی تہی کہ وہ انکی تولیت تک کے روادار نہوئے اور اس کشیدگی ہی کی وجہ سے حضرت عمر
نے کہا کہ تمنے صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجھا تو اب بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا نہ دل سے کاذب وغیرہ سمجھا ہو کیونکہ کسیکی میراث کا نہ دیو والا بالیقین خائن ہی البتہ اس حدیث میں
یوں مذکور ہوتا کہ ان دونو صاحبوں نے صدیق اکبر سے بھی تولیت ہی مانگی تہی جیسے کہ حضرت عمر سے مانگی تہی پر صدیق اکبر نے تولیت سے بوجہ مذکورہ بانیوجہ انکار کیا تو یوں بھی کہنے
کی گنجائش تہی کہ تولیت کے دینے میں کچھ ستم نہیں تولیت کیکا حق نہیں خلیفہ کو اختیار ہی جسے چاہی سمجھ کے موافق متولی کرے **اقول** دو باتوں کی سوا ایک اور بات بھی خلاف
اعتقاد اہل سنت کے ہوئی اور پہلی اس سے ہم اسکو لکھ چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی اور حضرت عباس کے نزدیک منافق بھی تہے اسواسطے کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب
صحاح میں لکھا ہی کہ کذب اور خیانت اور اثم اور غدر اوصاف منافق کی ہیں اور بقول عمر علی اور عباس ان اوصاف کو ابوبکر اور عمر میں سمجھتے تھے اسواسطے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا
علی اور عباس کے نزدیک ثابت تھا اور حضرت علی اور حضرت عباس کا راوی روایت لا نورث ما ترکناہ صدقة کا ہونا اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ راوی اسکا مالک بن
اوس ہے اور اُس نے کئی شخصوں کا نام بیان کر دیا ہی کہ ان لوگوں نے روایت لا نورث کا اقرار کیا ہی کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت سُنی ہے اور ایک انہیں سے حضرت علی و حضرت
عباس بھی ہیں اور حال یہ ہی کہ کسی نے انہیں سے جناب رسولخدا صلعم سے روایت لا نورث کو نہیں سنا ہی اگر یہ اشخاص اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو کوئی شخص تو
گواہی دیتا اسکی جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی وراثت کا ابوبکر سے کیا تھا اور ابوبکر نے یہ روایت موضوعہ حضرت فاطمہ کے سامنے بیان کرکے حضرت فاطمہ کا دعوی باطل کر دیا تھا
اور حضرت فاطمہ اس روایت کو سنکر اسقدر غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر سے تا دم واپسیں کلام نہ کیا حضرت فاطمہ کے دعوی کے وقت یہ لوگ کہاں گئے تہے کہ کسی نے بھی نہ کہا کہ ہم نے رسولخدا صلعم سے

روایت نورث کو سنا ہی اور حضرت علی نے تو با وجود سننے اس روایت کے ابوبکر سے گفتگو کی میراث کی مقدمہ میں اور میراث انبیاء کی جاری ہونے میں استدلال کیا کلام اللہ کی آیتوں سے جیسا کہ کنز العمال اور طبقات محمد بن سعد میں لکھا ہی اور بعد اُسکے عمر کے زمانہ میں عمر سے میراث کو طلب کیا اگر اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو پھر کیوں طلب کرتے یہ روایت حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کرنیکی بالکل موضوع ہی اسمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے ورنہ عمر علی اور عباس کو کیوں کہتے کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے روایت لانورث کو جناب رسولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا تھا اسواسطے عمر سے بھی میراث کو طلب کیا اور جیسے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کا اقرار کرنا لکھا ہے اس روایت میں ایسے ہی عثمان کا اقرار کرنا بھی لکھا ہی کہ اُس نے بھی اقرار کیا اور گواہی دی کہ میں نے روایت لانورث کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو ازواج حضرت کی طرف سے واسطے طلب ثمن حصہ کے وکیل کا ہیکو بنتے ازواج کو جواب ہی دیدیتے کہ تمکو ثمن حصہ نہیں پہنچتا ہی اسواسطے کہ ترکہ رسولخدا صلعم کا صدقہ ہی ملیں نہوا ہے یہ تنہا اور وکیل بنکر اور اگر عثمان روایت لانورث کو سنتے تو فدک کو مروان تنہا کی جاگیر میں کا ہیکو دیتے چنانچہ یہ قصہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت عباس اور عثمان غیرہ نے اس روایت لانورث کا اقرار نہیں کیا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ حدیث لانورث ما ترکناہ صدقہ کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس بھی ہیں تو کہنا اسکا غلط ہی اور جس روایت میں انکا اقرار کرنا لکھا ہی وہ روایت بالکل موضوع ہی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی اور حضرت عباس روایت لانورث کو سنتے اور پھر میراث کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس روایت موضوعہ کو رسولخدا سے سنا ہی نہیں تھا بلکہ ابوبکر نے اس روایت کو وضع کر لیا تھا اور وضع کر کے حضرت فاطمہ کے روبرو اسکو پڑھا اور حضرت علی نے بھی اسکو سنا لیکن معتبر نہ جانکر پھر دعوی میراث کا کیا اور جو کچھ شیعوں کیطرف سے لکھا ہی اسمیں شبہ نہیں ہے بلا اسمیں بہی زیادہ ظاہر ہوتا ہی روایت مسلم سے اور تولیت کا تو شیعہ ذکر ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا تھا اپنی رای ناقص سے ایجاد کر کے کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب ان دونو اعتراضوں کا جواب گوش ہوش سنئے اول تو ہم فرض کریں کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے تولیت ہی صدیق اکبر سے طلب کی تہی تب ان الفاظ سے کچھ اسکے مخالف انشاء اللہ تعالی نہ نکلیگا اور یہی الفاظ جو حدیث میں مذکور ہیں طلب تولیت پر محمول ہو جائینگے گو ظاہر میں طلب میراث ہی پر دلالت کریں جسکی یہ ہی کہ سابق میں معنی میراث کی تحقیق میں گزر چکا ہی کہ میراث کے معنی حقیقی بھی قائم مقام ہوتا ہی پر اصطلاح فقہا میں میراث بمعنی مشہور میں مخصوص ہو گیا ہی اور اگر معنی حقیقی نہیں تب اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ مجاز متعارف ہے چنانچہ محاورات قرآنی میں بہت مواقع میں اسی معنی میں مستعمل ہی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا الَّتِیْ بَارَکْنَا فِیْھَا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا اور سوا انکے اور بہی عبارت میں بھی معنی مراد ہیں اول دو آیتوں کا ترجمہ تو گزر ہی چکا ہے اور تیسری آیت کا حاصل یہ ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ہم زمین کے وارث ہونگے اور جو زمین پر رہنے والی ہیں اُنکے بھی اور ظاہر ہی کہ بمعنی مشہور خداوند کریم کسیکا وارث نہیں الحاصل ان آیات میں میراث سے میراث بمعنی قائم مقام ہونیکی مراد ہی سو تولیت میں بھی ہوتا ہی کہ متولی قبضہ کرنیوالی کا قائم مقام ہوتا ہی اس صورت میں میرا کسن بن اخیک [illegible] میراث ابرا [illegible] ہماکے با تو یہ معنی ہونگے کہ تو اپنی عباس اپنے بھتیجے یعنی سرورکائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات کے قائم مقام ہونیکی اور اُنکے ترکے کے متولی ہونیکی طلبگار ہی اور یہ یعنی حضرت علی [illegible] ہونیکی خواستگار ہی اس تقریر پر تو کلمہ من جو من ابن اخیک اور من بیہا میں ہے صلہ میراث ہوگا اور مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا اور یا یوں کہیے کہ قائم مقام ہونا تو فقط لفظ میراث کا مدلول ہی اور لفظ میراث کا صلہ اگر ہی تو محذوف ہی اور کلمہ من مذکور اسم سببیہ ہے اور حاصل مطلب ہوا کہ تم تو قائم مقام ہونیکی یعنی تولیت کے اپنے بھتیجے کی وجہ سے طالب ہوئی اور حضرت علی خسر کے طلبگار ہوئی یہ دونو توجیہیں یا یں نظر ہیں کہ میراث کے یہ معنی نہیں جو اب معروف ہیں و اگر بپاس خاطر شبعہ باعتبار معنی حقیقی معنی معروف ہی میں منحصر رکھیں اور پہر اسکو کسی دوسرے معنی کیطرف منقول بھی نکہیں یا اسکو بجز معنی معروف عوام کی اور معنی مستبعد معلوم ہوں تب بھی بہ طلا معنی مذکور پر دلالت کرنے میں کچھ خرخشہ نہیں ہو سکتا ہی کہ بطور تشبیہ حضرت عمر نے طلبگاری تولیت کو بوجہ استحقاق قرابت میراث فرما دیا ہو اور بوجہ قرابت استحقاق جتا کر تولیت کے لینے کو طلب میراث سے جسقدر مشابہت ہے ظاہر ہی اور یہ توجیہ جب ہی بن پڑتی ہی جبکہ مادہ میراث کو معنی معروف میں منحصر نرکھیں بلکہ بدستور معنی معروف غیر مشہور میں عام سمجھے چنانچہ ظاہر ہی باقی اس صورت میں کوئی طالب قرینہ صارفہ ہی جو ارادہ معنی حقیقی سے روکے تو اس سے زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ دو چار ہی سطر پہلے حضرت علی اور حضرت عباس کا اقرار گزرا ہی کہ واقعی رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقہ لیکن یہ بات قابل بیان باقی رہی کہ ہمنے مانا یہ تینوں توجیہیں صحیح اور حضرت علی اور حضرت عباس تولیت ہی کے طلبگار ہوئے تھے طلب میراث کے نہوئے تھے لیکن صدیق اکبر کے اس جواب کو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ما ترکنا صدقہ طلب تولیت سے کیا علاقہ کیونکہ بالیقین اس حدیث میں میراث سے معنی معروف مراد ہیں اس صورت میں اس سوال و جواب کا وہی حال ہوگا جیسا مشہور ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان یا جیسے مثل مشہور ہے زمین کی کہیں آسمان کی سنیں اسلئے ہمیں اور بھی تکلیف اٹھانی پڑی خیر سر بسر قرز ند آدم ہر چہ آید بگذرد + **اقول** جواب دونو اعتراضوں کا جو کچھ کہ تو نے لکھا ہی یہ جواب نہیں ہے سوال دیگر جواب دیگر اور یہ اعتراض دل جسپاں جواب

ہوسکتا اور ٹھہ دعویٰ عوام کرنے سے جو کچھ کہ تو نے لکھا ہے کیا فائدہ ہے اور اب تک گفتگو کرنے کا تجھ کو سلیقہ تو نصیب ہوا ہی نہیں ہے گفتگو کرنیکو مستعد ہو گئی اور تولیت کو جو فرض کرتا ہے یہاں تولیت سے بحث کسکو ہے یہاں تو بحث میراث میں ہے اور کس کتاب میں سنی کی یا شیعہ کی لکھا ہے کہ حضرت علی و حضرت عباس ابوبکر سے طالب تولیت کے ہوئے تھے اے اکذب الکاذبین اپنے جی سے جوڑ کر کسواسطے کہتا ہے یہاں تو گفتگو میراث میں ہے کہ پہلے حضرت فاطمہ نے دعویٰ میراث کا کیا اور ابوبکر نے جھوٹی روایت بنا کر جو حضرت فاطمہ کے دعویٰ کو رد کیا تو حضرت علی نے آیات قرآنیہ سے ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرایا اور اُسکی روایت کو رد کیا اور اُسوقت حضرت عباس بھی موجود تھے حضرت فاطمہ اور حضرت عباس تو طالب میراث تھے اور ہمراہ انکے حضرت علی بھی گئے تھے اور ابوبکر سے گفتگو کی اور ابوبکر نے کہا کہ جیسے کہ میں جانتا ہوں تو بھی جانتا ہے اور بعد اُسکے عمر سے دعویٰ میراث ہی کا حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کے زمانہ میں کیا اور صحیح اُس روایت میں موجود ہے کہ عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تو ابوبکر سے میراث اپنے بھتیجے کی ترکہ میں سے چچا ہو کر طلب کرتا تھا اور علی اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتا تھا لکھا تو ہے اسمیں میراث کا لفظ اور یہ اسکو تولیت قرار دیتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور تولیت کے دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے چاہے جسکو دیوے - چاہے نہ دیوے اور جسکو چاہے دیوے اور اگر کوئی تولیت کو حاکم سے طلب کرے اور وہ نہ دیوے تو اسکو جھوٹا اور جھوٹا دغاباز نہیں کہتے ہیں اور نہ اسکا تولیت کے مذہب میں کچھ جرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو تولیت کے مذہب میں تو کوئی پاگل اور دیوانہ بھی ایسا نہ سمجھیگا کہ جو تو جھوٹی جھوٹی باتیں بناتا ہے اور جو حق ہے وہ نہیں کہتا ہے کہ علی اور عباس نے میراث اپنی طلب کی تھی ابوبکر سے جب ابوبکر نے میراث اُنکی نہ دی ایک روایت بنا کر تو انہوں نے ابوبکر کو کاذب اور خائن جانا اور پھر عمر سے دعویٰ کیا تو عمر کو یقین ہو گیا کہ باوجود سننے روایت لا نورث کی ابوبکر سے جو پھر یہ میرے پاس طلب کو آئے ہیں تو بیشک یہ ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے ہیں یہ مطلب روایت کا مسلم کی اور تولیت کو کیا تعلق ہے ابوبکر سے تو تولیت کو کسی نے طلب ہی نہیں کیا ہے اور عمر سے جو طلب کیا ہے تولیت کو تو وہ بعد سکی ہے کہ پہلے عمر نے حضرت علی اور عباس سے یہ کہا ہے کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو چنانچہ اُس روایت سے مسلم کی ثابت ہے اور ہمارے نزدیک کسی کی تولیت ثابت نہیں ہے ہم تو حضرت علی کی شان کو ارفع جانتے ہیں اس سے کہ طالب تولیت کے ہوں یا کسیکی تولیت کو قبول کریں اور میراث کو بھی واسطے اتمام حجت کے طلب کیا تھا اُسکے بھی وہ طامع نہ تھے کہ دنیا کو طلاق دے چکے تھے اور جبکہ تولیت باطل ہوئی تو جو کچھ کہ اُسپر بنا کر کے بعد اسکے لکھا ہے وہ سب بھی باطل ہے جواب لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور جو الفاظ کہ حدیث میں مسلم کی مذکور ہیں طلب تولیت پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے اور معنی حقیقی میراث کی قائم مقام ہونے کے نہیں ہیں بلکہ میراث اُس مال کو کہتے ہیں کہ جو مردہ سے کسیکو پہنچے چنانچہ صراح میں لکھا ہے کہ میراث مالیکہ از مردہ بزندہ رسد اور یہی مراد میراث سے فقہا کی ہے چنانچہ کہتے ہیں کیا یہ تیرے باپ کی میراث ہے یعنی کیا تیرے باپ کا مال متروکہ ہے اور قائم مقام ہونیکے معنی مجازی ہونگی اگر کوئی [illegible] بایں معنی او میراث مطلق بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف نہیں ہے اور پہلے دونوں آیتوں میں میراث کے معنی حقیقی ہو سکتے ہیں کہ زمین تو حقیقت میں خدا ہی کی ہے لیکن سبکو مباح ہے وارث اُسکا ایسا ہی بعد مرگ مورث کے اور بنی اسرائیل کو وارث کیا فرعونیوں کا بعد انکے مرنیکے کہ وہ اُنکے سب مال کے گھر اور زمین اور باغ اور اسباب وغیرہ کے وارث ہوئے اور تیسری آیت میں معنی مجازی مراد ہیں کہ قرینہ اسکا موجود ہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تینوں آیتوں میں میراث بمعنی قائم مقام ہو اور اگر ہم فرض کریں کہ بمعنی قائم مقام ہی ہے تو اُس روایت میں قائم مقام مراد نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اسمیں تو صراحۃً یہ لکھا ہے کہ حضرت علی اور عباس اپنا اپنا حصہ میراث کا طلب کرتے تھے نہ رسولخدا صلعم کی قائم مقام ہونیکا اور نہ انکے ترکہ کا متولی ہونیکا اور تولیت کا تو کچھ علاقہ ہی نہیں ہے کہ ہم اسکو باطل کر چکے ہیں اور اس روایت میں قائم مقام ہونیکے معنی کیا خوب پیدا کئے ہیں کہ باولا بھی جس کو پسند نکرے روایت میں تو یہ ہے کہ وہ دونوں صریح رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جو کچھ کہ اُنکو پہنچتا ہے طلب کرتے تھے اور یہ کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے قائم مقام ہونیکو طلب کرتے تھے کیسا فریب بازی کر کے کیونکر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے لیکن ایسے بیہودہ گو کے دھوکے میں کون آتا ہے اور کلمہ من گو صلہ میراث کا ہو لیکن مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا جیسے کہ ہم اوپر بیان کر چکے اور مدلول میراث کا قائم مقام ہونا نہیں ہے بلکہ مدلول اُسکا وہ مال ہے کہ جو مردہ سے زندہ کو پہنچتا ہے اور محذوف کی یہاں کچھ احتیاج نہیں ہے بدون محذوف ہی کی یہاں معنی صحیح اور درست ہیں اور تولیت کا ابوبکر سے کوئی طالب نہیں ہوا تھا تولیت کا جملہ بالکل دروغ اور جھوٹ ہے اور یہ دونوں توجیہیں باطل ہیں اور شیعہ تم سے خواستگار میراث کے معنی حقیقی کے نہیں ہیں وہاں تو بجز معنی حقیقی کے کچھ مراد ہی نہیں ہو سکتے اور حضرت عمر کے نزدیک بھی وہی معنی حقیقی معروف مراد ہیں اور تشبیہ کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے جو معنی کہ میراث کے لغت میں لکھے ہیں وہی مراد ہیں اور تولیت میں قرابت کو کچھ استحقاق نہیں ہے جسے چاہے متولی کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث کہا جائے کیا تولیت کہنا عمر کو نہیں آتا تھا یہ تو ایسا ہے کہ جیسے ہاتھی کی جگہ گھوڑا بولا جائے یا دن کی جگہ رات بولا جائے یہ شیخ در پردہ حضرت عمر پر طعن کرتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث بول گئے بڑی غلطی ہو گئی ہے اُنسے اگر یہ شیخ اُنکے زمانہ میں ہوتا تو اُنکی اتالیقی کے لائق تھا اُنسے کہتا کہ میراث کی جگہ تولیت کا لفظ بولنا چاہئے لیکن یہ اُسوقت نہوا تو حضرت عمر سے غلطی ہو گئی کہ تولیت کی جگہ میراث بولے اور لفظ تولیت جو مناسب تھا اُسکو ترک کیا اسواسطے ناچار ہو کر تشبیہ کی صورت نکالنی پڑی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ شیخ حضرت ابوبکر کی بھی اتالیقی کے لائق تھا کہ اسکو وہ سوجھی جو حضرت ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی ابوبکر نے تو یہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے

اور اس نے یہ لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلعم کی دنیا میں کوئی چیز مملوک ہی نہتی اس صورت میں فاطمہ نہ وارث کس چیز کی ہوتی اور وہ جواب حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کا دو جا سطر پہلے جو گذرا ہے اسکو کئی مرتبہ ہم باطل کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ یہ موضوع اپنے گھر کی بات تھی جسقدر چاہا اُسمیں زیادہ کر دیا اور تو جیمین تمہاری سب باطل ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس ابو بکر سے ہرگز ہرگز تولیت کے طالب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہم لانورث ماترکناہ صدقہ کو قول رسول اللہ صلعم جانتے ہیں خواہ اسکو تولیت سے کچھ علاقہ ہو خواہ نہو تولیت تو تیری ایجاد کی ہوئی ہے اور روایت لانورث لے ابو بکر واضع ہیں یہ سوال جواب تیری دونوں بیجا ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تحریر کے شغلہ کی کلفت بھی آخر انشاء اللہ ایکروز رفع ہونیوالی ہے سو بچشم انصاف اور بگوش ہوش دیکھیے اور سنئے کہ یہ جواب سوال مذکور کے کسطرح مطابق آتا ہے جناب من جواب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطابقی دوسرا التزامی مطابقی کے معنی تو یہ سمجھیے اُس کلام کے معنے مطابقی میں جواب ہو اور جواب التزامی کے ہماری اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ اُسکے معنی مطابقی کو اقرار یا انکار لازم ہو سو اس جواب کو درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف سے طلب میراث بمعنی معروف ظہور میں آئی بمنزلہ جواب مطابقی سمجھنا چاہئے کہ حقیقت میں التزامی ہے کیونکہ ان الفاظ میں سے کیسکے معنی مطابقی یہ نہیں کہ میں دونگا یا نہ دونگا مگر چونکہ اس جواب سے انکار ایسا ہی ظاہر ہے جیسا یوں کہدیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا اسلئے اس جواب کو بمنزلہ جواب مطابقی سمجھئے اور درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب تولیت ہے ہوں تو اس جواب کو التزامی سمجھئے اس لیے کہ اس صورت میں اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمہارے متولی کر دینے میں یہ اندیشہ ہے مبادا حضرت فاطمہ کے طلب میراث کے قرینہ سے خلائق کے ذہن نشین نہو جاوے کہ نہیں جو دیا ہے تو بطور میراث دیا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات منقول ہوتی رہی یہانتک کہ تمہارے تمہارے بعد اس میں تصرفات مالکانہ ہونے لگیں اور آگے جو پیدا ہونیوالے ہیں اسکو میراث سمجھکر بانٹ چونٹ برابر کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے لانورث ماترکناہ صدقہ یہ چند بعد اس تقریر کے اس ایک جواب کے دو مختلف سوالوں پر مطابق آنے میں کسی بلید کو تامل رہے تو رہے مگر بنظر احتیاط وہ زیادہ توضیح ایک مثال مرقوم ہے اگر کوئی بادشاہ کسی امیر کی جاگیر اُسکے انتقال کے بعد ضبط کرکے کسی اور کو یوں حکم دے کہ تم بطور خود لوگوں کو نوکر چاکر رکھکر اسکا انتظام کرو تو اُس امیر کی اولاد جسکی جاگیر ضبط ہوتی ہے کسی وجہ سے یوں سمجھتے ہوں کہ یہ جاگیر واسطے ہمارے لئے تھی اور اُس افسر کے اچانک نظم ونسق کو دیکھکر اب یوں کہیں کہ یہ جائداد تو ہماری ہے تم اسکو ہمارے دلاتے ہو لازم یوں ہے کہ ہمارے حوالہ کرو تو اسکا یہ جواب کہ بادشاہ نے اس جاگیر کو ضبط کر لیا ہے تمہیں نہیں ملسکتی جیسا صحیح ہے ویسا ہی اس صورت میں بھی صحیح ہے کہ اُس امیر کی اولاد اپنی جاگیر کے ضبط ہونے سے مطلع ہوں پر بغرض طلب معیشت اُس افسر سے اس بات کے ملتجی ہوں کہ تم آخر کسی نہ کسی کو اسکے انتظام کیلئے نوکر رکھوگے اگر ہمارے ہاتھوں اسکا انتظام کراؤ تو ہم اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں اسیر متوفی کی اولاد ہیں مگر اس صورت میں اور اُس صورت میں اتنا فرق ہوگا کہ پہلی صورت میں تو جواب مذکور کافی وافی ہے اور دوسری صورت میں بعض مقدمات جواب التزاما سمجھے جاتے ہیں اور حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جائداد ضبط ہو چکی ہے اگر تمکو نوکر بھی رکھا جاوے تب بھی یہ اندیشہ ہے کہ کوئی غماز بادشاہ کے کان میں کچھہ جا پھونکدی اور بادشاہ کے ذہن میں خیال بیٹھ جاوے کہ افسر نے امیرزادوں سے کچھ سازش کر کے جائداد کو بدستور رہنے دیا ہے پھر نہ تمہاری خیر ہے نہ میری خیر **اقول** تمہاری تحریر کے شغلہ کی کلفت البتہ ایک روز رفع ہونیوالی تھی لیکن اس تحریر سے تمکو کچھ فائدہ نہوا جو کچھ تمنے لکھا تھا سب بیہودہ کیا اس سے تو نہ لکھنا ہی تمہارے واسطے بہتر تھا کہ یہ تو نہ مشہور ہوتا کہ فلانے نے جو کچھ لکھا تھا ایک شیعہ نے اسکو باطل کر دیا اور یہ سوال جواب لکھکر بلا عذر لایعنی لاطائل سوا سٹے کیا اور اپنی اوقات ضایع کی اس سوال کو تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں پھر جواب تمنے اُسکا کسواسطے لکھا یہ بات تو تمنے ایسی لکھی ہے اپنے جی سے جوڑ کر کسی سنی کی کتاب میں نہ کہیں شیعہ کے اور جبکہ تمہارا کوئی جواب نہیں جانتا ہے نہ مطابقی نہ التزامی اور جن چیزوں کا جواب چاہئے تھا وہ تمسے کچھ نہو سکا اور حضرت علی اور حضرت عباس تو اپنی میراث جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکو پہنچتی تھی وہ طلب کرتے تھے ابو بکر سے تولیت تمنے کہاں سے نکالی اُسکی تو وہ ابو بکر سے طالب ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ جو لکھا ہے کہ اس اندیشہ سے تولیت اُنکو نہ دی کہ رفتہ رفتہ اُسمیں تصرف مالکانہ کرنے لگیں تو تم تو لکھ چکے ہو کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقہ کا گھر گھر شہرہ ہو گیا تھا اور سب لوگ جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا فرمایا ہے پھر کیونکر وہ اسکو اپنی ملک کر لیتے اور متولی اُسکے حضرت علی اور حضرت عباس ہوئے تھے سو وہ بھی ابو بکر کے زمانہ تک اور بعد ابو بکر کی عمر کو اسکی تولیت کا اختیار رہا تمہارے نزدیک کیا علی اور عباس ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور اگر ہمیشہ کو وہ تولیت ہوتی تو بعد علی اور عباس کے اُنکی اولاد حسنین اور ابن عباس وغیرہ بھی ایسے بے ایمان نتھے کہ تولیت کو اپنی ملک کر لیتے اور قرابت کی جہت سے مستحق بھی تولیت کا اُنکو جانتے ہو اور یہ بیہودہ اندیشہ بھی نکالتے ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر یہی اندیشہ تھا تو عمر نے اُنکو متولی کسواسطے کیا تھا اُنکو بھی چاہئے تھا کہ اس اندیشہ کی جہت سے اُنکو متولی نکرتے بلکہ اُنکے واسطے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ بعد اُنکے کوئی ایسا خلیفہ نتھا کہ تولیت کو سنبھالتا اور حضرت عثمان جو اُنکے بعد ہوئے تھے وہ تو اپنا اور بیگانہ سب کا خورد و برد کر گئے تھے اور فدک کو مروان کی جاگیر میں کر دیا تھا وہ انتظام تولیت کا کیا کرتے اور باوجود اسکے بھی عمر نے اُنکو متولی کر دیا اور کچھ اندیشہ نکیا یا یہ کہ ابو بکر کی عقل عمر کی عقل سے زیادہ تھی کہ اُس نے تولیت کو اُنکی منظور نکیا اور عمر نے منظور کر لیا اور عمر کا تولیت کرنا ہی باطل کرتا ہے ابو بکر کی تولیت کو کہ ابو بکر سے کسی نے تولیت کو طلب ہی نہیں کیا

کیا تھا اور جو کوئی طلب کرنیکو کہتا ہے وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور جسوقت کہ ہمارے نزدیک توریث انبیا اور روایت لانورث دونوں باطل ہیں تو جواب کا سوالوں کے مطابق ہی کرنا باطل ہے اور جب باطل ٹھیرے تو بڑا ہی بلید الطبع ہے وہ شخص کہ جو اس سوال و جواب کو پسند کرے اور بعینہ اسکے ایک مثال بادشاہ اور امیر کی جو دی ہے وہ بھی باطل و بیفائدہ اور زائد ہے اسکی کیا احتیاج تھی مطالب نامعقول فرضی تو بدون اس مثال کے بھی واضح ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو اُسکی کچھ بھی اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے جو چاہو فرض کرکے لکھو قلم کسکا کس نے پکڑا ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسرا جواب حضرات شیعہ اپنی حسب دلخواہ یہی کہتی ہیں یعنی یہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب میراث ہی ہوئے تھے لیکن باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے تھے کہ لانورث ما ترکناہ صدقۃ پھر اس طلب کی وجہ یہ ہوئی ہو کہ آدمی تھے بھول گئے جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تب یاد آیا سو اس بھول جانے میں حضرت علی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا بڑے بڑے رسول بھولے چوکے ہیں حضرت آدم کی شان میں خداوند کریم فرماتے ہیں وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ یعنی ہمنے حضرت آدم کو پہلے سے تقید تاکید سب کچھ کر دی تھی پھر بھی بھول گئے جب حضرت آدم پیغمبر ذیشان ہوکر خود خدا کی تقید و تاکید کو بھول جائیں تو حضرت علی تو امام ہی تھے وہ پھر حضرت آدم ہی کی اولاد میں اور بحکم الولد سر لابیہ انکے نسیان کے وارث وہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام بات کو بھول جائیں جس میں کسی قسم کی تاکید و تقید نہیں نہ علے العموم نہ بالخصوص حضرت علی کو تو فرمائیے کیا قباحت ہے علی ہذا القیاس حضرت موسی علیہ السلام کا حسب ہدایت خداوندی حضرت خضر کے پاس جانا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے بغرض تعلم علم ملازمت کا درخواست کرنا اور حضرت خضر کا بتاکید تمام یوں کہنا کہ تمسے میرے ساتھ نرہا جائیگا یعنی میری باتیں تمہارے خیال میں نہ آئینگی تم خواہ مخواہ اعتراض کئے جاؤگے پھر ہماری تمہاری کیسے بنیگی پھر ان سب کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ سے عہد لینا کہ اگر میری ہمرہی مد نظر ہے تو جبتک میں نہ بتاؤں تم کسی بات کو نہ پوچھیو یہ سارا قصہ سورہ کہف میں سولہویں سیپارہ کی شروع سے کچھ کم پہلے مذکور ہے اس اعتقاد پر کہ خدا کے بھیجے ہوئے گئے اور اس اہتمام پر کہ سفر دور و دراز قطع کیا اور پھر کیسا کیسا انکار اور اقرار ہوئی حضرت خضر کی جلالت قدر اور انکی باتوں کا معقول ہونا یکلخت دل سے نکل گیا اور اسپر اپنا عہد بھی بھول گئے چنانچہ حضرت خضر کو مع حضرت موسی علیہ السلام جب ایک گھاٹ کے ملاحوں نے بوجہ اعتقاد کے بے لئے دئے سوار کر لیا اور انہوں بیچ میں جاکر اس کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تو حضرت موسی علیہ السلام سے نرہا گیا اور یہ کہہ اٹھے أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا یعنی اے خضر کیا تمنے کشتی کو اسلئے توڑ دیا کہ بیٹھنے والوں کو ڈبو دو تمنے ہی عجب کام کیا کہ کشتی والوں کے احسان کے بدلے یہ نقصان کیا اسکے جواب میں جب حضرت خضر نے یوں فرمایا أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا یعنی میں تمسے کہا نتھا کہ تمسے میرے ساتھ صبر نہو سکیگا تو حضرت موسی علیہ السلام نے یہ عذر کیا لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ یعنی میں بھول گیا تھا تم مواخذہ نکرو الحاصل اس اہتمام اور اس تقید پر اتنی جلدی حضرت موسیٰ بھول گئے ہوں تو پھر حضرت علی کا اتنی دیر کے بعد بھولجانا کچھ بھی بات نہیں حضرت موسیٰ رسول اولو العزم اور حضرت علی نہ رسول نہ نبی نہ اولو العزم نہ غیر اولو العزم باینہمہ کوئی اہتمام اور پیش بندی بھی فقط زبانی رسول اللہ صلعم سے ایک بات چلتی چلاتی سن لی وہ بھی اس طرح پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کو سنانیکی اسمیں تخصیص نتھی اور حضرت موسیٰ کو بالخصوص بات پیش آئی کہ خدا کے بھیجے ہوئے گئے اور آگے جو کچھ گزرا سو گزرا اور اگر بانصاف شیعہ حضرت موسیٰ و حضرت آدم علیہما السلام کے نسیان پر نہ شرمائیں تو خود سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کو جناب باری تعالی عز اسمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بھول جایا کرے اس سے صاف صاف نسیان کی نسبت پیغمبر آخر الزمان صلعم ثابت ہے بلکہ شان نزول اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کفار سے ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤنگا اتفاق سے انشاء اللہ کہنا بھول گئے اس پر خدا کیطرف سے یہ نصیحت ہوئی معہذا کتب صحاح شیعہ مثل کافی کلینی اور تہذیب ابوجعفر طوسی میں باسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کو نماز میں سہو ہوا اور چار رکعت کی جا فقط دو ہی ادا کی پھر جب سرور مرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو امور دینی میں سہو ہو تو حضرت علی تو امتی ہی ہیں الحاصل ظاہر الامکان یہ بات ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود حدیث مذکور کو اپنی کانوں سے سن لینے کے سہو واقع ہوا ہو اور وقت پر یاد نرہا ہو اور جبھی ظاہر ہے کیونکہ میراث کا قصہ تو ایسا عام ہے کہ سارا جہان اسمیں شریک حسب عادت بنی نوع اگر طلب کر بیٹھے ہوں تو کیا بعید ہے لیکن جب صدیق اکبر نے یاد دلایا تب یاد آگیا اسیواسطے حضرت عمر نے جب دونوں کو متولی کر دیا تو حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا ورنہ متروکہ نبوی میں حق میراث سمجھتے تو گو حضرت عمر نے متولی کرکے دیا تھا حضرت عباس کے قبضہ کو اپنی قبضہ سے مقدم سمجھتے اسلئے کہ وہ حقیقۃً وارث تھے اور حضرت علی خود وارث نتھے حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تھے پھر اپنی خلافت میں سب حقداروں کو انکا حق پہنچاتے ازواج مطہرات کو ازواج مطہرات کا حصہ بانٹ دیتے حضرت عباس کی اولاد کو انکا حصہ الگ کر دیتے چونکہ اپنی خلافت میں بھی بدستور سابق رہنے دیا اور تقسیم نکیا اور کسیکا حصہ نہ دیا چنانچہ بحوالہ اجماع فریقین مرقوم ہو چکا ہے تو پھر بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے یاد دلانے سے بات یاد آگئی اور اسی لئے حضرت عمر کے سامنے اقرار کیا باقی رہی یہ بات کہ اس صورت میں پھر صدیق اکبر کیطرف سے بدگمانی کی کوئی صورت نہیں جو حضرت عمر نے یوں فرمایا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم وغیرہ سمجھتے تھے سو اسکا جواب یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت چنانچہ مرقوم ہوا انکے دل میں گو دوگاہ یہ خیال گزرا ہو کہ ہر چند یہ حدیث صحیح ہے لیکن پھر استحقاق تولیت ہمیں بھی تھا باینہمہ جو صدیق اکبر نے قبضہ رکھا ہے تو ہو نہو کچھ دال میں کالا ہے اور یہ خیال پیرایہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا ہو اسلئے انہوں نے بطور تنبیہ و شکایت انکے منہ پر کہدیا اور اسی لئے انہوں نے بنظر انصاف سکوت فرمایا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اس تقریر کے بعد امید یوں ہے کہ جنکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے اگر کسی نابکار کی صحبت سے بے راہ بھی ہیں تو راہ پر آجائیں

اور جو نہ آئیں تو اپنا سر پکھائیں مَن یُضلِلِ اللہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ اب الحمد للہ کہ جمیع امور متعلقہ حدیث صحیح مسلم کے بیان سے فراغت بالکل تمام ہوئی ہے کہ بقیہ خرافات خط مولوی صاحب کا بھی جواب
دندان شکن جو مولوی عماد علی صاحب اور نیز دیگر پیشوایان شیعہ کے دانت کیا توڑے منہ ہی پھیر دے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کر کے صفحۂ قرطاس و قلم و دوات کو ہاتھ سے دھر دیجیے **اقول** یہ جواب
تو تمہارا ایسا لچر ہے کہ جسکو لڑکے بھی پسند نکریں اور حضرت علی اور عباس کے طالب میراث ہونیمیں کیا شبہ ہے سارے جہان کے آدمیوں سے پوچھو یہی کہینگے کہ وہ طالب میراث ہی تھے اور یہی روایت مذکورہ سے
ثابت ہے مگر لوگ جھوٹ کو راست کہنیوالا ہے ایسا ہرگز نکہیگا کہ تو بھی کا انکار کرنیوالا ہے اور ایسا وہ کون ظاہر او باطن کا اندھا ہے کہ جو یہ کہدیگا کہ علی نے روایت لانورث رسولخداصلعم سے سنی تھی مگر فراموش کر گئے
اور جب ابوبکر نے یاد دلایا تو یاد آیا بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اکثر اصحاب نے یہ روایت جناب رسولخداصلعم سے سنی تھی سب بھول گئے حضرت علی کی کیا خصوصیت ہے اسواسطے کہ سوائے ابوبکر کے کسیکے پاس
روایت نتھی جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعویٰ میراث کا کیا ہے اور ابوبکر نے یہ روایت بیان کی ہے تو کسی نے بھی گواہی
نہدی کہ ہمنے رسولخداصلعم سے ایسا سنا ہے کیا سبھی بھول گئے اور اگر حضرت علی اس روایت کو سنکر بھول گئے تھے اور ابوبکر نے یاد دلایا تھا تو انکو یاد آجاتا اور اسکو تسلیم کرتے لیکن انہوں نے تو اسکو مانا
ہی نہیں اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر ابوبکر سے گفتگو کی اور اس روایت کے ابطال میں کلام اللہ کی آیتوں سے سند پکڑی اور بعد اسکے عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ میراث کا کیا جب
عمر نے کہا کہ تم مجھکو بھی کاذب و خائن جانتے ہو اور اگر یہی جواب فراموشی ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ رسولخداصلعم نے فرمایا تھا کہ خلافت بعد میرے حق علی کا ہے اور سوائے اسکے اگر کوئی خلیفہ بن بیٹھیگا تو امر خلاف
خدا اور رسول کی ہوگی اور ابوبکر نے یہ سن لیا تھا مگر بھول گئے اسواسطے خلافت کو خود اپنے لئے کیا اور جب حضرت علی نے یاد دلایا تو یاد آیا لیکن پھر خلافت کو نہ چھوڑا اور اگر انبیا کو یا علی ہی کو کسی امر کی فراموشی
ہو جاتی تو ہوا کرے لیکن احکام خدا میں فراموشی نہیں ہوتی کہ یہ سپرد کئے گئے ہیں اگر احکام خدا کو بھولا کریں تو انکے پیغمبر کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ پیغمبر تو خدا کی جانب سے امت کے واسطے حکم
لاوے اور پھر اسکو بھول جاوے اور ایسے ہی حال حضرت علی کا تھا کہ وہ نائب پیغمبر تھے اور ہادی تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں اور مستدرک حاکم میں اور تاریخ ابن عساکر میں آیہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ
کی تفسیر میں لکھا ہے اگر خدا تعالیٰ کے احکام کو فراموش کر جاتے تو بعد رسولخداصلعم کے لوگونکو کیونکر ہدایت کرتے اور انکا فرمانا سلونی قبل ان تفقدونی بیجا ہوتا اور علی الخصوص ایسا بڑا حکم
رسولخداصلعم کی میراث کا کہ جو موجب نزاع عظیم اور ضلالت امت ہو ایسے حکم کو بھولجانا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ میں معنی نسیان کے ترک کے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے
فنسی ترک عہدنا اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ مشہور ہے اسکے واسطے ایک اشارہ کفایت کرتا تھا لیکن اسقدر جو اسکو طول دیکر کاغذ کو سیاہ کیا اس سے کیا فائدہ ہوا اور اس قصہ میں تو خود
خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کا بھلادینا منظور تھا — تعلیم علم کی جہت سے تاکہ حضرت موسیٰ متنبہ ہو جائیں کہ بعضے علوم ایسے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں اور یہ سب اور بندے اسکے جانتے ہیں اسواسطے
خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے حواس باطنہ میں کمال ایسی چیز پیدا کردی تھی کہ وہ اسوقت فی الفور بھول جاتے تھے ورنہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ آدمی باوجود اس تاکید کے ہونیکے ایسا جلد بھول جاوے اور مسئلہ میراث
بھولا دینے میں کہ گمراہی مردم ہے اور تو کیا اسوقت حضرت صلعم کے ہمراہ موجود تھا کہ جو تو لکھتا ہے کہ اتفاقاً رسول اللہ صلعم سے ایک بات علی نے جاتی جانکر سن لی وہ بھی اسطور پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم
نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کو سنانے کی اسمیں تخصیص نتھی یا کسی کتاب میں تو نے دیکھا ہے اے کذاب لکاذ زمین جھوٹ بکر اپنا ایمان کیوں برباد کرتا ہے اور انبیا علیہم السلام کے واقعات نسیان کا
جو لکھا ہے ہمکو اسمیں کچھ گفتگو ہی نہیں ہے نسیان انکو ہوا کرے ہمارا کلام تو احکام جائز اور غیر جائز اور حلال اور حرام میں ہے ایسے آدمی اسکو سنکر فراموش نہیں کرتے ہیں اور وہ ذکر کہ بلا نسبت
نسیان مشیت مراد ہے یعنی جسوقت تم انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھولجائے تو جب تجھے یاد آئے اسوقت تو کہہ اور نسیان حکم مراد نہیں ہے کہ انکا نسیان تو ہوتی نہیں سکتا اور تفسیر بیضاوی میں ...
قول کی یہاں بھی معنی نسیان کے ترک کے لکھے ہیں یعنی جسوقت تم ترک کرو تو بعض اس چیز کو کہ حکم کیا ہے تجھکو اسکا اور کافی میں جو روایت رسولخداصلعم کا نماز میں سہو ہونیکی آئی ہے وہ بھی سہو ...
پہنچانیکا نہیں ہے اور واسطے تعلیم امت کے بھی ہو سکتا ہے اور شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا سے سہو نہیں ہوتا اور نہ ائمہ معصومین سے سہو ہوتا ہے اور جو روایتیں سہو کی نقل
میں وہ تقیہ پر محمول ہیں چنانچہ تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے اور حضرت علی تو وہ ہیں کہ جو کچھ انہوں نے رسولخداصلعم سے سنا ہے کبھی فراموش ہی نہیں کیا ہے اور دلیل اسکی بہت ...
کتب اہل سنت میں ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ یعنی اور یاد رکھے اس نصیحت کو کان یاد رکھنے والا یہ مضمون تو قرآن کی آیت کا ہے اور طبرانی باسناد خود لکھا ہے روایت کی
جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسولخداصلعم نے کہا کہ خداوندا وہ کان علی کا ہو یاد رکھے اور بعد اسکے علی نے کہا جو کچھ میں نے رسولخداصلعم سے سنا ہے اسکو کبھی نہیں بھولا ہوں اور تفسیر ...
جامع البیان کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ آیت علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت علی سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ فرمایا مجھے رسولخداصلعم نے اپنے سینے سے لگا کر اے علی خدا نے مجھکو حکم کیا
تجھکو اپنے نزدیک کروں اور دور نکروں اپنے سے اور تجھکو تعلیم کروں تو اسکو سنے اور یاد کرے اور فراموش نکرے اور تفسیر ثعلبی میں بھی بعینہ یہی روایت لکھی ہے اور حلیۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ یہ آیت علی کی
شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ فرمایا رسولخداصلعم نے نزدیک نازل ہونے آیت کے علی سے کہ سوال کیا میں نے خدا سے کہ اس کان کو تیرا کان کر دے اے علی پس اسکے بعد تو ...
اور نہیں ہے واسطے میرے کہ بھولوں میں اور یہی سبب تھا کہ بعد رسولخداصلعم کے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم مجھ سے جو کچھ چاہو پیشتر اسکے کہ تم مجھکو نہ پاؤ اور صحابہ ہر مشکل میں انہیں سے حضرت ...
رجوع کیا کرتے تھے اور ملا نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں قول صاحب کشاف کا نقل کر کے ذیل میں لکھا ہے کہ پیغمبر خداصلعم نے فرمایا علی سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ میں نے ...

کلام تو وہی پیش رہا یا علی کے بعد اُس جا کے کوئی بات نہیں بھی لا میں تو حال ہے حضرت علی کی یاد داشت کا کہ جو قرآن سے ثابت ہے اور یہ شیخ بلا دلیل لکھتا ہے کہ وہ اُس روایت کو بھول گئے تھے اور یہ فضیلت ہے
سوائے علی کے کسی صحابی کو حاصل تھی اور امکان سہو اور بات ہے اور وقوع میں آنا سہو کا اور بات ہے احتمالات سے کام نہیں چلتا ہے ہم تو اُس بات کو بیان کرتے ہیں کہ جو وقوع میں آئی ہے اور کتب اہلسنت اُسکی
شاہد ہیں اور تو ایک احتمال ہی نکالکر جواب دیتا ہے یہ بڑی دلیل ہے تیرے عجز کی جواب سے اور حضرت علی اور حضرت عباس نے روایت لا نورث کو رسول خدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا ہے اور اگر سنتے تو البتہ یاد رکھتے اور اگر
بالفرض سنکر بھول گئے تھے تو ابو بکر کے یاد دلانے سے تو یاد کرتے اور طلب کرنا بے وجہ نہیں ہوتا ہے اگر طلب کیا تو اپنا حق جانکر طلب کیا اور بلا وجہ کوئی کسیکے درپے نہیں ہوتا ہے اور نہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی
کیا ہے اور نہ علی نے عباس کا قبضہ اٹھایا ہے یہ سب بناوٹ ہے اور اگر تولیت فرض کیجائے اور حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا ہو تو حق بجانب علی ہے کہ حضرت علی نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ باغ اور ترکہ رسول خدا صلعم
حق فاطمہ زہرا ہے اور بہ اولاد فاطمہ سب حق رکھتی ہیں کہ وہ عصبہ کو باطل جانتے ہیں حضرت عباس کا اسمیں کچھ حق نہیں ہے اسواسطے حضرت عباس کا قبضہ اُس سے اُٹھا دیا اور حضرت علی کو حضرت فاطمہ کی وفات سے پہلے وارث تھی لیکن بعد
خود وارث بھی گزر گئے تھے اور حسنین علیہما السلام کے ولی تھے اور وکیل حضرت فاطمہ کے اُس وقت کیونکر تھے حضرت فاطمہ تو گزر گئی تھیں اور خلافت کا حضرت علی کی یہ حال تھا کہ فدک تو مروان کے قبضہ میں تھا کہ عثمان نے اُسکو
اپنی خلافت میں جاگیر اُسکی کر دیا تھا مروان سے لینے کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور سوا اسکے جو کچھ کسیکے پاس تھا وہ اُسی کے پاس رہا کہ آپ بسبب مستقل نہ ہونے خلافت کے اور فرصت نہ دینے دشمنوں کے کسی چیز میں دست انداز
نہیں ہوئے اور بدستور سابق رکھا اور جب خود اپنا ہی حق نہ لیا تو اوروں کو کیا دیتے اور ازواج مطہرات تو اپنا حصہ لے بھی چکی تھیں کہ حجرات پر قابض ہو گئی تھیں اُنکا حصہ ہوتا یا تھا سب کا آٹھواں حصہ تھا اور وہ اُس سے
زیادہ لے چکی تھیں اور حضرت عباس کی اولاد کو کچھ پہنچتا ہی نہ تھا اور فریقین کا اجماع اسپر نہیں ہے کہ جو تونے لکھا ہے اگر ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابو بکر کی یاد دلانے کا حال ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور عمر کے سامنے
اُنہوں نے ہرگز اقرار نہیں کیا ہے یہ بہتان ہے اور اس اقرار کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں اور کاذب اور خائن جاننا ادنی مومن کا بھی بمقتضائے بشریت درست نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ خلیفہ پیغمبر اور نائب رسول کو کیونکر یہ
ہو سکتا ہے کہ کوئی مومن کو اور مومن بھی کیسا کہ سید المومنین ہو اسکو جھوٹا دغا باز بدکار جانے اور شیعہ جو اُنپر لعنت کرتے ہیں اُس میں اور اُس میں کیا فرق ہے فقط الفاظ کا فرق ہے مآل ایک ہی ہے شیعوں کو بھی کم
معذور رکھو اگر شیعہ اُنکو ملعون جانتے ہیں تو حضرت علی اور عباس اُنکو بقول حضرت فاروق اعظم جھوٹا اور دغا باز بدکار جانتے تھے اور ایک دل میں دو باتیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں اور وہ کونسا
دل کونسا ہے سوا اُس ایک دل کی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر اُسکے مخالف ہو اور ایک دل میں یا ایک زبان پر ایسی دو باتیں مخالف ایک وقت اور ایک آن میں جمع نہیں ہو سکتیں اور تولیت کا
ذکر کیا ہے نہ تو ابو بکر کا ارادہ تولیت دینے کا کسیکو ہوا اور نہ کوئی ابو بکر سے تولیت کا طالب ہوا جھوٹی باتیں کیوں لکھتا ہے جھوٹ لکھتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی ہے اور جب ابو بکر کے وہم و خیال میں بھی تولیت
نہ ہو تو سوائے قبضہ کچھ نہ دینے کے اور کیا کرے اور دل میں کالا نہو سے شاید یہ مراد ہو کہ ابو بکر نے یہ خیال کیا ہو کہ اگر میں انکو متولی کرونگا تو اپنی زمین سمجھکر دبا بیٹھینگے سو اسکا وہاں وہم بھی نہ تھا اور نہ ابو بکر
کے دل میں بطور تولیت کسیکو دینا کبھی گزرا تھا لیکن ہو تو کہدے اور جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ اور یہ عمر کو نہ کسیکے قال ہے نہ حال ہے کہیں سے نہیں معلوم ہوا ہے یہ سب تیری بناوٹ ہے اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ حضرت علی اور
حضرت عباس نے ابو بکر کی منہ پر روایت لا نورث کو سنکر تسلیم نہ کیا اور عمر کے زمانہ میں عمر سے پھر دعوی کیا تو عمر نے جانا کہ یہ دونو ہمکو کاذب و خائن اور آثم اور غادر جانتے ہیں اسی میں پوچھتا ہوں کہ خائن
کسیکو کہنے کا حق ہا بیٹھے میں جانتے ہیں یا کسی امر میں سیدھی بات تو کہتا نہیں ہے جو کہتا ہے اُلٹی کہتا ہے اور اُن دونو بزرگوں نے جو عمر سے کاذب و خائن سنکر سکوت کیا اور کچھ عذر نہ کیا کہ ہمکو تم ایسا
کیوں کہتے ہو ہم تو تمکو ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور نہ کسی اور نے اسکا انکار کیا اور عمر نے نہ کہا کہ وہ تو ایسا نہیں سمجھتے ہیں تم اُنکی طرف ایسا گمان کیوں کرتے ہو یہ بڑی دلیل ہے عمر کی اس قول کی راستی
کی کہ بیشک وہ ابو بکر اور عمر کو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے تھے اور اسنے وہ پوچ گفتگو تحریر کی ہے کہ جسکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے گو میری تحریر کو نہ دیکھیں اگر اسکی تحریر کو
دیکھینگے تو سمجھ لینگے کہ بڑا یاوہ گو ہے یہی شخص اور اگر تھوڑا سا میلان بھی طرف تسنن کے ہو گیا ہوگا تو انکو اسکی تحریر کو دیکھکر شیعہ خالص ہو گئے ہونگے اور کہتے ہونگے کہ یہ دیوانہ تو نہیں ہے کہ جو ایسے
باولوں کی سی باتیں لکھتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب نے صحیح مسلم سے وہ روایت لکھی تھی کہ جسکا جواب معقول اس شیخ سے کچھ نہ ہو سکا تاویلوں اور احتمالوں پر ہی اکتفا کیا لیکن میں نے بھی اسکی
ایسی خبر لی ہے اور ایسا اسکا سر کچلا ہے اور دانت اسکے توڑے ہیں کہ پھر ارادہ گفتگو کا شیعوں سے نہ کریگا اور اس تحریر کو میری دیکھکر بہت دم اور پشیمان ہوگا اور اپنی جبیں کہیگا کہ کاش میں جواب
مولوی [illegible] صاحب کے خود نہ لکھتا **قال الشیخ الاشعری** اسکے التماس یوں ہے کہ آگے مولوی عمار علی صاحب یوں رقم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جب وقت ابو بکر نے فدک کے
دینے [illegible] فاطمہ [illegible] اُسپر غضبناک ہوئیں اور تمام عمر پھر کبھی اُس سے کلام نہ کیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنے کے وصیت کی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں انتہی یہ
عبارت [illegible] اور بیان تو [illegible] آپکی ترکی تمام ہو لی مگر اہل فہم پر پوشیدہ نہ ہیگا کہ بعد ثبوت مضامین مسطورہ بالا خصوصاً آیہ یوصیکم اللہ در بارہ مستثنے ہونے سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی [illegible] آیہ ما افاء اللہ در بارہ وقف ہونے فدک وغیرہ اموال فے کے صدیق اکبر پر بوجہ نہ دینے فدک کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں
البتہ [illegible] شیعہ [illegible] کچھ گنجایش لب کشائی ہے کہ حضرت فاطمہ باوجود معصوم ہونے کی چنانچہ عقیدہ شیعہ یہی ہے فدک وغیرہ اموال وقف میں سے کسلئے طلبگار میراث ہوئیں
اور [illegible] بھی [illegible] کہ صدیق اکبر نے ایک حق بات کہدی تو اُلٹی غصہ کیسے ملنا رکنا ملاقات سب ترک کر دی مگر چونکہ سانچ کو آنچ نہیں سچی بات ہر طرح درست ہی ہے اہلسنت
کو اس قدر میں کچھ دشواری نہیں جیسے وہ صدیق اکبر کو اس مقدمہ میں بے قصور سمجھتے ہیں حضرت فاطمہ زہرا لخت جگر گوشہ سید الوری محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مورد اعتراض نہیں سمجھتے

اور باایں ہمہ کوئی قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوض نہیں ہوتا عیاں راچہ بیان **اقول** ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب جناب رسول خدا صلعم کو اور اُمت کے
لوگوں کی سب کی طرف ہے اور رسول خدا صلعم اُسکے حکم سے مستثنے نہیں ہیں اور یہ بھی ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ مال فدک وقف نہ تھا بلکہ ملوک تہا اور جو احتمالات کہ اُسکے وقف ہونے میں اس شیخ نجدی نے نکالی
تہی ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور جب حقیقت کہ ثابت ہوا کہ متروکہ رسول خدا صلعم وقف نہ تھا تو دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہے اور اعتراض کے حضرت فاطمہ پر کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کسی ناصبی اور خارجی
نے آجتک یہ اعتراض حضرت فاطمہ پر کیا ہے اور ناصبی اور خارجی کو تو عداوت حضرت علی سے ہے نہ حضرت فاطمہ سے مگر تجھکو عداوت حضرت فاطمہ سے بہی ہے اور در پردہ تو اُنپر طعن کرتا ہے اور منسوب کرتا ہے
اُسکو طرف خوارج اور نواصب کے اور تجھکو عداوت ہے حضرت فاطمہ سے اس جہت سے کہ وہ ابوبکر پر غضبناک کیوں ہوئیں یہانتک کہ اُس سے کلام کرنا چھوڑ دیا اور جو کچھ تو بظاہر اُنکی تعظیم کے فقرے لکھتا ہے
یہ سب لوگوں کے جتانے کے واسطے ہے کہ کوئی ملعون نہ کہے اور ہمارے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا بیشک معصوم ہیں کہ عصمت اُنکی قرآن سے ثابت ہے اور دعوی اُنہوں نے اپنے حق کا کیا تہا اُس مال میں کہ ہرگز وہ
مال وقف نہ تھا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور ابوبکر نے ہرگز ہرگز حق بات نہیں کہی تہی بلکہ ایک روایت مخالف کلام اللہ کے اپنی طرف سے وضع کرکے کہدی تہی اور جب اُنکا حق غصب کر لیا
تو ایسے غاصب سے ملنا ترک کیا چاہئے اول تو پہلے ہی سے خلافت کے غصب ہونے سے رنجیدہ تہیں اور پھر یہ مقدمہ پیش آیا تو رنج پر رنج ہوا اسواسطے ملنا ترک کیا اور سانچ کو آنچ نہیں
ہے لیکن حضرت ابوبکر سچے تھے روایت مذکورہ میں اور ابوبکر اس مقدمہ میں سراسر قصوروار ہیں جیسا کہ ہم لکھ چکے اور فاطمہ زہرا پر اعتراض کیونکر ہو اُنہوں نے کیا کیا کہ حق دبایا لیکن تو تو
نواصب اور خوارج کے بہانہ اعتراض ہی پر کر چکا ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مورد اعتراض اُنکو نہیں سمجھتے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ حق بھی اُنکا غصب ہوا اور پھر وہی مورد اعتراض بھی ہوں اور اگر قاعدہ اُنکے
دین و مذہب کا منقوض نہیں ہوتا ہے تو ہمکو اس سے کیا لیکن یہ بھی اُنکا ہی کام ہے کہ چوتھے دغابازوں بدکاروں کو موافق قول حضرت عمر کے خلیفہ رسول و نائب پیغمبر جانتے ہیں اور ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے
اہل سنت کے نزدیک و لا ینعزل الامام بالفسق کا کہ اگر امام چوری کرے شراب پیوے زنا کرے اغلام کرے لیکن امامت سے معزول نہیں ہوتا ہے اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں یہ لکہا ہے کہ کچھہ ایمان
بہی شرط نہیں ہے امام کے واسطے اس صورت میں انگریز یا کوئی ہندو بہی اُنکے نزدیک امام ہو سکتا ہے اسیواسطے کیسے ہی اضال ہوں خلیفہ کے لیکن قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوض نہیں
ہوتا ہے کیسا ہی ظلم کرے اور اگر یہی بات ہے تو پھر کیوں جھگڑتے ہیں ابوبکر کی طرف سے اگر حق فاطمہ غصب کیا تو کیا قباحت ہے امامت میں تو فرق نہیں آتا ہے **قال الشیخ الاشعری**
دوسری بات کچھہ دور نہیں کان درست کیجے اور سنئے حضرت فاطمہ زہرا ہر چند سیدۃ النساء ہیں بلکہ اُنکی خاکپای سرمہ کا بر اولیا ہے اُنکے غلامان غلام مورد افضال کبریا ہیں اُنکی محبت
جو محبت کے طور پر ہو باعث نجات اشقیا ہے اُنکا اعتقاد جو اعتقاد کی طرح پر ہو باعث ترقی درجات علی لیکن بہ ہمہ رتبہ اُمتی تہیں نبی نہیں فہم قرآن مجید میں کچھہ نہ کچھہ حاجت تفسیر نبوی کی
تہیں کیونکہ فقط زبان دانی اور قوت فہم دقائق معانی سے اتنا کام نہیں چلتا تفصیل اجمال کلام ربانی او رفع اشکال آیات فرقانی بجز سرور دو عالم آسمانی یعنی سرور دوجہان پیغمبر آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و ازواجہ واہلبیتہ واصحابہ وسلم کے متصور نہیں چنانچہ خود خداوند کریم فرماتا ہے اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ
یعنی بہیجا ہمنے تم میں رسول تمہیں میں سے جو پڑھتا ہے تمپر ہماری آیات اور سنوارتا ہے تمکو اور تعلیم کرتا ہے تمکو قرآن اور پختہ بات قطع نظر اس کے کہ یتلو علیکم کو تعلیم کے پہلے بیان کیا یہ ہماری آیتیں
تعلیم الفاظ قرآنی پر دلالت کرتا ہے اور یزکیکم جسکے یہ معنی ہیں کہ سنوارتا ہے اور پاک صاف کرتا ہے تزکیہ باطن پر دلالت کرتا ہے بعد اسکے یعلمکم الکتاب فرمایا تو قطع نظر اسکے کہ تعلیم فہم معانی
ہی سے متعلق ہے بعد یتلو علیکم کے یہ فرمانا اثبات پر دلیل کامل ہے کہ تعلیم معانی کی تعلیم دیگر ہے بہر حسب تعلیم میں خطاب تمام اُمت کی جانب ہو خاص کر مسلمانان ملک عرب کی طرف جو صحبت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف باسلام ہو چکے تہے چنانچہ لفظ منکم سے عیاں ہے تو معلوم ہوا کہ درس تعلیم معانی قرآن میں محتاج سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تہے اور نیز یہ بہی متحقق ہو گیا کہ تعلیم
معانی قرآن کے قابلیت بہی کسی میں نہیں جبتک تزکیہ تام نہو تب تک تعلیم معانی قرآنی بے موقع ہے اسیواسطے یعلمکم الکتب بعد یزکیکم فرمایا اور شواہد اس دلیل کے قرآن میں بہت ہیں فقط
علم پرور پر پوشیدہ نہ رہیگا اجی قرآن میں وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ فرماتے ہیں یعنی اتاری ہے تجہپر کتاب جس میں ہر چیز کا مطلب بیان ہے اور ایک جا سوا پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے اوروں کو فرماتے ہیں وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی نہیں دئے گئے تم علم سے مگر تہوڑا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قل اور
جو اس سے پہلے ہے اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ قاصد اس خطاب و فرمان کے پہنچانے والے ہیں داخل زمرہ مخاطبین نہیں اور باایں ہمہ یہ ہم بہ
کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم بہی قرآن کے دقائق کو خدا ہی کے برابر سمجہتے ہیں لیکن اسمیں بہی شبہ نہیں کہ اوروں سے سب سے زیادہ سمجہتے ہیں القصہ ناظرین تمہید لکلام الاسدی ہمیں اس قسم کے بہت سے مضامین ملینگے جنسے موسی خضر
کی تصدیق ہو اور سبب کجی طبیعت کے اُنکے موید ہونگی کیونکہ تکرار کے سبب سے تو کرو بد تاویز آیت اِنَّآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ ہونگا جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ کسیکے باپ سے رد نہیں کیا
جا سکتا خیر بہر حال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا درباب فہم معانی قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محتاج ہونا کلام اللہ سے ثابت اور نیز ہو پر اہل سنت کے نزدیک تو یہ بات
لاریب مسلم ہے اور اسکے مخالف کسی دلیل عقلی یا نقلی سے آجتک کوئی بات اُنکو ثبوت کو نہیں پہنچی اور کیونکر پہنچے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دربارہ فہم قرآن رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہونا اظہر من الشمس ہے محتاج دلیل نہیں اسکے خلاف کا غلط ہونا بہی ہر کسیکے نزدیک روشن پہر اگر کسی آیت کے فہم میں بسبب اسکے کہ اُنکی تفسیر

زبان گوہر بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے نہ سنی ہوئی اگرچہ غلطی ہوجائے اور آپکے کسی اشارہ مخفی کو نہ سمجھے تو اہل انصاف فرمائیں تو اسمیں کیا محال ہی علی ہذا القیاس
ابوبکر صدیق کہ رضی اللہ عنہ بلکہ احمد حنبل کوئی شخص اہل فہم میں سے اُس اشارہ مخفی کو جو حضرت فاطمہ زہرا کے ذہن میں آگیا ہو نہ سمجھے وہ تفسیر نبوی سمجھ جائیں تو قباحت ہے نہ اسبات سے کچھ کسر شان حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا لازم آتی ہے اور نہ اسوجہ سے دوسروں کو اُنپر فوقیت ہوسکتی ہے **اقول** فاطمہ زہرا علیہا السلام بجمیع اوصاف حمیدہ موصوف تھیں اور بموجب حکم آیہ تطہیر معصومین میں
سے تھیں اسواسطے ہم اُنکو معصوم جانتے ہیں اور پیغمبر اور امام انکو نہیں جانتے ہیں اور معصوم جو ہم اُنکو جانتے ہیں تو یہ اس شیخ کے نزدیک محبت کے اور اعتقاد کے طور پر نہیں ہے اسیواسطے اس نے کہا ہے
امامیہ محبت کے طور پر ہو اور اعتقاد اعتقاد کے طرح ہو اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ امی تھیں اور ربنی تھیں اور قرآن کی تفسیر کے باب میں انکو رسولخدا صلعم کیطرف احتیاج بھی تھی
لیکن جناب رسولخدا صلعم نے انکو سب تعلیم کر دیا تھا اور جسقدر کہ دقائق معانی قرآن تھے وہ اُنپر واضح کر دیے تھے وہ بتعلیم رسولخدا صلعم ہر ایک دقیقہ سے آگاہ ہو گئی تھیں اور ایسی
کوئی آیت نہ تھی کہ جسکی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو تا کہ اُسکی تفسیر کو اپنی رائے سے بیان کر کے اُسمیں غلطی کریں اور بموجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کے خدا تعالی
کا حضرت کو حکم تھا اُنکی تعلیم کے واسطے اور حضرت نے انکو تعلیم کر کے ہر ایک امر کا ماہر کر دیا تھا اور اسی جہت سے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لا تعلموهم فانهم اعلم منکم یعنی نہ تعلیم کرو تم
انکو وہ تم سے زیادہ سیکھی ہوئی ہیں بلکہ حضرت نے تو سب کو تعلیم کر دیا ہے بموجب اس آیہ کے اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے جو اُس نے
لکھی ہے یعنی بھیجا ہم نے تم میں پیغمبر کو تمہیں میں سے کہ پڑھتا ہے اوپر تمہارے آیتیں ہماری اور پاکیزہ کرتا ہے تمکو شرک اور معاصی سے اور سکھلاتا ہے تمکو کتاب اور حکمت کو کہ وہ قرآن ہے اور
آیتیں جو پڑھتی ہے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ہماری ایسی آیتیں ہیں کہ جو تمپر پڑھتا ہے کہ مثل انکی فصاحت اور بلاغت میں کوئی نہیں لا سکتا اور تعلیم قرآن سے یہ مراد ہے کہ اُسکے معانی سے
سب کو آگاہ کرتا ہے سو سب معانی قرآن سے مطلع ہو گئے مگر بعضے بعضے آدمی جو کہ بلید الطبع اور غبی تھے جیسے کہ خلفا ثلاثہ وہ البتہ بعضی آیتوں کے مضامین کو باوجود ارشاد جناب رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے اور واضح کرنے حضرت کے نہیں سمجھے اور جو کچھ سمجھے تھے اُسکو بھول گئے اسیواسطے غلطیاں کرتے تھے احکام میں اور لوگ اُنکو تنبیہ کرتے تھے استیعاب میں لکھا ہے کہ میراث
دادی اور نانی میں غلطی کی ابوبکر نے اور عبد الرحمن نے اُنکو تنبیہ کیا اور کنز العمال کی کتاب الفرائض میں لکھا ہے کہ خالہ اور پھوپھی کی میراث بھی ابوبکر پر مشتبہ تھی اور تفسیر کشاف میں
لکھا ہے کہ ابوبکر کلالہ کو نہیں جانتے تھے کہ اسکو کہتے ہیں اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ حد لواطہ ابوبکر کو اطلاع نہ تھی اور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ اَبّا کے معنی خلیفہ صاحب نہیں جانتے تھے اسی طرح
کثرت سے مجہولات ابوبکر کے ہیں کہاں تک لکھی جائیں اور عمر کے مجہولات تو ابوبکر کے مجہولات سے بھی زیادہ ہیں وہ تو ایسے تھے کہ زنان پردہ نشین ناقص العقل والدین سے زک پاتے تھے اور حضرت علی کا تو
وہ علم ہے کہ جسکا سب کو اقرار ہے اور فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی اور تاریخ الخلفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں ہر آیت کو قرآن کی جانتا
ہوں کہ کہاں نازل ہوئی پہاڑ پر یا زمین پر رات کو یا دن کو اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی سو اہل بیت کے علم کے برابر اور انکا علم کیونکر ہو گا اور جناب رسولخدا صلعم نے اپنی آل
کو سب سورتوں سے آگاہ کر دیا تھا کوئی ایسی آیت نہ تھی کہ اُنکی سمجھ سے باقی رہگئی ہو باوجود اسکے یہ کہنا کہ کسی آیت کی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو اور اسمیں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جائے
اور ابوبکر اسکو سمجھ جائے یہ کمال تعصب اور بے دینی کی بات ہے کہ جو کہ عالم ہو اور جسکے گھر میں سے قرآن و علم دین نکلا ہو اور آپکے حق میں رسولخدا فرمائیں کہ انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے
زیادہ عالم ہیں وہ تو قرآن کے معانی کو نہ سمجھے اور ایک مرد جاہل بلید الطبع کہ جو احکام قرآن سے بخوبی واقف نہ ہو اور غلطیاں کھاتا ہو وہ اسکو سمجھ جاوے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور پھر یہ کہنا
کہ کیا محال ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی تو فرماتا ہے کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اس نے جاہلوں کو علما پر ترجیح دی ہے اور حضرت علی جو کہ عالم قرآن تھے اور ہر ایک
آیت کے حال سے آگاہ تھے اور آپکے حق میں رسولخدا صلعم فرمائیں کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی آپنے شب و روز صحبت حضرت فاطمہ کو رہتی ہو وہ تو قرآن کی آیت کو نہ سمجھیں اور
ابوبکر ایک مرد جاہل سمجھ جائے اور ہم نے فرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی تھی لیکن حضرت علی نے اُس غلطی کو کیوں نہ سنبھالا اور حضرت فاطمہ کو غصہ ہونے سے کیوں نہ منع کیا وہ بھی تو موجود
تھے بلکہ ابوبکر ہی حضرت فاطمہ کیطرف کی گفتگو کی انبیا کے مورث ہونے میں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جو کہ معصوم ہیں آپکو تو غلطی پر کہتا ہے اور خطائیں اُنکی ثابت کرتا ہے اور ابوبکر جو کہ جائز الخطا
ہے اُسکی بات کو صحیح جانتا ہے کیا دینداری ہے تیری اور حال یہ ہے کہ معاملہ بالعکس ہے کہ معصوم سے خطا نہیں ہوتی اور ابوبکر سے اگر غلطی ہو تو کیا مضائقہ ہے ہو سکتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے
فرمانے کو ابوبکر نہ سمجھے ہوں روایت لا نورث کی مقدمہ میں حضرت نے کچھ فرمایا ہو اور یہ کچھ اور سمجھے ہوں لیکن ابوبکر کو تو ہرگز نہ کہیگا اور انبیاء اور فاطمہ زہرا علیہم السلام ہی کو غلطی پر کہیگا
اور اس نے جو آیہ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا الخ بیان کر کے لکھا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ بدون سمجھانے رسولخدا صلعم کے کوئی نہیں سمجھتا ہے قرآن کو اور بڑے لاف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو کچھ بندہ نے
عرض کیا ہے کسیکے باپ سے رد نہیں کیا جا سکتا اور اہل سنت کے نزدیک بات مسلم ہے اور حضرت زہرا کا محتاج ہونا معانی قرآن میں رسولخدا کیطرف اظہر من الشمس ہے یہ سب غلط ہے اسواسطے کہ
معانی تو اس آیت کے یہ ہیں کہ پیغمبر آیتوں کو ہماری تمپر پڑھتا ہے اور قرآن تمکو سکھاتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اور کوئی زبان عرب کا جاننے والا بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا
ہے اور بدون سمجھائے رسولخدا صلعم کے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی سورہ یوسف کے اول میں فرماتا ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

یعنی تحقیق نازل کیا ہے ہمنے اُسکو قرآن عربی تاکہ سمجھو تم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ سمجھنا علت ہے زبان عربی میں نازل کرنے کی یعنی زبان جو کہ مدینہ کے لوگوں کی عربی تھی اسواسطے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا کہ وہ خود اسکو سمجھ جائیں اور دوسرے آدمی کے بتانے کے محتاج نہوں اور سورۂ محمد میں لکھا ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یعنی بس کیا نہیں سوچتے ہیں اور فکر و تامل نہیں کرتے ہیں وہ قرآن میں کیا اُنکے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ اُسکے نصیحتوں کو جو کہ اُسمیں لکھی ہیں نہیں سمجھتے ہیں دیکھو کہ اسمیں علی العموم حکم ہے کہ اسمیں فکر و تامل کرکے خود سمجھیں تو اس شیخ کے نزدیک ہے کہ فاطمہ زہرا تو اسکے سمجھنے میں غلطی کریں اور سب آدمی اسمیں تامل کرکے بے تعلیم رسولخدا صلعم کے سمجھ جائیں اور اس شیخ کے نزدیک یہ ہے کہ فاطمہ زہرا میں سب طرح کی خوبیاں ہیں لیکن جسوقت ابوبکر سے کسی امر میں تکرار ہو تو اُسوقت فاطمہ زہرا چھوٹی اور غلطی پر ہیں گو نفس الامر میں حضرت فاطمہ کی غلطی نہوئی ہو اور ابوبکر سچے ہیں اور صواب پر ہیں اور اسمیں کیا قباحت ہے انبیاء علیہم السلام بھی تو غلطی کیا کرتے تھے اور ہمنے فرض کیا کہ اگر کسی امر میں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جائے تو کسر شان اُنکی نہیں ہوتی ہے لیکن جب غلطی اُنسے وقوع ہی میں نہ آئی ہو تو ہم کیونکر کہدیں کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی احتمالوں سے مقابلہ میں واقعی امروں کے کام نہیں چلتا ہے

قال الشیخ الاشعری اگر ایک بات کے سمجھ لینے سے سمجھنے والوں کو نہ سمجھنے والوں پر فوقیت ہوا کرتی تو خضر کو حضرت موسی علیہ السلام پر فوقیت ہوتی کیونکہ کشتی کی توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنیکی وجہ باوجودیکہ یہ سب حضرت خضر نے بامر خداوندی کیا تھا حضرت موسی علیہ السلام نہ سمجھے اور حضرت خضر اُن سب کی وجوہ جانتے تھے چنانچہ واقفان کلام ربانی جانتے ہیں حالانکہ مذہب صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر نبی نہ تھے اور اگر تھے بھی تو باجماع امت حضرت موسی حضرت خضر سے افضل ہیں اور حضرت داؤد کا کھیتی کے مقدمہ میں غلطی کھانا اور حضرت سلیمان کا حکم خداوندی کا سمجھنا معروف و مشہور ہے اور قرآن میں مذکور ہے حالانکہ جسوقت یہ قصہ پیش آیا اُسوقت حضرت داؤد پیغمبر وقت تھے اور پیغمبر بھی کیسے اولوالعزم اور حضرت سلیمان جبتک نبی نہو ئے تھے لوگ امام تھے اور باایں ہمہ صغیر السن کیونکہ وقت وفات حضرت داؤد حضرت سلیمان کی عمر کل بارہ برس کی تھی جسوقت قصہ پیش آیا تب تو وہ بھی چھوٹی عمر ہوگی پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام حالانکہ نبی وقت اور رسول اولوالعزم تھے ایک مسئلہ میں غلطی کریں اور ایک لڑکا نو عمر بات صحیح کہدے تو اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اگر ایک اشارہ بے تعلیم نہ سمجھیں وہ بھی آیۂ یوصیکم اللہ کا اشارہ جو منجملہ آیات قرآن مجید ہے جسکا فہم کامل بجز تفہیم و تعلیم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن نہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور حضرت صدیق اکبر بلکہ آجکل کے پڑھنے لکھنے والے جو کسی طرح حضرت فاطمہ بلکہ اُنکی خاک پا کے ادنے سگ در کی برابر نہیں ہو سکتی بوجہ تعلیم نبوی سمجھ جاویں تو کچھ حرج نہیں علی ہذا القیاس ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا فے ہونا معلوم ہو کیونکہ ایسے قصے اکثر مجاہدین و غانمین کو معلوم ہوتے ہیں اور باایں ہمہ آیۂ ما افاء اللہ سے بھی اراضی فے کا غیر مملوک احدی ہونا بتامل ہی نکلتا ہے چنانچہ ناظران وجوہ مسطورۂ بالا پر جو در بارۂ تحقیق غیر مملوک ہونے اراضی فے لکھے گئے ہیں پوشیدہ نہ رہیگا اور اس سمجھنے اور اس بے علمی کے باعث بعد وفات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات حضرت صدیق اکبر سے طالب میراث ہوئے کیونکہ جبتک اشارہ وجوہ اراضی فی یوصی و اشارات مذکورہ پر اور علی ہذا القیاس وجوہ غیر مملوک ہونے اراضی فے پر جو آیۂ ما افاء اللہ کے بیچ و پیچ میں مستنبط ہیں نظر نہ ہو تب تک نظر آیۂ یوصیکم اسی طرف ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم بھی حکم میراث میں شریک امت ہیں

اقول یہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ ایک بات کے نہ سمجھنے والوں پر فوقیت ہوتی لیکن سمجھنے والوں پر نہ سمجھنے والے کو تیرے کہنے کے موافق یہی مقرر کرنا اپنی طرف سے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ حو بیان کیا ہے اُس سے اُسکو بالنسبت حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے خود پوشیدہ رکھا کشتی کی توڑنے کی اور لڑکے کے قتل کرنیکی وجہ کو اسواسطے حضرت موسیٰ اُس وجہ سے جو آگاہ نہیں تھے تو حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے اور حضرت فاطمہ کو تو رسولخدا صلعم نے سب تعلیم کر دیا تھا اور ہر ایک امر سے اور تفسیر قرآن سے آگاہ کر دیا تھا اور اگر تعلیم نکرتے تو حضرت پر اعتراض جناب باری عز اسمہ ہوتا اسواسطے کہ انکو حکم تھا تعلیم کر دینے کا پھر حضرت فاطمہ کیونکر غلطی کرتیں اور کیوں نہ سمجھتیں اور حضرت داؤد نے بھی کھیتی کے مقدمہ میں اگر غلطی نہیں کھائی تو اُنپر تہمت کرتا ہے بلکہ اُنہوں نے موافق اُس حکم کے کیا تھا جو پہلے سے چلا آتا تھا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالیٰ نے دوسری طرح سمجھا دیا تھا اُنہوں نے اُسکے موافق کہا اس صورت میں حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اسواسطے کہ دونوں خدا ہی کے حکم تھے اور غلطی حضرت داؤد نے نہیں کی تھی اور حضرت فاطمہ کو تو سب کچھ رسولخدا صلعم نے تعلیم کر دیا تھا اُنکو یہ بات نہیں لگ سکتے کہ کوئی اشارہ بے تعلیم نہیں سمجھی ہوئی تھیں اور آیۂ یوصیکم اللہ کو خوب سمجھی تھیں جب خدا کا حکم تھا اور یہ جانتا تھا کہ حکم عام جانکر اُنہوں نے دعوی میراث کا کیا چنانچہ ہم پہلے اس سے تفسیر کبیر سے لکھ چکے ہیں اور ابوبکر اور آجکل کے پڑھنے لکھنے والے حضرت فاطمہ کے برابر ہرگز نہیں سمجھ سکتے ہیں اُنکو ہر امر میں تعلیم رسولخدا صلعم کی تھی اور یہ لوگ جو کچھ کہیں گے اپنی رائے سے کہیں گے خواہ غلط ہو خواہ صحیح ہو اور جو کوئی حضرت فاطمہ کے قول کے مخالف کہیگا بیشک قول اُسکا غلط ہوگا اور ایسا ہی نہیں ہو سکتا کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے اُنکو سب کچھ تعلیم کر دیا ہو تو فدک کا فے ہونا اُنکو معلوم نہو فدک تو وہ ہے کہ ابوبکر ہی جسکا دعوی حضرت فاطمہ نے کیا تھا کہ مجھکو یہ میرے باپ نے ہبہ کیا ہے اور یہ سب اہلسنت کی کتابوں میں لکھا ہے بلکہ ہبہ دینا ہی لکھا ہے اور اسیواسطے دعوی ہبہ کا کیا تھا اور جب ابوبکر نے فدک اُنکو نہ دیا تو پھر دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے ذکر ہو چکا ہے پھر حضرت فاطمہ کو فدک کا فے ہونا کیونکر نہ معلوم ہوتا اور آیۂ ما افاء اللہ ہی سے فدک کا فے ہونا بخوبی معلوم ہوتا ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور جو وجوہ تمنے اُسکے مملوک نہونیکی لکھی ہیں ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور حضرت فاطمہ بے علم ہرگز نہیں بلکہ خوب سمجھی ہوئی تھیں اسیواسطے بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا تھا اور حضرت فاطمہ اُن وجوہ کو مملوک نہونیکی جو تمنے لکھا ہے

سب کو باطل جانتی تھیں اور حکم آیۂ یوصیکم اللہ کا واسطے رسول خدا صلعم کے اور اسکے سب کے واسطے عام جانتی تھیں بموجب تعلیم رسول خدا صلعم کے اسواسطے دعویٰ میراث کا ابوبکر سے کیا

قال الشیخ الاشعری مگر جب صدیق اکبر نے حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سنا دی ہو تب اس طلبگاری سے ایک گونہ ندامت و رنج حاصل ہوا ہو کیونکہ انبیاء اور مرسلین اور صدیقین اور کاملین کو لازم ہے کہ اگر کوئی بے اعتدالی اُن سے ظہور میں آوی تو بعد اطلاع اسپر ندامت ہو کرے چنانچہ حضرت آدم کا گیہوں کے کھا لینے پر نادم ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت نوح علیہ السلام کا دعاء نجات فرزند سے نادم اور پشیمان ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل قبطی سے شرمندہ ہونا خود قرآن میں موجود ہے اور اس امر کے باعث حضرت صدیق اکبر سے ربط و ضبط میں فرق آگیا ہو اور ملنا رلنا بدستور سابق نرہا ہو۔ یہ کہ طریق بھی کلام و سلام کی نوبت نہ آئی ہو کیونکہ اس طرح کی متارکہ تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر وہ بھی ایسے مسلمانوں میں بہرحال ترک کلام جو بعض روایات میں ہے اہل سنت کے نزدیک حضرت فاطمہ کیطرف کچھ حرف نہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کلام نکرنے سے یہ مراد ہو کہ جب حدیث لانورث سن لی تو پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ چون و چرا نہیں کی اور صدیق اکبر کے چھوڑ دینے سے یہ مراد ہے کہ چپکے ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہیں اور بعد حدیث مذکور کے سن لینے کے پھر اُنکا پیچھا نہیں لیا اور کیونکر ایسی اگر ایسا ہو تو حضرت فاطمہ اور دنیاداروں میں کیا فرق رہا مگر صدیق اکبر بتقاضاء محبت و اعتقاد و نیازمندی و انقیاد اس خاموشی کو غصہ پر محمول کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے ہوں اور علی ہذا القیاس اور لوگ بھی اسی غصہ ہی سمجھتے ہوں اور اسی لئے صدیق اکبر نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سفارش کیلئے اندر بھیجا ہو اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تسکین صدیق اکبر کے لئے اظہار رضا اور خوشی کا دیا ہو **اقول** اے ناصبی دشمن فاطمہ زہرا اُلٹا حضرت فاطمہ ہی کو تو الزام دیتا ہے کہ وہ دعویٰ میراث کر کے نادم اور پشیمان ہوئیں اور حال یہ ہے کہ تمام علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے روایت لانورث کو سنکر ابوبکر پر غصہ ہوئیں اور کلام کرنا اُن سے چھوڑ دیا اور تو کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں آخر تو نے بھی اس اعتقاد فاسد کی سزا پائی کہ اہل سنت نے تیرے ارتداد کا فتویٰ لکھا کسی اور امر ہی کی جہت سے سہی مگر نادم کیونکر ہوئیں حضرت فاطمہ اگر نادم ہوتیں تو ابوبکر سے عذر کرتیں کہ مجھکو اس روایت لانورث کی خبر نہتھی اسواسطے میں نے دعویٰ میراث کا کیا تھا وہ تو غصہ ہوئیں ابوبکر پر کیا غصہ کو ندامت کہتے ہیں اور غصہ اُنکا صاف ابوبکر کے جھوٹ بولنے پر دلالت کرتا ہے اور نادم تو اسوقت ہوتیں کہ جب جانتیں کہ ابوبکر اس روایت میں راست گو ہیں اُنہوں نے ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو ہی جانا تھا اور اسیواسطے جسوقت حضرت علی نے اس روایت کو ابوبکر سے سنا تو اُسکے رد میں کلام اللہ کی آیتوں سے استدلال کیا اور ابوبکر کو اسکا جواب نہ آیا چنانچہ ہم پہلے اسکو اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور اگر ابوبکر اس روایت میں سچے ہوتے اور حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنکر ندامت ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ کا ہیکو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن کاہیکو کہتے جو بات لکھتا ہے احتمالی لکھتا ہے کہ رنج حاصل ہوا ہو اور فلانی بات یوں ہوئی ہو اور سے کوئی بھی دلیل واقعی تیری بات پر نہیں ہے کہ جسکو علماء نے لکھا ہو اور وہ قابل جواب کے ہو تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ملنا رلنا اُس سے بالکل ترک کیا اور اُسکے خلاف تو جو تیرا جی چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اور تو بر خلاف اپنی کتب کے کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں اور اگر انبیاء اور صدیقین وغیرہم کوئی بے اعتدالی کریں اور بعد اطلاع نادم ہوں تو یہ کیا لازم ہے اسکو کہ حضرت فاطمہ بھی نادم ہوئی ہوں بے اعتدالی کی جہت سے حضرت فاطمہ نے تو موجب حکم خدا کے میراث کو طلب کیا تھا اور ایک شخص نے مخالف حکم خدا کے ایک بات بیان کی تو اُنھیں ندامت کی کونسی وجہ ہے۔ انتہائی کار یہ ہے کہ یوں سمجھی ہونگے کہ یوں بھی ہو گا لیکن میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا نہیں سنا ہے اور نادم ہونیکی کیا وجہ ہے خدا کے حکم کے موافق جو حضرت فاطمہ نے اپنا حق طلب کیا تو تیرے نزدیک بے اعتدالی ٹھیری اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے بیان کرے وہ تیرے نزدیک صحیح اور درست ہے اور ابوبکر سے جو ربط اور ضبط میں فرق آیا وہ ناراضمندی کی جہت سے تھا چنانچہ تیری کتب صحاح میں لکھا ہے کہ سنتے ہی غضبناک ہوگئیں اور جسوقت آدمی نادم ہوتا ہے تو بسبب شرمندگی کے سر اُسکا نیچا ہو جاتا ہے اور پھر چوں بھی نہیں آتا ہے چہ جائیکہ غضبناک ہونا اور تین دن سے زیادہ متارکہ اُسوقت حرام ہوگی کہ جسوقت جانبین سچے اپنے ایمان پر قائم ہوں اور جسوقت کہ ایک شخص صریح بے ایمانی کا کام کرے اور ظلم کرے کے گلے پر چھری پھیرے تو اُسکی متارکہ حرام نہیں ہے اور ترک کلام میں حضرت فاطمہ کیطرف حرف کیا ہو اُنکا ترک کلام اپنے موقع پر تھا کہ اُنکے نزدیک ابوبکر قابل کلام کرنے ہی کے نرہے تھے جسوقت کہ اُنہوں نے ظلم کیا اور حق بجانب فاطمہ تھا اور یہ کہنا کہ روایت لانورث سنکر حضرت فاطمہ نے فدک کے مقدمہ میں کلام نکیا یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ جب ہجرت ہی اختیار کی تو پھر بالکل ہی کلام نکیا کیا فدک اور کیا غیر فدک کے کلام نکرنے میں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہی تنقیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ لفظ فهجرت ابا بکر ولم تزل مهاجرته حتى توفيت رد کرتا ہے اس امر کو جو ترمذی نے اپنی شیخ علی بن عیسیٰ سے حکایت کی ہے کہ خاص میراث میں کلام نکیا اور جبکہ حضرت فاطمہ سنتی ہی روایت لانورث کو غضبناک ہوگئیں تو میراث کے مقدمہ میں کلام نکرنیکی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلق کلام کرنا ناراض ہو کر ترک کیا اور اگر اپنے گھر میں چپکی بیٹھ رہیں تو ابوبکر کو راست گو جانکر نہیں بیٹھیں بلکہ صبر کر کے بیٹھ رہیں ابوبکر سے ناراض ہو کر جیسا کہ نسوان شرفا کا دستور ہے اور تیرے نزدیک تو بہتر یہ تھا کہ فاطمہ ابوبکر سے دوبدو گفتگو کرتیں اور ہمیشہ نزاع رکھتیں یہ شعار حضرت فاطمہ کا نتھا یہ کام تو حضرت عائشہ کا تھا کہ اپنے گھر کو چھوڑ کر خلاف حکم خدا کے حضرت علی سے لڑنے بصرہ کو چلی گئیں اور خچر پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکلیں اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر تیر برسائے اور ابوبکر کو اعتقاد و محبت حضرت فاطمہ سے کچھ نہتی اگر ایسا ہوتا تو اُنکو ابوبکر کے نزدیک فدک حق فقراء تھا لیکن سب مسلمانوں سے بحل کرا کے حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیتے اُنکو اختیار تھا جیسا کہ رسول خدا صلعم نے حضرت زینب ختر خدیجہ کبریٰ کا

قلادہ جو کہ انہوں نے اپنے شوہر کے فدیہ میں دیا تھا سب مسلمانوں سے بحل کروا کے انکو واپس کر دیا لیکن ابو بکر کو تو فاطمہ زہرا کا آزردہ کرنا منظور تھا وہ کیوں دیتے اور عثمان نے تو کسی سے پوچھا بھی نہیں تھا بدون بحل کرائے ہی مروان کو فدک دیدیا اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں فدک کے مذمت کی ایک وردہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے علی بن علی الفارقی الشافعی مدرس عربی مدرسۂ بغداد سے پوچھا کہ کیا فاطمہ زہرا سچی نہ تھیں کہا ہاں سچی تھیں میں نے کہا پھر ابو بکر نے فدک انکو کیوں نہ دیا جسوقت کہ وہ انکے نزدیک سچی تھیں یہ سنکر تبسم کیا اور ایک کلام لطیف جواب میں فرمایا باوجودیکہ عادت انکی خوش طبعی کی نہ تھی کہا کہ اگر آج ابو بکر فدک فاطمہ کو دیدیتے تو کل کو فاطمہ ابو بکر کے پاس جا کر اپنے شوہر کے واسطے دعوی خلافت کا کرتی اور ابو بکر کو خلافت سے دور کرتی اور پھر کچھ عذر ابو بکر کو خلافت کے چھوڑنے میں نہ تھا اور ابو بکر کے نزدیک فاطمہ کے دعوی کے راست ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور نہ ملنا حضرت فاطمہ کا ابو بکر سے محمول غصہ پر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں غصہ ہو گئی تھیں ابو بکر سے ناراض ہو کر جیسے کہ روایات صحیحہ میں وارد ہے اور سب آدمی ایسا ہی جانتے تھے اور ابو بکر کا دروازہ فاطمہ پر حاضر ہونا اور علی مرتضی کو واسطے سفارش کے اندر بھیجنا اور حضرت فاطمہ کا ابو بکر سے راضی ہو جانا سب غلط ہے اور یہ روایت شعبی و اوزاعی کی ہے اور باطل کرتی ہے اسکو روایت اصح الکتب بخاری کی ایک جگہ تو صحیح بخاری میں ہے کہ فغضبت فاطمة بنت رسول الله وهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة اشهر اور دوسری جگہ صحیح بخاری میں غزوۂ خیبر کے ذکر میں یہ روایت ہے فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذالك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبى ستة اشهر اور حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ غضب و غصہ میں ہوئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم اور ترک کر دیا ابو بکر کو کہ ملنا اس سے چھوڑ دیا پس ہمیشہ ابو بکر سے مفارقت کئے رہی اور کبھی نہ ملی اور نہ کبھی ابو بکر سے کلام کیا یہانتک کہ وفات پائی اور زندہ رہی بعد رسول خدا صلعم کے چھ مہینے دیکھو ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر سے کبھی نہ ملیں اور نہ کبھی کلام کیا تا غصہ کے راضی ہونا تو کہاں سو صحیح بخاری کی روایت کے مخالف جو روایت ہو گی وہ باطل ہو گی اسواسطے وہ روایت شعبی و اوزاعی کی بھی باطل ہے جسمیں حضرت فاطمہ کا راضی ہونا لکھا ہے ورنہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہ کہو بلکہ اضلّ الکتب بعد کتب الضلال کہو اور ابو بکر جوہری نے تو اسطرح لکھا ہے کتاب سقیفہ میں کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کرونگی ابو بکر نے کہا کہ میں تجھ سے ملنا کبھی نہ چھوڑونگا فاطمہ نے کہا کہ میں تیرے حق میں بد دعا کرونگی ابو بکر نے کہا کہ میں تیرے واسطے اچھی دعا کرونگا جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس شب کو دفن کی گئیں اور ابن قتیبہ نے کتاب الامامة والسياسة میں ایک بڑی روایت اس مقدمہ میں لکھی ہے مختصر یہ ہے کہ عمر نے ابو بکر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہمنے اسکو غضبناک کیا ہے جب گئے اور اذن چاہا تو حضرت فاطمہ نے اپنے پاس آنیکا اذن نہ دیا حضرت علی سے کہا تو وہ انکو اندر لیگئے اور حضرت فاطمہ کے پاس جا کر بیٹھے تو فاطمہ نے انکی طرف سے اپنا منہ پھیر کر دیوار کیطرف کر لیا اور جب سلام کیا ان دونوں نے تو حضرت فاطمہ نے جواب سلام کا نہ دیا اور ابو بکر نے گفتگو کی اور کہا کہ تم مجھے عائشہ سے زیادہ عزیز ہو اور روایت نورث بیان کی کہ میں نے رسول خدا سے ایسا سنا تھا حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ خوشنودی فاطمہ کی میری خوشنودی ہے اور ناراضمندی فاطمہ کی میری ناراضمندی ہے اور جو کوئی دوست رکھے فاطمہ کو اس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے اسکو راضی رکھا اس نے مجھکو راضی رکھا اور جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھکو ناراض کیا دونوں نے باتفاق کہا کہ ہاں حضرت نے ایسا ہی فرمایا تھا اسوقت حضرت فاطمہ نے کہا کہ خدا کو اور اسکے فرشتوں کو گواہ کرتی ہوں کہ بتحقیق تم دونوں نے مجھے ناراض کیا اور راضی نہ کیا اور جسوقت ملاقات کرونگی رسول خدا صلعم سے تو تم دونوں کی شکایت کرونگی اور ابو بکر روئے اور فاطمہ راضی نہ ہوئیں اور شیخ رضامندی بیان کرتا ہے اور یہ روایت موافق ہے روایت بخاری اور مسلم کے اور روایت شعبی اور اوزاعی کی جو رضامندی فاطمہ کی بتاتی ہے مخالف ہے اسواسطے اسکا اعتبار نہ ہو گا **قال الشيخ الاشعری** باقی کسیلیے ملین خلجان ہے کہ روایات میں تصریح مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا صدیق اکبر سے غصہ ہو گئیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری میں فوجدت فاطمہ واقع ہے اور وجدت جیسا بمعنی غضبت ہے جو غضبہ پر دلالت کرتی ویسا ہی بمعنی حزنت بھی ہے جو حزن و غم پر دلالت کرتی ہے چنانچہ قاموس وغیرہ کتب لغت میں پایا جاتا ہے جسے تامل ہو دیکھ لے پھر کونسی ضرورت ہے وجدت بمعنی غضبت ہی لیجئے اور خواہی نخواہی حضرت فاطمہ کا غصہ اثبات کیجئے اور اگر کوئی وہمی یوں تقریر کرے کہ یہی مادہ وجد دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے بلکہ اسکے بعد اگر کلمہ علی ہوتا ہے تو غصہ کے معنے میں متعدی ہوتا ہے اگر اسکے صلہ میں حرف با واقع ہو تو پھر معنی حزن کی گنجائش ہے مگر اس مقام میں بعد وجدت صحیح مسلم میں فقط علی ابی بکر بھی واقع ہے تو اس قاعدہ سے وجدت بمعنی غضبت ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عندیہ کے موافق دوسرے کے کلام کے معنے سمجھتا ہے اسیواسطے روایت بالمعنی اول تو ہر کسیکے مقبول نہیں تو ہم یہ روایت باللفظ نہیں ہے کیونکہ ملتبس ہے کہ حقیقت الامر کچھ اور ہو اور راوی کچھ اور سمجھا ہو آخر حضرت موسی کو حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ یہی معاملہ پیش آیا اور اپنے معاملات کو اگر تامل کرے تو اکثر ایسے قصہ پیش آتے ہیں ممکن ہے کہ کہنے والے نے فقط وجدت فاطمہ کہا ہو اور سننے والے نے باین خیال کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا کشیدگی کو جو در حقیقت بوجہ ندامت تھی بوجہ غضب سمجھ کر باتحاد وجدت کو معنی غضبت محمول کر کے روایت کے وقت روایت بالمعنی کی ہو اور اپنی سمجھ کے موافق فقط علی ابی بکر بھی زیادہ کر دیا ہو **اقول** بیشک روایات میں اہل سنت کے یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ابو بکر پر غصہ ہوئی اور سب علماء اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں اور یہ قصہ بمنزلہ درایت کے ہے گو روایت میں آیا ہے اور سیکڑوں کتابیں اسمقدمہ میں تصنیف ہو گئیں اور حضرت فاطمہ کے غصہ ہونیکا انکار کسی نے نہیں کیا لیکن جواب اپنی اپنی رائے کے موافق دیتے ہیں اور کیونکر انکار کریں کہ روایت صحیحہ میں آیا ہے اور وجدت گو معنی حزنت بھی ہے لیکن اس جگہ بمعنی غضبت ہی ہے اور علی کے کلمہ

کچھ ملا واقع ہونے سے اور یہی توضیح ہوگئی ہے اور سوا اسکے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں غضبت ہی آیا ہے جیسے کہ دوسری جگہہ وجدت آیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں فغضبت فاطمة
بنت رسول الله فھجرت ابابکر الخ اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واما سبب غضبھا مع احتجاج ابی بکر بالحدیث المذکور الخ دوسری جگہہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
میں لکھا ہے وکانھا لما غضبت من رد ابی بکر علیھا فیما سالتہ من المیراث رای علی ان یوافقھا فی الانقطاع عنہ الخ سو وجدت پر منحصر نہیں ہے حدیث میں غضبت ہی آیا ہے اور
وجدت سے مراد علماء نے غضبت لی ہے یہ حزنت اور وجدت علی ابی بکر میں جو اسنے تاویل جہل کی ہے اور راوی کو روایت کے الزام دیا ہے کہ اُس نے اُسمیں کہٹا بڑہا دیا ہے اور روایت بالمعنی کی ہے تو
ایسے اہل سنت کے مذہب کو اسنے خاک میں ملا دیا اسواسطے کہ اجماع اہل سنت کا بخاری اور مسلم کی صحت پر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ہے
وہ اہل سنت ہیں اسواسطے کہ انکے مذہب میں صحیحین ایسے ہیں کہ ایسے کسی مذہب میں نہیں ہیں اور مدار انکے مذہب کا اُن دونوں کتابوں پر ہے اور یہ خود ہی پہلے اس سے لکھ چکا ہے کہ حدیثیں
اُنمیں صحیح صحیح چہان چہان کر اور بہت شک کر کے درج کی گئی ہیں اور اسیواسطے نام انکا صحاح رکھا ہے اور یہاں لکھتا ہے کہ راوی نے سنا تو کچھہ اور اور سمجھا کچھہ اور اور روایت بالمعنی کی جہت سے مطلوب کی غیر
سمجھہ کر اپنی طرف سے کہٹا بڑہا دیا ہے جب یہ احتمال اس روایت میں ہے تو سب روایتوں میں اُنکی ایسے احتمال جاری ہوسکتی ہیں اور جب یہ حال ہے اُنکی روایتوں کا تو اُنکا اعتبار ہی نرہا اور مدار اہل سنت
کے مذہب کا جو اُن پر تہا وہ بہی باطل ہوا اسواسطے کہ ظاہر معنی کا تو انکی اعتبار نہیں ہے موافق اعتقاد اس شیخ نجدی کے اصل میں وہ کچھہ اور ہونگی اور راوی نے خلاف اصل کے سمجھہ کر کچھہ اور لکھدیا اور جب
یہہ ممکن ہے اس روایت میں کہ راوی نے کچھہ اور سمجھہ کر علی ابی بکر اسمیں زیادہ کر دیا ہے تو یہ بہی احتمال ہے کہ راوی نے اپنے مذہب کی محافظت کی واسطے لعنت کے جگہہ وجدت لکھدیا ہے اسواسطے کہ اصل
میں یوں تہا فلعنت فاطمة علی ابی بکر اور ہمارا احتمال قوی اور صحیح ہے اہل سنت کے احتمال سے اسواسطے کہ ہم انکے مخالف جو ہیں تو اپنے مذہب کے موافق احتمال نکال سکتے ہیں اور اہل سنت نے جب اُسکو صحیح تسلیم
کر لیا کہ یہ روایت صحیح ہے تو پہر وہ اُسمیں کوئی احتمال نہیں نکال سکتے ہیں اور روایتیں بخاری اور مسلم کی بالمعنی ہرگز نہیں بلکہ باللفظ ہیں جو الفاظ کہ سنے وہی بیان کر دئیے اور اگر روایتیں انکی بالمعنی
ہوتیں اور احتمال کمی اور زیادتی کا اُنمیں ہوتا تو صحاح اُنکو نکہتے بلکہ مثل توریت و انجیل کے محرف ہوتے جیسے کہ اس شیخ نے اُنکو محرف ٹہیرا دیا ہے اور حضرت موسی کو حضرت خضر سے یہ معاملہ پیش
نہیں آیا ہے کہ حضرت موسی تو حضرت خضر کی رمز کو سمجھے ہی نتہے اور ندامت کا جواب پہلے اس سے ہم دیچکے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جبتک احتمالات صحیحہ پیدا ہوسکیں
تب تک اہل عقل کو لازم یہی ہے کہ اہل کمال کیطرف بدگمان نہوا کریں جناب باری تعالی نے جو قصہ حضرت موسی و حضرت خضر علیہ السلام کا سورہ کہف میں بیان کیا ہے جس میں حضرت خضر کا
اُن ملاحوں کی کشتی کا توڑنا جنہوں نے انکے ساتھہ احسان کیا تہا اور بے لئے دئیے اُنکو پار اُتار دیا تہا اور بے گناہ صغیر السن لڑکے کا قتل کر دینا اور حضرت موسی علیہ السلام کا ان دونوں باتوں پر
اعتراض کرنا مذکور ہے اُسکے بیان کرنے میں ایک یہہ بہی حکمت ہے کہ مردان کوتہ بین کو اگر بزرگان دین کا امر خلاف عقل یا نقل نظر آئے تو اپنی نظر کا قصور سمجہیں اور اُنکی نسبت گمان نکریں
علی ہذا القیاس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ظنوا المومنین خیرا فرمایا ہے تو اُس سے بہی غرض یہی ہے کہ اگر تمہاری نظر میں کسی مومن کامل کا کوئی کام خلاف شرع نظر آئے تو گو ظاہر میں
روک ٹوک کرو تاکہ اگر واقع میں برا ہو تو اُسکا انسداد ہو جاے پر دل سے بدگمان نہو اپنی طرف سے نیک ہی گمان کرتے رہو نہ یہہ کہ اچہی کاموں کو اچہا سمجہو کیونکہ اچہی کاموں کو ہر کوئی خود بخود اچہا سمجہتا
ہے حکم کی کیا حاجت تہی اس تقریر سے اگر کسی کے جی میں یہ روک بہی ہوگا کہ ان احتمالات سے کیا کام چلتا ہے ظاہر میں جو کچھ سمجہہ میں آوے ہم تو جانیں وہی بات ٹہیک ہوگی تو انشاء اللہ
مرتفع ہو جائیگا **اقول** جو کچہہ تو نے احتمالات لکہی ہیں وہ احتمالات نہیں ہیں بلکہ تو نے تو بے اعتباری روایات صحیحین کے بیان کی ہے کہ راوی نے سنا تو کچہہ اور سمجہا اس سے کچہہ اور تو اس سے
معلوم ہوا کہ روایتیں صحیحین کی غیر معتبر ہیں اور مدار اہل سنت کے مذہب کا جو اُن دونوں کتابوں پر تہا وہ بہی باطل ہوا اور بدگمانی تو اُسوقت نہوا کرے جسوقت کہ کوئی خبر اہل کمال کی
ایسی سنی کہ جو احتمال بدی کا اور نیکی کا دونوں کا رکہتی ہو اور جسوقت بدی اُنکی ثابت ہو جاے اسطرح سے کہ اُس سے یقین حاصل ہو جاے تو گمان بد کیونکر نہوگا بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ سکوت کریگا
کچہہ کہیگا نہیں لیکن دل میں البتہ بدگمان رہیگا اور جسوقت کہ یہہ مقدمہ اخبار صحاح سے ثابت ہوگیا تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنی آنکہہ سے دیکہا ہو اور یقین کامل ہوگیا ہو اس صورت میں اسکے خلاف کا گمان
کب ہو سکتا ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ڈوم کے تیر لگا تہا اُس نے کہا کہ خدا کرے میرے تو تیر نہ لگا ہو اور حضرت موسی کے قصہ کو جو بار بار لاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو الزام دیتا ہے اُسمیں بات کہاں
ہے اور ابوبکر کے افعال کا قیاس اسپر نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ایک شخص جائز الخطا تہے جو کچہہ اُن سے صادر ہوگا اُسکے ظاہر ہی پر عمل ہوگا اور انبیاء کے قصہ میں مصلحت ہی اور ہے اور وہ معصوم ہیں اُنکا
قیاس غیر پر کیونکر ہوگا اور پہلے ابوبکر کا اہل کمال میں سے ہونا ثابت کرو تب ایسی بات اُنکے مقدمہ میں کہو اور کمال تو علم سے ہوتا ہے یا شجاعت سے سو دونوں کا حال معلوم ہے عیاں را چہ
بیان اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسیکو قتل کرتے ہوے دیکہیں تو اُسکو قاتل نکہیں اور اپنی نظر ہی کا قصور سمجہیں بیشک جیسا ہوگا ویسا ہی کہا جائیگا اور دن کو رات نہیں کہہ سکتے اور اسکے بزرگ
دشمنان اہلبیت جو تہی کسی نے تو اولاد رسول کا حق چہینا اور کسی نے گھر کا اُنکی جلانا چاہا اور کسینے ذبح کیا اور کسینے زہر دلوایا اور کسینے ہتک حرمت و آبروریزی کی اور کسینے ایذا پہنچائی اور یہ سب
کتابوں میں لکہا ہے اور مٹ سکتا نہیں جف القلم بما ھو کائن تو بجز اسکے کہ اُنکے افعال کو محمول نیکی پر کریں اور کہیں کہ اُنکا غصب کرنا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور اُنکو آزار پہنچانے سب خیر
تہی اور اُنکی افعال کا خیر ہی ظن کرنا چاہئے تو اور کیا کہیں کہ مذہب ہی باطل ہوتا ہے کہ جنکی ایسے بزرگ ہیں تو مذہب اُنکا صحیح کیونکر ہوگا اور ہمسے تو یہہ نہیں ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے اُنکو

آزار پہنچائی میں خلاف حکم خدا اور رسول کے اُنکو اچھا کہیں مودۃ القربیٰ میں سید علی ہمدانی نے لکھا ہی اور ایک روایت بیان کی اور اُسمیں یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا من رضیت عنہ
ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یا سلمان ویل لمن یظلم ما یظلم بعلہا علیا وویل
لمن یظلم ذریتہا وشیعتہا حاصل یہ ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس سے میری بیٹی فاطمہ راضی ہوا اُس سے میں راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوا اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہو میری
بیٹی فاطمہ میں اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جس پر میں غضب میں ہوں خدا اُس پر غضب میں ہوتا ہی اور فتح الباری شرح بخاری کی اُس حدیث کہ جسکے ایذا دینے سے رسولخدا کو ایذا ہوتی ہی
لکھا ہی کہ جس نے حضرت فاطمہ کو ایذا دی اُس نے بیشک رسولخدا کو ایذا دی شہادت سے اُس خبر کے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا اب ہم
کیونکر نیک گمان کریں کہ جنہوں نے فاطمہ پر اور اُسکی اولاد پر ظلم کیا ہی اور حضرت فاطمہ کو غضب میں لائے ہیں اور ظنوا المومنین خیرا جو حضرت نے فرمایا ہی تو اول تو یہہ کہ مومنین کے لئے فرمایا ہی پہلے
اُن لوگوں کا ایمان صحیح ثابت کرلو تب اُنکی مقدمہ میں ایسا کچھہ کہو اور دوسرے یہہ کہ جس چیز کا یقین ہوا اسکا ظن کیسے کرینگے اور خدا تعالیٰ تو فرماتا ہی کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا
اور فرماتا ہی کہ فَاجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ اور امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ بہی روایت ظنوا المومنین خیرا کی یزید کے حق میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مومن تہا
اُسکو برا مت کہو کہ ظنوا المومنین خیرا حضرت نے فرمایا ہی سو یہ تو اہل سنت ہی کو مبارک ہو کہ اولاد رسولخدا کے ایذا پہنچانیکو اور قتل کرنیکو اور خانہ بربادی کرنیکو خیر گمان کریں اور ہم تو اُسکو
مومن ہی نہیں جانتے ہیں مومن جانیں تو نیک گمان کریں اور معلوم نہیں اسنے پہلے سے اس مقدمہ میں اسقدر گفتگو کیوں کی ہی ایک ہی جواب کافی تہا کہ ظنوا المومنین خیرا **قال**
الشیخ الاشعری بہرحال گو یہ احتمال ہی نظر آتے ہیں مگر عقل سلیم ہو تو پایہ تحقیق سے کم نہیں کیونکہ مناسب حال حضرت فاطمہ اور حضرت صدیق اکبر بہی ہی معہذا منصب دعویٰ منکران
صدیق اکبر کیطرف ہی اور ظاہر ہی کہ دلیل مدعی جبہی مفید مطلب ہوتی ہی کہ کوئی احتمال خلاف مطلوب مدعی علیہ کے فقط ایک لانسلم میں شیخ چلی کا گہر بنا بنایا ڈہ جائیگا سو اگر دشمنان
صدیق اکبر کو یہہ منظور ہو کہ بلفظ وحدیث اور قصہ مندرجہ روایات سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا غصہ ہونا ثابت کریں تو اول ان احتمالات کو باطل کریں جب اس طریق سے اپنی
عاقبت خراب کرنیکا ارادہ کریں ورنہ ہم مانا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اسمقدمہ میں حضرت صدیق اکبر سے آزردہ خاطر ہوئیں لیکن اس سے حضرت صدیق اکبر کا قصوروار ہونا
کہاں سے ثابت ہوا تہا نہایت سے نہایت ثابت ہو تو یہہ ہو کہ حضرت فاطمہ زہرا نے بوجہ غلطی صدیق اکبر کو قصوروار سمجہہ کر اُنپر غضبناک ہوئی ہوں سو ایسا بسا اوقات انبیاء اور مرسلین کو بہی باہم
پیش آتا ہی حالانکہ بالیقین وہ معصوم ہیں چہ جائیکہ صدیق حضرت ہارون علیہ السلام کا بچہڑے کے پوجنے کے مقدمہ میں بیقصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہی اور پہر باانیہمہ حضرت موسیٰ کا اُنپہ غصہ ہونا
یہانتک کہ حضرت ہارون کی ڈاڑہی اور سر کے بال کہینچنے تک کی نوبت آئی خود کلام اللہ ہی میں موجود سو جیسا حضرت ہارون تو یوں بیقصور تہے ہی اور حضرت موسیٰ یوں کچہہ کہہ سکتے
تہے کہ وہ اپنی عندیہ میں بیجا غصہ نہیں ہوئے تہے بلکہ باین نظر کہ اُنکا بڑی بہائی پر غصہ ہونیکا کوئی منصب تہا اگر خدا واسطے کی بات نہوتی تو حضرت ہارون اُنکا خون ہی کردیتے تو دم
نمارتے چہ جائیکہ یوں دست وگریبان ہونیکی نوبت آتی پر مسلمان کو یقین ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس غیظ وغضب میں اجر عظیم ملی لازم یوں ہے کہ اسیطرح حضرت
فاطمہ سیدالنساء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باہم رنجش اور چپقلش کو سمجہئے اور دونوں کو اسمقدمہ میں بے قصور اور ماجور سمجہئے اور ہمنے اسیدن کے لئے اسکی تحقیق آیت محمد رسول اللہ کے
ذیل میں بخوبی کی ہی اگر کسیکو زیادہ تر تسکین منظور ہو تو پلٹ کر دیکھ لے **اقول** جو کچہہ تونے لکھا ہی احتمال نہیں تو اور کیا ہی اول ابتدا سے یہ احتمالات ہی لکھتا چلا آتا ہی اور جواب میں
ہماری کوئی امر محقق اسکے ہاتہہ نہیں لگا ہی اور ہم جو لکہتے ہیں امر محقق واقعی لکہتے ہیں اسکی کتابوں سے اور یہ احتمالی بات لکہتا ہی بہلا احتمال سے بہی کہیں کام چلتا ہی اور احتمال کو پایہ تحقیق میں
تو تجہہ جیسے کسی دیوانہ اور خبطی کے عقل جانینگی عقل سلیم کا ہیکو جانینگے امر محقق اپنی مرتبہ پر ہے اور احتمال اپنی جگہہ پر ہے اور حضرت فاطمہ اور ابوبکر کا حال جو کچہہ روایات صحیحہ سے ثابت
اور احتمال کو وہاں کچہہ دخل نہیں کہ مضمون روایات کا صاف صاف ہی اور جو احتمالات کہ تو صحیحین کے روایتوں میں نکالتا ہی ہمارا اُس میں کیا نقصان ہم اپنا مطلب دوسری طرح سے
ثابت کرینگے لیکن تیرا مذہب باطل ہی اسواسطے کہ باجماع علماء اہل سنت مدار صحت مذہب اہل سنت صحیحین کی صحت پر ہی اور جسوقت کہ صحیحین کی روایتوں میں تونے احتمال زیادتی اور
کمی الفاظ کا پیدا کیا اور راوی نے سنا تو کچہہ اور سمجہا اُس روایت کو اور طرح سے کہ جس طرح سے وہ روایت چلی آئی تہی اُسکی غیر سمجہہ کر لکہدی تو اور راویوں کا کہاں اعتبار رہا اور وہ روایتیں صحیح
کیونکر ہوئیں اور جب وہ روایتیں صحیح نکلیں کہ جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا تہا تو مذہب بہی اہل سنت کا باطل ہوا اور یہہ جو لکہتا ہی کہ ہمکو لانسلم کہنا کافی ہی سو ہم تو روایتیں صحیحین کی پیش
کرتے ہیں اور صحیحین کی روایتوں کو علی الخصوص صحیح بخاری کی روایت کو اہل سنت نہایت صحیح اور یقینی مثل کلمہ لا الہ الا اللہ کے یقینی جانتے ہیں تو اُن روایتوں کو تسلیم نکر اور اہل سنت
کے زمرہ سے خارج ہو جا اور اگر تو لا الہ الا اللہ کے جواب میں بہی لانسلم کہی تو تیری زبان کس نے پکڑ رکہی ہی اور ابوبکر سے ہمکو دشمنی کس بات کی ہی تو جو ہمکو دشمن اُنکا لکہتا ہی کیا کوئی جائداد ہماری
بہی اُنہوں نے غصب کی ہی جیسے کہ حضرت فاطمہ کی جائداد غصب کی ہی تو جانتا ہی کہ اگر ہمکو اُنسے دشمنی بہی ہی تو اسی جہت سے ہی کہ اُنہوں نے حق فاطمہ علیہا السلام غصب کیا ہی اور جس جہت
سے ہم کہتے ہیں وہ تو بہی جانتا ہی لیکن تو اُسمیں تاویلیں کرتا ہی اور احتمالات پیدا کرتا ہی اور تیری احتمالات کو باطل کرکے کبہی کے ہم اپنی عاقبت کو پاک کر چکے اور غصہ ہونا حضرت فاطمہ کا روایات

صحیحہ سے ثابت ہے کہ جسکا انکار اہل سنت ہرگز نہیں کر سکتے ہیں اور بیشک حضرت فاطمہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں یہانتک کہ جبتک زندہ رہیں ابوبکر سے کلام نکیا اور قصور وار خود ابوبکر کا اسواسطے ثابت ہوا کہ ابوبکر نے جہوٹی روایت بنا کر حضرت فاطمہ کو دعوی سے ہٹا دیا اور اسیواسطے وہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں اور کوئی وجہ آزردگی نتھی اور تو بہی اسکو خوب جانتا ہے اور ہم سے بہی ابوبکر کا قصور ثابت کروا تا ہے اور حضرت فاطمہ سے اسمقدمہ میں غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے وہ ہر ایک حکم سے خوب واقف تہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے انکو ہر ایک حکم سے آگاہ کر دیا تہا اور حضرت کے ذمہ انکا آگاہ کر دینا واجب تہا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکہا ہے اہل بیت علیہم السلام کے مقدمہ میں کہ جناب رسولخدا صلعم لوگوں کو فرماتے تہے کہ تم انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور انبیاء اور مرسلین جس وقت معصوم ہوئے تو ان سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی تو ان مقربان درگاہ خدا پر تہمت کرتا ہے اور حضرت موسی کی غلطی کا کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہے اور حضرت موسی سے غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے اور نہ انہوں نے حضرت ہارون کو اسمیں قصوروار سمجہا ہے اور انکی ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کہینچا تہا تو قصوروار سمجہ کر انکو نہیں کہینچا تہا بلکہ لوگونکی دکہانیکو کہینچا تہا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تہی تا کہ وہ لوگ جانیں کہ یہ گناہ گوسالہ پرستی کا بہت بڑا سخت گناہ ہے کہ موسی نے غصہ ہو کر اپنے بڑے بہائی بیگناہ کو اسطرح سے کہینچا اور سکو دیکہکر وہ لوگ متنبہ ہوں اور اُس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ کو ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بہی اس بات کو سمجہے ہوئے تہے یہ جنگ زرگری دونوں بہائیوں کا تہا واسطے ہدایت قوم کے اور حضرت فاطمہ اور ابوبکر کی رنجش اسطرح کی نہیں ہے کہ اسپر قیاس کیا جائے حضرت موسی کا غصہ تو دکہانیکا تہا تہوڑی دیر کا سو بہی ظاہر کا نہ دل سے اور حضرت فاطمہ کا غصہ ایسا نتہا بلکہ وہ ظاہر و باطن میں دونوں میں یکساں تہا اگر ایسا ہوتا تو تہوڑی دیر میں زائل ہو جاتا لیکن وہ تو آخر دم تک رہا اور مرتے دم تک ابوبکر سے مہاجرت رکہی جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے اور جو کچہہ آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بیان کیا تہا وہ سب باطل ہو گیا اور بنا بنایا شیخ چلی کا سا وہ گہر ڈہ گیا اسکا حوالہ دینے سے کیا فائدہ **قال الشیخ الاشعری** اور اس سے ہی درگزر کیجیے ہم کہتے ہیں شیعہ ہی سچ فرماتے ہیں صدیق اکبر قصوروار ہی تہے لیکن جب انہوں نے توبہ کر لی تو پہر کیا گناہ باقی رہ گیا جو شیعوں کی زبان نہیں تہمتی مشہور ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب له[له] ہاں توبہ کرنیکا ثبوت اگر مدنظر ہو تو یہ بات معقول لیکن ہم سند بہی ایسی کہتے ہیں جیسے شیعہ سلمنا سلمنا کہتے کہتے تہک جائیں اور بسر و چشم رکہتے رکہتے مرجائیں شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں لما اعطیت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لها کتابا و رد علیها یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر کو فدک کے مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو انہوں نے فدک کو انکی نام لکہکر فدک کو انکے حوالہ کر دیا یہ روایت ہرچند بار گزر چکی ہے لیکن بحکم نقل مشہور هو المسک ما کررته یتضوع یعنی مشک کو جتنا زیادہ گہسو اتنی بار لگاؤ زیادہ ہی زیادہ خوشبو دیگا بار بار اس روایت کی نقل کرنیکو جی چاہتا ہے یہ بہی ایک حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی کی کرامت ہے کہ حق نے تہمت ناحق سے شیعوں ہی کے موہنہ سے انکو بری کر دیا اور صدیق اکبر کی نیک نیتی کو ماننا چاہیے کہ کیسے طوفان سے انکو بچا لیا اور شیعوں ہی کے موہنہ سے انکے سب اعتراضوں کا جواب لوا دیا اب کسی شیعہ مذہب کا یہ موہنہ نہیں کہ بہ نسبت صدیق اکبر بوجہ غصب فدک اہل سنت سے ناشی ہو اس روایت نے شیعوں کے سب دعوونکو ڈہسمس کر دیا ہبہ کا ہو یا میراث کا وصیت کا یا اور کسی وجہ کا بہرحال خداوند ذو الجلال نے شان وکفی باللہ المومنین القتال دکہلا دی اگر بالفرض بفرض محال یہ روایت شیعوں کی ایسی معتبر کتابوں میں نہوتی تب دوسری دستاویز حضرت صدیق اکبر کی بری الذمہ ہونکی موجود ہے مجاج السالکین میں جو عمدہ کتب فرقہ امامیہ سے ہے اور نیز اور کتابوں میں یہ روایت موجود ہے اور اسی کے لکہنے کا وعدہ بہت دور سے ہم کرتے چلے آتے ہیں سو آج بفضلہ تعالی اُسکا وقت آپہنچا کان دہر کر سنو تو تمہیں یہ روایت قابل مطالعہ ہے ان ابابکر لما رأی ان فاطمة انقبضت عنه و هجرته و لم تتکلم بعد ذلك فی امر فدك کبر ذلك عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها صدقت یا ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما ادعیت و لکنی رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسمها فیعطی الفقراء و المساکین و ابن السبیل بعد ان یعطی منها قوتکم و الصانعین بها فقالت افعل فیها کما کان ابی رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل فیها فقال ذلك الله علی ان افعل ما کان یفعل ابوك فقالت و الله لتفعلن ذلك فقال و الله لافعلن ذلك فقالت اللهم اشهد فرضیت بذلك و اخذت العهد و کان ابوبکر یعطیهم منها قوتهم و یقسم الباقی فیعطی الفقراء و المساکین و ابن السبیل حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ جب ابوبکر نے دیکہا کہ حضرت ان سے کشیدہ خاطر ہو گئیں اور انکو چہوڑ بیٹہیں پہر فدک کے مقدمہ میں کچہ گفتگو نکی تو یہ بات انہیں دشوار معلوم ہوئی سو انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا انکے پاس حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تم اپنے دعوے میں سچی ہو تمکو رسول اللہ صلعم نے ہبہ کر دیا ہو گا مگر میں کیا کروں رسول اللہ صلعم کو میں نے یوں دیکہا ہے کہ اسکی آمدنی کو تقسیم کر دیا کرتے تہے اور تمہارے کہانے پینے کا خرچ اور محصلونکی مزدوری دیکر جو کچہ بچ رہتا تہا فقیروں مسکینوں کو دیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ اچہا تم بہی وہ ہی کئے جاؤ جسطرح میرے والد بزرگوار سید الابرار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے انہوں نے کہا اباجان پر تم مجہہ سے قسم لو میں وہی کرتا ہونگا جو تمہارے والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے قسم سے پوچہا کیا تم سچ ہی اسطرح کرو گے صدیق اکبر نے قسم کہا کر عرض کی میں یہی کرونگا جواب ٹہیرا ہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے یوں کہا کہ الہی تو گواہ رہیو سو اس بات پر راضی ہو گئیں اور صدیق اکبر سے عہد لیلیا سو صدیق اکبر انہیں آمد میں سے انکے کہانے پینے کا خرچ دیکر باقی کو فقراء اور مساکین اور مسافروں کو تقسیم کر دیا کرتے تہے انتہی **اقول** جو کچہ شیعہ کہتے ہیں سب سچ ہے اور ابوبکر بیشک قصوروار تہے کہ انہوں نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا تہا اور توبہ انہوں نے ہرگز نہیں کی اگر توبہ کرتے تو فدک حضرت فاطمہ کو دیدیتے اور روایت جو تمنے منہج الکرامت کی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے

[له] لفظ فقال والله

لکھی ہے انکے اخیر کا فقرہ نہیں لکھا اور وہ روایت اس طرح ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لہا کتابا ورد ہا علیہا فخرجت من عندہ فلقیہا عمر فخرق الکتاب
حسب نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے ایک نوشتہ اور پھیر دیا وہ فدک انپر پس نکلیں حضرت فاطمہ وہ نوشتہ لیکر ابوبکر
کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے حضرت فاطمہ سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اس نوشتہ کو حضرت فاطمہ کے ہاتھ سے لیکر جو کہ ابوبکر نے لکھا تھا اول تو یہ روایت معتبر اہل سنت کی ہے اور علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے انکی کتابوں سے یہ روایت لکھی ہے اسواسطے کہ انسان العیون و سیرت سبط ابن جوزی میں بھی یہی روایت پھاڑ ڈالنے نوشتہ کی ہے اور دوسرے مولوی عبد العزیز صاحب نے عمیر
چالاکی کی ہے کہ آخر کا فقرہ جو کہ انکے مضر تھا اسکو نہ لکھا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ لا تقربوا الصلوۃ پر عمل کیا اور وانتم سکاریٰ پر کچھ نظر نہ کی اور عمر نے جو کاغذ پھاڑا تو ابوبکر نے اسکو تسلیم
کیا پھر تو یہ کہاں باقی رہی اور عمر کے اس کاغذ کے پھاڑ ڈالنے سے طعن دوبالا ہوگیا ایک تو یہ کہ ابوبکر نے عمر کی پیروی سے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو اہانت حضرت فاطمہ کی
کی کہ انکا کاغذ پھاڑ کر انکو رنج پہنچایا اسپر راضی ہوگیا اور اس روایت کو لکھکر شیخ بہت خوش ہوتا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے دھوکا دینے سے اور یہ خبر نہیں اسکو کہ اسکے آخر
میں کیا لکھا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ بار بار اس روایت سے نقل کرنیکو جی چاہتا ہے سو نقل کرو ہمنے اجازت دی لیکن پوری روایت لکھو اور اسکے آخر میں سے حذف نکرو اور اگر ایسا ہی ہے
تو لا تقربوا الصلوۃ پر بھی عمل کرو اور نماز کے پڑھنے کو ترک کرو اور وانتم سکاریٰ پر کچھ نظر نکرو اور یہاں حضرت فاطمہ کی بڑی کرامت ہے کہ جیسے ابوبکر جال میں پھنسے ہوئے تھے ویسے ہی پھنسے رہے
اور اس سے نکلنے نہ پائے اور جو اعتراض کہ شیعوں کے اوپر تھے قائم رہے اور شیعوں کے نزدیک جیسے کہ غاصب تھے حضرت ابوبکر ویسے ہی غاصب ہیں اور اس روایت نے ابوبکر پر اعتراض کو دوبالا کر دیا اور اہل سنت
کا دعویٰ دہمسن ہوگیا اور شیعہ اس گفتگو میں اہل سنت پر غالب ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اور یہ روایت اگرچہ شیعوں کی کتاب میں ہے لیکن باوجود یہ منقول اہل سنت کی کتابوں سے لیکن
پھر اہل سنت کے حق میں مضر ہے جیسے کہ معلوم ہوا اور روایت منہاج السالکین کی پہلے اس سے بھی دو تین مرتبہ مجملاً ذکر کی ہے اور اب مفصل بیان کی ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے فقرہ سے دیکھا
لیکن اسکو یہ خبر نہیں ہے کہ یہ روایت اور منہاج السالکین نام کتاب نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا گھڑا ہوا اور وضع کیا ہوا ہے اور اسکی پیروی سے مولوی عبد العزیز صاحب نے اپنی کتاب میں اسکو درج
کیا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے اس نے لکھا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ شیخ اسکو عمدہ کتاب فرقہ امامیہ کی لکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ اور کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے اور
جھوٹ لکھنے سے کچھ خوف خدا نہیں کرتا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور مولوی حیدر علی فیض آبادی نے تو یہ چالاکی کی ہے کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی تجویز کر کے لکھدیا ہے اور حال یہ ہے
کہ شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب ہے اور نہ انکی کسی کتاب میں یہ روایت ہے اور شیعہ تو اسکے راوی پر لعنت کرتے ہیں تم بھی لعنت کرو جب علماء جبر ہوئے اہل سنت شیعوں کے جواب سے
اور دیکھا کہ غضب فاطمہ غضب خدا ہے تو یہ روایت بنا کر شیعوں کیطرف منسوب کی ہے اور کسی راوی کا نام نہیں لکھا ہے ویسے ہی یہ روایت بنا کر لکھدی ہے محض دروغ اور انکے مذہب کی
محافظت دروغ اور افترا ہی سے ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ کو دیکھو کہ انہوں نے اسمیں کسقدر دروغ لکھا ہے اور دیکھو جو کچھ اپنے مطلب کی بات تھی وہ ہی سب اس روایت
میں داخل کی ہے کہ کوئی بات باقی نہ رہجائے لیکن کیا فائدہ ہے کہ جھوٹی دلیل سے کوئی غالب نہیں ہو سکتا ہے جھوٹ جھوٹ ہی ہے یہ روایت ایسی ہے کہ جسکی کچھ اصل نہیں ہے باطل ٹھیرا تو جو کچھ اسپر
بنا کر کے لکھا ہے وہ بھی سب باطل ہے قال الشیخ الاشعری اس روایت سے چند فائدے ملے ایک تو یہ کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو دعویٰ ہبہ میں جھوٹا نہیں سمجھا بر یوں سمجھکر
کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا چنانچہ متفق علیہ سنی و شیعہ ہے اور اسکی تحقیق سابقاً گزر چکی ہے اسلئے عذر کیا سوا اگر بالفرض والتقدیر یہ روایت صحیح بھی ہو جائے تو شیعوں کو
یہ تاسف کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جھوٹا سمجھا تھا چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے بھی سبا تحو نامہ اسمی بمنازل علی صاحب میں لکھا اپنا نامہ سیاہ کیا ہے محض بیجا اور
بیموقع ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک کی آمدنی میں سے ایک حبہ تک نہیں چھوا بلکہ حضرت فاطمہ زہرا کے خرچ سے جو کچھ بچا فقراء وغیرہم کو دیدلا دیا سو معلوم ہوا کہ فدک
کے لینے میں کوئی غرض دنیاوی نہتی ہو نہو رسول اللہ صلعم سے احادیث میں بیشک کچھ سن لیا تھا جو باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے حضرت فاطمہ زہرا کو ندیا ان دونوں فائدوں سے
نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ام ایمن اور حضرت علی کی گواہی کا قصہ ایک شیعوں کا ڈھکوسلا بنایا ہوا ہے کیونکہ گواہوں کا مطالبہ تو جبھی ہوتا ہے کہ مدعی کی طرف دروغ کا احتمال ہو یہاں اگر ایذا آپ
خورد و برد کرنا مدنظر ہوتا تو یوں بھی کہنے کی گنجایش تھی کہ یہ فقط ٹال مٹول تھی مگر بدگمانوں کو اب بھی شاید یہ گمان ہو کہ اول دنیا ہی مدنظر ہوگا اور اسوقت گواہی طلب کئے بعد لحاظ خوف
خدا تعالیٰ یا اندیشہ ملامت خلق سے حضرت زہرا کے پاس آکر اپنی بات کے بنانیکے لئے یہ حیلہ بنا لیا ہو سو اسکا جواب دل تو یہی ہے کہ بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس اسلئے ہمنے
تسلیم کیا یوں نہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر برا تھا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ناخوشی ہی کی وجہ سے برا تھا جب وہ راضی ہو گئیں تو شیعوں کو رنج کیوں ہے مگر اس صورت میں بوجہ مخالفت حضرت
زہرا کچھ نہیں یہ وبال پڑے تو پڑے حضرت صدیق کو تو خدا نے بچا ہی لیا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ فدک تا حین حیات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات آپ ہی کی تصرف
و تصرف میں تھا حضرت فاطمہ زہرا قابض اور دخیل نہوئی تھیں ورنہ صدیق اکبر کے اسبات کے جواب میں کہ میں عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں رکھتا ہوں کہ نہیں تمہارا خرچ اور محصول
کی محصل کچھ فقراء و غیرہم کو بانٹ دیا کرتے تھے یوں نفرماتے کہ اچھا وہی کیا کرو ملکا اپنا قبضہ جتاتیں جہاں ہاں سوا ہبہ کا دعوٰی کیا ہاں یہ ایک مخفی بات سرکوئی نہیں

جان سکتا تو قبضہ تو کھلی بات ہے اسکے دعوی میں کیا دشواری ہے ہبہ کے تو دو تین ہی گواہ تھے اسکے تو ہزاروں نقل اُسکی یہ تھا یہ کہ صدیق اکبر دل سے یہی چاہتے تھے کہ فدک سیدۃ النساء ہی
کے پاس چلا جائے اور اُنکی خاطر مبارک پر کسیطرح میل نہ آئے ورنہ اُنکو اُنکے ناخوش ہونے میں کیا دشواری تھی اور اُنکے خوش کرنیکی کیا ضرورت ہوتی اور یہ پہلے آیہ محمد رسول اللہ کے
ذیل میں ثابت ہو چکا ہے کہ طالب رضا بجز محب ورکوئی نہیں ہوتا اور اگر کوئی یوں خیال کرے کہ یہ پاس تملق اور ظاہرداری فقط دفع بدنامی کے لئے تھا تو اول تو لفظ کبر ذالک رادا استر ضاہا
جسکے یہ معنی ہوئے کہ حضرت فاطمہ کا ناخوش ہو جانا اُنہیں بھاری پڑا اور اُنکے راضی کرنیکا ارادہ کیا خود اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ واقعی ابوبکر کو یہ بات بہت شاق تھی واسیواسطے اُنکے رضی
کرنیکی فکر میں تھے دوسرے اگر بدنامی کا اندیشہ تھا تو مخالفین سے تھا موافقین تو بہرحال اُنکی طرف سے مطمئن ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اول تو فدک رسول اللہ صلعم کا مملوک تھا پھر ترکہ نبوی
میں میراث نہیں چلتی مگر مخالفین نے اب کونسی کمی کی جو راضی کرکے اُنکی زبان بند کرنی چاہتی تھی سو اس سے بہتر تو یہی تھا کہ جب یہ آپ لینا مدنظر نہیں تو حضرت فاطمہ زہرا کے حوالہ کر دیتے
اس عقل و دانائی پر کہ موافق مخالف ہندو مسلمان یہود نصاریٰ سب قائل ہیں ایسی حرکت اُنسے تصور میں نہیں آتی شیعوں جیسے کم عقل ہوں تو مضائقہ بھی نہ تھا بلکہ عقل اس روایت کو دیکھکر
صدیق اکبر کے صدق و دیانت پر شاہد ہے اور بالیقین اُنکو اس مقدمہ میں بری الذمہ سمجھکر اُنکی طرف سے متعذر ہے کہ درصورت صحت روایت ہبہ فدک بلکہ بہر صورت جو صدیق اکبر نے فدک
دینے میں استادگی کی حالانکہ حضرت سیدۃ النساء کا یہ منصب تھا کہ سیطرف اُنکا گوشہ خاطر مائل ہو وہ پھر اُسکے موافق نہو تو وجہ نہیں ہوئی کہ صدیق اکبر کو اُنکی رضا کی کچھ پرواہی نہ تھی
ورنہ اسکے کیا معنی تھے کہ دنیادار صاحب اختیار ہوکر حضرت فاطمہ کی ناخوشی سے کچھ دشواری ہو یا انکار رنجیدہ ہو جانا اُنپر شاق ہو بلکہ تہ دل سے اُنکی رضا کی خواہاں تھی بلکہ باانیہمہ
جو فدک نہ دیا حالانکہ اپنے لئے بھی نہ رکھا تو بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ کسی حکم خدا کی پابندی اور تابعداری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ناچاری تھی اور مصلحتہاے دینی و دنیوی کی رعایت
تھی سو پابندی خداوندی کا تو یہ حال ہے کہ آیہ یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی تھی
کہ خدا کی اطاعت کی چاہیئے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا ہوا و زیادہ اسکی تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اسکی مصدق
اور اسکے موافق روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل بھی ہوئی ہیں اور مصلحتوں کی یہ صورت ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول صلعم سراپا حکمت و مصلحت ہی ہوتے ہیں +

اقول جو کچھ اس نے اس جھوٹی روایت پر بنا کرکے لکھا ہے سب باطل ہے آخر تک جسقدر کہ اسکا قول ہے اور ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو
دعوی ہبہ میں جھوٹا نہیں جانا تھا بلکہ سچا جانا تھا لیکن گواہ جو اُنسے طلب کئے اس سے لازم آتا ہے کہ اُنکو راست گو نہیں جانا بلکہ جھوٹا جانا اسواسطے مولوی عمار علی صاحب نے لکھا کہ جھوٹا
سمجھا اور واقع میں تو ابوبکر جانتے تھے کہ فاطمہ زہرا اپنے دعوی میں سچی ہیں لیکن عمداً ایک بہانہ کرکے نہیں دیا اور قبضہ بھی حضرت فاطمہ کا فدک پر تھا یہاں تک کہ ابوبکر نے وہ قبضہ
اُٹھا دیا اور روایت ہبہ تو ایسی صحیح ہے کہ نہایت معتبر کتابوں میں اہل سنت کی موجود ہے لیکن ابوبکر نے دعوی ہبہ میں حضرت فاطمہ کو جھوٹا جانکر اپنا نامہ سیاہ کیا اور ابوبکر کو منظور
ایذاے فاطمہ تھی کہ وہ مظلومہ فدک کی آمدنی سے متمتع نہوں اور اپنے فائدہ کا لحاظ ابوبکر کو نہ تھا اگرچہ اور لوگ اُسکو کھائیں لیکن فاطمہ زہرا اُسکو نکھائے اور رسولخدا صلعم سے ابوبکر نے
اس مقدمہ میں کچھ نہیں سنا تھا اور باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے جو فاطمہ کو نہیں دیا تو آزار فاطمہ منظور تھا اور بیغرضی بھی ثابت نہیں ہے اور گواہی ام ایمن کی اور حضرت علی
کی اہل سنت کی بیس پچیس کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور شیعوں کا یہ ڈھکوسلا نہیں ہے اور ابوبکر کو بیشک احتمال دروغ کا حضرت فاطمہ کیطرف نہ تھا لیکن
نہ دینے کے واسطے ایک بہانہ کیا کہ گواہ اُنسے طلب کئے اور ابوبکر کو خوف خدا کچھ نہ تھا اور نہ اندیشہ ملامت خلق کا تھا اور نہ حضرت زہرا کے پاس آکر کوئی حیلہ برپا کیا اور حضرت زہرا ہرگز راضی
نہیں ہوئیں ابوبکر سے اور ابوبکر کسیطرح سے نہیں بچ سکتے ہیں اور رسولخدا صلعم کی زندگی ہی میں فدک پر قبضہ حضرت فاطمہ کا ہو گیا تھا لیکن ابوبکر نے قبضہ اُنکا اُٹھا دیا
اور حضرت فاطمہ نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ اچھا یوں ہی کیا کرو یہ سب جھوٹ ہے اور قبضہ کے جتانے کی کیا احتیاج تھی قبضہ کو تو حضرت فاطمہ کے سب جانتے تھے جب قبضہ اُنکا اُٹھا دیا تو دعوی ہبہ کا
کیا اور ابوبکر ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ فدک فاطمہ کے پاس جائے اور اگر چاہتے تو موافق دعوی کے فوراً واپس کر دیتے اور ابوبکر کو فاطمہ زہرا کی خاطر پر میل آنیکا کچھ رنج نہ تھا اور رضامندی اُنکی
ہرگز نہیں چاہی تھی اور نہ ناخوش ہونا اُنکا ابوبکر پر بھاری پڑا تھا اور کبر ذالک علیہ فاراد استرضاہا غلط محض ساختہ اور برداختہ ہے اور نہ ابوبکر کو کوئی بات شاق تھی اور نہ حضرت فاطمہ کے راضی
کرنیکی فکر میں ہوئے اور اندیشہ بدنامی کا ابوبکر کو کچھ نہ تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک بیشک مملوک رسولخدا صلعم کا تھا اور مملوک ہونا اسکا قرآن ہی سے ثابت ہے اور جب مملوک حضرت کا ہوا تو
البتہ میراث اُس میں جاری ہوگی اور ہندو مسلمان نصرانی کوئی قائل نہیں ہے اس امر کا کہ ایسی حرکت اُنسے تصور میں نہیں آتی تو یہی غلط لکھتا ہے اور یہ مقتضا
تیری کم عقلی کا ہے اور جو روایت کہ ابوبکر کے صدق و دیانت کی شاہد ہے وہ بالکل جھوٹی ہے ایک مرد سُنّی نے اپنی مرضی کے موافق وہ روایت وضع کر لی ہے اُسکی
سند نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو اس مقدمہ میں بری الذمہ کوئی سمجھ نہیں سکتا اور صریح حضرت فاطمہ نے دعوے ہبہ کا کیا اور چاہا کہ میرے پاس فدک آجائے
یہ تھا اُنکا گوشہ خاطر لیکن ابوبکر نے اُسکو ضبط کر لیا اور اُنکو نہ دیا اور منصب حضرت فاطمہ کا سب کچھ تھا اگر کوئی سمجھتا لیکن ابوبکر نے تو کچھ سمجھا ہی نہیں اور نہ ابوبکر کو

کچھ پروا حضرت فاطمہ کی تھی اور نہ کچھ دشواری ہوئی اور نہ فاطمہ کا رنجیدہ ہونا ابوبکر پر شاق ہوا اور نہ ظاہر اور نہ باطن کسی طرح سے فاطمہ کی رضا کے خواہاں تھے اور فدک جو فاطمہ کو ندیا اور گو اپنے پاس بھی اسکو نرکھا تو صرف فاطمہ کے ایذا دینے کے واسطے فاطمہ کو ندیا کہ یہ اس سے متمتع نہو اور ایسا نہو کہ اس سے قوت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور خدا کا حکم ابوبکر کو اسمیں کچھ نتھا اور نہ تابعداری پیغمبر صلعم کی تھی اور نہ کوئی مصلحت دینی تھی البتہ مصلحت دنیوی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور آیت یوصیکم اللہ اور آیت الا فاء اللہ بھی اسپر دلالت نہیں کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور خدا تعالی کی اطاعت تو ابوبکر نے کسی طرح سے نہیں کی ہے بلکہ خلاف حکم خدا کے کیا ہے رسول خدا صلعم کی اطاعت کہاں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک ابوبکر نے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ اپنی طرف سے وضع کر کے حضرت فاطمہ کے دعوی کو باطل کیا اور شیعوں کی کسی کتاب میں مصدق اسکے کوئی روایت نہیں ہے اور یہ دو روایتیں پہلے منہج الکرامت کے اور دوسرے محاج السالکین کے جو لکھی ہے پہلے کی تو آخر میں سے وہ فقرہ اڑا دیا کہ جو انکی مضر تھا اور ہم اسکو بیان کر چکے اور دوسرے کا حال یہ ہے کہ نتو اس نام کی کوئی کتاب شیعوں میں ہے اور نہ یہ روایت شیعوں کی کسی کتاب میں ہے یہ روایت بالکل جھوٹی ایک شخص سنی نے واسطے الزام شیعوں کے بنالی ہے اور احکام خدا و رسول اشاعرہ کے نزدیک موافق حکمت اور مصلحت کے بھی نہیں ہوتے ہیں بھی اپنے مذہب کے خلاف کہتا ہے اور جسوقت کہ روایت محاج السالکین جھوٹی ہوئی تو پھر ہمکو کسی بات کی جواب کے لکھنے کی احتیاج نتھی لیکن اس روایت میں وہ باتیں لکھی ہیں کہ جو مخالف ہیں ہمارے مقصود کے اور ان مطالب کے جو ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اس واسطے ہمنے اسکے جواب کیطرف مجملا اشارہ کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اگر صدیق اکبر بپاس خاطر حضرت زہرا رض فدک انکے حوالہ کر دیتے اور درصورت صحت روایت ہبہ فدک اس بات کی رعایت نکرتے کہ ہنوز دعوی ہی ہے کوئی دستاویز کامل نہیں کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن بلکہ انکے ساتھ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی گواہی موافق قانون خداوندی قابل اعتبار نہیں تو اول تو عام و خاص کے دل میں یہ بات نشین ہو جاتی کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتا روداروں کو بے ثبوت بھی کامیاب کر دیتا ہے اور سوا انکے اوروں سے قرار واقعی حجتیں طلب کرتا ہے اور واقعی یہ بات شیوہ انصاف سے بہت بعید ہے معہذا باعث تنفر خلائق اور برہمی امور خلافۃ جو موجب بے انتظامی دین ہی ہو جاتا اور پھر یہ آگ ہرگز بجہای نہ بجھتی اور اگر بالفرض استحکام خلافت میں کچھ فرق نہ آتا تو یہ وبال کسکے سر پر رہتا کہ قیامت تک حکام اسلام بھی شیوہ لیتے اور انکے لئے یہ حجت اور دستاویز ہو جاتے کہ خلیفہ راشد نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا ہی کرینگے روداروں کو مونہہ مانگے موتی دینگے غیروں کی نہ سنینگے دوسرے اس صورت میں لازم آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اس حدیث کے مصداق ہو جائیں العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ یعنی کسی چیز کو کسیکو للہ دیکر پھر اس سے لوٹانے والا ایسا ہے جیسا کتا قے کر کے پھر چاٹ لیوے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم فرما چکے ہوں لانورث ماترکناہ صدقۃ تو جو چیز تا وقت وفات آپکی ملک میں تھی سب صدقہ ہو گئی اور یہ بات باتفاق فریقین ثابت ہے کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا اور اب اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ تا دم وفات فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا تو اگر یہ بھی کیا تب قبضہ حضرت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نہونے پایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا تو یہ ہبہ باتفاق فریقین موجب ملک سیدۃ النساء نہوا بلکہ ہمیشہ دم وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں رہا تو بیشک یہ بھی صدقہ ہو گیا سو درصورتیکہ بعد قبول نہونے دعوی ہبہ کے بزعم شیعہ دعوی میراث کیا ہو تو جیسے ہبہ کی صورت میں بعض مانع سیدۃ النساء بوجہ مذکور نہ سکے میراث کی صورت میں اس وجہ سے نہ دیسکے کیونکہ وارث کے ملک تب ملک مورث ہوتی ہے جب تحقق ہو تو وہ پہلے متحقق ہو سو یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جو چیز بقول لانورث ماترکناہ صدقۃ حضرت کے طرف سے صدقہ ہو چکی ہے اور ملک سے نکل گئی تھی پھر ملک نبوی میں آئی ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہو اسمیں میراث کا جاری ہونا محال ہے سو ایسی حرکت تو صدیق اکبر سے کب ہو سکتی تھی جس سے ایسا حرف بیچارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف عائد ہو معہذا لانورث اور صدقۃ ہونا جب صحیح ہے کہ قابل ملک وارث نرہی جو بھی اگر ملک وارث اس میں جاری ہو تو اجتماع نقیضین لازم آئے دستاویز تو حضرت فاطمہ کے پاس تھی لیکن اسکو عمر نے پھاڑ ڈالا تھا **اقول** اور حضرت علی اور ام ایمن اور حسنین کی گواہی کا ذکر پہلے اس سے مفصل گذر گیا ہے اور حال حضرت فاطمہ کو فدک کے دیدینے کا باوجود سن لینے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے درصورت فرض سن لینے روایت مذکورہ کے یہ کہ تم یہ تو نہیں سمجھتے ہیں کہ بے اطلاع اور ونکے ابوبکر فاطمہ کو فدک دیدیتے تا کہ عام اور خاص کے دل میں یہ گذرتا کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتا اور روداروں کو بے ثبوت بھی کامیاب کر دیتا ہے اور اوروں سے حجتیں طلب کرتا ہے ہمارا مقصود تو حضرت فاطمہ کے دینے سے یہ ہے کہ جو معاملہ رسول خدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری سے کیا تھا وہی معاملہ ابوبکر حضرت فاطمہ سے کرتے اور زینب سے تو حضرت نے یہ معاملہ کیا تھا کہ جسوقت ابوالعاص شوہر انکا جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آیا تو حضرت زینب نے اسکی رہائی کے واسطے قلادہ اپنا فدیہ میں اسکے رسول خدا کے پاس بھیجا کہ اسکی عوض میں ابوالعاص کو رہائی دیویں اور وہ قلادہ وہ تھا کہ حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو جہیز میں دیا تھا جسوقت جناب رسول خدا صلعم نے وہ قلادہ دیکھا تو اسکو پہچانا اور آبدیدہ ہوئے اور اسوقت حضرت کو بہت قلق ہوا اور سب مسلمانوں سے اسکو بحل و معاف کروا کے پھر زینب کے پاس اسکو واپس کیا تو اسی طرح فدک کہ حضرت کے [illegible] کا ایک ٹکڑا تھا ابوبکر سب مسلمانوں سے فاطمہ کے واسطے کہ زینب سے مرتبہ میں زیادہ تھیں بحل کروا کے حضرت کو فاطمہ کو دیدیتے اور اگر چار پانچ آدمیوں سے بھی معاف کروا لیتے تو یقین ہے کہ جو مسلمان اس حال کو سنتا وہ بپاس خاطر رسول خدا صلعم اسیوقت بحل کر دیتا اور کوئی تکرار نکرتا اور کسیکے دلمیں نگذرتا کہ ابوبکر مستحقوں کو برابر نہیں سمجھتے ہیں اور بے انصافی کرتے ہیں اور نہ اسمیں

بھی مروی ہے لعنت اللہ علی الکاذبین کسقدر دروغ نویس ہے یہ شیخ شیعوں کی روایت کا تو حال سن لیا اور اب سنیوں کی روایات کو سنئے اگرچہ روایتیں انکی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی لیکن بہر مفید مطلب اہل سنت نہیں اسواسطے کہ شیخ عبد الحق شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ غضب آنحضرت امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت نمود ابوبکر را دیکھو یہ روایت موافق ہمارے اور مخالف اعتقاد اہل سنت کے ہے اور دوسری روایت عبد الحق کی کہ جسکی یہ شیخ سند پکڑتا ہے یہ ہے کہ و در بعضے روایات آمدہ است کہ چوں واقع شد میان ابوبکر و فاطمہ انچہ واقع شد رفت ابوبکر نزد فاطمہ و استاد بر در اور در گرمی آفتاب الخ اس روایت سے غرض عبد الحق کے ضعف اس روایت کا ہے کہ لکھتا ہے و در بعضی روایات آمدہ است اور فصل الخطاب اور کتاب الوفا بیہقی اور شرح مشکوٰۃ اور ریاض نضرت اور کتاب الموافقت ابن سمان میں ان سب کتابوں میں روایت ابوبکر کے فاطمہ زہرا کے پاس بسفارش علی جانیکی اور عذر کرنیکی دو شخصوں کی روایت پر منحصر ہے شعبی کے اور اوزاعی کے اور شعبی کا تو اعتبار اسواسطے نہیں ہے کہ وہ دشمن علی بن ابیطالب علیہ السلام تھا چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہے اور سوا اسکے یہ ہے کہ شعبی نے اس روایت کو بطریق مرسل بیان کیا ہے اور ایسا ہی حال اوزاعی کا ہے کہ اسنے بھی بطریق مرسل بیان کیا ہے اسواسطے یہ روایتیں معتبر نہیں ہیں اور بڑی دلیل ان روایتوں کے ضعیف اور موضوع ہونیکی یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے روایتوں کی کہ جنکی برابر بعد کلام اللہ کے کسی کتاب کی روایت صحیح نہیں ہے اہل سنت کے نزدیک چنانچہ صحیح بخاری میں ایک جگہہ تو لکھا ہے فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فہجرت ابابکر فلم تزل مہاجرتہ حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشہر اور دوسری جگہہ غزوہ خیبر کے ذکر میں لکھا ہے فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت و عاشت بعد النبی ستۃ اشہر اور اسی طرح صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور حاصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ فاطمہ دختر رسول خدا صلعم غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مفارقت اور مہاجرت اختیار کی اور ہمیشہ رہی مفارقت ابوبکر سے یہانتک کہ مر گئیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا تا دم مرگ اور زندہ رہیں بعد پیغمبر خدا کے چھہ مہینے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ میں ترجمہ روایت بخاری میں لکھا ہے کہ پس در غضب آمد فاطمہ پس ہجران کرد ابوبکر را پس ہمیشہ بود ہجرت کنندہ مر او را تا آنکہ وفات یافت اور صحیح بخاری میں لکھا ہے لا یحل لمسلم ان یہاجر اخاہ فوق ثلثۃ لیال یعنی حلال نہیں ہے واسطے کسی مسلمان کے کہ مفارقت کرے اپنے بھائی سے زیادہ تین شب سے اور میں کہتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا ابوبکر کو مسلمان جانتیں تو اس سے چھہ مہینے مفارقت کاہیکو اختیار کرتیں اور دیکھو روایتوں سے بخاری اور مسلم کے ثابت ہوا کہ فاطمہ زہرا ابوبکر سے ہمیشہ مہاجرت میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا پس روایتیں فصل الخطاب اور کتاب الوفا وغیرہ کے جو مخالف ان روایات صحیحہ کے لکھے ہیں حضرت فاطمہ کے ابوبکر سے راضی ہو جانیکی بالکل وضعی اور غلط ہیں اور کون ایسا باولا ہوگا کہ صحیحین کی روایتوں کو چھوڑکر ان جھوٹی روایتوں کو معتبر جانیگا اور شیعہ جب کسی روایت سے انکی سند پکڑتے ہیں تو یہ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے تاکہ معتبر ہو اس صورت میں وہ روایتیں کہ جو صحیحین کی روایتوں کے مخالف ہیں بیشک غیر معتبر بلکہ غلط ہونگی پس حق یہ ہے کہ ان روایتوں میں سے کہ ابوبکر دھوپ میں کھڑے رہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی ہو گئیں علی کی سفارش سے اور قسم دینے سے یہ سب غلط ہے اور فرقہ زیدیہ کو تو مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں اپنی میں سے لکھتے ہیں انکا کیا اعتبار ہے اور یہ روایتیں تو سب غلط ہیں اور عداوت ابوبکر کو اہل بیت سے خلافت کے مقدمہ میں تھی کہ یہ منصب انکو نہ پہنچنے پائے اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ انکو کسیطرح سے قوت اور شوکت نہ ہونے پائے کہ خلافت کے مقدمہ میں سر اٹھاویں بلکہ ہمیشہ دبے ہوئے اور دست نگر رہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ انکی محبت اور اعتقاد اور تعظیم اور تکریم میں ایسے فنا تھے کہ باوجود عروج خلافت اور شوکت سلطنت کی حضرت فاطمہ کے سامنے اپنے تئیں مثل غلاموں کے سمجھتے تھے اور اس سبب سے مرتبہ صدق و صفا کو پہنچے تھے اور دنیاداری کی بو ہوتی تو ایسے امور ظہور میں نہ آتے اور شان و شوکت پر اپنے تئیں نکرتے اور فاطمہ کو ابوبکر پر بڑا بھروسا تھا اور کسیکے تصور میں آ سکتا ہے کہ کوئی فقیر بادشاہ جبار کے سامنے ایسی باتیں کرے اور وہ بادشاہ ایسے منتوں سے منائے یہ سب غلط ہے کوئی بات انمیں سے ظہور میں نہیں آئی اور اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر نے عمر کو آگ اور لکڑیاں انکے ہمراہ کر کے فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو بھیجا مع ان لوگوں کے کہ جو اس گھر میں تھے اور اس گھر میں علی اور فاطمہ اور حسنین تھے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور کنز العمال اور تاریخ طبری میں تو یہ لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کر کے کہتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نہ کھولتا جبکہ حال تھا تو ابوبکر کو کیا غرض تھی کہ حضرت فاطمہ کے پاس جا کر اسطرح سے عذر کرتے اور اگر بالفرض و التقدیر کچھہ عذر کیا ہے تو اس سے کچھ ابوبکر کی کسر شان نہتی کہ اسکے باپ کے نام سے یہ سب کچھہ حاصل تھا انکی جوتیوں ہی کا صدقہ تھا اور اسکے شوہر ہی کا حق تھا کہ جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور ایک شان و شوکت انکو حاصل ہو گئی تھی لیکن حضرت فاطمہ راضی ابوبکر سے ہرگز نہیں ہوئی ہیں اور صحیح وہ ہے کہ جو مطابق روایت بخاری اور مسلم کے ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہم اسکو غضب میں لائے ہیں جب گئے وہ دونوں اور حضرت فاطمہ سے اذن چاہا کہ ہم آئیں تو انہوں نے اذن نہ دیا اور مفصل اس روایت کو پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں اور ابوبکر جوہری نے بھی کتاب سقیفہ میں اسطرح لکھا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور بالبداہت اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مرتے دم اس بات کی وصیت ہی کی ہو کہ میری جنازہ پر ابوبکر نہ آنے پائے تو بسبب کمال حیا اور پردہ داری کی یہ وصیت کی ہوگی اور تخصیص ابوبکر کے نہ آنے دینے کی اسوجہ سے ہو کہ انکو حضرت زہرا ایسا سمجھتی تھیں کہ یہ خواہ مخواہ حاضر ہی ہونگے کیونکہ انکو جسقدر تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش نہاد خاطر ہے اوروں کو نہیں لہذا ابوبکر اکبار کی رنجش سے شرمائی ہوئی تھیں اسکے تدارک کیلئے وہ کوئی ایسا موقع نچھوڑینگے جو اسمیں

غیر حاضری باعث اشتباہ اور موجب بدگمانی اہل بیت ہو علاوہ بریں خلیفہ وقت نے امامت نماز اور امامت جنازہ دونوں نہیں لے متعلق تھیں اس لئے بالخصوص انکا نام لیکر منع کیا
غرض اگر تخصیص کہیں سے ثابت ہو بھی جائے تو اُسکی یہ وجوہ ہیں ورنہ علی العموم مردان نامحرم کے حاضر ہونیکی آپ روادار نہتیں اس لئے یہ وصیت کی کہ مجھکو شب کو دفن کر دینا اور دلیل اس بات
کی کہ بوجہ حیا و پرداری علی العموم ممانعت تھی صدیق اکبر کی کچھ خصوصیت نہ تھی یہ ہے کہ بروایت صحیحہ یہ بات مروی ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بعد موت
بے پردہ مردوں کے سامنے مجکو لائیں اور اُس زمانہ کی عادت یہ تھی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے بے پردہ یعنی گہوارہ دفنانے کو لیجایا کرتے تھے اسپر اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا
ہے کہ غربا کی شناخوں سے گہوارہ کی صورت نعش بناتے ہیں حضرت زہرا نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے بنا کر دکھلا حضرت اسماء نے بنا کر دکھلایا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں
اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو کبھی کسی نے تبسم کرتے نہ دیکھا تھا اسوجہ سے حضرت زہرا نے حضرت اسماء کو وصیت کی کہ میرے مرنیکے بعد تو ہی مجھے غسل دیجیو
حضرت علی تیری ساتھ رہیں کسی دوسرے کو نہ آنے دیجیو غور کیجے کہ غسل کے وقت صدیق اکبر کے آنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی بلکہ کسی مرد کے آنے کی کوئی سبیل ہی نہیں اسوقت جو اور لوگوں
کے آنیسے ممانعت ہوئی تو یہ مطلب ہوا کہ عورتوں کو بھی نہ آنے دیجو سو جسے عورتوں سے اسقدر شرم ہو کہ بعد مُردن ننگے بدن اُنکے سامنے ہونیسے شرمائے وہ مردوں کے جنازہ پر آنے سے کیونکر
نہ شرمائے سو اسلئے حضرت علی نے اُنکو رات ہی کو دفن کر دیا اور کسیکو اطلاع نکی القصہ بوجہ تستر و باعث حیا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اسبات کی روادار نہوئیں کہ میرے جنازہ پر کوئی
مرد حاضر ہو ورنہ حضرت ابوبکر کی کوئی تخصیص نہتی اور ہرگز کسی روایت میں اہل سنت کے روایات میں سے یہ بات نہیں کہ بالخصوص حضرت صدیق اکبر کے نام ممانعت ہوئی ہو علی العموم
ممانعت ہوئی تھی شیعوں کی شرارت ہے کہ ممانعت اُنکے نام لگادی اور پھر دلاوری کہ عوام اہل سنت کے سامنے اُنکی کتابوں کا حوالہ بتا دیتے ہیں **اقول** حضرت زہرا نے جو وصیت کی تھی کہ ابوبکر
میرے جنازہ پر نہ آنے پائے آزردگی کی جہت سے تھی کہ ابوبکر سے ناراض تھیں ورنہ ستر اور پردہ داری کے لئے ابوبکر کی کیا خصوصیت تھی اگر اس جہت سے ہو تو سبھی کے واسطے ہوتی نہ خاص ابوبکر کے
واسطے اور بعد نزول آیۂ حجاب معمول زنان عرب یہی تھا کہ اپنے اعضا کو لباس سے پوشیدہ کر لیتی تھیں اور خود حضرت فاطمہ اسی طرح واسطے طلب فدک کے ابوبکر کے پاس تشریف لیگئی تھیں
اور سوا اسکے اسماء بنت عمیس نے گہوارہ بنا کر دکھلا دیا تھا اسواسطے کہ اسمیں بجز بے پردہ کی صورت تھی اور یہ وصیت حضرت فاطمہ نے نہیں کی تھی کہ جسوقت میں برہنہ ہوں وقت غسل
دینے کے اُسوقت ابوبکر کو میرے پاس نہ آنے دینا اور اس امر کی وصیت کرنی کیا ہے ایسے وقت میں تو کسیکو مردوں میں سے عورتوں کے جنازہ پر جانا جایز نہیں ہے اور وصیت حضرت فاطمہ نے کی
تھی تو ابوبکر سے آزردہ اور ناراض ہو کر کی تھی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ابوبکر جوہری نے اپنی کتاب سقیفہ میں لکھا ہے کہ قالت فاطمۃ لابی بکر واللہ لا کلمتک ابدا
قال ابوبکر لا اہجرتک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضرتہا الوفاۃ اوصیت ان لا یصلی علیہا فدفنت لیلا حاصل یہ کہ فاطمہ نے ابوبکر سے
کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی مفارقت نکرونگا فاطمہ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تیرے حق میں خدا سے بددعا کرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا
کی میں تیرے حق میں خدا سے دعائے نیک کرونگا پس جسوقت کہ وقت وفات فاطمہ آیا تو وصیت کی فاطمہ نے کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس دفن کی گئی شب کو اور ایسے ہی بخاری اور
مسلم کی روایتوں سے سمجھا جاتا ہے دیکھو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آزردہ ہو کر ابوبکر سے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر نماز پڑھنے نہ آئے اور نہ آنے دینے کی تخصیص میں واسطے ابوبکر کے جو
لکھا ہے کہ اسوجہ سے منع کیا یہ بھی ایک ایسی ہی واہی وجہ ہے اور تعظیم و تکریم اہل بیت کی ابوبکر ہرگز نہ کرتے تھے بلکہ اُنکو آزار پہنچاتے تھے اور ارادہ فاطمہ کے گھر کے جلانیکا مع علی و حسنین کے
کیا اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جب مرنے کی نوبت پہنچی تو کہنے لگے کہ کاش میں فاطمہ زہرا کا دروازہ نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال اور تاریخ طبری میں لکھا ہے یہ تو سنیوں کی
کتابوں میں ہے اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ گھر فاطمہ کا جلا دیا اور نظام معتزلی نے لکھا ہے کہ محسن شکم مادر میں شہید ہوا عمر کی لات مارنے سے اُنکے ظلموں کا حال کہاں تک بیان کریں
اور پھر لکھتا ہے کہ جو تعظیم اہل بیت علیہم السلام پیش نہاد ابوبکر ہے وہ اوروں کے نہیں اور رنجش جو ٹھہرائے ہوئے ہیں اُسکو تو پاس کو بھی رنجش نہیں گئی تھی اگر رنجش تھی تو حضرت فاطمہ کو تھی
ابوبکر سے اور حضرت فاطمہ کا ایسا رنج تھا کہ جو زائل ہو جاتا اور ابوبکر کو امام نماز تھے اور امام جنازہ بھی تھے ہمنے تسلیم کیا لیکن منع اُنکو آزردہ ہو کر کیا ورنہ ممانعت میں تخصیص ابوبکر کی
کیا تھی اور اب بھی یہی دستور ہے کہ جو کوئی کسی سے آزردہ ہوتا ہے گو بھائی ہو یا اولاد میں سے ہو یہی کہتا ہے کہ یہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور علی العموم سب نامحرموں کو حضرت فاطمہ نے منع
نہیں کیا ہے گو دل سے روادار نامحرموں کے حاضر ہونے کی نہوں اور شب کو دفن کرنے کی بھی وصیت کی ہو گی اور گہوارہ جو اسماء نے بنا کر دکھلایا اُسکو بھی پسند کیا کہ اُسمیں پردہ بہت تھی
لیکن منع اپنے جنازہ پر آنے سے سوا ابوبکر کے کسیکو نہیں کیا ہے اور غسل کے وقت ابوبکر کے منع کرنیکی کون وجہ تھی کوئی مرد نامحرم کیا عورتوں کے غسل کے وقت عورتوں کے ننگے
بدن کو دیکھنے جایا کرتا ہے جو وہ ابوبکر کو منع کرتیں اُسوقت تو خود ہی کوئی نامحرم نہیں جا سکتا ہے پھر ابوبکر کے منع کرنیکی کیا خصوصیت تھی اگر منع کرتیں تو سبھی کو منع کرتیں نہیں کہتا
کہ ابوبکر کو تو مطلق ہی منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور عورتوں میں بھی فقط عائشہ ہی کو منع کیا تھا ابوبکر کی جہت سے کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ورنہ عورتوں کو
عورتوں کے جنازہ پر جانے کی ممانعت نہیں ہے اور عورت بھی کون کہ زوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو منع کیا چنانچہ

شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب میں لکھا ہے کہ جسوقت حضرت عائشہ حضرت فاطمہ کے انتقال کی خبر سنکر محفل عزا میں تشریف لیگئیں تو اسماء بنت عمیس نے منع کیا اور
عائشہ کو نہ آنے دیا حضرت عائشہ وہاں سے پھر کر چلی آئیں اور اپنے باپ سے شکایت کی کہ اسکو کیا ہوگیا ہے کہ حائل ہوتی ہے درمیان ازواج پیغمبر کے اور انکی دختر کے میت کے حضرت ابو بکر نے
اسماء کو بلا کر دھمکایا کہ تو کس واسطے منع کرتی ہے عائشہ کو اسماء نے کہا کہ میں مجبور ہوں کیا کروں جناب سیدہ نے اسی طرح مجھکو وصیت کی تھی اب فرمائیے کہ یہ ممانعت بھی کیا از راہ تستر
و حیا تھی یا وہ ملال اور غبار تھا ابو بکر کی طرف سے کہ انکی دختر کو بھی نہ آنے دیا باوجودیکہ وہ زوجہ رسولخدا صلعم تھیں اور حضرت فاطمہ کی مادر گرامی تھیں کوئی اپنی والدہ سے بھی خواہان تستر
ہوتی ہے اور عورتوں سے اگر کوئی شرماتی ہے تو غیروں سے شرماتی ہے نہ اپنی مادر گرامی سے اور ابو بکر کو جو منع کیا تھا تو جنازہ پر آنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کیا تھا نہ سامنے اور روبرو آنے سے اور
پھر ابو بکر کی کیا خصوصیت تھی بزرگوں کے جنازہ پر تو سبھی جاتے ہیں اور بباعث تستر اور حیا حضرت زہرا نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرے جنازہ پر کوئی حاضر نہ ہو بلکہ ابو بکر تنہا ہی کو
منع کیا تھا سو معلوم ہوا کہ آزردہ ہو کر منع کیا تھا نہ حیا اور تستر کے باعث سے اور یہ تخصیص ممانعت ابو بکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بخاری اور مسلم میں
بھی اسکا اشارہ ہے اور شیعوں کی یہ شرارت نہیں بلکہ علماء اہل سنت کی شرارت ہے کہ عوام کے تنگ کرانے کو کتابوں میں لکھ گئے اور جسوقت اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہو موجود ہو تو
پھر شیعہ اہل سنت کی روبرو حوالہ کیوں نہ دینگے جو بات کہ ہو گزری ہے وہ کب مٹ سکتی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکا اقرار کر چکے ہیں اسیواسطے اس ممانعت کو محمول بر تستر کیا ہے اور انکی
ہی پیروی سے اس نے بھی اسی طرح لکھا ہے ابتداء میں وراثت انکار کرتا ہے منع کرنیکو ابو بکر کے **قال الشیخ الاشعری** اسپر مولوی عمار علی صاحب نے تو یہ طوفان جوڑا ہے کہ شرم کی آنکھیں
پھوڑ کر صحیح مسلم کا نام لے دیا کہ اسمیں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفات یہ وصیت کی تھی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آئیں خدا جانے یہ بیحیائی کہاں سے اڑائی
ہے یا ایجاد فقیر ہی کہ بالکل بلا و مطلقا جھوٹ بولنے سے شرم نہیں آتی صحیح مسلم کوئی نایاب کتاب نہیں ہزاروں نسخے اسکے موجود ہیں حذف کرنیکی بھی گنجایش نہیں اگر یہ روایت ہو
تو کوئی کہیں سے نکالدے فقط اسمیں اتنی بات ہے کہ جب حضرت زہرا کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے انکو شب ہی کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور نماز پڑھی آپ نے حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ تسکین ناظرین کے لئے عبارت صحیح مسلم منقول ہے اسکا ترجمہ بلا کم و کاست یہی ہے جو میں عرض کیا وہ عبارت یہ ہے فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب لیلا
ولم یوذن بہا ابابکر و صلی علیہا علی اور اس عبارت سے آگے پیچھے کہیں وصیت کا ذکر نہیں ہے خدا جانے مولوی صاحب نے اس عبارت میں سے یہ معنی کہ حضرت زہرا نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت
عمر کے نہ آنے دینے کی وصیت کی تھی کونسے لغت اور کونسی زبان اور کونسے محاورہ کے موافق نکالے ہیں سبحان اللہ علماء شیعہ کی یہ امانت و دیانت اور صدق گھٹتا ہے کہ دیدہ و دانستہ ایسے جھوٹ
بولتے ہیں غرض صحیح مسلم میں تو فقط اتنی بات ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدۃ النساء کو شب کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور اپنے آپ نماز جنازہ پڑھی اور یوں بھی ایک قول
ہے کہ حضرت عباس نے چند ایک اہل بیت کے ساتھ نماز پڑھ کے رات ہی کو دفن کیا مگر بہرحال صحیح مسلم میں وصیت کا ذکر معلوم نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی روایت میں اسباب میں کوئی
وصیت بھی ہو تو اسبات کی وصیت ہوگی کہ مردوں میں سے میرے جنازہ پر کوئی نہ آئے چنانچہ بعضی روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرت صدیق اور حضرت عمر اور سوا انکے اور صحابہ رضی اللہ
عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تعزیت کیلئے حاضر ہوئے تو شکایت کی کہ ہمیں آپنے خبر نہ کی ہمیں بھی شرف نماز اور شرف حضور جنازہ میسر آجاتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ
نے وصیت کی تھی کہ جب میں دنیا سے اٹھوں تو مجھے رات ہی کو دفن کر دینا تا کہ میرے جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑے سو میں نے انکی وصیت کے موافق عمل کیا ہے غرض اس روایت سے
اور یہی روایت مشہور ہے علی العموم نامحرموں کے آنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا اشارہ بھی نہیں مگر شیعوں کے بدگمانی کا یہ حال ہے کہ
اہل بیت کی تمام حرکات سکنات کو مطابق منشا نہ سمجھیں صدیق اکبر کی عداوت پر محمول کرتے ہیں اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہے سب نے سنا
ہوگا ع سگے ریچوں کا لوجی برسر آید • زشادی بر جہد کین استخوان است • وگر نعشے دو کس بر دوش دارند • لئیم الطبع پندارد کہ خوان است • **اقول** مولوی عمار علی صاحب نے شرم کی
آنکھیں نہیں پھوڑی ہیں آنکھیں شرم کی تو تونے ہی پھوڑی ہیں کہ صریح تیری کتاب میں موجود ہے اور پھر تو اسکا انکار کرتا ہے اور صحیح مسلم میں صریح لکھا ہے کہ ولم یوذن بہا ابابکر اس سے مطلب ہے کیا
کہ ابو بکر کو جنازہ پر آنے کا اذن نہ دیا یہ موافق وصیت کے تھا یا التستر کی جہت سے اور اگر تستر کی جہت سے ہوتا تو ابو بکر کی کیا تخصیص تھی ممانعت میں اور اذن نہ دینے میں امر وصیت کے واسطے ضرور
نہیں ہے کہ لفظ وصیت بھی مذکور ہو اگر کوئی کہے کہ میرے بعد فلانے کو اسقدر دینا تو وصیت ہوگئی وصیت کا لفظ چاہے ذکر کرے چاہے ذکر نہ کرے اور یہ اذن نہ دینا دال وصیت ہی پر
ہے اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے وصیت کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھے آزار پہنچایا ہے ان لوگوں کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا اور مراد اس سے ابو بکر اور عمر ہیں سو حضرت علی نے موافق
وصیت کے ابو بکر کو آنیکا اذن نہ دیا جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں لکھا ہے اور یہ جو صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ لم یوذن بہا ابابکر یہ وصیت ہی پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ رنجش تھی حضرت
فاطمہ اور ابو بکر میں تھی اور حضرت علی سے کچھ واسطہ نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو حضرت فاطمہ ہی کی جہت سے تھا سو یہ اذن نہ دینا ابو بکر کو موافق وصیت حضرت فاطمہ کے تھا اور عمر کا جو نام لکھا ہے
یا اسواسطے کہ وہ دونوں آپسمیں لازم و ملزوم تھے اور وصیت جب کی تھی تو عمر کا بھی نام لیا تھا لیکن صحیح مسلم میں ابو بکر ہی کے ذکر پر اکتفا کی و عمر کا نام نہیں لکھا اور حدیث صحیح مسلم کی تفسیر

واقع ہوئی ہے سقیفہ ابو بکر جوہری میں کہ جو ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اسمیں وصیت کا لفظ بھی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں لم یوذن بہا ابابکر ہے اس کے بعد واقع ہوا ہے سو عدم ایذان سے مراد سوائی وصیت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے اور جذب القلوب میں تو تصریح لکھا ہے چنانچہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ عائشہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ماندگی عائشہ سے ابو بکر کی جہت سے تھی کہ وہ دختر انکی تھی یا کسی اور جہت سے تھی اور صحیح مسلم میں گو بروایت ابو بکر واضح کر کے نہیں لکھا ہے لیکن اشارہ وصیت فاطمہ زہرا ہی کی طرف ہے والعاقل تکفیہ الاشارہ اور ہمارے مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جھوٹا تو ہی اور تیرے بزرگ جھوٹے ہیں جو جھوٹی روایتیں بنا کر شیعوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور دفن کرنا شب کا اور خود ہی حضرت علی کا نماز جنازہ پڑھنا اسی جہت سے تھا کہ ابو بکر جنازہ پر نہ آنے پائیں وہ نہ منصب نماز پڑھانیکا ابو بکر کا تھا کہ وہ خلیفہ بنے ہوئے تھے اور ہم عبارت مسلم کو بیان کر چکے کہ ولم یوذن بہا ابابکر سے مراد وصیت ہی ہے گو لفظ وصیت کا اسمیں مذکور نہیں ہوا ہے اور جو کچھ مولوی صاحب سمجھے ہیں وہ صحیح ہے اور ہم اسکو بیان کر چکے کہ مراد اس سے وصیت ہی ہے البتہ روایت مسلم میں نام عمر کا نہیں لکھا ہے فقط ابو بکر کا نام ہے اسواسطے کہ وصیت جو کی تھی تو دونو کے نام کی تھی چنانچہ اور روایتوں میں ہے اسواسطے عمر کا بھی نام لکھدیا کہ بانی مبانی سب امور کے یہی تھے اور علماء شیعہ نے کچھ جھوٹ نہیں لکھا ہے تاکہ انکی امانت اور دیانت میں خلل آئے دیکھو صحیح مسلم میں یوذن بہا موجود ہے اور مراد اس سے یہی ہے کہ ابو بکر کو آنکی اجازت نہ ہوا اور اگر ایذان بمعنی اطلاع ہے اور یہی معنی ہیں کہ اطلاع نہ کی تو اسکا بھی سبب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی چنانچہ اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں گو اس روایت میں لفظ وصیت کا نہیں ہے لیکن لم یوذن بہا وصیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر وصیت ہے تو ابو بکر کے نہ آنے دینے کی ہے نہ کل مردوں کے نہ آنے دینے کی اور یہ روایت علی العموم نامحرموں کے جنازہ پر نظر نہ پڑنیکی دوسری ہے کہ نامحرموں کی نظر نہ پڑنیکی حیثیت سے ہے اور ابو بکر کے جنازہ پر نہ آنے دینے کی روایت دوسری ہے کہ اسمیں نامحرم ہونیکی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ آزردگی کی جہت سے ہے کہ میرے جنازہ پر آئے جیسا کہ کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ میری جنازہ پر نہ آنے پائے مگر اہل سنت کا ثلاثہ کی محبت میں تو حال ہے کہ جسقدر کہ انہوں نے اہل بیت پر ظلم کئے ہیں اور آزار پہنچائے ہیں مطابق مٹھیں یا نہ مٹھیں انکی سب ظلموں کو نیکی ہی پر محمول کرینگے تاویلیں کرینگے اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہے سنا ہوگا • سگے راچوں کلوخی برسر آید • ز شادی بر جہد کیں استخوان است • وگر نعشے دو کس بر دوش دارند • لئیم الطبع پندارد کہ خوان است **قال الشیخ الاشعری** القصہ ابو بکر صدیق کی ممانعت کی یا حضرت عمر کی ممانعت کی کہیں تخصیص و تصریح نہیں بلکہ فصل الخطاب کی روایت سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ دگرگوں ہے اسلئے کہ اسمیں مذکور ہے کہ ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ زہرا کی رحلت مغرب عشاء کے بیچ منگل کے دن رمضان شریف کی تیسری تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے چھ مہینے بعد ہوئی تھی اور آپ کی عمر شریف اٹھائیس برس کی تھی ابو بکر صدیق نے حسب فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش امام ہوئے چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی اھ روایت سے تو قدر شناسان علی رضی اللہ عنہ کو بھی تحقیق ہوتا ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے ہرگز صدیق اکبر کے آنے نہ دینے کی وصیت کی تھی کیونکہ جب حضرت امام حسین یہ عزم رکھتے ہوں کہ سعید بن العاص کو حالانکہ وہ کچھ مودب نہ تھا امام ہونے دیں تو حضرت علی تو حضرت علی ہیں دہر صدیق اکبر کا یہ ادب کہ تھوڑے سے ہی دن پہلے کیا کیا نہ کہ رکر چکے تھے سو اگر حضرت فاطمہ وصیت کر گئیں تو اول تو صدیق اکبر کو دہکی دلا دیتی ورنہ نماز کا تو کیا ذکر کیونکہ بوجہ اپنی شجاعت اور صدیق اکبر کی ادب کے باعث کوئی وجہ تقیہ کی بھی نہ تھی القصہ صدیق اکبر کی ممانعت کی کوئی روایت نہیں ہاں ایسی روایتیں ہیں جن سے عموم ممانعت ثابت ہے اور اگر بالفرض تخصیص کر کے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا نام بھی ہو تو حضرت ابو بکر کے منع کی وجوہ تو مذکور ہو لیں باقی رہے حضرت عمر سو اول وجہ میں تو وہ صدیق اکبر کے شریک ہی نہیں اور علی ہذا القیاس دوسری وجہ میں کیونکہ یہ صدیق اکبر کے سامنے بمنزلہ وزیر و مشیر تھے سو صدیق اکبر کے سب کام انہیں کے مشورہ سے تھے سو اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بوجہ نہ دینے فدک کے کچھ صدیق اکبر سے رنج تھا اور اس سبب سے وہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے شرمائے ہوئے تھے تو حضرت عمر سے پہلے تھا اور پہلے آپ سے شرمائے ہوئے تھے باقی رہی تیسری وجہ اسمیں بھی حضرت عمر صدیق اکبر کے ہی ایک وجہ سے شریک ہیں کیونکہ حضرت عمر اور حضرت صدیق اکبر بمنزلہ لازم و ملزوم ہیں یہ ممکن نہ تھا کہ صدیق اکبر بلائے جائیں اور حضرت عمر کو خبر نہ ہو سو اگر بالفرض و التقدیر کسی روایت میں اہل سنت کی ممانعت تخصیص نام ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی نکل آئی تو انکی وجوہ یہ ہیں جو ہم نے عرض کیں عداوت اور بغض صدیق اکبر یا حضرت عمر نہ تھا **اقول** ابو بکر کی ممانعت کی تخصیص تو تصریح بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور لکھا ہے اسمیں کہ ولم یوذن بہا ابابکر اور ابو بکر اور عمر کے دونو کی ملاکر ممانعت اور روایتوں میں ہے اور ابو بکر جوہری نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے اور فصل الخطاب کی روایت کہ جسمیں ابو بکر کا نماز پڑھانا حضرت فاطمہ پر لکھا ہے چار تکبیروں کے ساتھ رد کرتی ہے اسکو روایت بخاری اور مسلم کی کہ ابو بکر بالاتفاق حضرت فاطمہ کے جنازہ پر جانیکا ہوا ہی نہیں تھا اور جو روایت کہ مخالف روایات صحیحین کے ہے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور سوا اسکے یہ شیخ خود لکھ چکا ہے اس روایت کے مخالف روایتیں کہ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابو بکر اور عمر وغیرہ صحابہ نے صبح کو جاکر حضرت علی سے شکایت کی کہ تم نے ہمکو خبر نہیں کی کہ ہم بھی نماز جنازہ پڑھتے سو یہ روایت فصل الخطاب کی بالکل غلط اور موضوع ہے اور ابو بکر کو جنازہ فاطمہ زہرا پر آنیکی حضرت فاطمہ کی طرف سے ممانعت تھی اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے نماز پڑھی تھی نہ سعید بن العاص نے چنانچہ معلوم ہوگا اور ابو بکر نے تھوڑے سے

دلوں میں کچھ بھی ناک نہیں رگڑی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ نے کچھ عذر کیا تو وہ راضی نہیں ہوئیں اور ایسی کہاں کی صاحب حشمت و لشکر تھے حضرت علی کہ ابوبکر کو دھکے
دلوا دیتے جسوقت ابوبکر نے عمر کو بھیجا ہے اور عمر آگ اور لکڑیاں لیکر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے گئے ہیں مع علی اور فاطمہ اور حسنین کے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے سو اس صورت میں
تو علی کچھ کر نہ سکے۔ ابوبکر کو دھکے دلوا دیتے کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور شجاعت ہر جگہ کام نہیں آتی ہے جناب رسولخدا صلعم کی شجاعت تو حضرت علی کی شجاعت سے زیادہ تھی اور حضرت علی
جو ہر و شجاعت تھے وہ بھی حضرت کے ہمراہ موجود تھے لیکن جب کفار کا غلبہ ہوا تو یہی حکم ہوا حضرت کو کہ تم یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ اور خدا تعالیٰ کی برابر تو کوئی قادر نہیں ہے ایک اشارہ میں چاہے
تو سب کو فنا کر دیتا مگر اپنے حبیب کو مکہ میں نہ بچا سکا اور حکم ہجرت کا دیدیا سو جو کام خدا تعالیٰ کا ہے وہ موافق مصلحت کے ہے اور ایسا ہی جناب رسولخدا صلعم و علی مرتضیٰ کا کام موافق مصلحت کے
تھا ہر جگہ شجاعت نہیں آزمائی جاتی ہے اور تقیہ بھی حضرت علی کا موافق مصلحت کے تھا نہ کسیکے خوف سے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خاص ابوبکر کی ممانعت کی روایتیں موجود ہیں اور مولوی عبدالعزیز
صاحب نے ممانعت کو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کہ ممانعت تستر کی جہت سے تھی اور حضرت عمر شیر کلیلا بالکل بیجا ہے سب امور ابوبکر کے وہ ہی تھے اور ابوبکر کو برای نام خلیفہ بنا رکھا تھا وہ انہی سب امور میں شریک
تھے اور جو کچھ وجوہ ابوبکر اور عمر کی ممانعت کی لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور بعد ممانعت جو انکو ہوئی تو آزردگی کی جہت سے ہوئی کہ حضرت فاطمہ زہرا انسے ناراض تھیں **قال الشیخ الاشعری**
اور دلیل عقلی اسبات کی کہ حضرت صدیق اکبر کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی جنازہ پر نہ بلوانا بوجہ حیا، سیدة النساء اور بباعث پردہ داری حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تھا نہ بوجہ کدورت اور ناخوشی
یہ ہے اگر بوجہ کدورت و ناخوشی ہوتا تو اسوجہ سے تھا کہ مبادا صدیق اکبر انکے جنازہ کی نماز پڑھائیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے امامت نماز پنجگانہ اور امامت نماز جنازہ انہیں سے متعلق تھا سو
یہ بات کسی وجہ سے درست نہیں ہو سکتی اسلئے کہ باجماع مورخین شیعہ و سنی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لائے امام حسین نے سعید بن العاص کو جو معاویہ کیطرف سے مدینہ کا امیر تھا
نماز پڑھانیکے لئے اشارہ کیا اور یہ فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم کی سنت یوں نہوتی کہ امام جنازہ امیر ہوا کرے تو تجھے ہرگز آگے نہ بڑھاتا سو معلوم شد کہ حضرت سیدة النساء نے حضرت ابوبکر کے نماز
پڑھانیکے اندیشہ سے یہ وصیت نہ فرمائی تھی ورنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خلاف کرتے اور ظاہر ہے کہ سعید بن العاص ہزاروں مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کمتر تھا
فاسق کہ لیاقت نماز نہیں کیونکہ کوئی چھ مہینے ہی گزرے تھے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش نماز تمام مہاجر اور انصار کا کیا تھا اور اسباب میں کمال ہی تاکید فرمائی
تھی پھر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تھوڑی سی مدت میں تمام واقعات بھول گئی ہوں الحاصل دلائل نقلیہ و عقلیہ و نواسبات پر شاہد ہیں کہ شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر کو جنازہ پر آنے دینے کی روادار نہیں عقل کے نہ ہونیکے باعث پیدا ہوا ہے اور ان وجوہ کو بھی جانے دو ہمکو فقط روایت مدارج السالکین ابھی مرقوم ہوئی ہے
کافی ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سیدة النساء رضی اللہ عنہا اگر صدیق اکبر کی بالخصوص جنازہ پر آنیکی روادار نہوتیں تو کس وجہ سے رنج روادار نہوتی سو اس روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت زہرا کے
دل مبارک میں اگر بالفرض رنج تھا بھی تب وہ زائل ہو گیا تھا اور دونوں باہم راضی خوشی ہو گئے تھے مگر کوئی شیعہ منافق پیشہ حضرت سیدة النساء رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ
منافق سمجھے اور یوں کہے کہ یہ راضی ہو جانا فقط ظاہرداری کیلئے ہوگا تو یہ بات علیحدہ ہے پر یہ بات شیعوں ہی کی سمجھ کی ہے المرء یقیس علی نفسہ جیسے خود وہ ہیں ایسی ہی بزرگان دین کو سمجھتے ہیں اور یہی سمجھتے
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر **اقول** ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت زہرا کا منع کرنا ابوبکر کو کہ میرے جنازہ پر نہ آوے اور نماز جنازہ نہ پڑھے آزردگی کی
جہت سے تھا نہ بواسطہ حیا اور تستر کے اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر نماز سعید بن العاص نے ہرگز نہیں پڑھائی ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ نماز جنازہ کی امیر ہی پڑھایا کرے اور نہ حضرت امام حسین نے
ایسا فرمایا ہے اور اگر یہ بات سنت تھی تو حضرت علی حضرت فاطمہ کے جنازہ کے نماز کاہیکو پڑھاتے بلکہ ابوبکر پڑھاتے اور روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی ہی نے پڑھائی نہ ابوبکر نے اور یہ جو
لکھا ہے کہ باجماع مورخین شیعہ و سنی حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز سعید بن العاص نے پڑھائی یہ بھی غلط ہے بلکہ اجماع مورخین اور محدثین شیعہ کا یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز حضرت امام
حسین نے پڑھائی ہے چنانچہ ثقة الاسلام یعقوب کلینی رحمة اللہ علیہ نے کافی کی کتاب حجت میں لکھا ہے لما قبض الحسن و وضع علی السریر ثم انطلقوا به الی مصلی رسول اللہ الذی کان یصلی
فیه علی الجنائز فصلی علیه الحسین و حمل و ادخل الی المسجد حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی حضرت امام حسن نے اور جنازہ انکا تابوت میں رکھا گیا باہر لیچلے انکو رسولخدا صلعم کے نماز پڑھنے کی جگہ
کہ وہ نماز پڑھتے تھے جنازوں پر تو نماز پڑھی حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے اور وہاں سے جنازہ کو اٹھا کر مسجد کیطرف داخل کیا اس سے معلوم ہوا کہ سعید بن العاص نے امام حسن کے جنازہ پر نماز
نہیں پڑھائی اور نہ حضرت امام حسین نے سعید سے یہ کہا تھا کہ سنت رسولخدا صلعم کی یہ نہوتی کہ نماز جنازہ امیر پڑھائے تو میں تجھے آگے نہ بڑھاتا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں ابوبکر جوہری کی کتاب سے کہ حضرت زہرا
نے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نماز نہ پڑھائے سو اسواسطے ابوبکر کو حضرت زہرا نے منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نہ آئے اور امام حسن نے حضرت زہرا کے خلاف ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ معلوم ہوا اور جناب رسولخدا نے
بھی ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا بلکہ عائشہ نے اپنی طرف سے کہدیا تھا کہ میرا باپ نماز پڑھائے اور سنیوں ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکر نماز پڑھانیکو کھڑے ہوئے تو جناب رسولخدا
صلعم شور و غل سنکر وہاں گئے اور ابوبکر کو پیچھے ہٹا کر اور بیٹھ کر خود نماز پڑھائی سو معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا عائشہ نے نماز پڑھانیکو کہدیا تھا اور حضرت
فاطمہ کو ابوبکر کا جنازہ پر آنا روادار نہونا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسکو تسلیم کر کے جواب اسکا دیا ہے کہ تستر کی جہت سے منع کیا تھا سو اہل سنت کو

مخصوصاً مولوی عبد العزیز صاحب ہی کو عقل نہیں ہے کہ جو ایسا کہتے ہیں اور منہاج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے اور روایت اُسکی بالکل غلط ہی کہ صاحب صواعق نے وضع کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہے اور حضرت فاطمہ ابو بکر سے دم آخر تک راضی نہیں ہوئیں ہیں ہمیشہ ابو بکر سے آزردہ اور ناراض رہی ہیں اور اسیواسطے ابو بکر کو اپنے جنازہ پر نہیں آنے دیا اور رنج حضرت فاطمہ کا ہرگز زائل نہیں ہوا اور حضرت فاطمہ کو کوئی سُنّی منافق نہیں سمجھیگا کہ وہ منافق تھیں اور ظاہرداری کے واسطے ابو بکر سے راضی ہوگئی تھیں شیعہ تو ابتدا سے اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابو بکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں تھیں اور منافق تو خود ہی یہ شیخ اور کہتا ہی شیعوں کو اور شیعہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے ابو بکر کا اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے ثابت کیا ہی جا دیکھلے جس جگہ کہ صحیح مسلم کی روایت سے ابو بکر اور عمر کا کاذب اور آثم اور خائن اور غادر ہونا ہمنے لکھا ہی وہاں یہ بھی موجود ہی اور شیعہ تو پاک اور صاف ہیں نفاق سے اور اگر منافق ہیں تو تیری شیخین ہیں تو شیعوں کو جو کہ پاک ہیں اپنے اوپر اور اُنپر قیاس کرتا ہی ۵ کار پاکان را قیاس از خود مگیر ؛ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ؛ **قال الشیخ الاشعری** ۔ اور باینہمہ پھر کیا ہوتا ہی چاہئے شیعوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ ممکن نہیں اگر بالفرض و التقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ زہرا رضی صدیق اکبر سے اس جہان سے ناخوش ہی گئی ہوں تو در صورتیکہ خدا و رسول خوش ہوں کچھ نقصان نہیں اور جو کچھ نقصان تھا بھی تو اُسکی تدبیر اور اُسکا بندوبست خود خداوند کریم نے لکھو کہا برس پہلے کر دیا سورہ حجر میں فرماتے ہیں وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ اس آیت میں متقیوں کے جنت میں داخل ہونیکی کیفیت بیان فرماتے ہیں مطلب یہ ہے اور نکال ڈالی ہمنے جو کچھ اُنکے دلوں میں خلش تھی وہ بھائی ہوگئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں میں آپسمیں رنج بھی ہو جایا کرتے ہیں اور وہ رنج اُنکو کچھ مضر نہیں ہوتے عنایات خداوندی جنت میں جانے کے خارج نہیں ہوتی بلکہ جنتی ہونیکی وجہ سے وہ رنج ہی خود زائل ہو جاتے ہیں سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت فاطمہ حضرت صدیق اکبر سے رنجیدہ ہی اس جہان سے گئی ہوں تب اس آیت بشارت آمیز نے صدیق اکبر اور انکی ہواخواہوں کی تسلی کر دی اور شیعوں کے آنکھوں میں خاک ڈالدی

اقول شیعوں کی آنکھیں کیونکر ٹھنڈی ہوں جب فاطمہ پر ایسی ستم ہوں کہ رنجیدہ ہو کر اس جہان سے رحلت فرمائیں اور حضرت فاطمہ کا ابو بکر سے رنجیدہ ہو کر اس جہان سے جانا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہی شیعوں کا زعم یہ نہیں ہے اور خدا اور رسول ابو بکر سے ہرگز خوش نہیں ہیں اسواسطے کہ جس سے فاطمہ زہرا ناراض ہو اُس سے خدا اور رسول بھی ناراض ہیں کنز العمال میں روایت ہی حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک اور یہی اصابہ میں روایت ہے اور مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں یہی روایت کی ہی یعنی تحقیق خدا یتعالی غضب میں ہوتا ہی تیرے غضب کے واسطے اور راضی ہوتا ہی تیری رضامندی کیواسطے اور فتح الباری میں لکھا ہی جو چیز کہ فاطمہ زہرا کو اذیت دیتی ہی وہ رسولخدا کو بھی اذیت دیتی ہی اور مودۃ القربی میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے حضرت سلمان سے فرمایا فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ و من رضیت عنہ رضی اللہ عنہ و من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ و من غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی جس سے میری بیٹی فاطمہ زہرا راضی ہی میں اُس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہوتی ہی بیٹی میری فاطمہ اُس پر غضب میں ہوتا ہوں اور جسپر میں غضب میں ہوں خدا اُسپر غضب میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس سے فاطمہ راضی نہو گی تو خدا و رسول بھی اُس سے راضی نہوں گے اور ابو بکر اور عمر سے جو حضرت فاطمہ ناراض گئی ہیں تو خدا اور رسول بھی اُن سے ناراض ہیں اور خدا یتعالی نے جو تدبیر کی ہی آیت وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم میں وہ متقی اور پرہیزگاروں کے واسطے کی ہے نہ ابو بکر اور عمر کے واسطے پہلے ایمان تو اُنکا موافق قواعد صحیحہ کے ثابت کر لو اور متقی ہونا تو بعد اسکے ہے جو شخص کہ فاطمہ زہرا پر ستم کرے اور اُسکا گھر اور اُسکے شوہر اور فرزندوں کے جلانیکے واسطے آگ اور لکڑیاں لیجائے اور اُسکا دروازہ کہولے تو وہ مومن متقی بھی رہتا ہی متقی ہونا تو بعد ایمان کے ہی اور ہمکو تو اُنکے ایمان ہی میں کلام ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے سلب ایمان اُنکا ثابت ہے حکیم سنائی لکھتے ہیں کہ ہمرا باور نمی آید ندوی اعتقاد ؛ حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن ؛ سو وہ مومنین متقی ہیں جو بہشت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے نہ خلفاء ثلثہ اور اس آیت سے تسلی بھی مومنین متقین کی ہی نہ ابو بکر اور عمر کی کہ اُنکے حق میں آیت نہیں ہے بلکہ یہ آیت شان میں حضرت علی کے اور اُنکے شیعوں کی ہی جیسا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور اس آیت نے اور اس حدیث نے سنیوں کی آنکھوں میں خاک ڈالدی کہ شیعوں کی جنت میں جانیکی بشارت قرآن میں اور حدیث میں دونوں میں ہے اور خلفاء ثلثہ اور اُنکے ہواخواہ اس بشارت سے خارج ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کوئی شیعی چربزیوں میں سے تکرار کرے کہ ہرچند اس آیت میں بشارت ہی جو مذکور ہی لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوروں ہی کے لئے یہ بشارت ہے جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناخوش ہوں اُنکی لئے اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہی اور یہ حدیث متفق علیہ طرفین ہے انما فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاھا و یریبنی ما رابھا فمن اغضبھا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی کہ یاد رہی یہ بات کہ فاطمہ میری بدن کا ٹکڑا ہے جس سے اُسے تکلیف ہو اُس سے مجھے بھی تکلیف ہو جس بات سے وہ گھبرائے اُس سے میں بھی گھبراتا ہوں سو جو شخص اُسے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا فقط اور ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کرنیوالا کون ہوتا ہے سو اسکا جواب یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی ہی رعایت کہ گئے ہیں کیونکہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فمن اغضبہا اغضبنی جسکے یہ معنی ہیں کہ جو اُسے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا اور یوں نہیں فرمایا من غضبت علیہ غضبت علیہ یعنی جس پر وہ غصہ ہونگی اُسپر میں بھی غصہ ہونگا ظاہر ہے کہ کسیکو غصہ کر دینے کی یہ صورت ہے کہ دیدہ و دانستہ کسی بات کلام سے کوئی شخص اُسے غصہ دلانیکا ارادہ کرے سو کمال نادانی کی بات ہے کہ کوئی شخص صدیق اکبر کیطرف یہ بات منسوب کرے کہ اُنہوں نے بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا تھا جو جانتی تھے وہ تو جانتی ہی تھے پر وہ جو نہجانتے تھے اب انکے اُپر بھی واضح ہوگیا کہ صدیق اکبر اس غصہ میں معذور تھے اور باینہمہ پھر عذر معذرت کیا کیا کچھہ کئے روایت کو ٹٹولئے تو معلوم ہو جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا کہ واللہ ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی یعنی اللہ کی قسم ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے ساتھہ صلہ کرنا اور اُنکی خدمت کرنی بہت ہی زیادہ ہے میرے نزدیک اپنی قرابتیوں کے ساتھہ صلہ رحمی کرنے سے اور جب اُنکی طرف اغضاب نہوا یعنی بالقصد اُنکو غصہ نہ دلایا بلکہ حتی المقدور اُسکا بچاؤ ہی کیا ہو تو وہ پھر کس طرح اس وعید میں داخل ہونگے اور اگر بالفرض کچھہ ہوا ہو بھی تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ بمقتضائے بشریت غصہ ہوگئی ہوں سو اسکو اگر ہم مان لیں اور اُن توجیہات کا جو مذکور ہوئیں کچھہ خیال نکریں تو بیش برین نیست کہ موافق وعدہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل قیامت کو سینہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے وہ رنج نکالا جائے اور دونوں میں سے کسیکو وہ آپسکی شکر رنجی مضر نہو **اقول** حضرت فاطمہ کے ناخوشی سے ناخوشی رسولخدا صلعم کی ہے اور رسولخدا صلعم کی ناخوشی سے ناخوشی حقتعالی کی ہے جو کوئی کہ ہو اسمیں خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور جس سے خدا تعالی ناخوش ہو اُسکے واسطے عذاب ہے اور حکم آیت ونزعنا ما فی صدورہم من غل واسطے پرہیزگاروں اور متقیوں کے ہے نہ واسطے اُن لوگوں کہ جو خدا کو ناخوش رکھتے ہیں اور ابوبکر متقیوں میں سے نہ تھے جیسے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور روایت اغضبہا اغضبنی جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر کی کچھہ رعایت نہیں کی ہے بلکہ ابوبکر ہی کے حق میں ایسا فرمایا ہے اور ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو غصہ میں کیا اور خود اقرار کرتے ہیں غصہ میں لانیوالے چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہے بیان خلافت ابوبکر میں فقال ابوبکر لعمر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناہا فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن حاصل یہہ کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چل تو ہمراہ ہمارے فاطمہ کیطرف کہ تحقیق ہم غصہ میں لائے اُسکو پس چلے وہ دونوں اور اجازت چاہی فاطمہ کے پاس جانیکی تو فاطمہ نے اذن ندیا اور یہہ بھی حضرت نے فرمایا ہے کہ من غضبت علیہ غضبت علیہ چنانچہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہے اور زاذان سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلعم نے سلمان سے فرمایا ہے کہ فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی پس وہ شخص کہ راضی ہوا اُس سے بیٹی میری فاطمہ تو راضی ہوں میں اُس سے اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہے اور وہ شخص کہ غضب میں ہو اُس پر بیٹی میری فاطمہ تو غضب میں ہوتا ہوں میں اُسپر اور جسپر میں غضب میں ہوتا ہوں خدا تعالی اُسپر غضب میں ہوتا ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ ابوبکر نے قصداً حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا وہ نادان نہیں ہے دیکھو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر اور عمر عمداً فاطمہ کو غصہ میں لائے اُنکا حق غصب کر کے حق اُنکا غصب کیا تو اُنہوں نے غصہ کیا اور حق اُنکا غصب نکرتے تو وہ غصہ کاہیکو کرتیں اور عمداً غصہ میں لانیکے فاطمہ زہرا کے کچھہ ضرورت ہی نہیں ہے واسطے ناخوشی خدا اور رسولخدا کی بلکہ جسپر فاطمہ غضب میں ہو اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہے ارادہ غضب میں لانیکا کرے یا نکرے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک یعنی ای فاطمہ تحقیق کہ خدا غضب میں ہوتا ہے واسطے غضب تیرے اور راضی ہوتا ہے واسطے رضامندی تیری کے یعنی جسپر تو غصہ ہوتی ہے خدا اُسپر غصہ ہوتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتی ہے خدا اُس سے راضی ہوتا ہے اس روایت سے بہر نہج خدا تعالی کا ابوبکر سے راضی نہونا ثابت ہوگیا اور کنز العمال میں بھی یہی روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ سے ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور اصابہ میں بھی یہی روایت ہے اور مفتاح النجا میں بھی یہی روایت ہے اور سوائے اسکے اور بہت کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کچھہ قصداً غصہ دلانے پر موقوف نہیں ہے بلکہ جس پر فاطمہ زہرا غصہ ہونگی خدا تعالی اُس پر غصہ ہوگا اور ایسے شخصوں کا غصہ بے موجب نہیں ہوتا ہے اور اگر بے موجب ہو تو خدا تعالی اُنکے غصہ کرنیسے کاہیکو غصہ کرے اور کہنا ابوبکر کا حضرت فاطمہ کو واللہ ابنۃ رسول اللہ ان قرابۃ رسول اللہ احب الی ان اصل من قرابتی ایک مرتبہ کا بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مکرر عرض کرنا یہ سب غلط ہے اور اگر فرض بھی کیا جائے تو یہ قول محض لسانی فریب دغا کا باوجود ایذا دینے اور تکلیف پہنچانے اُس مظلومہ کے بسبب غصب کرنے فدک کی اور مخالفت اُس مخدومہ کے اور جناب امیر علیہما السلام اور نہ سننی دعوے ہبہ و میراث کی اور نہ منظور رکھنی گواہی امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی باوجود منظور رکھنے مجرد دعوی ایک ادنے شخص کے بدون شہادت کے کسی کام کا نہیں ہے اور کچھہ فائدہ نہیں ہے ایسی ظاہر داری کی باتوں سے اور ابوبکر کی جانب سے بیشک اغضاب ہوا چنانچہ ہم اسی قول کے اول میں بیان کر چکے اور جب اغضاب ہوا تو وہ بیشک وعید میں داخل ہونگے اور حضرت فاطمہ بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں ہوئیں ہیں بلکہ غصہ اُنکا بجا اور اپنے محل پر تھا اور غصہ حضرت فاطمہ کا بمقتضاء بشریت کیونکر ہو کہ فاطمہ کے غصہ سے تو خدا اور رسولخدا غصہ میں آتے ہیں چنانچہ احادیث میں آیا ہے اور گزر گیا ہے اور اگر بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا اور رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کے غصہ کاہیکو غصہ میں ہوتے اور بموجب حکم آیہ ونزعنا الخ کے گو فاطمہ زہرا کے سینہ سے رنج نکالا جائے لیکن ابوبکر کو نجات نہوگی وہ اپنی کئے کی سزا پائیں ہیگے پھر فاطمہ زہرا کا سینہ تو خود بخود صاف ہو جائیگا

قال الشیخ الاشعری اور اگر قطع نظر غصہ کرنیسے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود بخود غصہ ہو جانا بھی اس وعید میں داخل کر دیں تو شیعوں کو ہم سے زیادہ مشکل پڑیگی کیونکہ ابوبکر

صدیق تو معصوم نہیں اگر اُنسے کوئی حرکت بیجا ہوجائے اور اس سبب سے کسی وعید میں شامل ہوجائیں تو کچھ بعید نہیں پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعوں کے نزدیک معصوم تھے اُن سے جو بارہا مقدمات خانگی میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہوگیا ہی تو اسکا کیا سبب ہے بلکہ اسکے فرمانیکا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا ہی ہوا تہا کہ حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اس وجہ سے فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا پیام بہیجا تھا اسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسی تقریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ سو اگر فقط حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانیکی باعث صدیق اکبر وعید مذکور میں داخل ہوجائیں تو حضرت امیر پہلے داخل ہونگے کیونکہ اول تو خطبہ اُنہیں کے سمجھانے سنانے کو فرمایا تھا دوسرے حضرت صدیق اکبر تو بوجہ اشارات خداوندی اور ارشاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک دینے میں معذور تھے اور پھر باینہمہ باشارہ حدیث محاج السالکین یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر حکم خداوندی نہوتا تب بھی انکی تہ دل میں یہی تمنا تہی کہ فدک حضرت فاطمہ ہی کے پاس رہی لیکن حضرت علی نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو انکو کیا دشواری تھی بجبر ہی نہیں کہ تہ دل سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کے موافق ہوں علی ہذا القیاس ایکبار حضرت امیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہوکر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں زمین ہی پر بدون تکیہ بچھونے سو گئے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر ہوئی آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا یعنی علی مرتضی کہاں ہیں عرب میں ایسے موقع میں اکثر ایک دوسرے کو چچا کا بیٹا بولتے ہیں خیر حضرت زہرا نے عرض کی مجھ سے لڑکر نکل گئے اور دوپہر کو بھی یہاں نہیں سوئے اور یہ دونوں روایتیں کچھ سنیوں ہی کی کتابوں میں نہیں شیعوں کی کتابوں میں بھی موجود ہیں باقی روایت اول سے سوائے مطلب پیش آمدہ کی ایک اور بات بھی نکلتی ہی وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ آخر بشر تہیں بمقتضائے بشریت غصہ آجاتا تہا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے موافق حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گناہ یا کسی گناہ کا ارادہ کیا تہا پھر اب غصہ کی وجہ بمقتضائے بشریت اور کچھ نہیں بلکہ دونوں روایتوں سے اتنی بات نکلتی ہی کہ معصوم کو بمقتضائے بشریت غصہ آجانا محال نہیں بلکہ بسا اوقات پیش آجاتا ہی اور اس سبب سے بے اختیار غصہ چڑہ جائے اور اُس غصہ میں دوسرے کی معصومیت کا بہی لحاظ نرہی اور کوئی صورت نہیں سو ایسی ہی ہم بمقتضائے بشریت کہتے ہیں اسیطرح اگر حضرت فاطمہ کو صدیق اکبر پر بہی بمقتضائے بشریت غصہ آجائے اور انکا کچھ قصور نہو تو کیا دشوار ہی اور یوں انکار ہی الغصہ فقط بمقتضائے بشریت حضرت فاطمہ کے غصہ ہوجانے سے بے اسکے کہ کوئی دیدہ و دانستہ بیوجہ اُنکو غصہ دلائے آدمی وعید مذکور میں داخل نہیں ہوسکتا **اقول** خود بخود کسیکو غصہ نہیں آتا ہی جب تک کہ اُسکا کوئی باعث نہو اور نہ حضرت فاطمہ کو خود بخود غصہ آیا بلکہ دیدہ و دانستہ اُنکا حق جو غصب کیا تو اسواسطے اُنکو غصہ ہوا اور شیعوں کو کچھ مشکل نہیں ہے اگر مشکل ہی تو اہل سنت کو ہی کہ ابوبکر کے بچانے میں ہاتھ اور پاؤں مارتے ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا اور حضرت علی شیعوں کے نزدیک بیشک معصوم ہیں لیکن حضرت زہرا کو اُن سے کچھ رنج کبھی نہیں ہوا ہی اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی علی کے سنانے کو نہیں فرمائی تہی بلکہ ابوبکر اور عمر کے سنانیکو فرمائے تہی جانتے تہے حضرت کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور حق اُسکا غصب کرینگے اور علی اور فاطمہ میں کبھی ناچاقی ہی نہیں ہوئی جو ایسے فرماتے اور وہ روایت ابو جہل کی بیٹی سے حضرت علی کی درخواست نکاح کرنیکی بالکل غلط ہی اور ناصبیوں کی وضع کی ہوئی ہی حضرت علی نے ہرگز ارادہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا نہیں کیا تھا اور اسطرح کی روایتیں معاویہ نے حضرت علی کی طعن میں اور خلفاء ثلاثہ کی فضائل میں علماء کو انعام اور جواہر دیکر بہت بنوالی ہیں کہ بخاری اور مسلم میں بھی وہ روایتیں درج کی گئی ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں شیخ ابو جعفر اسکافی سے روایت کی ہی ان معاویۃ وضع قوما من الصحابۃ وقوما من التابعین علی روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی تقتضی الطعن فیہ والبراءۃ منہ وجعل لہم علی ذلک جعلا یرغب فی مثلہ حاصل یہ کہ معاویہ نے مقرر کیا تھا ایک قوم کو صحابہ میں سے اور ایک قوم کو تابعین میں سے قبیح اور بد روایتوں کے بنانے پر حضرت علی کے حق میں کہ مقتضی ہوں طعن کرنے پر علی کو اور بیزاری کرنے پر اُس سے اور مقرر کی تہی واسطے انکے اس روایت بنانے پر اجرت کہ رغبت ہو اسطرح کی روایت بنانے پر منہم ابوہریرۃ و عمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ ومن التابعین عروۃ بن الزبیر بعضے اُن صحابہ میں سے جو کہ روایت بناتے تھے ابوہریرہ تھا اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں سے جو کہ روایت بنانے تھے عروہ بن الزبیر تھا اور بعد اُسکے چند روایتیں ان لوگوں سے لکھی ہیں کہ جس سے اُنکی جہنمی ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ بڑی افترا کئے ہیں اُن دشمنوں نے رسولخدا صلعم پر اور بعد اُسکے لکھا ہی واما ابوہریرۃ فروی عنہ الحدیث الذی معناہ ان علیا خطب ابنۃ ابی جہل فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسخطہ فخطب علی المنبر فقال لاہا اللہ لا تجتمع ابنۃ ولی اللہ وابنۃ عدو اللہ ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا فان کان علی یرید ابنۃ ابی جہل فلیفارق ابنتی ولیفعل ما یرید حاصل یہ کہ ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہی جسکے یہ معنی ہیں کہ تحقیق علی نے پیغام نکاح کا دیا ابو جہل کی دختر کو رسولخدا صلعم کی زندگی میں پس ناخوش ہوئے اور غصہ میں لائی حضرت یہ بات اور منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ قسم ہی خدا کی نہ مجتمع ہوگی دختر دوست خدا کی اور دختر دشمن خدا کی ایک جگہ تحقیق فاطمہ پارہ بدن میری ہی ایذا دیتی ہی مجھکو وہ چیز کہ جو ایذا دیتی ہی اسکو اگر علی دختر ابو جہل کی چاہتا ہی تو چاہئے کہ میری دختر سے مفارقت اختیار کرے بعد اُسکے کرے جو کچھ چاہتا ہی یہ وہ روایت ہے کہ جو علی کے دشمنوں نے وضع کی ہی علی پر طعن کرنے کے واسطے اور سوائے اسکے اس روایت کے مضمون ہی سے اس روایت کا دروغ ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم کو حضرت علی کی جانب سے یہ خیال ہو کہ اُس نے ابو جہل کی

دختر سے کیوں بیاہیں ۔ یا خود ہی تو خدا لاوے یہاں سے چار عورتوں کا حکم لاوے اور پھر اپنی دختر کے واسطے یہ حکم خدا ناگوار ہو کہ میری دختر کے سوا اور عورت کو علی کیوں کرے اور وہ بھی منبر پر
علی الاعلان فرمائیں بلکہ دفعتاً سنکر کہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے لوگوں کو تو کہتا ہے کہ تم چار عورتیں نکاح میں لاؤ اور اپنی دختر کے واسطے یہ حکم پسند نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکا شوہر اور کوئی
زوجہ نکاح میں نہ لائے اور حضرت علی نے کونسا فعل حرام کیا تھا جو انپر عتاب ہوا کہ سوائے فاطمہ زہرا کے دوسری عورت سے کیوں نکاح کرتا ہے اور حضرت فاطمہ جن کی شان میں آیۂ تطہیر
نازل ہوئی ہے وہ خدا کے حکم سے ہرگز ناراض نہ ہوئی تھی کہ خدا کا حکم تو چار عورتوں سے کرنیکا ہے اور وہ ناراض ہوا کہیں کہ میرا شوہر ایک عورت سے زیادہ کسواسطے نکاح کرتا ہے کہیں عقل میں بھی
آتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے جھوٹ اپنی طرف سے کہ حضرت علی میں اور حضرت فاطمہ میں فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تھی اسواسطے حضرت امیر نے ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہا یہ اس روایت میں کہاں
ہے اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو لکھتا ہے اور حضرت فاطمہ حضرت علی پر ہرگز غصہ نہیں ہوئیں وہ روایت ہی جھوٹی ہے پھر حضرت علی کیونکر اسکے وعید میں داخل ہونگے اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی
یوذینی ما یوذیھا اور جگہ بھی حضرت نے فرمایا ہے اور اسطرح کی روایتیں بہت آئی ہیں اور ہم لکھ بھی چکے ہیں اور حضرت نے ابوبکر اور عمر کے سنانے اور سمجھانے کے واسطے ایسا فرمایا تھا
کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا نہ پہنچائیں اسکا حق غصب کیے نہ علی کو سمجھانے کو اور ابوبکر کو نہ حکم خدا تھا فدک کے نہ دینے کا اور نہ حکم پیغمبر تھا بلکہ خلاف حکم خدا کے انہوں نے کیا اور حدیث مجالس [illegible]
بالکل جھوٹی ہے اسکی صحت ہرگز نہیں ہوسکتی اور ابوبکر کو ہرگز منظور نہ تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے پاس ہے اگر منظور ہوتا تو دیدیتے اور حضرت علی نے ہرگز ارادہ نہیں کیا تھا ابوجہل کی دختر سے
نکاح کرنیکا یہ انپر بہتان اور افترا ہے اور علی اور فاطمہ میں ہمیشہ اتفاق اور اتحاد رہا ہے اور دوسری روایت جو لکھی ہے کہ ایکبار حضرت امیر حضرت فاطمہ سے رنجیدہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لیگئے
اول تو یہ کہ میاں بی بی کی تکرار اکثر کھانے پینے پر ہوتی ہے بی بی کہتی ہے کہ فلانی چیز لاؤ اور میاں کہتے ہیں کہ میں کہاں سے لاؤں میرے پاس کچھ نہیں ہے سو اس طرح کی رنجیدگی شمار
میں نہیں ہے حضرت فاطمہ انسے کچھ چاہتی ہونگی اور انکے پاس موجود نہوگا اسواسطے رنجیدہ ہوکے چلے گئے ہونگے اور خدانخواستہ ایسی بات انکے درمیان آپسمیں نہیں ہوتی تھی جو موجب غضب اور
ناراضمندی کا ہو اور باوجود اسکے اس روایت کا بھی اعتبار نہیں ہے چنانچہ علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ لیس ھذا الخبر عندی بمعتمد ولا ھو
بمعتقد فی ھذہ العلۃ لان علیا و فاطمۃ ما کان لیقع بینھما کلام یحتاج رسول اللہ الی الاصلاح بینھما لانہ علیہ الصلوۃ سید الوصیین وھی سیدۃ نساء العالمین
مقتدیان بالنبی فی حسن الخلق یعنی نہیں ہے یہ خبر میرے نزدیک معتمد اور نہ معتقد میرے ہے اس علت میں اسواسطے کہ علی اور فاطمہ ایسی نتھی کہ واقع ہوئیں ایسا کلام کہ محتاج ہوں سو لخدا صلعم طرف اصلاح کے
اور صلح کرانیکے درمیان ان دونوں کی ایک کلام کر کے اسواسطے کہ حضرت علی تو سردار اوصیاء کے ہیں اور فاطمہ سردار زنان عالم کی ہیں پیروی کرتے ہیں وہ دونوں نیک خلق میں رسول اللہ صلعم کی اور بعد
اسکے لکھا ہے کہ ابوتراب جو انکا نام ہوا تو اس جہت سے ہوا کہ عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ وہ صاحب زمین کا ہے اور حجت خدا کی ہے لوگوں پر زمین کے اسواسطے ابوتراب نام ہوا حضرت علی کا اور یہ دونوں
روایتیں اگر شیعوں کی کسی کتاب میں ہیں تو نام انکا کیوں نہیں لکھا اور حضرت فاطمہ کو بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں آتا تھا خصوصاً وہ غصہ تو بمقتضاء بشریت ہرگز نہ تھا جو کہ ابوبکر
پر غصہ آیا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور سوا اسکے یہ ہے کہ جو غصہ بمقتضاء بشریت ہوتا ہے وہ جلد زائل ہو جاتا ہے اور ابوبکر پر تو چھ مہینے غصہ رہا تھا وہ غصہ بمقتضاء بشریت ہوتا تو اتنی دیر نہ کھنچتا اور
حدیث میں آیا ہے کہ فاطمہ کے غصہ سے خدا غصہ ہوتا ہے اگر غصہ انکا بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا کا ہیکو غصہ ہوتا اور نہ حضرت علی نے ارادہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کا کیا اور نہ حضرت فاطمہ انسے غصہ
ہوئیں و بالفرض و التقدیر اگر کسی معصوم کو بمقتضاء بشریت غصہ ہوتا ہے تو وہ جلدی فرو ہو جاتا ہے بلکہ غیر معصوم کا غصہ بھی جلد جاتا رہتا ہے اور ابوبکر پر جو حضرت فاطمہ کو غصہ ہوا تو چھ مہینے تک
یہ غصہ بمقتضاء بشریت کیونکر ہو جائیگا اس غصہ کا انکے غصہ پر قیاس نہیں ہوسکتا اور علی اور فاطمہ ایسے نتھے کہ بے اختیار انکو غصہ چڑھ جائے اور دوسرے کی معصومیت کا لحاظ نہ ہو اور حضرت فاطمہ کو
جو ابوبکر پر غصہ ہوا وہ ابوبکر کے قصور کا تھا کہ ابوبکر نے حق فاطمہ کا غصب کیا تھا اور ابوبکر بیشک انکے غصہ کے وعید میں داخل ہیں **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں سب جانتے ہیں
کہ حضرت موسیٰ بمقتضاء بشریت حضرت ہارون پر جو انکے بڑے بھائی تھے اور نبی مقرب تھے غصے ہوئے یہاں تک کہ سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی نوبت آئی اور یہ سب کو
یقین ہے کہ حضرت ہارون علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام نے کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کرنیکا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کا بالقصد غصہ دلانا کفر ہے مگر تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے غصہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس اگر اتنے غصہ ہو جانیکو یہ کہئے کہ یہ بھی اغضاب ہے یعنی انہیں کی طرف سے ہے تو نعوذ باللہ حضرت ہارون کو یوں کہنا پڑیگا کہ اسوقت کافر تھے اس سے
صاف معلوم ہوگیا کہ فقط بمقتضاء بشریت کوئی شخص کسی پر غصہ ہو جائے تو اسے اغضاب نہیں کہتے ہیں اور یہی قصہ بعینہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ہے کہ صدیق اکبر کی
طرف سے اغضاب نہیں فقط حضرت فاطمہ کی طرف اگر تھا تو غضب تھا ہاں ہم کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اغضاب ہوا ہے تو بظاہر حضرت علی سے ہوا ہوگا کیونکہ وہ خاوند تھے انکو اتنا ادب نہ ہوگا جتنا ابوبکر
صدیق کو ہوگا **اقول** حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام پر غصہ نہیں ہوئے تھے جو کچھ انکا غصہ تھا وہ امت پر تھا کہ انہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اور حضرت موسیٰ نے
جو بال حضرت ہارون کے پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تو امت کے لوگوں کے دکھانے کے واسطے کھینچا تھا تاکہ وہ جانیں کہ یہ فعل گوسالہ پرستی کا بڑا سخت گناہ ہے کہ جسکے سبب حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی
بے گناہ کے بال پکڑ کر کھینچے اور اس حال کو دیکھکر بنی اسرائیل اس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت عمل میں نہ لائیں جیسے کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیگا کہ ءانت قلت للناس

اَتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی کیا تو نے کہا تھا اے عیسیٰ آدمیوں کو کہ مقرر کرو تم مجھکو اور ماں میری کو دو معبود سوا خدا کے اور حال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کہا
تھا لیکن لوگوں کے دکھلانے کو خدا تعالیٰ نے ایسا فرمایا کہ روز قیامت کے ہم عیسیٰ سے ایسا کہیں گے اور یہ اسواسطے فرمایا کہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اسکو سنکر ڈریں اور توبہ کریں ایسی ہی
حضرت موسیٰ نے لوگوں کے دکھلانے کو اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور حقیقت میں حضرت ہارون پر حضرت موسیٰ غصہ نہیں ہوئے تھے کہ وہ بیگناہ تھے کیا حضرت موسیٰ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ ہارون
پیغمبر اور معصوم ہے اور پیغمبر ایسی حرکت نہیں کرتا ہے کہ گوسالہ پرستی کو اختیار کرے یا اس حرکت سے راضی ہو اور جیسے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کو غصہ دلانیکا ارادہ نہیں کیا تھا ایسے
ہی حضرت موسیٰ نے حقیقت میں اُنپر غصہ بھی نہیں کیا تھا غصہ تو قوم اُنکا جو کچھ تھا اُمت پر تھا اور بالقصد غصہ کسیکو کون دلاتا ہے لیکن حرکت بعضا آدمی ایسی کرتا ہے کہ اس حرکت سے
دوسرے کو غصہ آجاتا ہے اور یہی مراد ہے عمداً غصہ دلانے سے اور اگر اس عمداً غصہ دلانے سے کفر ہو جاتا ہے تو چاہئے کہ حضرت عمر کافر ہو جائیں اسواسطے کہ وہ جناب رسولخدا صلعم کو غصہ میں لائے تھے چنانچہ مشکوۃ کی
کتاب الاعتصام میں لکھا ہے عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ہذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بوجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی یعنی جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لائے
رسولخدا صلعم کے پاس نسخہ توریت کا اور کہا کہ یا رسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہے حضرت یہ سنکر خاموش ہو رہے اور عمر نے پڑھنا اسکا شروع کیا اور چہرہ مبارک رسولخدا صلعم اسکو سنکر
متغیر ہوتا تھا ابوبکر نے کہا عمر سے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونے والیاں کیا نہیں دیکھتا ہے تو چہرہ کو رسولخدا صلعم کے اسوقت عمر نے کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے غضب خدا
کے سے اور غضب رسول اُسکے سے راضی ہوئے ہم خدا سے اُسکے پروردگار ہونے پر اور محمد صلعم سے نبی ہونے پر جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا قسم ہے اُس شخص کی کہ جان محمد کی جسکی دست
قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا واسطے تمہارے موسیٰ تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کر دیتے تم مجھکو پس گمراہ ہو جاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی
کرتا وہ میری روایت کیا ہے اسکو دارمی نے انتہی دیکھو حضرت عمر اسقدر غصہ میں لائے جناب رسولخدا صلعم کو کہ رنگ چہرہ مبارک کا متغیر ہو گیا اور یہ باز نہیں آتے تھے اور پڑھے
ہی جاتے تھے جب ابوبکر نے منع کیا تو باز آئے یہ قصداً غصہ دلانا نہیں تو اور کیا ہے لیکن اُسوقت تو میاں عمر کافر ہو گئے گو بعد اُسکے پھر رجوع کی ورنہ فرض کیا کہ عمر رسولخدا صلعم کو
عمداً غصہ میں نہیں لائے لیکن رسولخدا صلعم کا اُنپر غضب میں ہونا تو ثابت ہوا اور جسپر رسولخدا صلعم غضب میں ہوں اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہے اب بتلاؤ کہ جسپر خدا کا اور اُسکے رسول کا
غضب ہو وہ کیسا ہے اور اس روایت سے اور فوائد بھی معلوم ہوئے ایک تو رغبت عمر کی طرف کتب منسوخہ محرفہ کے اور یہودیوں کے دین کے اور دوسرے عمر کا اور اُنکے ہمدموں کا دین محمدی پر
متزلزل ہونا اسواسطے کہ اُن حضرت صلعم نے قسم کھائی ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو تم میرے دین کو ترک کر کے موسیٰ کے دین پر ہو جاؤ اور میرا دین وہ ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو سوائے میری
پیروی کی اُسکو چارہ نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دین محمدی پر مستحکم نہ تھے بلکہ دین اُنکا برائے نام تھا کہ حضرت صلعم کی دین کی ترقی قرائن سے دریافت کر کے ایمان لائے تھے واسطے اطلاع کے
القصہ حضرت موسیٰ کے غصہ ہونے میں اگرچہ کچھ شک نہیں لیکن وہ غصہ اُنکا اُمت کے لوگوں پر تھا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی نہ حضرت ہارون پر کہ وہ بیگناہ تھے اور بیگناہ پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہے
مگر دیوانہ اور حضرت موسیٰ دیوانہ نہ تھے سو تو یہاں اغضاب ہے حضرت ہارون کی طرف سے نہ حضرت موسیٰ کا غصہ ہارون علیہ السلام پر ہے پھر حضرت ہارون اُسوقت کیونکر کافر ہوں اور حضرت
موسیٰ کا غصہ بمقتضائے بشریت تھا بلکہ عمداً سمجھ بوجھ کر غصہ کیا تھا اُنکی حرکت نالایق کو سنکر اور اُنکی وہ حرکت ہی حضرت موسیٰ کو غصہ میں لائی تھی جیسے کہ ابوبکر کا فعل
حضرت فاطمہ کو غصہ میں لایا تھا اور گو حضرت موسیٰ کا غصہ تھوڑا سا تھا تھوڑی دیر کا اور فرض کیا ہم نے کہ اُسکو اغضاب نہیں کہتے ہیں لیکن حضرت فاطمہ کا غصہ تو ابوبکر پر مدام رہا ہے اور ہم تم سے
لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتاب سے اغضاب ابوبکر کا اور عمر کا دونو کا فاطمہ زہرا کو اور اُس مظلومہ کو غصہ میں لانا اور اغضاب کیا یقینی ہے جسپر غضب میں ہو فاطمہ اُسپر غضب میں ہو رسولخدا صلعم اور
جسپر غضب میں ہو رسولخدا صلعم اُسپر غضب میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو اغضاب بنت نبی کے اغضاب ہی ہے ویسے بھی تم حضرت فاطمہ کا کسی پر غضب میں ہونا
مجرد و کسے غضب سے خدا تعالیٰ غضب میں ہوتا ہے چنانچہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ یا فاطمۃ ان اللہ لیغضب لغضبک ویرضی لرضاک اور حضرت علی سے فاطمہ زہرا کی نسبت ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا
دونوں میں آپس میں کبھی رنج ہی نہیں ہوا جسوقت حضرت فاطمہ زہرا کا وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا کہ تمہارے باب میں کوئی تقصیر مجھ سے ہوئی ہو تو اُسکو بحل کرو حضرت علی نے
خوبی کی میں نے تم سے کچھ نہیں دیکھا اور اسیطرح حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اگر مجھ سے تمہارے حق میں کچھ قصور ہوا ہو تو تم مجھکو بخشو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں نے سوائے خیر و خوبی کے کوئی بات
دیکھی پس جو روایت اسکی مخالف ہے وہ غلط ہے اور حضرت علی گھر خاوند حضرت فاطمہ کے تھے لیکن اُنکو ادب حضرت زہرا کا بہت تھا کہ وہ دختر رسولخدا صلعم تھیں ہاں عائشہ کو رسولخدا صلعم کا ادب نہ تھا چنانچہ
میں لکھا ہے خود کہتی ہیں کہ جب میں رسولخدا صلعم سے راضی ہوتی تھی تو محمد کہتی تھی اور جب ناراض ہوتی تھی تو رب ابراہیم کہتی تھی اور عائشہ اور حفصہ دونوں رسولخدا صلعم کو غصہ میں لاتی تھیں چنانچہ
تفسیر میں لکھا ہے اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ حضرت کے قول کو نقل کیا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی غضب میں لائی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ

عصیٰ ربّہٗ اِن طلّقکنّ اَن یُبدلہٗ ازواجاً خیراً منکنّ الخ اور ابوبکر نے خوب دب کیا فاطمہ زہرا کا کہ حق اُسکا غصب کر لیا اور اسقدر رنجیدہ کیا اُسکو حق اُسکا غصب کرکے ایک جھوٹی روایت کے وسیلے سے کہ وہ آزردہ ہی اس جہان سے رحلت کر گئی اور اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو ہمراہ عمر کے آگ اور لکڑیاں بھیجی اور حکم دیا عمر نے کہ جلادو مع اُن آدمیوں کے جو اس گھر میں ہیں چنانچہ شہرستانی نے ملل نحل میں نظام سے روایت کی ہی کہ **ان عمر ضرب بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن من بطنھا وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیہا وما کان فیہا غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین** یعنی تحقیق عمر نے مارا پاؤں یا اور کوئی چیز شکم فاطمہ پر یہاں تک کہ گر پڑا محسن فاطمہ کے شکم میں سے اور چیخ مارکے کہتا تھا عمر کہ جلادو خانہ فاطمہ کو مع اُن لوگوں کے جو اسمیں ہیں اور نتھا اُس گھر میں کوئی سوا علی اور فاطمہ اور حسن حسین کے اور میزان ذہبی اور تاریخ عقد ابن عبد ربہ میں لکھا ہی **کان عمر رکض بطن فاطمۃ حتی سقط المحسن** یعنی تحقیق عمر نے لات ماری شکم فاطمہ پر یہاں تک کر پڑا محسن پیٹ میں سے اور ابوبکر نے دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا گرایا چنانچہ تاریخ طبری میں اور منتخبات علی متقی اُستاد شیخ عبدالحق دہلوی میں لکھا ہی کہ وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کرکے کہتے تھے **لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم اکشف بابہ** واہ کیا ادب کیا فاطمہ کا اُسوقت معلوم ہوگا کہ جسوقت اہل بیت رسولخدا صلعم درگاہ خدا میں نالش کرینگے چنانچہ شاعر کہتا ہی ؎

آل نبی دریدہ گریباں کشادہ مو ✤ فریادہ بر در حرم کبریا زنند

قال الشیخ الاشعری علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو بوجہ معلوم نا کر اُس خطبہ کا پڑھنا جس میں لفظ اغضبہا ہے اسبات پر گو نہ دلالت کرتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اغضاب پیش آیا ہوا اور جب صدیق اکبر کیطرف سے اغضاب ہی نہیں تو پھر اُنکو وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل سمجھنا اپنے آپ اسمیں داخل ہونا ہی کیونکہ عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وجہ سے غصہ اور رنج ہوگا ایک اپنے آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ہی فقط بمقتضائے بشریت ہی نہیں اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ بدگویاں صدیق اکبر باین طور کہ وہ وعید اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ بدگویاں مذکور میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی عمار علی صاحب وغیرہ باقی شیعہ تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎

ما نصیحت بجائے خود کردیم ✤ روزگاری دریں بسر بردیم ✤ در نیاید بگوش اندر کس ✤ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اب لازم یوں ہے کہ بس کیجیے کیونکہ کوئی بات مولوی صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ میں درج نہیں ہوا **اقول** ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ روایت ابو جہل کی دختر کی پیغام نکاح کی بالکل جھوٹی ہی اور حضرت علی کے دشمنوں کی وضع کی ہوئی ہی اور سنا نا تو اس میں کیسا کہیں نہیں لکھا ہی اور اگر الفاطمۃ بضعۃ منی کبھی سنا یا ہوگا تو ابوبکر اور عمر کو سنایا ہوگا اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور اُسکا حق غصب کرکے اُسکو غضب میں لائینگے اور یہی ہوا کہ حضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کو ایذا پہنچائی کہ اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں لکھا ہی اور حق اُس مظلومہ کا غصب کرکے اُسکو غصہ میں لائے چنانچہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور حضرت علی کیجانب سے ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا ہی انکی طرف اغضاب کو منسوب کرنا بہتان ہے اُنپر البتہ ابوبکر سے اغضاب ظہور میں آیا چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب اغضاب اُن سے ظہور میں آیا باعث ہوئی فاطمہ کے غضب کے اُنکا حق غصب کرکے تو بیشک وہ وعید میں اغضبہا اغضبنی کی داخل ہونگے اور جو کہ اسکا انکار کرتے ہیں وہ خود اسمیں داخل ہوتے ہیں اسواسطے کہ اُنکے اس عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں اور ابوبکر جو حضرت فاطمہ کو غصہ میں لائے ہیں تو اس صورت میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو وجہ سے رنج ہوگا ایک اپنے آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ابوبکر سے ظہور میں آیا ہی مقتضائے بشریت نہیں ہے اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ ابوبکر اور ہمراہیان اور پیروان انکے باینطور کہ وہ ابوبکر کی پیروی سے وعید فمن اغضبہا اغضبنی میں داخل ہیں آپ اس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ محبان ابوبکر میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی شیخ محمد قاسم وغیرہ باقی اہل سنت تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎

ما نصیحت بجائے خود کردیم ✤ روزگاری دریں بسر بردیم ✤ در نیاید بگوش اندر کس ✤ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اب لازم یوں ہے کہ بس کیجیے کیونکہ کوئی بات مولوی محمد قاسم صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں رہی جسکا جواب شافی بفضلہ تعالی اس رسالہ مختصر میں درج نہیں ہوا جو کچھ اُنہوں نے اپنی رائے ناقص سے یا پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب کے لکھا تھا ہمنے سب کو باطل کر دیا اور اب خلاصہ جواب طعن فدک میں جو کچھ شیخ جی لکھتے ہیں اُسکا جواب ہی لکھنا چاہیے **قال الشیخ الاشعری** خلاصہ جواب طعن فدک جو صاحب مذہب تشیع کی حمایت کریں اور بوجہ ہبہ فدک یا میراث فدک اول الخلفاء کی شکایت کریں تو اُنکو در صورت دعوی ہبہ بھی تین مقدموں اثبات لازم ہی اور در صورت ادعاء میراث بھی تین باتوں کی تحقیق واجب ہبہ کی صورت میں تو اول مملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے وقوع ہبہ تیسرے حصول قبض علے ہذا القیاس در صورت میراث اول مملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے زوال حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انقطاع تعلق روح پر فتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو جسم اطہر سے حاصل تھا تیسرے عموم خطاب یُوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یہانتک کہ حضرت بھی داخل زمرہ مخاطبین ہوں اور یہ خطاب مثل دیگر اشخاص مومنین اُمت آپ کو بھی شامل ہو لیکن اُفقان مزینان اطوار دانشوران فنون دانشمندی پر واضح ہوگا کہ اہل سنت کو جو اس مقدمہ میں مدعا علیہ ہیں قبل استماع دلیل دعوی فقط لانسلم اعنی محض انکار اور عدم تسلیم ہی کافی ہی دونوں دعوؤں کے تینوں مقدموں میں

اگر ایک مقدمہ کو بھی تسلیم نکریں تو نہ خود سو رد طعن ہو سکیں اور نہ طعن مذکور حضرت صدیق اکبر پر واقع ہو سکے چہ جائیکہ تینوں مقدمونکو نہ مانیں اور اگر مقدمات ثلثہ مذکورہ کو بدلائل واضحہ باطل کردیں یا اُنکے نقائض کو بدلائل قوی ثابت کردیں تو پھر تو میدان اُن سے کون لے سکتا ہی ناظران ہدیۃ الشیعہ پر مخفی نرہیگا کہ ہبہ کے تین مقدموں میں سے آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہوئی بلکہ موافق اصول اہل سنت انکی نقیض ثابت ہے اور میراث کے دعوی کے لئے جو تین مقدمے موقوف علیہ ہیں اُنمیں سے دوسرے مقدمہ کا ابطال اگرچہ بظاہر دشوار ہی پر اس ہیمدان نے اس باب خاص میں ایک رسالہ مسمی بآب حیات لکھا ہی جسکی ضخامت پانچ چھ جزو سے کم نہوں گے اور انشاء اللہ اگر منشی محمد حیات صاحب کی عنایت ہے تو وہ بھی قریب ہے مطبوع ہوکر مطبوع طباع ہوتا ہی اُسکے دیکھنے کے بعد اُمید خدا سے یوں ہے کہ شیعوں میں بھی جو صاحب انصاف پرست ہوں حق بول اُٹھیں اور نہ اہل حق یعنی اہل سنت کا تو کام ہی ہی کہ حق کو حق مانیں اور باطل کو باطل جانیں ہا اول مقدمہ ہبہ اور میراث کا اور تیسرا مقدمہ میراث کا اُنکا ابطال اور اُنکے نقیضوں کا اثبات رسالہ ہدیۃ الشیعہ میں تفصیل تمام خصوصاً مقدمہ اولے ہبہ اور میراث کا بطلان تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ دروں کور باطن اُس میں اور کوئی متامل نہوگا یہی وجہ ہوئی کہ سنہ ۱۲ میں جب مرکز دائرہ تشیع نصیر الدین طوسی ثانی نور اللہ شوشتری مکانی مفتی محمد قلی کے قرۃ العین مولوی حامد حسین جو اثنا سفر لدھیانہ وارد میرٹھ ہوئے اور میر مہدی علی فرزند ارجمند عمدہ دراز علی خاں کے مکان پر تشریف لائے اور یہ پریشان روزگار جو بوجہ علاقہ مطبع مجتبائی وہاں اُن دنوں شب و روز گذارتا تھا اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ اس قسم کا مذکور آیا تو مولوی صاحب موصوف کو کچھ جواب نہ آیا وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ **اقول** مملوک رسولخدا صلعم ہونا فدک کا پہلے اس سے ہم ثابت کرآئی ہیں اور مملوک رسولخدا صلعم ہونا مال فے کا قرآن سے ثابت ہے اور فدک بھی مال فے میں سے تھا اور ہبہ ہونا فدک کا فریقین کی کتابوں سے مع قبض کے ثابت ہے چنانچہ مفصل ہم لکھ چکے اور صورت میراث میں بھی مملوک ہونا فدک کا ثابت ہولیا ہی یہانتک کہ ابوبکر کے قول نحن معاشر الانبیاء سے بھی ثابت ہی جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے اور زوال حیات سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوات قرآن اور کتب احادیث اور تواریخ سے ثابت ہے۔ اور جو یہ کہتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے وفات نہیں پائی ہی وہ ایک دیوانہ ہی اور وفات حضرت کی شائع اور ذائع ہی تمام اہل اسلام کی زبانوں پر یہانتک کہ بسبب مختلف ہونے تاریخوں وفات کے بارہ وفات مشہور ہوگئی اور جس مہینے میں وفات پائی ہی اُس مہینے کا نام ہے بارہ وفات کا مہینا مشہور ہوگیا اور کتب تواریخ اہل سنت میں جسجگہہ کہ حضرت کی وفات کا ذکر لکھا ہی وہاں لکھا ہی کہ ملک الموت جو حضرت کی روح مقدس کو قبض کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے قبض ہونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہی کیا اُمت کے لوگونکی بھی روح ایسے ہی سختی سے قبض کریگا ملک الموت نے عرض کی کہ یا رسولخدا جس آسانی سے کہ میں آپکی روح قبض کرتا ہوں اس آسانی سے میں کسیکی روح قبض نہیں کی ہی پھر زوال حیات کسکو کہتے ہیں اور جو کوئی جناب رسولخدا صلعم کی زوال حیات کا قائل نہیں ہے وہ منکر قرآن ہی اسواسطے کہ جسوقت جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے وفات پائی تو عمر نے کہا کہ رسولخدا مرے نہیں ہیں اور لوگوں کو دھمکا کر کہتے تھے کہ یہ نکہو کہ حضرت مرگئے ہیں حضرت تو آسمان پر گئے ہیں وہاں سے آکر سزا دینگے ابوبکر نے عمر سے سنکر کہا کہ ثکلتک امک کیا تجھکو خبر نہیں ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تب عمر نے سنکر کہا کہ گویا یہ آیت سُنی ہی نہتی یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور عموم خطاب آیہ یوصیکم اللہ کا واسطے رسولخدا صلعم اور اُمت کے دونوں کے واسطے ثابت ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بعد وفات رسولخدا صلعم زمرۂ مخاطبین میں داخل ہیں اور اہل سنت جو تخصیص کیے تھے وہ باطل چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور شیعہ اپنے دعوے کا اثبات کے واسطے قرآن اور کتب اہلسنت سے سند [illegible]

اہلسنت لیکر اگر کہیں شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں اور یہ عذر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا اور یہی ستو ہی مناظرہ کا کہ واسطے الزام خصم کے اُسکے مسلمات کو پیش کرتے ہیں اور شیعے دلیل کبھی عوی نہیں کرتے ہیں اور جسوقت اُنہوں نے اپنے دعوی کو بدلائل ثابت کردیا تو السلیم کہنا خصم کا باطل ہوگیا اور تینوں مقدمونکو بھی بدلائل ثابت کرکے میدان کو اہل سنت سے لیلیا ہی اور جو کچھ کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی وہ آبزر تحبث ہے اور ابوبکر سے طعن ہرگز دفع نہیں ہو سکتا چاہو تم کسی مقدمہ کو تسلیم کرو چاہو نکرو ہم بخوبی طعن کو ابوبکر پر ثابت کرچکے ہیں اور تمنے ہرچند ہاتھ اور پاؤں مارے تینوں مقدموں کے باطل کرنے میں اور اُنکے نقائض کے ثابت کرنے میں لیکن ہمنے تمہاری سب ہزلیات کو رد کرکے مانند غبار کے پراگندہ کردیا اور آپ جو لکھتے ہیں کہ آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہیں ہوئے بالکل غلط کہتے ہو آپنے کونسی کتاب شیعوں کی دیکھی ہی ایک تحفہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جو کہ رد کیا ہوا پڑا ہی وہ آپنے دیکھا ہی اور اگر آپ تحفہ کے رد کو دیکھتے ہوتے تو پھر ایسا نہ کہتے اور دیکھو ہم نے کیسا ثابت کیا ہی آخر کے دو نو مقدمونکو اور تمہارا رسالہ آب حیات اگر ہمارے پاس پہنچیگا تو ہم اُسکو بھی رد کرینگے جیسا کہ ہمنے اسکو رد کیا ہی اور زوال حیات رسولخدا صلعم تو قرآن سے اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور منکر اُسکا منکر قرآن ہی اور تیسرے مقدمہ میراث کے بیان میں علماء اہل سنت کے بکے تم کافر ہوگئے ہو اور اہل سنت ہرگز حق کو حق نہیں کہتے ہیں اور نہ باطل کو باطل کہتے ہیں بلکہ بالعکس اسکے کہتے ہیں اور اگر باطل کو باطل کہتے تو ثلاثہ کی پیروی نکرتے اور ہدیۃ الشیعہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور مقدمہ اولی ہبہ و میراث کا ثبوت تو ایسا واضح ہی کہ بجز تیرہ دروں کور باطن اسمیں اور کوئی متامل نہوگا اور جو کچھ اسکے ابطال میں آپنے لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور جناب مولوی سید حامد حسین صاحب کے جواب لکھتے ہیں کہ میری بات کا جواب اُنکو نہ آیا یہ آپ غلط کہتے ہیں کہ جواب نہیں آیا وہ آپکو قابل خطاب جانکر خاموش ہو رہے ہونگے کہ اُنکا یہ دستور نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس سے وہ زبانی گفتگو کریں اور عوام الناس کیطرف واسطے جواب کے متوجہ ہوں اور رو برو گفتگو کریں اگر کچھ دریافت کرنا تھا تو لکھکر دیدیا ہوتا اور اُسوقت دیکھا ہوتا کہ وہ جواب اُسکا لکھتے ہیں یا نہیں اور یہی مزخرفات ہوگا جو کچھ کہ آپنے اس رسالہ میں لکھا ہی سو اسکو تو ہمنے ہی رد کردیا ہی اور مولوی حامد حسین صاحب تب وہ ہیں کہ لوہ عبد العزیز

صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب اُنکی رد کی ہوئے پڑے ہیں اور ایسا بٹر اکیا ہے اُنکو کہ پھر سر نہیں اُٹھا سکتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے ۔

فصل فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ایک خطبہ ہے کہ بعد غصب ہونے فدک کے ابوبکر کے سامنے مجمع میں مہاجرین اور انصار کی اُسکو حضرت فاطمہ نے پڑھا ہے اور ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں اور سوای اسکے اور علماء اہل سنت نے اُسکو لکھا ہے اور ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے نہایہ میں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اور زمخشری اور صاحب فائق نے فائق میں اُسکی صحت کا اقرار کیا ہے کہ اُسکے بعضی لغات کو حل کیا ہے اور لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کے خطبہ میں یہ لفظ آیا ہے اور وہ خطبہ بہت طولانی ہے لیکن کچھ اُسمیں سے مع ترجمہ کے کہ جو جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہ نے فارسی میں اُسکا ترجمہ کیا ہے تحریر کرتا ہوں لما بلغ فاطمۃ اجماع ابی بکر علی منعہا فدک لاثت خمارہا واشتملت بجلبابہا واقبلت فی لمۃ من حفدتہا ونساء قومہا تطأ ذیولہا ما تخرم مشیتہا من مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی دخلت علی ابی بکر وقد حشد الناس من المہاجرین والانصار فضرب بینہا وبینہم بریطۃ بیضاء وقال بعضہم قبطیۃ بالکسر والضم ثم انّت انّۃ اجہش لہا القوم بالبکاء ثم امہلت طویلا حتی سکنوا من فورتہم ثم قالت ابتدی بحمد من ہو اولی بالحمد والطول والمجد الحمد للہ علی ما انعم ولہ الشکر علی ما الہم وذکر خطبۃ طویلۃ قالت فی آخرہا ہر گاہ بفاطمہ زہرا علیہا السلام خبر رسید کہ ابوبکر تصمیم عزم بر منع فدک نمودہ مقنعہ مطہرہ را بر سر پیچیدہ چادر عصمت در بر کشیدہ با جماعتے از زنان خویشاں و کنیزان روانہ مسجد شد واز نہایت حیا چادرش در پایش می پیچید و رفتار آنحضرت فرقے از رفتار جناب رسالتماب نداشت تا اینکہ نزد ابوبکر آمد و او در میان گروہی از مہاجرین و انصار نشستہ بود پس پردۂ سفیدی در میان آنحضرت و آن گروہ کشیدند و نالۂ جانسوزی کشید کہ خروش از مردم برخاست صدای گریہ وزاری بلند شد پس زمانے مہلت نمود تا فریاد و بکا تسکین یافت و صداہا فرو نشست بعد از آں خطبۂ در نہایت فصاحت و بلاغت انشا نمودہ و فرمود ابتدا میکنم بحمد پروردگاریکہ سزاوار حمد و شکر و فضل و بزرگواری است و سپاس بیقیاس خدا راست بر نعمتہای بے انتہائی او و مر او راست شکر بر آنچہ الہام کردہ است و خطبہ بنہایت طولانی ادا کرد و در آخر آں میفرماید فاتقوا اللہ حق تقاتہ واطیعوہ فیما امرکم بہ فانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء واحمدوا اللہ الذی لعظمتہ ونورہ یبتغی من فی السموات ومن فی الارض الیہ الوسیلۃ ونحن وسیلتہ فی خلقہ ونحن خاصتہ ومحل قدسہ ونحن حجتہ فی غیبہ ونحن ورثۃ انبیائہ پس بترسید از خدا بنحویکہ حق ترسیدن است و فرمانبرداری کنید او را در آنچہ او فرمودہ است شما را پس بتحقیق کہ نمی ترسند خدا را از بندگان او مگر علماء و حمد و شکر نمائید خدائی را کہ لعظمت و نور او میجویند اہل آسمانہا و اہل زمین بسوی او وسیلہ را و مائیم وسیلۂ او تعالی در میان خلق او و مائیم از خاصگان او و محل قدس او و مائیم حجت او در میان بندگان او و مائیم وارثان پیغمبران او ثم قالت انا فاطمۃ ابنۃ محمد اقول عودا علی بدء وما اقول ذلک سرفا ولا شططا فاسمعوا باسماع واعیۃ وقلوب راعیۃ اور بعد اسکے دور تک خطبہ کو ادا کیا اور اسکے بعد فرمایا کہ منم فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگویم سخنے را کہ اول و آخر یکے است یعنی از سر تا پا حق و صواب است و میگویم این کلام را از روی خطا و تجاوز از حق پس بشنوید بگوشہای حق نیوش و دلہای حق آگاہ ثم قالت جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تعزوہ تجدوہ ابی دون نسائکم واخا ابن عمی دون رجالکم فبلغ الرسالۃ صادعا بالنذارۃ مائلا عن سنن المشرکین ضاربا ثبجہم یدعو الی سبیل ربہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ اخذا باکظام المشرکین یہشم الاصنام وینفلق الہام حتی انہزم الجمع وولوا الدبر حتی تفرّی اللیل عن صبحہ واسفر الحق عن محضہ ونطق زعیم الدین وخرست شقاشق الشیاطین وتمت کلمۃ الاخلاص باز فرمود بتحقیق کہ رسولی بر شما مبعوث شد از قوم شما کہ دشوار بود بر او غوایت و عصیان شما و راغب بود بر ہدایت شما و بمومنان مہربان و رحیم اگر نسبت او را یاد آورید یقین خواہید دانست کہ او پدر من است نہ پدر یکے از شما و من دختر او ئیم نہ زنان شما و برادر ابن عم من است نہ برادر یکے از مردان شما پس رسالت خدا را بشما رسانید و شما را از عذاب الٰہی ترسانید با مشرکان طریق مخالفت سلوک میداشت و شمشیر آبدار بر سر کردہ ہای کفار را بدار البوار فرستاد و مردم را بخدا دعوت نمود بحکمت بالغہ و موعظت حسنہ در حالیکہ راہ چارہ را بر کفار بستہ بود و بتہای ایشاں را در ہم می شکست و سرہای سرداران ایشاں را بتیغ بیدریغ می شگافت تا آنکہ جماعت کفار رو بہزیمت و فرار آوردند و صبح صادق دین از ظلمت شب کفر ساطع گردید و آفتاب حق طالع و لامع گشت و اہل دین باظہار حق گویا شدند و زبان غوایت شیاطین لال گشت کلمۂ اخلاص تمام و دین اسلام عام گردید وکنتم علی شفا حفرۃ من النار نہزۃ الطامع ومذقۃ الشارب وقبسۃ العجلان وموطئ الاقدام تشربون الطرق وتقتاتون القد اذلۃ خاسئین تخافون ان یتخطفکم الناس من حولکم حتی انقذکم اللہ برسولہ بعد اللتیا واللتی وبعد ان منی بہم الرجال وذؤبان العرب ومردۃ اہل الکتاب کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأہا اللہ او نجم قرن الشیطان او فغرت فاغرۃ من المشرکین قذف اخاہ فی لہواتہا فلا ینکفی حتی یطأ صماخہا باخمصہ ویطفئ عادیۃ لہبہا بسیفہ وقالت ویخمد لہبہا بحدہ مکدودا فی ذات اللہ وانتم فی رفاہیۃ فاکہون آمنون وادعون شما بسبب کفر و شرک بر لب جہنم بودید و چناں خوار و ذلیل اہل عالم کہ ہر کس را بشما طمع استیلا داشت و ہلاک و استیصال شما را آسان تر از آب خوردن و آتش بودن می پنداشت و باے ترفع بر سر تجبر شما میگذاشت آب ممزوج ببول و سرگین میخوردید و پوست بز را قوت خود میکردید و با نہایت مذلت و خواری بسر می بردید و مردمان شما را از ہر جانب میربودند و بر شما تسلط و غلبہ داشتند تا اینکہ حق سبحانہ عز شانہ شما را از ایں مہالک و مذلتہا بمیامن انفاس نبویہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات داد بعد از ایں کہ باصناف بلایا و محن جلیلہ و حقیر مبتلا بودید و بعد از آں کہ گرفتار شجاعان و گرگان عرب و سرکشان اہل کتاب شدید ہر گاہ آتش حرب را می افروختند حق تعالی بآب لطف خود آنرا فرو می نشانید و ہر مرتبہ

کرشاخ شیطان ظاهر میشد وطوائف مشرکین از دهان اژدها دهن باز کرده خود را برای بلع شما میکشادند جناب رسولخدا صلعم برادر خود علی بن ابیطالب را در کام ایشان می انداخت پس آنحضرت
از جنگ رو برنمی تافت تا آنکه فرق جرأت کفار را پایمال قدم شجاعت خود میساخت و آتش فتنه ایشان را بآب ذوالفقار صاعقه کردار فرو می نشانید در حالیکه خود را به تعب و مشقت
در اعلاء کلمه دین افگنده بود و شما در رفاهیت عیش و امن و امان اوقات خود را بسر میبردید حتی اذ اختار الله لنبیه دار انبیائه ظهرت حسکة النفاق وسمل جلباب الدین
ونطق کاظم الغاوین ونبغ خامل الاقلین وهدر فنیق المبطلین فخطر فی عرصاتکم واطلع الشیطان راسه من مغرزه صارخا بکم فدعاکم فالفاکم لدعوته مستجیبین وللغرة ملاحظین ثم استنهضکم
فوجدکم خفافا واحمشکم فالفاکم غضابا فوسمتم غیر ابلکم واوردتم غیر شربکم هذا والعهد قریب والکلم رحیب والجرح لما یندمل والرسول لما یقبر ابتدارا زعمتم خوف
الفتنة الا فی الفتنة سقطوا وان جهنم لمحیطة بالکافرین فهیهات منکم وانی بکم وانی تؤفکون وکتاب الله بین اظهرکم زواجره بینة وشواهده لائحة واوامره واضحة ارغبة عنه تریدون ام بغیره
تحکمون بئس للظالمین بدلا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ تا اینکه چون حقتعالی برای پیغمبر خانه پیغمبران خود را در آخرت اختیار کرد
و آنحضرت را بآرامگاه برگزیدگان نشاند برد کینه های دیرینه از سینه های پرکینه شما ظاهر شد و آثار عصبیت نفاق شما هویدا گردید و جامه رونق دین کهنه و مندرس شد و اهل ضلال
و گمراهی که در حیات پیغمبر خدا از ترس شمشیر دهان بسته بودند بسخن در آمدند و پیدا شدند گمنامان چند از اهل عصیان و طغیان که از همه کس ذلیل تر بودند و شتر اهل عصیان بصدا
در آمد پس بجولان آمد در عرصه های شما و شیطان سر خود را بلند کرد و شما را بصدا زد و دعوت کرد شما را پس همه را مطیع و منقاد خود یافت و چشم بر عزت دنیا دوختید پس گفت
برخیزید سبکبار برخاستید و شما را بغضب آورد در اهل حق دید که غضبناک آمدید پس تهمتی زیر داغ ملامت گذاشتید یعنی خلافت را که حق دیگری بود برای خود گرفتید و ادعای حق دیگری
نمودید و هنوز از عهد پیغمبر شما مدتی نرفته بود و جراحت مصیبت تازه و کاری بود و آن زخم هنوز اصلاح نیافته و جسد مطهر او در قبر نپوشیده بود و بهانه کردید که از فتنه
ترسیدیم و در عین فتنه افتادید و جهنم محیط است بکافران پس هیهات چه دور است از شما تدبیر امر امت و حیله بر شما دست [illegible] امر ملت و شیطان شما را [illegible]
کتاب خدا در میان شماست زواجر آن ظاهر است احکام آن واضح و نشانهای آن پیداست اوامر و نواهی آن لایح و هویدا آیا میخواهید اعراض از قرآن بنمائید یا حکمی بغیر آن
است برای ظالمان حکمی که مخالف آن باشد و حقتعالی میفرماید که هر که طلب کند غیر اسلام دینی را پس از او قبول کرده نمیشود و او در آخرت از زیانکاران است ثم لم تلبثوا الا ریث ان تسکن
نفرتها ویسلس قیادها [illegible] تسرون حسوا فی ارتغاء ونحن نصبر منکم علی [illegible] وانتم الان تزعمون ان لا ارث لنا أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ایها معاشر
المسلمین أأبتز ارث ابیه یا ابن ابی قحافة أفی کتاب الله ان ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا فدونکها مخطومة مرحولة تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم الله والزعیم
محمد والموعد القیمة وعند الساعة یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون من یاتیه عذاب یخزیه ویحل علیه عذاب مقیم [illegible]
خود را [illegible] میخواهید آثار دین را محو کنید [illegible] تابع گردانید
تا صبر کنیم بر [illegible]
این است آیا حکم جاهلیت را طلب می کنید و کیست نیکوتر از خدا در حکم کردن از برای گروهی که صاحب یقین اند [illegible] ای گروه مسلمانان [illegible] غصب نموده [illegible]
نکنید [illegible] آیا وارث باشی ای پسر ابوقحافه پدر خود را و من میراث ترکه پدر خود نبرم [illegible] افترای عجیبی [illegible] فدک را امروز [illegible]
بیاد داشته باش [illegible] در مقام حساب [illegible] سوال کنند پس نیکو حکم کننده ایست حقتعالی و طلب کننده حق محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و وعده گاه قیامت است و آن روز زیانها خواهند شد اهل
بطلان و هر امری را قراری است و عنقریب خواهید دانست که کیست آنکه می آید بسوی او عذاب خوار کننده و گرفتار میشود بعذاب ابدی ثم التفتت الی قبر ابیها باکیة فتمثلت بقول هند ابنة
اثاثه قد کان بعدک انباء وهنبثة لو کنت شاهدها لم یکثر الخطب ابدت رجال لنا نجوی صدورهم لما قضیت وحالت دونک الکتب
تجهمتنا رجال واستخف بنا اذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب [illegible] منهم یومئذ پس متوجه شد بسوی قبر مطهر جناب رسالتماب و تمثل جست باشعار هند بنت اثاثه
که حاصلش این است بعد از رفتن تو فتنه و آشوبهای بسیار رو نمود که اگر تو می بودی آنها نمی بود [illegible] مردمانیکه سالها در کمین ما بودند و کینه ها در سینه ها مخفی داشتند اظهار نمودند
و حائل شد در میان ما و تو تلهای گران مردمان بر ما غلظت و شدت کردند و استخفاف و سبکی ما نمودند و امروز از ما حق ما بظلم و ستم گرفته شد ۵ رفتی و داغ بر دل پر غم گذاشتی + ما را
بروز تیره ماتم گذاشتی + رفتی چو آفتاب از این تیره خاکدان + روز سیه بمردم عالم گذاشتی + رفتی زهجر غصه دیرینه بکنار + ما را غریق اشک دمادم گذاشتی + ما را بدست این همه دشمن عنود و خوار
بی غمگسار و مونس و همدم گذاشتی + پس [illegible] صدا را بگریه بلند کردند [illegible] بسوی انصار فقالت یا معشر الفتیة واعضاد الملة وحصنة الاسلام
ما هذه الفترة عن نصرتی والونیة عن معونتی والغمزة عن حقی والسنة عن ظلامتی اما کان رسول الله صلی الله علیه و آله یقول المرء یحفظ فی ولده سرعان ما احدثتم وعجلان ما انیتم پس برگشت آنمعصومه بسوی انصار

پس فرمود کہ اے گروہ شجاعان و یاوران ملت و حافظت کنندگان اسلام این چہ سستی ہست در باب نصرت من و این چہ اہمال است در باب اعانت و اینچہ تقصیر است و تفریط است در حق من و اینچہ تغافل است و ستمی کہ بر من میرود آیا رسولخدا کہ پدر من ہست نگفت کہ حرمت کس و فرزندانش عایت کنند خویش زود راضی بدعہہا شدید و دست از حمایت ملت پیغمبر برداشتید آور بعد اسکے ایک عبارت طولانی انصار کی نصیحت اور طلب اعانت میں ہے اور بہت سی انکو غیرت لائی کہ مدد کریں لیکن خاموش بیٹھے ہوئے سناکئے اور کچھہ جواب ندیا اور بعضی روایت میں جسجگہ کہ تمثل باشعار ہند بنت اثاثہ ہوئی ہے عبارت مذکور ہے افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ واتخذتموہ وراء کم ظہریا اذ یقول اللہ تعالی وورث سلیمان داؤد مع ما اقتص اللہ من خبر یحیی اذ قال رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب وقال واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ وقال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ثم عطفت الی قبرابیہا وبکت وتمثلت بقول صفیۃ بنت اثاثہ + وکان قربک بالایات یونسنا فغاب عنا وکل الخیر محتجب + وکنت بدرا ونورا یستضاء بہ علیک تنزل من ذی العزۃ الکتب + تجھمتنا رجال واستخف بنا مذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب + ابدت رجال لنا نجوی صدورھم + لما مضیت وحالت دوننا الکتب + فقد رزئنا بما لم یرزہ احد من البریۃ لا عجم ولا عرب فسوف نبکیک ما عشنا وما بقیت منا العیون بتہمال لہا سکب آیا عمدا ترک میکنید عمل کردن بکتاب خدا و آنرا پس پشت می اندازید زیرا کہ خدا می فرماید وورث سلیمان داؤد یعنی و میراث برد سلیمان از داؤد و در قصۂ یحیی بن زکریا فرمودہ رب ھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب یعنی پروردگارا بخش مرا ولیے کہ میراث برد از من و از آل یعقوب و فرمودہ است واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنی خویشان حمی بعضی اولی ہستند ببعضے در کتاب خدا زیادہ از بیگانگان و فرمودہ است یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی حکم میفرماید خدا شمارا در اولاد شما باینکہ برائے مرد ہست دو برابر زن پس بجانب مرقد منور جناب خیر البشر رو گردانید و ابیات چند از صفیہ بنت اثاثہ خواند کہ مضمونش این است کہ در عہد تو ای پدر عالیقدر نزول آیات قرآنی مونس ما بود پس حی بعد از تو منقطع شد و ہمہ نیکیہا پوشیدہ شد و بودی ماہ تابان نور درخشان بر تو نازل میشد از جانب پروردگار عزت کتابہا و مردم بر ما غلظت و شدت نمودند و ما را سبک شمردند چون تو از ما بنہانی حق ما بستم و جور گرفتہ میشود مردمانیکہ در سینہ ہا کینہ ہا داشتند چون تو از میان رفتی از کمینگاہ بر آمدند و آن کینہ ہا را ظاہر ساختند و در میان ما و تو ظاہر شد کوہ تلہ گران و مصیبت ما از مصیبت تمام خلائق عظیم تر است ما ہمیشہ بر تو گریہ بکا خواہیم کرد و اشک از دیدہ ہا ما روان خواہد ماند اور ابوبکر جوہری نے بھی روایت کی ہے فاطمہ دختر امام حسین ؑ سے کہ حضرت فاطمہ بہت بیمار ہوئیں تو عورتیں مہاجرین و انصار کی انکی عیادت کو گئیں اور پوچھا کہ کیا حال ہے اے دختر رسولخدا تو اس حضرت نے مہاجرین اور انصار کی سب کی شکایت کی اور فرمایا کہ میں انکو دشمن کہتی ہوں کہ انہوں نے میری اعانت کی اور میرا حق انہوں نے نہ دلوایا اور خلافت کو عارفان احکام دین سے جدا کیا وہ لوگ عذاب بدی میں گرفتار ہونگے اور یہ روایت طولانی ہے خلاصہ اسکا لکھا گیا اور سوای ابن اثیر صاحب نہایہ کے اور سوائے زمخشری صاحب فائق کے اور سوائے مسعودی صاحب مروج الذہب کے کہ انہوں نے اس خطبہ کی صحت کا اقرار کیا اور بعضی لغات کو سند بکڑا ہے اس خطبہ سے اور فقرات کو اسکے لکھا ہے انکے سوا شعبی کہ محدثین اہل سنت میں سے ہے اس نے بھی ایک پارہ اس خطبہ کا روایت کیا ہے چنانچہ تذکرہ خواص الامت میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے اور وہ اشعار جو اس خطبہ میں ہیں کہ رسولخدا صلعم کی قبر کیطرف خطاب کیا کہ قد کان بعدک انباء و ہنبثہ اور ابوبکر کو کہا کہ یا ابن ابی قحافہ اترث اباک ولا ارث ابی یہ سب روایت شعبی میں مندرج ہے اور اس خطبہ میں جو ابوبکر پر طعن ہے اور ظلم ابوبکر کا اس سے ثابت ہوتا ہے تو بعضے علماء اہل سنت نے حکم کیا کہ یہ خطبہ موضوع ہے اور یہ کلام حضرت فاطمہ کا نہیں ہے لیکن جسوقت کہ محدثین اہل سنت نے اسکو روایت کیا ہو تو یہ قول انکا قابل اعتبار نہیں ہے اور باوجود اسکے خود علماء اہل سنت نے اس قول کو رد کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ اس خطبہ کے واسطے اصل ہے اور ایسی ہی شیخ رحمۃ اللہ نے تنزیہ الشریعت میں لکھا ہے اور احمد بن طاہر نے روایت کی ہے کہ میں نے پوچھا ابو الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب سے کہ لوگ اس خطبہ میں کلام کرتے ہیں فرمایا کہ مشائخ آل ابوطالب کو میں نے دیکھا ہے کہ اس کو اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرتے ہیں + **تمام شد رد جواب خط مذکور** + اور ہم نے جو پہلے اس سے لکھا تھا کہ اس شیخ نے اپنے اس رسالہ میں بعض مضامین ایسے لکھے ہیں کہ وہ خلاف عقیدہ کل اہل اسلام ہیں اور علماء اہل سنت نے ان مضامین کو پڑھکر اس شیخ کے کفر کا فتوی لکھا ہے لہذا ہم ان فتووں کو مع استفتا کے تحریر کرتے ہیں اور وہ دو ہیں **اول** استفتا فتوی اول کا اور یہ استفتا اسکی کتاب ہدیۃ الشیعہ کی اس عبارت کا ہے جو صفحہ ۲۷۸ کی سطر ۱۴ سے شروع ہے لیکن تمہید اسکی پہلے سے شروع ہے +

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآن شریف کے خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں اسکے بندوں پر بلکہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں امت کے لوگوں پر مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہے اور اس مضمون کو انکے جناب باری عز اسمہ نے اس عبارت میں لکھدیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سو مضمون تو رسولخدا صلعم کا ہے اور کلام خدا کا ہے اور اسیواسطے اسکو کلام اللہ کہتے ہیں جیسے کہ کوئی جاہل کسی فارسی خواں سے اپنی عرضی لکھوالے تو وہ عرضی

اُس لکھوانے والی کی کہلائیگی اور لکھنے والے کی نہ کہلائیگی اور کہتا ہے کہ مثلاً سورہ نساء کے اول میں جو آیہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ہے یہ رسول خدا صلعم کیطرف سے ہے اسواسطے کہ اگر خدا کیطرف سے ہوتی تو یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُونِي فَاِنِّي رَبُّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم ہوتا جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ کیسا ہے فقط

جواب جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ کلام یا مضمون حضرت کا بنایا ہوا ہے وہ منکر ہے صریح آیات قرآنی کا قال اللہ تعالیٰ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوحَىٰ اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (ترجمہ) حضرت کو یہ ارشاد ہی کہ تو کہہ نہیں پیروی کرتا میں مگر اُس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہی طرف میری نہیں میں مگر ڈرانیوالا ظاہر اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا تھا اسکی پیروی کرتے تھے اگر خود بنالیتے تو یہ آیت لغو ہوتی اور قرآن کے منجانب اللہ مع مضمون ہونیکے بہت آیات دال ہیں قال اللہ تعالیٰ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي اُوحِيَ اِلَيْكَ اِنَّا اَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ اِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ وغیرہ دال ہیں کہ یہ کلام من کل الوجوہ من جانب اللہ ہے کیونکہ لانا ضمیر متکلم مع تاکید ان اسی بات کا شاہد ہی جو مس علم معانی سے رکھتا ہی وہ خوب سمجھیگا ورنہ ہو حسب مثال مشہور کے اندھے کے سامنے رونا اپنا نین کھونا ہے اصل میں یہ اعتراض تھا قریش کا ہے جسکے جواب میں اللہ نے فرمایا ہے اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ جو شخص ان روایات کا منکر ہو اور ایسا ہی عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ایسے شخص کو چاہئے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے جبتک توبہ نہ کریگا کافر ہے باقی وہ سورہ نساء یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم جو شخص کہے کہ ضمیر متکلم کی یہاں کیوں نہیں وہ شخص قواعد معانی سے جاہل ہے کیونکہ کبھی تو اپنے کو ضمیر غائب سے بیان کرتے ہیں کبھی متکلم سے جسکو شک ہو مطول میں دیکھ لے پس شخص معترض نہایت جاہل اور محض ناواقف قرآن و حدیث سے ہی خدا تعالیٰ سورہ شوریٰ میں رسول خدا کو فرماتا ہے مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيمَانُ الآیۃ (ترجمہ) تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان یعنی تجھ کو قرآن و ایمان اور احکام شرع سے خبر نہ تھی ہمنے تجھکو سکھایا اور معلوم کرایا اس آیت سے صاف واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابعدار اور امیدوار احکام آلہی کے تھے جس طرح حکم خداوند کریم پہنچا اُسطرح آنحضرت صلعم عمل میں لاتے اسواسطے دوسری آیت میں فرمایا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ الآیۃ یعنی تجھکو کسی امر میں کچھ دخل نہیں ہے ہم جو چاہیں کریں بہرحال وہ شخص ہنوز کافر ہے مسلمان نہوا اُسپر فرض ہے کسی عالم شرع کے پاس تجدید ایمان کرے اور احکام شرع سیکھے واللہ اعلم بالصواب +



دوسرا استفتاء ان فتوی کے جو کہ مقصود ہے اور اسی پر مدار گفتگو کا ہی اور یہ استفتاء اُس عبارت کا ہے جو کہ ہدیۃ الشیعہ کے صفحہ ۲۶۶ سطر ۳ میں ہے اور یہ بہلی بہلی ہے

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآنیہ کو جو کہ بالخصوص جو حکم کہ صیغہ غائب میں بیان ہو وہی کہتا ہے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کیطرف سے اُسکے بندوں کے واسطے نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کیطرف سے اُمت کے لوگوں کو ہو مثلاً سورہ نساء میں جو آیہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثَيَيْنِ ہے اسکو کہتا ہی کہ اسمیں خطاب خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسکے بندوں کو نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی طرف سے اُمت کے لوگوں کو خطاب ہے اور اگر خدا تعالیٰ کیطرف سے بندوں کو خطاب ہوتا تو اسطرح فرماتا کہ یَا عِبَادِي اُوصِيكُمْ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثَيَيْنِ یہ شخص کیسا ہی اور نماز اسکے پیچھے پڑھنی جایز ہے یا نہیں فقط

جواب در صورت مسئولہ یہ شخص کافر ہی اور اقتدا نماز میں اسکا جایز نہیں جبتک توبہ نہ کرے اور اُسکو تجدید ایمان چاہئے اسواسطے کہ یہ تنکر کلام آلہی ہے جیسا کہ مقولہ کفار کا تھا اِنْ هَٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یعنی نہیں ہی قرآن مگر کلام آدمی اور خدا تعالیٰ نے جابجا قرآن میں کہا ہی کہ ہمنے اس قرآن کو نازل محمد پر کیا اور جبرئیل نے اسکو تعلیم کیا قولہ تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ الآیۃ اِنَّا اَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اِنَّا اَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا یعنی قرآن اور جو کچھ کہ اوامر اور نواہی ہیں اُسمیں وہ شان حضرت رسالت صلعم و سوہ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ الآیۃ یعنی نطق اسکا خواہش نفس سے نہیں ہے بلکہ نہیں ہے وہ چیز کہ جو کہتا ہے محمد مگر وحی جو اُتری ہی اُسپر الغرض جو احکام قرآنی ہیں سب حکم خدا ہے خواہ بصیغہ امر ہو یا بصیغہ غائب جیسا کہ یوصیکم اللہ الخ ای يَقُولُ اللَّهُ لَكُمْ قَوْلًا يُوصِيكُمْ اِلَىٰ بَقَاءِ حُقُوقِ اَوْلَادِكُمْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ وَاَصْلُ الْاِيصَاءِ هُوَ الْاِيصَالُ اور شان نزول اس آیت کا یہ ہی کہ جب شہید ہوا سعد بن ربیع اور چھوڑا دو لڑکیوں اور ایک بیوی اور ایک بھائی بھائی نے کل مال لیلیا آئی زوجہ اسکی حضرت پاس اور کہا

یا رسول اللہ سیدہ کی کیاں سعد کی ہیں ورسعد مارا گیا اور انکے چچا نے انکا مال لے لیا فرمایا حضرت نے کہا و قریب ہے کہ اللہ حکم بھیجے اس امر میں پھر آئی بعد مدت کے اور نے لگی
اس پر یہی آیت اور بلایا حضرت نے بھائی کو سعد کے اور کہا اعط ابنتی سعد الثلثین وامھما الثمن وما بقی فھولک فھذا اول میراث قسم فی الاسلام
اور فرمایا اللہ تعالی نے وکل شیء فصلناہ تفصیلا یعنی جس چیز کی تمکو ضرورت ہو معاش و معاد میں بیان کیا ہم نے اسکو قرآن میں بیان تفصیل وار
ہکذا فی کتب التفاسیر واللہ اعلم بالصواب +

جواب صحیح ہے کیونکہ کل قرآن شریف اول سے آخر تک یعنی بسم اللہ سے لیکر والناس تک قرآن شریف
نازل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور منزل من اللہ ہے اور منکر اس قرآن شریف کا خواہ کل کا
منکر ہو یا بعض کا منکر ہوا ہے باجماع امت بحکم خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ محمد شاہ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم دیوبندی المسمّٰے بہ تحفۃ الاثنا عشریہ من تصنیفات فاضل اجل و عالم بے بدل مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء و ممتاز الفضلاء مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۸۸۵ع میں بحسن سعی کارپردازان مطبع یوسفی دہلی چھپکر شائع و ذائع ہوئی۔ راقم جناب مولانا و اولنا حضرت مولوی حاجی سید عمار علی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہے کہ جناب ممدوح کو جسقدر اشاعت حق کا خیال ہے وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک کمترین ہی اسکا شکریہ ادا کر سکے بلکہ جمیع مومنین اطراف و جوانب ہند کو انکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جناب موصوف اس عالم ضعیفی میں بھی اپنی اوقات عزیز کو تصنیفات ہی میں صرف فرماتے ہیں چنانچہ اسوقت جسقدر راقم کو انکی کتب مصنفہ کا نام یاد ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے مگر حضرات شیعہ برادران مومنین ذی مقدرت سے ہمکو شکایت ہے کہ وہ لوگ باوجود استطاعت و مقدرت اپنے دست جود و سخا کو دراز نہیں فرماتے اگر ذرا بھی کمر ہمت باندھیں اور فقط بقدر لاگت ہی امداد فرمائیں بلکہ سو سو پچاس پچاس جلدیں خرید فرمائیں تو راقم بقیہ غیر مطبوعہ قلمی کو بفضلہ تعالی بہت جلد چھاپکر شائع کر سکتا ہے مذہب حقہ کی کتب دینیہ سالہا سال معرض بیع میں رکھی رہتی ہیں بخلاف مخالفین کہ ادھر چھپکر تیار ہوئی یا اشتہار دیا گیا فوراً یا تو دست بدست فروخت ہو جاتی ہیں یا اہل وسعت یکمشت خرید کر وقف کر دیتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ اصل لاگت کا بھی وصول ہونا مشکل ہو جاتا ہے بعض حضرات مومنین جو بذریعہ خطوط مجھسے گرانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں اسکا علاج میرے ہاتھ نہیں بلکہ آپ صاحبوں کی کثرت خریداری پر حصر ہے بار بار ارزانی کتب نولکشوری کا حوالہ دینا محض فضول ہے۔ اگر ہر ایک کتاب کہ جو تعداد میں صرف ایک ہزار چھپتی ہے مومنین بالتمکین خرید فرمالیا کریں تو جو کتاب نولکشور کے یہاں سے عصر کو ملتی ہے ہم اسکو پندرہ آنہ میں دے سکتے ہیں +

فہرست کتب من تصنیفات جناب مولوی عمار علی صاحب

تجہیز الموتی مردوں کے غسل و کفن اور دفن کے بیان میں (اردو)	مخزن الفرائض میراث کے سہام کی تقسیم کے ذکر میں (اردو میں)	دلائل الزامیہ اثبات خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام میں (فارسی)	تفسیر عمدۃ البیان اردو میں	بستان المواعظ عبارت عربی میں
دفع المغالطہ جواب میں کتاب مولوی نجف علی فرید آبادی جو کہ تحفہ اثنا عشریہ سے انتخاب کرکے لکھے تھے فارسی	تنبیہ المنکرین اثبات حلت نکاح متعہ میں اور ذکر بعض مسائل متعہ میں (اردو میں)	احکام النکاح نکاح کے صیغوں کے ذکر میں اور بیان بعضے مسائل نکاح میں (اردو میں)	رسالہ بیان علامات مومن میں (اردو میں)	رسالہ اعتقادیہ اردو میں

العبد سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی +

اطلاع ہدیۃ الشیعہ کی عبارت کتاب منقول عنہ مطبوعہ میں جس طرح پر پائی گئی بجنسہ عمداً نقل کر دیگئی کوئی صاحب اصل کی غلطیوں کو مطبع ہذا کی غلطی تصور نہ فرمائیں +

اطلاع

یہ کتاب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب کا رد ہے جن صاحب سنی المذہب کو طرز تحریر شیعیان علی جو اظہر من الشمس ہے ناگوار طبع ہو وہ مطالعہ نکریں

علاوہ ہزارہا کتب موجودہ کتب خانہ کے جنکی فہرست علیحدہ مطبوعہ موجود ہے منجملہ ذیل کتابیں جنکی اکثر اوقات حضرات شیعہ کو ضرورت ہوتی ہے مطبع ہذا سے مل سکتی ہیں محصول ڈاک ذمہ خریدار جن صاحبان کو مطلوب ہوں قیمت نقد بھیجکر یا بذریعہ ویلیو پی ایبل طلب فرمائیں بغیر رجسٹری کے کتاب پہنچنے کا راقم ذمہ دار نہیں ہے قیمت کتب بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان جلد اول	قرآن شریف کی اردو زبان	۵ر	حلیۃ العرائس	مسائل متعلقہ مستورات	۳ر	حق الیقین فارسی	مشہور کتاب ہے	۱ر
تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم	میں تفسیر مصنفہ مولوی عمار علی صاحب	۵ر	مراثی میرزا دبیر ہر دو جلد	مصائب خامس آل عبا	[illegible]	ابواب الجنان جلد دوم	"	۸ر
تحفۃ الاشعریہ ولایتی کاغذ	باغ فدک۔ خلافت۔ قرطاس۔ قلم۔ فدک ام کلثوم	۵	مراثی میر انیس چہار جلد	"	۱۲ر	سفینۃ النجات ادعیہ	اوراد و وظائف ہیں	[illegible]
تحفۃ الاشعریہ سفید کاغذ	بد اور غیرہم اعتراضات منقولہ	۸ر	مراثی میر مونس ہر سہ جلد	"	۱۴ر	رسالہ رجعت	قیامت کا اور ظہور صاحب العصر کا ذکر	۶ر
تحفۃ الاشعریہ حنائی کاغذ	ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم	[illegible]	مراثی میر عشق جلد اول	"	۱۵ر	بیاض نوحہ جات	گریہ و بکا میں	۱۰ر
فضائل مرتضوی	فضائل و مناقب حضرت علی	۸ر	اخبار ماتم	مجید بیان مصائب شہید کربلا	۵ر	بناء الاسلام	صوم و صیام کے احکام	۵ر
تحفۂ جعفری	چند قصص شرعی متعلق احکام	۲ر	خلاصۃ المصائب	مشہور کتاب ہے	۱۴ر	مجموعہ جوشن کبیر و جوشن صغیر	مشہور ہے	۴ر
حسنیہ	حنفیہ کے سوال جواب قاضی یحییٰ	۲ر	بحور الغمہ ہر دو جلد	"	۵ر	تعویذ جوشنین	"	۱ر
شرح دیوان جناب امیر	اسمیں ہزار لغات کی تشریح	[illegible]	برق لامع زیر طبع میرزا فصیح	سب جانتے ہیں	۶ر	انتخاب الاعمال زیر طبع	تعویذات ہر مطلب کے لئے	۵ر
جامع عباسی	فقہ میں	۱۵ر	نان و نمک میرزا فصیح	معرفت الٰہی و ترحم بر بندگان خدا	۳ر	مجموعہ مراثی چند شعراء	(زیر طبع)	
حیات القلوب ہر سہ جلد	مشہور کتاب ہے	۵ر	قصہ ملکہ فقیہ سوال و جواب مطبوعہ لکھنؤ	....	۳ر	توضیح عزا زیر طبع	مصائب خامس آل عبا	
تحفۃ العوام نو ترمیم	"	۶ر	رسالہ استخارہ	مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی	۲ر	مثنوی گل باغ ارم اردو	شرعی مضامین حکایات سے جو نہایت دلچسپ ہیں مملو ہے	[illegible]
احکام الائمہ	نام سے مطلب ظاہر ہے	۴ر	فالنامہ قرآنی	....	۱ر	فال جعفری	نام سے مطلب ظاہر ہے	۱ر

کتب درسیہ جو نہایت مفید و ترقی علم کے لئے بجائے خود استاد ہیں

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
دانش نامۂ جہاں	تشریحات افلاک و علم ہیئت	[illegible]	مخزن حکمت	دانائی کی باتیں ہیں	۱۲ر	توقیعات کسریٰ	مشہور کتاب ہے	۵ر
مثنوی قصۂ ہمای ہمایوں		۱۰ر	اخلاق سروری	اخلاق محسنی کا ترجمہ	۱۲ر	تحفۃ الاحرار جامی	"	۳ر
نادر الترتیب	اسمیں ہزار لغات مع معانی فارسی درج ہیں	۵ر	گلزار شاہی	تاریخ اردو	۸ر	شرح حدیقۂ سنائی	"	۸ر
دیوان رسوا رموز اعظم	فارسی کا دیوان ہے طبع ہیں مصنفہ [illegible]	۴ر	جامع الابواب	عربی صرف میں نہایت عمدہ ہے	۷ر			

المشتہر

سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی